

# تذکار مہدی

روایات سیدنا محمود

حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

مرتبہ: حبیب الرحمن زیروی

# تذکار مہدی

روایات سیدنا محمود <sup>رض</sup>

مرتبہ

حبیب الرحمن زیروی



# تذکار مہدی

## روایات سیدنا محمود

حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

مرتبہ

حبیب الرحمن زیروی

تذکارِ مہدیؑ

*Tazkaar-e-Mahdi*

(Urdu)

*A collection of narrations by*

Hazrat Mirza Bashir-ud-Din Mahmud Ahmad,  
Khalifatul-Masih II (may Allah be pleased with him)  
from the blessed life of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad of Qadian,  
The Promised Messiah and Mahdi, peace be upon him.

Compiled by: Habib-ur-Rehman Zirvi

First published in the UK, 2020

© **Islam International Publications Ltd.**

Published by:

Islam International Publications Ltd  
Unit 3, Bourne Mill Business Park,  
Guildford Road, Farnham, Surrey, GU9 9PS, UK

Printed in the UK at:

ISBN: 978-1-84880-214-8

10 9 8 7 6 5 4 3 2 1





حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام  
مسیح موعود و مہدی معہود







حضرت مرزا بشير الدين محمود احمد رضى الله عنه  
المصلح الموعود، خليفة المسيح الثانى

# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون
1	پیش لفظ
3	عرض حال
7	صحابہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات جمع کئے جائیں
14	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ابتدائی حالات
17	ہمارے آباء و اجداد کے تاریخی حالات
18	کپورتھلہ کی طرف ہجرت
20	دادا نے باقاعدہ علم طب حاصل کیا تھا
21	آباؤ اجداد کی خاندانی جائیداد
23	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا کا ذکر خیر
24	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پردادا
25	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا کا واقعہ
26	ابتدائی خاندانی حالات
29	خاندان بادشاہوں کی نسل سے
41	خلوت نشینی
41	خاندان کی نسلیں منقطع
41	مطالعہ کی عادت
42	خدمت دین کی لگن

42	محبت الہی
43	بکریاں چروانا
43	میں نے جس کا نوکر ہونا تھا ہو چکا
45	مقدمات میں پیش ہونا
46	والد صاحب کے مقدمات کی پیروی
48	باقاعدہ نماز پڑھنے کی عادت
48	سیالکوٹ ملازمت میں حکمت
50	سید میر حسن صاحب کی سچی گواہی
51	یاد الہی میں مشغول رہنا پسند کرتے تھے
53	تو بہ جان کندی تک قبول ہوتی ہے
53	والد صاحب کی وفات
55	جائیداد سے لاتعلقی
55	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ابتدائی زمانہ
56	والد صاحب کی غرباء کی خبر گیری
56	قادیان کے دو مہلا
57	چھ ماہ کے روزے رکھنا
57	والدہ ماجدہ کی وفات
58	دنیا کی عزت خود ملتی ہے
59	اپنے خاندان کے خلاف سچی گواہی
62	رشتہ داروں کی مخالفت اور بائیکاٹ
62	چوہڑوں کا پیر
64	مرزا علی شیر صاحب کی سخت مخالفت

67	مرزا امام دین صاحب کی مخالفت
72	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی بیگم صاحبہ
74	دادا کے دربار میں پانچ سو حفاظ
74	خاندان کے اعزازات
75	حکومت کی طرف سے اعزاز دینے کی پیشکش
75	خاندان کی جنگی تاریخ
75	جماعت احمدیہ لاہور کا اخلاص
77	براہین احمدیہ اور مولوی چراغ علی صاحب حیدرآبادی
78	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت
78	دعاؤں کی عادت
78	جبرائیل اب بھی آتا ہے
79	حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت کا ایک انداز
80	حق الیقین
80	1900ء کا قابل یاد گارسال
81	گیارہ سال کی عمر میں پختہ ایمان
84	مجھے خدا تعالیٰ کا ثبوت مل گیا
85	ٹپو سلطان
85	آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے
86	سیدانی فقیرنی
86	ریوڑیاں اور کونین
87	مذہب کے موازنہ کی عادت ڈالیں
88	بچپن میں شکار کرنے کی عادت

89	علوم ظاہری اور باطنی سے پر کیا جائے گا
91	فرشتہ کا تفسیر قرآن سکھنا
93	مخالفت خدا تعالیٰ کی قدرت کے اظہار کا ذریعہ
94	قادیان میں کشتی رانی
96	میری بیماری کا فکر شفقتِ پداری کا ایک واقعہ
96	شملہ کا سفر
97	دیوار بنا کر مسجد مبارک کا راستہ روکے جانا
99	مقدمہ دیوار اور صبر کی تلقین
99	دیوار گرائے جانے کی خبر
100	اوردیوار گرا دی گئی
101	مخالفین کو مقدمہ کا خرچ معاف کر دیا
102	اونٹ چالیس اور ٹو ڈا بتالیس
103	عادت کے خلاف کام کرنا
104	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کا پہرہ دیا کرتے تھے
106	نماز باجماعت اور بچوں کی نگرانی
107	بچپن میں بچوں کو اخلاقِ فاضلہ کی مشق کرانی چاہئے
108	نماز جمعہ پر نہیں گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دریافت فرمایا
111	قصہ مرغی ذبح کرنے کا
111	بچوں کی دلداری
112	حضرت ائمان جان اور برکات کا نزول
113	بچپن سے اسلامی آداب سیکھانے چاہئیں
114	برّی عادت سے ٹوکنا چاہئے

115	حضرت مولوی نور الدین صاحب کی رائے چالیس آدمیوں کے برابر
116	عادت کو چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے
117	ٹھٹھ پینے کی عادت
118	دوسروں کو دیکھ کر رنگ پکڑتے ہیں
119	خالص دودھ کی تلاش
121	انظہار غم اور افسردگی
122	حضرت مولوی عبدالکریمؒ کی وفات
123	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات
124	محمود کا خط تو میرے سے ملتا جلتا ہے
127	حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے بخاری پڑھنے کی ہدایت
128	بڑوں میں سمجھ، فہم اور فراست ہوتی ہے
129	پہلی تقریر، معارف قرآن بیان کرنا، درس دینا
130	میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا
133	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے حق میں دعائیں
137	تازہ الہامات
138	میرے ماننے والے میرے منکروں پر غالب رہیں گے
140	گورنمنٹ کی وفاداری
140	برطانوی حکومت رحمت ہے
141	احرار یورپ کا مزاج
141	قلم کا جہاد
142	کرکٹ
143	ڈپٹی نذیر صاحب اور ترجمۃ القرآن

144	کمزوری کا زمانہ
144	مخالفت اور جماعت کی ترقی
144	ہر ابتلاء کے بعد غیر معمولی ترقی
145	مخالفت مومنوں کے لئے ترقی کا ذریعہ
147	مخالفت توجہ الہی سلسلہ کی طرف
147	کامل اخلاق ہی سے فضل ملتا ہے
149	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت
151	اپنے نفس کی کمزوری کا محاسبہ ہونا چاہئے
151	اشتعال میں نہیں آنا چاہئے
152	انسان جس چیز کا عادی ہو جائے وہ تکلیف نہیں رہتی
154	ہم نے ہمیشہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھا ہے
156	مخالفوں سے احسان کا سلوک
157	تمام عزت خدا نے ہمارے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔
157	مولوی محمد حسین بٹالوی کا دعویٰ
158	جماعت سے تعلق رکھنے والوں پر علوم کی راہیں کھلتی ہیں
159	حضرت مسیح موعودؑ کا ماضی
160	حضرت مسیح موعودؑ کا حال
161	ظاہری علم پر بزرگی کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی
162	مخالفین کا بائیکاٹ اور ایذا رسانی
162	کشفی حالت
163	قادیان کی ترقی کی پیشگوئی
164	کرامت دکھائیں تو سب مولوی مان لیں گے

165	میر عباس علی لدھیانوی
165	تکبر کی بجائے احسانات کا شکر گزار ہونا چاہئے
166	سچائی پر ثبات قدم
167	مقدمہ مارٹن کلارک الہی تائید اور نصرت
168	خدا کے نیک بندوں کو کون جلا سکتا ہے
168	مولوی محمد حسین بٹالوی کو کرسی نہ ملی
170	اللہ تعالیٰ دلوں کا حاکم ہے
171	مقدمہ مارٹن کلارک اور محمد حسین بٹالوی کی ذلت
174	کپتان ڈگلس اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی گواہی
181	میرے آقاؐ کو گالیاں دیتا ہے اور مجھے سلام کرتا ہے
183	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خانہ تلاشی
183	پیشگوئی عبداللہ آتھم اور خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف
184	آتھم کی پیشگوئی اور پیر صاحب چاچڑاں شریف
185	ٹوٹے ٹوٹے ٹکے کرنا جائز نہیں
187	جنگ مقدس۔ لنگڑے لو لے اور اندھے
188	آتھم کی پیشگوئی
189	جنگ مقدس
191	مباحثات کے نقصانات
192	پابندی نماز کی عادت
193	گھر میں باجماعت نماز ادا کرنا
194	نماز وقار کے ساتھ پڑھنی چاہیے
194	باطن ظاہر کے بغیر کوئی حقیقت نہیں رکھتا



195	سورۃ فاتحہ بہترین دعاؤں میں سے ہے
196	السلام علیکم کرنے میں پہل
196	چھوٹی سی نیکی سے برکتیں
198	مخالفت کا جوش
199	حضرت مسیح موعودؑ کا سفرِ ملتان
201	کوئی خدا تعالیٰ کے شیر پر بھی ہاتھ ڈال سکتا ہے
202	ہندو مجسٹریٹ کا انجام
203	نشانِ صداقت
204	خطرہ کی افواہیں بہت برا اثر ڈالتیں ہیں
205	ہندو مجسٹریٹ کا انجام
206	مقدمہ کرم دین (ازالہ حیثیت عرفی)
207	جماعت کی ترقی اور کرم دین والے مقدمہ کا طول پکڑنا
207	مخالفین کا انجام
208	مولوی عبدالکریم افغان کو گستاخی کی سزا
209	گستاخی کی سزا
210	عیسائیوں کا خدا مر گیا اس پر مسلمانو! تم کیوں غصے ہوتے ہو۔
210	سوچ سمجھ کر کم وقت میں کام کرنا چاہئے
213	حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؒ کی ثابت قدمی
214	جب تم فارغ ہو جاؤ تو اور زیادہ محنت کرو
215	حضرت حکیم میر حسام الدین صاحبؒ
216	خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا
217	آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے

218	حضرت خلیفہ اولؓ - آگ سے ہمیں مت ڈراؤ
223	حضرت خلیفہ اولؓ کا جذبہ اطاعت
224	چاند اور سورج گرہن
224	چاند اور سورج گرہن ہدایت کا موجب
225	عفو اور درگزر
226	مخالفین کی ایذا رسانی
227	مخالفین کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کی دعوت
227	ملکہ کو تبلیغ اسلام
227	ترک سفیر کو دیانت اور امانت پر قائم رہنے کی تلقین
229	حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تبلیغ
230	لباس میں سادگی اختیار کرنی چاہئے
231	تبلیغ پر زور دینے کی ضرورت ہے
232	تبلیغ کے لئے پڑھا لکھا ہونا ضروری نہیں
233	میرے تمام دعاوی قرآن کے مطابق ہیں
236	مخالفت بھی ہدایت کا موجب ہو جاتی ہے
237	تبلیغ مولوی محمد حسین بٹالوی نے کی
238	مخلوق کی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ نے سامان کر رکھے ہیں
239	مہمانوں کو قادیان جانے سے روکنا
240	ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت 10 ہزار تک بڑھانے کی تجویز
241	میاں نور محمد صاحب لدھیانوی
242	ہماری عمریں تو مخالفتوں اور گالیاں کھانے میں ہی گزریں
244	مولوی محمد حسین بٹالوی کی ناکامی

245	احمدیت کی برکات
246	تم جہاں جاؤ آگ لگا دو
246	تمہارا شیوہ دعائیں کرنا ہو
247	دہلی میں مخالفت کا زور
248	چوہڑوں کی وجہ سے تکلیف
249	اوہ تے ہُن رَل مل گئے نے
250	عیسائیوں کے خلاف سخت زبان کا استعمال
251	حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ کا طرز استدلال
252	تائید الہی
254	وفات مسیح کا مسئلہ
255	وفات مسیح کا مسئلہ بنیادی ہے
256	اشتہارات کے ذریعہ تبلیغ
257	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر معمولی محنت
258	سچا مومن نخصی ہو جاتا ہے
258	اشتہارات مرکز سے شائع کئے جائیں
259	یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا
260	اللہ تعالیٰ پر توکل پیدا کریں
261	تین قسم کے لوگ ہماری جماعت میں شامل ہوئے
263	تعلیم الاسلام کالج کا قیام
265	اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ
266	حفاظت الہی کا معجزہ
268	معجزانہ تائید اور نصرت

268	حفاظت الہی کا معجزہ
270	الہام الہی کے ذریعے تائید اور نصرت
270	زندہ معجزہ اپنی ذات میں ظاہر ہوتا ہے
272	حقیقی اطاعت کا جوش فکر پیچھے چھوڑ دیتا ہے
273	دشمن سے بھی رحم کا سلوک کرو
274	اللہ تعالیٰ قبولیت دعا کے لئے ظاہری سامان پیدا کرتا ہے
275	حضرت منشی احمد جان صاحب لدھیانہ والے
276	معجزہ کا مقصد ہدایت دینا ہونا چاہئے
278	حضرت پیر افتخار احمد لدھیانویؒ
280	قومی ترقی کے لئے قوت ارادی ضروری ہے
283	ملنے والے کے حالات اور اندرون کا علم ہو جانا
284	لاہور کا مجذوب
284	قرآن کریم میں جنوں کا ذکر
285	نائی کی جراحی سے آرام
285	جسم سے نور کی شعاعیں
286	معجزہ قبولیت دعا
287	ڈاکٹری ایک ظنی علم ہے
288	باؤلے کتے کے کاٹے کا علاج
290	آوارہ کتوں کو مارنے کی ہدایت
291	تمہارا قادیان آنا معجزہ ہے
295	صداقت کے نشانات کے لئے حقیقت الوحی دیکھو
295	اور کھانسی دور ہوگی

296	اللہ تعالیٰ مومن کے کام اپنے ذمہ لے لیتا ہے
297	لیکھرام کا واقعہ
299	اندرونی ایمان ظاہر ہو گیا
300	نواب عبدالرحیم خان صاحب کو شفاء
301	اگر میں سچا ہوں تو مسجد تم کو مل جائے گی
302	نظارہ بیداری مثل فلق الصبح منفرد و مشترک
302	صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات
303	انسان میں نقل کرنے کی خواہش ہوتی ہے
304	مخلوق کی جسمانی خدمت بجالاؤ
305	حضرت صاحبزادہ میاں مبارک احمد کی بیماری اور وفات
306	میاں مبارک احمد صاحب کی ذہانت اور ذکاوت
307	اور مرغیاں ذبح ہو گئیں
310	جلسہ شعائر اللہ میں سے ہے
310	قادیان کی ترقی کی پیشگوئی
310	قادیان کی ابتدائی حالت
312	مسجد مبارک قادیان
313	قادیان کی آبادی دریائے بیاس تک ہونے کی پیشگوئی
316	بزرگ کی قبر پر دعا کے لئے تشریف لے جانا
317	قادیان کی ترقی عظیم الشان نشان
318	ابو جہل نہ ہوتا تو اتنا قرآن کہاں ہوتا
319	قادیان کا مستقبل
319	مرکز میں بار بار آنے کی ضرورت آج بھی قائم ہے

321	قادیان کے بازار
322	مرکز میں کثرت سے آنا چاہئے
322	ہر نسل کو پہلی نسل سے بڑھ کر اخلاص دکھانا چاہئے
323	انسان اپنے اخلاص سے ہر کام کو نیکی بنا سکتا ہے
325	قادیان کی ترقی کی پیشگوئی
326	خدا تعالیٰ کی نصرت اچانک آتی ہے
328	جلسہ سالانہ قادیان کی ابتدائی حالت
329	ابتدائی جلسہ سالانہ
333	مضمون بالا رہا
334	آریوں کے جلسہ میں مضمون پڑھا جانا
336	آریہ سے تبلیغ
337	آریوں کے جلسہ کے لئے تقریری مقابلہ
338	انجمن تشخیز الاذہان
339	رسالہ تشخیز الاذہان کا اجراء
340	جلسہ پر آنے والوں کو نصیحت
342	جلسہ سالانہ پر تمام احمدیوں کو آنا چاہئے
342	جلسہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی تقریر لازمی تھی
343	حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بدظنی کرنے والے
344	ہمارا کام ختم ہو چکا اب غلبہ اور کامیابی کے آثار ظاہر ہو گئے
346	خدا تعالیٰ خود رزق دیتا ہے
346	کثرت سے مال آنے کی پیشگوئی
347	بعض اخلاق دنیا پر گہرا اثر ڈالتے ہیں

349	نظام پر اعتراض نہیں کرنے چاہئیں
350	اللہ کے بندوں کو غیب سے رزق ملتا ہے
352	جماعت احمدیہ کی ترقی
352	دوران سرکارضہ
353	جماعتی ترقیات کی پیشگوئی
357	جلسہ سالانہ کی تیاری اور وسیع مکانک کا الہام
358	اصل تقریر وہی جس کو دل میں رکھ لیں
359	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا آخری جلسہ
360	جلسہ سالانہ میں شمولیت کرنے والوں میں اضافہ
361	اے نبی بھوکے اور پریشان حال کو کھانا کھلاؤ
362	جلسہ سالانہ قادیان کا مستقبل
363	بیت الدعا میں دعا۔ مقام ابراہیم
364	قادیان سے محبت
365	راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو
366	خواہ جان چلی جائے شرک نہیں کرنا چاہئے
367	گھوڑسواری پسند کرنا
368	حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں
369	حضور علیہ السلام کا وصال
372	حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے صحابہ کا عشق و محبت
372	غلبہ اسلام اللہ تعالیٰ کی معجزانہ تائید و نصرت سے ہوگا
373	ہر بچہ کے اندر یقین پیدا ہوگا
375	حضرت مسیح موعود کی وفات پر عہد

376	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر عہد
377	ایک ذاتی تجربہ
379	تکالیف، مصائب اور آلام سے گھبرانا نہیں چاہئے
381	سلسلہ کے کام خدا تعالیٰ کرتا ہے
383	خلافت اسلام کی سنت ہے
384	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں شیطانی حربہ کی صورت
385	خلافت کے بارہ میں مسلمانوں میں تین گروہ
386	ایک شیعہ کا قصہ
387	خلافت احمدیہ کا ذکر
389	حق اولاد اور اولاد
392	حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال
393	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر خاندانی جائیداد
396	خواجہ کمال الدین صاحب کی حق گوئی
397	جہاں صداقت نظر آئے اسے قبول کرو
400	مامور کی باتوں پر عمل کرنا مومنوں کا فرض ہے
402	مامور کی بیعت میں شامل ہونا
403	حضرت مولانا احسن امر وہی صاحب اور پیغامی
407	میاں چراغ دین صاحب سے پرانے تعلقات
407	خدا تعالیٰ کا سلوک ہمیشہ تعلق کی بناء پر ہوتا ہے
409	پسر موعود کی شناخت کا نشان
410	حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بے مثال قربانی
411	قبولیت دعا کا راز



412	قبولیت دعا کی شرائط
413	حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ کا آپ سے عشق
414	حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ اور ٹھنڈا پانی
415	حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ کا اخلاص
416	حضرت میرنا صر نواب صاحبؒ
417	حضرت نئی اروڑے خان صاحبؒ کا آپ سے عشق
419	حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؒ شہید کی قادیان آمد
419	حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؒ شہید کا مخالف پر غصہ
420	قرآن فق کی آواز کا فرق بیان کرنے کا اعتراض
421	دہلی میں اولیاء کی قبروں پر دعا
424	نظام الدین اولیاء اور شاگرد
424	صاحبزادہ عبداللطیف شہید صاحبؒ
426	امیر عبدالرحمان خان صاحب
426	شاندار چیزیں ہی قوموں کو زندہ کرتی ہیں
428	آج کل اسلام کے ساتھ سلوک
430	سید عبداللطیف صاحب شہیدؒ کا ایک واقعہ
431	حضرت صوفی احمد جان صاحبؒ لدھیانوی اور مہاراجہ جموں
431	تم مسیحا بنو خدا کے لئے
432	تمام علوم مجھے خدا نے عطا فرمائے
434	دار البیعت لدھیانہ
434	پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق
437	حضرت مولوی عبداللہ سنوریؒ صاحب

439	حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؒ کی بیعت
440	حضرت سیٹھ عبدالرحمن صاحب مدراسیؒ کا اخلاص
441	حضرت سیٹھ عبدالرحمن مدراسیؒ کی مالی قربانیاں
442	غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا
443	میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے
445	نمازوں کی لذت
445	نمازوں کا جمع کرنا
446	پورے طور پر خدا تعالیٰ کے بن جاؤ
447	تم کسی کے بن جاؤ یا کوئی تمہارا بن جائے
447	حافظ یار محمد صاحب پشاوری
449	خدا تعالیٰ بخش دے تو بخش دے
450	ہفتہ کے تمام دن بابرکت ہیں
452	چوری کی شکایت پر نصائح
453	حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق
454	پروفیسر صاحب کا جواب
455	فلاسفر صاحب
456	روزہ اور تانی
457	فلاسفر صاحب کی تیز قدمی
459	خوبصورتی کا پچھانا آسان نہیں
459	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس سوال و جواب
460	مجلس میں نہ آنے کو نفس کا بہانہ قرار دیا
461	حضرت حکیم محمد حسین قریشیؒ صاحب کی خدمات

462	حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کی بیعت پر خوشی کا اظہار
463	بیعت حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؒ
464	حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؒ اور علی گڑھ
465	مولوی محمد حسین بٹالوی کے ذریعہ تبلیغ
466	مولوی محمد حسین بٹالوی سب سے بڑا معترف تھا
467	صبح کی نماز کے بعد استراحت فرمانا
467	گول کمرہ پہلا مہمان خانہ
467	ہزاروں لوگ میرے دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں
468	ابتدائی عمر سے ہی کمزور صحت
468	ورزش صحت کے لئے ضروری ہے
469	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خوراک
469	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کم خوراک تھے
470	عربی ام الالسنہ
471	قرآن میں ساری اخلاقی اور روحانی ضروریات موجود ہیں
472	دشمن کے اعتراضات کے جواب دینا
472	خدا تعالیٰ مذاق نہیں کرتا
474	عربی زبان میں موسیقی پائی جاتی ہے
475	خدا تعالیٰ کی برکات کا نزول
477	تکالیف کے وقت جھوٹے مدعی نبوت پیدا نہیں ہوتے
480	ایک عرب کی قادیان آمد
481	گالیاں سن کے عداوہ
481	ابوسعید عرب کا قادیان آنا:

483	الیکزینڈرویوب کے ذریعہ امریکہ میں تبلیغ
484	محبت الہی / تعلق باللہ
484	حضرت اقدس کی بردباری
485	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بال لمبے تھے
485	انگریزی اور عربی زبان کا مقابلہ
486	ایمان تو بڑھیا کاسا ہونا چاہئے
487	بس اللہ اور رسول کی باتیں تھیں
487	عورتوں میں درس
488	نماز مغرب کے بعد مسجد میں قیام اور مہمانوں سے ملاقات
490	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کھانے کا ڈھنگ
490	حضرت مسیح موعود علیہ السلام انتہائی کم خوراک تھے
492	ایک چچ سالن اور روٹی
492	سیر کرنے کی عادت
493	نماز باجماعت کے قیام کے لئے کوششیں
494	بیماری کی حالت میں اہل خانہ کے ساتھ نماز باجماعت
494	مسجد قصبی کی ترقی کی پیشگوئی
494	مسجد مبارک کی اہمیت
495	ہندو ڈپٹی
498	محنت اور مشقت کی عادت
498	رات دیر تک کام کرنے کی عادت
500	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مشکلات
501	بلادلیل اعتراض نہیں کرنا چاہئے

505	کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے برکت حاصل کرو
506	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین متبرک انگوٹھیاں
508	بعض اوقات شکست زیادہ بہتر ہوتی ہے
509	حقیقی مبلغ کی خصوصیات
510	مامور کی بیعت میں شامل ہونا
511	وقفِ زندگی قربانی کا تقاضا کرتی ہے
512	حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا وقف کرنا
514	بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے
516	یہودہ اسکر یوٹی
517	ملاو ایل کا علاج
517	حضرت خلیفہ اولؑ کی مالی قربانیاں
517	ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں
519	حضرت مجددِ سرہندی کے ایک شعر کو ناپسند کرنا
519	اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا
521	حافظ محمد صاحب پشاوری
522	طاعون کے ایام میں ردی اشیاء جلو ادیں
523	تاریخِ دانی اور بزرگی
524	عذابِ نبی کی صداقت کا نشان
525	طاعون سے قادیان کی حفاظت
526	طاعون نے تباہی پھیلا دی تو پھر مجھ پر ایمان کون لائے گا
527	بیتِ الدعا
529	صداقت کا نشان دیکھنے کی خواہش

530	یادیں بھلائی نہیں جاسکتی
530	علم غیب کی حقیقت
531	طاعونی احمدی
532	جو کچھ ہوگا دعاؤں سے ہوگا
533	دعاؤں کی عادت ڈالیں
534	مصیبت باعث راحت ہوتی ہے
534	ہستی باری تعالیٰ
535	حفظ مراتب کا خیال
535	صحبت کا اثر
536	بچوں کو پگڑی پہننے کی تلقین
537	لمل کی پگڑی
537	مصروفیت کی وجہ سے لباس کی طرف توجہ نہیں رہتی
538	لباس کی نہیں خوبیوں کی عزت
540	کاپی الہامات
541	دعاؤں کے لئے تعلق کی ضرورت ہے
541	نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھو
542	ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے
542	راست بازی اختیار کریں
543	خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت
544	دین کی خدمت میں اپنی زندگی گزارے
546	سکھ لڑکا دھرتی کے خیالات
547	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرز اصلاح

548	خدا تعالیٰ کے لئے غیرت
548	حضرت چوہدری رستم علی صاحبؒ کا اخلاص
550	حضرت چوہدری رستم علی صاحبؒ کی مالی قربانیاں
550	خدمت دین کو اک فضل الہی جانو
551	چودھویں رات کا چاند
552	خدا اور بندے کے کلام میں فرق
552	اشتعال انگیزی سے بچنا چاہئے
553	طاعون جماعت کی ترقی کا ذریعہ
553	کمزور بھائی کے لئے دُعا اور علیحدگی میں نصیحت
553	مخالفین کا مفت علاج
554	تربیاق القلوب کی اشاعت
555	نبی کی عمر سے مراد اس کی امت کی عمر
556	دُعا کے لئے تضرع
556	دماغی کام کرنے والوں کی اعصابی حس تیز ہوتی ہے
556	لیکچر لاہور
557	دعا موت قبول کرنے کا نام ہے
558	ہاتھ سے کام کرنے کی عادت تھی
558	محنت سے ہر پیشہ سیکھا جاسکتا ہے
559	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں علم کا سمندر ہیں
560	مخالفین بھی ایمان لانے کا موجب ہو سکتے ہیں
561	کبھی انگریزوں کے آگے سر نہیں جھکایا
562	صبر و تحمل

562	دست بہ کار دل بہ یار
563	کثرت سے مشک استعمال کرنا
563	صحابہ حضرت امہات المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دعا کی درخواست کرتے
564	تعلیم الاسلام ہائی سکول کے لئے کوششیں
565	باقاعدہ اخبار پڑھا کرتے تھے
565	اللہ تعالیٰ کی تصویر کو سامنے لانے کا واحد ذریعہ ذکر الہی
568	جہاں رشتے تجویز ہوئے ہیں ان کے ہاں اولاد کتنی ہے
568	جمعہ کے روز غسل کرنا اور نئے کپڑے بدلنا
570	مخالفانہ ہوائیں جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہیں
571	حضرت خلیفہ اولؓ کا آپ سے عشق
572	حضرت خلیفہ اولؓ کا اخلاص
573	قصابوں کو میدان جنگ میں بھجوانا
575	حضرت خلیفہ المسیح الاولؓ کا سیر میں ساتھ شامل ہونا
576	اپنی آمد کا ایک حصہ پس انداز کرنا ضروری ہے
577	حضرت خلیفہ اولؓ کی قربانیاں
578	حضرت خلیفہ اولؓ کی بہن
579	جماعت میں لاکھوں انسان صحابہ کا نمونہ ہیں
580	افراد سے قومیں بنتی ہیں
584	حضرت مولانا نور الدین صاحبؒ
587	جو تیوں میں بیٹھ بیٹھ کر خلافت مل گئی
589	توکل کا مقام اور ہماری جائیداد
595	طبیہ کالج کی ضرورت



595	قادیان کے شب وروز
597	تازہ وحی معلوم کرنے کے لئے جستجو
597	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس
597	صدر انجمن احمدیہ کا اجلاس
598	حقیقی ایمان
599	حضرت منشی اروڑے خان صاحب کی محبت کا عالم
602	اذان دینا بڑے ثواب کا کام ہے
604	امام موسیٰ رضا کی ربائی
605	متقی ال محمدؐ کی عصمت
605	حضرت سید فضل شاہ صاحبؒ
611	آنحضرت ﷺ کی عزت کے قیام کی دھن
612	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق
614	عاشق کا اپنے معشوق کی طرف جانا
615	حضرت منشی اروڑے خان صاحبؒ کے اخلاص و قربانی کی مثال
618	حضرت منشی ظفر احمد صاحبؒ کی وفات
620	مطالعہ کتب اور خولجہ کمال الدین صاحب
620	حضرت مفتی فضل الرحمن صاحبؒ
621	مشہور عالم دین کی بیعت
622	حضرت میر مہدی حسن صاحبؒ
625	حضرت میر عنایت علی صاحبؒ کی طبیعت نرم تھی
626	بندہ کا خدا تعالیٰ پر کوئی حق نہیں
626	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا ابتدائی زمانہ

627	احساس کا فرق
627	سنت کی پابندی کی کوشش
628	نماز باجماعت کی پابندی
629	نماز باجماعت کی عادت
629	حضرت معاویہؓ کو نماز کا اجر
630	محبت سے ایمان بڑھتا ہے
631	حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا خواب
631	حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا لباس
632	کوئی تو خانہ خدا کے لئے بھی چھوڑ دینا چاہیے
633	مومن کو ایمان کا نمونہ دکھانا چاہئے
635	سلطان عبدالحمید کا توکل
636	روحانی جماعتیں توکل خدا تعالیٰ پر رکھتی ہیں
638	نیت کا ثواب
639	ذکر الہی
640	تسبیح دل سے نکلتی ہے
641	مصائب کے وقت ایمان بڑھنا چاہئے
642	عورتوں میں لیکچر دینا
644	قصہ ریچھ سے دوستی کا
644	پرانی حکایتیں سبق حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہیں
645	تلوار کے زخم سے زبان کا زخم بہت زیادہ شدید ہوتا ہے
646	کہانیاں سنانا، تعلیم کا بہترین ذریعہ
647	حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو کہانیاں بھی سنایا کرتے تھے

648	بچوں کو سبق آموز کہانیاں سنانا
649	حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو لطائف بھی سنایا کرتے تھے
650	حضرت اماں جان بچوں کو کہانیاں سنایا کرتی تھیں
651	اندھے کی کہاوٹ
652	بچوں کو کہانیاں سنانا
653	اندھا دھند قانون بنا دینا درست نہیں ہوتا
654	بھیڑ پیے اور بکری کی مثال
655	چھوٹے بچوں کی دلداری
656	حضرت خدیجہؓ کی مالی قربانیاں
657	روزہ - ملازمہ
658	محنت سے کام آسان ہو جاتا ہے
660	بخیل عورت کی مثال
661	بھوکے کیلئے ایک لقمہ کافی نہیں
661	ایک کبڑی کی مثال
662	بچپن کی خواہش
663	دنیا کے اکثر جھگڑے بیہودہ ہوتے ہیں
664	احمدیت ضرور غالب ہو کر رہے گی
665	دوسرے کو اس کا حق دلانا
665	دنیا میں محبت کا بہترین مظاہرہ
666	تقویٰ و طہارت پیدا کرو
667	رستم کا خوف
668	حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی ایک دوسرے پر سبقت

669	صرف زبان سے اطاعت کا دعویٰ کرنا کوئی بات نہیں
670	فرشتوں کے ساتھ تعلق پیدا کریں
671	خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے
671	وہم کا کوئی علاج نہیں
672	ہر چیز کا سبب ایک نہیں ہوتا
674	قضائیوں کو فوج میں بھرتی کرنا
674	تجسس کی عادت نہیں ہونی چاہئے
675	نمائش کی عبادت
677	اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا اور پہلے سے زیادہ رحم کرتا ہے
678	سکھوں کا ظلم
678	اندھا دھند تقلید نہیں کرنی چاہئے
679	راجہ کا غلام ہوں بیگن کا نہیں
680	علم مجلس بھی نہایت ضروری ہے
681	سلسلہ کی کتابوں میں علم کا بڑا ذخیرہ موجود ہے
682	مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات
684	تجارت کا پیشہ اختیار کرنا چاہئے
685	سچے مومن کی مثال
687	سچے دوست کی پہچان
693	گزشتہ قصور کی سزا
693	بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دوستی اور محبت کرنی چاہئے
694	میزبان کا احسان
695	دعا اور خرگدا کی مثال

696	قانون قدرت کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا
697	لاٹھی پیر کا قصہ
698	گورنمنٹ کے شبہات کا ازالہ
699	جالینوس سے مناسبت
700	بہت سی بیماریاں نیم پختہ کھانا کھانے سے لاحق ہوتی ہیں
701	بار بار قادیان آؤ
701	قصہ ایک خطیب کا
702	عمل کے وقت نیت رضاء الہی ہو
702	ماں باپ سے حسن سلوک کرنا چاہیے
703	مالن کی مثال
704	خواہشات بلند رکھنی چاہئیں
705	طب کے تمام اصول قرآن مجید میں بیان ہیں
705	قرآن کریم کسی فلسفہ کی کتاب نہیں
706	جزاء سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیے
706	علم کے ساتھ تجربہ بھی ضروری ہے
707	جیکب آباد میں گرمی
707	دُنیا میں کوئی چیز اپنی ذات میں نقصان دہ نہیں
708	اخبارات کی اہمیت
709	شفاء کا معجزہ
710	بچوں کی صحت کی طرف توجہ
711	اللہ تعالیٰ کو مداری نہیں وہ کوئی تماشا نہیں دکھاتا
712	تحریک جدید دراصل تحریک قدیم ہے

713	دعا، توکل اور تبلیغ اکٹھے چلتی ہیں
713	ایک جو شیلے عرب کا ایمان لے آنا
714	نائی کے پاس مرہم کا نسخہ
715	فنون بالکل مٹ گئے ہیں
718	زلزلہ کی وجہ سے باغ میں قیام
719	ہر قسم کا علاج کروانا چاہیے
719	مسجد مبارک کی برکت سے شفاء
720	بیماروں کو تبلیغ کیونکہ ان کا دل نرم ہوتا ہے
720	حضرت مسیح موعودؑ کا تَفَقُّهُ فِي الدِّينِ
721	امام کا آواز دینا
722	امام کے سامنے اپنی آواز نیچی رکھو
723	مومن کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے
724	اصل چیز محبت الہی ہے
724	راج اور جن
724	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیدار کا شوق
727	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر
727	آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
728	قادیان میں عید کی نماز کیلئے انتظار
729	خطبہ الہامیہ
729	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کو عید الاضحیٰ سے مشابہت
730	خطبہ الہامیہ آسانی سے یاد ہو جاتا ہے
730	قادیان میں دو جمعے

731	فقہی مسائل کا حل
732	آمین بالجہد و رفع یدین
733	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعویذ دینا
734	لوگوں کو خوش کرنے کے لئے کام نہیں کرنا چاہئے
735	پردہ کا مسئلہ
735	بعض الہامات حدیث النفس ہوتے ہیں
736	حضرت خلیفہ رشید الدین صاحبؒ کی مالی قربانیاں
737	حلال اور طیب کے باوجود بعض جانور نہ کھانے چاہئیں
738	مہمان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے
739	مؤمنوں کے لئے حلال و طیب کھانا
740	حق مہر ادا کرنا چاہئے
741	حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کی بہت دلجوئی کرتے تھے
742	روزہ کب فرض ہوتا ہے
743	مصائب کا زمانہ روحانی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے
743	روزہ اور نماز قصر کرنے کے احکام میں فرق
745	سفر اور بیماری میں روزہ
745	سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں
747	رمضان کو موٹے ہونے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے
747	سفر میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے
749	سٹر انکس میں شامل نہیں ہونا چاہئے
749	شریعت کی بیرونی لازمی ہے
750	زکوٰۃ دینی واجب ہے

751	الگ جماعت بنانے کی وجہ
752	حضرت مرزا شریف احمدؒ کی روایا
752	ہم نے دشمنان اسلام سے روحانی جنگ لڑنی ہے
753	رشتہ ناطہ کے لئے رجسٹر کے تجویز
754	قرآن اور حدیث کے خلاف کوئی خواب سچ نہیں ہو سکتی
755	جماعت احمدیہ لاہوری مرکزی حیثیت
756	حضرت قاضی محبوب عالم صاحبؒ آف لاہور
757	جماعت احمدیہ کے قیام میں ایک بہت بڑی حکمت
757	دین کے لئے غیرت اور جوش دکھانا چاہئے
758	ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح جائز نہیں
759	حلوہ پر جادو
761	گورد اسپور سفر میں قصر نماز
761	داڑھی رکھنا
761	روحانی ترقی کے لئے تقویٰ و طہارت کی ضرورت
762	ہنسی مذاق کرنا جائز ہے
763	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مشاعرہ
766	ملکہ وکٹوریہ کی جوہلی پر چراغاں
767	مدرسہ کے لئے غیر از جماعت سے چندہ
767	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں مخالفت
768	احمدی کو سچا اور اپنے کام سے مخلص ہونا چاہئے
770	سفر میں جمعہ کی نماز
771	جدھر قرآن ادھر ہم
775	حضرت مسیح علیہ السلام کی بن باپ ولادت



775	مدرسہ احمدیہ کی بنیاد
777	ایک گنجے اور اندھے کی کہانی
778	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر لینا
779	اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دل بدل دیتا ہے
780	سزا اصلاح کی غرض سے ہونی چاہئے
781	تجدید عہد بیعت
781	اس زمانہ اور پرانے زمانہ میں فرق
782	اشہارات تبلیغ کا بہترین ذریعہ
783	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ریلوے اسٹیشن پر حضرت ام المومنینؓ کے ساتھ ٹہلانا
784	اپنے اوپر خدا تعالیٰ کی حکومت قائم کرو
785	سیر حضرت اماں جانؓ کے ساتھ
786	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مشکلات
787	خدا کے نشانوں سے آنکھ بند نہ کرو
787	نشانوں کی قدر کرو
788	دعا۔ جو منگے سو مر رہے
789	دہلی میں اولیاء اللہ کے مزاروں پر دعائیں
789	سچا مذہب تازہ نشانات رکھتا ہے
790	آنے والا مسیح موعود نبی ہی ہوگا
791	ہمیشہ خدا پر بھروسہ رکھنا چاہئے
792	غلبہ احمدیت کے ذرائع
792	انگریزی گورنمنٹ کے لئے دعا
793	شرکاء کی مخالفت سب سے زیادہ ہوتی ہے
794	احمدیت کی وجہ سے قطع تعلق

794	حضرت مسیح موعود کے مخالف شرکاء کی حالت
796	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بائیکاٹ
796	تائی صاحبہ کی بیعت
797	تین پیش گوئیاں
797	تائی صاحبہ کی وصیت
798	مبلغین کی بیرون پاکستان روانگی
799	آئندہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں
800	وفات سے قبل میری صحت کے بارے میں فکر علاج کی طرف توجہ
801	پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق
803	تین سو سال کے اندر اندر غلبہ اسلام کی پیشگوئی
805	جنگ مقدس میں عیسائیوں کی سازش اور اس کا جواب
807	منارۃ المسیح کی عظمت
808	ایک عجیب نظارہ
809	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا آخری سال
810	عظیم الشان ترقی کا نشان
812	جماعت کے اموال کو ذاتی مصرف میں نہیں لانا چاہئے
813	اسلام کی تبلیغ کے لئے جوش
814	مکہ میں بڑے بڑے مالدار لوگ بھی تھے
815	جماعت کے ابتدائی حالات
816	جماعت احمدیہ کا مستقبل
818	خلفاء کے چار کام

## پیش لفظ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مطہر و مبارک حیات اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پاک سیرت و اسوہ حسنہ کا آئینہ اور ظل تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعض سوانح اپنی تحریرات و ملفوظات میں بیان فرمائے جو آپ کی سیرت و سوانح کے اول ماخذ ہیں اور ان کے بعد وہ کتب ہیں جو حضور علیہ السلام کے جلیل القدر صحابہؓ نے رقم فرمائیں، جنہوں نے خود اپنے محبوب امامؑ کو محبت و عقیدت سے دیکھا اور بعد میں آنے والوں کیلئے یہ امانت سپرد تحریر کر دی۔

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر کرنے والوں کے سرخیل حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ہیں جنہوں نے سن 1900ء میں سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اولین کتاب تصنیف فرمائی۔ اس کے علاوہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب رضی اللہ عنہ کی نہایت ہی دلربا اور ایمان افروز تصنیفات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک اسوہ اور سوانح کا بنیادی ماخذ ہیں۔ ان کے علاوہ بھی آپ کی سیرت و سوانح پر متعدد کتب لکھی جا چکی ہیں اور آئندہ بھی لکھی جاتی رہیں گی۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو اس حوالہ سے یہ غیر معمولی مقام حاصل ہے کہ آپ نے اپنے مقدس باپ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو خلوت و جلوت میں دیکھا، سفر و حضر میں مشاہدہ کیا اور دینی و دنیوی مشاغل کی بجا آوری کے بھی چشم دید راوی ہوئے۔ آپ نے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے کے علاوہ اپنے خطابات، خطبات اور دروس و مجالس عرفان میں قوم احمدؑ کی یہ مقدس امانت جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق مسیح موعود علیہ السلام کے حالات زندگی و سیرت پر مشتمل ہے، احباب جماعت کے سامنے مختلف مواقع پر پیش فرمائی۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے

خطبہ جمعہ فرمودہ 24 / اکتوبر 2014ء میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان کردہ واقعات کے تعلق سے فرمایا:

”صحابہ کے واقعات تو پہلے بھی میں بیان کرتا رہا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؑ نے اپنے انداز میں بھی اپنے بعض واقعات بیان کئے یا جو آپ کے سامنے ہوئے جو آپ نے دیکھے وہ آپ بیان فرماتے رہے اور آپ کے مختلف خطابات اور خطبات میں یہ چھپے ہوئے ہیں۔ ان میں سبق بھی ہیں۔ نصائح بھی ہیں۔ تاریخ بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت بھی ہے۔ اس کے کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔ یہ سب باتیں ہماری زندگیوں میں بڑا مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ باتیں ہماری زندگیاں سنوارنے والی ہیں۔ ہمارے ایک واقف زندگی حبیب الرحمن صاحب کوشش کر رہے ہیں کہ ان کو مختلف جگہوں سے نکال کے جمع کریں۔ اچھی کوشش ہے لیکن بعض باتیں بغیر سیاق و سباق کے واضح نہیں ہو سکتیں کیونکہ انہوں نے صرف واقعات اکٹھے کر دیئے ہیں۔ اس کے لئے کچھ اصول اور طریقے بنانے ہوں گے۔ بہر حال ایک خاص شکل دیئے جانے کے بعد جب یہ علیحدہ چھپ جائے گی تو امید ہے کہ ہمارے لٹریچر میں اچھا اضافہ ہوگا۔“ (خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 632)

”تذکار مہدی“ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں ان روایات کا مجموعہ ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے مختلف مواقع پر بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مكرم حبیب الرحمن زیروی صاحب کو جنہوں نے نہایت عرق ریزی سے الحکم، بدر، الفضل، خطبات محمود، انوار العلوم اور تفسیر کبیر سے ان روایات کو اکٹھا کیا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایده اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر ریسرچ سیل نے اس مسودہ کی پروف ریڈنگ اور حوالہ جات کی چیکنگ کا کام کیا اور مفید اصلاحات تجویز کیں۔ اللہ تعالیٰ سب کام کرنے والے احباب کو جزائے خیر سے نوازے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایده اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر یہ کتاب انگلستان سے طبع کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی طباعت ہر لحاظ سے مفید و بابرکت فرمائے۔ آمین

منیر الدین شمس

ایڈیشنل وکیل التصنیف

مارچ ۲۰۲۱ء

## عرضِ حال

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح کی نسبت حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :-  
 ”ایک اور بات جس کی طرف ہماری جماعت کی توجہ کی ضرورت ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے سوانح کی حفاظت ہے۔ ہمارے زمانہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے سب سامان موجود ہے۔ قلم، دوات، سیاہی، کاغذ، مطبع وغیرہ لیکن اگر ہم اس کام کو نہ کریں تو کیسے سخت افسوس کی بات ہے اور بعد میں آنے والے لوگ ہمیں کس نظر سے دیکھیں گے۔ نئے نئے آنے والے لوگ کیا جانتے ہیں کہ مسیح موعود کیا تھے جب تک ان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہ ہو جس سے وہ ان کا حال بہ تمام معلوم کر سکیں..... پس ہمارے بہت بڑے فرائض میں سے ایک یہ بھی فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود کے حالات اور آپ کے سوانح کو بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے محفوظ کر دیں۔ ہمارے لئے آنحضرتؐ کا اسوہ حسنہ اور پھر (آپ کے عاشق صادق) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوہ حسنہ نہایت ضروری ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود کے سوانح لکھنے نہایت ضروری ہیں۔ پس جس کسی کو آپ کا کوئی واقعہ کسی قسم کا یاد ہو وہ لکھ کر میرے نام بھیج دے۔ یہ ہمارے ذمہ بہت بڑا کام ہے۔ جس کو ہم نے کرنا ہے میں نے ایک آدمی کو لوگوں سے حالات دریافت کر کے لکھنے کے لئے مقرر کیا ہے اور وہ لکھ رہا ہے تم میں سے بھی جس کو کوئی واقعہ یاد آئے وہ لکھ کر بھیج دے تاکہ کل واقعات ایک جگہ جمع کر کے چھاپ دیئے جائیں اور ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیں۔ آج بہت سے لوگ حضرت مسیح موعود کے دیکھنے والے اور آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے موجود ہیں اور ان سے بہت سے واقعات معلوم ہو سکتے ہیں مگر جوں جوں یہ لوگ کم ہوتے جائیں گے۔ آپ کی زندگی کے حالات کا معلوم کرنا

مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے بہت جلد اس کام کو پورا کرنا چاہئے۔“

(برکات خلافت۔ انوار العلوم جلد دوم صفحہ 225-226)

محترم مہاشہ فضل حسین صاحب، جن کے سپرد یہ کام ابتداء میں ہوا، تحریر فرماتے ہیں:-  
 ”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق روایات جمع کرنے کا کام کئی سال سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایّدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت نظارت تالیف و تصنیف قادیان کے زیر اہتمام ہو رہا ہے۔ کچھ مدت گزری کہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ناظر تالیف و تصنیف کے ارشاد پر جب میں نے اس کام کا چارج لیا۔ ..... میں نے رجسٹر ہذا کو کھولا۔ تو سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایّدہ اللہ تعالیٰ کا نام نامی نظر آیا کہ جن سے ابھی تک کوئی روایات دفتر حاصل نہیں کر سکا۔ ..... ایک تجویز ذہن میں آئی اور بندہ اسی وقت اپنے مخدوم و محسن حضرت صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب ناظر تالیف و تصنیف کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ خاکسار کو چارج میں یہ رجسٹر بھی ملا ہے اور اس کے ساتھ ہی مجھے کہا گیا ہے کہ اس میں جن ناموں کے آگے خانے خالی ہیں۔ ان سے روایات کے لئے درخواست کروں۔ مگر اس میں سب سے اوّل حضرت امیر المؤمنین ایّدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ہی اسم گرامی لکھا ہے۔ ..... چونکہ حضور کی روایات کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے۔ اگر آنحضرتؐ کو پسند کریں اور منظوری عطا فرمائیں۔ تو رجسٹر ہذا کا خانہ اول پر ہو سکتا ہے۔ اور وہ تجویز یہ ہے کہ چونکہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایّدہ اللہ بنصرہ العزیز ابتداء زمانہ خلافت سے اپنے خطبوں، لیکچروں، تقریروں اور زبانی گفتگوؤں میں اور بعض کتابوں میں مختلف امور اور مسائل پر اظہار خیالات فرماتے ہوئے ضمناً ..... زمانہ حضرت اقدسؑ کے متعلق بہت سے واقعات بیان فرماتے رہے ہیں۔ اگر وہ جمع کر لئے جائیں۔ تو اس طرح ایک اچھا خاصہ ذخیرہ روایات جمع ہو سکتا ہے ..... ایک نادر اور وقیع ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے خاکسار کی اس تجویز کو پسند فرماتے ہوئے منظوری دے دی۔“

(الحکم سیرت مسیح موعودؑ نمبر مورخہ 28/21 مئی و 14/7 جون 1943ء صفحہ 3-2 جلد 47 نمبر 19 تا 22)

مکرم و محترم مہاشہ فضل حسین صاحب نے یہ کام بہت محنت سے شروع تو کیا لیکن مکمل نہ کر سکے اور ادھورا ہی رہا دوسرے اس وقت خطبات محمود اور انوار العلوم کی جلدوں کی جو سہولت اب میسر ہے اس وقت نہ تھی۔

خاکسار نے ان روایات کو الحکم قادیان، البدر قادیان، الفضل، خطبات محمود، انوار العلوم اور تفسیر کبیر سے اکٹھا کیا ہے۔ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

ے گر قبول افتند ہے عز و شرف

خاکسار

حبیب الرحمان زیروی

اکتوبر 2020ء





## صحابہؓ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات جمع کیئے جائیں

ایک بات جس کی طرف میں نے اس سال جماعت کو خصوصیت سے توجہ دلائی ہے اور وہ اتنی اہم ہے کہ جتنی بار اس کی اہمیت کی طرف جماعت کو متوجہ کیا جائے کم ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات اور آپ کے کلمات صحابہؓ سے جمع کرائے جائیں۔ ہر شخص جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک چھوٹی سے چھوٹی بات بھی یاد ہو اُس کا اس بات کو چھپا کر رکھنا اور دوسرے کو نہ بتانا یہ ایک قومی خیانت ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض باتیں چھوٹی ہوتی ہیں مگر کئی چھوٹی باتیں نتائج کے لحاظ سے بہت اہم ہوتی ہیں۔ اب یہ کتنی چھوٹی بات ہے جو حدیثوں میں آتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک دفعہ کدّ و پکا تو آپ نے شوق سے شور بہ میں سے کدّ و کے ٹکڑے نکال نکال کر کھانے شروع کر دیئے یہاں تک کہ شور بہ میں کدّ و کا کوئی ٹکڑا نہ رہا اور آپ نے فرمایا کدّ و بڑی اعلیٰ چیز ہے۔ اب بظاہر یہ کتنی چھوٹی سی بات ہے ممکن ہے کئی احمدی بھی سُن کر کہہ دیں کہ کدّ و کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟ مگر اس چھوٹی سی بات سے اسلام کو کتنا بڑا فائدہ پہنچا ہم آج اپنے زمانہ میں ان خرابیوں کا اندازہ نہیں کر سکتے جو مسلمانوں میں رائج ہوئیں مگر ایک زمانہ اسلام پر ایسا آیا ہے جب ہندو تمدن نے مسلمانوں پر اثر ڈالا اور اس اثر کی وجہ سے وہ اس خیال میں مبتلا ہو گئے کہ نیک لوگ وہ ہوتے ہیں جو گندی چیزیں کھائیں اور جب بھی وہ کسی کو عمدہ کھانا کھاتے دیکھتے کہتے یہ بزرگ کس طرح کہلا سکتا ہے جب یہ ایسا عمدہ کھانا کھا رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں درس دے کر واپس اپنے گھر تشریف لے جا رہے تھے کہ جب آپ وہاں پہنچے جہاں آج کل نظارتوں کے دفاتر ہیں تو یہاں ایک ڈپٹی صاحب ہوا کرتے تھے جو ریٹائرڈ تھے اور ہندو تھے انہوں نے کسی سے سُن لیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پلاؤ کھاتے اور بادام روغن استعمال کرتے ہیں وہ اُس وقت اپنے مکان کے باہر بیٹھا تھا۔ حضرت خلیفہ اولؑ کو دیکھ کر کہنے لگا مولوی صاحب! ایک بات پوچھنی ہے۔ فرمانے لگے کیا؟ وہ کہنے لگا جی بادام روغن اور پلاؤ کھانا جائز ہے؟ حضرت خلیفہ اولؑ نے فرمایا ہمارے مذہب میں یہ چیزیں کھانی جائز ہیں۔ وہ کہنے لگا جی فقراں نوں بھی جائز ہے؟ یعنی

جو بزرگ ہوتے ہیں کیا ان کے لئے بھی ان چیزوں کا کھانا جائز ہے۔ آپ فرمانے لگے ہمارے مذہب میں فقروں کے لئے بھی یہ چیزیں جائز ہیں۔ وہ کہنے لگا اچھا جی! اور یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اب دیکھو اس شخص کو بڑا اعتراض یہی سوجھا کہ حضرت مرزا صاحب مسیح اور مہدی کس طرح ہو سکتے ہیں جب وہ پلاؤ کھاتے اور بادام روغن استعمال کرتے ہیں۔ اگر صحابہؓ کا بھی ویسا ہی علمی مذاق ہوتا جیسے آج کل احمدیوں کا ہے اور وہ کدو کا ذکر حدیثوں میں نہ کرتے تو کتنی اہم بات ہاتھ سے جاتی رہتی۔ حدیثوں میں آتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جمعہ کے دن اچھا سا جبہ پہن کر مسجد میں آئے اب اگر کوئی شخص ایسا پیدا ہو جو یہ کہے کہ اچھے کپڑے نہ پہننا فقروں کی علامت ہے تو ہم اُسے اس حدیث کا حوالہ دے کر بتا سکتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نہایت تعہد سے صفائی کرتے اور اعلیٰ اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے بلکہ آپ صفائی کا اتنا تعہد رکھتے کہ بعض صوفیوں نے جیسے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ گزرے ہیں یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا کہ وہ ہر روز نیا جوڑا کپڑوں کا پہننے خواہ وہ ڈھلا ہوا ہوتا اور خواہ بالکل نیا ہوتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ کی طبیعت میں چونکہ بہت سادگی تھی اور کام کی کثرت بھی رہتی تھی اس لئے بعض دفعہ جمعہ کے دن آپ کپڑے بدلنا یا غسل کرنا بھول جاتے تھے اور انہیں کپڑوں میں جو آپ نے پہنے ہوئے ہوتے تھے جمعہ پڑھنے چلے جاتے تھے۔ میں نے جب آپ سے بخاری پڑھنی شروع کی تو ایک دن جب کہ میں بخاری لئے آپ کی طرف جا رہا تھا مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھ لیا اور فرمایا کہاں جاتے ہو؟ میں نے عرض کیا مولوی صاحب سے بخاری پڑھنے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک سوال میری طرف سے بھی مولوی صاحب سے کر دینا اور پوچھنا کہ کہیں بخاری میں یہ بھی آیا ہے کہ جمعہ کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے اور نئے کپڑے پہنتے تھے؟ لیکن اب ہمارے زمانہ میں صوفیت کے یہ معنی کر لئے گئے ہیں کہ انسان پرانگندہ رہے گویا اگر اُس کا وزن بنایا جائے تو یوں بنے گا کہ جتنا پرانگندہ اتنا ہی خدا کا بندہ۔ حالانکہ انسان جتنا گندہ ہو اتنا ہی خدا تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے اسی لئے ہماری شریعت نے بہت سے مواقع پر غسل واجب کیا ہے اور خوشبو لگانے کی ہدایت کی ہے اور بدبودار چیزیں کھا کر مجالس میں آنے کی ممانعت کی ہے۔

غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی سے دنیا فائدہ اٹھاتی چلی آئی اور

اٹھاتی چلی جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات سے بھی دنیا فائدہ اٹھائے گی اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو جمع کر دیں۔ ایک نوجوان نے مجھے بتایا کہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی ہوں مگر مجھے سوائے اس کے اور کوئی بات یاد نہیں کہ ایک دن جبکہ میں چھوٹا سا تھا میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ پکڑ لیا اور آپ سے مصافحہ کیا اور تھوڑی دیر تک میں آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے برابر کھڑا رہا کچھ دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہاتھ چھڑا کر کسی اور کام میں مشغول ہو گئے۔ اب بظاہر یہ ایک چھوٹی سی بات ہے مگر بعد میں انہی چھوٹے چھوٹے واقعات سے بڑے بڑے اہم نتائج اخذ کیئے جائیں گے۔ مثلاً یہی واقعہ لے لو اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوگی کہ چھوٹے بچوں کو بھی بزرگوں کی مجالس میں لانا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں لوگ اپنے بچوں کو بھی آپ کی مجالس میں لاتے۔ ممکن ہے آئندہ کسی زمانہ میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو جائیں جو کہیں کہ بچوں کو بزرگوں کی مجالس میں لانے کا کیا فائدہ ہے ان مجالس میں بڑوں کو شامل ہونا چاہیئے کیونکہ جب فلسفہ آتا ہے تو ایسی بہت سی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ کہنا شروع کر دیا جاتا ہے کہ بچوں نے کیا کرنا ہے؟ پس جب بھی ایسا خیال پیدا ہوگا یہ روایت ان کے خیال کو باطل کر دے گی اور پھر اس کی مزید تائید اس طرح ہو جائے گی کہ حدیثوں میں لکھا ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں بھی صحابہؓ اپنے بچوں کو لاتے تھے۔ اسی طرح اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی کام ہو تو اپنا ہاتھ چھڑا کر کام میں مشغول ہو جانا چاہیئے کیونکہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جب اس بچے نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دیر تک پکڑے رکھا تو آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ کر الگ کر لیا۔ آج یہ بات معمولی دکھائی دیتی ہے لیکن ممکن ہے کسی زمانہ میں لوگ سمجھنے لگ جائیں کہ بزرگ وہ ہوتا ہے جس کا ہاتھ اگر کوئی پکڑے تو پھر وہ چھڑائے نہیں بلکہ جب تک دوسرا اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لئے رکھے وہ خاموش کھڑا رہے۔ ایسے زمانہ میں یہ روایت لوگوں کے خیالات کی تردید کر سکتی ہے اور بتا سکتی ہے کہ یہ لغو کام ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی کام کرنا ہو تو محبت سے دوسرے کا ہاتھ الگ کر دینا چاہئے تو اس قسم کے کئی مسائل ہیں جو ان روایات سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ آج ہم

ان باتوں کی اہمیت نہیں سمجھتے مگر جب احمدی فقہ، احمدی تصوف اور احمدی فلسفہ بنے گا تو اُس وقت یہ معمولی نظر آنے والی باتیں اہم حوالے قرار پائیں گی اور بڑے بڑے فلسفی جب ان واقعات کو پڑھیں گے تو گود پڑیں گے اور کہیں گے خدا اس روایت کو بیان کرنے والے کو جزائے خیر دے کہ اس نے ہماری ایک پیچیدہ گتھی سلجھا دی۔ یہ ایسا ہی واقعہ ہے جیسے اب ہم حدیثوں میں پڑھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ سجدہ میں گئے تو حضرت حسنؓ جو اُس وقت چھوٹے بچے تھے آپ کی گردن پر لائیں لٹکا کر بیٹھ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک کہ وہ خود بخود الگ نہ ہو گئے۔ اب اگر کوئی اس قسم کی حرکت کرے تو ممکن ہے بعض لوگ اُسے بے دین قرار دے دیں اور کہیں کہ اسے خدا کی عبادت کا خیال نہیں اپنے بچے کے احساسات کا خیال ہے؟ مگر ایسا شخص جب بھی یہ واقعہ پڑھے گا اُسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کا خیال غلط ہے اور وہ چپ کر جائے گا۔ گویا ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو پھر بھی خاموش نہ رہ سکیں۔ چنانچہ ایک پٹھان کے متعلق کہتے ہیں کہ اُس نے قدوری میں یہ پڑھا کہ حرکتِ صغیرہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ حدیث پڑھنے لگا تو اس میں ایک حدیث یہ آگئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جب نماز پڑھی تو اپنے ایک بچہ کو اٹھا لیا۔ جب رکوع اور سجدہ میں جاتے تو اُسے اُتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر اٹھا لیتے۔ وہ یہ حدیث پڑھتے ہی کہنے لگا خوہ! محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔ قدوری میں لکھا ہے کہ حرکتِ صغیرہ سے نماز ٹوٹ جاتا ہے۔ گویا شریعت بنانے والا کنز یا قدوری کا مصنف تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھے تو ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو باوجود واضح مسئلہ کے اُسے ماننے سے انکار کر دیں مگر ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ پس اس بات کی ہرگز پروا نہیں کرنی چاہئے کہ تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس بات کا علم ہے وہ چھوٹی سی ہے بلکہ خواہ کس قدر چھوٹی بات ہو تادینی چاہئے۔ خواہ اتنی ہی بات ہو کہ میں نے دیکھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام چلتے چلتے گھاس پر بیٹھ گئے کیونکہ ان باتوں سے بھی بعد میں اہم نتائج اخذ کئے جائیں گے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ بعض دوستوں سمیت باغ میں گئے اور آپ نے فرمایا آؤ بیدانہ کھائیں۔ چنانچہ بعض دوستوں نے چادر بچھائی اور آپ نے درخت

جھڑوائے اور پھر سب ایک جگہ بیٹھ گئے اور انہوں نے بیدار نہ کھایا۔ اب کئی لوگ بعد میں ایسے آئیں گے جو کہیں گے کہ نیکی اور تصوف یہی ہے کہ طیب چیزیں نہ کھائی جائیں۔ ایسے آدمیوں کو ہم بتا سکتے ہیں کہ تمہاری یہ بات بالکل غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو بیدار نہ جھڑوا کر کھایا تھا۔ یا بعد میں جب بڑے بڑے متکبر حاکم آئیں گے اور وہ دوسروں کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر کچھ کھانے میں ہتک محسوس کریں گے تو ان کے سامنے ہم یہ پیش کر سکیں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو بے تکلفی کے ساتھ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر کھایا پیا کرتے تھے تم کون ہو جو اس میں اپنی ہتک محسوس کرتے ہو۔ تو بعض باتیں گو چھوٹی ہوتی ہیں مگر ان سے آئندہ زمانوں میں بڑے اہم مذہبی سیاسی اور تمدنی مسائل حل ہوتے ہیں۔ پس جن دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل دیکھنے یا آپ کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا ہوا نہیں چاہئے کہ وہ ہر بات خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، لکھ کر محفوظ کر دیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لباس کی طرز زیادہ ہے تو وہ بھی لکھ کر بھیج دے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ اگر آئندہ کسی زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو کہیں کہ ننگے سر رہنا چاہئے تو ان کے خیالات کا ازالہ ہو سکے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں موجود ہیں اور آپ ہی شارع نبی ہیں مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ قریب کے مأمور کی باتیں شارع نبی کی باتوں کی مُصدق سمجھی جاتی ہیں۔ آج کل یہ کہا جاتا ہے کہ جن فقہ کی باتوں پر امام ابوحنیفہؒ نے عمل کیا ہے وہ زیادہ صحیح ہیں۔ اسی طرح آئندہ زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن حدیثوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عمل سے سچا قرار دیا ہے انہی کو لوگ سچی حدیثیں سمجھیں گے اور جن حدیثوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وضعی قرار دیا ہے ان حدیثوں کو لوگ بھی جھوٹا سمجھیں گے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ باتیں بھی ایسی ہی اہم ہیں جیسے حدیثیں کیونکہ یہ باتیں حدیثوں کا صدق یا کذب معلوم کرنے کا ایک معیار ہوں گی۔ پس چھوٹی سے چھوٹی روایت بھی اگر کسی دوست کو معلوم ہو تو وہ اُسے بتانی چاہئے۔ اسی طرح مرکزی محکمہ کو اس بات کا انتظام کرنا چاہئے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کہاں کہاں ہیں اور ان سے چھوٹی سے چھوٹی بات جمع کی جائے۔ ان روایات

میں بے شک بعض ایسی باتیں بھی ہو سکتی ہیں جنہیں موجودہ وقت میں شائع کرنا مناسب نہ ہو مگر انہیں بھی بہر حال محفوظ کر لیا جائے اور بعد میں جب مناسب موقع ہوا انہیں شائع کر دیا جائے۔

مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا تھا کہ

سلطنتِ برطانیہ تا ہشت سال  
بعد ازاں ایامِ ضعف و اختلال

مگر یہ الہام اُس وقت شائع نہ کیا گیا بلکہ ایک عرصہ کے بعد شائع کیا گیا۔ ایسے واقعات کو ریکارڈ میں لے آیا جائے مگر شائع اُس وقت کیا جائے جب خطرے کا وقت گزر جائے۔ پس صحابہؓ کو چاہئے کہ وہ اس قسم کے تمام واقعات اور حالات لکھ کر بھیج دیں یا اس موضوع پر لیکچر کر کے دوسروں کو حالات بتا دیں میں سمجھتا ہوں اب بھی وقت ہے کہ اس کام کو مکمل کیا جائے۔ جو دوست اس کام میں حصہ لے سکیں انہیں اس ثواب سے محروم نہیں رہنا چاہئے اور جیسا کہ بتایا ہے دوست اس میں اس طرح شامل ہو سکتے ہیں کہ:-

(۱) مرکزی محکمہ اس بات کا انتظام کرے۔

(۲) صحابہؓ ناظرِ تعلیم کو حالات لکھ کر بھجوادیں یا یہاں اپنے حالات پر لیکچر دیں۔

(۳) تیسرے وہ دوست جو صحابی نہیں اُن صحابہؓ سے پوچھ پوچھ کر اور گریڈ گریڈ کر حالات دریافت کریں اور خود وہ حالات لکھ کر مرکز میں بھجوادیں۔ مثلاً یہ کہ آپؐ کا کھانا کیسا تھا؟ آپؐ کا پینا کیسا تھا؟ آپؐ کا لباس کیسا تھا؟ آپؐ کی گفتگو کیسی تھی؟ آپؐ کا چلنا کیسا تھا؟ غرض یہ تمام باتیں ان سے پوچھ پوچھ کر خود لکھتے جائیں اور یہاں بھجواتے جائیں اس طرح وہ بھی راوی بن جائیں گے اور انہیں بہت کچھ ثواب حاصل ہوگا۔ امام بخاریؒ کی آج دنیا میں کتنی بڑی عزت ہے مگر یہ عزت اسی لئے ہے کہ انہوں نے دوسروں سے روایات جمع کیں۔ پس جو صحابہؓ اُن پڑھ ہیں یا جنہیں فرصت نہیں اُن سے مل کر اور دریافت کر کے اگر تم حالات لکھتے چلے جاؤ تو کسی زمانہ میں تمہاری بھی ایسی ہی عزت و عظمت ہونے لگ جائے گی جس طرح آج ثعبان ثوریؒ وغیرہ کی ہوتی ہے اور لوگ تم پر درود اور سلام بھیجیں گے اور کہیں گے اللہ تعالیٰ فلاں کو جزائے خیر دے کہ اس نے اتنی قیمتی بات ہم تک پہنچادی۔

میں نے دیکھا ہے کہ قدرتی طور پر ایسے مواقع پر از خود دعا کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے۔ کل ہی کلیدِ قرآن سے میں ایک حوالہ نکالنے لگا تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ آیت دیر سے ملے گی مگر اس کلیدِ قرآن سے مجھے فوراً آیت مل گئی۔ اس پر میں نے دیکھا کہ دو تین منٹ نہایت خلوص سے میں اس کے مرتب کیلئے دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اس کے مدارج بلند کرے کہ اُس کی محنت کی وجہ سے آج مجھے یہ آیت اتنی جلدی مل گئی۔ تو اب اگر لوگوں کے لئے صحابی بننے کا موقع نہیں تو کم از کم وہ تابعی ہی بن جائیں تا آئندہ جب لوگ ان کی روایات پڑھیں تو کہیں اللہ تعالیٰ فلاں پر رحم کرے کہ اس نے ہمارے لئے ان باتوں کو محفوظ کر دیا۔

(۴) اور جو اتنا کام بھی نہ کر سکتے ہوں وہ کم از کم یہ کریں کہ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کبھی بھی صحبت اُٹھائی ہو ان صحابہؓ کے پتوں سے دفتر کو اطلاع دے دیں۔ اگر انہیں علم ہو کہ فلاں شخص صحابی ہے اور وہ ابھی فلاں جگہ زندہ موجود ہے ہمیں اطلاع دے دیں اور لکھ دیں کہ ہم تو سُست ہیں اور اُس کے پاس پہنچ کر حالات جمع کرنے سے قاصر، آپ اگر چاہیں تو اُن سے حالات پوچھ لیں اس پر ہم خود اُن سے حالات دریافت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی مرکزی دفتر کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جو حالات اور واقعات اس کے پاس جمع ہوں وہ ضائع نہ ہوں ان کی حفاظت کا خاص انتظام ہو۔ پچھلے سالوں میں یہاں ذکرِ حبیب پر جلسے ہوتے رہے ہیں مگر ان جلسوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو حالات بیان کیئے گئے ہیں غالباً وہ بھی محفوظ نہیں۔ ہمارا ہر سال تین لاکھ کا بجٹ تیار ہوتا ہے مگر تالیف و تصنیف کا محکمہ اس میں پندرہ روپیہ کا کلرک نہیں رکھ سکتا جس کا کام محض یہ ہو کہ وہ ان واقعات کو محفوظ رکھے اور جیسے پُرانے زمانہ میں کتابوں کی نقلیں کی جایا کرتی تھیں اسی طرح تمام واقعات کی پانچ سات نقلیں کر کے ہر نسخہ ایک ایک دفتر میں محفوظ کر دیا جائے اور پھر ایسے واقعات کو ساتھ ساتھ اخبارات میں بھی شائع کرانے کی کوشش کی جائے تاکہ جلد سے جلد یہ ریکارڈ میں آجائیں اور ایک ایک واقعہ کی ہزاروں کاپیاں ہو جائیں کوئی ایک اخبار یا رسالہ اس کے لئے مخصوص نہ کیا جائے۔

(مصری صاحب کے خلافت سے انحراف کے متعلق تقریر، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 552 تا 558)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ابتدائی حالات

آپ کے شیر ہونے کی علامت روزانہ الفضل میں شائع ہوتی ہے کہ آج اتنے احمدی ہوئے آج اتنے ہوئے۔ دنیا میں کوئی ایسا شیر نہیں جو تین چار سو سے زیادہ شکار سال میں کر سکتا ہو مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال چار پانچ سو آدمیوں کو ان لوگوں سے چھین لیتے ہیں اور ایسے وقت میں لاتے ہیں جب آپ فوت ہو چکے ہیں۔ ہم تو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور ہمیں یقین ہے کہ خود ان میں سے شریف طبقہ بھی اس کی تردید کرے گا۔ انہیں خود سوچنا چاہیے کہ اگر ان گالیوں کا دسواں حصہ بھی ان کے گروؤں کے متعلق استعمال کیا جائے تو کیا حالت ہوگی۔ ان کو غصہ آئے گا یا نہیں؟ اگر وہ اپنے بزرگوں کی عزت کرانا چاہتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ دوسروں کے بزرگوں کی بھی عزت کریں۔

بعض تقریروں میں کہا گیا ہے کہ ہمارا خاندان اس علاقہ کا قاضی تھا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب نے ہمارے دادا کو جائیداد دی تھی۔ ممکن ہے یہ کہنے والا باہر سے آیا ہو۔ مگر اس علاقہ کے بڑے بوڑھوں سے دریافت کرو کہ ہمارا خاندان قاضی تھا یا حاکم۔ اگر ہمارے بزرگ ملوانے تھے تو کیا سکھوں کی چار مسلیں اکٹھی ہو کر ملانوں سے مقابلہ کے لئے آئی تھیں۔ سکھوں کی کل مسلیں پندرہ سولہ تھیں جن میں سے چار نے مل کر قادیان پر حملہ کیا تھا اور اب بھی بسراواں میں قلعوں وغیرہ کے نشانات ہیں جن پر توپیں وغیرہ نصب کی گئیں تھیں۔ کیا یہ چار پانچ مسلیں مل کر کسی مسجد کے امام یا ملا سے مقابلے کے لئے آئی تھیں۔ ہمارا خاندان خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے اس علاقہ کا حاکم تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کا زمانہ تو بعد کا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ہتک کی ہے۔ مگر یہ بات بھی بالکل غلط ہے۔ میں نے سکھ تاریخ پوری طرح نہیں پڑھی۔ مگر میرے دل میں مہاراجہ صاحب کی عزت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کی تعریف سنی ہے۔ جن سکھوں کے خلاف آپ نے لکھا ہے وہ طوائف الملوکی کے زمانہ کے تھے اور ایسے زمانہ کو ہر قوم برا کہتی ہے اور خود سکھ بھی برا سمجھتے ہیں۔ مگر جب مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب نے ایک منظم حکومت قائم کر لی تو اس زمانہ کی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعریف ہی سنی ہے اور اسی وجہ سے میرے دل میں ان کی عزت



ہے۔ انہوں نے ایک معمولی زمیندار کا فرزند ہو کر ایسی عقلمندی دکھائی کہ پنجاب میں ایک منظم حکومت قائم کر دی۔ پس یہ بالکل غلط ہے کہ ہم ان کی ہتک کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ مہاراجہ صاحب نے یہ گاؤں واپس کیا۔ پس جن کو برا کہا گیا ہے وہ طوائف الملوکی کے زمانہ کے سکھ ہیں۔ بے شک مہاراجہ صاحب نے یہ گاؤں واپس کیا ہے۔ لیکن ہمارے خاندان نے بھی ہمیشہ ان کے خاندان سے وفاداری کی۔ جب انگریزوں سے لڑائیاں ہوئیں تو بعض بڑے بڑے سکھ سرداروں نے روپے لے لے کر علاقے انگریزوں کے حوالے کر دیئے اور یہی وجہ ہے کہ آج ان کی جاگیریں موجود ہیں۔ یہاں سے پندرہ بیس میل کے فاصلہ پر سکھوں کا ایک گاؤں بھاگووال ہے وہاں سکھ سردار ہیں۔ مگر وہ بھی انگریزوں سے مل گئے تھے۔ تو اس وقت بڑے بڑے سکھ خاندانوں نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا اور مہاراجہ کے خاندان سے غداری کی۔ مگر ہمارے دادا صاحب نے کہا کہ میں نے اس خاندان کا نمک کھایا ہے۔ اس سے غداری نہیں کر سکتا۔ کیا وجہ ہے کہ سکھ زمینداروں کی جاگیریں تو قائم ہیں۔ مگر ہماری چھین لی گئیں۔ اسی غصہ میں انگریزوں نے ہماری جائیداد چھین لی تھی کہ ہمارے دادا صاحب نے سکھوں کے خلاف ان کا ساتھ نہ دیا تھا۔ تاریخ سے یہ امر ثابت ہے کہ مہاراجہ صاحب نے سات گاؤں واپس کیے تھے۔ پھر وہ کہاں گئے؟ وہ اسی وجہ سے انگریزوں نے ضبط کر لیتے کہ ہمارے دادا صاحب نے ان کا ساتھ نہ دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ ہم نے مہاراجہ صاحب کی نوکری کی ہے۔ ان کے خاندان سے غداری نہیں کر سکتے۔ بھاگووال کے ایک اسی پچاسی سالہ بوڑھے سکھ کپتان نے مجھے سنایا کہ میرے دادا سنا تے تھے کہ ان کو خود سکھ حکومت کے وزیر نے بلا کر کہا کہ انگریز طاقتور ہیں ان کے ساتھ صلح کر لو۔ خواہ مخواہ اپنے آدمی مت مرواؤ۔ مگر ہمارے دادا صاحب نے مہاراجہ صاحب کے خاندان سے بے وفائی نہ کی اور اسی وجہ سے انگریزوں نے ہماری جائیداد ضبط کر لی۔ بعد میں جو کچھ ملا مقدمات سے ملا۔ مگر کیا ملا قادیان کی کچھ زمین دے دی گئی۔ باقی بھینی، ننگل اور کھارا، مالکان اعلیٰ کا قرار دے دیا گیا۔ مگر یہ ملکیت اعلیٰ سوائے کاغذ چاٹنے کے کیا ہے۔ یہ برائے نام ملکیت ہے جو اشک شونی کے طور پر دی گئی اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے دادا صاحب نے غداری پسند نہ کی ہاں جب انگریزوں کی حکومت قائم ہو گئی تو پھر ان سے وفاداری کی ہے۔ پس یہ تعریف کے قابل بات تھی۔

سکھ لیکچراروں کو کہنا چاہئے تھا کہ ہمارے دادا صاحب نے مسلمان ہونے کے باوجود سکھوں سے غداری نہیں کی۔ مگر کہا یہ گیا کہ وہ گھاس منہ میں لے کر مہاراجہ صاحب کے پاس پہنچے کہ کچھ دیا جائے۔ یہ کہنے والے کو معلوم نہیں کہ ہمارے پاس آج تک وہ تحریر موجود ہے جو شاہ فرخ سیر نے ہمارے دادا صاحب کو لکھی ہے۔ اور اس میں ان کو عضد الدولہ کا خطاب اور سات ہزار فوج رکھنے کا حق دیا گیا ہے۔ اگر ہماری جاگیر مہاراجہ صاحب کی دی ہوئی ہے تو ان سے بہت پہلے یہ مناصب کیونکر حاصل ہو گئے۔ فرخ سیر تو اورنگزیب سے قریبی زمانہ میں گزرے ہیں۔ پس ایسی باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوا کرتا۔ سینکڑوں لوگ ابھی تک اس علاقہ میں ایسے موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنے باپ داداؤں سے سنا ہوگا کہ ہمارا خاندان یہاں ملاں تھا یا حاکم۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب ملتان کے صوبہ نے بغاوت کی تو ہمارے تایا صاحب نے ٹوانوں کے ساتھ مل کر اسے فرو کیا تھا اور اسی وقت سے ٹوانوں اور نون خاندان کے ساتھ ہمارے تعلقات چلے آتے ہیں۔ پس جہاں تک شرافت کا سوال ہے ہمارے خاندان نے سکھ حکومت کے ساتھ نہایت دیانتداری کا برتاؤ کیا اور اس کی سزا کے طور پر انگریزوں نے ہماری جائیداد ضبط کر لی ورنہ سری گوبندر پور کے پاس اب تک ایک گاؤں موجود ہے جس کا نام ہی مغلاں ہے اور وہاں تک ہماری حکومت کی سرحد تھی اور اس علاقہ کے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہاں تک ہماری حکومت تھی اور یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب سے پہلے کی بات ہے۔ آج اگر گالیاں دی جائیں تو اس سے کچھ نہیں بنتا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ہم اس علاقہ کے حاکم تھے اور سکھوں کا قادیان پر حملہ کرنا ہی بتاتا ہے کہ یہاں حکومت تھی۔ ہمارے دادا صاحب کپورتھلہ کی ریاست میں چلے گئے۔ تو مہاراجہ کپورتھلہ نے ان کو دو گاؤں پیش کیے۔ گو انہوں نے لینے نہیں مگر کیا ایسے تحفے ملانوں کو پیش کیے جاتے ہیں؟ اسی احراری ملاں سے پوچھو کہ آج بھی وہاں کسی ملانے کو دو گاؤں پیش کئے جاسکتے ہیں۔ عنایت اللہ صاحب خود ملاں ہیں اور قاضی بھی کہلاتے ہیں۔ پھر ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا سارے علاقے پر رعب ہے۔ وہ خود وہاں چلے جائیں اور دیکھ لیں کہ مہاراجہ کپورتھلہ ان کو دو گاؤں پیش کرتے ہیں۔ اگر وہ اس طرح ملانوں کو دو دو گاؤں دینے لگیں تو دو سال میں ان کی ریاست ختم ہو جائے گی۔ زیادہ سے زیادہ 3، 4 سو گاؤں اس ریاست میں ہوں گے اور اگر وہ دو دو گاؤں تقسیم کرنے لگیں۔ تو دو سو روز میں ان ریاست ختم ہو جائے۔ پس ایسی باتوں سے جو تاریخ اور عقل کے خلاف ہوں۔ کچھ فائدہ نہیں۔ بات وہ کرنی چاہئے جو

تاریخ اور عقل دونوں کے مطابق ہو اور جس سے امن پیدا ہوتا ہو۔ ہم ایک ہی جگہ کے رہنے والے ہیں اس لئے ہمارے درمیان فساد والی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ کسی کا یہ خیال کرنا کہ احمدی تھوڑے ہیں اور کوئی بھی قوم انہیں مار سکتی ہے اور ان کے مکان اور جائیدادیں تباہ کر سکتی ہے۔ بالکل غلط خیال ہے۔ ایک بچہ کو بھی اگر زبردست پہلوان کنوئیں میں پھینکنا چاہے تو وہ بھی مقابلہ کرتا اور اسے دق کر دیتا ہے۔ پھر ہمارا تو کسی طاقت پر بھروسہ نہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا محافظ ہے۔ تلواروں، ٹکڑوں اور لٹھیوں کا رعب ہمیں دبا نہیں سکتا اور نہ ہم کسی کو دبانا چاہتے ہیں۔ گو یہ لوگ ہمارے شدید دشمن ہیں۔ مگر ہم پھر بھی ان سے اور ان کی اولادوں سے محبت کرتے ہیں۔ ہم نے ان پر غلبہ ضرور حاصل کرنا ہے مگر تلوار یا بندوق سے نہیں بلکہ دلائل اور پیار سے۔

(خطبات محمود جلد 21 صفحہ 431 تا 435)

### ہمارے آباء و اجداد کے تاریخی حالات

قادیان میرے آباء و اجداد کا بنایا ہوا قصبہ ہے اور اس کا اصل نام اسلام پور تھا جس کے آخر میں قاضی کا لفظ اس وجہ سے زائد کیا جاتا تھا تا یہ ظاہر کیا جائے کہ مغلیہ حکومت کی طرف سے ایک قاضی اس علاقہ کی نگرانی کے لئے رہتا ہے لیکن مرور زمانہ سے یہ نام صرف قاضی اور پھر قاضی سے قادی اور قادی سے قادیان بن گیا۔ میرے آباء و اجداد تین سو سال تک اس پر اور اس کے علاقہ پر پہلے تو مغلیہ حکومت کی طرف سے اور بعد میں طوائف الملوکی کے زمانہ میں آزادانہ طور پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ پرانی روایات اور سرلیپل گریشن کی کتاب ”رؤسائے پنجاب“ اس امر پر شاہد ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کی حکومت سے پہلے ہمارے خاندان کی حکومت کے خلاف سکھ قبائل نے حملہ کیا۔ اور آہستہ آہستہ ان کے مقبوضات سے جو اسی (80) دیہات پر مشتمل تھے، ان کو بے دخل کرتے گئے یہاں تک کہ صرف قادیان ان کے قبضہ میں رہ گیا۔ اس سے بھی ان کو بے دخل کرنے کے لئے سکھ قبائل پاس کے قصبات میں ایک نیم دائرہ کی صورت میں آباد ہو گئے اور آخر میرے دادا کے والد کے زمانے میں میرے آباء کو قادیان چھوڑنا پڑا لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں قبائل کا زور ٹوٹنے پر میرے دادا صاحب پھر قادیان میں واپس آ گئے اور قادیان اور اس کے ملحقہ سات دیہات پر انہیں دخل مل گیا۔ اس کے بعد انگریزی حکومت اس ملک میں آئی تو برخلاف فوج کے دوسرے افسروں کے

میرے دادا صاحب نے انگریزی حکومت سے خفیہ ساز باز نہ کیا اور غالباً اسی وجہ سے ان کے مقبوضہ علاقہ کو گورنمنٹ نے ضبط کر لیا اور لمبے مقدمات کے بعد صرف قادیان کی ملکیت اور اس کے پاس کے تین گاؤں کی ملکیت اعلیٰ ہمارے خاندان کو ملی۔ میری غرض اس تمہید سے یہ ہے کہ قادیان اور اس کے پاس کے اکثر گاؤں اسلامی زمانہ کے آباد شدہ ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کی بناء پڑی ہے۔ پس ان کے ساتھ کوئی ہندو روایات وابستہ نہیں ہیں وہ شروع سے اسلامی روایات کے پابند رہے ہیں اور سوائے سکھوں کی حکومت کے چالیس پچاس سالہ عرصہ کے وہ کبھی بھی اسلامی حقوق کی بجا آوری سے محروم نہیں ہوئے۔ اس وقت بھی قادیان کی زرعی زمین کے مالک صرف میں اور میرے بھائی ہیں اور محض تھوڑی سی زمین بعض احمدی احباب کے قبضہ میں ہے جنہوں نے وہ زمین ہم ہی سے بغرض آبادی حاصل کی ہے۔ ہندو اور سکھ صرف بطور مزارعان یا غیر مالکان آباد ہیں اور وہ بھی نہایت قلیل تعداد میں یعنی بمشکل کل آبادی کا قریباً ساتواں حصہ۔

باوجود ان حالات کے اول میرے دادا صاحب نے اور بعد میں میرے والد صاحب بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اور ان کے بعد میں نے قادیان میں گائے کے ذبیحہ کو محض اس وجہ سے روک رکھا کہ اس وقت تک اس کی اقتصادی طور پر زیادہ ضرورت نہیں معلوم ہوتی تھی اور ہم پسند نہیں کرتے تھے کہ خواہ مخواہ ہماری ہمسایہ اقوام کا دل دکھایا جائے۔

قادیان کے کئی ہندو اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں کہ چند سال ہوئے کہ جب بعض لوگوں نے قادیان کے ملحقہ گاؤں سے مذبح کی درخواست دی تو میں نے حکام کو کہلا کر مذبح کو روکوا دیا اور ایک معزز ہندو صاحب کی تحریر بھی اس بارہ میں میرے پاس موجود ہے جو بوقت ضرورت پیش کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس امر کا ثبوت کہ اپنے ہمسایوں کے احساسات کا میں نے پورا خیال رکھا ہے یہ بھی ہے کہ جس حد تک قانون گائے ذبح کرنے کو جائز قرار دیتا ہے، میں اس سے بھی جماعت کو برابر روکتا رہا ہوں بلکہ بعض لوگوں کو تو یہ معلوم ہونے پر کہ انہوں نے اس معاملہ میں فتنہ کا طریق اختیار کیا ہے، میں نے چھ ماہ یا سال سال کے لئے قادیان سے نکال دیا۔

(مسئلہ ذبیحہ گائے۔ انوار العلوم جلد 11 صفحہ 5-3)

## کپورتھلہ کی طرف ہجرت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے جب سکھوں نے قادیان فتح کر

لیا تو ہمارے خاندان کے افراد کپورتھلہ میں چلے گئے اور وہاں کی ریاست نے ان کو گزارہ کے لیے دو گاؤں دے دیئے۔ کپورتھلہ میں ہی ہمارے پردادا صاحب فوت ہو گئے تھے۔ ہمارے دادا کی عمر اُس وقت سولہ سال تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پردادا اپنے والد کے برخلاف جو بہت بڑے پارسا اور عزم کے مالک تھے کم ہمت تھے اور اسی وجہ سے ہمارے خاندان کو یہ ذلت پہنچی لیکن ہمارے دادا ہمت والے تھے۔ اُس وقت جب ہمارے پردادا فوت ہوئے وہ صرف سولہ سال کے تھے لیکن انہوں نے کہا میں اپنے باپ کو قادیان میں ہی دفن کروں گا۔ چنانچہ وہ اُن کی لاش یہاں لائے سکھوں نے ان کا مقابلہ کرنا چاہا مگر کچھ تو اُن کی دلیری کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ ہمارے آباء اس علاقہ پر حکمران رہ چکے تھے سارے علاقہ میں شورش ہو گئی اور لوگوں نے کہا ہم اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ ان کو اب یہاں دفن ہونے کے لئے بھی جگہ نہ دی جائے۔ چنانچہ سکھوں نے اجازت دے دی اور وہ انہیں قادیان میں دفن کر گئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے دادا نے جب یہ سلوک دیکھا تو انہوں نے کہا چونکہ اس زمانہ میں ساری عزت علم سے ہے اس لئے میں اب علم حاصل کر کے رہوں گا تا کہ ہمارے خاندان کو عزت حاصل ہو۔ چنانچہ انہوں نے گھر کو چھوڑ دیا اور دہلی چلے گئے۔ اُن کے ساتھ اُس زمانہ کے طریق کے مطابق ایک میراثی بھی چل پڑا۔ اُنہوں نے سنا ہوا تھا کہ مساجد میں تعلیم کا انتظام ہوتا ہے جہاں لڑکے پڑھتے ہیں۔ وہ بھی گئے اور ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گئے مگر کسی نے اُن کو پوچھا تک نہیں یہاں تک کہ تین چار دن فاقہ سے گزر گئے تیسرے چوتھے دن کسی غریب کو خیال آیا اور وہ رات کے وقت انہیں ایک روٹی دے گیا مگر معلوم ہوتا ہے وہ کوئی بہت ہی غریب شخص تھا کیونکہ روٹی سات آٹھ دن کی تھی اور ایسی سُکھی ہوئی تھی جیسے لوہے کی تھالی ہوتی ہے۔ وہ اپنے ہاتھ میں روٹی لے کر انتہائی افسردگی کے عالم میں بیٹھ گئے اور حیرت سے منہ میں اُنکی ڈال کر اپنی حالت پر غور کرنے لگے کہ کس حد تک ہماری حالت گر چکی ہے۔ میراثی اُن کے چہرے کے رنگ کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اس وقت یہ سخت غم کی حالت میں ہیں اور اُس نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو یہ صدمے سے بیمار ہو جائیں، میراثیوں کو چونکہ ہنسی کی عادت ہوتی ہے اس لئے اُس نے سمجھا کہ اب مجھے کوئی مذاق کر کے ان کی طبیعت کا رخ کسی اور طرف بدلنا چاہئے۔ چنانچہ وہ مذاقاً کہنے لگا۔ مرزا جی! میرا حصہ۔ وہ

جانتا تھا کہ یہ کوئی حصے والی چیز نہیں مگر چونکہ وہ چاہتا تھا کہ ان کا صدمہ کسی طرح دُور ہو اس لئے اُس نے مذاق کر دیا۔ اُنہیں یہ سن کر سخت غصہ آیا اور انہوں نے زور سے روٹی اُس کی طرف پھینکی جو اُس کی ناک پر لگی اور خون بہنے لگ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ اُٹھے اور میراثی سے ہمدردی کرنے لگے۔ اس طرح اُن کی دماغی حالت جو صدمہ سے غیر متوازن ہو گئی تھی درست ہو گئی ورنہ خطرہ یہی تھا کہ وہ اس غم سے کہیں پاگل نہ ہو جائیں۔ پھر خدا نے اُن کیلئے ایسے سامان پیدا فرمادیئے کہ وہ وہاں سے خوب علم پڑھ کر واپس آئے۔

تو جب انسان کسی بات کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے سامان بھی پیدا کر دیتا ہے اصل میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں یہ مادہ رکھا ہے کہ وہ قربانی کی قدر کرتا ہے۔ اگر لوگ دیکھیں کہ واقعہ میں کوئی شخص تکلیف اُٹھا رہا ہے اور دوسروں کے فائدہ کے لئے اپنے نفس کو مشقت میں ڈال رہا ہے تو اُن کے دلوں میں ضرور جوش پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی اس سے کوئی نیک سلوک کر کے ثواب میں شامل ہو جائیں۔

(زندگی وقف کرنے کی تحریک، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 304 تا 305)

### دادا نے باقاعدہ علم طب حاصل کیا تھا

ہمارے دادا کا قصہ مشہور ہے۔ ایک دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب سری گوبند پور میں شکار کے لئے آئے۔ ان کے ساتھ ایک باز والا تھا جسے اتفاقاً نزلہ ہو گیا۔ ہمارے دادا طب بھی کرتے تھے۔ دلی میں انہوں نے باقاعدہ یہ علم حاصل کیا تھا اور گو انہوں نے علم طب کو پیشہ کے طور پر کبھی اختیار نہیں کیا لیکن مخلوق کی خدمت اور لوگوں کی خیر خواہی کے لئے اس فن سے بھی کام لیا کرتے تھے۔ جب باز والے کو نزلہ ہوا تو وہ گھبرا یا کہ کل شکار کا دن ہے اگر میں زیادہ بیمار ہو گیا تو مہاراجہ صاحب ناراض ہوں گے کہ عین کام کے دن بیمار ہو گیا۔ چنانچہ وہ ہمارے دادا کے پاس آیا اور علاج کی درخواست کی۔ آپ نے اس کے لئے نسخہ لکھا جو ایک پانی میں تیار ہو گیا اور اس کے استعمال سے اسے فوری طور پر افاقہ ہو گیا۔ اسی دن مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے لڑکے کو بھی نزلہ ہو گیا۔ کسی نے ذکر کیا کہ باز والے کو یہی شکایت ہو گئی تھی جس پر مرزا صاحب نے اُسے ایک نسخہ لکھ کر دیا اور اسے فوراً آرام آ گیا۔ شہزادہ نے ہمارے دادا کو بلوایا اور اپنے نزلہ

کا ذکر کیا۔ انہوں نے ایک نسخہ لکھ کر دے دیا۔ جب نسخہ بنوانے کے لئے پنساری کے پاس بھیجا گیا تو اس نے بتایا کہ اس پر پانچ سو روپیہ خرچ آئے گا۔ شہزادہ یہ سن کر بہت ناراض ہوا۔ آخر معمولی زمینداروں سے وہ یکدم بادشاہ بن گئے تھے۔ ان کے لئے یہ بات حیرت کا موجب ہوئی کہ ایک ہی مرض کا نسخہ لکھوایا گیا تھا مگر ایک شخص کو تو انہوں نے ایسا نسخہ لکھ کر دے دیا جس پر ایک پائی خرچ آئی اور ہمیں ایک ایسا نسخہ لکھ کر دیا جس پر پانچ سو روپیہ خرچ آتا ہے۔ اس لئے شہزادہ نے ہمارے دادا کو بلوایا اور کہا کہ آپ کو مجھ سے کیا دشمنی تھی کہ آپ نے مجھ سے یہ سلوک کیا؟ آخر مجھ کو بھی وہی بیماری تھی جو باز والے کو تھی۔ مگر باز والے کو تو آپ نے ایک پائی کا نسخہ لکھ کر دیا اور مجھے پانچ سو روپیہ کا نسخہ لکھ دیا۔ ہمارے دادا نے نسخہ لیا اور اسے پھاڑ کر پھینک دیا اور کہا اگر نسخہ استعمال کرنا ہے تو یہی کرنا ہوگا۔ نہیں تو کسی اور سے علاج کروالیں۔ پھر کہا یہ جو پنساری ہیں آخر ان کا بھی گزارہ چلنا ہے یا نہیں۔ اگر میں پائی پائی کا ہی نسخہ لکھ کر دوں تو ان کی دکان کس طرح چل سکتی ہے ان کا تو ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ کا خرچ بھی اس طرح نہیں نکل سکتا۔ میں نے باز والے کو اس کی حیثیت کے مطابق نسخہ لکھ کر دیا ہے اور آپ کو آپ کی حیثیت کے مطابق نسخہ لکھ کر دیا ہے۔ اگر آپ ان لوگوں کی تجارت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا فن ترقی کرے تو میں آپ کے لئے ایسا ہی نسخہ لکھوں گا جو پانچ سو روپیہ میں تیار ہو۔ ورنہ آپ کی مرضی جس سے چاہیں آپ علاج کروالیں۔ یہ بھی ایک طریق تو ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ بعض تجارتیں چلانے کے لئے امراء کو قیمتی دوائیں لکھ کر دی جاسکتی ہیں۔ مگر عام طور پر اس زمانہ میں سستے علاج کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اور امیر و غریب سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیماری کے معاملہ میں امیر اور غریب میں فرق کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ غریب یا تو بغیر علاج کے مر جاتا ہے یا اپنی ساری پونجی دواؤں پر تباہ کر دیتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 540 تا 541)

## آباؤ اجداد کی خاندانی جائیداد

پرانے خاندانوں میں اپنی عزت کو قائم رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی جاتی ہے ہمارے دادا کے متعلق ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ وہ مختلف کام جو مہاراجہ رنجیت سنگھ

کی ملازمت میں اور پھر کشمیر میں کرتے رہے ان ایام میں انہوں نے ایک لاکھ کے قریب روپیہ جمع کیا۔ اس زمانہ میں روپیہ کی بہت بڑی قیمت ہوا کرتی تھی چنانچہ قریب ہی ایک گاؤں راجپورہ ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بچانے پانچ سو روپیہ میں خریدا تھا چھ سو ایکڑ اس کی زمین ہے اور گو وہ زمین اتنی اچھی نہیں مگر پھر بھی کجا چھ سو ایکڑ زمین ایک روپیہ ایکڑ سے بھی کم قیمت میں انہیں زمین مل گئی پس اگر وہ چاہتے تو اس روپیہ سے بہت بڑی جائیداد پیدا کر سکتے تھے مگر جب انگریزوں کی حکومت آئی اور انہوں نے ان کی جائیداد ضبط کر لی تو وہ اس کے حصول کے لئے مقدمات میں لگ گئے بعض دوستوں نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ اس کام میں نہ پڑیں اس میں چنداں فائدہ نہیں۔ اگر کچھ ملا بھی تو بالکل بے حقیقت ہو گا اس وقت جائیداد کی قیمت کچھ نہیں آپ کے پاس روپیہ ہے۔ آپ اگر چاہیں تو اس روپیہ سے پچاس اچھے اچھے قصبے خرید سکتے ہیں اس میں آپ کی اولاد کی بھی بہتری ہو گی کیونکہ اس جائیداد سے ان کے لئے گزارہ کی معقول صورت پیدا ہو جائے گی اس علاقہ میں ان دنوں چھوٹے چھوٹے زمیندار تھے مگر باہر گوجرانوالہ اور لاہور کے اضلاع میں اچھے اچھے زمیندار تھے جو پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ بلکہ سو سو گاؤں کے مالک تھے۔ اس لئے انہیں بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ بجائے اس جگہ روپیہ ضائع کرنے کے آپ باہر چالیس پچاس گاؤں خرید لیں مگر انہوں نے جواب دیا کہ اگر باہر ہم نے گاؤں خرید بھی لیے تو ہمارے بچے جب کبھی باہر نکلیں گے اور لوگ ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ یہ کون ہیں تو وہ آگے سے کہیں گے کہ خبر نہیں کون ہیں کوئی باہر سے آئے ہوئے ہیں لیکن اگر قادیان اور اس کے ارد گرد ہمیں دو ایکڑ زمین بھی مل جائے اور ہماری اولاد فاتوں میں بھی مبتلا ہو جائے تو بھی جب ان کی نسبت کوئی سوال کرے گا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگ جواب دیں گے کبھی یہ ہمارے حاکم اور بادشاہ تھے مگر اب گردش ایام سے غریب ہو گئے ہیں۔

چنانچہ اسی خیال کے ماتحت انہوں نے ایک لاکھ روپیہ ضائع کر دیا اور قادیان میں انہیں جو تھوڑی سی جائیداد ملی اس پر اکتفا کر لیا۔ میں سمجھتا ہوں وہ جائیداد جو انہیں ملی وہ اس جائیداد کا پانچ سوواں حصہ بھی نہیں تھی۔ جو وہ اس روپیہ سے خرید سکتے تھے مگر بہر حال انہوں نے



اس تھوڑی سی جائیداد کو خوشی سے قبول کیا لیکن اس مقام کو چھوڑنا پسند نہ کیا جہاں انہیں اپنے بزرگوں کی وجہ سے ایک رنگ کی حکومت حاصل تھی غرض پرانے خاندانوں کے افراد اپنی خاندانی عزت کو جاتے دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے اور اس کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

(الفضل قادیان مورخہ 8 دسمبر 1939ء نمبر 281 جلد 27 صفحہ 6)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا کا ذکر خیر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ذکر میں کہ انسان کو کبھی ہمت نہیں ہارنی چاہئے ہمارے دادا صاحب کا ذکر سنایا کرتے تھے کہ جب ہمارے خاندان کی ریاست جاتی رہی تو ان کے والد صاحب کو یہاں سے نکلنا پڑا اور کپور تھلہ کی ریاست میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس وقت ریاست والوں نے چاہا کہ آپ کو دو گاؤں گزارہ کے لئے دے دیں لیکن آپ نے نہ لئے اور فرمایا۔ اگر ہم نے یہ گاؤں لے لئے تو پھر ہم یہیں رہ پڑیں گے اور اس طرح اولاد کی ہمت پست ہو جائے گی اور اپنی خاندانی روایات قائم رکھنے کا خیال اس کے دل سے جاتا رہے گا لیکن وہ رہے ایک لمبے عرصہ تک وہیں۔ پھر جس وقت ہمارے دادا ذرا بڑے ہوئے تو اس وقت سولہ سترہ سال کی عمر تھی کہ ان کے والد فوت ہوئے۔ انہوں نے انہیں لا کر قادیان میں دفن کیا اور خود دہلی پڑھنے چلے گئے حالانکہ کوئی سامان میسر نہ تھا ایک میراثی خدمتگار کے طور پر ساتھ گیا، شاید اس زمانہ کے لوگوں میں وفا کا مادہ زیادہ ہوتا تھا کہ اس غربت کی حالت میں اس شخص نے ساتھ نہ چھوڑا، جب دہلی پہنچے تو ایک مسجد میں جہاں مدرسہ تھا جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے سنا ہوا تھا کہ دہلی شاہی جگہ ہے اور وہاں لڑکوں کو مفت تعلیم ملتی ہے لیکن بیٹھے بیٹھے کئی دن گزر گئے مگر کسی نے ان کا حال تک دریافت نہ کیا اور نہ کھانے کو کچھ دیا۔ آخر جب تین دن کا فاقہ ہو گیا تو چوتھے دن کسی شخص کو جو خود بھی کنگال تھا خیال آیا کہ انہیں اتنے دن یہاں بیٹھے ہو گئے ہیں انہیں کچھ کھانے کو تو دینا چاہئے چنانچہ وہ ایک سوکھی روٹی لا کر انہیں دے گیا۔ اس نے جو روٹی ان کے ہاتھ میں دی تو ان کا چہرہ متغیر ہو گیا ہمارا ہی نے سمجھ لیا کہ معلوم ہوتا ہے روٹی خراب ہے اور انہیں دیکھ کر اپنی گذشتہ حالت یاد آگئی ہے اور اس کا تصور کر کے تکلیف محسوس ہوئی ہے۔ اس موقع پر اس نے مذاق کے طور پر ان کا دل بہلانے کے لئے کہا۔ لائیں میرا حصہ مجھے دیں۔ ان کو پہلے ہی غصہ آیا ہوا تھا اس کا یہ

فقہ سن کر انہوں نے زور سے روٹی اٹھا کر اس کی طرف پھینکی جو اتفاقاً اس کی ناک پر لگی اور چونکہ روٹی سوکھی ہوئی تھی اس لئے اس کے لگنے سے اس کی ناک کی ہڈی پر زخم ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ مگر ان تمام مشکلات کے باوجود انہوں نے تعلیم حاصل کی، محنت کی اور اس قدر ہمت سے کام لیا کہ آخر ایک بہت بڑے عالم اور طبیب ہو گئے۔ واپس آئے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا زمانہ شروع ہو گیا تھا انہوں نے ان کی جائیداد سات گاؤں واگزار کر دیئے اور جنرل کے عہدہ پر فوج میں مقرر کیا۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 1937ء صفحہ 20-21)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پردادا!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پردادا کا ہی واقعہ ہے کہ ایک سکھ رئیس ان سے ملنے کے لئے آیا اور اس نے آ کر کہا کہ مرزا صاحب کو اطلاع دی جائے کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے خود یہ واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ اس وقت کوٹھے پر تھے۔ جب انہیں اطلاع ہوئی تو وہ ملاقات کے لئے نیچے اترے۔ پیچھے پیچھے وہ تھے اور آگے آگے ان کے بیٹے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا تھے گویا بیٹا پہلے اتر رہا تھا اور ان کے پیچھے ان کے والد چلے آ رہے تھے جو بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں حتیٰ کہ میں نے خود سکھوں سے سنا ہے کہ لڑائی میں انہیں گولی ماری جاتی تھی تو گولی ان پر اثر نہیں کرتی تھی۔ جب وہ نصف سیڑھیوں پر پہنچے تو نیچے سے انہیں آواز آئی۔ سکھ رئیس ان کے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ واہ گروجی کا خالصہ۔ اس پر ان کے بیٹے نے بھی اسی رنگ میں جواب دیا کہ واہ گروجی کا خالصہ۔ انہوں نے جب اپنے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے ہوئے وہیں سیڑھیوں سے واپس لوٹ گئے اور فرمانے لگے۔ سردار صاحب سے کہہ دو کہ میری طبیعت خراب ہو گئی ہے میں ان سے مل نہیں سکتا۔ پھر اپنے بیٹے کا ذکر کر کے فرمانے لگے کہ اس کے زمانہ میں ہماری ریاست جاتی رہے گی۔ کیونکہ جس شخص کے اندر اتنی بے غیرتی پیدا ہو گئی ہے کہ اس نے اسلامی شعار کو اختیار نہیں کیا اور جب ایک سکھ نے واہ گروجی کا خالصہ کہا تو اس نے بھی واہ گروجی کا خالصہ کہہ دیا وہ ریاست کو کبھی سنبھال نہیں سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا کا واقعہ

یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر تم ایسا کرو تو وہ تمہاری ضرورت مدد کرے گا۔ کہتے ہیں شیر کے سامنے اگر کوئی شخص لیٹ جائے تو وہ اُس پر حملہ نہیں کرتا۔ بلکہ چمکے سے پاس سے گزر جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص خدا تعالیٰ کے سامنے جھک جائے اور اُس کے آستانہ پر گر پڑے تو وہ بھی اس کو مرنے نہیں دیتا اور سمجھتا ہے کہ اس کی ذلت میری ذلت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ اپنے والد صاحب کا ایک قصہ سنایا کرتے تھے۔ میاں بدر محی الدین صاحب جو بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد جن کا نام غالباً پیر غلام محی الدین تھا۔ ہمارے دادا کے بڑے دوست تھے۔ اس زمانہ میں لاہور کی بجائے امرتسر میں کمشنری تھی اور کمشنر موجودہ زمانہ کے گورنر کی طرح سمجھا جاتا تھا اور امرتسر میں اپنا دربار لگایا کرتا تھا جس میں علاقہ کے تمام بڑے بڑے رؤسا شامل ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ امرتسر میں دربار لگا تو ہمارے دادا کو بھی دعوت آئی اور چونکہ انہیں معلوم تھا کہ پیر غلام محی الدین صاحب بھی اس دربار میں شامل ہوں گے اس لئے وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بٹالہ میں ان کے مکان پر پہنچے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک غریب آدمی پیر غلام محی الدین صاحب کے پاس کھڑا ہے اور وہ اس سے کسی بات پر بحث کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے دادا صاحب کو دیکھا تو کہنے لگے۔ مرزا صاحب دیکھئے یہ میراثی کیسا بیوقوف ہے کمشنر صاحب کا دربار منعقد ہو رہا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہاں جا کر کمشنر صاحب سے کہا جائے کہ گورنمنٹ نے اس کی 125 ایکڑ زمین ضبط کر لی ہے۔ یہ زمین اسے واپس دے دی جائے۔ بھلا یہ کوئی بات ہے کہ دربار کا موقعہ ہو اور کمشنر صاحب تشریف لائے ہوئے ہوں اور ایک میراثی کو ان کے سامنے پیش کیا جائے اور سفارش کی جائے کہ اس کی 125 ایکڑ زمین جو اسے اس کے کسی جہان نے دی تھی ضبط ہوگئی ہے اسے واپس دی جائے چونکہ وہ پیر تھے۔ گودر باری بھی تھے۔ اس لئے انہیں یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی دادا صاحب نے اس میراثی سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ وہ اسے ساتھ لے کر امرتسر پہنچے جب کمشنر صاحب دربار میں آئے تو درباریوں کا ان سے تعارف کرایا جانے لگا۔ جب دادا صاحب کی باری آئی تو انہوں نے کمشنر صاحب سے کہا کہ ذرا اس میراثی کی بانہہ پکڑ لیں وہ کہنے لگا مرزا صاحب اس کا کیا مطلب انہوں نے کہا آپ اس کی بانہہ پکڑ لیں۔ میں اس کا مطلب بعد میں

بتاؤں گا۔ چنانچہ ان کے کہنے پر اس نے اس میراثی کی بانہہ پکڑ لی۔ اس پر ہمارے دادا صاحب کہنے لگے ہماری پنجابی زبان میں ایک مثال ہے کہ ”بانہہ پھڑے دی لاج رکھنا“ کمشنر پھر حیران ہوا اور کہنے لگا مرزا صاحب اس کا کیا مطلب ہے اس پر دادا صاحب نے کہا اس کا یہ مطلب ہے کہ جب آپ نے ایک شخص کا بازو پکڑا ہے تو پھر اس بازو پکڑنے کی لاج بھی رکھنا اور اسے چھوڑنا نہیں۔ وہ کہنے لگا مرزا صاحب آپ یہ بتائیں کہ اس سے آپ کا مقصد کیا ہے انہوں نے کہا اس کی 125 ایکڑ زمین تھی جو اسے اس کے کسی ججمنان نے دی تھی۔ اور حکومت نے اسے ضبط کرنے کا حکم دے دیا ہے ہمارے مغل بادشاہ جب دربار لگایا کرتے تھے تو اس موقع پر ہزاروں ایکڑ زمین لوگوں کو بطور انعام دیا کرتے تھے لیکن یہ غریب حیران ہے کہ اس کے پاس جو 125 ایکڑ زمین تھی وہ ضبط کر لی گئی ہے۔ کمشنر پر اس بات کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے اس وقت اپنے منشی کو بلایا اور کہا یہ بات نوٹ کر لو اور حکم دے دو کہ اس شخص کی زمین ضبط نہ کی جائے۔ اب دیکھو دنیا میں جب ایک انسان بھی ”بانہہ پھڑے دی لاج“ رکھتا ہے تو خدا تعالیٰ ”بانہہ پھڑے دی لاج“ کیوں نہیں رکھے گا۔ جو خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اسے کبھی نہیں چھوڑتا۔ پس دعائیں کرو اور اس گُر پر قائم رہو۔ جو شخص اس گُر پر عمل کرتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور وہ ہمیشہ اپنے دشمن پر غالب رہتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 دسمبر 1956ء۔ الفضل یکم مارچ 1957ء جلد 46/11 نمبر 53 صفحہ 6,5)

## ابتدائی خاندانی حالات

ہماری تائی صاحبہ کے احمدی ہونے میں بڑا دخل مرزا احسن بیگ صاحب کا تھا وہ ان کی بہن کے بیٹے تھے۔ ان کی ایک بہن اعظم آباد میں بیاہی ہوئی تھی اور اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک مرزا اسلم بیگ صاحب اور دوسرے مرزا احسن بیگ صاحب، مرزا احسن بیگ صاحب ہمارے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ سب سے پہلے ان کی میرے ساتھ دوستی ہوئی اور پھر انہوں نے اسی زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی۔ بعد میں ریاست بوندی میں ان کو بیس ہزار ایکڑ زمین ملی۔ چونکہ ریاست آباد نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ریاست کے حکام نے بعض لوگوں کو بڑے بڑے علاقے دے دیئے تھے۔ کہ ان کو آباد کرو۔ آخر میں ریاست نے کچھ زمین واپس لے لی کیونکہ وہ اسے آباد نہ کر سکے۔ مگر پھر بھی چار پانچ گاؤں ان کے پاس رہ گئے۔ اب

ان کے ایک بیٹے وہاں کام کرتے ہیں۔ گوادھر آجانا ان کے لئے مبارک ہے مگر انہیں لالچ ہے کہ پانچ گاؤں کیسے چھوڑوں۔ اگر میں پاکستان آ گیا تو پیچھے گورنمنٹ یہ جائیداد ضبط کر لے گی۔ اس لئے وہ وہیں بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ ان کی ماں ایک بڑی مخلص احمدی تھیں اور ان کا باپ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا تھا۔ غرض تائی صاحبہ کی یہ بہن اعظم آباد میں بیاہی گئی تھیں اور اعظم آباد والے اپنے آپ کو بڑا رئیس سمجھتے تھے۔ سارا شاہد رہ ان کے پاس تھا۔ مرزا اعظم بیگ صاحب جو ان کے بڑے ہیڈ تھے وہ سب سے پہلے ہندوستانی تھے جو سیٹلمنٹ آفیسر بنے اس سے پہلے صرف انگریز ہی اس عہدہ پر پہنچتے تھے۔ پھر وہ کابل میں بھی رہے اور وہاں ایمبسی میں ان کو بڑے عہدہ پر رکھا گیا۔ بعد میں وہ ہزارہ میں سیٹلمنٹ آفیسر بن گئے۔ وہاں انہوں نے اپنی امارت کے گھمنڈ میں بڑے بڑے ظلم بھی کئے۔ چنانچہ ایک دفعہ میں کشمیر سے واپس آ رہا تھا تو مولوی سید سرور شاہ صاحب کے جو ہزارہ کے ہی رہنے والے تھے مجھے سنایا کہ جب مرزا صاحب یہاں سیٹلمنٹ آفیسر بن کر آئے تو انہوں نے اپنے غرور میں فلاں رئیس کو کہا کہ تمہارا گھوڑا مجھے بہت پسند آیا ہے۔ وہ مجھے بھیج دو اور پھر کہا کہ دیکھنا یہ گھوڑا آج شام تک میرے پاس پہنچ جائے۔ مولوی سرور شاہ صاحب نے بتایا کہ وہ رئیس اتنا مالدار تھا کہ سارا علاقہ اس کے پاس تھا مگر جب انہوں نے اس کو حکم دیا تو وہ بھی چونکہ نواب اور رئیس تھا اڑ گیا اور کہنے لگا مرزا صاحب اگر آپ مجھے کسی اور کی معرفت کہلا بھیجتے کہ مجھے گھوڑا دے دو تو ایک نہیں میں دس گھوڑے بھی دے دیتا مگر آپ نے حکم دیا ہے تو اب چاہے آپ میری ساری جائیداد تباہ کر دیں اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں میں گھوڑا نہیں دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے سیٹلمنٹ میں اس کی تمام جائیداد اس کے رشتہ داروں کے نام لکھ دی اور اس کو تباہ کر دیا۔ مولوی صاحب کہنے لگے وہ اب تک غریب چلے آتے ہیں۔ حالانکہ پہلے وہ بہت ہی صاحب رسوخ تھے غرض ان کے خاندان میں ہماری وہ پھوپھی بیاہی گئی تھیں اور ہمارے دادا کی ناپسندیدگی کے باوجود بیاہی گئی تھیں مرزا اعظم بیگ صاحب جو اس خاندان کے مورث اعلیٰ تھے انہوں نے ہمارے دادا کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم قادیان دیکھنا چاہتے ہیں وہ چغتائی خاندان کے مفضل تھے اور ہم برلاس خاندان کے ہیں اور برلاس چغتائیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں پرانے زمانہ میں یہ طریق رائج تھا کہ اگر کوئی کہے کہ ہم آپ کا گاؤں دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم آپ کی لڑکی لینا چاہتے ہیں جب مرزا اعظم بیگ صاحب نے یہ پیغام بھیجا تو ہمارے

دادا جلال میں آگئے اور کہنے لگے تم چغتائیوں کو بھی یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ ہم سے لڑکیاں مانگو۔ جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ ہمیں نہیں منظور۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہمارے باپ کے غرور کا ہی یہ نتیجہ نکلا کہ ان کی وفات کے بعد ہماری تین لڑکیاں ان کے خاندان میں بیاہی گئیں جن میں سے ایک تو یہی ہماری پھوپھی تھیں اور ایک اور چچا کی لڑکی تھی اس طرح ان کے گھر میں ہماری لڑکیوں کا اچھا خاصا اجتماع ہو گیا۔ پھر نہ صرف ہماری لڑکیاں ہی ان کے ہاں گئیں بلکہ ہماری جائیدادیں بھی ان کے قبضہ میں جانی شروع ہوئیں یہاں تک کہ قادیان کے سوا ہماری ساری جائیداد ان لوگوں کے پاس چلی گئی۔ چنانچہ راج پورہ جو میں نے بعد میں بیس ہزار روپیہ میں خریدوا وہ انہی لوگوں کے پاس چلا گیا تھا پھر محلہ دارالرحمت جہاں بنا ہے وہ حصہ بھی ان لوگوں کے پاس چلا گیا تھا یہ جائیداد ان کے پڑپوتے مرزا اکرم بیگ نے ایک سکھ کے پاس اٹھارہ ہزار روپے میں بیچ دی تھی جو بعد میں حق شفیعہ کے ذریعے ہم نے واپس لی۔

مرزا اکرم بیگ کے والد مرزا افضل بیگ صاحب ایک ریاست میں سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے اور ناچ گانے کا انہیں شوق تھا شراب کی بھی عادت پڑی ہوئی تھی مگر آخر میں انہوں نے ان تمام عادتوں سے توبہ کر لی اور قادیان آگئے بیعت کے بعد وہ ایک دفعہ بیمار ہوئے اور علاج کے لئے لاہور گئے تو ڈاکٹر نے کہا کہ اگر آپ تھوڑی سی شراب پی لیں تو آپ بچ سکتے ہیں۔ وہ کہنے لگے ایک دفعہ میں نے شراب سے توبہ کر لی ہے اب میں نہیں پیوں گا چنانچہ وہ مر گئے لیکن انہوں نے شراب کو نہیں چھو اغرض بیعت کے وقت جو انہوں نے عہد کیا تھا اُس پر وہ پورے اترے لیکن ان کا بیٹا اچھا نہ نکلا اُس نے دارالرحمت والی زمین ایک سکھ کے پاس بیچ دی تھی۔ شیخ مختار احمد صاحب ایک غیر احمدی بیرسٹر تھے جو ہم سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے انہوں نے مجھے لکھا کہ آپ کی اتنی قیمتی جائیداد ہے جو اکرم بیگ نے فلاں سکھ کو اٹھارہ ہزار روپیہ میں دے دی ہے۔ یہ بڑی قیمتی جائیداد ہے اگر آپ اٹھارہ ہزار روپیہ کا بندوبست کر لیں تو یہ جائیداد آپ واپس لے لیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ بہت ہی قیمتی جائیداد تھی۔ چنانچہ بعد میں ہم نے اس سے پانچ لاکھ روپیہ کمایا۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 مارچ 1958ء۔ الفضل ربوہ 12 اپریل 1958ء جلد 47/12 نمبر 86 صفحہ 4-5)

## خاندان بادشاہوں کی نسل سے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارا خاندان بادشاہوں کی نسل میں سے ہے۔ چنانچہ ہمارے خاندان کا مورث اعلیٰ مرزا ہادی بیگ صاحب حاجی برلاس کی اولاد میں سے تھے جو امیر تیمور کے بیچا تھے اور جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ علاقہ کش کے اصل بادشاہ حاجی برلاس ہی تھے، تیمور نے حملہ کر کے ان کے علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے ہمارے خاندان کے افراد جاہلیت کے زمانہ میں جبکہ احمدیت ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھی اور جبکہ قرآنی تعلیم ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی، تیموری نسل کی لڑکیاں تو لے لیتے تھے مگر تیموری نسل کے مغلوں کو اپنی لڑکیاں نہیں دیتے تھے کیونکہ وہ ان کو اپنے مقابلہ میں ادنیٰ سمجھتے تھے۔ لیکن بہر حال جہاں تک ظاہری وجاہت کا سوال ہے وہ قریباً قریباً تباہ اور برباد ہو چکی تھی۔ مغلیہ سلطنت کے مٹنے کے بعد جب سکھوں کا دور شروع ہوا تو اُس وقت ہماری تمام ریاست سکھوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب نے ہمارے پانچ گاؤں واگزار کر دیئے۔ مگر جب انگریزی حکومت کا دور شروع ہوا تو اُس وقت پھر ہماری خاندانی ریاست کو صدمہ پہنچا اور ہماری وہ جائیداد بھی ضبط کر لی گئی جو کسی قدر باقی رہ گئی تھی۔ یہ ہمارے خاندان کی حالت تھی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے سامنے اپنا دعویٰ پیش فرمایا۔ اگر ہماری یہ ریاست اپنی پہلی حالت میں قائم ہوتی تب بھی ایک چھوٹی سی ریاست ہوتی اور اتنی چھوٹی ریاست کو بھلا پوچھتا ہی کون ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اتنی ریاست بھی پسند نہ کی تاکہ اُس کی صفات پر کوئی دھبہ نہ آئے اور لوگ یہ نہ کہیں کہ سابقہ عزت کی وجہ سے انہیں ترقی حاصل ہوئی ہے۔ ہمارے دادا کو بڑا فکر رہتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو کسی ایسے کام پر لگا دیں جس سے وہ اپنا گزارہ آسانی کے ساتھ کر سکے۔ مہاراجہ کپورتھلہ کے شاہی خاندان سے بھی ہمارے خاندان کے چونکہ پرانے تعلقات ہیں اس لئے انہوں نے کوشش کر کے بانی سلسلہ احمدیہ کے لئے وہاں ایک معزز عہدہ تلاش کر لیا۔ چنانچہ ان کے لئے انسپکٹر جنرل آف ایجوکیشن کے عہدہ کی منظوری آ گئی۔ قادیان کے قریب ہی ایک گاؤں ہے وہاں ایک سکھ صاحب رہا کرتے تھے جو اکثر ہمارے دادا کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ انہوں نے خود سنایا کہ میں اور میرا بھائی اکثر بڑے مرزا صاحب سے ملنے کے لئے آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہم دونوں ان سے ملنے کے لئے گئے تو وہ کہنے لگے کہ مرزا غلام احمدؓ کو دنیا کی طرف کوئی توجہ نہیں میں حیران ہوں کہ میرے مرنے

کے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔ میں نے اس کے متعلق کپورتھلہ میں کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں وہاں سے آرڈر آ گیا ہے کہ اسے ریاست کا افسر تعلیم مقرر کیا جاتا ہے۔ میں اگر اسے کہوں تو شاید مجھے جواب نہ دے تم دونوں اس کے ہم عمر ہو تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ اس عہدہ کو قبول کر لے۔ وہ سناتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی ان کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ مبارک ہو ریاست کپورتھلہ کی طرف سے چٹھی آئی ہے کہ آپ وہاں کے افسر تعلیم مقرر کئے گئے ہیں۔ آپ کے والد صاحب کی خواہش ہے کہ آپ یہ نوکری اختیار کر لیں اور ریاست کپورتھلہ میں چلے جائیں۔ وہ کہتے ہیں جس وقت ہم نے یہ بات کہی انہوں نے ایک آہ کھینچی اور کہا والد صاحب تو خواہ مخواہ فکر کرتے ہیں میں نے تو جس کا نوکر ہونا تھا ہو گیا اب میں کسی اور کی نوکری کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ وہ کہتے ہیں ہم دونوں واپس آ گئے اور آپ کے دادا صاحب کو کہا کہ وہ تو کہتے ہیں کہ والد صاحب یونہی بے فائدہ فکر کر رہے ہیں میں نے تو جس کی نوکری کرنی تھی کر لی اب میں کسی اور کی نوکری کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس پر وہ کہتے ہیں کہ آپ کے دادا صاحب نے کہا اگر اس نے یہ کہا ہے تو خیر رہنے دو وہ جھوٹ نہیں بولا کرتا۔

پھر جب آپ بڑے ہوئے تو اُس وقت بھی ساری جائیداد آپ کے بھائی کے قبضہ میں رہی۔ آپ نے اُس میں سے اپنا حصہ نہ لیا۔ جائیداد خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی تھی بلکہ اب تک اس قدر جائیداد ہے کہ باوجود اس کے کہ ایک لمبے عرصے تک ہم اس کو بیچ کر کھاتے رہے ہیں، پھر بھی وہ لاکھوں روپیہ کی موجود ہے۔ غرض جائیداد تھی مگر وہ سب ہمارے تایا صاحب کے قبضہ میں تھی۔ بانی سلسلہ احمدیہ اس جائیداد میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ جب ہمارے تایا صاحب فوت ہو گئے تو آپ نے پھر بھی جائیداد نہ لی اور وہ تائی صاحبہ کے پاس چلی گئی۔ آپ کو کھانا ہماری تائی صاحبہ ہی بھجواتی تھیں اور چونکہ وہ آپ کی شدید مخالف تھیں ادھر آپ بہت بڑے مہمان نواز تھے اس لئے بسا اوقات جب آپ ہماری تائی صاحبہ کو کھلا بھیجتے کہ آج ایک مہمان آیا ہوا ہے اُس کے لئے بھی کھانا بھجوادیا جائے تو وہ صرف آپ کا کھانا بھجوادیتیں اور مہمان کے لئے کوئی کھانا نہ بھجواتیں۔ اس پر ہمیشہ آپ اپنا کھانا مہمان کو کھلا دیتے اور خود چنوں پر گزارہ کر لیتے۔

اُس زمانہ کے آدمی سنایا کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی مہمان آپ کے پاس آتا آپ



چُپ کر کے اپنا کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیتے اور خود بھوکے رہتے یا چنوں وغیرہ پر گزارہ کر لیتے۔ ایک شخص نے سنایا کہ میں ایک دفعہ قریباً چالیس دن تک آپؐ کا مہمان رہا۔ آپؐ باقاعدہ صبح وشام اندر سے جو کھانا آتا وہ مجھے کھلا دیتے اور آپؐ دانے چبا کر گزارہ کر لیتے۔ آپؐ خود فرماتے ہیں۔

لَفَاطِثُ الْمَوَائِدِ كَانَ أَكْلِي  
وَصِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَامَ الْأَهَالِي

کہ اے لوگو! تم کو یاد نہیں ایک دن میرا یہ حال تھا کہ دسترخوانوں کے بچے ہوئے ٹکڑے میرے کھانے میں آیا کرتے تھے یعنی دوسروں کے رحم و کرم پر میرا گزارہ تھا لیکن آج یہ حال ہے کہ میرے ذریعہ سے کئی خاندان پرورش پا رہے ہیں۔

ایسی حالت میں آپؐ کو خبر دی گئی کہ اسلام کی خدمت کے لئے خدا تعالیٰ نے آپؐ کو چُن لیا ہے۔ جس وقت یہ آواز آپؐ کے کان میں پڑی آپؐ کی حالت یہ تھی کہ اور لوگ تو الگ رہے خود قادیان کے لوگ بھی آپؐ کو نہیں جانتے تھے۔ میں نے خود قادیان کے کئی باشندوں سے سنا ہے کہ ہم سمجھتے تھے بڑے مرزا صاحب کا ایک ہی بیٹا ہے دوسرے کا ہمیں علم نہیں تھا۔ آپؐ اکثر مسجد کے حجرے میں بیٹھے رہتے اور دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے۔ اُس وقت خدا تعالیٰ نے آپؐ سے وعدہ فرمایا کہ وہ آپؐ کو بہت بڑی برکت دے گا اور آپؐ کا نام عزت کے ساتھ دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا۔ یہ الہام بھی ایک عجیب موقع پر ہوا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اہلحدیث کے ایک مشہور لیڈر تھے جب وہ نئے نئے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی سے پڑھ کر آئے تو اُس وقت حنیفوں کا بہت زور تھا اور اہلحدیث کم تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب جب تعلیم سے فارغ ہو کر بٹالہ میں آئے تو ایک شور مچ گیا کہ یہ مولوی لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے۔ اتفاقاً انہی دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے کسی کام کے لئے بٹالہ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے زور دیا کہ آپؐ چلیں اور مولوی محمد حسین صاحب سے بحث کریں کیونکہ وہ بزرگوں کی ہتک کرتا ہے اور اسلام پر تبر چلا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کے ساتھ جامع مسجد میں چلے گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی وہیں

موجود تھے۔ آپ نے اُن سے کہا کہ مولوی صاحب! مجھے معلوم نہیں آپ کے کیا عقائد ہیں۔ پہلے آپ اپنے عقائد بیان کریں اگر وہ غلط ہوئے تو میں ان کی تردید کروں گا اور اگر صحیح ہوئے تو انہیں تسلیم کر لوں گا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کھڑے ہو کر ایک مختصر تقریر کی جس میں بیان کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر، قرآن کریم پر اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن چونکہ خدا تعالیٰ کا ایک یقینی اور قطعی کلام ہے اس لئے ہم اسے سب سے مقدم قرار دیتے ہیں اور جو کچھ قرآن میں لکھا ہے اسے مانتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہمارے لئے قابل عمل ہے اور اگر کوئی حدیث قرآن کے مخالف ہو تو اس صورت میں ہم قرآن کریم کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں اور اگر کوئی بات ہمیں قرآن اور حدیث دونوں میں نظر نہ آئے تو پھر قرآن اور حدیث کی روشنی میں جو کچھ ہمیں سمجھ آئے اس پر ہم عمل کرتے ہیں۔ جب انہوں نے یہ تقریر کی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سن کر فرمایا یہ تو بالکل ٹھیک باتیں ہیں ان میں سے کسی کی تردید کی ضرورت نہیں۔

وہ ہزاروں آدمی جو آپ کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے اُن سب نے کھڑے ہو کر آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور بُرا بھلا کہنے لگے کہ تم ڈر پوک ہو، بزدل ہو، ہار گئے ہو۔ غرض آپ پر خوب نعرے کسے گئے۔ آپ گئے تھے ہزاروں کے ہجوم میں اور نکلے ایسی حالت میں جبکہ لوگ آپ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ گئے تھے ایسی حالت میں کہ لوگ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہتے جا رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ہم اسلام کا ایک پہلوان اپنے ساتھ لئے جا رہے ہیں مگر نکلے ایسی حالت میں کہ لوگ آپ کو ایک بھگوڑا قرار دے رہے تھے اور آپ کے خلاف نعرے کس رہے تھے۔ مگر آپ نے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور وہاں سے واپس چل پڑے۔ اُسی رات آپ پر الہام نازل ہوا کہ:-

”تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہو اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک

کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

غرض آپ پر یہ الہام ہوا اور آپ نے اُسی وقت اس الہام کو دنیا میں شائع کر دیا۔ تب دنیا میں چاروں طرف سے آپ کے خلاف آوازیں اٹھنی شروع ہو گئیں۔ بعضوں نے کہا مگر

ہے اور اس ذریعہ سے اپنی عزت بڑھانا چاہتا ہے، بعضوں نے کہا یہ شخص یونہی اسلام کی تائید کر رہا ہے ورنہ درحقیقت اسلام میں سچائی پائی ہی نہیں جاتی۔ غرض جو لوگ اسلام کے قائل تھے انہوں نے بھی اور جو لوگ اسلام کے قائل نہیں تھے انہوں نے بھی ہر رنگ میں آپ کی تضحیک شروع کر دی۔ اُس وقت خصوصیت سے پنڈت لیکھرام نے شور مچایا کہ یہ جو معجزات دکھانے کے دعوے کئے جا رہے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اگر اسلام سچا ہے، اگر قرآن سچا ہے اور اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تو ہمیں کوئی نشان دکھایا جائے۔ اسی طرح ایک منشی اندر من صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے انہوں نے بھی شور مچایا کہ یہ نشان نمائی کے دعوے سب غلط ہیں اگر اسلام کی صداقت میں نشان دکھایا جاسکتا ہے تو ہمیں نشان دکھایا جائے۔ اسی طرح قادیان کے ہندوؤں نے بھی یہ مطالبہ کیا اور مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ ان کے ہمنوا ہو گئے۔ چنانچہ انہی میں سے لدھیانہ کا ایک خاندان ہے جو اپنی مخالفت پر ہمیشہ فخر کیا کرتا ہے اُس کے خیال میں اُس کا یہ فعل قابل فخر ہے مگر ہمارے نزدیک یہ اس خاندان کی بد قسمتی ہے کہ وہ ابتدا سے جماعت احمدیہ کی مخالفت کر رہا ہے۔

بہر حال جب ان لوگوں نے بہت شور مچایا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! میرے ہاتھ پر اسلام کی تائید میں کوئی ایسا نشان دکھا جسے دیکھنے کے بعد ہر شخص یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو کہ ایسا نشان انسانی تدبیر اور کوشش سے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں یہ نشان ایسا ہو جو رسول کریم ﷺ اور قرآن کریم کی حقانیت کو روشن کرے اور خدا کا جلال دنیا میں ظاہر ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ ہوشیار پور جائیں اور وہاں اس مقصد کے لئے دعا کریں۔ اس پر آپ صرف تین آدمیوں کے ساتھ ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ ان میں سے ایک کھانا پکاتا تھا، ایک سودا لاتا تھا اور ایک دروازے پر بیٹھا رہتا تھا تاکہ کوئی شخص آپ سے ملنے کے لئے اندر نہ جائے۔ وہاں ایک مکان میں جو ان دنوں شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کا طویلہ کہلاتا تھا آپ فرودکش ہوئے۔

اب یہ مکان ایک معزز ہندو دوست سیٹھ ہرکشن داس صاحب کی ملکیت میں ہے۔ سیٹھ صاحب بڑے بھاری تاجر ہیں۔ ان کی چین میں بھی تجارت ہے اور بعض دوسرے ممالک میں بھی، ان کے چائے کے باغات بھی ہیں۔ غرض اس کے بالا خانہ پر بیٹھ کر آپ چالیس دن مسلسل اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا کرتے رہے کہ اے خدا! اسلام کی شوکت اور محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کے اظہار کے لئے مجھے کوئی ایسا نشان دے جو لوگوں کے لئے ناقابل انکار ہو اور جس کو دیکھ کر وہی لوگ انکار کر سکیں جو ضد کی وجہ سے ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ اُس وقت آپ پر وہ الہامات نازل ہوئے جو 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں درج ہیں۔ جس وقت آپ نے یہ اعلان کیا اُس وقت آپ کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہ تھا، جبکہ جماعت احمدیہ کا وجود بھی ابھی تک قائم نہیں ہوا تھا۔ یہ اشتہار 1886ء کا ہے اور آپ نے لوگوں سے بیعت اس اشتہار کے تین سال بعد 1889ء میں لی ہے۔ گویا بیعت سے تین سال پہلے 1886ء میں خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ تمہارے ہاں ایک بیٹا ہوگا اور وہ یہ یہ صفات اور کمالات اپنے اندر رکھتا ہوگا جیسا کہ میں ابھی اُن کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کروں گا۔ بہر حال آپ نے یہ پیشگوئی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت شائع فرمادی اور دنیا میں اعلان فرما دیا کہ میرے ہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اسلام کے عروج کا باعث ہوگا۔ جب آپ نے یہ پیشگوئی شائع فرمائی لوگوں نے شور مچا دیا کہ بیٹا ہونا کونسی بڑی بات ہے ہمیشہ لوگوں کے ہاں بیٹے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب آپ کو یہ الہام ہوا اُس وقت آپ کی عمر باون سال کی تھی اور اُس وقت آپ نے یہ بھی شائع فرما دیا تھا کہ میری اور بھی بہت سی اولاد ہوگی جن میں سے کچھ زندہ رہیں گے اور کچھ بچپن میں فوت ہو جائیں گے اور یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ چار لڑکوں کا میرے ہاں پیدا ہونا ضروری ہے۔ غرض آپ نے یہ پیشگوئی اُس وقت کی جب آپ کی عمر باون سال کی تھی اور 52 سال کی عمر میں خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن کی آئندہ اولاد ہونی بند ہو جاتی ہے لیکن اگر اولاد ہو بھی تو کون کہہ سکتا ہے کہ میرے ہاں بیٹے پیدا ہوں گے۔ یا اگر بیٹے ہوں تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ زندہ رہیں گے اور اگر بعض بیٹے زندہ بھی رہیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ چار ضرور ہوں گے۔ غرض کوئی شخص اپنی طرف سے ایسی بات نہیں کہہ سکتا جب تک خدا اُسے خبر نہ دے۔ بہر حال لوگوں نے اعتراض کیا کہ بیٹا ہونا کونسی بڑی بات ہے لوگوں کے ہاں ہمیشہ بیٹے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں اور کبھی کسی نے اس کو نشان قرار نہیں دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کہ اول تو میری عمر اس وقت بڑھاپے کی ہے۔ جوانی میں بھی انسان کی زندگی کا اعتبار نہیں ہوتا مگر بڑھاپے میں تو ایک دن کے لئے بھی انسان وثوق

کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ زندہ رہے گا کجا یہ کہ وہ اس قدر لمبا عرصہ رہے کہ اُس کے ہاں چار بیٹے پیدا ہو جائیں۔

پھر اصل سوال یہ نہیں کہ اس عمر میں بچے پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ بعض دفعہ سو سال کی عمر میں بھی انسان کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن کیا اس شان کا بیٹا بھی اتفاقی طور پر پیدا ہو سکتا ہے جس شان کا بیٹا پیدا ہونے کی میں خبر دے رہا ہوں۔ کیا یہ میرے اختیار کی بات ہے کہ میں بیٹا پیدا کروں اور وہ بیٹا بھی ایسا جو دنیا کے کناروں تک شہرت پائے اور خدا تعالیٰ کا کلام اُس پر نازل ہو۔ اگر ایسی پیشگوئی کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی طرف سے بنالی تو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب نَعُوذُ بِاللّٰهِ خُدا ہیں کیونکہ باتیں آپ نے وہ کہیں جو خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں کہہ سکتا اور اگر وہ خدا نہیں اور اگر مرزا صاحب کو خدا قرار دینا یقیناً شرک ہے، وہ اُس کے بندوں میں سے ایک بندے تھے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ باتیں جو انہوں نے کہیں ناممکن ہے کہ کوئی انسان اپنی طرف سے کہے اور پھر وہ پوری ہو سکیں۔ چنانچہ انہی پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی یہ بھی تھی کہ وہ لڑکا تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اس کے معنی اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سمجھ میں نہیں آئے مگر ان الفاظ میں جو بات بیان کی گئی تھی وہ 1889ء میں آ کر پوری ہو گئی۔ پیشگوئی میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اُس لڑکے کا نام محمود ہوگا اور چونکہ اُس کا ایک نام بشیر ثانی بھی رکھا گیا تھا اس لئے میرا پورا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا اور خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ وہ جو پیشگوئی میں بتایا گیا تھا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا یہ امر کئی رنگوں میں میرے ذریعہ سے پورا ہو گیا۔ چنانچہ انہی میں سے ایک بات یہ ہے کہ یہ پیشگوئی 1886ء میں شائع کی گئی تھی۔ پس 1886ء ایک، 1887ء دو، اور 1888ء تین اور 1889ء چار ہوئے اور 1889ء ہی وہ سال ہے جس میں میری پیدائش ہوئی۔ پس تین کو چار کرنے والے کا مطلب یہ تھا کہ آج سے چوتھے سال وہ لڑکا تولد ہوگا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے عین چوتھے سال 12 جنوری 1889ء کو میری پیدائش ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان شائع کیا کہ وہ جو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی وہ پیدا ہو گیا ہے۔ مگر ابھی اس بارے میں انکشاف تام نہیں ہوا کہ یہی وہ لڑکا ہے جس کا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ دیا گیا تھا یا وہ کسی اور وقت پیدا ہوگا اور آپ نے تقاضا کے طور پر میرا نام بشیر اور محمود رکھ دیا۔

پھر تین کو چار کرنے والی پیشگوئی ایک اور رنگ میں بھی میرے ذریعہ سے پوری ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی بیوی سے مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب دو بیٹے ہوئے تیسرا بیٹا ہماری والدہ سے بشیر احمد اول پیدا ہوا اور چوتھا میں پیدا ہوا۔ گویا پیشگوئی میں بتایا یہ گیا تھا کہ وہ چوتھا بیٹا ہوگا اور اپنی پیدائش کے ساتھ تین بیٹوں کو چار کر دے گا۔

اب یہ جو پیشگوئی ہے اس کے دو بہت بڑے اور اہم حصے ہیں۔ پہلا حصہ اس پیشگوئی کا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی تھی کہ میں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ اب خالی بیٹا ہونے سے آپ کا نام دنیا کے کناروں تک نہیں پہنچ سکتا تھا جب تک ایسے کام آپ سے ظاہر نہ ہوتے جن سے ساری دنیا میں آپ مشہور ہو جاتے۔ بعض بڑے بڑے مصنف ہوتے ہیں اور وہ ساری عمر تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا نام مشہور ہو جاتا ہے۔ بعض بڑے کام کرتے ہیں اور اس وجہ سے مشہور ہو جاتے ہیں۔ بعض بڑے بڑے چوروں اور ڈاکوؤں کے نام سے بھی لوگ آشنا ہوتے ہیں لیکن بہر حال ان کی اچھی یا بُری شہرت ساری دنیا تک نہیں ہوتی کسی ایک علاقہ یا ایک حصہ ملک میں ان کی شہرت ہوتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خبر دی تھی کہ وہ آپ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔

پس یہ پیش گوئی اسی صورت میں عظیم الشان پیش گوئی کہلا سکتی تھی جب آپ کی شہرت غیر معمولی حالات میں ہوتی، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ جب میں پیدا ہوا تو اس کے دو اڑھائی ماہ کے بعد آپ نے لوگوں سے بیعت لی اور اس طرح سلسلہ احمدیہ کی بنیاد دنیا میں قائم ہو گئی۔

23 مارچ 1889ء کو ہمارے سلسلہ کی بنیاد پڑی ہے اور اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو حالت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ تمام مسلمان آپ کے دشمن تھے۔ اپنے کیا اور بیگانے کیا، رشتہ دار کیا اور غیر رشتہ دار کیا، سب آپ کی مخالفت کرنے لگ گئے یہاں تک

کہ گورنمنٹ کی نظروں میں بھی آپ کا دعویٰ کھٹکنے لگا کیونکہ آپ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں مہدی ہوں اور مہدی کے متعلق مسلمانوں میں مشہور تھا کہ وہ گُفّار کا خون بہائے گا۔ پس گورنمنٹ کو شبہ پڑا کہ ایسا نہ ہو اس کے ذریعہ دنیا میں کوئی فساد پیدا ہو۔ چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے اُس وقت قادیان میں ہمیشہ ایک کانٹیل رہتا تھا اور جو شخص بھی آپ سے ملنے کے لئے آتا اُس کا نام نوٹ کر کے وہ گورنمنٹ کو اطلاع دے دیتا اور اگر کبھی کوئی سرکاری افسر احمدی ہو جاتا تو بالآخر اُسے اشاروں ہی اشاروں میں سمجھاتے کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ فرقہ اچھا نہیں سمجھا جاتا تمہیں اس میں شامل ہونے سے اجتناب اختیار کرنا چاہئے۔ یہ مخالفت آخر بڑھتے بڑھتے اتنی شدید ہوئی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بچپن سے آپ کے دوست تھے اور ہمیشہ آپ سے تعلقات رکھتے تھے جنہوں نے براہین احمدیہ پر ایک زبردست ریویو بھی لکھا تھا وہ بھی آپ کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں یہ الفاظ لکھے کہ میں نے اس شخص کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی اس کو گراؤں گا۔

اسی شہر لاہور کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مریض کی عیادت کیلئے سنہری مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور بند گاڑی میں سوار ہوئے۔ اُن دنوں بند گاڑی کو شکر م کہا جاتا تھا۔ جب آپ دہلی دروازہ سے روانہ ہوئے تو وہاں اُن دنوں ایک چبوترہ ہوا کرتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس چبوترے پر کھڑے ہو کر ایک شخص شور مچا رہا تھا کہ دیکھو! یہ شخص مرتد ہے، کافر ہے، اس پر پتھر پھینکو گے تو ثواب حاصل ہوگا اور اُس کے ارد گرد بہت بڑا ہجوم تھا۔ جب گاڑی قریب سے گزری تو لوگ آپ پر لغزنتیں ڈالنے لگے اور آوازیں کسنے لگے۔ بعض نے آپ پر پتھر بھی پھینکے اور گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میرے لئے بچپن کے لحاظ سے ایک عجیب بات تھی۔ میں نے گاڑی سے اپنا سر باہر نکالا اور میں نے دیکھا کہ اُس شخص کے پاس جو یہ شور مچا رہا تھا ایک اور شخص کھڑا تھا اور بڑا سا جُبه پہنے ہوئے تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی کوئی مولوی ہے مگر اُس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اُس پر زرد زرد ہلدی کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں میں نے دیکھا کہ وہ بڑے جوش سے اپنے ٹنڈے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا مرزا بٹھ گیا، مرزا بٹھ گیا۔ گویا وہ اپنے زخمی ہاتھ کو بھی دوسرے ہاتھ پر مار کر یہ سمجھتا تھا کہ وہ ایک ثواب کا کام کر رہا ہے۔

پھر یہیں لاہور میں میلارام کے منڈوہ میں 1904ء میں آپ کا ایک دفعہ لیکچر ہوا۔

محمود خان صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس کے والد رحمت اللہ خان صاحب اُن دنوں شہر کے کوتوال تھے انہوں نے پولیس کا بڑا اچھا انتظام کیا مگر پھر بھی چاروں طرف سے انہیں اس قدر فساد کی رپورٹیں پہنچیں کہ انہوں نے چھاؤنی سے گوراسپاہی منگوائے اور آپ کے آگے پیچھے کھڑے کر دیئے۔ پھر مجھے وہ نظارہ بھی خوب یاد ہے جبکہ قادیان میں جس کا واحد مالک ہمارا خاندان ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بائیکاٹ کیا گیا اور لوگوں کو آپ کے گھر کا کام کرنے سے روکا گیا، چوڑھوں کو کہا گیا کہ وہ صفائی نہ کریں، کمہاروں کو کہا گیا کہ وہ برتن نہ بنائیں، سقوں کو کہا گیا کہ وہ پانی نہ بھریں، نائیوں کو کہا گیا کہ وہ جامت نہ بنائیں، قلعی گروں کو کہا گیا کہ وہ آپ کے برتنوں پر قلعی نہ کریں۔ غرض نہ کوئی صفائی کرتا، نہ کوئی قلعی کرتا بڑی مصیبت سے اردگرد کے گاؤں والوں سے ان ضروریات کو پورا کیا جاتا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر آپ کی مسجد کے سامنے دیوار کھینچ دی گئی تاکہ کوئی شخص اس میں نماز پڑھنے کے لئے نہ آسکے۔

اسی طرح آپ پر مختلف قسم کے مقدمات دائر کئے گئے اور بڑوں اور چھوٹوں سب نے مل کر چاہا کہ آپ کو مٹا دیا جائے۔ یہاں تک کہ ایک پادری نے آپ پر اقدامِ قتل کا نہایت جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا اور ایک شخص کو پیش کیا جو کہتا تھا کہ مجھے مرزا صاحب نے اس پادری کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ آخر اسی شخص نے عدالت کے سامنے اقرار کیا کہ مجھے جھوٹ سکھایا گیا تھا تاکہ کسی طرح مرزا صاحب سزا یاب ہوں ورنہ وہ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ کرنل ڈگلس جو ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے اُن کے سامنے ہی مقدمہ پیش ہوا اور باوجود اس کے کہ یہ مقدمہ عیسائیوں کی طرف سے تھا اور اس بناء پر تھا کہ مرزا صاحب اسلام کی تائید کرتے اور عیسائیوں کو دجال قرار دیتے ہیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی عیسائیوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گواہی دینے کے لئے عدالت میں پیش ہوئے۔ یہ وہی شخص تھے جنہوں نے کہا تھا کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی انہیں گراؤں گا۔

مسٹر ڈگلس جن کے سامنے یہ کیس پیش ہوا (اور جو 25 فروری 1957ء کو لندن میں وفات پا گئے ہیں) پہلے ایسے متعصب عیسائی تھے کہ جب وہ گورداسپور آئے تو انہوں نے آتے



ہی اس بات پر اظہارِ تعجب کیا کہ ابھی تک اس شخص کو کیوں گرفتار نہیں کیا گیا جو اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا ہے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بٹالہ میں اُن کے سامنے پیش ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی اُن کی طبیعت پر ایسا اثر پڑا کہ اُنہیں یقین ہو گیا کہ یہ شخص مجرم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مسٹر ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے ڈاکس پر اپنے پہلو میں کرسی بچھوائی اور اُس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تشریف رکھنے کے لئے کہا۔ یہ وہی دن تھا جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت تھی وہ اس امید پر آئے تھے کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہوگی اور وہ ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔ مگر جب وہ اندر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ مدعی اور اُس کے ساتھی تو باہر کھڑے ہیں اور ملزم کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کو آگ لگ گئی اور انہوں نے ڈپٹی کمشنر سے کہا کہ میرے لئے بھی کرسی کا انتظام کیا جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو کیوں کرسی دی جائے۔ آپ ایک گواہ کی حیثیت سے آئے ہیں اور گواہوں کو کرسی نہیں ملا کرتی۔ اس پر وہ زیادہ اصرار کرنے لگے کہ نہیں مجھے ضرور کرسی دی جائے۔ مسٹر ڈگلس کہنے لگے میں نے کہہ جو دیا ہے کہ آپ کو کرسی نہیں ملے گی۔ اس پر بھی وہ خاموش نہ ہوئے اور کہنے لگے میں لاٹ صاحب کے پاس ملنے جاتا ہوں تو وہ بھی مجھے کرسی دے دیتے ہیں آپ مجھے کیوں کرسی نہیں دیتے۔ یہ سن کر ڈپٹی کمشنر کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا اگر ایک چوڑھا بھی ہم سے مکان پر ملنے کے لئے آئے تو ہم اُسے بھی کرسی دے دیتے ہیں مگر یہ عدالت کا کمرہ ہے یہاں تمہیں کرسی نہیں مل سکتی۔ وہ اس پر بھی خاموش نہ ہوئے اور پھر کرسی کے لئے اصرار کرنے لگے۔ آخر ڈپٹی کمشنر نہایت غصہ سے کہنے لگا بک بک مت کر، پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔

یہ اُس شخص کا حال ہوا جس نے کہا تھا کہ میں نے ہی اس شخص کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی اس کو گراؤں گا۔ وہاں سے اپنی ذلت کروا کے باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک کرسی پڑی ہوئی تھی اُس پر آ کر بیٹھ گئے۔ مگر مشہور ہے کہ نوکر آقا کے پیچھے چلتے ہیں۔ چڑاسی جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ اندر ڈپٹی کمشنر ان پر سخت ناراض ہوئے ہیں اُس نے جب دیکھا کہ برآمدہ میں یہ کرسی پر آ کر بیٹھ گئے ہیں تو وہ دَوڑا دَوڑا آیا اور آ کر کہنے لگا مولوی صاحب! کرسی سے اُٹھیے یہاں آپ کو بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ وہاں سے اُٹھے تو باہر ہجوم میں آ گئے۔ وہاں کسی

شخص نے زمین پر چادر بچھائی ہوئی تھی۔ یہ جاتے ہی اُس پر بیٹھ گئے اور خیال کیا کہ جب لوگ مجھے یہاں چادر پر بیٹھا دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ مجھے کمرہ عدالت میں بھی اچھی جگہ ملی ہو گی۔ مگر وہ جس نے خدا کے مأمور کے متعلق کہا تھا کہ میں نے ہی اسے بڑھایا ہے اور اب میں ہی اسے نیچے گراؤں گا خدا نے اُسے یہاں بھی ذلیل کیا۔ ابھی وہ چادر پر بیٹھے ہی تھے کہ ایک باغیرت مسلمان دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا میری چادر پلید مت کرو تم ایک مسلمان کے خلاف ایک عیسائی کے حق میں گواہی دینے آئے ہو۔ آخر مولوی صاحب کو وہاں سے بھی ذلت کے ساتھ اٹھنا پڑا۔

پھر میں نے خود انہی مولوی محمد حسین صاحب کو اس حالت میں دیکھا کہ عجز اور مسکنت ان کی صورت سے ظاہر ہوتی تھی۔ میں ایک دفعہ بٹالہ گیا تو وہ کسی کام کے لئے مجھ سے ملنے کے لئے آئے مگر انہیں شرم آتی تھی کہ جس شخص کی ساری عمر میں شدید مخالفت کرتا رہا اُس کے بیٹے سے کس طرح ملوں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ کمرے میں آتے اور پھر گھبرا کر نکل جاتے پھر آتے اور پھر گھبرا کر نکل جاتے چار پانچ دفعہ انہوں نے اسی طرح کیا۔

ہمارے ہاں ایک ملازم ہوا کرتا تھا پیرا اُس کا نام تھا وہ بالکل اَن پڑھ اور جاہل تھا۔ نماز تک اُسے یاد نہیں ہوتی تھی بیسیوں دفعہ اُسے یاد کرائی گئی مگر وہ ہمیشہ بھول جاتا۔ اُسے کبھی تاریخیں دے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بٹالہ بھجوا دیا کرتے تھے یا کوئی پٹی آتی تو اُسے چھڑوانے کے لئے اُسے بٹالہ بھجوا دیا جاتا۔ ایک دفعہ اسی طرح وہ کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ گیا ہوا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب اُسے مل گئے۔ مولوی صاحب کی عادت تھی کہ وہ اسٹیشن پر جاتے اور لوگوں کو قادیان جانے سے روکا کرتے ایک دن انہیں اور کوئی آدمی نہ ملا تو پیرے کو ہی انہوں نے پکڑ لیا اور کہنے لگے۔ پیرے تم مرزا صاحب کے پاس کیوں رہتے ہو وہ تو کافر اور بے دین ہیں۔ وہ کہنے لگا مولوی صاحب میں تو پڑھا لکھا آدمی نہیں نماز تک مجھے نہیں آتی کئی دفعہ لوگوں نے مجھے سکھائی ہے مگر مجھے یاد نہیں ہوتی پس مجھے مسائل تو آتے ہی نہیں لیکن ایک بات ضرور ہے جو میں نے دیکھی ہے۔ مولوی صاحب کہنے لگے وہ کیا؟ پیرے نے کہا میں ہمیشہ تاریخیں دینے یا بلٹیاں لینے کے لئے بٹالے آتا رہتا ہوں اور جب بھی یہاں آتا ہوں آپ کو یہاں پھرتے اور لوگوں کو ورغلا تے دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص قادیان نہ جائے۔ مولوی صاحب!

اب تک آپ کی اس کوشش میں شاید کئی جوتیاں بھی گھس گئی ہوں گی مگر کوئی شخص آپ کی بات نہیں سنتا۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے حجرے میں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر بھی ساری دنیا ان کی طرف کھنچی چلی جاتی ہے۔ آخر ان کے پاس کوئی سچائی ہے تبھی تو ایسا ہو رہا ہے ورنہ لوگ آپ کی بات کیوں نہ سنتے۔

(میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 199 تا 212)

## خلوت نشینی

کبھی وہ وقت تھا کہ وہ شخص جس کے متعلق بعض دفعہ اس کے والد کے گہرے دوست بھی اس کا نام سن کا کہا کرتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا کوئی اور بیٹا بھی ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے والد کے دوستوں میں سے کئی ایسے تھے جو سالہا سال کی ملاقات کے بعد یہ معلوم نہ کر سکے تھے کہ مرزا غلام قادر صاحب کے سوا ان کا کوئی اور بیٹا بھی ہے کیونکہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ گوشہ تنہائی میں رہتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے عادی تھے۔

(افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1934ء، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 308)

## خاندان کی نسلیں منقطع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا گیا کہ تیرے سوا اس خاندان کی نسلیں منقطع ہو جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب اس خاندان میں سے وہی لوگ باقی ہیں جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اور باقی سب کی نسلیں منقطع ہو گئی ہیں۔

جس وقت حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کیا اس وقت خاندان میں ستر کے قریب مرد تھے لیکن اب سوائے ان کے جو حضرت مسیح موعودؑ کی جسمانی یا روحانی اولاد ہیں ان ستر میں سے ایک کی بھی اولاد نہیں ہے۔ (الفضل 17 اکتوبر 1919ء جلد 7 نمبر 28 صفحہ 7-8)

## مطالعہ کی عادت

آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ آپ کے والد نہایت افسردہ ہو جاتے تھے اور کہتے

تھے کہ میرے بعد اس لڑکے کا کس طرح گزارہ ہوگا اور اس بات پر ان کو سخت رنج تھا کہ یہ اپنے بھائی کا دست نگر رہے گا اور کبھی کبھی وہ آپ کے مطالعہ پر چڑ کر آپ کو ملاں بھی کہہ دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمارے گھر میں ملاں کہاں سے پیدا ہو گیا ہے لیکن باوجود اس کے خود ان کے دل میں بھی آپ کا رعب تھا۔ اور جب کبھی وہ اپنی دنیاوی ناکامیوں کو یاد کرتے تھے تو دینی باتوں میں آپ کے استغراق کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور اس وقت فرماتے تھے کہ اصل کام تو یہی ہے جس میں میرا بیٹا لگا ہوا ہے لیکن چونکہ ان کی ساری عمر دنیا کے کاموں میں گذری تھی اس لئے افسوس کا پہلو غالب رہتا تھا مگر حضرت مرزا صاحب اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے بلکہ کسی کسی وقت قرآن و حدیث اپنے والد صاحب کو بھی سنانے کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ اور یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ باپ اور بیٹا دو مختلف کاموں میں لگے ہوتے تھے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو شکار کرنا چاہتا تھا۔ باپ چاہتا تھا کہ کسی طرح بیٹے کو اپنے خیالات کا شکار کرے اور دنیاوی عزت کے حصول میں لگا دے اور بیٹا چاہتا تھا کہ اپنے باپ کو دنیا کے خطرناک پھندہ سے آزاد کر کے اللہ تعالیٰ کی محبت کی لو لگا دے۔ غرض یہ عجیب دن تھے جن کا نظارہ کھینچنا قلم کا کام نہیں۔“ (رسالہ ریویو آف ریلینجز اردو جلد 15 نمبر 9 ستمبر 1916ء صفحہ 333)

### خدمت دین کی لگن

مجھے سب سے زیادہ ایک بوڑھے شخص کی شہادت پسند آیا کرتی ہے۔ یہ ایک سکھ ہے جو آپ کا بچپن کا واقف ہے۔ وہ آپ کا ذکر کر کے بے اختیار رو پڑتا ہے۔ اور سنایا کرتا ہے کہ ہم کبھی آپ کے پاس آ کر بیٹھتے تھے تو آپ ہمیں کہتے تھے کہ جا کر میرے والد صاحب سے سفارش کرو کہ مجھے خدا اور دین کی خدمت کرنے دیں اور دنیاوی کاموں سے معاف رکھیں۔ پھر وہ شخص یہ کہہ کر رو پڑتا کہ ”وہ تو پیدائش سے ہی ولی تھے۔“

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ انوار العلوم جلد 8 صفحہ 207)

### محبت الہی

جب آپ (حضرت مسیح موعودؑ) کی عمر نہایت چھوٹی تھی تو اس وقت آپ ایک اپنی ہم

سن لڑکی کو جس سے بعد میں آپ کی شادی بھی ہوگئی کہا کرتے تھے کہ ”نا مرادے دعا کر کہ خدا میرے نماز نصیب کرے۔“ اس فقرہ سے جو نہایت بچپن کی عمر کا ہے پتہ چلتا ہے کہ نہایت بچپن کی عمر سے آپ کے دل میں کیسے جذبات موجزن تھے اور آپ کی خواہشات کا مرکز کس طرح خدایہی خدا ہو رہا تھا۔

(رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو بابت ماہ ستمبر 1916ء جلد 15 نمبر 9 صفحہ 328)

### بکریاں چروانا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن کا واقعہ ہے۔ ایک غیر احمدی جواب فوت ہو چکا ہے اس نے سنایا کہ حضرت صاحب جب بچہ تھے گاؤں سے باہر شکار کے لئے گئے اور شکار کے لئے پھندا تیار کرنے لگے، پھر اس خیال سے کہ کھانا کھانے کے لئے گھر نہیں جا سکیں گے ایک دھیلہ ایک بکری چرانے والے کو دیا کہ جا کر چنے بھنوالاؤ (اس زمانہ میں روپیہ کی بہت قیمت تھی اور کوڑیوں سے بھی خرید و فروخت ہو کرتی تھی) اور اس سے وعدہ کیا کہ میں اتنی دیر تمہاری بکریوں کا خیال رکھوں گا۔ وہ شخص جا کر کسی کام میں لگ گیا اور وہ واپس نہ آیا۔ ایک دوسرے شخص نے دیکھ کر کہا کہ آپ اس قدر دیر سے انتظار کر رہے ہیں۔ میں جا کر اسے بھیجوں اور یہ شخص جا کر اس لڑکے کو تلاش کرتا رہا اور کہیں شام کے قریب اسے جا ڈھونڈا اور آپ شام تک بکریاں چرایا کئے اور اپنے وعدہ پر قائم رہے۔ جب وہ آیا تو آپ اس پر ناراض بھی نہ ہوئے۔ یہ اخلاق ہیں جو جیننے والوں میں ہوتے ہیں نہ یہ کہ عمر آخر ہونے کو آئی ہے اور ہر کام میں سستی، ہر کام میں غفلت، کوئی ہوشیار کرے تو ہوشیار ہوں ورنہ پھر غفلت کی حالت میں چلے جائیں۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 368)

### میں نے جس کا نوکر ہونا تھا ہو چکا

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے ایام جوانی میں آپ کے والد صاحب اور ہمارے دادا صاحب اکثر اوقات افسوس کا اظہار کیا کرتے تھے کہ میرا ایک بچہ تو لائق ہے۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے بھائی اور ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب) مگر دوسرا لڑکا (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

نالائق ہے کوئی کام نہ اسے آتا ہے اور نہ وہ کرتا ہے۔ مجھے فکر ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ کھائے گا کہاں سے؟

یہاں سے جنوب کی طرف ایک گاؤں ہے، کابلواں اس کا نام ہے وہاں کا ایک سکھ مجھ سے اکثر ملنے آیا کرتا تھا اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی محبت تھی کہ باوجود سکھ ہونے کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر جا کر سلام کیا کرتا تھا۔ دعا کا طریق ان میں نہیں۔ خلافت کے ابتدائی ایام میں جبکہ 9-10 ہجے کے قریب ڈاک آیا کرتی تھی اور میں مسجد مبارک میں بیٹھ کر ڈاک دیکھا کرتا تھا ایک دن وہ سکھ اس وقت جبکہ میں ڈاک دیکھ رہا تھا آیا اور مسجد مبارک کی سیڑھیوں پر سے ہی مجھے دیکھ کر چیخ مار کر کہنے لگا۔ آپ کی جماعت نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ مجھے چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے تعلقات کا علم تھا۔ میں نے اسے محبت سے بٹھایا اور پوچھا کیا ہوا ہے۔ آپ بیان کریں اگر میری جماعت کے کسی شخص نے آپ کو کسی قسم کی تکلیف اور دکھ دیا ہے تو میں اسے سزا دوں گا۔ میرے یہ کہنے پر اس نے جو دکھ بتایا وہ یہ تھا کہ میں مرزا صاحب کی قبر پر متھا ٹیکنے کے لئے گیا تھا۔ مگر مجھے متھا ٹیکنے نہیں دیا گیا۔ میں نے کہا ہمارے ہاں یہ شرک ہے اور ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اس نے کہا۔ اگر آپ کے مذہب میں یہ بات ناجائز ہے تو آپ نہ کریں مگر میرے مذہب سے آپ کو کیا واسطہ مجھے کیوں نہ متھا ٹیکنے دیا جائے۔ جب اس کا جوش ٹھنڈا ہوا تو کہنے لگا۔ ہمارا آپ کے خاندان سے پرانا تعلق ہے، میرا باپ بھی آپ کے دادا صاحب کے پاس آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جب وہ آیا تو میں اور میرا ایک بھائی بھی ساتھ تھے۔ اس وقت ہم چھوٹی عمر کے تھے، آپ کے دادا صاحب اس وقت افسوس سے میرے باپ کو کہنے لگے۔ مجھے بڑا صدمہ ہے، اب میری موت کا وقت قریب ہے، میں اپنے اس لڑکے کو بہت سمجھاتا ہوں کہ کوئی کام کرے، مگر یہ کچھ نہیں کرتا۔ کیا میرے مرنے کے بعد یہ اپنے بھائی کے ٹکڑوں پر پڑا رہے گا۔ پھر کہنے لگے لڑکے لڑکوں کی باتیں مان لیتے ہیں اور ہم دونوں بھائیوں سے کہا۔ تم جا کر اسے سمجھاؤ، اور پوچھو کہ اس کی مرضی کیا ہے؟ ہم دونوں بھائی گئے۔ دوسرے بھائی کو تو میں نے نہیں دیکھا وہ پہلے فوت ہو چکا تھا مگر جس نے یہ بیان کیا وہ مجھ سے ملتا رہتا تھا۔ اس نے بتایا ہم آپ کے والد صاحب کے پاس گئے اور جا کر کہا آپ کے باپ کو شکوہ ہے کہ آپ کوئی کام نہیں کرتے۔ نہ کوئی

ملازمت کرنا چاہتے ہیں اس سے اُن کے دل پر بہت صدمہ ہے آپ ہمیں بتائیں، آپ کا ارادہ کیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات سن کر فرمایا بڑے مرزا صاحب خواہ مخواہ فکر کرتے ہیں میں نے جس کا نوکر ہونا تھا اس کا نوکر ہو چکا ہوں۔ ہم نے آکر بڑے مرزا صاحب سے کہہ دیا کہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ مجھے جس کا نوکر ہونا تھا ہو چکا اس پر آپ کے دادا صاحب نے کہا۔ اگر وہ یہ کہتا ہے تو ٹھیک کہتا ہے۔

(الفضل 31 دسمبر 1933ء جلد 21 نمبر 78 صفحہ 3)

### مقدمات میں پیش ہونا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد مرحوم بہت مدبر اور لائق آدمی تھے مگر دنیا دارانہ رنگ رکھتے تھے جب آپ جوان تھے تو آپ کے والد صاحب مرحوم کو ہمیشہ آپ کے متعلق یہ فکر رہتی تھی کہ یہ لڑکا سارا دن مسجد میں بیٹھا رہتا ہے اور کتابیں پڑھتا رہتا ہے یہ بڑا ہو کر کیا کرے گا اور کس طرح اپنی روزی کما سکے گا؟ آپ کے والد صاحب مرحوم آپ کو کئی کاموں کی انجام دہی کے لئے بھیجتے مگر آپ چھوڑ کر چلے آتے یہاں تک کہ زمین کے مقدمات کے بارہ میں ان کو آپ کے خلاف شکایت رہتی تھی کہ وقت پر نہیں پہنچتے۔ ایک دفعہ آپ کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے گئے تو عین پیشی کے وقت آپ نے نماز شروع کر دی۔ جب آپ نماز ختم کر چکے تو کسی نے آکر کہا آپ کا مقدمہ تو آپ کی غیر حاضری کی وجہ سے خارج ہو گیا ہے آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِس سے بھی جان چھوٹی۔ جب آپ گھر پہنچے تو والد صاحب مرحوم نے ڈانٹا اور کہا تم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ مقدمہ کی پیشی کے وقت عدالت میں حاضر رہو۔ آپ نے فرمایا نماز مقدمہ سے زیادہ ضروری تھی (گو مقدمہ کے متعلق میں نے سنا ہے کہ بعد میں معلوم ہوا کہ مقدمہ آپ کے حق میں ہی ہو گیا تھا۔)

کا ہنواؤں کے دو بھائی جو سکھ تھے ان کو آپ کے ساتھ عشق تھا وہ ہمیشہ آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور باوجود سکھ ہونے کے وہ آپ کے بہت زیادہ معتقد تھے آپ کی وفات کے بعد ایک دفعہ میں نماز پڑھا کر اندر جانے لگا تو انہی دونوں بھائیوں میں سے ایک نے مجھے روک لیا اور کہا خدا کے لئے آپ اپنی جماعت کے لوگوں کو روکیں کہ وہ ہم پر ظلم نہ کریں۔ میں حیران ہوا کہ ہماری جماعت کے لوگوں نے آپ پر کیا ظلم کیا ہے؟ میں نے اُسے تسلی دی اور کہا کہ اگر

کسی نے کوئی ایسی حرکت کی ہے تو میں اُسے سزا دوں گا تم بتاؤ کہ کس نے تمہارے ساتھ ظلم کیا ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر گیا تھا اور میں نے وہاں سجدہ کرنا چاہا لیکن آپ کے آدمیوں نے روک دیا۔ میں نے کہا یہ چیز تو ہمارے مذہب میں ناجائز ہے اسی لئے انہوں نے آپ کو روکا ہے۔ وہ کہنے لگا آپ کے مذہب میں بیشک ناجائز ہے مگر ہمارے مذہب میں تو ناجائز نہیں۔ اس سے ان کی محبت کا پتہ لگتا ہے ان بھائیوں نے خود مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک واقعہ سنایا اور کہا کہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ہماری دوستی تھی اور ہم اکثر ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے ایک دفعہ آپ کے دادا نے جب ہم اپنے باپ کے ساتھ آئے ہمیں کہا کہ میں نے تو غلام احمد (مسیح موعود) کو بہت سمجھایا ہے مگر اس کی اصلاح نہیں ہوتی یہ سارا سارا دن مسجد میں بیٹھا رہتا ہے بڑا ہو کر کیا کرے گا؟ کیا یہ اپنے بھائی کے ٹکڑوں پر جئے گا؟ میرا خیال ہے کہ تم اس کے بھولی ہو اور ہم عمر ہو تم جا کر اس کو سمجھاؤ شاید تمہارے کہنے سے سمجھ جائے۔ چنانچہ ہم آپ کے پاس گئے اور ان کو سمجھانا شروع کیا جب ہم بات ختم کر چکے تو آپ نے کہا والد صاحب تو یونہی گھبراتے ہیں میں نے جس کی نوکری کرنی تھی کر لی ہے۔ وہ سکھ سنایا کرتے تھے کہ ہم نے جب آپ کا یہ جواب آپ کے والد صاحب کو جا کر سنایا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے کہا غلام احمد کبھی جھوٹ نہیں بولتا اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے جس کی نوکری کرنی تھی کر لی ہے تو وہ ضرور سچ کہتا ہوگا۔

پس مؤمن صرف اللہ کی نوکری کرتا ہے عام طور پر لوگ سترہ اٹھارہ روپیہ پر فوجوں میں بھرتی ہوتے ہیں اور اسی حقیر رقم کے لئے اپنی جانیں لڑا دیتے ہیں تو کیا ایک مومن اسلام کی خاطر اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے تیار نہ ہوگا؟ ہوگا اور ضرور ہوگا کیونکہ مومن جانتا ہے کہ وہ خدا کا مینار ہے جس کی روشنی میں دنیا کی تمام تاریکیاں اور ظلمتیں دُور ہو جاتی ہیں۔

(انصاف پر قائم ہو جاؤ، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 603، 604)

### والد صاحب کے مقدمات کی پیروی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے والد کے دوستوں میں سے کئی ایسے تھے جو ساہا سال کی ملاقات کے بعد یہ معلوم نہ کر سکتے تھے کہ مرزا غلام قادر صاحب کے سوا ان کا کوئی اور بیٹا بھی ہے کیونکہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ گوشہ تنہائی میں رہتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے



کے عادی تھے۔ اس وقت ہمارے ایک دوست سٹیج پر میرے پاس ہی بیٹھے ہیں۔ وہ سنایا کرتے ہیں۔ ابتدائے ایام میں یعنی اپنی ابتدائی زندگی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے والد صاحب مقدمات کی پیروی کے لئے بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک اہم مقدمہ چل رہا تھا جس کی کامیابی پر خاندانی عزت اور خاندان کے وقار کا انحصار تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے والد صاحب نے لاہور بھیج دیا کہ وہاں جا کر پیروی کریں چنانچہ آپ لمبا عرصہ جو مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے قریب تھا لاہور رہے۔ قادیان کے سید محمد علی شاہ صاحب لاہور میں رہتے تھے ان کے پاس آپ ٹھہرے اور انہوں نے اپنے ایک دوست کی گاڑی کا انتظام کر دیا کہ جب چیف کورٹ کا وقت ہو آپ کو وہاں پہنچا آیا کرے اور جب وقت ختم ہو جائے آپ کو لے آئے۔ یہ بیان کرنے والے دوست کے والد صاحب کی گاڑی تھی۔ کئی دنوں کے انتظار کے بعد جب فیصلہ سنایا گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گاڑی کے پہنچنے سے پہلے ہی سید محمد علی شاہ صاحب کے گھر آ گئے۔ سید صاحب نے پوچھا۔ آج آپ گاڑی کے پہنچنے سے پہلے ہی آ گئے؟ آپ بڑے خوش خوش تھے۔ فرمانے لگے مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا ہے اس لئے میں پہلے ہی آ گیا۔ سید صاحب نے آپ کی خوشی کو دیکھ کر سمجھا مقدمہ میں کامیابی ہوئی ہوگی مگر جب پوچھا کہ کیا مقدمہ جیت گئے؟ تو آپ نے فرمایا۔ مقدمہ تو ہار گئے مگر اچھا ہوا جھگڑا تو مٹا، اب ہم اطمینان سے خدا تعالیٰ کو یاد کر سکیں گے۔ یہ سن کر سید صاحب بہت ناراض ہوئے۔ اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ نہیں کیا تھا اور جب آپ نے دعویٰ کیا تو بھی کچھ عرصہ تک سید صاحب مخالف رہے۔ انہوں نے ناراض ہو کر کہا۔ اس مقدمہ کے ہار جانے سے تو آپ کے خاندان پر تباہی آ جائے گی اور آپ خوش ہو رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ نے کہا تھا وہ پورا ہو گیا۔ تو دعویٰ سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حالت تھی۔ آپ دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے۔ آپ فرماتے اسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک اس نے مجھے مجبور نہیں کر دیا کہ دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوں اس وقت تک میں نے دنیا کی طرف توجہ نہ کی۔ گویا روحانی طور پر آپ غار حرا میں رہتے تھے جس میں رہتے ہوئے آپ کو دنیا کی کوئی خبر نہ تھی اور دنیا کو آپ کی کوئی خبر نہ تھی۔

## باقاعدہ نماز پڑھنے کی عادت

سید منظور علی شاہ صاحب کے والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ اوائل کے واقف تھے۔ ان کے تعلقات ملک غلام محمد صاحب کے والد صاحب کے ساتھ بہت گہرے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت ملک صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔ شاہ صاحب ایام جوانی میں لاہور نوکر تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب لاہور جاتے تو ان کے پاس ٹھہرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقدمہ ہارنے کا جو واقعہ لکھا ہے اس میں انہی کا ذکر ہے۔ آپ مقدمہ کا فیصلہ سننے کے لئے لاہور گئے ہوئے تھے اور روزانہ چیف کورٹ میں جاتے تھے۔ ایک دن خوش خوش واپس آئے تو شاہ صاحب نے کہا کیا مقدمہ جیت آئے؟ آپ نے فرمایا۔ مقدمہ تو نہیں جیتا مگر اچھا ہوا حکم سنا دیا گیا کیونکہ وہاں جانے کی وجہ سے نمازیں پڑھنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابھی دعویٰ نہ کیا تھا۔ شاہ صاحب نے غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ آپ کے باپ کا اتنا بڑا نقصان ہو گیا ہے اور آپ خوش ہو رہے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ نہایت ابتدائی زمانہ سے شاہ صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلقات تھے اور بہت محبت رکھتے تھے۔ آج ان کی پوتی کی شادی ہے۔“  
(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 455)

## سیالکوٹ ملازمت میں حکمت

خدا تعالیٰ جو آپ کو سیالکوٹ لے گیا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو گھر میں کھانے کو نہ ملتا تھا اور معاش کے لئے آپ کو کسی نوکری کی تلاش تھی۔ خدا کے فضل سے گورنمنٹ ہمارے خاندان کو رو سائے پنجاب میں شمار کرتی ہے۔ ہماری جائیداد کو دیکھ لو قادیان کے ہم مالک ہیں اور ان لوگوں سے قبل جنہوں نے سکونت کی غرض سے ہم سے زمین خریدی کسی کی چپہ بھر زمین بھی وہاں نہ تھی۔ اس کے علاوہ تین اور گاؤں ہماری ملکیت ہیں اور دو میں تعلقہ داری ہے۔ پس سوچنا چاہئے کہ اگر مرزا صاحب نے نوکری کی تو ضرور اس میں کوئی اور غرض ہوگی آپ کے دل کی یا خدا تعالیٰ کی اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں دونوں کی ایک ایک غرض تھی۔ حضرت مرزا صاحب کی ایک تحریر ملی ہے جو آپ نے والد صاحب کے نام لکھی تھی۔ آپ کے والد صاحب

آپؐ کو دنیوی معاملات میں ہوشیار کرنے کیلئے مقدمات وغیرہ میں مصروف رکھنا چاہتے تھے اور آپؐ کی جو تحریر ملی ہے اس میں آپؐ نے اپنے والد صاحب کو لکھا ہے کہ دنیا اور اس کی دولت سب فانی چیزیں ہیں مجھے ان کاموں سے معذور رکھا جائے۔ مگر انہوں نے جب آپؐ کا پیچھا نہ چھوڑا تو آپؐ سیالکوٹ چلے گئے کہ دن کو تھوڑا سا کام کر کے رات کو بے فکری کے ساتھ ذکر الہی کر سکیں۔ دوسری حکمت اس میں یہ ہے کہ قادیان سارا ہماری ملکیت ہے اور اب بھی جن لوگوں نے وہاں زمینیں لی ہیں وہ سب احمدی ہیں اس لحاظ سے بھی گویا وہاں کے لوگ ہماری رعایا ہیں۔ اس لئے وہاں کے لوگوں کی حضرت مرزا صاحب کے متعلق شہادت پر کوئی کہہ سکتا تھا کہ ”خواجہ کا گواہ مینڈک“ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سیالکوٹ لا ڈالا۔ جہاں آپؐ کو غیروں میں رہنا پڑا اور اس طرح خدا تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ ناواقف لوگوں میں سے وہ لوگ جن پر آپؐ یا آپؐ کے خاندان کا کوئی اثر نہ ہو۔ آپؐ کی پاکیزہ زندگی کے لئے شاہد کھڑے کئے جائیں۔ پھر سیالکوٹ پنجاب میں عیسائیوں کا مرکز ہے وہاں آپؐ کو ان سے مقابلہ کا بھی موقع مل گیا۔ آپؐ عیسائیوں سے مباحثات کرتے رہتے تھے اور مسلمانوں نے آپؐ کی زندگی کو دیکھا۔ قادیان کے لوگوں کو آپؐ کے مزارع کہا جاسکتا تھا مگر سیالکوٹ کے لوگوں کی یہ حیثیت نہیں تھی۔ وہاں کے تمام بڑے بڑے مسلمان آپؐ کی علوشان کے معترف ہیں۔ مولوی میر حسن صاحب جو ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے استاد تھے اور جن کے متعلق ڈاکٹر صاحب ہمیشہ اظہار عقیدت کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ آخر تک سلسلہ کے مخالف رہے مگر وہ ہمیشہ اس بات کے معترف تھے کہ مرزا صاحب کا پہلا کیریئر بے نظیر تھا اور آپؐ کے اخلاق بہت ہی اعلیٰ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سیالکوٹ میں معمولی نوکری اس غرض سے کرائی تھی اس زمانہ میں عیسائیوں کا بڑا رعب ہوتا تھا۔ اب تو کانگریس نے اسے بہت کچھ مٹا دیا ہے اس زمانہ میں پادریوں کا رعب بھی سرکاری افسروں سے کم نہ تھا اور اعلیٰ افسر تو الگ رہے ادنیٰ ملازموں تک کی یہ حالت تھی کہ چٹھی رساں دیہات میں بڑی شان سے جاتے اور کہتے لاؤ مٹھائی کھلاؤ تمہارا خط لایا ہوں۔ تو اس وقت پادریوں کا بہت رعب تھا لیکن جب سیالکوٹ کا انچارج مشنری ولایت جانے لگا تو وہ حضرت مرزا صاحب کے ملنے کے لئے خود پکھری آیا۔ ڈپٹی کمشنر اسے دیکھ کر اس کے استقبال کے لئے آیا اور دریافت کیا کہ آپ کس طرح تشریف لائے ہیں؟ کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں مگر اس نے کہا۔ میں صرف آپ کے اس منشی سے ملنے آیا ہوں۔ یہ ثبوت تھا اس امر کا کہ آپؐ کے مخالف بھی تسلیم کرتے

تھے کہ یہ ایک ایسا جوہر ہے جو قابل قدر ہے۔

(تحقیق حق کا صحیح طریق، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 407 تا 408)

### سید میر حسن صاحب کی سچی گواہی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں قریباً دو سال رہے ہیں اور وہاں کے لوگ جو رات دن آپ کی مجلس میں رہے، ان سے آپ نے کبھی ایسی بات نہ کہی۔ کبھی تو ایک گھنٹہ کی ملاقات میں سید چمن شاہ صاحب سے کہی۔ سیالکوٹ کے لوگوں پر آپ کی زندگی کا جو اثر تھا وہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سید میر حسن صاحب جو ایک بہت مشہور شخص گزرے ہیں ڈاکٹر سراقبال بھی ان کے شاگردوں میں سے ہیں، سیالکوٹ اور پنجاب کا علمی طبقہ ان کی عظمت، صاف گوئی اور سچائی کا قائل ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قیام سیالکوٹ کے ہر وقت کے ساتھی تھے وہ نیچری تھے اور سرسید کے متبع تھے اور آخر تک احمدیت کے مخالف رہے ہیں۔ مگر جب بھی کسی نے آپ کی قبل از بعثت زندگی پر اعتراض کیئے، انہوں نے ہمیشہ اس کی تردید کی اور عَلٰی الْاِغْلَانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بزرگی اور نیکی اور اسلام سے محبت کا ذکر کرتے رہے۔ پس کیا یہ عجیب بات نہیں کہ سیالکوٹ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لمبے عرصہ تک رہے وہاں کے لوگ تو آپ کی زندگی میں کوئی عیب نہ نکال سکے بلکہ آپ کی بزرگی اور ولایت کے قائل رہے لیکن یہ سید محمد مظہر کہتا ہے کہ قادیان کی واپسی کے وقت سید چمن شاہ صاحب سے آپ راستہ میں یہ بات کہتے آئے کہ انسان ذرا ڈھیٹھ بن جائے تو نبی بن سکتا ہے۔ دراصل یہ الفاظ کہہ کر اس شخص نے اپنی گندی فطرت کا اظہار کیا ہے اور اُس ڈھیٹھ پن کا مظاہرہ کیا ہے جو اس کے اندر موجود ہے۔ غرض احرار کی طرف سے گالیوں میں کمی نہیں آئی بلکہ ان میں زیادتی ہو رہی ہے۔ گالیاں دی جاتی ہیں اور اتنی ناپاک اور گندی گالیاں دی جاتی ہیں کہ کوئی انسان انہیں سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ اس کے مقابلہ میں حکومت خاموش ہے اور مسلسل خاموش ہے حالانکہ اگر یہی گالیاں حضرت مسیح ناصری کو دی جائیں، اگر یہی گالیاں حضرت کرشن کو دی جائیں اور اگر یہ گالیاں سکھوں کے گروؤں کو دی جائیں تو گورنمنٹ کے حلقہ ہائے اعلیٰ تھرا جائیں اور ملک میں فساد اور خونریزی کی ایسی رو پیدا ہو جائے جس کا سنبھالنا حکومت کے بس میں نہ ہو مگر کیا چیز ہے جو حکومت کو خاموش رکھے ہوئے ہے، کس چیز نے اس کی قلموں کو روکا ہوا ہے، اور کس چیز نے اس کے ہاتھوں کو حرکت کرنے سے روکا ہوا ہے۔ صرف اس بات نے کہ احمدی امن پسند ہیں

اور وہ ملک کے امن کو بر باد نہیں کریں گے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 682)

## یاد الہی میں مشغول رہنا پسند کرتے تھے

جب آپ اس قسم کے (دنیاوی مقدمات و ملازمت وغیرہ) معاملات سے تنگ آ گئے۔ تو آپ نے ایک خط اپنے والد صاحب کو لکھا۔ جس میں اس قسم کے کاموں سے فارغ کر دیئے جانے کی درخواست کی۔ اس خط کو میں یہاں نقل کر دیتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ آپ ابتدائی عمر سے کس قدر دنیا سے متنفر تھے اور یاد الہی میں مشغول رہنے کو پسند کرتے تھے۔ یہ خط آپ نے اس وقت کے دستور کے مطابق فارسی زبان میں لکھا تھا اور ذیل میں درج ہے:

حضرت والد مخدوم من سلامت! مرا اسم غلامانہ و قواعد فدویانہ بجا آورده معروض حضرت والا میکند، چونکہ دریں ایام برای العین مے پیغم و چشم سر مشاہدہ میکنم کہ در ہمہ ممالک و بلاد ہر سال چنان وبائے مے افتد کہ دوستاں را از دوستاں و خویشاں را از خویشاں جدا میکند و بیچ سالے نھے پیغم کہ ایں نازہ عظیم و چنین حادثہ الیم در آں سال شور قیامت نیفکند۔ نظر بر آں دل از دنیا سرد شدہ است و روز خوف جاں زرد و اکثر ایں دو مصرعہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی بیاد مے آید و اشک حسرت ریختہ میشود۔

مکن تکلیہ بر عمر ناپائیدار  
مباش ایمن از بازی روزگار

و نیز ایں دو مصرعہ ثانی از دیوان فرخ قادیانی (یہ خود حضرت اقدس کا دعویٰ سے پہلے کا تخلص تھا اور حضورؐ کا دیوان در کنون کے نام سے شائع ہو چکا ہے) نمک پاش جراحات دل میشود

بدنیائے دوں دل میند اے جواں  
کہ وقت اجل مے رسد ناگہاں

لہذا میخوانم کہ بقیہ عمر در گوشہ تنہائی نشینم و دامن از صحبت مردم بچنم و بیاد او سبحانہ مشغول شوم، مگر گذشتہ راعذرے و مافات را تدارکے شود۔

عمر بگذشت و نماوند ست جز ایامے چند  
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

کہ دنیا را اساسے محکم نیست و زندگی را اعتبارے نے والکیسن من خاف علی  
نفسه من افة غیره (دعوة الامیر۔ انوار العلوم جلد 7 صفحہ 576)

ترجمہ اردو:۔ حضرت والد مخدوم من سلامت غلامانہ مراسم اور فدویانہ آداب کی  
بجا آوری کے بعد آپ کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان دنوں یہ امر مشاہدہ میں آ رہا ہے۔  
اور ہر روز یہ بات دیکھی جا رہی ہے کہ تمام ممالک اور قطععات زمین میں ہر سال اس قسم کی وبا  
پھوٹ پڑتی ہے جو کہ دوستوں کو دوستوں سے اور رشتہ داروں کو رشتہ داروں سے جدا کر دیتی ہے  
اور ان میں دائمی مفارقت ڈال دیتی ہے اور کوئی سال بھی اس بات سے خالی نہیں گزرتا کہ یہ عظیم  
الشان آگ اور الم ناک حادثہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ یا اس کی تباہی کی وجہ سے شور قیامت برپا نہ ہوتا  
ہو۔ ان حالات کو دیکھ کر میرا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہے اور چہرہ اس غم سے زرد ہے اور اکثر  
حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو مصرعہ زبان پر جاری رہتے ہیں۔ اور حسرت و  
افسوس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہ پڑتے ہیں۔

مکن تکلیہ بر عمر ناپائیدار  
مباش ایمن از بازی روزگار

ناپائیدار عمر پر بھروسہ نہ کر اور زمانہ کی کھیل سے بے خوف نہ ہو۔

نیز فرخ قادیانی کے دیوان سے یہ دو مصرعہ بھی میرے زنجوں پر نمک چھڑکتے رہتے ہیں۔

بدنیائے دوں دل میند اے جواں  
کہ وقت اجل مے رسد ناگہاں

اپنے دل کو دنیا کے دوں میں نہ لگا۔ کیونکہ موت کا وقت ناگہاں پہنچ جاتا ہے۔

اس لئے میں چاہتا ہوں کہ باقی عمر گوشہ تنہائی اور کنج عزلت میں بسر کروں اور عوام کی  
صحبت اور مجالس سے علیحدگی اختیار کروں اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کی یاد میں مصروف ہو جاؤں تاکہ  
تلافی مافات کی صورت پیدا ہو جائے۔

عمر بگذشت و نماند ست جز ایامے چند  
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

عمر کا اکثر حصہ گزر گیا ہے۔ اور اب چند دن باقی رہ گئے ہیں۔ بہتر ہے کہ یہ چند

(روز) کسی کی یاد میں بسر ہوں کیونکہ دنیا کی کوئی پختہ بنیاد نہیں۔ اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور حیات مستعار پر کوئی اعتماد نہیں۔ والکیسن من خاف علیٰ نفسہ من افة غیرہ جس شخص کو اپنا فکر ہو اسے کسی آفت کا کیا غم۔

(الحکم سیرت مسیح موعود نمبر۔ جلد 47 نمبر 19 تا 22 مورخہ 21 تا 28 مئی و 7 تا 14 جون 1943ء صفحہ 6-7)

## توبہ جان کنڈنی تک قبول ہوتی ہے

جب غرغره موت شروع ہو جاتا ہے تو انسان کے حواس پر اثر پڑنا شروع ہو جاتا ہے گو وہ بھی کبھی زیادہ لمبا اور کبھی بہت قلیل عرصہ کے لئے ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ توبہ جان کنڈنی تک قبول ہوتی ہے۔ جب جان کنڈنی شروع ہو جائے تو پھر توبہ قبول نہیں ہوتی کیونکہ جب غرغره موت شروع ہو جاتا ہے تو حواس جاتے رہتے ہیں۔ یہ غرغره بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک ابتدائی اور ایک اُس کے بعد کا جو اصلی اور حقیقی ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے والد صاحب بڑے طاقتور تھے۔ غرغره موت شروع ہو تو فرمانے لگے۔ غلام احمد یہ غرغره ہے اور پھر چند منٹ کے بعد فوت ہو گئے۔ تو اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ (البقرہ: 134) سے مراد جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے یہ نہیں کہ جب جان کنڈنی شروع ہوگئی تھی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اُن کی موت کا وقت قریب آ گیا تھا۔ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 203)

## والد صاحب کی وفات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ اپنے والد صاحب کا ایک واقعہ لطف لے کر بیان کیا کرتے تھے کہ آپ جب فوت ہوئے اس وقت اسی سال کے قریب عمر تھی مگر وفات کے ایک گھنٹہ پہلے آپ پاخانہ کے لیے اٹھے۔ آپ کو سخت پیش تھی اور پاخانہ کے لئے جارہے تھے کہ راستہ میں ایک ملازم نے آپ کو سہارا دیا مگر آپ نے اس کا ہاتھ جھٹک کر پرے کر دیا اور کہا کہ مجھے سہارا کیوں دیتے ہو؟ اس کے ایک گھنٹہ کے بعد آپ کی وفات ہوگئی۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 303)

## جائیداد سے لاتعلقی

جب آپ کے والد صاحب فوت ہو گئے تو آپ نے تمام کاموں سے قطع تعلق کر لیا اور مطالعہ دین اور روزہ داری اور شب بیداری میں اوقات بسر کرنے لگے اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ دشمنان اسلام کے حملوں کا جواب دیتے رہے اس زمانہ میں لوگ ایک ایک پیسہ کے لئے لڑتے ہیں مگر آپ نے اپنی کل جائیداد اپنے بڑے بھائی صاحب کے سپرد کر دی۔ آپ کے لئے کھانا ان کے گھر سے آجاتا اور جب وہ ضرورت سمجھتے کپڑے بنوادیتے اور آپ نہ جائیداد کی آمدن کا حصہ لیتے اور نہ اس کا کوئی کام کرتے لوگوں کو نماز روزے کی تلقین کرتے، تبلیغ اسلام کرتے، غریبوں مسکینوں کی بھی خبر رکھتے اور تو آپ کے پاس اس وقت کچھ تھا نہیں بھائی کے یہاں سے جو کھانا آتا اسی کو غرباء میں بانٹ دیتے اور بعض دفعہ دو تین تولہ خذاء پر گزارہ کرتے اور بعض دفعہ یہ بھی باقی نہ رہتی اور فاقہ سے ہی رہ جاتے، یہ نہیں تھا کہ آپ کی جائیداد معمولی تھی اور آپ سمجھتے تھے کہ گزارہ ہو رہا ہے اس وقت ایک سالم گاؤں آپ اور آپ کے بھائی کا مشترکہ تھا اور علاوہ ازیں جاگیر وغیرہ کی بھی آمدن تھی۔

(دعوت الامیر - انوار العلوم جلد 7 صفحہ 577-576)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ابتدائی زمانہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جب پیدا ہوئے تو آپ کے ماں باپ نے آپ کی پیدائش پر خوشی کی ہوگی۔ مگر جب آپ کی عمر بڑی ہوگئی اور آپ کے اندر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوگئی تو آپ کے والد آپ کی اس حالت کو دیکھ کر آپہیں بھرا کرتے تھے کہ ہمارا یہ بیٹا کسی کام کے قابل نہیں۔ مجھے ایک سکھ نے بتایا کہ ہم دو بھائی تھے ہمارے والد صاحب بڑے مرزا صاحب (یعنی مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) کے پاس آیا کرتے تھے اور ہم بھی بسا اوقات ان کے ساتھ آجایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مرزا صاحب نے ہمارے والد صاحب سے کہا کہ تمہارے لڑکے غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس آتے جاتے ہیں۔ تم ان سے کہو کہ اُسے جا کر سمجھائیں۔ ہم دونوں جب آپ کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گئے تو مرزا صاحب نے کہا کہ غلام احمد (علیہ السلام) کو باہر جا کر کہنا کہ تمہارے والد کو اس خیال سے بہت دکھ ہوتا ہے کہ



اُس کا چھوٹا لڑکا اپنے بڑے بھائی کی روٹیوں پر پلے گا۔ اسے کہو کہ میری زندگی میں ہی کوئی کام کر لے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ اسے کوئی اچھی نوکری مل جائے میں مر گیا تو پھر سارے ذرائع بند ہو جائیں گے۔ اُس سکھ نے بتایا کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس گئے اور کہا کہ آپ کے والد صاحب آپ کا بہت خیال رکھتے ہیں انہیں یہ دیکھ کر کہ آپ کچھ کام نہیں کرتے بہت دکھ ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں مر گیا تو غلام احمدؓ کا کیا بنے گا آپ اپنے والد صاحب کی بات کیوں نہیں مان لیتے۔ آپ کے والد صاحب اُس وقت کپور تھلہ میں کوشش کر رہے تھے اور کپور تھلہ کی ریاست نے آپ کو ریاست کا افسر تعلیم مقرر کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ سکھ کہنے لگا کہ جب ہم نے یہ بات کہی کہ آپ اپنے والد صاحب کی بات کیوں نہیں مان لیتے آپ کچھ کام کر لیں تو آپ نے فرمایا۔ والد صاحب تو یونہی غم کرتے رہتے ہیں۔ انہیں میرے مستقبل کا کیوں فکر ہے۔ میں نے تو جس کی نوکری کرنی تھی کر لی ہے۔ ہم واپس آ گئے اور مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے آ کر ساری بات کہہ دی۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ اگر اس نے یہ بات کہی ہے تو ٹھیک کہا ہے وہ جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ یہ آپ کی ابتداء تھی اور پھر ابھی تو انتہاء نہیں ہوئی لیکن جو عارضی انتہاء نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی وفات کے وقت ہزاروں ہزار آدمی آپ پر قربان ہونے والا موجود تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ كَانُ أَكْلِي  
وَ صِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَامُ الْأَهَالِي

ایک وہ زمانہ تھا جب بچے ہوئے ٹکڑے مجھے دیئے جاتے تھے اور آج میرا یہ حال ہے کہ میں سینکڑوں خاندانوں کو پال رہا ہوں آپ کی ابتداء کتنی چھوٹی تھی مگر آپ کی انتہاء ایسی ہوئی کہ علاوہ ان لوگوں کے جو خدمت کرتے تھے لنگر میں روزانہ دو 2 اڑھائی سو آدمی کھانا کھاتے تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ اپنے والد کی جائیداد میں اپنے بھائی کے برابر شریک تھے لیکن زمینداروں میں یہ عام دستور ہے کہ جو کام کرے وہ تو جائیداد میں شریک سمجھا جاتا ہے اور جو کام نہیں کرتا وہ جائیداد میں شریک نہیں سمجھا جاتا اور یہ دستور ابھی تک چلا آتا ہے۔ لوگ عموماً کہہ دیتے ہیں کہ جو کام نہیں کرتا اُس کا جائیداد میں کیا حصہ ہو سکتا ہے۔ آپ کے پاس جب کوئی

ملاقاتی آتا اور آپ اپنی بھاجہ کو کھانے کے لئے کہلا بھیجتے تو وہ آگے سے کہہ دیتیں کہ وہ یونہی کھا پی رہا ہے کام کاج تو کوئی کرتا نہیں۔ اس پر آپ اپنا کھانا اُس مہمان کو کھلا دیتے اور خود فاقہ کر لیتے یا چنے چبا کر گزارہ کر لیتے۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہی بھاجہ جو اُس وقت آپ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں بعد میں میرے ہاتھ پر احمدیت میں داخل ہوئیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کوئی کام شروع کیا جاتا ہے تو اُس کی ابتداء بڑی نظر نہیں آیا کرتی لیکن اُس کی انتہاء پر دنیا حیران ہو جاتی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 101-102)

### والد صاحب کی غرباء کی خبر گیری

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے کہ آپ کے والد صاحب کا قاعدہ تھا کہ ایک موسم میں خاص مقدار میں غرباء میں غلہ اور نقدی تقسیم کرتے ایک شخص بٹالے کا بھی آیا کرتا تھا اس کو آپ نے ایک دفعہ چنے اور کچھ پیسے دیئے وہ چنوں کا بڑا حصہ راستہ ہی میں ختم کر گیا حالانکہ جو کچھ اس کو ملا تھا وہ گھر کے لئے تھا۔

(خطبات محمود جلد نمبر 7 صفحہ 97)

### قادیان کے دو مُلا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ قادیان کے اندر دو مُلا تھے جن میں بسا اوقات اس قسم کی باتوں پر جھگڑا ہو جایا کرتا تھا کہ کسی شخص کے مرنے پر اس کے کفن کی چادر کے متعلق ایک کہتا تھا کہ یہ میرا حق ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ میرا حق ہے آپ فرماتے تھے کہ ہمارے والد صاحب نے ان جھگڑوں کو دیکھ کر قادیان کے دو حصے کر کے ان میں بانٹ دیئے تاکہ ان میں لڑائی نہ ہو مگر ان میں سے ایک مُلا دو تین دن کے بعد روتا ہوا والد صاحب کے پاس آیا۔ والد صاحب نے پوچھا کیا بات ہے۔ وہ چیخ مار کر کہنے لگا۔ مرزا صاحب آپ نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ والد صاحب نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا بے انصافی ہوئی تو وہ اپنی ہچکی کو بند کرتے ہوئے کہنے لگا ”تساں جیہڑے آدمی میرے حصے وچ دتے نے اونہاں دا قدا اتنا چھوٹا اے کہ اونہاں دے کفن دی چادر دی چنی بھی نہیں بن سکدی“ یعنی آپ نے میرے حصے میں جن لوگوں کو رکھا ہے ان کا قد تو اتنا چھوٹا ہے کہ ان کے کفن کی چادر سے ایک چھوٹا سا دوپٹہ بھی نہیں بن سکتا۔ اب اندازہ لگاؤ۔ جہاں ملاؤں کے اخلاق اتنے پست ہوں وہاں ترقی کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 625-626)

## چھ ماہ کے روزے رکھنا

جب دادا صاحب فوت ہو گئے تو باوجود اس کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ دین کی طرف اس قدر تھی کہ بڑے بھائی سے جائیداد وغیرہ کے متعلق کوئی سوال نہ کیا۔ آپ دن رات مسجد میں پڑے رہتے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا۔ آپ فرمایا کرتے تھے ان دنوں میں بھنے ہوئے چنے اپنے پاس رکھ لیا کرتا تھا اور آخری عمر تک باوجودیکہ بڑھاپا آ گیا تھا آپ کو چنوں کا شوق رہا اور شاید یہ ورثہ کا شوق ہے جو مجھے بھی ہے اور مجھے دنیا کی بہت سی نعمتوں کے مقابلہ میں چنے اچھے لگتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے کہ میں بھنے ہوئے چنے اپنے پاس رکھ لیتا اور جب کئی دفعہ گھر سے کھانا نہ آتا اور میں پوشیدہ طور پر روزے رکھتا تو چنوں پر گزارہ کر لیا کرتا تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھ ماہ تک متواتر روزے رکھے۔ اس عرصہ میں بسا اوقات دو پیسے کے چنے بھنوا کر آپ رکھ لیتے۔ تبلیغ اسلام کا شوق آپ کو شروع سے ہی تھا۔ ہندو لڑکوں کو آپ اپنے پاس جمع کر لیتے اور ان سے مذہبی گفتگو کرتے رہتے۔ حافظ معین الدین صاحب جو آپ کے خادم تھے اور نابینا تھا فرمایا کرتے کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب گھر سے کھانا لانے کے لئے بھیجتے تو بعض اوقات اندر سے عورتیں کہہ دیا کرتیں کہ انہیں تو ہر وقت مہمان نوازی کی فکر رہتی ہے ہمارے پاس کھانا نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے اور خود چنوں پر گزارہ کرتے۔

(افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1933ء۔ انوار العلوم جلد 13 صفحہ 301-300)

## والدہ ماجدہ کی وفات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی والدہ سے بہت محبت تھی۔ غالباً آپ جن دنوں میں سیالکوٹ میں تھے یا اور کسی مقام پر قادیان سے باہر تھے کہ آپ کو خبر پہنچی کہ آپ کی والدہ سخت بیمار ہیں یہ سن کر آپ فوراً قادیان کی طرف روانہ ہو گئے جب آپ بٹالہ سے یکہ میں بیٹھ کر قادیان کی طرف روانہ ہوئے تو جو شخص لینے آیا ہوا تھا۔ وہ بار بار یکہ والے سے کہنے لگا کہ ذرا جلدی کرو بی بی صاحبہ کی طبیعت بہت ہی خراب تھی خدا خیر کرے پھر تھوڑی دیر کے بعد اور زیادہ یکہ والے کو تاکید کرنے لگا یوں کہنا شروع کیا کہ کہیں خدا نخواستہ فوت ہی نہ ہو گئی ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے۔ میں نے اس فقرہ سے سمجھ لیا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور یہ مجھے اس صدمہ کے لئے تیار کر رہا ہے اور میں نے اس سے کہا کہ تم ڈرو نہیں اور جو سچ سچ بات ہے وہ بتادو۔ اس پر اس نے کہا کہ بات تو یہی ہے کہ وہ فوت ہو چکی ہیں۔“

(رپورٹ مجلس مشاورت 1938ء صفحہ 141)

## دنیا کی عزت خود ملتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو دنیا طلبی سے اتنی نفرت تھی کہ ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم نے تحصیلداری کا امتحان دیا تو حضرت صاحب کو بھی انہوں نے دعا کے لئے لکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کا رقعہ پڑھ کر سخت غصہ آیا اور آپ نے اسے پھاڑ دیا۔ مگر ادھر آپ نے رقعہ پھاڑا اور ادھر آپ کو الہام ہوا۔ کہ ”پاس ہو جائے گا“ (تذکرہ صفحہ 125)۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ وہ پاس ہو گئے اور پھر قائم مقام ڈپٹی کمشنر ہو کر ریٹائر ہوئے تو اللہ تعالیٰ جن کو روحانی مراتب عطا فرماتا ہے۔ ان کو ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ دنیا کے لوگوں کے پاس جائیں۔ بلکہ دنیا کے لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ان کے پاس آئیں اور ان سے فیض اٹھائیں۔ ایک دفعہ کشمیر کے فسادات کے سلسلہ میں شملہ گیا اور لارڈ ولنگٹن سے ملا۔ ملاقات کے بعد لارڈ ولنگٹن کا سیکرٹری میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا اسٹنٹ جو مسٹر گریفن کا پوتا ہے۔ وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے اس سے کہیں ذکر کیا تھا کہ مسٹر گریفن کا میرے دادا سے بڑا تعلق رہا ہے اور اس کی کئی چٹھیاں ہمارے دادا کے نام موجود ہیں۔ اس نے اس بات کا اپنے اسٹنٹ سے ذکر کر دیا کیونکہ وہ مسٹر گریفن کا پوتا تھا اور اس نے مجھ سے ملنے کی خواہش کی۔ چنانچہ وہ مجھ سے ملا اور کہنے لگا کہ میں اپنے دادا کی وہ چٹھیاں دیکھنا چاہتا ہوں جو انہوں نے آپ کے دادا کو لکھی تھیں۔ میں نے کہا کہ وہ کتاب البریہ میں چھپی ہوئی ہیں۔ آپ جب چاہیں وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔ مسٹر گریفن امرتسر کا کمشنر تھا اور اس زمانے میں کمشنر کے اختیارات گورنر کے برابر ہوا کرتے تھے اور کمشنری بھی صرف امرتسر کی ہی ہوا کرتی تھی۔ جب ہم وہاں سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو سامنے سے دائسرا نے اپنی موٹر میں آ رہا تھا۔ اس کا کوئی دانت خراب تھا۔ وہ ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے جا رہا تھا۔ اس نے جب مجھے دیکھا تو دور سے ہی مجھے سلام کرنا شروع کر دیا۔ مگر میں نے نہ پہچانا کہ یہ کون شخص ہے۔ چنانچہ

میں نے درد صاحب سے پوچھا کہ یہ کون ہے جس نے سلام کیا ہے۔ وہ کہنے لگے ابھی تو آپ ان سے مل کر آئے ہیں۔ یہ لارڈ ولنگڈن تھے اور انہوں نے تو آپ کو دیکھ کر دور سے ہی سلام کرنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے کہا میں نے تو نہیں پہچانا۔ شاید وہ اپنے دل میں خیال کرتے ہوں گے کہ بڑے کھر درے آدمی ہیں۔ میں نے سلام بھی کیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ میں نے یہ سمجھا تھا کہ کوئی اجنبی آدمی ہے جو کسی اور کو سلام کر رہا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے بندوں کا دوسروں کے دلوں پر رعب ڈال دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک مہینہ کی مسافت پر بھی میرا دشمن ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر میرا رعب ڈال دیتا ہے۔ یہ رعب اپنے اپنے درجہ اور مقام کے مطابق ہوتا ہے۔ کسی کا مہینہ بھر کی مسافت تک رعب جاتا ہے۔ کسی کا چند دنوں کے فاصلہ تک رعب جاتا ہے۔ کسی کا چند گھنٹوں کے فاصلہ تک رعب جاتا ہے۔ مگر ہوتا یہی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں۔ (الفضل 3/ اکتوبر 1958ء جلد 47/12 نمبر 228 صفحہ 7)

### اپنے خاندان کے خلاف سچی گواہی

کچھ عرصہ ہوا میں نے کچھ خطبات عملی اصلاح کے متعلق پڑھے تھے اور جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ وہ عظیم الشان مقصد جس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی اسے پورا کرنے کے لیے ہمیں بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اعتقاد ہی رنگ میں ہم نے دنیا پر اپنا سکہ جمالیایا ہے مگر عملی رنگ میں اسلام کا سکہ جمانے کی ابھی ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر مخالفوں پر حقیقی اثر نہیں ہو سکتا۔ موٹی مثال عملی رنگ میں سچائی کی ہے یہ ایسی چیز ہے جسے دشمن بھی محسوس کرتا ہے۔ دل کا اخلاص اور ایمان دشمن کو نظر نہیں آتا مگر سچائی کو وہ دیکھ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ خاندانی جائداد کے متعلق ایک مقدمہ تھا اسی مکان کے چبوترے کے متعلق جس میں اب صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر ہیں اس چبوترے کی زمین دراصل ہمارے خاندان کی تھی مگر اس پر دیرینہ قبضہ اس گھر کے مالکوں کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے بھائی صاحب نے اس کے حاصل کرنے کیلئے مقدمہ چلایا اور جیسا کہ دنیا داروں کا قاعدہ ہے کہ جب زمین وغیرہ کے متعلق کوئی مقدمہ ہو اور وہ اپنا حق اس پر سمجھتے ہوں تو اس کے حاصل کرنے کیلئے جھوٹی سچی گواہیاں مہیا کرتے

ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی ملکیت ثابت کرنے کیلئے جھوٹی سچی گواہیاں دلائیں۔ اس پر اس گھر کے مالکوں نے یہ امر پیش کر دیا کہ ہمیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں ان کے چھوٹے بھائی کو بلا کر گواہی لی جائے اور جو وہ کہہ دیں ہمیں منظور ہوگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور گواہ عدالت میں پیش ہوئے اور جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ان لوگوں کو اس رستہ سے آتے جاتے اور اس پر بیٹھتے عرصہ سے دیکھ رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر عدالت نے ان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ آپ کے بڑے بھائی صاحب نے اسے اپنی ذلت محسوس کیا اور بہت ناراض ہوئے مگر آپ نے فرمایا کہ جب واقعہ یہ ہے تو میں کس طرح انکار کر سکتا تھا۔

اسی طرح آپ کے خلاف ایک مقدمہ چلایا گیا کہ آپ نے ڈاک خانہ کو دھوکا دیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس زمانہ میں یہ قانون تھا کہ اگر کوئی شخص پیکٹ میں کوئی چٹھی ڈال کر بھیج دے تو سمجھا جاتا تھا کہ اس نے ڈاک خانہ کو دھوکا دیا ہے اور ایسا کرنا فوجداری جرم قرار دیا جاتا تھا جس کی سزا قید کی صورت میں بھی دی جاسکتی تھی۔ اب وہ قانون منسوخ ہو چکا ہے اب زیادہ سے زیادہ ایسے پیکٹ کو بیرنگ کر دیا جاتا ہے۔ اتفاقاً آپ نے ایک پیکٹ مضمون کا اشاعت کیلئے ایک اخبار کو بھیجا اور اس قانون کے منشاء کو نہ سمجھتے ہوئے اس میں ایک خط بھی لکھ کر ڈال دیا جو اس اشتہار کے ہی متعلق تھا اور جس میں اسے چھاپنے وغیرہ کے متعلق ہدایات تھیں۔ پولیس والے غالباً عیسائی تھے انہوں نے اس کی رپورٹ کر دی اور آپ پر مقدمہ چلا دیا گیا۔ آپ کے وکیل نے کہا کہ پیش کرنے والوں کی مخالفت تو واضح ہے اس لئے ان کی گواہیوں کی کوئی حقیقت نہیں اگر آپ انکار کر دیں تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اُس زمانہ میں اکثر مقدمات میں آپ کی طرف سے شیخ علی احمد صاحب وکیل گورداسپوری پیروی کیا کرتے تھے اور آپ کی پاکیزہ زندگی کو دیکھ کر دعویٰ کے بعد بھی گو وہ احمدی نہ تھے آپ پر بہت حُسن ظن رکھتے تھے۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ اور کوئی گواہ تو ہے نہیں پھر وہ خط اسی مضمون کے متعلق ہے اور اسے اشتہار کا حصہ ہی کہا جاسکتا ہے اس لئے آپ بغیر جھوٹ کا ارتکاب کیئے کہہ سکتے ہیں کہ میں نے تو اشتہار ہی بھیجا تھا خط کوئی نہیں بھیجا۔ مگر آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا جو بات میں نے کی ہے اس کا انکار کس طرح کر سکتا ہوں۔ چنانچہ جب آپ پیش ہوئے اور عدالت نے دریافت کیا کہ آپ نے کوئی خط مضمون میں ڈالا تھا تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اس

راستبازی کا دوسروں پر تو اثر ہونا تھا ہی خود عدالت پر بھی اس قدر اثر ہوا کہ اس نے آپ کو بری کر دیا اور کہا کہ ایک اصطلاحی جرم کیلئے ایسے راستباز آدمی کو سزا نہیں دی جاسکتی۔

اسی طرح کئی واقعات مقدمات میں آپ کو ایسے پیش آتے رہے جن کی وجہ سے ان وکلاء کے دلوں میں جن کو ان مقدمات سے تعلق رہا کرتا تھا آپ کی بہت عزت تھی۔ چنانچہ ایک مقدمہ میں آپ نے شیخ علی احمد صاحب کو وکیل نہ کیا تو انہوں نے لکھا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اس مقدمہ میں مجھے وکیل نہیں کیا اس لیے نہیں کہ میں کچھ لینا چاہتا تھا بلکہ اس لئے کہ مجھے خدمت کا موقع نہیں مل سکا۔ تو سچائی اور راستبازی ایک ایسی چیز ہے کہ دشمن بھی اس سے اثر قبول کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ شیخ علی احمد صاحب آخر تک غیر احمدی رہے اور انہوں نے بیعت نہیں کی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ظاہری رنگ میں آپ کا اخلاص احمدیوں سے کسی طرح کم نہ تھا اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے آپ کی سچائی کو ملاحظہ کیا تھا اور صرف شیخ علی احمد صاحب پر ہی کیا موقوف ہے جن جن کو بھی آپ سے ملنے کا اتفاق ہوا ان کی یہی حالت تھی۔ جب جہلم میں مولوی کرم دین صاحب نے آپ پر مقدمہ کیا تو ایک ہندو وکیل لالہ بھیم سین صاحب کی چٹھی آئی کہ میرا لڑکا بیرسٹری پاس کر کے آیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اسے آپ کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل ہو اس لیے آپ اس کو اجازت دیں کہ وہ آپ کی طرف سے پیش ہو۔ جس لڑکے کے متعلق انہوں نے یہ خط لکھا تھا وہ اب تک زندہ ہیں۔ پہلے لاء کالج کے پرنسپل تھے پھر جموں ہائیکورٹ کے چیف جج مقرر ہوئے اور اب وہاں سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ انہوں نے الحاح سے یہ درخواست اس واسطے کی کہ ان کو سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کچھ عرصہ رہنے کا اتفاق ہوا تھا اور وہ آپ کی سچائی کو دیکھ چکے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ سچائی ایک اعلیٰ پایہ کی چیز ہے جسے دیکھ کر دشمن کو بھی متاثر ہونا پڑتا ہے۔ سچائی ایک ایسی چیز ہے جو اپنوں پر ہی نہیں بلکہ غیروں پر بھی اثر کیئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ انبیاء دنیا میں آکر راستی اور سچائی کو قائم کرتے ہیں اور ایسا نمونہ پیش کرتے ہیں کہ دیکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور نقل کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے دنیا میں آکر کوئی توپیں اور مشین گنیں ایجاد نہیں کی تھیں، بینک جاری نہیں کیئے تھے یا صنعت و حرفت کی مشینیں ایجاد نہیں کی تھیں پھر وہ کیا چیز تھی جو آپ نے دنیا کو دی اور جس کی حفاظت آپ کے ماننے والوں کے ذمہ تھی۔ وہ سچائی کی روح اور اخلاق فاضلہ تھے۔ یہ چیز پہلے مفقود تھی آپ نے اسے کمایا اور پھر یہ خزانہ دنیا کو دیا اور صحابہؓ اور ان کی اولادوں اور پھر ان کی اولادوں کے ذمہ یہی کام تھا کہ ان چیزوں کی حفاظت کریں۔

## رشتہ داروں کی مخالفت اور بائیکاٹ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بائیکاٹ کیا گیا لوگوں کو آپ کے گھر کا کام کرنے سے روکا جاتا، کمہاروں کو روکا گیا، چوہڑوں کو صفائی سے روکا گیا ہمارے عزیز ترین بھائی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھوج اور دیگر عزیز رشتہ دار حتیٰ کہ آپ کے ماموں زاد بھائی علی شیر یہ سب طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گجرات کے علاقہ کے کچھ دوست جو سات بھائی تھے قادیان میں آئے اور باغ کی طرف اس واسطے گئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ راستہ میں ہمارے ایک رشتہ دار باغچہ لگوار ہے تھے انہوں نے ان سے دریافت کیا کہاں سے آئے ہو؟ اور کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا گجرات سے آئے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا دیکھو میں ان کے ماموں کا لڑکا ہوں میں خوب جانتا ہوں یہ ایسے ہیں ویسے ہیں ان میں سے ایک نے جو دوسروں سے آگے تھا بڑھ کر ان کو پکڑ لیا اور اپنے بھائیوں کو آواز دی کہ جلدی آؤ اس پر وہ شخص گھبرایا تو اس احمدی نے کہا میں تمہیں مارتا نہیں کیونکہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ دار ہو میں اپنے بھائیوں کو تمہاری شکل دکھانی چاہتا ہوں کیونکہ ہم سنا کرتے تھے کہ شیطان نظر نہیں آتا مگر آج ہم نے دیکھ لیا ہے کہ وہ ایسا ہوتا ہے۔ پس ہم میں سے کوئی نہیں جس نے اپنے رشتہ داروں، قریبیوں اور اپنے احساسات کی قربانی نہیں کی۔“

(الفضل 4 دسمبر 1935ء جلد 23 نمبر 132 صفحہ 4، 3)

## چوہڑوں کا پیر

اس گر کو یاد رکھو اور قیامت تک اسے یاد رکھتے چلے جاؤ کہ ہر مصیبت پر خدا تعالیٰ کو پکارو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو دنیا میں تم پر کوئی مصیبت ایسی نہیں آسکتی۔ جس میں خدا تعالیٰ تمہاری مدد نہ کرے اور دشمن کا خطرناک سے خطرناک حملہ بھی خدا تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ بشرطیکہ تم حرام خوری نہ کرو، ایمانی نہ کرو، بددیانتی نہ کرو۔ خدا تعالیٰ کا خوف کرو۔ تقویٰ کرو۔ ظلم نہ کرو۔ کسی پر تعدی نہ کرو۔ کسی کی ذلت اور بدنامی نہ کرو۔ منافقت نہ دکھاؤ۔ فساد نہ کرو۔ اگر تم ایسے ہو جاؤ گے۔ تو ہر قدم پر اور ہر میدان میں خدا تعالیٰ تمہارا ساتھی



ہوگا۔ یہ قرآن کریم کا وعدہ ہے جو اصدق الصادقین ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے۔ تو تم ہمیشہ کامیابی اور بامرادی دیکھو گے اور تمہارا دشمن ناکام و نامراد ہوگا کیونکہ تمہارا دشمن خدا تعالیٰ کو نہیں پکارتا۔ اسے کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو پکارتا ہے۔ لیکن تم مصیبت کے وقت خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہو اور اس سے مدد چاہتے ہو۔ ہمارے ایک تایا تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے بیٹے تھے اور آپ کے سخت مخالف تھے اور دہریہ تھے۔ انہیں آپ سے اتنی ضد تھی کہ ہر موقع پر وہ اپنا بغض نکالتے تھے۔ آپ نے جب مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا تو انہوں نے بھی دعویٰ کر دیا کہ میں چوہڑوں کا پیر ہوں اور ان کے بزرگوں کا اوتار ہوں۔ ایک دفعہ لدھیانہ کے بعض چوہڑے جو اپنے پیر سمیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرید ہو گئے تھے۔ اپنے پیر سے اجازت لے کر قادیان آئے۔ مرزا امام دین صاحب کو پتہ لگا۔ تو انہوں نے انہیں بلایا اور کہا میاں ادھر آؤ۔ جب وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا میاں تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم مرزا غلام احمد کے مرید بن گئے ہو۔ چوڑھوں کا لال بیگ تو میں ہوں۔ تم مرزا صاحب کے پاس کیوں چلے گئے ہو۔ تمہیں وہاں کیا ملا ہے۔ انہوں نے کہا مرزا صاحب! ہم تو ان پڑھ ہیں ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ ہمیں کیا ملا ہے۔ صرف اتنا علم ہے کہ آپ مغل تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی وجہ سے چوڑھے کہلانے لگ گئے اور ہم لوگ چوڑھے تھے لیکن مرزا صاحب کو مان لینے کی وجہ سے مرزائی کہلانے لگ گئے ہیں۔ ہمیں دلائل نہیں آتے۔ صرف اتنا نظر آتا ہے کہ ہم آپ پر ایمان لانے کی وجہ سے مرزا بن گئے اور آپ مخالفت کرنے کی وجہ سے چوڑھے بن گئے ہیں۔ مرزا امام دین صاحب کو ایک دفعہ پیٹ درد ہوا۔ ان دنوں قادیان میں حضرت خلیفہ اولؑ کے سوا اور کوئی طبیب نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے انہوں نے حضرت خلیفہ مسیح اولؑ کو بلایا۔ آپ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ درد کے مارے دالان میں فرش پر لوٹے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں ہائے اماں۔ ہائے اماں۔ حضرت خلیفہ مسیح اولؑ نے فرمایا۔ مرزا صاحب! اس تکلیف کے وقت بھی آپ خدا تعالیٰ کو نہیں پکارتے اور اپنی والدہ کا نام لیے جارہے ہیں وہ کہنے لگے مولوی صاحب ماں تو میں نے دیکھی ہے لیکن خدا تعالیٰ نظر نہیں آتا اس لئے میں خدا تعالیٰ کو کیا پکاروں اپنی ماں کو ہی پکارتا ہوں۔ یہی مومن اور کافر میں فرق ہے۔ مرزا امام دین صاحب کو

پیٹ میں درد ہوا۔ تو انہیں اپنی ماں یاد آئی۔ خدایا نہ آیا لیکن اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دفعہ کھانسی کی سخت تکلیف ہوئی۔ بہتیرا علاج کیا گیا لیکن آرام نہ آیا۔ ایک دن کسی نے کچھ کیلے اور سنگترے بھیج دیئے۔ میں چونکہ آپ کو دوا پلایا کرتا تھا۔ اس لیے سمجھتا تھا کہ آپ کی صحت کا ذمہ دار میں ہی ہوں آپ نے کیلے دیکھے تو ایک کیلا کھانے کی خواہش کی۔ میں نے کہا حضور آپ کو کھانسی کی تکلیف ہے اور دوا کا استعمال کر رہے ہیں اور ابھی تک بیماری میں افاقہ نہیں ہوا۔ اب آپ کیلا کھانے لگے ہیں۔ اس سے تکلیف بڑھ جائے گی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری اس بات کی پرواہ نہ کی اور آپ نے ایک کیلا اٹھایا اور کھا لیا۔ بعد میں فرمایا میاں مجھے اس کیلے کی وجہ سے مرض میں زیادتی کا کوئی ڈر نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اب مجھے شفا ہو جائے گی۔ اب دیکھو مرزا امام دین صاحب بیماری کے وقت اماں اماں پکارتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود انہیں حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کی دوا کی ضرورت پیش آئی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھانسی کی تکلیف ہوئی اور دواؤں کے باوجود آرام نہ آیا تو آپ نے کیلا کھا لیا اور پھر فرمایا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مجھے شفا ہو جائے گی اور واقعہ میں آپ کو شفا ہو گئی۔ پس جو خدا تعالیٰ کو پکارتا ہے وہ اس کی برکت پاتا ہے اور جو خدا تعالیٰ کو نہیں پکارتا وہ خدا تعالیٰ کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ مسلمانوں کو 1300 سال سے یہ مقام بھولا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ انہیں یہ مقام یاد کرایا ہے۔ مگر اب بھی اکثر لوگ اسے بھول جاتے ہیں لیکن یہ ایسا ہتھیار ہے کہ توپ و تفنگ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کوئی مصیبت تم پر آئے۔ تم خدا تعالیٰ کے سامنے جھک جاؤ اور پھر یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر تم ایسا کرو تو وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا۔

(الفضل یکم مارچ 1957ء جلد 46/11 نمبر 53 صفحہ 5)

## مرزا علی شیر صاحب کی سخت مخالفت

جب سے جماعت احمدیہ قائم ہوئی ہے خدا تعالیٰ ہی اس کی حفاظت کرتا رہا ہے۔ اس وقت تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ دونوں کا ماہوار چندہ پچاسی ہزار روپیہ کے لگ بھگ ہے۔ لیکن شروع میں اتنا چندہ سال میں بھی جمع نہیں ہوتا تھا۔ مجھے یاد ہے جب حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات کا علم ہوا کہ لنگر خانہ کا خرچ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار تک پہنچ گیا ہے تو آپؐ بہت گھبرائے کہ یہ رقم کہاں سے آئے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ جماعت کی آمد میں دن بدن ترقی عطا کرتا چلا گیا۔ صرف میری خلافت کے شروع زمانہ میں سلسلہ پر مالی لحاظ سے ایک نازک دور آیا۔ جب میں خلیفہ ہوا تو خزانہ میں صرف آنے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کے چندوں میں ترقی ہوتی چلی گئی اور ہر سال پہلے سال سے زیادہ چندہ جمع ہوتا رہا اور اب بنکوں اور جماعت کے اپنے خزانہ میں جو روپیہ اس وقت جمع ہے۔ وہ دس لاکھ سے اوپر ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ خدا تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ تھا کہ **يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوحِي إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ** یعنی تیری مدد ایسے لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے۔ سو خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا ہے ورنہ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہیں چلے گا۔ یہ چند دن کا کھیل ہے جو ختم ہو جائے گا۔ کل ہی ایک شخص مجھے ملنے کے لیے آیا۔ جب اس نے اپنا وطن بتایا تو مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ضلع گجرات کے ایک گاؤں چک سکندر کے بعض لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قادیان آیا کرتے تھے۔ ان کے بڑے بڑے قد تھے۔ اس زمانہ میں ابھی بہشتی مقبرہ نہیں بنا تھا اور لوگ تبرک کے طور پر باغ اور مساجد دیکھنے چلے جایا کرتے تھے۔ وہ بھی باغ دیکھنے کے لئے اس سڑک پر جا رہے تھے جو بہشتی مقبرہ کو جاتی ہے۔ اس زمانہ میں اس سڑک پر پختہ پل نہیں بنا تھا۔ حضرت نانا جان نے لوہے کی ریلیں ڈال کر اس جگہ پار گزرنے کے لئے راستہ بنایا ہوا تھا۔ اس پل کے قریب ہماری سوئیلی والدہ کے بھائی مرزا شیر علی صاحب باغ لگایا کرتے تھے۔ وہ مذہبی قسم کے آدمی تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کے شدید مخالف تھے۔ ممکن ہے ان کی مخالفت کا یہ سبب ہو کہ آپ ان کی بہن پر سوکن لے آئے تھے لیکن بہر حال وہ آپ کے بڑے سخت مخالف تھے انہوں نے چک سکندر کے ان لوگوں کو باغ کی طرف جاتے دیکھا تو انہیں آواز دے کر اپنے پاس بلایا۔ ان کے آواز دینے پر ان میں سے ایک آدمی جو باقی ساتھیوں سے کچھ فاصلہ پر تھا یہ سمجھ کر کہ یہ بڑے بزرگ ہیں ان کی بات سن لی جائے ان کے پاس گیا۔ مرزا علی شیر صاحب نے اس سے کہا میاں تم کہاں سے آئے ہو اور کس لئے آئے ہو۔ اس شخص نے جواب دیا ہم گجرات سے آئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرنے آئے ہیں اس پر مرزا علی شیر صاحب نے کہا میاں مرزا غلام احمدؒ میرا بھائی ہے اور اس کا واقف جتنا میں ہوں تم نہیں ہو

اور میں جانتا ہوں کہ اس نے محض دکان بنائی ہوئی ہے تم کیوں یہاں اپنا دین خراب کرنے آگئے ہو۔ اس پر اس شخص نے مرزا علی شیر صاحب کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور مرزا صاحب نے یہ سمجھ کر کہ یہ شخص ان کی باتوں سے متاثر ہو گیا ہے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس شخص نے ان کا ہاتھ بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے دوسرے ہاتھوں کو آواز دی کہ جلدی آؤ جلدی آؤ۔ جب وہ آگئے تو، اس نے کہا میں نے آپ لوگوں کو اس لئے بلایا ہے کہ ہم قرآن کریم میں پڑھا کرتے تھے کہ کوئی شیطان ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتا ہے لیکن ہم نے وہ دیکھا نہیں تھا۔ اب وہ شیطان مجھے مل گیا ہے اور اسے میں نے پکڑ رکھا ہے اسے اچھی طرح دیکھ لو۔ مرزا علی شیر صاحب بہت گھبرائے لیکن اس شخص نے ان کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے رکھا اور کہا ہمیں شیطان دیکھنے کی مدت سے آرزو تھی۔ سو الحمد للہ کہ آج ہم نے شیطان دیکھ لیا۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق غیر تو کیا اپنے قریبی رشتہ دار بھی یہی کہتے تھے کہ انہوں نے ایک دکان کھولی ہوئی ہے اور وہ آپ کی سخت مخالفت کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے ہماری سوتیلی والدہ ہم سے بہت محبت کیا کرتی تھیں اور باوجود اس کے کہ ہم ان کی سوکن کی اولاد تھے وہ ہمارے ساتھ بڑی محبت کا سلوک کرتی تھیں ان کی والدہ بھی جو ہماری دادی صاحبہ کے علاقہ کی تھیں ہم سے بہت پیار کرتی تھیں جب ہمارے رشتہ دار مرزا امام دین صاحب اور ان کے لڑکے اور لڑکیاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیتے تھے تو چونکہ وہ بہت اونچا سنتی تھیں اس لئے دریافت کرتی تھیں کہ یہ لوگ کس کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اس پر جب انہیں بتایا جاتا کہ یہ مرزا غلام احمد کو گالیاں دے رہے ہیں تو وہ رو پڑتیں اور کہتیں، ہائے یہ لوگ میری چراغ بی بی کے بیٹے کو گالیاں دیتے ہیں۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے رشتہ دار بھی سمجھتے تھے کہ یہ ایک کھیل ہے جو کھیلا جا رہا ہے اور لوگ انہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں لدھیانہ کے ایک نور محمد صاحب تھے جنہیں یہ خیال تھا کہ وہ مصلح موعود ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہتے تھے کہ چونکہ وہ میرے روحانی باپ ہیں اس لئے جب میں اپنے روحانی باپ کے پاس جاؤں گا۔ تو پونڈ ان کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کروں گا۔ اس غرض سے وہ روپیہ جمع کرتے رہتے تھے جب ان کے مریدان سے سوال کرتے کہ وہ اپنے روحانی باپ کے پاس کب جائیں گے تو انہیں کہتے۔ جب میں جاؤں گا تو تمہیں بتا دوں گا جب انہوں نے اس میں زیادہ دیر لگا دی تو

ان کے مریدوں نے کہا کہ آپ اگر نہیں جاتے تو ہمیں جانے کی اجازت دے دیں اس پر انہوں نے بعض مریدوں کو اس شرط سے قادیان آنے کی اجازت دی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سونا پیش کریں گے چنانچہ وہ قادیان آئے مرزا امام دین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی تھے وہ چوہڑوں کے پیر بنے ہوئے تھے اور اپنے آپ کو ان کے بزرگوں کا اوتار قرار دیتے اور کہتے کہ چوہڑوں کا لال بیگ میں ہوں انہوں نے جب دیکھا کہ ادنیٰ اقوام کے بعض لوگ آئے ہیں تو انہوں نے انہیں بلایا اور ان کے آگے ہٹھ رکھ دیا اور پوچھا کہ تم یہاں کیا لینے آئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو ملنے کے لیے آئے ہیں اس پر مرزا امام دین صاحب نے کہا چوہڑوں کا لال بیگ تو میں ہوں تم مرزا غلام احمدؑ کے پاس کیوں چلے گئے وہ تو ٹھگ ہے اور اس نے یونہی دکان بنائی ہوئی ہے تمہیں وہاں سے کیا ملا ہے وہ لوگ ان پڑھ تھے لیکن تھے حاضر جواب۔ انہوں نے جواب دیا۔ مرزا صاحب ہم ادنیٰ اقوام سے تعلق رکھتے تھے مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لائے تو لوگ ہمیں مرزائی کہنے لگ گئے آپ مغل تھے اور ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کی وجہ سے آپ چوہڑے کہلانے لگ گئے۔ اس پر وہ گھبرا کر خاموش ہو گئے۔

غرض غیر تو غیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے قریبی رشتہ دار بھی یہ سمجھتے تھے کہ سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ یہ محض دکان داری ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو بڑھایا اور دنیا کے کونہ کونہ میں اس کے پودے لگا دیئے۔

میں نے بتایا ہے کہ مرزا امام دین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سخت مخالف تھے لیکن جیسے اللہ تعالیٰ نے ابو جہل کے ہاں عکرمہؓ جیسا بزرگ بیٹا پیدا کر دیا تھا۔ اسی طرح مرزا امام دین صاحب کی لڑکی خورشید بیگم جو ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب سے بیابھی ہوئی تھیں۔ بڑی نیک اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سلسلہ احمدیہ کی سچی عاشق تھیں انہوں نے اپنی وفات تک ایسا اخلاص دکھایا کہ حیرت آتی ہے۔

(الفضل 30 مئی 1959ء، جلد 13/48، نمبر 127 صفحہ 3، 2)

## مرزا امام دین صاحب کی مخالفت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن آپ پر وہی اعتراض کرتے ہیں جو

رسول کریم ﷺ پر آپ کے دشمنوں نے کیئے اور ان میں اتنی مطابقت اور مشابہت ہوتی ہے کہ حیرت آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن جب آپ پر اعتراض کرتے تو آپ فرماتے یہی اعتراض آج سے 1300 سال پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کے مخالفین نے کیئے تھے۔ جب وہ باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قابل اعتراض نہ تھیں بلکہ آپ کی صداقت کی دلیل تھیں تو وہ میرے لئے کیوں قابل اعتراض بن گئی ہیں۔ پس جو جواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دیا وہی جواب میں تمہیں دیتا ہوں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جواب میں یہ طریق اختیار فرماتے اور لوگوں پر اس طریق سے حُجّت قائم کرتے تو مخالفین شور مچاتے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برابری کرتا ہے حالانکہ یہ صاف بات ہے کہ جو اعتراض ابو جہل کرتا تھا جو شخص ان اعتراضوں کو دہراتا ہے وہ مثیل ابو جہل ہے اور جس شخص پر وہ اعتراض کیئے جاتے ہیں وہ مثیل محمد (ﷺ) ہے۔ پس ہر زمانہ میں مؤمنوں اور کافروں کی پہلے مؤمنوں اور کافروں سے مشابہت ہوتی چلی آئی ہے لیکن دنیا ہمیشہ اس بات کو بھول جاتی ہے اور جب کبھی نیا دور آتا ہے تو نئے سرے سے لوگوں کو یہ سبق دینا پڑتا ہے اور اس اصول کو دنیا کے سامنے دہرانا پڑتا ہے اور خدا کی طرف سے آنے والا لوگوں کے اس اصول کو بھول جانے کی وجہ سے لوگوں سے گالیاں سنتا ہے اور ذلتیں برداشت کرتا ہے۔ اس کے اپنے اور بیگانے، دوست اور دشمن سب مخالف ہو جاتے ہیں اور قریبی رشتہ دار سب سے بڑے دشمن بن جاتے ہیں۔

حدیثوں میں آتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار پاس کے مکانوں میں نئے آنے والوں کو روکنے کے لئے بیٹھے رہتے تھے اور جب کوئی شخص مسلمانوں کے پاس آتا تو وہ رستہ میں اُسے روک لیتے اور سمجھاتے کہ یہ شخص ہمارے رشتہ داروں میں سے ہے، ہم اس کے قریبی رشتہ دار ہونے کے باوجود اس کو نہیں مانتے کیونکہ ہم لوگ جانتے ہیں کہ سوائے جھوٹ کے اور کوئی بات نہیں۔ ہم آپ لوگوں سے اس کو زیادہ جانتے ہیں، ہم سے زیادہ آپ کو واقفیت نہیں ہو سکتی، ہم اس کے ہر ایک راز سے واقف ہیں بہتر ہے کہ آپ یہیں سے واپس چلے جائیں اسی میں آپ کا فائدہ ہے۔ یہی حال ہم نے اُن کا دیکھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ دار تھے۔ اُن کی باتوں کو سن کر جو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

خلاف کیا کرتے اور ان کی حرکات کو دیکھ کر جو وہ باہر سے آنے والوں کو روکنے کے لیے کرتے انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ ان کی باتوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کی باتوں میں کس قدر مشابہت ہے۔

مرزا امام الدین سارا دن اپنے مکان کے سامنے بیٹھے رہتے۔ دن رات بھنگ گھٹا کرتی اور کچھ وظائف بھی ہوتے رہتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر انہوں نے پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر لیا تھا۔ جب کوئی نیا احمدی باہر سے آتا یا کوئی ایسا آدمی جو احمدی تو نہ ہوتا لیکن تحقیق کے لئے قادیان آتا تو اُس کو بلا کر اپنے پاس بٹھالیتے اور اُسے سمجھانا شروع کر دیتے۔ میاں! تم کہاں اس کے دھوکے میں آ گئے یہ تو محض فریب اور دھوکا ہے اگر حق ہوتا تو ہم لوگ جو کہ بہت قریبی رشتہ دار ہیں کیوں پیچھے رہتے۔ ہمارا اور مرزا صاحب کا خون ایک ہے تم خود سوچو بھلا خون بھی کبھی دشمن ہو سکتا ہے؟ اگر ہم لوگ انکار کرتے ہیں تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ شخص صحیح راستے سے لوگوں کو پھیرنے والا ہے اور اس نے لوگوں سے پیسے بٹورنے کے لئے یہ دکان کھول رکھی ہے۔ اب حیرت آتی ہے کہ کونسا ابو جہل آیا جس نے مرزا امام الدین کو یہ باتیں سکھائیں کہ تم باہر سے آنے والوں کو اس طریق سے روکا کرو یہ نسخہ میرا آزما یا ہوا ہے۔ یا پھر یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی باتیں مسمریزم کے ذریعہ مرزا امام الدین سے کہلوالیں، دونوں میں سے ایک بات ضرور صحیح ہوگی۔

لدھیانہ کے ایک دوست نور محمد نامی نو مسلم تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بہت محبت و اخلاص رکھتے۔ انہوں نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا وہ کہا کرتے تھے کہ بیٹا جب باپ کے پاس جائے تو اسے کچھ نہ کچھ نذر ضرور پیش کرنی چاہئے۔ اُن کا مطلب یہ تھا کہ میں مصلح موعود ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا ہوں اور چونکہ وہ اپنے آپ کو خاص بیٹا سمجھتے تھے انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ کم سے کم ایک لاکھ روپیہ تو انہیں ضرور پیش کرنا چاہئے۔ کہتے ہیں ابھی انہوں نے چالیس پچاس ہزار روپیہ ہی جمع کیا تھا کہ وہ فوت ہو گئے اور نہ معلوم روپیہ کون کھا گیا۔ انہوں نے بہت سے چوہڑے مسلمان کئے اور ان سے کہا کرتے تھے کہ کچھ روپیہ جمع کرو پھر تمہیں دادا پیر کے پاس ملاقات کے لئے لے چلوں گا۔

کچھ عرصہ کے بعد ان نو مسلموں نے کہا کہ پتہ نہیں آپ کب جائیں گے آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم قادیان ہو آئیں۔ اس پر انہوں نے ان نو مسلموں کو قادیان آنے کی اجازت دے دی۔ وہ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سیر کے لیے نکلے تو وہ باہر کھڑے ہوئے تھے۔ غالباً وہ 9 آدمی تھے اُن میں سے ہر ایک نے ایک ایک اشرفی پیش کی کیونکہ اُن کے پیر نے کہا تھا کہ تم دادا پیر کے پاس جا رہے ہو میں تمہیں اس شرط پر جانے کی اجازت دیتا ہوں کہ تم دادا پیر کے سامنے سونا پیش کرو۔ چنانچہ انہوں نے ذکر کیا کہ ہمارے پیر نے ہمیں اس شرط پر آنے کی اجازت دی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی آپ کی خدمت میں سونا پیش کرے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وہ سیر کو چلے گئے۔ جب سیر سے واپس آئے تو چونکہ اُن کو حُحّہ پینے کی عادت تھی اس لئے وہ حقہ پینے کے لئے مرزا امام الدین کے پاس چلے گئے۔ وہ حقہ پینے کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ مرزا امام الدین نے کہنا شروع کیا۔ انسان کو کام وہ کرنا چاہیے جس سے اُسے کوئی فائدہ ہو تم جو اتنی دُور سے پیدل سفر کر کے آئے ہو (کیونکہ اُن کے پیر کا حکم تھا کہ تم چونکہ دادا پیر کے پاس جا رہے ہو اس لئے پیدل جانا ہوگا) بتاؤ تمہیں یہاں آنے سے کیا فائدہ ہوا؟ ایمان انسان کو عقل بھی دے دیتا ہے بلکہ عقل کو تیز کر دیتا ہے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اُن میں سے ایک نو مسلم کہنے لگا کہ ہم پڑھے لکھے تو ہیں نہیں اور نہ ہی کوئی علمی جواب جانتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ آپ کو بھلے مانس مرید ملے نہیں اس لئے آپ چوہڑوں کے پیر بن گئے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا ملا؟ آپ مرزا صاحب کی مخالفت کر کے مرزا سے چوہڑے بن گئے اور ہم مرزا صاحب کو مان کر چوہڑوں سے مرزا ہو گئے۔ لوگ ہمیں مرزائی، مرزائی کہتے ہیں یہ کتنا بڑا فائدہ ہے جو ہمیں حاصل ہوا۔ اب دیکھو یہ کیسی مشابہت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کی باتوں میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ داروں کی باتوں میں۔

مرزا علی شیر صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سالے اور مرزا فضل احمد صاحب کے خسر تھے۔ انہیں لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جانے سے روکنے کا بڑا شوق تھا۔ رستہ میں ایک بڑی لمبی تسبیح لے کر بیٹھ جاتے تسبیح کے دانے پھیرتے رہتے اور منہ سے گالیاں دیتے چلے جاتے۔ بڑا لئیرا ہے لوگوں کو لوٹنے کے لئے دُکان کھول رکھی ہے بہشتی مقبرہ کی سڑک پر دار الضعفاء کے پاس بیٹھے رہتے۔ اُس وقت یہ تمام زمین زیر کاشت



ہوتی تھی، عمارت کوئی نہ تھی، بڑی لمبی سفید ڈاڑھی تھی سفید رنگ تھا، تسبیح ہاتھ میں لئے بڑے شاندار آدمی معلوم ہوتے تھے اور مغلیہ خاندان کی پوری یادگار تھے، تسبیح لئے بیٹھے رہتے جو کوئی نیا آدمی آتا اُسے اپنے پاس بلا کر بٹھا لیتے اور سمجھانا شروع کر دیتے کہ مرزا صاحب سے میری قربی رشتہ داری ہے آخر میں نے کیوں نہ اسے مان لیا؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک دکان ہے جو لوگوں کو لوٹنے کے لئے کھولی گئی ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ باہر سے پانچ بھائی آئے غالباً وہ چک سکندر ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ اب تو لوگ جلسہ کے دوران میں بھی باہر پھرتے رہتے ہیں لیکن اُن پہلے لوگوں میں اخلاص نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا اور قادیان میں دیکھنے کی کوئی خاص چیز نہ تھی، نہ منارۃ المسیح تھا، نہ دفاتر تھے، نہ مسجد مبارک کی ترقیاں ایمان پر درتھیں، نہ مسجد اقصیٰ کی وسعت اس قدر جاذب تھی، نہ محلوں میں یہ رونق تھی، نہ کالج تھا نہ سکول تھے۔ اُن دنوں لوگ اپنے اخلاص سے خود ہی قابل زیارت جگہ بنا لیا کرتے تھے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد صاحب کا باغ ہے اسے دیکھو اور یہ حضرت صاحب کے لنگر کا باورچی ہے اس سے ملو اور اس سے باتیں پوچھو اُن کا ایمان اسی سے بڑھ جاتا تھا اُن دنوں ابھی بہشتی مقبرہ بھی نہ بنا تھا صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کا لگا ہوا باغ تھا۔ لوگ وہاں برکت حاصل کرنے کیلئے جاتے اور علی شیر صاحب رستہ میں بیٹھے ہوئے ہوتے۔ وہ پانچوں بھائی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باغ دیکھنے کے لیے گئے تو اُن میں سے ایک جو زیادہ جوشیلا تھا وہ کوئی دو سو گز آگے تھا اور باقی آہستہ آہستہ پیچھے آ رہے تھے۔ علی شیر نے اُسے دیکھ کر کہ یہ باہر سے آیا ہے اپنے پاس بلا لیا اور پوچھا کہ مرزا کو ملنے آئے ہو؟ اُس نے کہا ہاں مرزا صاحب کو ہی ملنے آیا ہوں۔ علی شیر نے اُس سے کہا ذرا بیٹھ جاؤ اور پھر اُسے سمجھانا شروع کیا کہ میں مرزا کے قربی رشتہ داروں میں سے ہوں میں اس کے حالات سے خوب واقف ہوں، اصل میں آمدنی کم تھی بھائی نے جائداد سے بھی محروم کر دیا اس لئے یہ دکان کھولی ہے۔ آپ لوگوں کے پاس کتابیں اور اشتہار پہنچ جاتے ہیں آپ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں کتنا بڑا بزرگ ہوگا پتہ تو ہم کو ہے جو دن رات اس کے پاس رہتے ہیں۔ یہ باتیں میں نے آپ کی خیر خواہی کے لئے آپ کو

بتائیں ہیں۔ چک سکندر سے آنے والے دوست نے بڑے جوش کے ساتھ مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ علی شیر صاحب سمجھے کہ شکار میرے ہاتھ آ گیا ہے۔ اُس دوست نے علی شیر صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا اور پکڑ کر بیٹھ گیا۔ گویا اسے اُن سے بڑی عقیدت ہو گئی ہے۔ علی شیر صاحب دل میں سمجھے کہ ایک تو میرے قابو میں آ گیا ہے۔ اس دوست نے اپنے باقی بھائیوں کو آواز دی کہ جلدی آؤ جلدی آؤ۔ اب تو مرزا علی شیر پھولے نہ سمائے کہ اس کے کچھ اور ساتھی بھی ہیں وہ بھی میرا شکار ہو جائیں گے اور میں ان کو بھی اپنا گرویدہ بنا لوں گا۔ اس دوست کے باقی ساتھی دوڑ کر آگئے تو اس نے کہا۔ میں نے تمہیں اس لیے جلدی بلایا ہے کہ ہم قرآن کریم اور حدیث میں شیطان کے متعلق پڑھا کرتے تھے مگر شکل نہیں دیکھی تھی آج اللہ تعالیٰ نے اُس کی شکل بھی دکھا دی ہے تم بھی غور سے دیکھ لو یہ شیطان بیٹھا ہے۔ مرزا علی شیر غصہ سے ہاتھ واپس کھینچتے لیکن وہ نہ چھوڑتا تھا اور اپنے بھائیوں سے کہتا جاتا تھا دیکھ لو اچھی طرح دیکھ لو شاید پھر دیکھنا نہ ملے یہ شیطان ہے۔ پھر اس نے اپنے بھائیوں کو سارا قصہ سنایا۔

(نبوت اور خلافت اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو جاتی ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 234 تا 239)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی بیگم صاحبہ

گجرات کے ضلع میں چک سکندر کے قریب بھاؤ گھسٹ پور ایک گاؤں ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں چند نہایت ہی مخلص بھائی رہا کرتے تھے میں اس وقت چھوٹا تھا مگر مجھے خوب یاد ہے کہ وہ بڑے شوق سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آ کر بیٹھا کرتے تھے اور بڑے مظلوظ ہوا کرتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک سالے تھے۔ جن کا نام علی شیر تھا چونکہ خدائی منشا اور اس کے احکام کے ماتحت آپؑ نے حضرت ام المؤمنینؑ سے شادی کر لی تھی۔ اس لیے آپ کی پہلی بیوی کے رشتہ دار آپ سے مخالفت رکھنے لگ گئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی بیوی ایک بہت ہی نیک عورت تھیں۔ میں نے دیکھا ہے وہ ہم سے اتنی محبت کرتی تھیں کہ کہنے کو تو لوگ کہتے ہیں کہ ”ماں سے زیادہ چاہے پھاپھا کٹنی کہلائے“ مگر واقعہ یہ ہے کہ ہم بچپن میں یہی سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے ماں سے بھی زیادہ پیار کرتی ہیں ہماری بڑی بہن عصمت جب فوت ہوئیں تو ان دنوں چونکہ

محمدی بیگم کی پیشگوئی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ داروں نے ایک مخالفانہ اشتہار شائع کیا تھا اس لئے ہمارے اور ان کے گھر کے درمیان کا جو دروازہ تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بند کروا دیا تھا حضرت ام المؤمنینؓ نے سنایا کہ جب عصمت بیمار ہوئی اور اس کی حالت نازک ہو گئی تو جس طرح ذبح ہوتے وقت مرغی تڑپتی ہے وہ تڑپتی اور بار بار کہتی کہ میری اماں کو بلا دو چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بلوایا۔ جب وہ آئیں اور انہوں نے عصمت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا تو اسے آرام اور سکون حاصل ہوا اور تب اس کی جان نکلی۔ غرض وہ بہت ہی نیک عورت تھیں اور ان کو اپنی سوکن کے بچوں سے بہت زیادہ محبت تھی خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی وہ بڑی محبت رکھتیں اور آپؐ کی بڑی قدر کرتی تھیں اور آپؐ کے متعلق کسی سے وہ کوئی بُری بات نہیں سن سکتی تھیں۔ مگر اُن کے بھائی بڑے متعصب تھے اور وہ آنے والے احمدیوں کو درغلالتے رہتے تھے اور کہتے تھے میں تو اس کا بھائی اور رشتہ دار ہوں میں جانتا ہوں کہ اس نے صرف ایک دُکان کھول رکھی ہے اور کچھ نہیں اور کئی کمزور لوگوں کو دھوکا لگ جاتا کہ جب بھائی یہ بات کہہ رہا ہے تو ٹھیک ہی ہوگی..... میں اس کے حالات کو خوب جانتا ہوں۔ تم تو باہر کے رہنے والے ہو تمہیں اصل حالات کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ تم اس کے دھوکے میں نہ آنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ وہ احمدی دوست مرزا علی شیر کی یہ بات سن کر بڑے شوق سے آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ ذرا دست پنچہ تو لے لیں۔ اُس نے سمجھا کہ میری باتوں کا اس پر اثر ہو گیا ہے اور میری بزرگی کا یہ قائل ہو گیا ہے کیونکہ ان کی عادت تھی کہ وہ باتیں بھی کرتے جاتے اور ساتھ ساتھ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ بھی کہتے جاتے۔ اُس نے بڑے شوق سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سمجھا کہ آج ایک اچھا شکار میرے قابو آ گیا ہے۔ انہوں نے زور سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے باقی چاروں بھائیوں کو زور زور سے آوازیں دینی شروع کر دیں کہ جلدی آنا ایک ضروری کام ہے۔ ہمارے ماموں نے سمجھا کہ اس پر میری بات کا اثر ہو گیا ہے اور اب یہ اپنے بھائیوں کو اس لیے بلارہا ہے کہ انہیں بتائے کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے اور وہ اپنے دل میں بڑے خوش ہوئے کہ آج میرا حربہ کارگر ثابت ہوا ہے۔ مگر جب ان کے بھائی وہاں پہنچ گئے تو وہ کہنے لگے ہم قرآن اور حدیث میں پڑھا کرتے تھے کہ دنیا میں ایک شیطان ہوا کرتا ہے مگر وہ ہمیں ملتا نہیں تھا۔ آج

حُسن اتفاق سے ہمیں شیطان مل گیا ہے اور میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ آؤ شیطان کو دیکھ لو۔ اب وہ زور سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہے مگر وہ اس کا ہاتھ نہ چھوڑیں اور کہیں اب آپ ہاتھ چھڑا کر کہاں جانا چاہتے ہیں۔ میں تو ساری عمر اس تلاش میں رہا کہ مجھے شیطان نظر آ جائے مگر ملتا نہیں تھا۔ ہم حیران تھے اور نبیوں کے وقت میں تو شیطان ہوا کرتا تھا اب مرزا صاحب کے وقت میں وہ شیطان کہاں گیا۔ سو شکر ہے کہ آج ہم نے بھی شیطان دیکھ لیا۔ اب تو میں نے نہیں چھوڑنا۔ غرض بڑی مشکل سے اپنا ہاتھ چھڑا کر وہاں سے بھاگا۔“

(روزنامہ الفضل 31 اگست 1956ء جلد 30 نمبر 170 صفحہ 5-6)

### دادا کے دربار میں پانچ سو حفاظ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دادا مرزا گل محمد صاحب کے متعلق بیان فرمایا کرتے تھے کہ ان کے دربار میں پانچ سو حفاظ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سپاہی وغیرہ ہر قسم کے پیشہ کے لوگ جو ان کے دربار میں تھے ان میں سے ایک کثیر حصہ نے قرآن کریم کو حفظ کیا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت سخت کمزور ہے اور وہ تنزل کے دور سے گذر رہے ہیں مگر اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں لاکھوں لاکھ حفاظ ہندوستان میں سے ہی نکل سکتے ہیں۔ غرض دوسرا ذریعہ قرآن کریم کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ حفاظ و قراء کی کثرت پیدا کر دی اور یہ چیز بھی ایسی ہے جو کسی کے بس کی نہیں۔ غرض قرآن کریم کی حفاظت کا ایک سامان خدا تعالیٰ نے یہ کیا کہ دلوں میں اس کے حفظ کی رغبت پیدا کر دی اور اس طرح لاکھوں لوگوں کے سینوں میں اس کا ایک ایک لفظ بلکہ زیر اور زبر تک محفوظ کر دی۔

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 425-424)

### خاندان کے اعزازات

ہمارے پاس وہ کاغذات موجود ہیں جن میں گورنمنٹ نے ہمارے خاندان کی خدمات کا اعتراف کیا اور یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ اس خاندان کو وہی اعزاز دیا جائے گا جو اسے پہلے حاصل تھا۔ ہمارے پڑدادا کو ہفت ہزاری کا درجہ ملا ہوا تھا جو مغلیہ سلطنت میں صرف شہزادوں کو

ملا کرتا تھا پھر عضد الدولہ کا خطاب حاصل تھا۔ یعنی حکومت مغلیہ کا بازو مگر ہم نے کبھی گورنمنٹ کے سامنے ان کاغذات کو پیش نہیں کیا۔

(الفضل 23 اکتوبر 1934ء جلد 22 نمبر 50 صفحہ 3)

## حکومت کی طرف سے اعزاز دینے کی پیشکش

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی کہا گیا اور دودفعہ مجھے بھی کہلایا گیا کہ کیا حکومت اگر کوئی خطاب دے تو اسے قبول کر لیا جائے گا۔ میں نے کہا اگر حکومت ایسا کرے گی تو وہ میری ہتک کرے گی۔ ہمیں خدا تعالیٰ سے جو کچھ مل چکا ہے اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے اور اس سے بڑھ کر حکومت کیا دے سکتی ہے۔ اپنے متعلق خطاب کا ذکر تو الگ رہا، اگر جماعت احمدیہ کا کوئی شخص بھی خطاب کے متعلق کچھ پوچھتا ہے تو میں اسے یہی کہتا ہوں کہ مجھے تو انسانی خطاب سے گھن آتی ہے۔ احمدی کہلانے سے بڑا خطاب اور کیا ہو سکتا ہے۔

(حالات حاضرہ کے متعلق جماعت احمدیہ کو اہم ہدایات، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 512)

## خاندان کی جنگی تاریخ

ہمارے خاندان کی تاریخ جنگی تاریخ ہے اور اب بھی ہمارا فوج کے ساتھ تعلق ہے میں نے خود مرزا شریف احمد صاحبؒ کو فوج میں داخل کرایا ہے اور اب ان کا لڑکا فوج میں شامل ہو رہا ہے۔ ہمارے تایا صاحب نے غدر کے موقع پر جنگ میں نمایاں حصہ لیا ہمارے دادا فوجی جرنیل تھے۔ دلی کے بادشاہوں کی چٹھیاں ہمارے پاس محفوظ ہیں جن میں اس امر کا اعتراف ہے کہ ہمارا خاندان ہی تھا جس نے سکھوں کے زمانہ میں اسلام کی حفاظت کے لئے قربانیاں کیں۔“

(الفضل 30 جولائی 1937ء جلد 25 نمبر 175 صفحہ 8)

## جماعت احمدیہ لاہور کا اخلاص

ہماری جماعت کے دوستوں کو یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ احمدیت کو قائم ہوئے ایک لمبا زمانہ گزر چکا ہے۔ اگر براہین احمدیہ سے اس زمانہ کو لیا جائے۔ تو 70-71 سال ہو گئے ہیں اور اگر بیعت کے آغاز سے اس زمانہ کو شمار کیا جائے تو پھر 65 سال ہو گئے ہیں اور یہ ایک بہت بڑا وقت ہے اور گو قوموں کی عمر کے لحاظ سے اتنے سال کوئی زیادہ لمبا زمانہ نہیں سمجھے جاسکتے۔ لیکن انسانوں

کی عمر میں یہ ایک بہت بڑا وقت ہے۔ اس تمام عرصہ میں ابتدائے زمانہ سے ہی لاہور کا ایک حصہ احمدیت کے ساتھ شامل رہا ہے۔ ہم چھوٹے ہوتے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سفروں میں ہم آتے جاتے تھے۔ اس وقت عموماً جب آپؐ کو رستہ میں ٹھہرنا پڑتا۔ تو لاہور یا امرتسر میں ہی ٹھہرتے۔ یوں ابتدائی زمانہ میں آپؐ کا قیام زیادہ تر لدھیانہ میں رہا ہے۔ لیکن جماعت کے لحاظ سے لاہور کی جماعت ہمیشہ زیادہ رہی ہے اور دوسری جماعتوں کی نسبت زیادہ مستعد رہی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے والد صاحب کے زمانہ میں مقدمات کے لیے اکثر لاہور آتے تھے اور آپؐ کے والد صاحب کے تعلقات بھی زیادہ تر لاہور کے رؤسا تھے۔ اس لئے ابتدائی ایام میں ہی یہاں ایک ایسی جماعت پائی جاتی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اخلاص رکھتی تھی۔ الہی بخش اکاؤنٹس جو بعد میں شدید مخالف ہو گئے۔ وہ بھی یہیں کے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بعد میں کفر کا فتویٰ لگانے والوں کے سردار بنے وہ بھی یہیں چڑیاں والی مسجد کے امام تھے۔ اور ان کا زیادہ تر اثر اور رسوخ لاہور ہی میں تھا۔ گو وہ رہنے والے بٹالہ کے تھے۔ اسی طرح میاں چراغ دین، میاں معراج دین صاحب اور میاں تاج دین صاحب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت پرانے تعلقات تھے۔ میاں چراغ دین صاحب اور میاں معراج دین صاحب کا خاندان اپنے پرانے تعلقات کی وجہ سے جو بیعت سے بھی پہلے کے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں بہت قربت رکھتا تھا۔ پھر حکیم محمد حسین صاحب قریشی جنہوں نے دہلی دروازہ والی مسجد بنوائی ان کے تعلقات بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت قدیم اور مخلصانہ تھے۔ میاں چراغ دین صاحب مرحوم کے تعلقات تو الہی بخش اکاؤنٹس سے بھی پہلے کے تھے۔ حتیٰ کہ میرے عقیدہ میں جن دوستوں کو شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ ان میں چراغ دین صاحب بھی تھے۔ اتفاقاً اس دن سخت بارش ہو گئی۔ وہ سناتے تھے کہ ہم باغ تک پہنچنے لگے مگر آگے پانی ہونے کی وجہ سے نہ جاسکے۔ اور وہیں سے ہمیں واپس لوٹنا پڑا۔ پس اس جگہ کی جماعت کی بنیاد ایسے لوگوں سے پڑی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت سے اخلاص رکھتے تھے جب آپؐ نے ابھی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا اور براہین لکھی جا رہی تھی۔ پھر خدا تعالیٰ نے ان کے خاندانوں کو ترقی دی اور وہ اخلاص میں بڑھتے چلے گئے۔

## براہین احمدیہ اور مولوی چراغ علی صاحب حیدر آبادی

آج کل تو ”زمیندار“ اور ”احسان“ وغیرہ مخالف اخبارات یہ بھی لکھتے رہتے ہیں کہ کوئی مولوی چراغ علی صاحب حیدر آبادی تھے وہ آپ کو یہ مضامین لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ جب تک اُن کی طرف سے مضامین کا سلسلہ جاری رہا آپ بھی کتاب لکھتے رہے مگر جب انہوں نے مضمون بھیجنے بند کر دیئے تو آپ کی کتاب بھی ختم ہو گئی۔ گو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی چراغ علی صاحب کو کیا ہو گیا کہ انہیں جو اچھا نکتہ سوجھتا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھ کر بھیج دیتے اور ادھر ادھر کی معمولی باتیں اپنے پاس رکھتے۔ آخر مولوی چراغ علی صاحب مصنف ہیں۔ براہین احمدیہ کے مقابلہ میں اُن کی کتابیں رکھ کر دیکھ لیا جائے کہ آیا کوئی بھی ان میں نسبت ہے؟ پھر وجہ کیا ہے کہ دوسرے کو تو ایسا مضمون لکھ کر دے سکتے تھے جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی اور جب اپنے نام پر کوئی مضمون شائع کرنا چاہتے تو اُس میں وہ بات ہی پیدا نہ ہوتی۔ پس اوّل تو انہیں ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مضمون لکھ کر بھیجتے؟ اور اگر بھیجتے تو عمدہ چیز اپنے پاس رکھتے اور معمولی چیز دوسرے کو دے دیتے۔ جیسے ذوق کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ ظفر کو نظمیں لکھ کر دیا کرتے تھے۔ مگر ”دیوان ذوق“ اور ”دیوان ظفر“ آج کل دونوں پائے جاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر صاف نظر آتا ہے کہ ذوق کے کلام میں جو فصاحت اور بلاغت ہے وہ ظفر کے کلام میں نہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ظفر کو کوئی چیز دیتے بھی تھے تو اپنی بچی ہوئی دیتے تھے اعلیٰ چیز نہیں دیتے تھے حالانکہ ظفر بادشاہ تھا غرض ہر معمولی عقل والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر مولوی چراغ علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مضامین بھیجا کرتے تھے تو انہیں چاہیے تھا کہ معرفت کے عمدہ عمدہ نکتے اپنے پاس رکھتے اور معمولی علم کی باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھ کر بھیجتے۔ مگر مولوی چراغ علی صاحب کی کتابیں بھی موجود ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں بھی۔ انہیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھ لو کوئی بھی ان میں نسبت ہے؟ انہوں نے تو اپنی کتابوں

میں صرف بائبل کے حوالے جمع کیئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے وہ معارف پیش کیئے ہیں جو تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کو نہیں سوجھے اور ان معارف اور علوم کا سینکڑوں بلکہ ہزاروں حصہ بھی ان کی کتابوں میں نہیں۔“

(فضائل القرآن (2)، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 350)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت

1889ء میں پیدا ہوا 1898ء میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گو بوجہ احمدیت کی پیدائش کے میں پیدائش سے ہی احمدی تھا مگر یہ بیعت گویا میرے احساس قلبی کے دریا کے اندر حرکت پیدا ہونے کی علامت تھی۔

(یادایام، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 365)

### دعاؤں کی عادت

خدا کا فرستادہ مسیح موعود علیہ السلام جسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اُجیبُ کُلِّ دُعَائِكَ الْاَلْفِي شُرَكَائِكَ۔ جس سے وعدہ تھا کہ میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا، سوائے ان کے جو شرکاء کے متعلق ہوں۔ وہ ہنری مارٹن کلارک والے مقدمہ کے موقع پر مجھے جس کی عمر صرف 9 سال کی تھی دعا کے لئے کہتا ہے۔ گھر کے نوکروں اور نوکرانیوں کو کہتا ہے کہ دعائیں کرو۔ پس جب وہ شخص جس کی سب دعائیں قبول کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا تھا، دوسروں سے دعائیں کرانا ضروری سمجھتا ہے اور اس میں اپنی ہتک نہیں سمجھتا تو ایک ڈاکٹر کا دوسرے ڈاکٹر سے مشورہ کرنا، کس طرح ہتک کا موجب ہو سکتا ہے۔

پس دیانت، ایمان اور دین کے لحاظ سے ایک معالج کا فرض ہے کہ جب حالت خطرناک دیکھے تو مشورہ دے کہ کسی اور کو بلا لیا جائے۔ (خطبات محمود جلد 14 صفحہ 131-132)

### جبرائیلؑ اب بھی آتا ہے

میری عمر جب نو یا دس برس کی تھی۔ میں اور ایک اور طالب علم گھر میں کھیل رہے تھے۔ وہیں الماری میں ایک کتاب پڑی ہوئی تھی جس پر نیلا جُردان تھا اور وہ ہمارے دادا صاحب کے وقت کی تھی۔ نئے نئے علوم ہم پڑھنے لگے تھے اس کتاب کو جو کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ اب



جبرائیلؑ نازل نہیں ہوتا۔ میں نے کہا یہ غلط ہے میرے ابا پر تو نازل ہوتا ہے۔ اس لڑکے نے کہا جبرائیلؑ نہیں آتا کتاب میں لکھا ہے۔ ہم میں بحث ہو گئی۔ آخر ہم دونوں حضرت صاحبؑ کے پاس گئے اور دونوں نے اپنا اپنا بیان پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کتاب میں غلط لکھا ہے۔ جبرائیلؑ اب بھی آتا ہے۔ (سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 149)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت کا ایک انداز

بیوقوفی کے واقعات میں مجھے بھی اپنا ایک واقعہ یاد ہے۔ کئی دفعہ اس واقعہ کو یاد کر کے میں ہنسا بھی ہوں اور بسا اوقات میری آنکھوں میں آنسو بھی آگئے ہیں۔ مگر میں اسے بڑی قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا کرتا ہوں اور مجھے اپنی زندگی کے جن واقعات پر ناز ہے۔ ان میں وہ ایک حماقت کا واقعہ بھی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ایک رات ہم سب صحن میں سو رہے تھے گرمی کا موسم تھا کہ آسمان پر بادل آیا اور زور سے گرجنے لگا۔ اسی دوران قادیان کے قریب ہی کہیں بجلی گر گئی مگر اس کی کڑک اس زور کی تھی کہ قادیان کے ہر گھر کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ بجلی شاید ان کے گھر میں ہی گری ہے۔ اس کڑک اور کچھ بادلوں کی وجہ سے تمام لوگ کمروں میں چلے گئے جس وقت بجلی کی یہ کڑک ہوئی اس وقت ہم بھی جو صحن میں سو رہے تھے اٹھ کر اندر چلے گئے مجھے آج تک وہ نظارہ یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اندر کی طرف جانے لگے تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر پر رکھ دیئے کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے ان پر نہ گرے بعد میں جب میرے ہوش ٹھکانے آئے تو مجھے اپنی اس حرکت پر ہنسی آئی کہ ان کی وجہ سے تو ہم نے بجلی سے بچنا تھا نہ یہ کہ ہماری وجہ سے وہ بجلی سے محفوظ رہتے۔ میں سمجھتا ہوں میری وہ حرکت ایک مجنون کی حرکت سے کم نہیں تھی۔ مگر مجھے ہمیشہ خوشی ہوا کرتی ہے کہ اس واقعہ نے مجھ پر بھی اس محبت کو ظاہر کر دیا جو مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھی بسا اوقات انسان خود بھی نہیں جانتا کہ مجھے دوسرے سے کتنی محبت ہے۔ جب اس قسم کا کوئی واقعہ ہو تو اسے بھی اپنی محبت کی وسعت اور اس کی گہرائی کا اندازہ ہو جاتا ہے تو جس وقت محبت کا انتہائی جوش اٹھتا ہے عقل اس وقت کام نہیں کرتی محبت پرے پھینک دیتی ہے عقل کو اور محبت پرے پھینک دیتی ہے فکر کو اور وہ آپؐ سامنے آ جاتی ہے۔ (سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 150-149)

## حق الیقین

میں علمی طور پر بتلاتا ہوں کہ میں نے حضرت صاحب کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نَعُوذُ بِاللّٰهِ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا۔ مگر میں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا حتیٰ کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا۔“  
(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 96)

## 1900 کا قابل یادگار سال

1900ء میرے قلب کو اسلامی احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہوا ہے اس وقت میں گیارہ سال کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جبہ لایا تھا۔ میں نے آپ سے وہ جبہ لے لیا تھا کسی اور خیال سے نہیں بلکہ اس لئے کہ اس کا رنگ اور اس کے نقش مجھے پسند تھے میں اسے پہن نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں کے نیچے لٹکتے رہتے تھے۔ جب میں گیارہ سال کا ہوا اور 1900ء نے دنیا نے قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچہ کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی یہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ میں اپنے جاموں میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا آج میں پینتیس (35) سال کا ہوں مگر آج بھی میں اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی یہی کہتا ہوں خدایا! تیری ذات کے متعلق مجھے کوئی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا۔ اب مجھے زیادہ تجربہ ہے اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔

بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ میں لکھ رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک جبہ میں نے مانگ لیا تھا جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے تو ایک دن صبح کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جبہ اس وجہ سے نہیں کہ خوبصورت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور تبرک ہے یہ پہلا احساس میرے دل میں خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے مقدس ہونے کا تھا۔ پہن لیا تب میں نے اس کو ٹھڑی کا جس میں میں رہتا تھا دروازہ بند کر لیا اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی اور میں اس میں خوب رویا، خوب رویا، خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا اس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا۔ اس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی گو اس نماز کے بعد کئی سال بچپن کے زمانہ کے ابھی باقی تھے۔

(یادایام۔ انوار العلوم جلد نمبر 8 صفحہ 366-365)

### گیارہ سال کی عمر میں پختہ ایمان

میں گیارہ سال کا تھا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے یہ توفیق عطا فرمائی کہ میں اپنے عقیدہ کو ایمان سے بدل لوں مغرب کے بعد کا وقت تھا۔ میں اپنے مکان میں کھڑا تھا کہ ایک دم مجھے خیال آیا کیا میں اس لیے احمدی ہوں کہ بانی سلسلہ احمدیہ میرے باپ ہیں یا اس لئے احمدی ہوں کہ احمدیت سچی ہے اور یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے یہ خیال آنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس بات پر غور کر کے یہاں سے نکلوں گا اور اگر مجھے پتہ لگ گیا کہ احمدیت سچی نہیں تو میں اپنے کمرہ میں داخل نہیں ہوں گا بلکہ یہیں صحن سے باہر نکل جاؤں گا۔ یہ فیصلہ کر کے میں نے غور کرنا شروع کیا اور قدرتی طور پر اس کے نتیجے میں بعض دلائل میرے سامنے آئے جن پر میں نے جرح کی۔ کبھی ایک دلیل دوں اور اسے توڑوں پھر دوسری دلیل دوں اور اسے رد کروں پھر تیسری دلیل دوں اور اسے توڑوں یہاں تک کہ ہوتے ہوتے یہ سوال میرے سامنے آیا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول تھے؟ اور کیا میں ان کو اس لئے سچا مانتا ہوں کہ میرے ماں باپ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ سچے ہیں یا میں ان کو اس لئے سچا مانتا ہوں کہ مجھ پر دلائل و براہین کی رو سے یہ روشن ہو چکا ہے کہ واقعہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم راستباز

رسول ﷺ ہیں۔ جب یہ سوال میرے سامنے آیا تو میرے دل نے کہا اب میں اس امر کا بھی فیصلہ کر کے ہٹوں گا۔ اس کے بعد قدرتی طور پر خدا تعالیٰ کے متعلق میرے دل میں سوال پیدا ہوا اور میں نے کہا یہ سوال بھی حل طلب ہے کہ آیا میں خدا تعالیٰ کو یونہی عقیدہ کے طور پر مانتا ہوں یا سچے سچے یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہو چکی ہے کہ دنیا کا ایک خدا ہے تب اللہ تعالیٰ کے سوال پر بھی میں نے غور کرنا شروع کیا اور میرے دل نے کہا اگر خدا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ﷺ ہیں اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی سچے ہیں اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں تو پھر احمدیت بھی یقیناً سچی ہے اور اگر دنیا کا کوئی خدا نہیں تو پھر ان میں سے کوئی بھی سچا نہیں اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج میں اس سوال کو حل کر کے رہوں گا اور اگر میرے دل نے یہی فیصلہ کیا کہ کوئی خدا نہیں تو پھر میں اپنے گھر میں نہیں رہوں گا۔ بلکہ فوراً باہر نکل جاؤں گا۔

یہ فیصلہ کر کے میں نے سوچنا شروع کر دیا اور سوچتا چلا گیا اپنی عمر کے لحاظ سے میں اس سوال کا کوئی معقول جواب نہ دے سکا مگر پھر بھی میں غور کرتا چلا گیا یہاں تک کہ میرا دماغ تھک گیا۔ اس وقت میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اس دن بادل نہیں تھے۔ آسمان کا جو نہایت ہی مصفیٰ تھا اور ستارے نہایت خوشنمائی کے ساتھ آسمان پر چمک رہے تھے ایک تھکے ہوئے دماغ کے لئے اس سے زیادہ فرحت افزاء اور کون سا نظارہ ہو سکتا تھا۔ میں نے بھی ان ستاروں کو دیکھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں ان ستاروں میں کھویا گیا تھوڑی دیر کے بعد جب پھر میرے دماغ کو تروتازگی حاصل ہوئی تو میں نے اپنے دل میں کہا کیسے اچھے ستارے ہیں مگر ان ستاروں کے بعد کیا ہوگا۔ میرے دماغ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ان کے بعد اور ستارے ہوں گے۔ پھر میں نے کہا ان کے بعد کیا ہوگا۔ اس کا جواب بھی میرے دل نے یہی دیا کہ ان کے بعد اور ستارے ہوں گے پھر میرے دل نے کہا اچھا تو پھر ان کے بعد کیا ہوگا۔ میرے دماغ نے پھر یہی جواب دیا کہ ان کے بعد اور ستارے ہوں گے میں نے کہا اچھا تو پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ اس کا بھی پھر وہی جواب میرے دل اور دماغ نے دیا کہ کچھ اور ستارے ہوں گے تب میرے دل نے کہا کہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد

تیسرے اور تیسرے کے بعد چوتھا ستارے ہو کیا یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوگا اگر ختم ہوگا تو اس کے بعد کیا ہوگا۔ یہی وہ سوال ہے جس کے متعلق اکثر لوگ حیران رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں ہم جو کہتے ہیں کہ خدا غیر محدود ہے اس کے کیا معنی ہیں اور ہم جو کہتے ہیں خدا ابدی ہے اس کے کیا معنی ہیں۔ آخر کوئی نہ کوئی حد ہونی چاہیے یہی سوال میرے دل میں ستاروں کے متعلق پیدا ہوا اور میں نے کہا آخر یہ کہیں ختم بھی ہوتے ہیں یا نہیں اور اگر ہوتے ہیں تو اس کے بعد کیا ہے اور اگر ختم نہیں ہوتے تو یہ کیا سلسلہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں جب میرا دماغ یہاں تک پہنچا تو میں نے کہا خدا کی ہستی کے متعلق محدود اور غیر محدود کا سوال بالکل لغو ہے۔ تم خدا تعالیٰ کو جانے دو تم ان ستاروں کے متعلق کیا کہو گے میری آنکھوں کے سامنے یہ پڑے ہیں۔ اگر ہم ان کو محدود کہتے ہیں تو محدود وہ ہوتا ہے جس کے بعد دوسری چیز شروع ہو جائے پس سوال یہ ہے کہ اگر یہ محدود ہیں تو ان کے بعد کیا ہے اور پھر اگر وہ بھی محدود ہے تو اس کے بعد کیا ہے اور اگر کہو کہ یہ غیر محدود ہیں تو اگر ستاروں کی غیر محدودیت کا انسان قائل ہو سکتا ہے تو خدا تعالیٰ کی غیر محدودیت کا کیوں قائل نہیں ہو سکتا۔ تب میرے دل نے کہا ہاں واقعہ میں خدا موجود ہے کیونکہ اس نے قانون قدرت میں وہی اعتراض رکھ دیا ہے جو اس کی ذات پر پیدا ہوتا ہے اور اس نے بتا دیا ہے کہ تم مجھے غیر مرئی چیز سمجھ کر اگر یہ اعتراض کرتے ہو تو پھر وہ چیزیں جو تمہیں نظر آ رہی ہیں ان کے متعلق تمہارا کیا جواب ہے جبکہ وہی اعتراض جو تم مجھ پر کرتے ہو ان پر بھی عائد ہوتا ہے اور تمہارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تم خدا تعالیٰ کے متعلق تو بے تکلفی سے یہ کہہ دو گے کہ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ وہ غیر محدود ہے؟

(الفضل 27 ستمبر 1938ء جلد 26 نمبر 223 صفحہ 8)

## مجھے خدا تعالیٰ کا ثبوت مل گیا

اگر کسی غیر شخص کو مذہب کے معاملہ میں جج ماننا جائز ہو تو ماں باپ کی رائے کو ہی کیوں نہ مانا جائے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسے میں کسی صورت میں نہیں مان سکتا میری تو یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں پیدا ہوا۔ ابھی میری عمر گیارہ برس کی تھی کہ میں نے ایک دن خیال کیا کہ کیا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس

لئے مانتا ہوں کہ میں اُن کا بیٹا ہوں یا میرے پاس اُن کی صداقت کے ثبوت ہیں۔ میں اُس وقت گھر سے باہر تھا اور میں نے خیال کیا کہ اگر میرے پاس ان کی صداقت کے ثبوت نہیں ہیں تو میں گھر میں واپس نہ جاؤں گا بلکہ یہیں سے اسی وقت انہیں باہر چلا جاؤں گا۔ جب میں نے اپنے دل میں اس سوال کو حل کرنا شروع کیا کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں؟ تو میں نے اس سوال کو قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں حل کرنا چاہا۔ اس پر مجھے خیال آیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی صداقت کے ثبوت میرے پاس ہیں؟ یا میں ان کو بھی اسی لیے سچا سمجھتا ہوں کہ میں نے ماں باپ سے سنا ہے کہ یہ سچے ہیں۔ تب میں نے اپنے دل میں اس سوال پر بحث شروع کی کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سچے ہیں؟ اس سوال پر غور کرتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ کیا توحید الہی کے ثبوت میرے پاس ہیں؟ یا میں اسے صرف اس لئے مانتا ہوں کہ میرے ماں باپ اس کے قائل ہیں۔ تب میں نے خدا تعالیٰ کی پیدا کی گئی کائنات اور اُس کی قدرتوں سے اس سوال کو حل کرنا شروع کیا اور توحید الہی پر غور کرتا گیا حتیٰ کہ میرا دماغ تھک گیا اور آرام کرنا چاہا مگر میں نے فیصلہ کیا کہ یا تو میں اس سوال کو حل کر کے چھوڑوں گا اور یا میں گھر میں داخل نہ ہوں گا۔ اُس وقت آسمان صاف تھا اور یہ آخری سوال تھا جسے میں حل کرنا چاہتا تھا میں نے خیال کیا کہ جب ہر چیز کہیں نہ کہیں جا کر ختم ہو جاتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ کو غیر محدود ماننا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو غیر محدود ماننا درست ہے تو دوسری چیزوں کے متعلق بھی ایسا کیوں نہ سمجھا جائے اور میری طبیعت یہاں آ کر رکے کہ خدا تعالیٰ کا غیر محدود ہونا سمجھ میں نہیں آ سکتا اور محدود خدا نہیں ہو سکتا۔ میری نظر ستاروں پر پڑی اور وہ بہت خوبصورت نظر آتے تھے۔ میں نے خیال کرنا شروع کیا کہ ان کے پیچھے اور کیا ہوگا؟ میرے نفس نے جواب دیا کہ اور ستارے ہوں گے پھر میں نے خیال کیا کہ ان کے پیچھے اور کیا ہوگا؟ اور پھر میرے نفس نے جواب دیا کہ اور ستارے ہوں گے۔ اور ان کے پیچھے؟ تب میرے نفس نے جواب دیا کہ یہ تو ایک لامتناہی سلسلہ بن گیا یہ کہاں ختم ہوگا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ محدود دماغ میں نہیں آ سکتا اور اس کی حد بندی نہیں کی جا سکتی۔ تب میرا دماغ واپس لوٹا اور میں سمجھ گیا کہ خدا تعالیٰ اپنے آپ کو اپنی قدرتوں سے ظاہر کرتا ہے اور مجھے پتہ لگ گیا کہ اسی سوال کو حل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے۔ ہم ستاروں کے بارہ میں جب یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ یہ سلسلہ کہاں ختم ہوتا ہے اور زمین کے بارہ

میں یہ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ اس کی جگہ پہلے کیا تھا؟ کہا جاتا ہے پہلے پانی ہی پانی تھا تو پھر سوال ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کیا تھا اور پھر اس سے پہلے کیا تھا، یہ ایک لامتناہی سلسلہ بن جاتا ہے کہ جسے سمجھنا ممکن نہیں مگر ہم ان دونوں چیزوں کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی ان کا انکار کرے تو لوگ اُسے پاگل کہیں گے اور ان کی موجودگی میں خدا تعالیٰ کے بارہ میں شبہ کرنا بھی ویسا ہی پاگلانہ خیال ہے اور اس طرح یکدم مجھے خدا تعالیٰ کا ثبوت مل گیا۔ اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید سے آپ کے سچے ہونے کا ثبوت مل گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ثبوت مل گیا۔ تو میں جس نے مذہب کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بغیر ثبوت کے حکم ماننا تسلیم نہ کیا وہ کسی اور کو مذہبی عقائد کے بارہ میں حج کیوں کر مان سکتا ہے؟

(بعض اہم اور ضروری امور (1944ء)۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 471 تا 473)

### ٹیپو سلطان

مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایک کتا ہمارے دروازے پر آیا میں وہاں کھڑا تھا اندر کمرہ میں حضرت صاحبؑ تھے میں نے اس کتے کو اشارہ کیا اور کہا ٹیپو، ٹیپو، ٹیپو..... حضرت صاحبؑ بڑے غصے سے باہر نکلے اور فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریزوں نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم اُن کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا میری عمر اس وقت شائد آٹھ نو سال کی تھی وہ پہلا دن تھا جب سے میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہو گئی اور میں نے سمجھا کہ سلطان ٹیپو کی قربانی رائیگاں نہیں گئی۔ خدا تعالیٰ نے اس کے نام کو اتنی برکت دی کہ آخری زمانہ کا مامور بھی اس کی قدر کرتا تھا اور اس کے لئے غیرت رکھتا تھا۔

(الفضل کیم اپریل 1958ء جلد 12/471 نمبر 85 صفحہ 3)

آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے

جن دنوں کلا رک کا مقدمہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اوروں کو دعا کیلئے کہا تو مجھے بھی کہا کہ دعا اور استخارہ کرو میں نے اس وقت روایا میں دیکھا کہ ہمارے گھر کے ارد گرد

پہرے لگے ہوئے ہیں۔ میں اندر گیا جہاں سیڑھیاں ہیں وہاں ایک تہہ خانہ ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؓ کو وہاں کھڑا کر کے آگے اُپلے چن دیئے گئے ہیں اور ان پر مٹی کا تیل ڈال کر کوشش کی جا رہی ہے کہ آگ لگا دیں۔ مگر جب دیا سلائی سے آگ لگاتے ہیں تو آگ نہیں لگتی۔ وہ بار بار آگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ میں اس سے بہت گھبرایا لیکن جب میں نے اس دروازے کی چوکھٹ کی طرف دیکھا تو وہاں لکھا تھا کہ:-  
 ”جو خدا کے بندے ہوتے ہیں ان کو کوئی آگ جلا نہیں سکتی۔“

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 154-153)

### سیدانی فقیرنی

ایک دفعہ ایک سیدانی فقیرنی ہمارے گھر آئی میں اس وقت چھوٹا تھا۔ وہ آکر چار پانی پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔ میں آل رسول ﷺ ہوں مجھے کچھ دو۔ حضرت صاحب نے بھی کچھ دیا اور گھر کے لوگوں نے بھی دیا۔ پھر اس نے پانی مانگا مگر جب ایک عورت نے اسے پانی دیا تو سخت ناراض ہو کر کہنے لگی۔ اُمتیوں کے گلاس میں مجھے پانی دیتی ہے۔ ہم سادات آل رسول ﷺ ہیں۔ اول تو پانی پلانے کے لئے نیا گلاس چاہیئے تھا اور اگر پرانے ہی میں پانی دینا تھا تو پہلے اسے اچھی طرح مانجھنا تھا۔ اب وہ فقیرنی ہو کر آئی تھی مگر باوجود اس کے اس میں وہ عادت موجود تھی جو نادر اور ادب و احترام کرتے رہنے سے پیدا ہو جاتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 70)

### ریوڑیاں اور کونین

ایک دفعہ میں ایک جگہ گیا اس وقت میں چھوٹا بچہ تھا اور مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ وہاں میں نے بورڈنگ میں دیکھا کہ ایک لڑکا ریوڑیاں کھا رہا تھا اور ایسی طرز پر کھا رہا تھا کہ اس کی حالت قابل ہنسی تھی۔ یعنی ریوڑیوں کو اس نے چھپایا ہوا تھا جیسے ڈرتا ہے کہ اور کوئی نہ دیکھ لے۔ مجھے ہنسی آگئی اور میں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا سنا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ریوڑیاں پسند ہیں اس سنت کو پورا کرتا ہوں۔ میں نے کہا آپ تو کونین بھی کھاتے ہیں وہ بھی کھاؤ۔ تو جہاں انسان اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے وہاں ہمیشہ ایسی باتوں کو لے لیتا ہے جو اس



کے حق میں مفید ہوں اور دوسری باتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

(تقدیر الہی۔ انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 477)

## مذاہب کے موازنہ کی عادت ڈالیں

مجھے بھی اپنے بچپن کی ایک جہالت یاد ہے۔ جب میں چھوٹا بچہ تھا تو جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بعض دشمن آتے اور آپؑ پر اعتراض کرتے تو چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت سادگی سے بات کرتے تھے بعض دفعہ مجھے یہ وہم ہوتا تھا شاید آپؑ اُس شخص کی چالاکی کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے مگر جب دشمن مخالفت میں بڑھتا جاتا تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی آسمانی طاقت نے آپؑ پر قبضہ کر لیا ہے اور آپؑ اس شان سے جواب دیتے کہ مجلس پر سناٹا چھا جاتا تھا۔ ایسی ہی بے وقوفی ان لوگوں کی ہے جو اس وقت کہ جب کوئی شخص قرآن شریف پر اعتراض کرے تو کہتے ہیں چپ ہو جاؤ ورنہ تمہارا ایمان ضائع ہو جائے گا حالانکہ یہ فضول بات ہے۔ چاہیے تو یہ کہ قرآن شریف پر جو اعتراض ہوں ان کے جوابات ایسے دیئے جاویں کہ دشمن بھی ان کی صداقت کو مان جائے نہ یہ کہ اعتراض کرنے والے کو اعتراض کرنے سے منع کر دیا جائے اور شکوک کو اُس کے دل میں ہی رہنے دیا جائے۔

مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بات خوب یاد ہے میں نے کئی دفعہ اپنے کانوں سے وہ بات آپؑ کے منہ سے سنی ہے۔ آپؑ فرمایا کرتے کہ اگر دنیا میں سارے ابو بکرؓ جیسے لوگ ہوتے تو اتنے بڑے قرآن شریف کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف بِسْمِ اللّٰهِ کی ”ب“ کافی تھی۔ قرآن کریم کا اتنا پُر معارف کلام جو نازل ہوا ہے یہ ابو جہل کی وجہ سے ہے۔ اگر ابو جہل جیسے انسان نہ ہوتے تو اتنے مفصل قرآن شریف کی ضرورت نہ تھی۔ غرض قرآن کریم تو خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس پر جتنے اعتراضات ہوں گے اتنی ہی اس کلام کی خوبیاں ظاہر ہوں گی۔ پس یہ ڈر کہ اعتراض مضبوط ہوگا تو اس کا جواب کس طرح دیا جائے گا ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ کیا خدا کے کلام نے ہمارے ایمان کی حفاظت کرنی ہے یا ہم نے خدا کے کلام کی حفاظت کرنی ہے؟ وہ کلام جس کو اپنے بچاؤ کے لئے انسان کی ضرورت ہے وہ جھوٹا کلام ہے اور چھوڑ دینے کے لائق، ہمارے کام کا نہیں۔ ہمارے کام کا وہی قرآن شریف ہے جس کی حفاظت

کیلئے کسی انسان کی ضرورت نہ ہو بلکہ اس کا محافظ خدا ہو اور اس پر جو اعتراض ہو وہ خود اُس کو دور کرے اور اپنی عظمت آپ ظاہر کرے ہمارا قرآن کریم ایسا ہی ہے۔ ہاں ہمیں یہ ضرور چاہیئے کہ نہ اعتراض کو اس کی حقیقت سے چھوٹا کریں اور نہ ہی حقیقت سے باہر لے جا کر بڑا بنا دیں بلکہ ہمیں چاہیئے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو موازنہ کی طاقت دی ہے اس سے کام لیں۔

(قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے متعلق تاکید، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 161-160)

## بچپن میں شکار کرنے کی عادت

بچپن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ایک ہوائی بندوق لے دی اور میں چند اور بچوں کے ساتھ موضع ناتھ پور کی طرف شکار کرنے چلا گیا۔ کھیتوں میں ایک سکھ لڑکا ہمیں ملا اور کہنے لگا یہ کیا ہے؟ ہم نے بتایا کہ بندوق ہے۔ وہ پوچھنے لگا اس سے کیا کرتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ شکار مارتے ہیں۔ اس نے کہا کچھ مارا بھی ہے۔ ہم نے کہا ہاں ایک فاختہ ماری ہے۔ وہ کہنے لگا ہمارے گاؤں میں چلو وہاں بہت سی فاختائیں ملیں گی جو بیڑیوں وغیرہ پر بیٹھی رہتی ہیں۔ ہم نے اسے کہا کہ گاؤں کے لوگ ناراض تو نہ ہوں گے؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں ناراض کیوں ہوں گے تم لوگوں نے فاختہ ہی مارنی ہے ان کو اس سے کیا۔ خیر وہ ہمیں ساتھ لے کر گاؤں میں پہنچا اور ایک درخت پر کچھ فاختائیں بیٹھی ہوئی دیکھ کر کہنے لگا کہ وہ ہیں مارو۔ میں نے بندوق چلائی اور غالباً ایک کو مار لیا۔ پھر وہ ہمیں آگے ایک اور درخت کے پاس لے گیا اس پر بھی فاختہ بیٹھی تھیں۔ وہ کہنے لگا کہ لو اب ان کو مارو۔ اتنے میں ایک بڑھیا نکلی اور کہنے لگی کہ تم لوگوں کو شرم نہیں آتی جیو ہتیا کرتے ہو اور اپنے گاؤں کے لڑکوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی کہ تم بڑے بے شرم ہو جو دیکھتے ہو اور منع نہیں کرتے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ وہی لڑکا جو ہمیں اپنے ساتھ لایا تھا فوراً بگڑ گیا اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور ہمیں کہنے لگا تم کیوں ہمارے گاؤں میں شکار کرتے ہو؟ ہمیں ساتھ لانا اس کا ایک عارضی اثر کے ماتحت تھا مگر جیو ہتیا کی مخالفت ایک پرانا اثر تھا اور اس کے رونما ہوتے ہی وہ عارضی اثر بالکل زائل ہو گیا اور قطعاً بھول گیا کہ خود ہمیں اپنے ساتھ لایا تھا۔ ہم آنے میں متامل تھے کہ لوگ ناراض نہ ہوں مگر اس نے ہمیں یہ یقین دلایا

تھا کہ نہیں کوئی ناراض نہیں ہوگا۔ تو بعض مسائل کا اثر دماغ پر بہت گہرا ہوتا ہے اور جب تک دماغ کی اصلاح اس کے مطابق نہ کی جائے یا پھر جب تک اس اصل کی غلطی اس پر پوری طرح واضح نہ کر دی جائے منفرد اعمال میں انسان کی اصلاح ناممکن ہوتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 216)

## علوم ظاہری اور باطنی سے پر کیا جائے گا

1889ء میں جب میری پیدائش اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے ماتحت ہوئی تو وہ لوگ زندہ موجود تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ نشان مانگا تھا پھر جوں جوں میں بڑھا اللہ تعالیٰ کے نشانات زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوتے چلے گئے۔ بچپن میں میری صحت نہایت کمزور تھی پہلے کالی کھانسی ہوئی اور پھر میری صحت ایسی گر گئی کہ گیارہ بارہ سال کی عمر تک میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہا اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا رہا کہ میری زیادہ لمبی عمر نہیں ہو سکتی۔ اسی دوران میں میری آنکھیں دُکھنے آگئیں اور اس قدر دُکھیں کہ میری ایک آنکھ قریباً ماری گئی۔ چنانچہ اس میں سے مجھے بہت کم نظر آتا ہے۔ پھر جب میں اور بڑا ہوا تو متواتر چھ سات ماہ تک مجھے بخار آتا رہا اور رسل اور دق کا مریض مجھے قرار دے دیا گیا۔ ان وجوہ سے میں باقاعدہ پڑھائی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لاہور کے ہی ماسٹر فقیر اللہ صاحب جن کی مسلم ٹاؤن میں کوٹھی ہے ہمارے سکول میں حساب پڑھایا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت کی کہ پڑھنے نہیں آتا اور اکثر غائب رہتا ہے۔ میں ڈرا کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہوں گے مگر آپؐ فرمانے لگے ماسٹر صاحب! اس کی صحت کمزور رہتی ہے ہم اتنا ہی شکر کرتے ہیں کہ یہ کبھی کبھی مدرسہ میں چلا جاتا ہے اور کوئی بات اس کے کانوں میں پڑ جاتی ہے زیادہ زور اس پر نہ دیں۔ بلکہ مجھے یاد ہے آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہم نے حساب سکھا کر اسے کیا کرنا ہے۔ کیا ہم نے اس سے کوئی دُکان کرائی ہے۔ قرآن اور حدیث پڑھ لے گا تو کافی ہے۔ غرض میری صحت ایسی کمزور تھی کہ دنیا کے علم پڑھنے کے میں بالکل ناقابل تھا میری نظر بھی کمزور تھی میں پرائمری مڈل اور انٹرنس کے امتحان میں فیل ہوا ہوں کسی امتحان میں پاس نہیں ہوا۔ مگر خدا نے میرے متعلق خبر دی تھی کہ میں علوم ظاہری اور باطنی

سے پڑ کیا جاؤں گا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ دُنویٰ علوم میں سے کوئی علم میں نے نہیں پڑھا اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان علمی کتابیں میرے قلم سے لکھوائیں کہ دنیا ان کو پڑھ کر حیران ہے اور وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اس سے بڑھ کر اسلامی مسائل کے متعلق اور کچھ نہیں لکھا جاسکتا۔ ابھی تفسیر کبیر کے نام سے میں نے قرآن کریم کی تفسیر کا ایک حصہ لکھا ہے اسے پڑھ کر بڑے بڑے مخالفوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس جیسی آج تک کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔ پھر ہمیشہ میں لاہور میں آتا رہتا ہوں اور یہاں کے رہنے والے جانتے ہیں کہ مجھ سے کالجوں کے پروفیسر ملنے آتے ہیں، سٹوڈنٹس ملنے آتے ہیں، ڈاکٹر ملنے آتے ہیں، مشہور پلیدی اور وکیل ملنے آتے ہیں مگر آج تک ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے مشہور عالم نے میرے سامنے اسلام اور قرآن پر کوئی اعتراض کیا ہو اور میں نے اسلام اور قرآن کی تعلیم کی روشنی میں ہی اُسے ساکت اور لاجواب نہ کر دیا ہو اور اسے یہ تسلیم نہ کرنا پڑا ہو کہ واقعہ میں اسلام کی تعلیم پر کوئی حقیقی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہے ورنہ میں نے دُنویٰ علوم کے لحاظ سے کوئی علم نہیں سیکھا لیکن میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدا نے مجھے اپنے پاس سے علم دیا اور خود مجھے ہر قسم کے ظاہری اور باطنی علوم سے حصہ عطا فرمایا۔

میں ابھی بچہ ہی تھا کہ میں نے رویا میں دیکھا کہ ایک گھنٹی بجی ہے اور اُس میں سے ٹن کی آواز پیدا ہوئی ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک تصویر کے فریم کی صورت اختیار کر گئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ اُس فریم میں ایک تصویر نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اُس میں سے کود کر ایک وجود میرے سامنے آ گیا اور اُس نے کہا میں خدا کا فرشتہ ہوں اور تمہیں قرآن کریم کی تفسیر سکھانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ تب اُس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کر دی وہ سکھاتا گیا، سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا یہاں تک کہ جب وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿۱﴾ تک پہنچا تو کہنے لگا آج تک جتنے مفسر گزرے ہیں اُن سب نے صرف اس آیت تک تفسیر لکھی ہے لیکن میں تمہیں اس کے آگے بھی تفسیر سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھا دی۔

اس رویا کے معنی درحقیقت یہی تھے کہ فہم قرآن کا ملکہ میرے اندر رکھ دیا گیا ہے۔

چنانچہ یہ ملکہ میرے اندر اس قدر ہے کہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں اور جس مجلس میں چاہوں میں یہ دعویٰ کرنے کے لئے تیار ہوں کہ سورۃ فاتحہ سے ہی میں تمام اسلامی علوم بیان کر سکتا ہوں۔

میں ابھی چھوٹا ہی تھا سکول میں پڑھا کرتا تھا کہ ہمارے سکول کی فٹ بال ٹیم امرتسر کے خالصہ کالج کی ٹیم سے کھیلنے کے لیے گئی۔ مقابلہ ہوا اور ہماری ٹیم جیت گئی۔ اس پر باوجود اس مخالفت کے جو مسلمان ہماری جماعت کے ساتھ رکھتے ہیں چونکہ ایک رنگ میں مسلمانوں کی عزت افزائی ہوئی تھی اس لیے امرتسر کے ایک رئیس نے ہماری ٹیم کو چائے کی دعوت دی۔ جب ہم وہاں گئے تو مجھے تقریر کرنے کے لئے کھڑا کر دیا گیا۔ میں نے اس تقریر کے لئے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ جب مجھے کھڑا کیا گیا تو معاً مجھے یہ روایا یاد آ گیا اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! تیرا فرشتہ مجھے خواب میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھا گیا تھا۔ آج میں اس بات کا امتحان لینا چاہتا ہوں کہ یہ خواب تیری طرف سے تھا یا میرے نفس کا دھوکا تھا۔ اگر یہ خواب تیری طرف سے تھا تو مجھے سورہ فاتحہ کا ہی آج کوئی ایسا نکتہ بتا جو اس سے پہلے دنیا کے کسی مفسر نے بیان نہ کیا ہو۔ چنانچہ اس دعا کے معاً بعد خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نکتہ ڈالا۔

(میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 213 تا 216)

## فرشتہ کا تفسیر قرآن سکھانا

میں بچہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی زندہ تھے کہ میں نے ایک روایا دیکھا جو میں نے بارہا سنا یا ہے مگر وہ روایا ایسا ہے کہ اگر میں اُسے لاکھوں دفعہ سناؤں تب بھی کم ہے اور اگر تم اسے لاکھوں دفعہ سنو تب بھی کم ہے، پھر اگر تم لاکھوں دفعہ سن کر اس پر لاکھوں دفعہ غور کرو تب بھی اس کی اہمیت کے لحاظ سے یہ کم ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ میں ایک جگہ کھڑا ہوں مشرق کی طرف میرا منہ ہے کہ یک دم مجھے آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے پتیل کا کوئی کٹورا ہو اور اُسے انگلی سے ٹھکوردیں تو اُس میں سے ٹن کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ مجھے بھی ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے کٹورے کو انگلی ماری ہے اور اس میں سے ٹن کی آواز پیدا ہوئی ہے۔ پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ آواز پھیلنی اور بلند ہونی شروع ہوئی جیسا کہ آوازیں ہمیشہ جو میں پھیلا کرتی ہیں۔ پہلے تو وہ آواز مجھے سمٹی ہوئی معلوم ہوئی مگر پھر دُور دُور تک پھیلنی شروع ہوگئی جب وہ آواز تمام جو

میں پھیلنے لگی تو میں نے ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ وہ آواز ساتھ ہی ساتھ ایک نظارہ کی شکل میں بدلتی چلی گئی۔ گویا وہ خالی آواز ہی نہ رہی بلکہ ساتھ ہی ایک نظارہ بھی پیدا ہو گیا۔ رفتہ رفتہ آواز بھی غائب ہو گئی اور صرف نظارہ رہ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ نظارہ سمٹ سمٹا کر تصویر کا ایک فریم بن گیا۔ اُس فریم کو میں حیران ہو کر دیکھنے لگا کہ عجیب تماشا ہے کہ پہلے آسمان سے ایک آواز پیدا ہوئی، پھر وہ آواز جو میں پھیلی، پھیل کر نظارہ بنی اور پھر اس نظارے نے تصویر کے ایک چوکھے کی صورت اختیار کر لی۔ اس فریم کی درمیانی جگہ خالی ہے گتے تو لگے ہوئے ہیں مگر تصویر کوئی نہیں۔ میں اس فریم کو حیرت سے دیکھنے لگا کہ یہ بات کیا ہے کہ اس فریم میں کوئی تصویر نہیں۔ مگر ابھی کچھ لمبا وقفہ نہیں گزرا تھا کہ میں نے دیکھا کہ اس فریم کے اندر ایک تصویر نمودار ہو گئی ہے۔ اس پر میں زیادہ حیران ہوا اور میں نے غور کرنا شروع کیا کہ یہ کس کی تصویر ہے۔ ابھی میں اس پر غور ہی کر رہا تھا کہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یک دم اس میں سے ایک وجود نمودار میرے سامنے آ گیا اور اُس نے مجھے کہا کہ میں خدا کا فرشتہ ہوں کیا میں تم کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں۔ میں نے کہا اگر تم مجھے سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھا دو تو اور کیا چاہئے۔ اُس نے کہا تو پھر سنو۔ چنانچہ میں بھی کھڑا ہوں اور وہ بھی۔ اُس نے تفسیر بیان کرنا شروع کر دی اور میں اسے سنتا رہا۔ جب وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿۱﴾ پر پہنچا تو کہنے لگا آج تک جس قدر مفسرین نے تفسیریں لکھی ہیں اُن سب نے صرف اس آیت تک تفسیر لکھی ہے۔ آگے تفسیر نہیں لکھی۔ مجھے خواب میں فرشتہ کی اس بات پر حیرت محسوس ہوتی ہے مگر زیادہ حیرت نہیں۔ جاگتے ہوئے تو اگر کوئی شخص ایسی بات کہے تو دوسرا فوراً شور مچانے لگ جائے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ مفسرین نے تو سارے قرآن کی تفسیریں لکھی ہیں مگر خواب میں مجھے فرشتہ کی اس بات پر حیرت نہیں ہوتی اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ میں تمہیں آگے بھی تفسیر سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں سکھاؤ۔ چنانچہ اس نے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿۲﴾ (البقرہ 6-7) تک ساری تفسیر سکھا دی اور میری آنکھ کھل گئی۔ اُس وقت مجھے فرشتہ کی سکھائی ہوئی باتوں میں سے دو تین باتیں یاد تھیں لیکن چونکہ دو تین بجے کا وقت تھا میں بعد میں پھر سو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ جب میں دوبارہ اُٹھا تو مجھے ان باتوں میں سے کوئی بات بھی یاد نہ رہی۔ صبح اُٹھ کر میں حضرت خلیفہ اولؓ کے پاس پڑھنے کے لیے گیا، اُس وقت

حضرت خلیفہ اولؓ مجھے طب پڑھایا کرتے تھے، بخاری غالباً ابھی شروع نہیں کی تھی یا شاید شروع کی ہوئی ہو (مجھے اب صحیح طور پر یاد نہیں) میں نے آپؓ سے کہا کہ آج میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھائی گئی ہے۔ چنانچہ میں نے اس رؤیا کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ یہ رؤیا سنتے وقت حضرت خلیفہ اولؓ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگ گیا۔ جب رؤیا ختم ہو تو آپؓ نے فرمایا اُن باتوں میں سے کچھ ہمیں بھی سناؤ جو فرشتہ نے تمہیں سکھائی ہیں۔ میں نے کہا دو تین باتیں مجھے یاد تھیں مگر چونکہ بعد میں میں سو گیا اس لئے وہ باتیں مجھے یاد نہیں رہیں۔ اس پر حضرت خلیفہ اولؓ ناراض ہو کر فرمانے لگے تم نے بڑی غفلت کی کہ فرشتہ کی سکھائی تفسیر کو بھلا دیا۔ اگر تمہیں ساری رات بھی جاگنا پڑتا تو تمہیں چاہیئے تھا کہ تم جاگتے اور اُن باتوں کو لکھ لیتے، سونے کے بعد تو خواب بدل جایا کرتا ہے۔ اُس وقت میرے دل میں بھی ندامت پیدا ہوئی اور مجھے احساس ہوا کہ اگر میں فرشتہ کی بتائی باتوں کو لکھ لیتا تو اچھا ہوتا کیونکہ پہلے کسی اور تاویل کی طرف میرا ذہن نہیں جاتا تھا مگر بعد میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا متواتر میرے ساتھ یہ سلوک ہے کہ جب میں سورہ فاتحہ پر غور کروں تو وہ ہمیشہ اس سورۃ کے نئے مطالب مجھ پر کھولتا ہے۔

(تخریک جدید کی اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد۔ انوار العلوم جلد 18 صفحہ 267 تا 269)

### مخالفت خدا تعالیٰ کی قدرت کے اظہار کا ذریعہ

اس تازہ انکشاف کے بعد جو مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا ہے لازمی طور پر کچھ عرصہ کے لیے مخالفت کا بڑھ جانا ضروری ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس انکشاف کے بعد میں روزانہ دشمن کی طرف سے بیداری کا منتظر رہتا تھا اور اگر دشمن کی طرف سے مخالفت نہ ہوتی تو میرے دل میں پوری طرح تسلی نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں اس قسم کی باتوں کا پیدا ہونا انسان کے لئے بھی اور خدا تعالیٰ کی شان کے اظہار کے لیے بھی ضروری ہے۔ اگر ہم آرام کے ساتھ اپنا کام کرتے جائیں اور دشمن کوئی مخالفت نہ کرے تو خدا تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ کہاں نظر آئے۔ خدا تعالیٰ اس طرح اپنا ہاتھ دکھانا اور اپنے آپ کو روشناس کرانا چاہتا ہے اور خطرات پیدا کر کے اپنی طاقت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ جب تک تکالیف پیش نہ آئیں خدا تعالیٰ کی قدرت ظاہر نہیں ہوتی۔ پس مخالفت کا جو نیا دور احراروں کی طرف سے شروع ہوا ہے یا

قادیان کے مخالفین نے جو مخالفت از سر نو شروع کی ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ پھر اپنی قدرت کا ہاتھ دکھانا چاہتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے اچھی بات ہمارے لئے اور کیا ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت ظاہر کرے اور نشان دکھائے۔ اُس کی قدرت مخالفت کے زمانہ میں ہی ظاہر ہوتی ہے۔

میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے بارہا سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابو جہل گو بہت گندا تھا لیکن اگر وہ گندانہ ہوتا تو قرآن کریم بھی نہ ہوتا۔ ابو بکرؓ جیسوں کے لئے تو صرف بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱ ہی کافی تھا۔ اتنا قرآن کریم تو مختلف مدارج رکھنے والے، طرح طرح کی تاریکیوں اور ظلمتوں میں پڑے ہوئے اور جہالتوں میں مبتلا لوگوں کے لئے ہی نازل ہوا اور نہ مومن کے لئے تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱ ہی کافی تھا۔ تو اس قسم کی مخالفتیں بہت فائدہ کا موجب ہوئی ہیں اور ضروری ہیں ان سے گھبرانا مومن کی شان کے خلاف بات ہے۔ بلکہ ہمیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور دعا کرنی چاہیے کہ وہ خود کوئی نشان دکھائے۔ ان گالیوں کو سُنا اور ان تکالیف کو برداشت کرنا چاہئے ان پر بگڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی خطرہ ہو سکتا ہے کہ کوئی کمزور اس سے گمراہ نہ ہو جائے لیکن جو شخص ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے گمراہ ہو سکتا ہے وہ ہمارے اندر رہ کر بھی کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ ایمان تو ایسی چیز ہے کہ اس راہ میں قدم مارنے والوں کو جان ہتھیلی پر لے کر چلنا پڑتا ہے۔

(بعض اہم اور ضروری امور (1944ء)۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 468، 469)

## قادیان میں کشتی رانی

میں نے کئی دفعہ ایک واقعہ سنایا ہے۔ بچپن کی بات ہے کہ ایک دفعہ میں نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر ایک کشتی خریدی۔ اُس وقت وہ کشتی ہمیں 27 روپے میں مل گئی جو کہ اُس وقت کے لحاظ سے کافی سستی تھی اب تو کشتی دو سو روپے میں ملتی ہے۔ ہم قادیان کی ڈھاب میں اُس کشتی پر سیر کیا کرتے تھے۔ جیسے بچوں کا قاعدہ ہے دس پندرہ دن تک تو ہم باقاعدہ سیر کرتے رہے، پھر ہفتہ میں تین دن سیر کرتے، پھر ہفتہ میں دو دن اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہم پندرہویں دن سیر کیلئے جاتے۔ جب ہم وہاں نہ ہوتے تو باہر کے لڑکے آ کر اُس کشتی کو چلاتے۔ جب ہم کشتی کو آ کر دیکھتے تو پہلے سے کچھ نہ کچھ خستہ حالت میں ہوتی۔ میں اس حالت



سے بہت تنگ آیا اور میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ کسی طرح تم انہیں پکڑو اور دو۔ ایک دن عصر کے وقت ایک لڑکا ڈوڑا ہوا آیا اور کہا کہ میں ان لڑکوں کو پکڑو اور دو۔ اُس کشتی میں زیادہ سے زیادہ دس بارہ آدمی بیٹھ سکتے تھے لیکن جب میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ اٹھارہ اُنیس لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اتنے آدمی کشتی میں بیٹھے ہوئے دیکھ کر غصہ سے کہا جلدی ادھر کشتی لاؤ۔ وہ گاؤں کے لڑکے تھے اور گاؤں والوں میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ بڑے زمینداروں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس ڈر سے کہ کہیں پٹ نہ جائیں اُن میں سے کچھ نے چھلانگیں لگا دیں اور تیر کر دوسرے کنارے نکل گئے اور کچھ اتنے مغلوب ہوئے کہ وہیں بیٹھے رہے اور کشتی کو کنارے کی طرف لے آئے۔ میں غصہ سے سوٹی پکڑے ہوئے کھڑا تھا اور اس خیال میں تھا کہ جب یہ باہر آئیں گے تو میں اُنہیں خوب ماروں گا۔ وہ جب فریب آئے اور میری یہ حالت دیکھی تو اُن میں سے سوائے ایک کے باقی سب نے پانی میں چھلانگیں لگا دیں اور مختلف جہات کو دوڑ گئے۔ صرف ایک لڑکا کشتی میں رہ گیا جسے میں نے پکڑ لیا۔ میں سمجھتا تھا کہ اصل شرارتی یہی ہے اُس نے مدرسہ احمدیہ کے باورچی خانے کے پاس جہاں خانصاحب فرزند علی صاحب کا مکان ہے اور آجکل وہاں دفتر بیت المال ہے کشتی لا کر کھڑی کی۔ جب وہ کشتی سے اُترتا تو میں نے کہا ادھر آؤ۔ قریب آنے پر میرے دل میں معلوم نہیں کیا خیال آیا کہ میں نے سوٹی رکھ دی اور اُسے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ جس وقت میں نے ہاتھ اٹھایا تو اُس نے بھی ہاتھ اٹھایا۔ میں نے اُس کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تھا لیکن اُس نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ہاتھ اٹھایا تھا۔ اُس کی اس حرکت کی تاب نہ لاتے ہوئے اور زیادہ غصہ میں آ کر میں نے اپنا ہاتھ اور پیچھے کی طرف کھینچا تا کہ اُسے زور سے چاٹنا رسید کروں لیکن جونہی میں نے ہاتھ پیچھے کیا اُس نے ہاتھ نیچے گرا دیا۔ اس وقت میری عمر 17 سال کے قریب تھی آج میں 57 سال کا ہو گیا ہوں گویا اس واقعہ کو چالیس سال گزر چکے ہیں لیکن جب بھی یہ واقعہ مجھے یاد آتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور پسینہ چھٹ جاتا ہے۔ جب اُس نے ہاتھ گرایا تو میں اُس وقت اتنا شرمندہ ہوا کہ میں سمجھتا تھا کہ کسی طرح زمین پھٹ جائے تو میں اس میں سما جاؤں۔ یہ میرے سامنے کھڑا ہے اور اُس نے ہاتھ پیچھے گرا لیا ہے گویا دوسرے الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ مجھے مار لو۔ اُس کی یہ نرمی میرے لئے اتنی تکلیف دہ تھی کہ میں اُس وقت اپنے آپ کو دنیا کا

ذلیل ترین انسان خیال کرتا تھا۔ میں کہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور مجھے یہ ذلت کی حالت نہ دیکھنی پڑے۔ اب دیکھو یہ کتنی چھوٹی سی چیز تھی۔ کشتی صرف 27 روپے کی تھی اور وہ بھی چند آدمیوں کے چندہ سے خریدی ہوئی اور وہ بھی پُرانی۔ پھر وہ سیکنڈ ہینڈ کشتی تھرڈ ہینڈ بنی پھر فور تھ ہینڈ بنی اور پھر ففٹھ ہینڈ بنی لیکن اس پر بھی میں جوش میں آ کر اُسے مارنے لگا مگر اُس نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔ اس کا نیچے ہاتھ گرانا کسی جذبہ شرافت کے ماتحت نہیں تھا صرف اس لیے تھا کہ وہ جانتا تھا کہ بڑے آدمی کے بیٹے ہیں اگر مارا تو ان کے ساتھی مجھے ماریں گے۔ پھر یہ بھی نہیں تھا کہ مظلوم ہونے کے باوجود اُس نے مجھ پر رحم کیا ہو بلکہ ظالم وہ تھا اور کمزور وہ تھا مگر باوجود اس کے کہ وہ ظالم تھا اور کمزور تھا اُس کا یہ فعل میرے لئے اتنا تکلیف دہ ہوا کہ آج تک اس واقعہ کو یاد کر کے میں شرمندہ ہو جاتا ہوں۔

(نبوت اور خلافت اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو جاتی ہے انوار العلوم جلد 18 صفحہ 249 تا 251)

### میری بیماری کا فکر شفقتِ پدری کا ایک واقعہ

ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر اس سفر میں کہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کسی ہندو پنشنریشن جج کی آمد کی خبر دینے آئے۔ جو بغرض ملاقات آئے تھے۔ آپ نے اس وقت ان سے کہا کہ میں بھی بیمار ہوں۔ مگر محمود بھی بیمار ہے مجھے اس کی بیماری کا زیادہ فکر ہے آپ اس کا توجہ سے علاج کریں۔ تو والدین کو اپنی اولاد کا بڑا فکر ہوتا ہے۔ مگر تم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو احمدی بنانے کا فکر نہیں کرتے۔ اپنی اولاد کو دین نہیں سکھاتے۔ نماز کا وقت ہوگا تو سردی یا کسی اور وجہ سے کہیں گے بچہ نے نماز نہیں پڑھی تو کیا ہوا ہے حالانکہ بچوں کی تربیت کا زمانہ ان کا بچپن کا ہی زمانہ ہوتا ہے اور بچپن کی تربیت ہی آئندہ زندگی میں کام آ سکتی ہے۔

(ملائکہ اللہ۔ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 456، 457)

### شملہ کا سفر

میں چھوٹا تھا کہ بخار سے بیمار ہوا اور ڈاکٹر نے کہا شاملہ بھیج دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے شاملہ بھیج دیا۔ میں وہاں پہنچا تو مولوی صاحب وہاں تھے۔ میرا ذکر

سن کر ملنے آئے اور بتایا کہ ایک غیر احمدی کلرک مجھ سے عربی پڑھا کرتا تھا۔ اس کا دفتر گرمیوں میں شملہ آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب تو سبق رہ جائے گا۔ اس نے کہا ہاں مگر کیا ہو سکتا ہے۔ مولوی صاحب کہنے لگے اگر میں شملہ آ جاؤں تو پڑھا کرو گے؟ اس نے کہا ہاں ضرور پڑھوں گا۔ چنانچہ آپ اپنے خرچ پر شملہ آ گئے محض اس خیال سے کہ انگریزی خوانوں میں عربی کا شوق پیدا ہو۔ اس وقت ان کی عمر ستر برس کے قریب تھی مگر ادب اور عشق کا یہ حال تھا کہ میں جہاں جاتا برابر ساتھ جاتے۔ سیر کے وقت بھی ساتھ رہتے۔ میری عمر اس وقت سترہ سال کی قریب تھی اور دوسرے دوست بھی جو سیر وغیرہ میں شریک ہوتے عام طور پر نوجوان تھے۔ سیر کے وقت دل چاہتا کہ آگے جائیں، مگر اس خیال سے کہ مولوی صاحب بوڑھے ہیں واپس آ جاتے۔ میں نے دوستوں سے کہا کہ سیر کو چپکے سے چلا کریں جب مولوی صاحب باہر ہوں۔ چنانچہ اگلے روز جب مولوی صاحب باہر تھے، ہم چپکے سے دوسرے دروازے سے نکل گئے، مگر تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ دیکھا سامنے پہاڑ پر سے مولوی صاحب ڈنڈا ہاتھ میں پکڑے اور بڑے بڑے ڈگ بھرتے ہوئے آ رہے ہیں۔ آتے ہی کہنے لگے واہ جی آپ لوگ مجھے چھوڑ آئے۔ ہم نے کہا ہم تو آپ کی تکلیف کے خیال سے چھوڑ آئے تھے۔ کہنے لگے بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے آئیں اور میں ہم رکاب نہ رہوں۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 177-178)

### دیوار بنا کر مسجد مبارک کا راستہ روکے جانا

مجھے یاد ہے لالہ شرمپت رائے ایک آریہ تھے جو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے دوستوں میں سے تھے انہیں ایک زخم آ گیا۔ قادیان میں ایک نو مسلم ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب تھے۔ جو علاج معالجہ کرتے تھے۔ لالہ شرمپت بھی انہی سے علاج کراوتے رہے، جس کی وجہ سے انہیں افاقہ بھی ہوا۔ مگر بعد میں انہوں نے علاج کرانا ترک کر دیا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کو خدا تعالیٰ نے خواب دکھائی کہ لالہ شرمپت کے پاس فیس کے لئے روپیہ نہیں۔ اس لئے وہ آتے ہوئے شرماتا ہے چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے لالہ شرمپت کو بلایا اور کہا، آپ مجھ سے باقاعدہ علاج کرائیں میں آپ سے کوئی فیس نہیں لوں گا چنانچہ انہوں نے پھر علاج کرانا شروع کر دیا اور اس کے نتیجہ میں وہ زخم بالکل درست ہو گیا تو دیکھو یہ خواب خدا تعالیٰ نے ہی دکھائی تھی۔

لالہ شرمیت آریہ تھا لیکن رب العالمین خدا کے نزدیک ایک آریہ بھی ویسا ہی اس کا بندہ ہے جیسے ایک مسلمان۔ اس نے خواب میں ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو بتا دیا کہ لالہ شرمیت سے فیس نہ لینا۔ پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھیوں کو تنگ کرنے کے لئے مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین نے مسجد مبارک کے دروازہ کے سامنے دیوار کھینچوائی تو عدالت میں کئی سال تک مقدمہ چلتا رہا آخر اس مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور مقدمہ کے اخراجات جو چار پانچ سو روپیہ کے قریب تھے مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین وغیرہ پر ڈالے گئے جب ان کے خلاف جج نے ڈگری دی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور میں تھے آپ کو روڈیا میں دکھایا گیا کہ مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین مالی لحاظ سے بہت تنگ حالت میں ہیں آپ نے فوراً ایک آدمی گورداسپور سے قادیان بھجوایا اور ان سے کہا کہ میں تم سے روپیہ نہیں لوں گا۔ اب دیکھو یہ سب کچھ رب العالمین خدا نے ہی کیا تھا۔ ان لوگوں نے ساری عمر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظلم کیئے اور ان میں سے ایک تو اتنا کٹر دہریہ تھا کہ حضرت خلیفہ اولؑ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مرزا امام الدین کے پیٹ میں درد ہوئی۔ تو انہوں نے مجھے بلوایا۔ میں جب گیا تو وہ کمرے میں لوٹ پوٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ ہائے اماں! ہائے اماں! میں نے کہا۔ مرزا صاحب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک آپ اماں اماں ہی کہتے ہیں۔ خدا کو نہیں پکارتے۔ کہنے لگا ماں کو تو میں نے دیکھا ہے اور اس کی مہربانیوں کو بھی دیکھا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کو میں نے نہیں دیکھا۔ پھر اس نے کہا۔ مولوی صاحب میں بچپن سے ہی بڑا سلیم الفطرت تھا جب مسلمان لوگ مسجد میں جاتے اور چوتڑا اوپر کر کے اور سر نیچے کر کے سجدہ کرتے۔ تو میں ان پر ہنسا کرتا تھا کہ یہ کیسے بیوقوف لوگ ہیں کہ اتنی عمر کے ہو کر بھی ایسے خدا کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں جو انہیں نظر نہیں آ رہا غرض ان لوگوں کی یہ حالت تھی۔ مگر رب العالمین خدا نے ان کا بھی خیال رکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھایا کہ ان کی حالت خراب ہے انہیں معاف کر دو تو ہمارا خدا رب العالمین خدا ہے وہ ہر ایک کے لئے اپنی ربوبیت کا نمونہ دکھاتا ہے۔ پرانے زمانہ میں بھی وہ رب العالمین تھا اور اس زمانہ میں بھی وہ رب العالمین ہے اور آئندہ زمانہ میں بھی وہ رب العالمین رہے۔

## مقدمہ دیوار اور صبر کی تلقین

مجھے حیرت ہوتی ہے ہماری جماعت کے مومن اور مخلص افراد بھی بعض دفعہ دشمنوں کی شرارتوں کی وجہ سے گھبرا جاتے ہیں حالانکہ دشمنوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ میں بچہ تھا لیکن مجھے خوب یاد ہے یہاں ہمارے ہی بعض عزیز راستہ میں کیلے گاڑ دیا کرتے تھے تاکہ جب مہمان نماز پڑھنے آئیں تو رات کی تاریکی میں ان کیلوں کی وجہ سے ٹھوکر کھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا اور اگر کیلے اکھاڑے جاتے تو وہ لڑنے لگ جاتے۔ اسی طرح مجھے خوب یاد ہے مسجد مبارک کے سامنے دیوار مخالفوں نے کھینچ دی تھی۔ بعض احمدیوں کو جوش بھی آیا اور انہوں نے دیوار کو گرا دینا چاہا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہمارا کام صبر کرنا اور قانون کی پابندی اختیار کرنا ہے۔ پھر مجھے یاد ہے میں بچہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن سے ہی مجھے رویائے صادقہ ہوا کرتے تھے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار گرائی جا رہی ہے اور لوگ ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر پھینک رہے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کچھ بارش بھی ہو چکی ہے۔ اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ مسجد کی طرف حضرت خلیفہ اولؓ تشریف لا رہے ہیں۔ جب مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور دیوار گرائی گئی تو بعینہ ایسا ہی ہوا۔ اس روز کچھ بارش بھی ہوئی اور درس کے بعد حضرت خلیفہ اولؓ جب واپس آئے تو آگے دیوار توڑی جا رہی تھی میں بھی کھڑا تھا۔ چونکہ اس خواب کا میں آپ سے پہلے ذکر کر چکا تھا، اس لئے مجھے دیکھتے ہی آپ نے فرمایا میاں دیکھو آج تمہارا خواب پورا ہو گیا۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 207-206)

## دیوار گرائے جانے کی خبر

میں ابھی بچہ ہی تھا کہ ہمارے شرکاء نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شدید مخالف تھے، مسجد کے سامنے ایک دیوار کھڑی کر کے اُس کا دروازہ بند کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی دفعہ گھر میں پردہ کرا کے لوگوں کو مسجد میں لاتے اور کئی لوگ اوپر سے چکر کاٹ کر اور سخت تکلیف اٹھا کر آتے۔ اُس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب لوگوں کو دعا کرنے کے لئے کہا اور مجھے بھی دعا کا ارشاد فرمایا۔ میری عمر اُس وقت پندرہ سال کی تھی میں نے دعا کی تو مجھے ایک رویا ہوا جس میں میں نے دیکھا کہ میں بڑی مسجد سے آ رہا ہوں کہ دیوار گرائی جا رہی ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت خلیفہ مسیح الاولؓ بھی

تشریف لا رہے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ دیکھیں دیوار گرائی جا رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے پہلے ایک مقدمہ ہوا جس میں ناکامی ہوئی پھر دوسرا مقدمہ ہوا اور اُس میں ناکامی ہوئی آخر تیسرے مقدمہ میں کامیابی ہوئی اور عدالت نے دیوار گرائے جانے کا حکم دے دیا۔ مسجد اقصیٰ میں حضرت خلیفہ اولؓ اُس روز درس دے رہے تھے۔ جب درس ختم ہوا اور میں گھر کو چلا تو دیکھا کہ دیوار گرائی جا رہی ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت خلیفہ اولؓ آ رہے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ دیکھیں دیوار گرائی جا رہی ہے۔ گویا جس طرح میں نے خواب میں نظارہ دیکھا تھا ویسا ہی وقوع میں آ گیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے یہ خواب حضرت خلیفہ اولؓ کو سُنایا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے اُس وقت میری بات سُن کر فرمایا لو میاں تمہاری خواب پوری ہو گئی۔ یہ دیوار اُس مقام پر تھی جہاں آج کل محاسب کا دفتر ہے۔

(الموعود۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 596)

## اور دیوار گرا دی گئی

ہر زمانہ کی حیثیت علیحدہ ہوا کرتی ہے۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مخالفین نے مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور آپؐ کئی دفعہ گھر میں پردہ کرا کر لوگوں کو مسجد میں لاتے اور کئی لوگ اوپر سے ہو کر آتے سال یا چھ ماہ تک یہ راستہ بند رہا۔ آخر مقدمہ ہوا اور خدا تعالیٰ نے ایسے سامان کیئے کہ دیوار گرائی گئی۔ بعض خوابیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ میں نے اس زمانے میں خواب دیکھا کہ میں بڑی مسجد سے جا رہا ہوں اور دیوار گرائی جا رہی ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مولوی صاحب یعنی حضرت خلیفہ مسیح الاولؓ تشریف لا رہے ہیں میں نے ان سے کہا کہ دیوار گرائی جا رہی ہے خدا کی قدرت ہے کہ پہلے ایک مقدمہ ہوا وہ نفل ہوا۔ دوسرا ہوا وہ ناکام ہوا۔ تیسرے میں کامیابی ہوئی اور دیوار گرانے کا حکم ہوا مسجد اقصیٰ میں حضرت خلیفہ اولؓ درس دے رہے تھے جب درس ختم ہوا اور میں گھر کو چلا تو دیکھا کہ دیوار گرائی جا رہی ہے۔ میں نے پیچھے دیکھا تو حضرت خلیفہ اولؓ آ رہے تھے اور میں نے ان سے کہا کہ دیوار گرائی جا رہی ہے بعینہ اسی طرح ہوا جس طرح میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے یہ خواب حضرت خلیفہ اولؓ کو سُنائی ہوئی تھی اور انہوں نے میری

بات سن کر فرمایا کہ تمہاری خواب پوری ہوگئی۔ پھر وہ بھی دن تھے کہ چوک میں یہاں آجکل موٹریں گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں۔ اس کے سامنے لوگ جانور باندھنے کے لئے کیلے گاڑ کر جانور باندھ دیتے تھے اور جب احمدی اندھیرے میں مہمان خانہ سے نماز کے لیئے آتے تو ٹھوکریں کھا کر گرتے۔ مگر آج یہ زمانہ ہے کہ کہتے ہیں قادیان میں احمدی ظلم کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ مان لو احمدی ظلم کرتے ہیں مگر کیا یہ اللہ تعالیٰ کا نشان نہیں میں مان لیتا ہوں کہ احمدیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل نہ کیا مگر اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی تو بہر حال ظاہر ہے مانا کہ ہم ظالم ہو گئے مگر اس ظلم کی توفیق کا ہمیں ملنا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا پورا ہونا ہے۔ تم ہمیں ظالم مان لو۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تو ایمان لے آؤ۔

(الفضل 14 دسمبر 1939ء جلد 27 نمبر 286 صفحہ 5)

### مخالفین کو مقدمہ کا خرچ معاف کر دیا

میں چھوٹا تھا مگر مجھے مندرجہ ذیل واقعہ اچھی طرح یاد ہے اور اس لئے بھی وہ واقعہ اچھی طرح یاد ہے کہ اس کے متعلق مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت رویا کے ذریعہ خبر دی تھی۔ ایک دن ہم سکول سے واپس آئے تو احمدیوں کے چہروں پر ملال کے آثار تھے۔ گول کمرہ اور دفتر محاسب کے درمیان جہاں مسجد کا دروازہ ہے ہم نے دیکھا کہ ہمارے بعض چچاؤں نے وہاں دیوار کھینچ دی ہے اس لئے ہم اندر سے ہو کر گھر پہنچے اور معلوم ہوا کہ یہ دیوار اس لئے کھینچی گئی ہے کہ تا احمدی نماز کیلئے مسجد میں نہ آسکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہاتھ مت اٹھاؤ اور مقدمہ کرو۔ آخر مقدمہ کیا گیا جو خارج ہو گیا اور معلوم ہوا کہ جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود نالاش نہ کریں گے کامیابی نہ ہوگی۔

آپ کی عادت تھی کہ مقدمہ وغیرہ میں نہ پڑتے مگر یہ چونکہ جماعت کا معاملہ تھا اور دوستوں کو اس دیوار سے بہت تکلیف تھی اس لئے آپ نے فرمایا کہ اچھا میری طرف سے مقدمہ کیا جائے۔ چنانچہ مقدمہ ہوا اور دیوار گرائی گئی۔ فیصلہ سے بہت پہلے میں نے رویا میں دیکھا تھا کہ میں کھڑا ہوں اور وہ دیوار توڑی جا رہی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ بھی پاس ہی کھڑے ہیں اور پھر ایسا ہی ہوا۔ جس دن سرکاری آدمی اسے گرانے آئے عصر کے بعد میں مسجد والی سیڑھیوں سے اتر عصر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ درس دیا کرتے تھے، سخت بارش آئی اور

حضرت خلیفہ اول بھی شاید بارش کی وجہ سے یا یونہی وہاں آ کر کھڑے ہو گئے۔ اس دیوار کی وجہ سے جماعت کو مہینوں یا شاید سالوں تک ایف اٹھانی پڑی کیونکہ انہیں مسجد تک پہنچنا مشکل تھا۔ پھر مقدمہ پر ہزاروں روپیہ خرچ ہوا اور عدالت نے فیصلہ کیا کہ خرچ کا کچھ حصہ ہمارے چچاؤں پر ڈالا جائے۔ کئی لوگ غصہ سے کہہ رہے تھے کہ یہ بہت کم ڈالا گیا ہے ان کو تباہ کر دینا چاہئے۔ جب اس ڈگری کے اجراء کا وقت آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور میں تھے۔ آپ کو عشاء کے قریب رو یا یا الہام کے ذریعہ بتایا گیا کہ یہ بار ان پر بہت زیادہ ہے اور اس کی وجہ سے وہ تکلیف میں ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ مجھے رات نیند نہیں آئے گی اسی وقت آدمی بھیجا جائے جو جا کر کہہ دے کہ ہم نے یہ خرچ تمہیں معاف کر دیا ہے۔ مجھے اس معافی کی صورت پوری طرح یاد نہیں کہ آیا سب رقم معاف کر دی تھی یا بعض حصہ۔ بچپن کا واقعہ ہے اس لئے اس کی ساری تفصیل یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ فرمایا مجھے رات نیند نہیں آئے گی اسی وقت کسی کو بھیج دیا جائے جو جا کر کہہ دے کہ یہ رقم یا اس کا بعض حصہ جو بھی صورت تھی تم سے وصول نہ کیا جائے گا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت بھی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ مومن کا رحم اتنا بڑھا ہوا ہوتا ہے کہ دوسرا خیال بھی نہیں کر سکتا۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 485-484)

### اونٹ چالیس اور ٹو ڈا بتالیس

عرصہ ہوا جب کہ پہلے پہل میں نے چند ایک دوستوں کے ساتھ مل کر رسالہ تشخیز الازہان جاری کیا تھا۔ اس رسالہ کو روشناس کرانے کے لئے جو مضمون میں نے لکھا جس میں اس کے اغراض و مقاصد بیان کئے گئے تھے وہ جب شائع ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اس کی خاص تعریف کی اور عرض کیا کہ یہ مضمون اس قابل ہے کہ حضور اسے ضرور پڑھیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد مبارک میں وہ رسالہ منگوا یا اور غالباً مولوی محمد علی صاحب سے وہ مضمون پڑھوا کر سنا اور تعریف کی لیکن اس کے بعد جب میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے ملا تو آپ نے فرمایا! میاں تمہارا مضمون بہت اچھا تھا مگر میرا دل خوش نہیں ہوا اور فرمایا کہ ہمارے وطن میں ایک مثل مشہور ہے کہ ”اونٹ چالی اور ٹو ڈا بتالی“ اور تم نے یہ مثل پوری نہیں کی۔ میں تو اتنی پنجابی نہ جانتا تھا کہ اس کا مطلب سمجھ سکتا اس لئے میرے چہرہ پر حیرت کے آثار دیکھ کر آپ نے فرمایا۔



شاید تم نے اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ یہ ہمارے علاقہ کی ایک مثال ہے کوئی شخص اونٹ بیچ رہا تھا اور ساتھ اونٹ کا بچہ بھی تھا جسے اس علاقہ میں ٹوڈا کہتے ہیں۔ کسی نے اس سے قیمت پوچھی تو اس نے کہا کہ اونٹ کی قیمت تو چالیس روپیہ مگر ٹوڈا کی بیالیس روپیہ۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے تو اس نے کہا کہ ٹوڈا اونٹ بھی ہے اور بچہ بھی ہے۔ اسی طرح تمہارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف براہین احمدیہ موجود تھی۔ آپ نے جب یہ تصنیف کی تو اس وقت آپ کے سامنے کوئی ایسا اسلامی لٹریچر موجود نہ تھا۔ مگر تمہارے سامنے یہ موجود تھا اور امید تھی کہ تم اس سے بڑھ کر کوئی چیز لاؤ گے۔ مامورین سے بڑھ کر علم تو کوئی کیا لاسکتا ہے سوائے اس کے کہ ان کے پوشیدہ خزانوں کو نکال نکال کر پیش کرتے رہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ بعد میں آنے والی نسلوں کا کام یہی ہوتا ہے کہ گزشتہ بنیاد کو اونچا کرتے رہیں اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسے آئندہ نسلیں اگر ذہنوں میں رکھیں تو خود بھی برکات اور فضل حاصل کر سکتی ہیں اور قوم کے لئے بھی برکات اور فضلوں کا موجب ہو سکتی ہیں مگر اپنے آباء سے آگے بڑھنے کی کوشش نیک باتوں میں ہونی چاہئے۔ یہ نہیں کہ چور کا بچہ یہ کوشش کرے کہ باپ سے بڑھ کر چور ہو بلکہ یہ مطلب ہے کہ نمازی آدمی کی اولاد کوشش کرے کہ باپ سے بڑھ کر نمازی ہو۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 485-484)

## عادت کے خلاف کام کرنا

مجھے یاد ہے جب میں مدرسہ میں پڑھا کرتا تھا تو پرانے دستور کے مطابق میں پاجامہ پہنا کرتا تھا۔ جو شلوار کے رواج سے پہلے عام طور پر سکولوں میں رائج تھا جو شرعی پاجامہ کہلاتا ہے وہ تو اوپر سے کھلا اور نیچے سے تنگ ہوتا ہے، لیکن وہ اوپر نیچے برابر پتلون نما ہوتا تھا اور وہی میں عموماً پہنا کرتا تھا۔ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھ کر فرمایا کرتے تھے یہ پاجامہ کیا ہے جیسے بندوق کا بگہ (تھیلا) ہوتا ہے۔ اب تو بندوقیں بھی پرانے طرز کی نہیں رہیں اور نہ ویسے تھیلے ہوتے ہیں۔ مگر پہلے اس قسم کے ہوا کرتے تھے۔ بعض لڑکوں نے مجھے کہا میں شلوار پہنا کروں چنانچہ میں نے شلوار بنوائی۔ مجھے خوب یاد ہے جب پہن کر میں گھر سے باہر آیا تو میں نہیں سمجھتا کوئی چور یا ڈاکو بھی کوئی واردات کر کے اتنی ندامت اور شرمندگی محسوس کرتا ہوگا جتنی کہ مجھے اس وقت شلوار پہننے سے محسوس ہوئی۔ میں آنکھیں نیچی کئے ہوئے بمشکل اس مکان

تک جو پہلے شفاخانہ تھا اور جس میں اس وقت ڈاکٹر عبداللہ صاحب بیٹھا کرتے تھے آیا۔ بھائی عبدالرحیم صاحب اور بعض دوسرے استادوں نے اس بات کی تائید کی بھی کہ شلوار اچھی لگتی ہے مگر مجھے اتنی شرم آئی کہ واپس جا کر میں نے اسے اتار دیا۔ اب میں شلوار ہی پہنتا ہوں مگر اس کی عادت آہستہ آہستہ ہوئی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں اگر اب بھی میں دوسری قسم کا پاجامہ بدلوں تو گواتی شرم تو مجھے نہ آئے جتنی اس وقت آئی تھی لیکن کچھ نہ کچھ طبیعت میں بے اطمینانی ضرور ہو۔ پس اگر عادت کے خلاف ایک شلوار پہن کر جس کا عبادات یا شریعت سے کوئی تعلق نہیں طبیعت میں قبض اور بے اطمینانی پیدا ہو سکتی ہے تو یہ کوئی بڑے تعجب کی بات نہیں اگر میرے اس خطبہ پر بھی بعض لوگوں کو اچنبھا معلوم ہو۔

(خطبات محمود جلد 9 صفحہ 92-93)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کا پہرہ دیا کرتے تھے

پہلی چیز جو ہمارے سامنے ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ ابھی تک وہ لوگ زندہ ہیں جو باقاعدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کا پہرہ دیا کرتے تھے، سکول کے طالب علم، مہمان اور قادیان کے باشندے ہمیشہ پہرہ دیتے رہے بلکہ کچھ عرصہ تک ماسٹر عبدالرحمن صاحب جالندھری کے سپرد بھی یہ ڈیوٹی رہی اور وہ سکول کے طالب علموں کا پہرہ مقرر کرتے اور باریاں مقرر کرتے تھے اور یہ وہ لوگ تھے جو راتوں کو جاگ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کا پہرہ دیا کرتے۔ اس صورت میں اعتراض کرنے والے کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کا یہ طریق عمل بھی اس کے اصول کے خلاف ہوگا اور اس کے نزدیک لوگوں کا پہرہ دینا یا تو خدائی حفاظت کے باوجود جس کا آپؑ کو وعدہ دیا گیا ایک عبث فعل ہوگا اور یا ان کے وقار کے خلاف ہوگا۔ راتوں کو جاگنا اور پہرہ دینا جبکہ ایک شخص گھر میں بیٹھا ہو، اور دروازے بند ہوں، اتنا ضروری نہیں ہوتا جتنا کہ انسان جب باہر نکلے تو اس کی حفاظت ضروری ہوتی ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایسا ہوتا رہا۔ یہ شخص اگر اس وقت ہوتا تو یہی کہتا کہ پہرہ دینا تو میرے اصول کے خلاف ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سفروں پر جاتے تو آپؑ کے ساتھ حفاظت کے لئے زائد سواریاں اور یکے ہوتے۔ اگر آپؑ رتھ میں جاتے تو علاوہ ان لوگوں کے جو حفاظت کے لئے رتھ میں ہی آپؑ کے ساتھ بیٹھ جاتے، دو تین رتھ یا یکے کے ساتھ ساتھ

بھاگتے چلے جاتے۔ یہ شخص تو اگر اس وقت ہوتا اور اسے یکے کے ساتھ چلنے کو کہا جاتا تو شاید خود کشی کو ترجیح دیتا کہ اس قدر ہتک کی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی گھر میں ہدیہ آئی ہوئی چیز بغیر دریافت کئے استعمال نہ کرتے بلکہ آپؑ پوچھ لیتے کہ یہ کہاں سے آئی ہے، کون دینے آیا تھا اور آیا وہ شخص جانا پہچانا ہے یا نہیں۔ جب مخالفت زیادہ بڑھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کی دھمکیوں کے خطوط موصول ہونے شروع ہوئے تو کچھ عرصہ تک آپؑ نے سکھیا کے مرکبات استعمال کیئے تاکہ اگر خدا نخواستہ آپؑ کو زہر دیا جائے تو جسم میں اس کے مقابلہ کی طاقت ہو، اس شخص کے نزدیک یہ بھی خدا تعالیٰ کے توکل کے خلاف ہوگا۔ پھر اپنے بچوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مغرب کے بعد کبھی باہر نہیں نکلنے دیتے تھے کیونکہ آپؑ سمجھتے تھے لوگ دشمن ہیں ممکن ہے وہ بچوں پر حملہ کر دیں اور انہیں نقصان پہنچائیں۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو اس وقت میری 19 سال عمر تھی۔ 16، 17 سال کی عمر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے کبھی بھی مغرب کے بعد گھر سے نکلنے نہیں دیا اور اس کے بعد بھی آپؑ کی وفات تک میں اجازت لے کر مغرب کے بعد گھر سے جاتا۔ اس کے متعلق بھی وہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ بالکل توکل اور اصول کے خلاف امر ہے۔ پھر اس سے اوپر جا کر دیکھو تو توکل کے سرچشمہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی یہی حال تھا۔ حدیثوں سے صاف ثابت ہے کہ روزانہ صحابہؓ میں سے چند لوگ آتے اور رسول کریم ﷺ کی حفاظت کے لیے پہرہ دیتے۔ پہلے تو وہ بغیر اسلحہ کے پہرہ دیا کرتے مگر ایک دن رسول کریم ﷺ نے ہتھیاروں کی جھنکار کی آواز سنی تو آپؐ باہر تشریف لائے دیکھا تو صحابہؓ اسلحہ سے مسلح ہو کر پہرہ دینے آئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا پتہ کوئی ایسا دشمن آجائے جو ہاتھیار ہو اس لئے ہم مسلح ہو کر آئے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے جب یہ سنا تو ان کی تعریف کی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ اس آدمی کے لئے یہ بات بھی بڑی مصیبت ہوگی۔ پھر صحابہؓ کی حالت یہ تھی کہ رسول کریم ﷺ اگر ذرا بھی ادھر ادھر ہو جاتے تو وہ بے تحاشہ آپؐ کی تلاش میں دوڑ پڑتے۔ بخاری میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ ایک باغ میں بیٹھے تھے،

تھوڑی دیر کے لئے آپؐ بغیر اطلاع دیئے اس باغ کے دوسرے کونے کی طرف چلے گئے، صحابہؓ نے جب رسول کریم ﷺ کو نہ دیکھا تو وہ چاروں طرف دوڑ پڑے۔ وہ مشہور حدیث جس میں آپؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا تھا کہ جس نے لا اِلهَ اِلاَ اللهُ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا اسی وقت کی حدیث ہے اس شخص کے نزدیک وہ سارے صحابہ جو اس وقت رسول کریم ﷺ کی تلاش میں دوڑے بے اصولے تھے اور ان کا دوڑنا ان کے وقار کے خلاف تھا بھلا مومن بھی کبھی ہل سکتا ہے۔ اسی طرح جنگ کے موقع پر رسول کریم ﷺ کے ارد گرد ہمیشہ ایک گارد ہوتی۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ جو ہم میں سب سے زیادہ بہادر ہوتا وہ آپؐ کے گرد کھڑا کیا جاتا۔ گویا چُن چُن کر نہایت مضبوط اور توانا آدمی رسول کریم ﷺ کی حفاظت کے لئے مقرر کیئے جاتے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 66، 67)

### نماز باجماعت اور بچوں کی نگرانی

میرے نزدیک ان ماں باپ سے بڑھ کر اولاد کا کوئی دشمن نہیں جو بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے۔ مجھے اپنا ایک واقعہ یاد ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کچھ بیمار تھے اس لیے جمعہ کے لئے مسجد میں نہ جاسکے۔ میں اس وقت بالغ نہیں تھا کہ بلوغت والے احکام مجھ پر جاری ہوں۔ تاہم میں جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد کو آ رہا تھا کہ ایک شخص مجھے ملا اس وقت کی عمر کے لحاظ سے تو شکل اس وقت تک یاد نہیں رہ سکتی مگر اس واقعہ کا اثر مجھ پر ایسا ہوا کہ اب تک مجھے اس شخص کی صورت یاد ہے۔ محمد بخش ان کا نام ہے وہ اب قادیان میں ہی رہتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا آپ واپس آ رہے ہیں کیا نماز ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا آدمی بہت ہیں مسجد میں جگہ نہیں تھی میں واپس آ گیا۔ میں بھی یہ جواب سن کر واپس آ گیا اور گھر میں آ کر نماز پڑھ لی۔ حضرت صاحبؓ نے یہ دیکھ کر مجھ سے پوچھا مسجد میں نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے، خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں بچپن سے ہی حضرت صاحبؓ کا ادب ان کے نبی ہونے کی حیثیت سے کرتا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ کے پوچھنے میں ایک سختی تھی اور آپ کے چہرہ سے غصہ ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کے اس رنگ میں پوچھنے کا مجھ پر بہت ہی اثر ہوا۔ جواب میں میں نے کہا کہ میں گیا تو تھا لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس آ گیا۔ آپ یہ سن کر خاموش

ہو گئے لیکن اب جس وقت جمعہ پڑھ کر مولوی عبدالکریم صاحبؒ آپ کی طبیعت کا حال پوچھنے کے لیے آئے تو سب سے پہلی بات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ سے دریافت کی وہ یہ تھی۔ کیا آج لوگ مسجد میں زیادہ تھے؟ اس وقت میرے دل میں سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی کیونکہ میں خود تو مسجد میں گیا نہیں تھا۔ معلوم نہیں بتانے والے کو غلطی لگی یا مجھے اس کی بات سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں ان کی بات سے یہ سمجھا تھا کہ مسجد میں جگہ نہیں۔ مجھے فکر یہ ہوئی کہ اگر مجھے غلط فہمی ہوئی ہے یا بتانے والے کو ہوئی ہے دونوں صورتوں میں الزام مجھ پر آئے گا کہ میں نے جھوٹ بولا۔ مولوی عبدالکریم صاحبؒ نے جواب دیا ہاں حضور آج واقعہ میں بہت لوگ تھے۔ میں اب بھی نہیں جانتا کہ اصلیت کیا تھی۔ خدا نے میری بریت کے لئے یہ سامان کر دیا کہ مولوی صاحبؒ کی زبان سے بھی اس کی تصدیق کرادی۔ یانی الواقع اس دن غیر معمولی طور پر زیادہ لوگ آئے تھے۔ بہر حال یہ ایک واقعہ ہوا ہے جس کا آج تک میرے قلب پر ایک گہرا اثر ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نماز باجماعت کا کتنا خیال رہتا تھا۔

(خطبات محمود جلد 9 صفحہ 164-163)

### بچپن میں بچوں کو اخلاق فاضلہ کی مشق کرانی چاہئے

مجھے اپنے بچپن کا زمانہ یاد ہے اور وہ حالات اور واقعات بالکل میری آنکھوں کے سامنے ہیں کہ سخت سے سخت تپش اور شدید گرمی کے وقت میں باہر نکل جاتا اور تپش اور گرمی بالکل محسوس نہ کرتا۔ بلکہ مجھے خوب یاد ہے میں اپنے نفس میں اپنے اوپر یہ بڑا ظلم سمجھا کرتا تھا جب مجھے والدہ صاحبہ یا دوسرے نگران گرمی میں باہر نکلنے اور کھیلنے سے روکتے تھے۔ میں اس گرمی میں باہر نکل جاتا اور کچھ محسوس نہ کرتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو خیالات بچپن میں میرے ذہن میں پیدا ہوتے تھے وہی دوسرے بچوں کے دلوں میں بھی پیدا ہوتے ہوں گے۔ جبکہ ان کو گرمی کے وقت باہر نکلنے سے روکا جاتا ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ بچپن میں ایسی باتوں کا احساس نہیں ہوتا۔ تو جس قدر محنت اور مشقت کی تکلیف کو ایک بڑا آدمی محسوس کرتا ہے بچہ اس کو محسوس نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کے ماتحت اس کے احساسات کو باطل کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو کسی امر کے لئے مشق کرنے میں اتنی دقت محسوس نہیں ہوتی اور جن باتوں کی اس وقت مشق کرتا ہے ان کا آئندہ زندگی میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ لیکن جن کی مشق بچپن میں نہ ہو ان میں بڑی عمر میں سخت

دقت پیش آتی ہے۔ تین آدمی مجھے ایسے معلوم ہیں جو نماز میں صحیح طور پر تشہد میں نہیں بیٹھ سکتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بچپن میں ان کو صحیح طور پر تشہد بیٹھنے کی مشق نہیں کرائی گئی یا کسی نے ان کو ٹوکا نہیں تا وہ صحیح طور پر تشہد بیٹھنے کی عادت ڈالتے یا ٹوکنے والوں سے ان کا اس طرح بیٹھنا پوشیدہ رہا اور اب بڑی عمر میں وہ صحیح طور پر نہیں بیٹھ سکتے..... اگر اب وہ چاہیں اور کوشش بھی کریں تو صحیح طور پر تشہد نہیں بیٹھ سکتے۔ تو بچپن کا زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ بچے کے اس وقت کے حالات کے ماتحت اس سے جس قسم کی مشق کرائیں وہ با آسانی کر سکتا ہے۔

لیکن اگر بچپن میں جھوٹ یا چوری وغیرہ کی بد عادات پڑ جائیں۔ تو بڑے ہو کر ان کو کتنے ہی وعظ و نصیحت کیئے جائیں۔ کتنا ہی سمجھایا جائے اور کتنی ہی ملامت کی جائے۔ لیکن وہ ان افعال کو برا سمجھتے ہوئے بھی ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے ایسے لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور پھر روتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہو گئی۔ چوری کرتے ہیں اور پھر افسوس کرتے ہیں کہ ہم سے ایسا ہوا ہے بلکہ میں نے دیکھا ہے انہوں نے خود ہی اپنی غلطی کو محسوس کر کے چوری کا اقرار کیا اور اس کا ازالہ بھی کر دیا۔ لیکن پھر بھی چوری کی عادت سے باز نہیں رہ سکتے۔ تو بچپن کی عادت انسان کے ساتھ جاتی اور باقی رہتی ہیں۔ اَلَا مَآ شَاءَ اللّٰہ۔ اس لئے بچپن میں بچوں کو اخلاق فاضلہ کی مشق کرانی چاہیئے۔ اس سے آئندہ نسلوں کی حفاظت ہو جائے گی یہ بچپن میں تربیت نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ کئی ایسے آدمی ہیں جو بہت مخلص اور نیک ہیں لیکن بے ساختہ ان کے منہ سے گالیاں نکل جاتی ہیں۔ بعض مصنف ہیں جو مخلص ہیں لیکن باوجود احتیاط کے ان کے قلم سے درشت الفاظ نکل جاتے ہیں۔ اور جب سمجھایا جائے تو نہایت سنجیدگی اور متانت سے کہہ دیتے ہیں ہم نے تو کوئی سخت لفظ نہیں لکھا۔ بچپن کی عادت کا نتیجہ ہے کہ وہ اس فعل کی مضرتوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس سے بچ نہیں سکتے۔

(خطبات محمود جلد 9 صفحہ 150 تا 151)

نماز جمعہ پر نہیں گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دریافت فرمایا:-

مجھے یاد ہے میرے بچپن کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہو گئے اور آپ جمعہ کی نماز کے لئے تشریف نہ لے گئے میری عمر اس وقت 13-14 سال کی تھی۔ میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے گھر سے روانہ ہوا ابھی میں جا ہی رہا تھا کہ راستہ میں مجھے

کوئی شخص آتا ہوا ملا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا خطبہ شروع ہو گیا ہے؟ اس نے کہا وہاں تو جگہ ہی نہیں ساری مسجد بھری ہوئی ہے اس لیے میں واپس آ گیا ہوں اس کی یہ بات سن کر میں بھی واپس آ گیا۔

بچپن کی عمر تھی میں نے سمجھا کہ یہ جو کچھ کہتا ہے ٹھیک ہوگا حالانکہ میرا فرض تھا کہ میں پہلے تحقیق کرتا کہ آیا یہ بات درست ہے یا نہیں بہر حال اللہ تعالیٰ مجھے یہ سبق دینا چاہتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تجسس کرنے کی نہیں تھی مگر اس روز جب میں واپس آیا تو آپ نے خلاف معمول مجھ سے فرمایا کہ محمود! تم جمعہ میں نہیں گئے؟ میں نے کہا وہاں تو اتنے آدمی ہیں کہ مسجد میں کوئی جگہ ہی نہیں اس لیے میں واپس آ گیا ہوں اس وقت تو آپ خاموش رہے۔ مگر جمعہ کے بعد جب آپ کی عیادت کے لئے کچھ دوست آئے جن میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بھی تھے جو خطبہ پڑھایا کرتے تھے تو آپ نے خلاف عادت ان کے آتے ہی یہ سوال کیا کہ کیا آج جمعہ میں کچھ زیادہ لوگ تھے؟ میں دوسرے دالان میں تھا کہ میرے کان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ آواز پڑی اور چونکہ میں خود مسجد میں نہیں گیا تھا اس لئے میرا دل بیٹھنے لگا کہ اس شخص نے جھوٹ نہ بولا ہو مگر اللہ تعالیٰ نے میری پردہ پوشی فرمائی اور مولوی عبدالکریم صاحب نے جواب دیا کہ حضور! آج تو بہت ہی آدمی تھے مسجد کناروں تک بھری ہوئی تھی اب یہ سیدھی بات ہے کہ جو کچھ میں نے کیا محض قیاس کی وجہ سے کیا اسی طرح کئی لوگ قیاس کر لیتے ہیں اور اس سے زیادہ قیاس کر لیتے ہیں جتنی لوگوں کے لیے واقع میں گنجائش نہیں ہوتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سی جگہ خالی رہتی ہے۔

مجھے کہا گیا ہے کہ اگر باہر جگہ لی گئی تو یہ مسجد ویران ہو جائے گی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر دوسری مسجد کے لیے باہر زمین نہ لی گئی تو اس مسجد کی حقیقی آبادی کی طرف جماعت کو کبھی توجہ ہی پیدا نہیں ہوگی اب اس مسجد کو جس کے ارد گرد صرف چند احمدی دوست رہتے ہیں۔ اس لیے آباد سمجھا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن سارے شہر کے احمدی دوست یہاں آ کر ایک دفعہ نماز پڑھ لیتے ہیں اور کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا۔ مگر یہ محلہ جس میں ابتدائی ایام سے احمدیت چلی آرہی ہے اس محلہ میں اب احمدیت ترقی کرنے کی بجائے گر گئی ہے اور انہیں کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ انہوں نے اس محلہ کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ ہم بچے تھے اور لاہور میں آیا کرتے تھے تو اسی محلہ میں میاں چراغ الدین صاحب مرحوم کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔

1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں تشریف لائے تو آپؐ بھی اسی محلّہ میں ٹھہرے۔ غرض اُس وقت احمدیوں کے ٹھہرنے کی یہی جگہ تھی، مسجد کوئی نہیں تھی۔ ہم نماز بھی میاں چراغ الدین صاحبؒ مرحوم کے گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک بڑا دالان تھا جس میں نماز ہوتی تھی لیکن اس مسجد کے بن جانے کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں سے یہ بات نکل گئی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس محلّہ میں افراد کے لحاظ سے احمدیوں کی تعداد پہلے سے زیادہ ہے اور وہ پرانے لوگ جو فوت ہو چکے ہیں ان کی نسلیں بھی کثیر ہیں لیکن شہر کی ترقی کے مقابلہ میں افراد کی ترقی کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ پہلے یہ محلّہ بالکل غیر آباد تھا، درمیان میں بڑے بڑے فاصلے تھے اور اس کے پچھواڑے میں بھی بہت بڑا خلا تھا۔ جب ہم ان عمارتوں کے پیچھے چلے جاتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہم جنگل میں نکل گئے ہیں مگر اب تو ہر جگہ ہی آبادی آبادی ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اُس وقت سے لے کر اب تک اس محلّہ کی آبادی تیس چالیس گئے بڑھ گئی ہے۔ یعنی اس محلّہ میں ہماری جماعت نہیں بڑھی اور اگر بڑھی ہے تو اُس نسبت سے نہیں بڑھی جس نسبت سے محلّہ کی آبادی بڑھی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو مامور آتے ہیں وہ صرف نسلی مومن بڑھانے کے لیے نہیں آتے۔ نسلیں تو بڑھا ہی کرتی ہیں۔ جب مسلمانوں نے تبلیغ کو بالکل چھوڑ دیا تھا اُس زمانہ میں بھی ان کی اولادوں کا سلسلہ جاری تھا۔ درحقیقت اسلام پر تنزل اس لئے نہیں آیا کہ مسلمانوں کے ہاں اولاد پیدا ہونی بند ہوگئی تھی بلکہ ان پر تنزل اس لئے آیا کہ انہوں نے تبلیغ چھوڑ دی تھی۔ اب بھی اگر دوسری جگہ مسجد بن جائے گی تو احمدیوں کو یہاں آکر یہ دیکھنے کا موقع مل سکے گا کہ اس محلّہ میں احمدیت کی ترقی کی کیا حالت ہے اور انہوں نے اس کے متعلق کتنی بڑی غفلت اور کوتاہی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب تو جمعہ کے دن آکر وہ غافل ہو جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مسجد خوب آباد ہے احمدی اس میں بڑی کثرت سے نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں یہ خیال ہی نہیں آتا کہ اس محلّہ میں احمدیت کمزور ہو چکی ہے لیکن دوسری مسجد بننے کے نتیجے میں جب جمعہ کے دن بھی یہ مسجد ویران نظر آئے گی تو خود بخود یہ چیز ان کے اندر احساسِ خودداری پیدا کرنے کا موجب ہوگی اور وہ تبلیغ کی طرف توجہ شروع کر دیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس ایک مسجد کی وجہ سے اس سارے شہر لاہور کے لیے صرف ایک ہی مبلغ ہے۔ میرا اپنا اندازہ یا یوں کہو کہ وہ سکیم جس کے ماتحت تبلیغ کرنا میں مفید سمجھتا ہوں



وہ یہ ہے کہ پانچ سو افراد پر ایک مبلغ ہونا چاہیے۔ میں پانچ سو مرد نہیں کہتا، میں پانچ سو جوان نہیں کہتا، میں پانچ سو افراد کہتا ہوں جن میں عورتیں بھی شامل ہیں، بچے بھی شامل ہیں اور مرد بھی شامل ہیں۔ اس سے زیادہ افراد کی کوئی شخص صحیح طور پر تعلیم و تربیت نہیں کر سکتا۔

(خطبات محمود جلد 29 صفحہ 333-335)

## قصہ مرغی ذبح کرنے کا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا ہے۔ ہم چھوٹے تھے ایک دن مرغی ذبح کرنی تھی اور ڈیوڑھی پر اس وقت کوئی آدمی نہ تھا کوئی مہمان آئے ہوئے تھے اور جلدی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ لاؤ میں ذبح کرتا ہوں۔ مرغی کو لٹا کر آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور چھری پھیر دی مگر جب اس خیال سے کہ اب ذبح ہو چکی ہوگی اسے چھوڑا تو مرغی اٹھ کر بھاگ گئی اور آپ کی انگلی سے خون بہہ رہا تھا تو ایک حس یہ ہے کہ مرغی کو ذبح کرتے وقت بھی ایک رعب دل پر پڑ جاتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ایک جان خواہ جائز ہی سہی لے رہے ہیں ایسے احساس والا اگر کوئی جسمانی قربانی کرتا ہے تو اس کی قیمت اس شخص کی قربانی سے جو خود پاؤں کے نیچے دبا کر اپنی ہڈی توڑ سکتا ہے بہت زیادہ قیمت ہوگی اور دونوں میں یقیناً بہت بڑا فرق ہوگا۔ (خطبات محمود جلد دوم صفحہ 169)

## بچوں کی دلداری

مجھے اپنے بچپن کی بات یاد ہے کہ ہماری والدہ صاحبہ کبھی ناراض ہو کر فرمایا کرتیں کہ اس کا سر بہت چھوٹا ہے تو مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے یہ کوئی بات نہیں رائیگیں (Rattigan) جو بہت مشہور وکیل تھا اور جس کی قابلیت کی دھوم سارے ملک میں تھی اس کا سر بھی بہت چھوٹا سا تھا۔ تو جو والدین اپنی اولاد کو شاہ دولہ کا چوہا بناتے ہیں ان کے بڑے سراسر بات پر دلالت نہیں کرتے کہ وہ بہت عقلمند ہیں۔ جو شخص اپنی اولاد کو علم اور عرفان سے محروم کرتا ہے اور اس کا سراگر چہ بڑا ہی ہوتب بھی وہ بے عقل ہی ہے جس شخص کا اتنا دماغ ہی نہیں کہ سمجھ سکے۔ خدا اور رسول ﷺ کیا ہے؟ قرآن کیا ہے؟ وہ عرفان کیا حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو باپ اپنی اولاد کو اس عرفان سے محروم رکھتا ہے اس کا دماغ یقیناً شاہ دولہ کے چوہوں سے بھی

چھوٹا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی قربانی کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔

(خطبات محمود جلد دوم صفحہ 174)

## حضرت امانؓ اور برکات کا نزول

مجھے خوب یاد ہے اس وقت تو بُرا محسوس ہوتا تھا لیکن اب اپنے زائد علم کے ماتحت اس سے مزا آتا ہے۔ اس وقت میری عمر بہت چھوٹی تھی مگر یہ خدا کا فضل تھا کہ باوجود یکہ لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ نہ تھی جب سے ہوش سنبھالی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کامل یقین اور ایمان تھا۔ اگر اس وقت والدہ صاحبہ کوئی ایسی حرکت کرتیں جو میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کے شایان نہ ہوتی تو میں یہ نہ دیکھتا کہ ان کا میاں بیوی کا تعلق ہے اور میرا ان کا ماں بچہ کا تعلق ہے بلکہ میرے سامنے پیر اور مرید کا تعلق ہوتا حالانکہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ نہ مانگتا تھا۔ والدہ صاحبہ ہی میری تمام ضروریات کا خیال رکھتی تھیں۔ باوجود اس کے والدہ صاحبہ کی طرف سے اگر کوئی بات ہوتی تو مجھے گراں گزرتی۔ مثلاً خدا کے کسی فضل کا ذکر ہوتا تو والدہ صاحبہ کہتیں میرے آنے پر ہی خدا کی یہ برکت نازل ہوئی ہے۔ اس قسم کا فقرہ میں نے والدہ صاحبہ کے منہ سے کم از کم سات آٹھ دفعہ سنا اور جب بھی سنتا گراں گزرتا۔ میں اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی سمجھتا لیکن اب درست معلوم ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس فقرہ سے لذت پاتے تھے کیونکہ وہ برکت اسی الہام کے ماتحت ہوئی کہ يَادْمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَرَوْجُكَ الْجَنَّةَ ایک آدم تو نکاح کے بعد جنت سے نکالا گیا تھا لیکن اس زمانہ کے آدم کے لئے نکاح جنت کا موجب بنایا گیا ہے۔ چنانچہ نکاح کے بعد ہی آپؐ کی ماموریت کا سلسلہ جاری ہوا۔ خدا تعالیٰ نے بڑی بڑی عظیم الشان پیشگوئیاں کرائیں اور آپؐ کے ذریعہ دنیا میں نور نازل کیا اور اس طرح آپؐ کی جنت وسیع ہوتی چلی گئی۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ پہلے آدم کے لئے جو جوڑا منتخب کیا گیا وہ صرف جسمانی لحاظ سے تھا مگر اس آدم کے لئے جو چنا گیا یہ روحانی لحاظ سے بھی تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے الْاَرْوَاحُ جُنُودٌ مُّجَنَّدَةٌ۔ ارواح میں ایک دوسرے سے نسبت ہوتی ہے۔ جب ایسی ارواح مل جائیں تو ان کے جوڑے بابرکت ہوتے ہیں۔ پس مومن کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرے اور اپنی رائے پر انحصار نہ رکھے۔ اسے کیا پتہ

ہے کہ جس چیز کو وہ اچھا سمجھتا ہے وہ دراصل بُری ہے اور جو اسے بُری نظر آتی ہے وہ اس کے لئے اچھی ہے۔ (خطبات محمود جلد سوم صفحہ 271-270)

### بچپن سے اسلامی آداب سکھانے چاہئیں

میں نے دیکھا ہے کہ نوجوانوں کو اسلامی آداب سکھانے کی طرف توجہ ہی نہیں کی جاتی نوجوان بے تکلفانہ ایک دوسرے کی گردن میں باہیں ڈالے پھر رہے ہوتے ہیں حتیٰ کہ میرے سامنے بھی ایسا کرنے میں انہیں کوئی باک نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کو یہ احساس ہی نہیں کہ یہ کوئی بری بات ہے۔ ان کے ماں باپ اور اساتذہ نے ان کی اصلاح کی طرف کبھی کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ حالانکہ یہ چیزیں انسانی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ایک دفعہ میں ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا کہ ماسٹر قادر بخش صاحب نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے والد تھے۔ اس سے منع کیا اور کہا کہ یہ بہت بری بات ہے۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہوگی لیکن وہ نقشہ جب بھی میرے سامنے آتا ہے۔ ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اسی طرح ایک صوبیدار صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے ان کی ایک بات بھی مجھے یاد ہے ہماری والدہ چونکہ دلی کی ہیں اور دلی بلکہ لکھنؤ میں بھی ”تم“ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ بزرگوں کو بے شک آپ کہتے ہیں لیکن ہماری والدہ کے کوئی بزرگ چونکہ یہاں تھے نہیں کہ ہم ان سے ”آپ“ کہہ کر کسی کو مخاطب کرنا بھی سیکھ سکتے۔ اس لئے میں دس گیارہ سال کی عمر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ”تم“ ہی کہا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے مدارج بلند کرے۔

صوبیدار محمد ایوب خان صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے گورداسپور میں مقدمہ تھا اور میں نے بات کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تم کہہ دیا۔ وہ صوبیدار صاحب مجھے الگ لے گئے اور کہا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہیں اور ہمارے لئے محل ادب ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں۔ کہ ”تم“ کا لفظ برابر والوں کے لئے بولا جاتا ہے بزرگوں کے لئے نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اس کا استعمال میں بالکل برداشت نہیں کر

سکتا یہ پہلا سبق تھا جو انہوں نے اس بارہ میں مجھے دیا۔ پس بڑوں کا فرض ہے کہ چھوٹوں کو یہ آداب سکھائیں۔  
(الفضل 11/ مارچ 1939ء جلد 27 نمبر 58 صفحہ 7)

### بُرمی عادت سے ٹوکنا چاہیے

مجھے ایک دوست کا احسان اپنی ساری زندگی میں نہیں بھول سکتا اور میں جب کبھی اس دوست کی اولاد پر کوئی مشکل پڑی دیکھتا ہوں تو میرے دل میں ٹیس اٹھتی ہے اور ان کی بہبودی کے لئے دعائیں کیا کرتا ہوں۔ 1903ء کی بات ہے جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی کرم دین والے مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور میں مقیم تھے وہ دوست جن کا میں ذکر کر رہا ہوں مراد آبادیو۔ پی کے رہنے والے تھے اور فوج میں رسالدار میجر تھے۔ محمد ایوب ان کا نام تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملنے کے لئے گورداسپور آئے تھے۔ انہوں نے دو باتیں ایسی کیں جو میرے لئے ہدایت کا موجب ہوئیں۔ دلی میں رواج تھا کہ بچے باپ کو ”تم“ کہہ کر خطاب کرتے، اسی طرح بیوی خاوند کو تم کہتی۔ لکھتو وغیرہ میں ”آپ“ کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ گھر میں ہمیشہ تم تم کا لفظ سنتے رہنے سے میری عادت بھی ”تم“ کہنے کی ہو گئی تھی۔ یوں تو میری عادت تھی کہ میں حتی الوسع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرنے سے کتراتا تھا لیکن اگر ضرورت پڑ جاتی اور مجبوراً مخاطب کرنا پڑتا تو ”تم“ کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ چنانچہ مجھے اس دوست کی موجودگی میں آپ سے کوئی بات کرنی پڑی اور میں نے ”تم“ کا لفظ استعمال کیا۔ یہ لفظ سن کر اس دوست نے مجھے بازو سے پکڑ لیا اور مجلس سے ایک طرف لے گئے اور کہا ”میرے دل میں آپ کا بڑا ادب ہے لیکن یہ ادب ہی چاہتا ہے آپ کو آپ کی غلطی سے آگاہ کروں اور وہ یہ کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے وقت کبھی بھی ”تم“ کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے بلکہ آپ کے لفظ سے مخاطب کریں ورنہ آپ نے پھر یہ لفظ بولا تو جان لے لوں گا“ مجھے تو ”تم“ کا لفظ استعمال کرتے رہنے کی وجہ سے تم اور آپ میں کوئی فرق محسوس نہ ہوتا تھا بلکہ میں آپ کی نسبت تم کے لفظ کو زیادہ پسند کرتا تھا اور حالت یہ تھی کہ ”آپ“ کا لفظ بولتے ہوئے مجھے بوجہ عادت نہ ہونے کے کہ شرم سے پسینہ آجاتا تھا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ ”آپ“ کہنا جرم ہے۔ مگر اس دوست کے

سمجھانے کے بعد میں ”آپ“ کا لفظ استعمال کرنے لگا اور ان کی اس نصیحت کا اثر اب تک میرے دل میں موجود ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ میں نے لاہور آنے پر یہاں بعض لڑکوں کو نکلانی لگاتے دیکھا اور میں نے بھی شوق سے ایک نکلانی خرید لی اور پہننی شروع کر دی۔ گورداسپور ہی کا واقعہ ہے کہ وہی مرحوم دوست مجھے پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور کہنے لگے ”آج آپ نے نکلانی پہنی ہے تو ہم کل کچھڑیوں کا تماشہ دیکھنے لگ جائیں گے کیونکہ ہم نے تو آپ سے سبق سیکھنا ہے جو قدم آپ اٹھائیں گے ہم بھی آپ کے پیچھے چلیں گے“ یہ کہہ کر انہوں نے مجھ سے نکلانی مانگی اور میں نے اتار کر ان کو دے دی۔

پس ان کی یہ دو نصیحتیں مجھے کبھی نہیں بھول سکتیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک مخلص متبع کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اگر ہمارے خاندان کا کوئی نوجوان اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتا تو صاحبزادہ صاحب! صاحبزادہ صاحب کہہ کر اس کا دماغ بگاڑنا نہیں چاہئے بلکہ اس کو کہنا چاہئے کہ آپ ہوتے تو صاحبزادہ ہی تھے مگر اب غلام زادہ سے بھی بدتر معلوم ہو رہے ہیں اس لئے آپ کو چاہئے کہ اپنی اصلاح کریں۔“ (سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 90 تا 92)

### حضرت مولوی نور الدین صاحب کی رائے چالیس آدمیوں کے برابر

ایک دن حضرت صاحب اندر آئے تو والدہ صاحبہ سے کہا کہ انہیں (یعنی مجھے) انجمن کا ممبر بنا دیا ہے نیز ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب کو اور مولوی صاحب کو تاکہ اور لوگ کوئی نقصان نہ پہنچاویں..... آپ کو کہا گیا چودہ نام لکھ لیئے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا اور چاہئیں، باہر کے آدمی بھی ہوں..... اس پر کہا گیا کہ زیادہ آدمیوں سے کورم نہیں پورا ہوگا۔ آپ نے فرمایا اچھا تھوڑے سہی۔ پھر کہا اچھا ایک اور تجویز کرتا ہوں اور وہ یہ کہ مولوی صاحب کی رائے چالیس آدمیوں کی رائے کے برابر ہو۔ اس وقت میرے سامنے ان لوگوں نے حضرت صاحب کو دھوکا دیا کہ حضرت! ہم نے مولوی صاحب کو پریزیڈنٹ بنا دیا ہے اور پریزیڈنٹ کی رائیں پہلے ہی زیادہ ہوتی ہیں۔ حضرت صاحب نے کہا ہاں یہی میرا منشاء ہے کہ ان کی رائیں زیادہ ہوں۔ مجھے اس وقت انجمنوں کا علم نہ تھا کہ کیا ہوتی ہیں ورنہ بول پڑتا کہ پریزیڈنٹ کی ایک ہی رائے

رائے ہوتی ہے۔ تو انہوں نے یہ دھوکا دیا پھر تفصیلی قواعد مجھے ہی دیئے گئے تھے اور میں ہی حضرت صاحب کے پاس لے گیا تھا۔ اس وقت آپ کوئی ضروری کتاب لکھ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا ہے؟ میں نے کہا انجمن کے قواعد ہیں۔ فرمایا لے جاؤ ابھی فرصت نہیں۔ گویا آپ نے ان کو کوئی وقعت نہ دی۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 1922ء صفحہ 37-38۔ سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 188-189)

### عادت کو چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے

ہماری جماعت میں سینکڑوں ایسے زمیندار ہیں جنہوں نے بھائیوں کو چھوڑ دیا، ماں باپ کو چھوڑ دیا، بیویوں کو چھوڑ دیا اور بیویوں نے خاوندوں کو چھوڑ دیا، قیمتی سے قیمتی چیزوں کو ترک کر دیا مگر ھٹہ کی نال کو نہیں چھوڑ سکے۔ جب وقت آتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ کیا کریں پیٹ پھولنے لگتا ہے۔ اسی طرح چائے کی عادت گو اس سے کم ہے مگر جسے ہو وہ وقت آنے پر پالگوں کی طرح پھرتا ہے۔ پٹھان کتنی غیرت والے ہوتے ہیں اور کشمیریوں کو ادنیٰ سمجھتے ہیں مگر مجھے یاد ہے ایک دفعہ ہم ایک پہاڑ پر جا رہے تھے میرے ساتھ ایک پٹھان دوست تھے جنہیں نسوار کھانے کی عادت تھی مگر وہ اپنی ڈبیا گھر بھول آئے تھے۔ راستہ میں ایک مزدور کشمیری آ رہا تھا پٹھان دوست نے اُس کشمیری سے جس کی طرف دوسرے وقت میں وہ منہ کرنا بھی پسند نہ کرتے اور جو کندھے پر لکڑیاں اٹھائے ہوئے آ رہا تھا نہایت لجاجت سے کہا کہ اے بھائی کشمیری! اے بھائی کشمیری جی! اے بھائی جی! آپ کے پاس نسوار ہے؟ مجھے یہ سن کر بے اختیار ہنسی آگئی کہ جو شخص تکبر سے گردن اونچی رکھتا تھا اب نسوار کی وجہ سے کس قدر لجاجت پر اتر آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں کچھ دوست یہاں آیا کرتے تھے جن کو ھٹہ پینے کی عادت تھی۔ یہاں اور تو کسی جگہ حقہ ہوتا نہیں تھا ہمارے ایک تایا تھے جو سخت دہریہ تھے اور دین سے بالکل تعلق نہیں رکھتے تھے ان کے پاس ھٹہ کے لئے چلے جاتے اور مجبوراً ان کی باتیں سنتے۔ ہمارے وہ تایا ایسے شخص تھے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اولؑ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کبھی نماز بھی پڑھی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں بچپن سے ہی سلیم الطبع ہوں میں بچپن میں بھی جب کسی کو سر نیچے کرتے دیکھتا تو ہنسا کرتا تھا مرد نماز سے تھی۔ وہ بھنگ بھی پیا کرتے تھے تو ہمارے بعض دوست ھٹہ کے لئے ان کی مجلس میں چلے جاتے تھے اور ایسی ایسی باتیں جو وہ سلسلہ اور اسلام کے خلاف کرتے مجبوراً سنتے تھے۔ ایک دوست نے سنایا کہ ایک دفعہ ایک احمدی وہاں

آگیا اور پھر اپنے آپ کو گالیاں دیتا ہوا واپس آیا۔ کسی دوست نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو کہنے لگا اس لئے اپنے آپ کو بُرا بھلا کہہ رہا ہوں کہ حقہ کی خاطر نفس نے مجھے ایسی باتیں سننے پر مجبور کیا۔ تو عادتوں کو چھوڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے بعض لوگوں کو جھوٹ بولنے کی عادت ہوتی ہے انہیں لاکھ سمجھاؤ، کتنی نگرانی کرو مگر پھر بھی وہ ضرور جھوٹ بولیں گے ان کی اصلاح مشکل ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ ہوتی نہیں کیونکہ اگر نہ ہو سکتی تو میں یہ خطبات ہی کیوں بیان کرتا مگر یہ کام ان کیلئے بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جب بات کرنے لگتے ہیں تو عادت کی وجہ سے ان کے دماغ میں ایک ایسی چمک پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ بغیر جھوٹ کے بات کا مزانہ ہم کو آئے گا اور نہ سننے والے کو۔ پھر بعض لوگوں کو چسکے کی عادت ہوتی ہے اور اس عادت کی وجہ سے بعض لوگ بڑی بڑی بے غیرتیاں کرتے ہیں۔ قادیان میں ایسے دس بارہ لڑکے ہیں جو دو دو چار چار پیسوں کے لئے احمدیوں کی جھوٹی سچی خبریں احراریوں کو جا کر دیتے ہیں۔ انہیں مٹھائی کھانے کی عادت پڑی ہوئی ہے گھر سے پیسے مل نہیں سکتے اس لئے وہ خواجواہ جھوٹی باتیں جا کر دشمنوں سے کہتے ہیں۔ تو عادت ایسی چیز ہے کہ اس کی اصلاح کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے لیکن عقیدہ میں عادت کا دخل نہیں ہوتا۔ پس عقیدہ کے مقابل پر عمل کی اصلاح کو جو اسباب مشکل بنا دیتے ہیں ان میں سے ایک عادت بھی ہے اور اس کا مقابلہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 368-369)

## حقہ پینے کی عادت

اس زمانہ میں حقہ اور سگریٹ کا اس قدر رواج ہے کہ اکثر نوجوان بلکہ بچے بھی اس میں مبتلاء دیکھے جاتے ہیں مگر چونکہ یہ ایک نشہ آور چیز ہے اس لیے رفتہ رفتہ وہ اس کے اس قدر عادی ہو جاتے ہیں کہ اگر ضرورت محسوس ہونے پر انہیں حقہ یا سگریٹ یا سواری نہ ملے تو وہ پاگلوں کی طرح دوڑے پھرتے ہیں۔ مجھے یاد ہے ہم ایک دفعہ پہاڑ پر جا رہے تھے تو میرے ساتھیوں میں ایک احمدی پٹھان بھی تھے جنہیں نسوار کھانے کی عادت تھی مگر بد قسمتی سے وہ اپنی ڈبیا گھر میں بھول آئے تھے۔ راستہ میں ایک کشمیری مزدور آ رہا تھا جس نے اپنے کندھے پر لکڑیاں اٹھائی ہوئی تھیں وہ اُسے دیکھتے ہی نہایت لجاجت کے ساتھ کہنے لگے اے بھائی کشمیری! اے بھائی

کشمیری جی! اے بھائی جی! آپ کے پاس نسوار ہے۔ مجھے یہ بات سن کر بے اختیار ہنسی آگئی کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنی گردن بھی نیچی نہیں کرتا تھا آج نشہ پورا نہ ہونے کی وجہ سے کس قدر لجاجت پر اتر آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جو دوست باہر سے آپ کی ملاقات کے لئے آتے تھے اُن میں سے بعض لوگ حُٹّہ کے بھی عادی ہوتے تھے۔ اُن دنوں قادیان میں اور تو کسی جگہ حُٹّہ نہیں ہوتا تھا صرف ہمارے ایک تایا کے پاس ہوا کرتا تھا جو سخت دہریہ اور دین سے بے تعلق تھے مگر حُٹّہ کی عادت کی وجہ سے وہ اُن کے پاس بھی چلے جاتے اور انہیں مجبوراً اُن کی باتیں سُننی پڑتیں۔ ہمارے یہ تایا دین سے ایسے بے تعلق تھے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے کبھی نماز بھی پڑھی ہے۔ وہ کہنے لگے میں تو بچپن سے ہی بڑا سلیم الطبع واقعہ ہوا ہوں۔ میں چھوٹی عمر میں ہی جب دیکھا کہ لوگوں نے سر نیچے اور سرین اوپر کئے ہوئے ہیں۔ تو میں ہنستا کہ یہ کیسے بے وقوف لوگ ہیں اور اب تو میں بہت سمجھدار ہوں میں نے نماز کیا پڑھنی ہے۔ ایک دوست نے سنایا کہ ایک دفعہ ایک احمدی وہاں حُٹّہ پینے کے لئے چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے آپ کو گالیاں دیتے ہوئے واپس آ گیا۔ کسی دوست نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ وہ کہنے لگا کہ میں اپنے آپ کو اس لئے برا بھلا کہہ رہا ہوں کہ محض حُٹّہ کی عادت کی وجہ سے مجھے اس کے پاس جانا پڑا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف باتیں سُننی پڑیں۔ اگر مجھے یہ بُری عادت نہ ہوتی تو میں اس کے پاس کیوں جاتا اور اپنے آقا کے خلاف اس کے منہ سے کیوں باتیں سنتا۔

غرض حقہ لغویات میں شامل ہے جس کو چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر کوئی شخص خود نہ چھوڑ سکے تو اسے کم از کم یہ کوشش ضرور کرنی چاہیے کہ اس کی اگلی نسل اس بدی سے محفوظ رہے اور اس کی عمر کے خاتمہ کے ساتھ اس لغو فعل کا بھی اس کے خاندان میں خاتمہ ہو جائے۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 589-588)

## دوسروں کو دیکھ کر رنگ پکڑتے ہیں

ہمارے ملک میں مثل مشہور ہے کہ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ اگر محلّہ میں ایک شخص نماز نہیں پڑھتا تو اُسے دیکھ کر دو چار اور بچے بھی ایسے نکل آتے ہیں جو نماز چھوڑ



دیتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی بچہ کو ماں کہتی ہے کہ تم نماز پڑھا کرو تو وہ کہتا ہے تم مجھے نماز کے لئے کہتی ہو فلاں شخص بھی نماز نہیں پڑھتا۔ اس لئے اگر میں نے نماز نہ پڑھی تو کیا ہوا۔ پھر جب دو تین بچے سست ہو جاتے ہیں تو پانچ سات اور ایسے ہو جاتے ہیں جو ان کی نقل میں نماز پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ مائیں ڈانٹتی ہیں تو وہ کہتے ہیں سارا محلہ نماز نہیں پڑھتا میرا کیا ہے۔ اگر چہ محلہ میں صرف پانچ سات اشخاص ہی ایسے ہوتے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے لیکن وہ کہتے یہی ہیں کہ سارا محلہ نماز نہیں پڑھتا۔ اس طرح آہستہ آہستہ نماز کی عادت کم ہو جاتی ہے۔

یہی حال رسم و رواج کا ہے۔ آخر جب تک سگریٹ نہیں نکلا تھا لوگ اس کے بغیر گزارہ کرتے تھے۔ لیکن اب جس کو بھی کہا جاتا ہے کہ تم سگریٹ نہ پئے تو وہ بہانے بناتا ہے لیکن سگریٹ پینا ترک نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ دوسروں کو سگریٹ پیتے دیکھتے ہیں تو انہیں بھی سگریٹ پینے کا شوق آتا ہے اور وہ شوق میں سگریٹ پینا شروع کر دیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں نے اور میر محمد اسحق صاحبؒ نے حضرت اماں جانؒ کو گھر میں ہٹھ پیتے دیکھا۔ آپؒ کو ان دنوں نفخ کی تکلیف تھی جس کی وجہ سے چند دنوں کے لئے حکیم نے علاج کے طور پر ہٹھ پینا بتایا تھا۔ ہم نے ہٹھ گھر میں دیکھا تو ہٹھ پینے کا شوق ہوا۔ چنانچہ ہم دونوں ہٹھ لے کر بیٹھ گئے اور اتنا ہٹھ پیا کہ مجھے بخار چڑھ گیا اور مجھے وہاں سے اٹھا کر بستر پر لٹایا گیا۔ حضرت اماں جانؒ نے ہمیں ہٹھ پینے کی اجازت بچہ سمجھ کر دے دی اور خیال کیا کہ یونہی منہ میں لے کر چھوڑ دیں گے اور خود کسی گھر تشریف لے گئیں۔ مگر ہم کھیل کھیل میں ایک دوسرے کے مقابل پر شرطیں لگا کر ہٹھ پیتے گئے یہاں تک کہ بخار چڑھ گیا۔

(خطبات محمود جلد 33 صفحہ 365-362)

## خالص دودھ کی تلاش

انگریز بند ڈبوں میں دودھ بیچتے ہیں اور اس میں کوئی ملونی نہیں ہوتی لیکن ہمارے ہاں جو دودھ بیچتے ہیں اس میں عام طور پر پانی ملا ہوا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا واقعہ ہے کہ میر محمد اسحاق صاحبؒ کو ایک دفعہ یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح ان دھوکے بازوں کو پکڑا جائے۔ انہوں نے ایک آلہ منگوا یا جس سے کہ معلوم ہو جاتا ہے کہ دودھ میں ملونی

ہے یا نہیں۔ اس آلے میں ایک مقام پر ایک نشان لگا ہوتا ہے جو دودھ کے وزن کے مطابق ہوتا ہے (ہر چیز کا ایک خاص وزن ہوتا ہے اور دودھ کا بھی ایک وزن ہوتا ہے۔) اگر اس نشان تک آلہ دودھ میں رہے تو دودھ ٹھیک سمجھا جاتا ہے اور اگر وہ آلہ اس نشان سے اونچا رہے تو سمجھا جاتا ہے کہ دودھ میں پانی ملایا گیا ہے۔ چونکہ پانی کا وزن کم ہوتا ہے اور دودھ کا زیادہ اس لئے جب پانی دودھ میں ملتا ہے تو دونوں کا وزن مل کر ایک نیا وزن بن جاتا ہے جو کہ دودھ کے وزن سے ہلکا ہوتا ہے اور آلہ اس نشان تک دودھ میں نہیں ڈوبتا جتنا خالص دودھ ہونے کی وجہ سے ڈوبنا چاہئے اس طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ دودھ میں پانی ملایا گیا ہے۔ وہ آلہ منگوا کر میر صاحبؒ نے شہر میں پھرنا شروع کر دیا اور جس نے بھی دودھ بیچنے کے لئے آنا کہنا کہ دودھ دکھاؤ۔ اگر ٹھیک ہوتا تو اس کو کہہ دینا ٹھیک ہے جاؤ اور بیچو اور اگر آلہ نے دودھ کو ناقص بتانا تو ان کو دودھ بیچنے سے منع کر دینا۔ یہ ان کا مشغلہ ہو گیا تھا کہ سارا دن ادھر ادھر پھرنا اور جس کو دیکھنا بلانا اور آلہ لگانا۔ اُس وقت ہسپتال اس چوک میں جہاں پر کہ بک ڈپو ہے ہوتا تھا اور غالباً ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب وہاں کام کرتے تھے۔ بہر حال جو بھی تھے انہوں نے ایک شخص کے متعلق کہا کہ آلہ کے ذریعہ ہم نے کئی دفعہ اس کا دودھ دیکھا ہے اور یہ دودھ ٹھیک ہے۔ اس لئے دودھ اس سے لیا جائے۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دفعہ وہی شخص برتن میں سے ایک گڑوی دودھ نکال کر کسی کو دینے لگا تو اس میں سے چھوٹی سی مچھلی کو دکر باہر آ پڑی۔ اصل میں وہ ہوشیار آدمی تھا اس نے جب دیکھا کہ یہ آلہ لگاتے ہیں تو اس نے ڈھاب کا پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ ڈھاب کے پانی میں مٹی ملی ہوئی ہوتی ہے اور مٹی بھاری ہوتی ہے اس لئے پانی کا وزن زیادہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے آلہ اس مقررہ نشان تک پہنچ جاتا اور دھوکا بازی کا پتہ نہ لگتا۔ لوگ سمجھتے کہ بڑا دیانتدار ہے کیونکہ آلہ دودھ کے مقررہ نشان تک پہنچ جاتا ہے لیکن ایک دن مچھلی کو دکر باہر آ پڑی تو پھر اُس کی چالاکی کا علم ہوا۔ جس قوم میں دھیلے دھیلے اور دمڑی دمڑی کے لئے اتنی دھوکا بازی کی جاتی ہو اور جو قوم دمڑی دمڑی پر اتنی حریص ہو اور جس قوم کے ایسے اخلاق ہوں وہ لوگوں پر کیا رعب قائم رکھ سکتی ہے۔

(مسلمانوں نے اپنے غلبہ کے زمانہ میں اخلاق کا اعلیٰ نمونہ دکھایا، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 225-224)

## اظہار غم اور افسردگی

حضرت حمزہؓ کی شہادت پر برابر آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور تھمتے نہیں تھے۔ ان کی وفات کے سالہا سال بعد جب ان کا قاتل وحشی آپؐ کے سامنے آیا تو آپؐ نے فرمایا تو بے شک مسلمان ہے اور میں تجھے معاف کرتا ہوں لیکن میرے سامنے نہ آیا کر۔ تجھے دیکھ نہیں سکتا۔ حالانکہ وحشی ہی وہ شخص تھا جو عین لشکر کفار کے قلب میں اس وقت گھس گیا جبکہ باقی فوج پیچھے ہٹ گئی تھی اور لوگ اس کو بھی پیچھے ہٹنے کے لیے کہہ رہے تھے لیکن اس نے کہا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا جب تک میں حضرت حمزہؓ کے قتل کے عوض میں کسی بڑے کافر سردار کو نہ قتل کروں گا اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ چنانچہ اس نے اس وقت مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ یہ اس کے ایمان اور اخلاص کا حال تھا مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو میرے سامنے نہ آیا کر میں تجھے نہیں دیکھ سکتا۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال سن لو۔ مولوی عبدالکریم صاحبؒ بیمار ہوئے تو مولوی صاحبؒ نے بار بار حضرت صاحبؒ کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ حضورؐ مجھے اپنی زیارت کرا جائیں لیکن آپؐ نے فرمایا کہ میں مولوی صاحبؒ کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے اس وقت خود دورہ شروع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اس کمرہ کو بھی چھوڑ دیا جس میں مولوی صاحبؒ کے کراہنے کی آواز آتی تھی پھر ان کی وفات کے بعد مغرب اور عشاء کی نماز میں آنا ہی چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہاں جب مولوی صاحبؒ کو موجود نہیں پاتے تھے اور وہ یاد آجاتے تو آپؐ کو سخت تکلیف ہوتی اور فرماتے کہ مجھے بیماری کا دورہ شروع ہو جاتا ہے۔

پس آنسوؤں سے رونا اور اظہار غم افسردگی اور اس کا اتنا لمبا اثر جو سالوں تک رہے یہ تو ثابت شدہ باتیں ہیں۔ انبیاء اور ان کے تابعین کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک غم ان کو ان وجودوں کے متعلق ہوتا ہے جن کے ساتھ ان کا صرف جسمانی تعلق ہو اور ایک غم ان کو ان وجودوں کے متعلق ہوتا ہے جو ان کے مدد و مددگار ہوتے ہیں اور یہ غم بہت عرصہ تک جاری رہتا ہے اور ان کی یاد میں ہمیشہ ان کے آنسو بہتے اور ان پر رقت کی حالت طاری ہو جاتی ہے کیونکہ وہ احسان فراموش نہیں ہوتے۔

ہمارے سلسلہ میں سے ماسٹر عبدالحق فوت ہوئے ان کا ذکر کرتے وقت اب بھی مجھے رقت آ جاتی ہے حالانکہ ان کا ایک بیٹا بھی موجود ہے اور وہ ہنس ہنس کر ان کا ذکر کر لے گا لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ جیسا وہ کام کرتے تھے ایسا کام کرنے والا مجھے آج تک نہیں ملا۔ وہ زندگی وقف کر کے قادیان چلے آئے تھے اور انگریزی میں ترجمہ کرنے کا کام اس تیزی سے کر سکتے تھے کہ میں اردو میں مضمون اتنی جلدی نہیں لکھ سکتا تھا۔ اب چودھری ظفر اللہ خان صاحب ان کے قریب قریب کام کر لیتے ہیں مگر نہ تو انہوں نے ابھی زندگی وقف کی ہے اور وہ باہر رہتے ہیں اور نہ اس قدر تیزی سے کام کر سکتے ہیں۔

(افراد سلسلہ کی اصلاح و فلاح کے لئے دلی کیفیت کا اظہار۔ انوار العلوم جلد 9 صفحہ 7-8)

### حضرت مولوی عبدالکریمؒ کی وفات

1906ء آیا۔ مولوی عبدالکریمؒ صاحب بیمار ہوئے میری عمر سترہ سال کی تھی اور ابھی کھیل کود کا زمانہ تھا۔ مولوی صاحبؒ بیمار تھے اور ہم سارا دن کھیل کود میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دن بچنی لے کر میں مولوی صاحبؒ کے لئے گیا تھا اس کے سوا یاد نہیں کہ کبھی پوچھنے بھی گیا ہوں۔ اس زمانہ کے خیالات کے مطابق یقین کرتا تھا کہ مولوی صاحبؒ فوت ہی نہیں ہو سکتے۔ وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد فوت ہوں گے۔ مولوی عبدالکریمؒ صاحب کی طبیعت تیز تھی ایک دو سبق ان کے پاس الف لیلہ کے پڑھے پھر چھوڑ دیئے۔ اس سے زیادہ ان سے تعلق نہ تھا۔ ہاں ان دنوں میں یہ بحثیں خوب ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دایاں فرشتہ کونسا ہے اور باایاں کونسا ہے۔ بعض کہتے مولوی عبدالکریمؒ صاحبؒ دائیں ہیں بعض حضرت استاذی المکرم خلیفہ اولؒ کی نسبت کہتے کہ وہ دائیں فرشتے ہیں علموں اور کاموں کا موازنہ کرنے کی اس وقت طاقت ہی نہ تھی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے جو حضرت خلیفہ اولؒ مجھ سے کیا کرتے تھے میں نور الدینیوں میں سے تھا۔ ہم نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی دریافت کیا اور آپؐ نے ہمارے خیال کی تصدیق کی۔ غرض مولوی عبدالکریمؒ صاحبؒ سے کوئی زیادہ تعلق مجھے نہیں تھا سوائے اس کے کہ ان کے پر زور خطبوں کا مداح تھا اور ان کی محبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معتقد تھا مگر جو نبی آپؐ کی وفات کی خبر میں نے سنی میری حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا۔ وہ آواز ایک بجلی تھی جو میرے جسم کے اندر سے

گذر گئی۔ جس وقت میں نے آپؑ کی وفات کی خبر سنی مجھ میں برداشت کی طاقت نہ رہی دوڑ کر اپنے کمرے میں گھس گیا اور دروازے بند کر لیئے۔ پھر ایک بے جان لاش کی طرح چارپائی پر گر گیا اور میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ وہ آنسو نہ تھے ایک دریا تھا۔ دنیا کی بے ثباتی، مولوی صاحبؑ کی محبتِ مسیح موعودؑ اور خدمتِ مسیح کے نظارے آنکھوں کے سامنے پھرتے تھے۔ دل میں بار بار خیال آتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے کاموں میں یہ بہت سا ہاتھ بٹاتے تھے اب آپؑ کو بہت تکلیف ہوگی اور پھر خیالات پر ایک پردہ پڑ جاتا تھا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک دریا بہنے لگتا تھا۔ اس دن میں نہ کھانا کھا سکا نہ میرے آنسو تھے حتیٰ کہ میری لاابالی طبیعت کو دیکھتے ہوئے میری اس حالت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تعجب ہوا اور آپؑ نے حیرت سے فرمایا محمود کو کیا ہو گیا ہے اس کو تو مولوی صاحب سے کوئی ایسا تعلق نہ تھا یہ تو بیمار ہو جائے گا۔ خیر مولوی عبدالکریم صاحبؑ کی وفات نے میری زندگی کے ایک نئے دور کو شروع کیا اس دن سے میری طبیعت میں دین کے کاموں میں اور سلسلہ کی ضروریات میں دلچسپی پیدا ہونی شروع ہوئی اور وہ بیچ بڑھتا چلا گیا۔ سچ یہی ہے کہ کوئی دنیاوی سبب حضرت استاذی المکرم مولوی نور الدین صاحب کی زندگی اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؑ کی وفات سے زیادہ میری زندگی میں تغیر پیدا کرنے کا موجب نہیں ہوا مولوی عبدالکریم صاحبؑ کی وفات پر مجھے محسوس ہوا کہ گویا ان کی روح مجھ پر پڑی۔

(یادایام انوار العلوم جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 367-368)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات

1908ء کا ذکر میرے لئے تکلیف دہ ہے وہ میری کیا سب احمدیوں کی زندگی میں ایک نیا دور شروع کرنے کا موجب ہوا۔ اس سال وہ ہستی جو ہمارے بے جان جسموں کے لیئے بہ منزلہ روح کے تھی اور ہماری بے نور آنکھوں کے لئے بہ منزلہ بینائی کے تھی اور ہمارے تاریک دلوں میں بہ منزلہ روشنی کے تھی ہم سے جدا ہو گئی۔ یہ جدائی نہ تھی ایک قیامت تھی۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور آسمان اپنی جگہ پر سے ہل گیا۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس وقت نہ روئی کا خیال تھا نہ کپڑے کا صرف ایک خیال تھا کہ اگر ساری دنیا بھی مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ دے تو میں نہیں چھوڑوں گا اور پھر اس سلسلہ کو دنیا میں قائم کروں گا۔ میں نہیں جانتا میں نے کس حد تک

اس عہد کو نباہا ہے مگر میری نیت ہمیشہ یہی رہی ہے کہ اس عہد کے مطابق میرے کام ہوں۔

(یادایم۔ انوار العلوم جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 368)

## محمود کا خط تو میرے سے ملتا جلتا ہے

میری تعلیم کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپ چونکہ طبیب بھی تھے اور اس بات کو جانتے تھے کہ میری صحت اس قابل نہیں کہ میں کتاب کی طرف زیادہ دیر تک دیکھ سکوں اس لئے آپ کا طریق تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور فرماتے میاں میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں میری آنکھوں میں سخت لکڑے پڑ گئے تھے اور متواتر تین چار سال تک میری آنکھیں دکھتی رہیں اور ایسی شدید تکلیف لکڑوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی کہ ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کی بینائی ضائع ہو جائے گی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری صحت کے لئے خاص طور پر دعائیں کرنی شروع کر دیں اور ساتھ ہی آپ نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ مجھے اس وقت یاد نہیں کہ آپ نے کتنے روزے رکھے بہر حال تین یا سات روزے آپ نے رکھے جب آخری روزے کی افطاری کرنے لگے اور روزہ کھولنے کے لئے منہ میں کوئی چیز ڈالی تو یکدم میں نے آنکھیں کھول دیں اور میں نے آواز دی کہ مجھے نظر آنے لگ گیا ہے لیکن اس بیماری کی شدت اور اس کے متواتر حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری ایک آنکھ کی بینائی ماری گئی چنانچہ میری بائیں آنکھ میں بینائی نہیں ہے۔ میں رستہ تو دیکھ سکتا ہوں مگر کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ دو چار فٹ پر اگر کوئی ایسا آدمی بیٹھا ہو جو میرا پہچانا ہو تو میں اس کو دیکھ کر پہچان سکتا ہوں لیکن اگر کوئی بے پہچانا بیٹھا ہو تو مجھے اس کی شکل نظر نہیں آ سکتی۔ صرف دائیں آنکھ کام کرتی ہے مگر اس میں بھی لکڑے پڑ گئے اور وہ ایسے شدید ہو گئے کہ کئی کئی راتیں میں جاگ کر کاٹا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے استادوں سے کہہ دیا تھا کہ پڑھائی اس کی مرضی پر ہوگی۔ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھے اور اگر نہ پڑھے تو اس پر زور نہ دیا جائے کیونکہ اس کی صحت اس قابل نہیں کہ یہ پڑھائی کا بوجھ برداشت کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہا مجھے صرف یہی

فرماتے کہ تم قرآن کا ترجمہ اور بخاری حضرت مولوی صاحب سے پڑھ لو۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ طب بھی پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی فن ہے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب جن کو خدا تعالیٰ نے اسی سال ہمارے ساتھ ملنے کی توفیق عطا فرمائی ہے وہ ہمارے حساب کے استاد تھے اور لڑکوں کو سمجھانے کے لئے بورڈ پر سوالات حل کیا کرتے تھے لیکن مجھے اپنی نظر کی کمزوری کی وجہ سے وہ دکھائی نہیں دیتے تھے کیونکہ جتنی دور بورڈ تھا اتنی دور تک میری بینائی کام نہیں دے سکتی تھی اور پھر زیادہ دیر تک میں بورڈ کی طرف یوں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ نظر تھک جاتی۔ اس وجہ سے میں کلاس میں بیٹھنا فضول سمجھا کرتا تھا۔ کبھی جی چاہتا تو چلا جاتا اور کبھی نہ جاتا۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس میرے متعلق شکایت کی کہ حضور یہ کچھ نہیں پڑھتا کبھی مدرسہ میں آ جاتا ہے اور کبھی نہیں آتا۔ مجھے یاد ہے جب ماسٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس یہ شکایت کی تو میں ڈر کے مارے چھپ گیا کہ معلوم نہیں حضرت مسیح موعودؑ کس قدر ناراض ہوں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ بات سنی تو آپ نے فرمایا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے جو آپ بچے کا خیال رکھتے ہیں اور مجھے آپ کی بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ کبھی کبھی مدرسہ سے چلا جاتا ہے ورنہ میرے نزدیک تو اس کی صحت اس قابل نہیں کہ پڑھائی کر سکے۔ پھر ہنس کر فرمانے لگے اس سے ہم نے آٹے دال کی دکان تھوڑی کروانی ہے کہ اسے حساب سکھایا جائے۔ حساب اسے آئے نہ آئے کوئی بات نہیں۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہؓ نے کون سا حساب سیکھا تھا اگر یہ مدرسہ میں چلا جائے تو اچھی بات ہے ورنہ اسے مجبور نہیں کرنا چاہئے۔ یہ سن کر ماسٹر صاحب واپس آ گئے۔ میں نے اس نرمی سے اور بھی فائدہ اٹھانا شروع کر دیا اور پھر مدرسہ میں جانا ہی چھوڑ دیا۔ کبھی مہینہ میں ایک آدھ دفعہ چلا جاتا تو اور بات تھی۔ غرض اس رنگ میں میری تعلیم ہوئی اور میں درحقیقت مجبور بھی تھا کیونکہ بچپن میں علاوہ آنکھوں کی تکلیف کے مجھے جگر کی خرابی کا بھی مرض تھا۔ چھ چھ مہینے مونگ کی دال کا پانی یا ساگ کا پانی مجھے دیا جاتا رہا۔ پھر اس کے ساتھ تلی بھی بڑھ گئی۔ ریڈ آئیوڈائیڈ آف مرکری (red iodide of mercury) کی تلی کے مقام پر ماش کی جاتی تھی۔ اسی طرح گلے پر بھی اس کی ماش کی جاتی تھی کیونکہ مجھے

خنازیر کی بھی شکایت تھی غرض آنکھوں میں گھرے جگر کی خرابی، عظیم طحال کی شکایت اور پھر اس کے ساتھ بخار کا شروع ہو جانا جو چھ چھ مہینے تک نہ اترتا اور میری پڑھائی کے متعلق بزرگوں کا فیصلہ کر دینا کہ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھ لے اس پر زیادہ زور نہ دیا جائے۔ ان حالات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میری تعلیمی قابلیت کا کیا حال ہوگا۔ ایک دفعہ ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ نے میرا اردو کا امتحان لیا۔ میں اب بھی بہت بدخط ہوں مگر اس زمانہ میں میرا اتنا بدخط تھا کہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا کہ میں نے کیا لکھا۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ پتہ لگائیں میں نے کیا لکھا ہے مگر انہیں کچھ پتہ نہ چلا۔ میرے بچوں میں سے اکثر کے خط مجھ سے اچھے ہیں میرے خط کا نمونہ صرف میری لڑکی امتہ الرشید کی تحریر میں پایا جاتا ہے اس کا لکھا ہوا ایسا ہوتا ہے کہ ہم نے امتہ الرشید کے لکھے ہوئے پر ایک روپیہ انعام مقرر کر دیا تھا کہ اگر خود امتہ الرشید بھی پڑھ کر بتا دے کہ اس نے کیا لکھا ہے تو ایک روپیہ انعام دیا جائے گا۔ یہی حالت اس وقت میری تھی کہ مجھ سے بعض دفعہ اپنا لکھا ہوا بھی پڑھا نہیں جاتا۔ جب میر صاحب نے پرچہ دیکھا تو وہ جوش میں آگئے اور کہنے لگے یہ تو ایسا ہے جیسے لنڈے لکھے ہوں۔ ان کی طبیعت بڑی تیز تھی۔ غصہ میں فوراً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے۔ میں بھی اتفاقاً اس وقت گھر میں ہی تھا۔ ہم تو پہلے ہی ان کی طبیعت سے ڈرا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس شکایت لے کر پہنچے تو اور بھی ڈر پیدا ہوا کہ اب نامعلوم کیا ہو۔ خیر میر صاحب آگئے اور حضرت صاحب سے کہنے لگے کہ محمود کی تعلیم کی طرف آپ کو ذرا بھی توجہ نہیں ہے میں نے اس کا اردو کا امتحان لیا تھا۔ آپ ذرا پرچہ تو دیکھیں اس کا اتنا برا خط ہے کہ کوئی بھی یہ خط نہیں پڑھ سکتا۔ پھر اسی جوش کی حالت میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب میر صاحب کو اس طرح جوش کی حالت میں دیکھا تو فرمایا ”بلاؤ حضرت مولوی صاحب کو“۔ جب آپ کو کوئی مشکل پیش آتی تو ہمیشہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو بلا لیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اول کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔ آپ تشریف لائے اور حسب معمول سر نیچا ڈال کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے



فرمایا ”مولوی صاحب! میں نے آپؓ کو اس غرض کے لئے بلایا ہے کہ میرا صاحبؓ کہتے ہیں کہ محمود کا لکھا ہوا پڑھا نہیں جاتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کا امتحان لے لیا جائے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قلم اٹھائی اور دو تین سطر میں ایک عبارت لکھ کر مجھے دی اور فرمایا اس کو نقل کرو۔ بس یہ امتحان تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیا میں نے بڑی احتیاط سے اور سوچ سمجھ کر اس کو نقل کر دیا۔ اول تو وہ عبارت کوئی زیادہ لمبی نہیں تھی، دوسرے میں نے صرف نقل کرنا تھا اور نقل کرنے میں تو اور بھی آسانی ہوتی ہے کیونکہ اصل چیز سامنے ہوتی ہے اور پھر میں نے آہستہ آہستہ نقل کیا۔ الف اور باء وغیرہ احتیاط سے ڈالے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دیکھا تو فرمانے لگے۔ مجھے تو میرا صاحب کی بات سے بڑا فکر پیدا ہو گیا تھا مگر اس کا خط تو میرے خط کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ حضرت خلیفہ اولؓ پہلے ہی میری تائید میں ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے حضور! میرا صاحبؓ کو تو یونہی جوش آ گیا ورنہ اس کا خط تو بڑا اچھا ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 104 تا 109)

### حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے بخاری پڑھنے کی ہدایت

حضرت خلیفہ اولؓ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ میاں! تمہاری صحت ایسی نہیں کہ تم خود پڑھ سکو۔ میرے پاس آ جایا کرو میں پڑھتا جاؤں گا اور تم سنتے رہا کرو۔ چنانچہ انہوں نے زور دے دے کر پہلے قرآن پڑھایا اور پھر بخاری پڑھادی۔ یہ نہیں کہ آپؓ نے آہستہ آہستہ مجھے قرآن پڑھایا ہو بلکہ آپؓ کا طریق یہ تھا کہ آپؓ قرآن پڑھتے جاتے اور ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ کرتے جاتے۔ کوئی بات ضروری سمجھتے تو بتا دیتے ورنہ جلدی جلدی پڑھاتے چلے جاتے۔ آپؓ نے تین مہینہ میں مجھے سارا قرآن پڑھا دیا تھا۔ اس کے بعد پھر کچھ ناغے ہونے لگ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد آپؓ نے پھر مجھے کہا کہ میاں! مجھ سے بخاری تو پوری پڑھ لو۔ دراصل میں نے آپؓ کو بتا دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحبؓ سے قرآن اور بخاری پڑھ لو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی میں نے آپؓ سے قرآن اور بخاری پڑھنی شروع کر دی تھی گوناغے ہوتے رہے۔ اسی طرح طب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت کے ماتحت میں نے آپؓ سے شروع کر

دی تھی۔ طب کا سبق میں نے اور میر محمد اسحاق صاحبؒ نے ایک دن ہی شروع کیا تھا بلکہ میر صاحبؒ کا ایک لطیفہ ہے جو ہمارے گھر میں خوب مشہور ہوا کہ دوسرے ہی دن میر محمد اسحاق صاحب اپنی والدہ سے کہنے لگے اماں جان! مجھے صبح جلدی جگا دیں کیونکہ مولوی صاحب دیر سے مطب میں آتے ہیں۔ میں پہلے مطب میں چلا جاؤں گا تاکہ مریضوں کو نسخے لکھ لکھ کر دوں حالانکہ ابھی ایک ہی دن اُن کو طب شروع کیئے ہوا تھا۔

غرض میں نے آپؒ سے طب بھی پڑھی اور قرآن کریم کی تفسیر بھی۔ قرآن کریم کی تفسیر آپؒ نے دو مہینے میں ختم کرادی۔ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور کبھی نصف اور کبھی پورا پارہ ترجمہ سے پڑھ کر سنا دیتے۔ کسی کسی آیت کی تفسیر بھی کر دیتے۔ اسی طرح بخاری آپؒ نے دو تین مہینے میں مجھے ختم کرادی۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں آپؒ نے سارے قرآن کا درس دیا تو اس میں بھی میں شریک ہو گیا۔ چند عربی کے رسالے بھی مجھے آپؒ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ غرض یہ میری علمیت تھی۔ (الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 569 تا 570)

بڑوں میں سمجھ، فہم اور فراست ہوتی ہے

ہم جب بچے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ حضرت نانا جانؒ سے فرمایا کرتے تھے کہ اپنے چھوٹے بیٹے محمد اسحاق کو دین کے لیے وقف کر دو۔ وہ جواب دیا کرتے تھے کہ پھر وہ کھائے گا کہاں سے؟ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ فرماتے آپ نے اپنے ایک لڑکے کو ڈاکٹر بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا رزق بھی اسے دے دے گا۔

میری صحت خراب تھی اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم مولوی صاحب سے کچھ طب پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی پیشہ ہے۔ اسی طرح قرآن اور بخاری پڑھ لو۔ جب میں نے حضرت خلیفۃ اولؒ سے طب اور دینیات پڑھنی شروع کی تو نانا جان مرحوم نے میر محمد اسحاق صاحبؒ کو بھی میرے ساتھ بٹھا دیا۔ میری عمر تیرہ چودہ سال کی تھی اور میر صاحبؒ کی عمر مجھ سے دو سال کم تھی۔ پہلے دن جب وہ پڑھ کر آئے تو نانی اماںؒ نے لطیفہ سنایا کہ جب اسحاق سونے لگا تو اُس نے کہا مجھے صبح جلدی جگا دیں کیونکہ حضرت خلیفہ اولؒ کے پاس کثرت کے ساتھ مریض آتے ہیں اور انہیں انتظار میں گھنٹوں بیٹھنا پڑتا ہے میں صبح صبح جا کر مریضوں کے لیے نسخے لکھوں گا تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو۔ اس پر وہ بھی ہنسنے اور ہم بھی۔ ہم میر صاحبؒ سے

مذاق بھی کیا کرتے تھے لیکن وہ تو بچوں کی باتیں تھیں بڑوں کو یہ باتیں نہیں سجتیں۔  
 بڑوں میں سمجھ، فہم اور فراست ہوتی ہے۔ وہ اگر ایسا کریں کہ ادھر لڑکا سکول میں داخل  
 کیا اور ادھر اس کی تنخواہ کا مطالبہ شروع کر دیا تو وہ پاگل سمجھے جائیں گے۔ حالانکہ کام سکھانے والا  
 تو اُس پر احسان کر رہا ہے۔ جب وہ اچھی طرح فن سیکھ لے گا تو اپنا کام الگ شروع کر لے گا۔  
 یورپ کی کتابیں پڑھ لو۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی پیشہ ایسا نہیں جس میں  
 شاگرد کچھ لے۔ وہ کچھ لیتا نہیں بلکہ استاد کو کچھ رقم دیتا ہے۔ استاد کام بھی سکھائے گا اور اس کے  
 بدلہ میں کچھ لے گا بھی۔ لیکن یہاں ایسا نہیں۔ یہاں اگر کوئی کام سیکھنے کے لیے جاتا ہے تو پندرہ  
 دن کے بعد یہ شکایت کرنے لگ جاتا ہے کہ وہ مجھے تنخواہ نہیں دیتا۔

(الفضل 14 ستمبر 1954ء جلد 43/8 نمبر 150 صفحہ 5-6)

### پہلی تقریر، معارف قرآن بیان کرنا، درس دینا

ہمارے ایک استاد تھے میں نے ان کو دیکھا ہے کہ جب میں درس دیتا تو وہ باقاعدہ  
 میرے درس میں شامل ہوتے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں میرے ایک اور استاد تھے جب کبھی وہ  
 درس دے رہے ہوتے تو پہلے صاحب مسجد میں آ کر انہیں درس دیتے ہوئے دیکھتے تو چلے  
 جاتے اور کہتے تھے کہ اس کی باتیں کیا سننی ہیں۔ یہ تو سنی ہوئی ہیں۔ مگر میرے درس میں باوجود  
 اسکے کہ میں ان کا شاگرد تھا بوجہ اس کے کہ مجھ پر حسن ظنی رکھتے تھے ضرور شامل ہوتے اور فرمایا  
 کرتے تھے کہ میں اس کے درس میں اس لئے شامل ہوتا ہوں کہ اس کے ذریعہ قرآن کریم کے  
 بعض نئے مطالب مجھے معلوم ہوتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے کہ بعض لوگوں پر چھوٹی عمر  
 میں ہی ایسے علوم کھول دیئے جاتے ہیں جو دوسروں کے وہم اور گمان میں بھی نہیں ہوتے۔

اسی مسجد میں 1907ء میں سب سے پہلی دفعہ میں نے پبلک تقریر کی جلسہ کا موقعہ تھا  
 بہت سے لوگ جمع تھے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے میں نے سورہ لقمان کا دوسرا  
 رکوع پڑھا اور پھر اس کی تفسیر بیان کی۔ میری اپنی حالت اس وقت یہ تھی کہ جب میں کھڑا ہوا تو  
 چونکہ اس سے پہلے میں نے پبلک میں کبھی لیکچر نہیں دیا تھا اور میری عمر بھی اس وقت صرف 18  
 سال کی تھی پھر اس وقت حضرت خلیفہ اولؓ بھی موجود تھے انجمن کے ممبران بھی تھے اور بہت سے  
 اور دوست بھی آئے ہوئے تھے اس لئے میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اس وقت

مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میرے سامنے کون بیٹھا ہے اور کون نہیں۔ تقریر آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ جاری رہی۔ جب میں تقریر ختم کر کے بیٹھا تو مجھے یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ میاں میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں کہ تم نے ایسی اعلیٰ تقریر کی میں تمہیں خوش کرنے کے لئے یہ نہیں کہہ رہا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں بہت پڑھنے والا ہوں اور میں نے بڑی بڑی تفسیریں پڑھی ہیں مگر میں نے بھی آج تمہاری تقریر میں قرآن کریم کے وہ مطالب سنے ہیں جو پہلی تفسیروں میں ہی نہیں بلکہ مجھے بھی پہلے معلوم نہیں تھے اب یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل تھا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت نہ میرا مطالعہ وسیع تھا اور نہ قرآن کریم پر لمبے غور کا کوئی زمانہ گزرا تھا۔

(الفضل 26 ستمبر 1941ء جلد 29 نمبر 221 صفحہ 3-2)

### میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا

حضرت بادانا نک کے ماں باپ بھی ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور کہتے کہ اس نے ہماری دکانداری خراب کر دی ہے اور ہمارے گھر میں یہ بچہ کاٹنا پیدا ہوا ہے۔ اگر ان کے ماں باپ زندہ ہو کر آج دنیا میں آجائیں اور دیکھیں کہ وہی بچہ جسے ہم حقیر سمجھتے تھے اب لاکھوں آدمی اس پر فدا ہیں اور اُس کے نام پر جان دینے کیلئے تیار بیٹھے ہیں اور ان میں کئی کروڑ پتی موجود ہیں تو وہ حیران رہ جائیں مگر لوگ بے وقوفی سے سمجھ لیا کرتے ہیں کہ یہ چھوٹا آدمی ہے اسے ہم نے مان کر کیا کرنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایسے ہی آدمیوں کو بھیجتا ہے جو بظاہر چھوٹے معلوم ہوتے ہیں اور ایک زمانہ آتا ہے کہ اس کے نام پر مر مٹنے والے لاکھوں لوگ پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا قادیان میں نہ تو پہلے ریل تھی نہ ڈاکخانہ تھا، نہ کوئی دینی یا دنیوی علوم کا مدرسہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کوئی دنیوی وجاہت نہ رکھتے تھے اور بظاہر آپ نے جو تعلیم حاصل کی تھی وہ بھی معمولی تھی اس لیے جب آپ نے مسیبت اور مہدویت کا دعویٰ کیا تو لوگوں نے شور مچا دیا کہ نَعُوذُ بِاللّٰهِ یہ شخص جاہل ہے یہ شخص کیسے مہدی ہو سکتا ہے۔ پھر لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ اس چھوٹے سے گاؤں میں کیسے ما مور آ سکتا ہے اگر ما مور آنا ہی تھا تو لاہور، امرتسر یا اسی طرح کے کسی بڑے شہر میں آنا چاہیے تھا۔ غرض لوگوں نے زبردست مخالفت شروع کی اور جو لوگ آپ

کے دعویٰ کو سن کر آپؐ کی زیارت کے لئے قادیان آنے کا ارادہ کرتے تھے اُن کو بھی روکا جاتا تھا اور اگر وہ نہ رکتے تھے تو انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں، ان کو قسم قسم کی مصیبتوں اور دکھوں میں مبتلا کر دیا جاتا تھا مگر ان تمام حالات کی موجودگی میں آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ ”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔“

یہ الہام آپؐ کو اس وقت ہوا جب آپؐ کو ایک آدمی بھی نہ مانتا تھا پھر یہ الہام ہوا کہ ”میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔“ اس زمانہ میں مخالفت کا یہ حال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نوکر پیرانامی جو اتنا بے وقوف تھا کہ وہ سالن میں مٹی کا تیل ملا کر پی جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو کبھی کبھی کسی کام کے لیے بٹالہ بھیج دیا کرتے تھے ایک دفعہ اس کو بٹالہ بھیجا گیا تو وہاں اس کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ملے جو اہل حدیث کے لیڈر مانے جاتے تھے اور بڑے بھاری مولوی سمجھے جاتے تھے۔ ان کا کام ہی یہی تھا کہ وہ ہر اُس شخص کو جو بٹالہ سے قادیان آنے والا ہوتا تھا ملتے اور کہتے تھے کہ اس شخص (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے دُکان بنائی ہوئی ہے اور جھوٹا ہے تم قادیان جا کر کیا کرو گے مگر اس کے باوجود لوگ قادیان آجاتے تھے اور مولوی صاحب کے روکنے سے نہ رکتے تھے۔ اس دن مولوی صاحب کو اور تو کوئی آدمی نہ ملا پیرا ہی مل گیا اس کے پاس جا کر وہ کہنے لگے کہ پیرے! تمہیں اس شخص کے پاس نہیں رہنا چاہیے تو کیوں اپنا ایمان خراب کرتا ہے۔ وہ بے چارہ ان کی اس قسم کی باتیں تو نہ سمجھ سکا لیکن اس نے اتنا ضرور سمجھا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب کے پاس رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ جب مولوی صاحب ساری بات کر چکے تو وہ کہنے لگا مولوی صاحب! میں تو بالکل جاہل ہوں اور اس قسم کی باتوں کو سمجھ نہیں سکتا البتہ اتنا سمجھا ہوں کہ آپ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب بڑے ہیں مگر ایک بات تو مجھے بھی نظر آتی ہے کہ آپ ہر روز بٹالہ میں چکر لگا لگا کر لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ کوئی شخص قادیان نہ جایا کرے اور دوسرے علاقوں سے آنے والے آدمیوں کو بھی روکتے ہیں اور ورغلا تے رہتے ہیں مگر مجھے تو صاف نظر آتا ہے کہ خدا اُن کے ساتھ ہے آپ کے ساتھ نہیں کیونکہ آپ کی ساری کوششوں کے باوجود لوگ سینکڑوں کی تعداد میں پیدل چل کر قادیان پہنچ جاتے ہیں مگر آپ کے

پاس کبھی کوئی نہیں آیا۔

پس اللہ تعالیٰ کے اس قسم کے بندے شروع میں چھوٹے ہی نظر آیا کرتے ہیں اور دنیا کے ظاہر بین لوگ انہیں حقیر سمجھتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی سمجھا گیا۔ مگر آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکی ہے اور کجا یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آخری جلسہ سالانہ پر سات سو آدمی آئے تھے اور کجا یہ کہ جمعہ کے دن مسجد اقصیٰ میں چار ہزار سے بھی زیادہ لوگ شامل ہوتے ہیں۔ آپ کے زمانہ میں ہندوستان کی ساری قوموں نے آپ کے خلاف شور مچایا اور شدید مخالفت کی مگر ان تمام مخالفتوں کے باوجود ہندوستان میں بھی ہمارے سلسلہ نے ترقی کی اور بیرونی ممالک میں بھی ہماری جماعتیں قائم ہوئیں چنانچہ آج ہمارے مشن دنیا کے تمام ممالک میں اپنا کام کر رہے ہیں۔ انگلینڈ، امریکہ، افریقہ، چین، جاپان، جاوا، سماٹرا اور یورپ کے تمام ممالک میں ہمارے مشن قائم ہیں اور تبلیغ کا کام جاری ہے۔ افریقہ کے حبشی تعلیم پارہے ہیں امریکہ اور یورپ کے شرک کرنے والے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہمارے دلوں میں خدا نے اپنے مامور کے ذریعہ ایک نیا ایمان پیدا کر دیا ہے جس سے دوسرے لوگ محروم ہیں۔

ہماری جماعت کے ایک معزز شخص صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید بھی اسی قسم کے لوگوں میں سے تھے وہ حج کیلئے گھر سے نکلے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت سن کر قادیان آگئے اور بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد واپس گھر گئے تو افغانستان کے بادشاہ نے اُن کو سنگساری کی سزا دی صرف اس لیے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر چکے تھے لوگوں نے بہتیرا زور لگایا کہ آپ اپنے عقیدہ کو بدل لیں مگر وہ نہ مانے کیونکہ ان پر صداقت کھل چکی تھی۔ آخر بادشاہ نے اُن کو زمین میں گاڑ کر سنگسار کر دیا اور نہایت بے رحمی سے شہید کیا مگر انہوں نے اُف تک نہ کی اور خدا کی راہ میں اپنی جان دے دی۔ سنگساری سے پہلے ایک وزیر اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم اپنے دل میں بے شک وہی عقائد رکھو مگر صرف زبان سے ہی انکار کرو مگر انہوں نے فرمایا میں جھوٹ نہیں بول سکتا پس اُن کو شہید کر دیا گیا مگر ان کے شہید ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی افغانستان میں ہیضہ پھوٹا اور ہزاروں لوگ مر گئے۔ اسی

طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب لوگوں نے مقابلہ کیا تو آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ ملک میں سخت طاعون پھوٹے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں اس کا لقمہ بن گئے مگر اس طاعون کے وقت بھی باوجودیکہ طاعون کا پھوٹنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی تائید میں تھا آپؑ نے مجسم رحم بن کر خدا کے حضور اس عذاب کو ٹلانے کے لئے نہایت گڑگڑا کر دعائیں کیں اور اس قدر گریہ و زاری کی کہ مولوی عبدالکریم صاحب جو مسجد مبارک کے اوپر کے حصہ میں رہتے تھے فرماتے تھے کہ ایک دن مجھے کسی کے رونے کی آواز آئی اور وہ آواز اتنی دردناک تھی جیسے کوئی عورت درِ ذرہ کی تکلیف میں مبتلا ہو۔ میں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رو رو کر خدا کے حضور میں دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! اگر تیرے سارے بندے مر گئے تو مجھ پر ایمان کون لائے گا۔ یہ چیز بھی آپؑ کی صداقت کے لئے نہایت زبردست دلیل ہے یہ آپؑ ہی کی تائید کے لئے اللہ تعالیٰ نے طاعون بھیجی اور آپؑ کے دل میں ہی رحم آ گیا اور دعائیں کرنا شروع کر دیں۔

(خدا تعالیٰ دنیا کی ہدایت کے لئے ہمیشہ نبی مبعوث فرماتا ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 510 تا 514)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے حق میں دعائیں

دوسرا انشراح مجھے اس وقت پیدا ہوا جب دُرئین سے وہ نظم پڑھی گئی جو آمین کہلاتی ہے۔ اس کو سن کر مجھے خیال آیا کہ یہ تقریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی کو بھی پورا کرنے کا ذریعہ ہے جو اس میں بیان کی گئی ہے اور اس کا ماننا اس لحاظ سے نہیں کہ یہ میری پچیس سالہ خلافت کے شکریہ کا اظہار ہے بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی بات کے پورا ہونے کا ذریعہ ہے نامناسب نہیں اور اس خوشی میں میں بھی شریک ہو سکتا ہوں اور میں نے سمجھا کہ گواہی ذات کے لئے اس کے منائے جانے کے متعلق مجھے انشراح نہ تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے پورا ہونے کے لحاظ سے انشراح ہو گیا۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ ایک صحابی کے متعلق فرمایا تھا کہ میں نے دیکھا ہے اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کڑے ہیں۔ چنانچہ جب ایران فتح ہوا اور وہ کڑے جو کسریٰ دربار کے موقع پر پہنا کرتا تھا عنیت میں آئے تو حضرت عمرؓ نے اس صحابی کو بلایا اور باوجودیکہ اسلام میں مردوں کے لئے

سونا پہننا ممنوع ہے آپؐ نے اسے فرمایا کہ یہ کڑے پہنو۔ حالانکہ خلفاء کا کام قیام شریعت ہوتا ہے نہ کہ اسے مٹانا مگر جب اس صحابیؓ نے یہ کہا کہ سونا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ پہنو۔ ورنہ میں کوڑے لگاؤں گا۔ اسی طرح میں نے یہ خیال کیا کہ گویہ کڑے مجھے ہی پہنائے گئے ہیں مگر چونکہ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پوری ہوتی ہے اس لئے اس کے منانے میں کوئی حرج نہیں اور اس لئے میرے دل میں جو انقباض تھا وہ دُور ہو گیا اور میری نظریں اس مجلس سے اُٹھ کر خدا تعالیٰ کی طرف چلی گئیں اور میں نے کہا ہمارا خدا بھی کیسا سچا خدا ہے۔ مجھے یاد آیا کہ جب یہ پیشگوئی کی گئی اُس وقت میری ہستی ہی کیا تھی پھر وہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے پھر گیا جب ہمارے نانا جانؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت کی کہ آپؐ کو پتہ ہی نہیں یہ لڑکا کیسا نالائق ہے پڑھتا لکھتا کچھ نہیں اس کا خط کیسا خراب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے بلایا۔ میں ڈرتا اور کانپتا ہوا گیا کہ پتہ نہیں یہ کیا فرمائیں گے۔ آپؐ نے مجھے ایک خط دیا کہ اسے نقل کرو۔ میں نے وہ نقل کر کے دیا تو آپؐ نے حضرت خلیفہ اولؓ کو حج کے طور پر بلایا اور فرمایا۔ میر صاحبؓ نے شکایت کی ہے کہ یہ پڑھتا لکھتا نہیں اور کہ اس کا خط بہت خراب ہے۔ میں نے اس کا امتحان لیا ہے آپؐ بتائیں کیا رائے ہے؟ لیکن جیسا امتحان لینے والا نرم دل تھا ویسا ہی پاس کرنے والا بھی تھا۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے عرض کیا کہ حضور! میرے خیال میں تو اچھا لکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں اس کا خط کچھ میرے خط سے ملتا جلتا ہی ہے اور بس ہم پاس ہو گئے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب جو اب پیغامیوں میں شامل ہیں ہمارے اُستاد تھے اور حساب پڑھایا کرتے تھے جس سے مجھے نفرت تھی۔ میری دماغی کیفیت کچھ ایسی تھی جو غالباً میری صحت کی خرابی کا نتیجہ تھا کہ مجھے حساب نہیں آتا تھا ورنہ اب تو اچھا آتا ہے۔ ماسٹر صاحبؓ ایک دن بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ میں تمہاری شکایت کروں گا کہ تم حساب نہیں پڑھتے اور جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہہ بھی دیا۔ میں بھی چُپ کر کے کمرہ میں کھڑا رہا۔ حضورؐ نے ماسٹر صاحبؓ کی شکایت سُن کر فرمایا کہ اس نے دین کا کام ہی کرنا ہے اس نے کوئی کسی دفتر میں نوکری کرنی ہے۔ مسلمانوں کے لئے جمع تفریق کا جاننا ہی کافی ہے۔ وہ اسے آتا ہے یا نہیں؟ ماسٹر صاحب نے کہا وہ تو آتا ہے۔ اس



سے پہلے تو میں حساب کی گھنٹیوں میں بیٹھتا اور سمجھنے کی کوشش کرتا تھا مگر اس کے بعد میں نے وہ بھی چھوڑ دیا اور خیال کر لیا کہ حساب جتنا آنا چاہئے تھا مجھے آ گیا تو یہ میری حالت تھی جب یہ آئین لکھی گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ اسے دین کی خدمت کی توفیق عطا کر۔ دُنیا میں یہ قاعدہ ہے کہ سب بی۔ اے اور ایم۔ اے لائق نہیں ہوتے۔ لیکن جو لوگ لائق ہوتے ہیں وہ انہی میں سے ہوتے ہیں۔ سارے وکیل لائق نہیں ہوتے مگر جو ہوتے ہیں وہ انہی میں سے ہوتے ہیں۔ سب ڈاکٹر خدا تعالیٰ کی صفتِ شافی کے مظہر نہیں ہوتے مگر بہترین ڈاکٹر انہی میں سے ہوتے ہیں جنہوں نے ڈاکٹری کے امتحان پاس کیئے ہوں۔ ہر زمیندار مٹی سے سونا نہیں بنا سکتا مگر جو بناتے ہیں وہ انہی میں سے ہی ہوتے ہیں ترکھانوں میں سے نہیں۔ ہر ترکھان اچھی عمارت نہیں بنا سکتا مگر جو بناتے ہیں وہ ترکھانوں میں سے ہی ہوتے ہیں لوہاروں میں سے نہیں۔ پھر ہر انجینئر ماہر فن نہیں مگر جو ہوتا ہے وہ انہی میں سے ہوتا ہے۔ ہر معمار دہلی اور لاہور کی شاہی مساجد اور تاج محل نہیں بنا سکتا مگر ان کے بنانے والے بھی معماروں میں سے ہی ہوتے ہیں کپڑا بننے والوں میں سے نہیں ہوتے۔ پس ہر فن کا جاننے والا ماہر نہیں ہوتا مگر جو ماہر نکلتے ہیں وہ انہی میں سے ہوتے ہیں۔ مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دعا کی اُس وقت میں ظاہری حالات کے لحاظ سے اپنے اندر کوئی بھی اہلیت نہ رکھتا تھا لیکن اِس وقت اِس آئین کو سُن کر میں نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی دعائیں سُن لیں۔ جب یہ دعائیں کی گئیں میں معمولی ریڈریں بھی نہیں پڑھ سکتا تھا مگر اب خدا تعالیٰ کا ایسا فضل ہے کہ میں کسی علم کی کیوں نہ ہوں انگریزی کی مشکل سے مشکل کتاب پڑھ سکتا ہوں اور سمجھ سکتا ہوں اور گو میں انگریزی لکھ نہیں سکتا مگر بی۔ اے اور ایم۔ اے پاس شدہ لوگوں کی غلطیاں خوب نکال لیتا ہوں۔ دینی علوم میں میں نے قرآن کریم کا ترجمہ حضرت خلیفہ اولؓ سے پڑھا ہے اور اِس طرح پڑھا ہے کہ اور کوئی اِس طرح پڑھے تو کچھ بھی نہ سیکھ سکے۔ پہلے تو ایک ماہ میں آپ نے مجھے دو تین سیپارے آہستہ آہستہ پڑھائے اور پھر فرمایا میاں! آپ بیمار رہتے ہیں میری اپنی صحت کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ آؤ کیوں نہ ختم کر دیں اور مہینہ بھر میں سارا قرآن کریم مجھے ختم کرا دیا اور اللہ تعالیٰ کا فضل تھا پھر کچھ اُن کی نیت اور کچھ میری نیت ایسی مبارک

گھڑی میں ملیں کہ وہ تعلیم ایک ایسا بیج ثابت ہوا جو برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ اس طرح بخاری آپؐ نے مجھے تین ماہ میں پڑھائی اور ایسی جلدی جلدی پڑھاتے کہ باہر کے بعض دوست کہتے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں اگر کوئی سوال کرتا تو آپؐ فرماتے پڑھتے جاؤ اللہ تعالیٰ خود سب کچھ سمجھا دے گا۔ حافظ روشن علیؒ مرحوم کو گریڈ کرنے کی بہت عادت تھی اور ان کا دماغ بھی منطقی تھا۔ وہ درس میں شامل تو نہیں تھے مگر جب مجھے پڑھتے دیکھا تو آ کر بیٹھنے لگے اور سوالات دریافت کرتے۔ ان کو دیکھ کر مجھے بھی جوش آیا اور میں نے اسی طرح سوالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ ایک دو دن تو آپؐ نے جواب دیا اور پھر فرمایا تم بھی حافظ صاحب کی نقل کرنے لگے ہو مجھے جو کچھ آتا ہے وہ خود بتا دوں گا نخل نہیں کروں گا اور باقی اللہ تعالیٰ خود سمجھا دے گا اور میں سمجھتا ہوں سب سے زیادہ فائدہ مجھے اسی نصیحت نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود سمجھا دے گا۔ یہ ایک کبھی نہ ختم ہونے والا خزانہ میرے ہاتھ آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا سمجھایا ہے کہ میں غرور تو نہیں کرتا مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ حالت ہے کہ میں کوئی کتاب یا کوئی تفسیر پڑھ کر مرعوب نہیں ہوتا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو کچھ مجھے ملا ہے ان کو نہیں ملا۔ بیس بیس جلدوں کی تفسیریں ہیں مگر میں نے کبھی ان کو پالا استیعاب دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور ان کے مطالعہ میں مجھے کبھی لذت محسوس نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن کریم کے چھوٹے سے لفظ میں ایسے مطالب سکھا دیتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں میں ان کتابوں کے مطالعہ میں کیوں وقت ضائع کروں اور کبھی کوئی مسئلہ وغیرہ دیکھنے کے لئے کبھی ان کو دیکھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس مقام سے بہت دور کھڑے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے اور یہ سب اس کا فضل ہے ورنہ بظاہر میں نے دنیا میں کوئی علم حاصل نہیں کیا حتیٰ کہ اپنی زبان تک بھی صحیح نہیں سیکھی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو قبول کر کے اس نے مجھے ایک ایسا گُر بتا دیا کہ جس سے مجھے ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت حاصل ہو جاتی ہے۔ میں ہمیشہ یہی کہا کرتا ہوں کہ میں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ہتھیار کی مانند ہوں اور میں نے کبھی محسوس نہیں کیا کہ کوئی چیز چاہئے اور اُس نے مجھے نہ دی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ اس سے ہر اندھیرا دور ہو۔ دشمنوں کی طرف سے

مجھ پر کئی حملے کیئے گئے، اعتراضات کیئے گئے اور کہا کہ ہم خلافت کو مٹا دیں گے اور یہی وہ اندھیرا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے دُور کر دیا اور خلافت جو بلی کی تقریب منانے کے متعلق میرے دل میں جو انقباض تھا وہ اس وقت یہ نظم سُن کر دُور ہو گیا اور میں نے سمجھا کہ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا اظہار ہو رہا ہے۔ دشمنوں نے کہا کہ ہم جماعت کو پھرا لیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اور بھی زیادہ لوگوں کو لائیں گے اور جب ہم روشن کرنا چاہیں تو کوئی اندھیرا نہیں کر سکتا۔ اور اس طرح اس تقریب کے متعلق میرے دل میں جو انقباض تھا وہ یہ نظارہ دیکھ کر دُور ہو گیا ورنہ مجھے تو شرم آتی ہے کہ میری طرف یہ تقریب منسوب ہو مگر ہمارے سب کام اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کے ذریعہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی باتیں پوری ہوتی ہیں اس لئے اس کے منانے میں کوئی حرج نہیں۔

(تقریر بجواب ایڈریس ہائے جماعتہائے احمدیہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 429 تا 433)

## تازہ الہامات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کشفی حالت طاری ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ ایک کونہ میں نجاست پڑی ہے۔ اس پر آپ نے اسے کہا تم جھوٹ بولتی ہو فلاں کونہ تو ابھی گندا ہے اور تم نے اس کی صفائی نہیں کی وہ یہ سن کر حیران رہ گئی کہ انہیں اندر بیٹھے کس طرح علم ہو گیا کہ میں نے پوری صفائی نہیں کی۔ (تذکرہ صفحہ 465) یہ نظارہ بھی منفرد اور مشترک دونوں رنگ رکھتا ہے یعنی کبھی صرف ایک شخص کو نظارہ دکھایا جاتا ہے اور کبھی ویسا ہی نظارہ دوسروں کو بھی دکھا دیا جاتا ہے۔

کلام بلا واسطہ جو کانوں پر گرتا ہے منفرد و مشترک بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کا کلام الفاظ کی صورت میں انسانی کانوں پر نازل ہوتا ہے اور غیب سے آواز آتی ہے کہ یوں ہو گیا ہے یا یوں ہو جائے گا یا یوں کر۔ گویا ماضی کے صیغہ میں بھی یہ کلام نازل ہوتا ہے، مستقبل کے صیغہ میں بھی نازل ہوتا ہے اور امر کی صورت میں بھی نازل ہوتا ہے۔ یہ بلا واسطہ کلام جس کی کانوں میں آواز سنائی دیتی ہے اس کی بھی دونوں حیثیتیں ہیں یعنی یہ منفرد بھی ہوتا ہے اور مشترک بھی۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ صرف ملہم کو ایک آواز سنائی دیتی ہے اور کبھی ویسی ہی آواز دوسرے کو بھی آ جاتی ہے۔

اس قسم کا مجھے ذاتی طور پر تجربہ حاصل ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اَتِیْکَ بَعْتَةً۔ میں اپنی افواج کے ساتھ اچانک تیری مدد کے لئے آؤں گا۔ جس رات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا اسی رات ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آج یہ الہام ہوا ہے کہ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اَتِیْکَ بَعْتَةً جب صبح ہوئی تو مفتی محمد صادق صاحب نے مجھے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو تازہ الہامات ہوئے ہوں وہ اندر سے لکھو الاؤ۔ مفتی صاحب نے اس ڈیوٹی پر مجھے مقرر کیا ہوا تھا اور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تازہ الہامات آپ سے لکھوا کر مفتی صاحب کو لا کر دے دیا کرتا تھا تاکہ وہ انہیں اخبار میں شائع کر دیں۔ اس روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب الہامات لکھ کر دیئے تو جلدی میں آپ یہ الہام لکھنا بھول گئے اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اَتِیْکَ بَعْتَةً میں نے جب ان الہامات کو پڑھا تو میں شرم کی وجہ سے یہ جرات بھی نہ کر سکتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بارہ میں کچھ عرض کروں اور یہ بھی جی نہ مانتا تھا کہ جو مجھے بتایا گیا تھا اسے غلط سمجھ لوں۔ اسی حالت میں کئی دفعہ میں آپ سے عرض کرنے کے لئے دروازہ کے پاس جاتا مگر پھر لوٹ آتا۔ پھر جاتا اور پھر لوٹ آتا آخر میں نے جرات سے کام لے کر کہہ ہی دیا کہ رات مجھے ایک فرشتہ نے بتایا تھا کہ آپ کو الہام ہوا ہے اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اَتِیْکَ بَعْتَةً۔ مگر ان الہامات میں اس کا ذکر نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ الہام ہوا تھا مگر لکھتے ہوئے میں بھول گیا۔ چنانچہ کاپی کھولی تو اس میں وہ الہام بھی درج تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر اس الہام کو بھی اخبار میں اشاعت کے لئے درج فرمایا۔ اب یہ ایک بلا واسطہ کلام تھا جو آپ کے کانوں پر نازل ہوا مگر ساتھ ہی مجھے بھی بتا دیا گیا کہ آپ کو یہ الہام ہوا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 447-448)

میرے ماننے والے میرے منکروں پر غالب رہیں گے

ہماری جماعت لاکھوں کی ہے یا ہزاروں کی، مومنوں کی ہے یا منافقوں کی، مخلصوں کی ہے یا کمزوروں اور مترددوں کی، اسے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن جماعت کی خواہ کوئی تعداد ہو، جماعت کی خواہ کوئی حالت ہو میں یہ جانتا ہوں اور اُس وقت سے مجھے اس کا علم دیا

گیا تھا جب مجھے ابھی یہ بھی پتہ نہ تھا کہ خلافت کیا چیز ہوتی ہے۔ جب مجھے اس بات کا بھی علم نہ تھا کہ خلافت کے مقام پر ایک زمانہ میں مجھے کھڑا کیا جائے گا، جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ تھے اور میری عمر پندرہ سولہ سال کی تھی، مجھے اُس وقت ہی بتا دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک ایسے مقام پر کھڑا کرے گا جس کی لوگ سخت مخالفت کریں گے مگر قیامت تک میرے ماننے والے میرے منکروں پر غالب رہیں گے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا اور نہایت ہی زوردار الفاظ میں فرمایا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهٗ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ جو تیری اتباع کریں گے وہ تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں مجھے یہ الہام ہوا تھا اور اُس وقت میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے کیونکہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ لوگ میری مخالفت کریں گے اور میرے ساتھ تعلق رکھنے والے مخالفوں اور موافقوں کے گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے مگر آج میں سمجھتا ہوں دوسرے الہاموں اور کشوف اور رویا کی وجہ سے اور ان حالات کی وجہ سے جو میرے پیش آرہے ہیں کہ یہ الہام میرے متعلق ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ایسے مقام پر کھڑا کیا کہ دنیا اس کی مخالفت کے لئے آگئی۔ بیرونی مخالف بھی مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور منافق بھی اپنے سروں کو اُٹھا کر یہ سمجھنے لگ گئے کہ اب ان کی کامیابی کا وقت آ گیا لیکن میں ان سب کو حضرت نوحؑ کے الفاظ میں کہتا ہوں کہ جاؤ اور تم سب کے سب مل جاؤ اور سب مل کر اور اکٹھے ہو کر مجھ پر حملہ کرو اور تم مجھے کوئی ڈھیل نہ دو اور مجھے تباہ کرنے اور مٹانے کے لئے متحد ہو جاؤ پھر بھی یاد رکھو خدا تمہیں ذلیل اور رسوا کرے گا، تمہیں شکست پر شکست دے گا اور وہ مجھے اپنے مقصد میں کامیاب کرے گا۔ میں اپنی مشکلات کو سمجھتا ہوں، میں بلاؤں اور آفات کو سمجھتا ہوں، میں راستہ کے مصائب اور بھیانک نظاروں کو سمجھتا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ جس کام کو میں نے اپنے سامنے رکھا ہے اس جیسا عظیم الشان کام اپنے سامنے رکھنے کے بعد انسان کے لئے دو ہی راستے ہوتے ہیں یا تو فتح کا جھنڈا اُڑاتا ہو اگھر کو لوٹے یا اسی کوشش میں اپنی جان اپنے خدا کے سپرد کر دے اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں جسے وہ قبول کر سکے اور میں نے بھی سوچ کر اور سمجھ کر اور تمام حالات کو جانتے ہوئے اپنا قدم اُٹھایا ہے۔

## گورنمنٹ کی وفاداری

ہمیں باغی قرار دیا گیا لوگ اگر اس کو نہ سمجھ سکیں تو وہ معذور ہیں کیونکہ اُن کے دلوں میں گورنمنٹ کی وفاداری کا وہ جذبہ نہیں جو ہمارے دلوں میں ہے۔ جب میں بچہ تھا اور ابھی میں نے ہوش ہی سنبھالا تھا، اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے گورنمنٹ کی وفاداری کا میں نے حکم سنا اور اس حکم پر اس قدر پابندی سے قائم رہا کہ میں نے اپنے گہرے دوستوں سے بھی اس بارے میں اختلاف کیا حتیٰ کہ اپنے جماعت کے لیڈروں سے اختلاف کیا۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 323)

## برطانوی حکومت رحمت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ برطانوی حکومت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ انگریز قوم کے افراد بہت نیک اور اسلام کی تعلیم کے قریب ہیں ان میں بھی ظالم، غاصب، فاسق، فاجر اور ہر قسم کا خبث رکھنے والے لوگ موجود ہیں اور دوسری قوموں میں بھی ان میں بھی اچھے لوگ ہیں اور دوسری قوموں میں بھی۔ جو چیز رحمت ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ حکومت افراد کی آزادی میں بہت کم دخل دیتی ہے اور وہ جن جن معاملات میں دخل نہیں دیتی ان میں اسلام کی تعلیم کو قائم کرنے کا ہمارے لئے موقعہ ہے پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ایسی قوم کو ہم پر مقرر کیا کہ جو افراد کے معاملات میں بہت کم دخل دیتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اگر ٹائسی یا فیسٹ لوگ ہم پر حکمران ہوتے تو وہ دوسرے معاملات میں انگریزوں سے بھی اچھے ہوتے ممکن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف ان سے زیادہ رکھنے والے اور زیادہ عدل کرنے والے ہوتے مگر انفرادی آزادی وہ اتنی نہ دیتے جتنی انگریزوں نے دی ہے۔ وہ اشخاص کے لحاظ سے تو اچھے ہوتے مگر سلسلہ کے لحاظ سے ہمارے لئے مضر ہوتے اور اس کے یہ معنی ہوتے کہ جب تک اسلامی حکومت قائم نہ ہو جاتی اسلامی تعلیم کو قائم کرنے کا دائرہ ہمارے لئے بہت ہی محدود ہوتا اور اسلامی احکام میں سے بہت ہی تھوڑے ہوتے جن کو ہم قائم کر سکتے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہی معنوں کے لحاظ سے انگریزی حکومت کو رحمت قرار دیا ہے اور اس قوم کی تعریف کی ہے آپ کا یہ مطلب نہیں کہ انگریز انصاف زیادہ کرتے ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کوئی دوسری حکومت اس

سے اچھی ہو۔

قابل تعریف بات یہی ہے کہ اُس قوم کے تمدن کا طریق یہ ہے کہ اس نے اپنی حکومت کو انفرادی معاملات میں دخل اندازی کے اختیارات نہیں دیئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جس ملک میں اس نے حضرت مسیح موعود کو پیدا کرنا تھا وہاں ایسی قوم حاکم ہو جو لوگوں کے معاملات میں کم سے کم دخل دینے والی ہو۔

(الفضل قادیان مورخہ 21 جنوری 1938ء جلد 26 نمبر 17 صفحہ 4)

### احرار یورپ کا مزاج

آج میں سب سے پہلے اپنے ان تجارب سے جو مجھے یورپ کے سفر میں ہوئے ہیں۔ ایک بات کا خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غالباً 1904ء یا 1905ء میں کہا تھا کہ

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج

یہ وہ زمانہ تھا جب دنیا کے کسی انسان کے واہمہ اور خیال میں بھی تبلیغ اسلام نہیں تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کچھ اشتہار لکھ کر بھیجے اور بعض نے وہ اشتہار پڑھے بھی، لیکن اس سے زیادہ اس وقت کوئی تبلیغ نہیں تھی۔ بعد میں ہمارے مشن بیرونی ممالک میں قائم ہوئے اور کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ مگر یہ بات بھی ایسی ہی تھی جیسے پہاڑ کھودنے کے لئے ہتھوڑا مارا جاتا ہے۔ ہتھوڑا مارنے سے دو تین انچ پہاڑ تو کھد سکتا ہے۔ مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہاڑ کھودا گیا ہے۔ بے شک ہم اس بات پر خوش ہو سکتے ہیں کہ پہاڑ کھودنے کا کام شروع ہو گیا ہے۔ مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کھودا بھی گیا ہے۔ لیکن اس سفر میں میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ عجیب نشان دیکھا کہ یورپ کے بعض اچھے تعلیم یافتہ اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں وہی باتیں جو پہلے اسلام کے خلاف سمجھی جاتی تھیں اب اس کی صداقت کا ثبوت سمجھی جانے لگی ہیں۔

(الفضل 8 اکتوبر 1955ء جلد 44/9 شمارہ 236 صفحہ 3)

### قلم کا جہاد

انبیاء کا دل بڑا شکر گزار ہوتا ہے۔ ایک معمولی سے معمولی بات پر بھی بڑا احسان

محسوس کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں جب دن رات چھپتیں تو باوجود اس کے کہ آپ کئی کئی راتیں بالکل نہیں سوتے تھے لیکن جب کوئی شخص رات کو پروف لاتا تو اس کے آواز دینے پر خود اٹھ کر لینے کے لئے جاتے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے کہ جَزَاكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ اس کو کتنی تکلیف ہوئی ہے۔ یہ لوگ کتنی تکلیف برداشت کرتے ہیں خدا ان کو جزائے خیر دے حالانکہ آپ خود ساری رات جاگتے رہتے تھے۔

میں کئی بار آپ کو کام کرتے دیکھ کر سویا اور جب کہیں آنکھ کھلی تو کام ہی کرتے دیکھا حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ دوسرے لوگ اگرچہ خدا کے لئے کام کرتے تھے لیکن آپ انکی تکلیف کو بہت محسوس کرتے تھے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انبیاء کے دل میں احسان کا بہت احساس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام احسانات کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کے سوا ان کے منہ سے کو کچھ نکلتا ہی نہیں پس تم لوگ بھی خدا تعالیٰ کے انعامات دیکھ کر اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ہی کہا کرو۔ (الفضل 19 اگست 1916ء جلد 4 نمبر 13 صفحہ 7)

### کرکٹ

میں کھیلوں کا مخالف نہیں ہوں بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ نوجوانوں کو کھیلوں میں حصہ لینا چاہیے تا ان کی صحت اچھی رہے لیکن محض کھیلوں میں ساری زندگی گزار دینا درست نہیں۔ ہم بھی بچپن میں مختلف کھیلیں کھیلا کرتے تھے۔ میں عموماً فٹ بال کھیلا کرتا تھا۔ جب قادیان میں بعض ایسے لوگ آگئے جو کرکٹ کے کھلاڑی تھے۔ تو انہوں نے ایک کرکٹ ٹیم تیار کی ایک دن وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جاؤ حضرت صاحب سے عرض کرو کہ وہ بھی کھیلنے کے لئے تشریف لائیں۔ چنانچہ میں اندر گیا آپ اس وقت ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ جب میں نے اپنا مقصد بیان کیا۔ تو آپ نے قلم نیچے رکھ دی اور فرمایا۔ تمہارا گیند تو گراؤنڈ سے باہر نہیں جائے گا۔ لیکن میں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں جس کا گیند دنیا کے کناروں تک جائے گا۔ اب دیکھ لو کیا آپ کا گیند دنیا کے کناروں تک پہنچا ہے یا نہیں۔ اس وقت امریکہ، ہالینڈ، انگلینڈ، سوئٹزر لینڈ، ڈل ایسٹ، افریقہ انڈونیشیا اور دوسرے کئی ممالک میں آپ کے ماننے والے موجود ہیں۔ فلپائن کی حکومت ہمیں مبلغ بھیجنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ لیکن پچھلے دنوں سے وہاں سے برابر



بیتیں آنی شروع ہو گئی ہیں۔ ابھی تین چار دن ہوئے ہیں۔ فلپائن سے ایک شخص کا خط آیا ہے۔ جس میں اس نے لکھا ہے کہ اسے میری بیعت کا خط ہی سمجھیں اور مجھے مزید لٹر پچر بھجوائیں۔ مجھے جس مقام کے متعلق بھی علم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی اسلام کی خدمت کرنے والا ہے۔ میں وہاں خط لکھ دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ میں نے انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھی ایک خط لکھا ہے۔ میں نے مسجد لنڈن کے پتہ پر بھی ایک خط لکھا ہے۔ میں نے واشنگٹن امریکہ کے پتہ پر بھی ایک خط لکھا ہے اب دیکھ لو فلپائن میں ہمارا کوئی مبلغ نہیں گیا۔ لیکن لوگوں میں آپ ہی آپ احمدیت کی طرف رغبت پیدا ہو رہی ہے۔ یہ وہی گیند ہے۔ جسے قادیان میں بیٹھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہٹ ماری تھی۔ (الفضل 8 فروری 1956ء جلد 10/45 نمبر 33 صفحہ 4)

### ڈپٹی نذیر صاحب اور ترجمۃ القرآن

جاہ کے قیام کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قرآن شریف کا ترجمہ کرنے کی مجھے توفیق مل جائے۔ سو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج ہم اٹھائیسویں پارے کے آخر میں ہیں۔ (چنانچہ 25 اگست کی شام تک خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآن شریف کا سارا ترجمہ ختم ہو گیا ہے۔) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض نوٹوں اور بعض حوالوں کے لئے ابھی اور بھی کچھ وقت لگے گا گرتین چار مہینے کے اندر اندر سارے قرآن شریف کا ترجمہ ہونا الہی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ مجھے یاد ہے جب 1905ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دہلی گئے تو خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب ڈپٹی نذیر احمد صاحب مترجم قرآن کو بھی ملنے گئے۔ انہوں نے آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا کہ ڈپٹی صاحب نے اپنے ارد گرد کاغذوں کا ایک بڑا ڈھیر لگا رکھا تھا۔ ایک مولوی بھی انہوں نے ملازم رکھا ہوا تھا اور خود بھی انہیں عربی زبان سے کچھ واقفیت تھی۔ پھر وہ کہنے لگے میں نے بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ مگر ساری کتابیں ملا کر بھی مجھے اتنی مشکل پیش نہیں آئی۔ جتنی مشکل مجھے قرآن کریم کے ترجمہ میں پیش آئی ہے۔ چنانچہ دیکھئے میں نے ردی کاغذوں کا ڈھیر لگا رکھا ہے۔ لکھتا ہوں اور پھاڑتا ہوں۔ لکھتا ہوں اور پھاڑتا ہوں۔ چنانچہ سات سال انہیں اس ترجمہ کے مکمل کرنے میں لگے۔ مگر میں نے یہ ترجمہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت تھوڑے عرصہ میں کر لیا۔

(الفضل 31 اگست 1956ء جلد 10/45 نمبر 204 صفحہ 2)

## کمزوری کا زمانہ

جب حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کیا۔ اس وقت آپ کی حالت اور آپ کے ماننے والوں کی حالت بظاہر بہت کمزور تھی۔ میری پیدائش دعویٰ سے پہلے کی ہے اور گو میں نے ابتداء نہیں دیکھی مگر ابتداء کے قرب کا زمانہ دیکھا ہے۔ وہ زمانہ بھی کمزوری کا زمانہ تھا۔ طرح طرح سے مولوی لوگوں کو جوش دلاتے تھے اور ہر ممکن طریق سے دکھ اور تکالیف پہنچاتے تھے۔

(الفضل 30 نومبر 1923ء جلد 11 نمبر 43 صفحہ 6)

## مخالفت اور جماعت کی ترقی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے کئی دفعہ سنا ہے کہ لوگ گالیاں دیتے ہیں تب برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیوں اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور اگر گالیاں نہ دیں تب بھی ہمیں تکلیف ہوتی ہے کیونکہ مخالفت کے بغیر جماعت کی ترقی نہیں ہوتی۔ پس ہمیں تو گالیوں میں بھی مزا آتا ہے اس لئے اعتراضات یا لوگوں کی بدزبانی کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ پنجابی میں ضرب المثل ہے کہ ”اونٹ آڑاندے ہی لدے جانڈے ہیں“ یعنی اونٹ گو چیختا رہتا ہے مگر مالک اس پر ہاتھ پھیر کر اسباب لا دہی دیتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 265)

## ہر ابتلاء کے بعد غیر معمولی ترقی

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ فرمایا تو آپ کو ماننے والے صرف چند آدمی تھے۔ مگر اس کے بعد آہٹم کے ساتھ آپ کا مقابلہ ہوا تو لوگوں پر ایک ابتلاء آیا اور انہوں نے سمجھا کہ آپ کی پیشگوئی اپنے ظاہری الفاظ کے لحاظ سے پوری نہیں ہوئی۔ پھر لیکھرام سے آپ کا مقابلہ ہوا تو گو آپ کی پیشگوئی نہایت شان سے پوری ہوئی۔ مگر ہندوؤں میں آپ کے خلاف جوش پیدا ہو گیا اور انہوں نے آپ کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ اسی طرح مولوی محمد حسین بٹالوی کے فتوؤں کا وقت آیا۔ تو جماعت پر ایک ابتلاء آیا پھر ڈاکٹر عبدالحکیم کے ارتداد کا وقت آیا تو جماعت پر ابتلاء آیا۔ غرض مختلف اوقات میں ایسے زور سے شورشیں اٹھیں کہ دیکھنے والوں نے سمجھا کہ اب یہ لوگ ختم ہو گئے لیکن خدا تعالیٰ نے ان سب فتنوں کو مٹانے کے سامان

پیدا کر دئے اور وہ فتنے بجائے جماعت کو تباہ کرنے کے اس کی ترقی اور عزت کا موجب بن گئے۔ اسی طرح اب ہو رہا ہے۔ تم دیکھ لو کہ کس کس رنگ میں جماعت کے خلاف شورشیں اٹھیں۔ فساد ہوئے اور کس طرح لوگوں نے سمجھ لیا کہ اب احمدیت مٹ جائے گی۔ مگر ہر بار بجائے مٹنے کے جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے بھی زیادہ ترقی کر گئی۔

(الفضل 14 مارچ 1962ء جلد 16/51 نمبر 59 صفحہ 2)

## مخالفت مومنوں کے لئے ترقی کا ذریعہ

ہماری ذاتی مشکلات میں سے سب سے پہلے احرار کی مخالفت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک ان کی مخالفت کا سوال ہے اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو تو اس کا یہ ہے کہ لوگوں کے اندر مخالفت ہوتی ہے اور وہ مخالفت کی وجہ سے ہماری باتوں کے سُننے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اُن کے دلوں میں غصہ پیدا ہوتا ہے یہ چیز تو ہمارے لئے بُری ہوتی ہے۔ مگر ایک صورت یہ بھی ہو ا کرتی ہے کہ جب کوئی شخص مخالفت کی باتیں سُنتا ہے تو وہ پھر کریدتا ہے کہ اچھا! یہ ایسے گندے لوگ ہیں۔ ذرا میں بھی تو جا کے دیکھوں اور جب وہ دیکھتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے کہ جو باتیں مجھے اُنہوں نے بتائی تھیں وہ تو بالکل اور تھیں اور یہ باتیں جو کہتے ہیں بالکل اور ہیں اور وہ ہدایت کو تسلیم کر لیتا ہے۔

مجھے خوب یاد ہے میں چھوٹا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف رکھتے تھے، مجلس لگی ہوئی تھی کہ ایک صاحب رام پور سے تشریف لائے۔ وہ رہنے والے تو لکھنؤ یا اُس کے پاس کے کسی مقام کے تھے، چھوٹا سا قد تھا، دُبلے پتلے آدمی تھے۔ ادیب تھے، شاعر تھے اور اُن کو محاورات اُردو کی لغت لکھنے پر نواب صاحب رام پور نے مقرر کیا ہوا تھا، وہ آ کے مجلس میں بیٹھے اور اُنہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں رام پور سے آیا ہوں اور نواب صاحب کا درباری ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کو یہاں آنے کی تحریک کس طرح ہوئی؟ اُنہوں نے کہا میں بیعت میں شامل ہونے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمانے لگے۔ اس طرف تو ہماری جماعت کا آدمی بہت کم پایا جاتا ہے، تبلیغ بھی بہت کم ہے، آپ کو اس طرف آنے کی تحریک کس نے کی؟ تو یہ لفظ میرے کانوں میں آج تک گونج رہے ہیں اور میں آج تک اس کو بھول نہیں سکا حالانکہ میری عمر اُس وقت سولہ سال کی تھی کہ اس کے

جواب میں انہوں نے بے ساختہ طور پر کہا کہ یہاں آنے کی تحریک مجھے مولوی ثناء اللہ صاحب نے کی۔ میں تو شاید اپنی عمر کے لحاظ سے نہ ہی سمجھا ہوں گا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر ہنس پڑے اور فرمایا۔ کس طرح؟ انہوں نے کہا مولوی ثناء اللہ صاحب کی کتابیں دربار میں آئیں۔ نواب صاحب بھی پڑھتے تھے اور مجھے بھی پڑھنے کے لئے کہا گیا تو میں نے کہا جو جو حوالے یہ لکھتے ہیں میں ذرا مرزا صاحب کی کتابیں بھی نکال کر دیکھ لوں کہ وہ حوالے کیا ہیں۔ خیال تو میں نے یہ کیا کہ میں اس طرح احمدیت کے خلاف اچھا مواد جمع کر لوں گا لیکن جب میں نے حوالے نکال کر پڑھنے شروع کئے تو ان کا مضمون ہی اور تھا۔ اس سے مجھے اور دلچسپی پیدا ہوئی اور میں نے کہا کہ چند اور صفحے بھی اگلے پچھلے پڑھ لوں۔ جب میں نے وہ پڑھے تو مجھے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کی شان اور آپ کی عظمت جو مرزا صاحب بیان کرتے ہیں وہ تو ان لوگوں کے دلوں میں ہے ہی نہیں۔ پھر کہنے لگے مجھے فارسی کا شوق تھا۔ اتفاقاً مجھے درنشین فارسی مل گئی اور میں نے وہ پڑھنی شروع کی تو اس کے بعد میرا دل بالکل صاف ہو گیا اور میں نے کہا کہ جا کر بیعت کر لوں۔

تو مخالفت ایک رنگ میں مفید بھی ہو کر تھی ہے اور ایک رنگ میں مُضر بھی ہو کر تھی ہے یعنی لوگ جوش میں آجاتے ہیں اور بعض دفعہ فساد کرنے لگ جاتے ہیں اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ سلسلہ کی باتیں سُننے سے آئندہ محروم رہ جاتے ہیں۔ پس ان دونوں نقطہ نگاہ سے ہمیں اپنے نظریے تبدیل کرنے پڑتے ہیں۔ جو مخالفت کا نقطہ نگاہ ہے اس سے ہم کو اپنا یہ نقطہ نگاہ تبدیل کرنا پڑتا ہے کہ ہم جس چُستی کے ساتھ اپنا لٹریچر لکھ رہے تھے، جس طرز سے ہم اپنا لٹریچر لکھ رہے تھے، جس طرح ہم اس کی اشاعت کر رہے تھے، جس طرح ہم تبلیغ کر رہے تھے ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ہم پُرانے ڈگر پر چل سکیں اور اپنے پُرانے طریق پر لوگوں تک پہنچ سکیں کیونکہ اب لوگوں کے دل ہماری نسبت انقباض محسوس کر رہے ہیں اور اب ہمیں ان تک پہنچنے کے لئے نئے طریقے اور نئی طرزیں ایجاد کرنی پڑیں گی۔ اور جہاں تک لوگوں کو توجہ ہوتی ہے اس کے لحاظ سے ہمارے لئے سہولت پیدا ہو جاتی ہے کہ لوگ خود ہمارے گھروں تک پہنچتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے اس زمانہ میں بھی مخالفت کے باوجود کئی لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور وہ یہی بتاتے ہیں کہ ہم نے مخالفوں کی باتیں سُنیں اور اس کی وجہ

سے سلسلہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ (چشمہ ہدایت، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 433 تا 435)

## مخالفت توجہ الہی سلسلہ کی طرف

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئی دفعہ ہم نے ایک واقعہ سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دشمن جب ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں تو ہمیں امید ہوتی ہے کہ ان میں سے سعید روحیں ہماری طرف آجائیں گی لیکن جب نہ تو لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور نہ ہی مخالفت کرتے ہیں اور بالکل خاموش ہو جاتے ہیں تو یہ بات ہمارے لئے تکلیف دہ ہوتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کی مثال اُس بڑھیا کی سی ہوتی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کچھ پاگل سی تھی اور شہر کے بچے اُسے چھیڑا کرتے تھے اور وہ انہیں گالیاں اور بد دعائیں دیا کرتی تھی آخر بچوں کے ماں باپ نے تجویز کی کہ بچوں کو روکا جائے کہ وہ بڑھیا کو دق نہ کیا کریں چنانچہ انہوں نے بچوں کو سمجھایا مگر بچے تو بچے تھے وہ کب باز آنے والے تھے یہ تجویز بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آخر بچوں کے والدین نے فیصلہ کیا کہ بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا جائے اور دروازوں کو بند رکھا جائے چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور دو تین دن تک بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا۔ اس بڑھیا نے جب دیکھا کہ اب بچے اسے دق نہیں کرتے تو وہ گھر گھر جاتی اور کہتی کہ تمہارا بچہ کہاں گیا ہے؟ کیا اسے سانپ نے ڈس لیا ہے؟ کیا وہ ہیضہ سے مر گیا ہے؟ کیا اس پر چھت گر پڑی ہے؟ کیا اس پر بجلی گر گئی ہے؟ غرض وہ ہر دروازہ پر جاتی اور اس قسم کی باتیں کرتی آخر لوگوں نے سمجھا کہ بڑھیا نے تو پہلے سے بھی زیادہ گالیاں اور بد دعائیں دینی شروع کر دی ہیں اس لئے بچوں کو بند رکھنے کا کیا فائدہ انہوں نے بچوں کو چھوڑ دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے یہی حالت نبی کی ہوتی ہے۔ جب مخالفت تیز ہوتی ہے تب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے اور جب مخالف چپ کر جاتے ہیں تب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو لوگوں کی توجہ الہی سلسلہ کی طرف پھر نہیں سکتی۔

(رسول کریم ﷺ کی زندگی کے اہم واقعات، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 152)

## کامل اخلاق ہی سے فضل ملتا ہے

مؤمن کو سب سے زیادہ توجہ روحانی تعلق کی طرف کرنی چاہئے ان لوگوں کی طرح

نہیں جو آج کل سمجھتے ہیں کہ منہ سے اقرار کافی ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت زبان کی نہیں ہو سکتی بلکہ دل سے ہی ہو سکتی ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو پھر انسان ہر شے پر قبضہ کر لیتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ منہ کی تھوک سے یا ایک قطرہ سے پہاڑ ڈھک جائے مگر بادلوں سے ڈھک جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر دل سے محبت کا دھواں اُٹھے تو اس سے اہم نتائج پیدا ہوں گے مگر جو منہ سے دعویٰ کرتا ہے وہ پاگل ہے اسے نہ دین ملے گا نہ دنیا۔ مؤمن کو کامل بننے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ کسی نے کہا ہے۔

ع کسب کمال گن کہ عزیز جہاں شوی

جب تک کوئی انسان کمال حاصل نہ کرے انعام نہیں مل سکتا۔ مذہب میں داخل ہونے سے بھی کمال ہی فائدہ دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ آج کل ہم سے فائدہ وہی اُٹھاتے ہیں جو گہرا تعلق رکھتے ہیں یا تو پوری مخالفت کرنے والے مثلاً مولوی ثناء اللہ صاحب وغیرہ دوسرے چھوٹے چھوٹے مولویوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں یا کامل اخلاص رکھنے والے۔ ادنیٰ تعلق فائدہ نہیں دیتا۔ اصل میں کمال ہی سے فضل ملتا ہے بغیر اس کے انسان فضل سے محروم رہتا ہے۔ اگر انسان ”ہرچہ بادا بادا کشتی، ما درآب انداختیم“ کہہ کر خدا تعالیٰ کی طرف چل پڑے تو اُس کے ساتھ بھی پہلوں کا سا معاملہ ہوگا۔ آخر خدا تعالیٰ کو کسی سے دشمنی نہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کامل طور پر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے ڈال دے اور اس کے آستانہ پر گر دے اس سے آپ ہی آپ اسے سب کچھ حاصل ہو جائے گا اور جو ترقی اس کیلئے ضروری ہوگی وہ آپ ہی آپ مل جائے گی۔ آگ کے پاس بیٹھنے والے کے اعضاء کو دیکھو سب گرم ہوں گے اس کا چہرہ ہاتھ پاؤں جہاں ہاتھ لگاؤ گے گرم محسوس ہوگا۔ تو پھر کس طرح ممکن ہے کوئی شخص سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خدا کے پاس آئے اور اُس کے پاس بیٹھ جائے اور خدا تعالیٰ کا وجود اُس کے اندر سے ظاہر نہ ہو۔ آگ کے اندر لوہا پڑ کر آگ کی خصوصیات ظاہر کرنے لگ جاتا ہے گو وہ آگ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے والے لوگوں سے خاص معاملات ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں سُنَّی فِیْکُوْنُ وَالِی چادر پہنا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ نادان اُن کو خدا سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ وہ تو صرف خدا تعالیٰ کی صفات کا عکس پیش کر رہے ہوتے ہیں۔

پس اگر کوئی مذہب سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اُس کا طریق یہی ہے کہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے گلی طور پر ڈال دے لیکن اگر قوم کی قوم اس طرح کرے تو اس پر خاص فضل ہوں گے اور وہ ہر میدان میں فتح حاصل کرے گی۔ ہماری جماعت کیلئے بھی یہی قدم اٹھانا ضروری ہے مگر بہت سے لوگ صرف کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت کرنی چاہئے کہ ایک طبعی شے بن جائے صرف جھوٹا دعویٰ نہ ہو کیونکہ جھوٹ اور خدا تعالیٰ کی محبت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ جھوٹ ایک ظلمت ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ایک نور پس نور اور ظلمت کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ ایسے شخص کے اندر نہ سُستی ہو نہ فریب نہ دغا کیونکہ یہ سب ظلمات ہیں اور خدا تعالیٰ ایک نور ہے۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 470، 471)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت

مصری حکومت اپنے زمانہ میں نہایت نامور حکومت تھی اور اس کا بادشاہ اپنی طاقت و قوت پر ناز رکھتا تھا۔ ایسے بادشاہ کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی مگر باوجود اس کے جب وہ بادشاہ کے پاس گئے تو گو بادشاہ نے ان کو ڈرایا دھمکایا اور انہیں اور ان کی قوم کو تباہ و برباد کر دینے کا ارادہ ظاہر کیا اور کہا کہ اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں بھی مٹا دیا جائے گا اور تمہاری قوم کو بھی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام باز نہ آئے اور انہوں نے کہا کہ جو پیغام مجھے خدا نے دنیا کے لئے دیا ہے وہ میں ضرور پہنچاؤں گا۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس سے روک نہیں سکتی۔ یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ یہی حال محمد ﷺ کا تھا اور ایسی ہی حالت ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دیکھی۔ ساری قومیں آپ کی مخالف تھیں حکومت بھی ایک رنگ میں آپ کی مخالف ہی تھی۔ گو آخری زمانہ میں یہ رنگ نہیں رہا بہر حال تو میں آپ مخالف تھیں۔ تمام مذاہب کے پیرو آپ کے مخالف تھے۔ مولوی آپ کے مخالف تھے۔ گدی نشین آپ کے مخالف تھے۔ عوام آپ کے مخالف تھے اور امراء اور خواص بھی آپ کے دشمن تھے۔ غرض چاروں طرف مخالفت کا ایک طوفان برپا تھا۔ لوگوں نے آپ کو بہت کچھ سمجھایا بعض نے دوست بن کر کہا کہ آپ اپنے دعوؤں میں کسی قدر کمی کر دیں۔ بعض نے کہا کہ اگر آپ فلاں فلاں بات چھوڑ دیں۔ تو سب لوگ آپ کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے مگر آپ نے ان میں سے کسی بات کی بھی پروا نہ کی اور ہمیشہ اپنے دعوے کو پیش فرماتے رہے اس پر شور ہوتا

رہا، ماریں پڑتی رہیں قتل ہوتے رہے مگر باوجود ان تمام تکالیف کے اور باوجود اس کے کہ آپ کا مقابلہ ایک ایسی دنیا سے تھا۔ جس کا مقابلہ کرنے کی ظاہری سامانوں کے لحاظ سے آپ میں قطعاً طاقت نہ تھی۔ پھر بھی آپ نے اپنے مقابلہ کو جاری رکھا بلکہ مجھے خوب یاد ہے میں نے متعدد بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ نبی کی مثال تو ویسی ہی ہوتی ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ ایک گاؤں میں ایک پاگل عورت رہتی تھی۔ جب بھی وہ باہر نکلتی چھوٹے چھوٹے لڑکے اکٹھے ہو کر اسے چھیڑنے لگ جاتے اس کے ساتھ مذاق کرتے اسے دق کرتے اور اسے بار بار تنگ کرتے۔ وہ بھی مقابلہ میں ان لڑکوں کو گالیاں دیتی اور بد دعائیں دیتی آخر ایک دن گاؤں والوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ عورت مظلوم ہے اور ہمارے لڑکے اسے ناحق تنگ کرتے رہتے ہیں۔ مظلومیت کی حالت میں یہ انہیں بد دعائیں دیتی ہے کہیں ایسا نہ ہو اس کی بد دعائیں کوئی رنگ لائیں ہمیں چاہیے کہ اپنے لڑکوں کو روک لیں تاکہ نہ وہ اسے تنگ کریں۔ اور نہ یہ بد دعائیں دے چنانچہ اس مشورہ کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ کل سے سب گاؤں والے اپنے لڑکوں کو گھروں میں بند رکھیں اور انہیں باہر نہ نکلنے دیں۔ چنانچہ دوسرے دن سب لوگوں نے اپنے اپنے لڑکوں سے کہہ دیا کہ آج سے باہر نہیں نکلتا اور مزید احتیاط کے طور پر انہوں نے باہر کے دروازوں کی زنجیریں لگا دیں۔ جب دن چڑھا اور وہ پاگل عورت حسب معمول اپنے گھر سے نکلی تو کچھ عرصہ تک اور ادھر ادھر گلیوں میں پھرتی رہی۔ کبھی ایک گلی میں جاتی اور کبھی دوسری میں مگر اسے کوئی لڑکا نظر نہ آتا۔ پہلے تو یہ حالت ہو کرتی تھی کہ کوئی لڑکا اس کے دامن کو گھسیٹ رہا ہے کوئی اسے چٹکی کاٹ رہا ہے کوئی اسے دھکا دے رہا ہے۔ کوئی اسکے ہاتھوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور کوئی اسے مذاق کر رہا ہے مگر آج اسے کوئی لڑکا دکھائی نہ دیا۔ دوپہر تک تو اس نے انتظار کیا۔ مگر جب دیکھا کہ اب تک بھی کوئی لڑکا اپنے گھر سے نہیں نکلا۔ تو وہ دوکانوں پر گئی۔ اور ہر دوکان پر جا کر کہتی آج تمہارا گھر گر گیا ہے بچے مر گئے ہیں آخر ہوا کیا ہے کہ وہ نظر نہیں آتے تھوڑی دیر کے بعد جب اس طرح بھی ملتی ہیں اور اُس طرح بھی چھوڑ و بچوں کو ان کو قید کیا۔ تو لوگوں نے کہا گالیاں تو اس طرح بھی ملتی ہیں اور اُس طرح بھی چھوڑ و بچوں کو ان کو قید کیوں کر رکھا ہے آپ یہ حکایت بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کا حال بھی اپنے رنگ میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے دنیا ان کو چھیڑتی ہے تنگ کرتی ہے ان پر ظلم و ستم ڈھاتی اور اس قدر ظلم کرتی ہے کہ ان کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے اور ایک طبقہ کے دل میں یہ



احساس پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ لوگ ظلم سے کام لے رہے ہیں انہیں نہیں چاہیے کہ ایسا کریں مگر فرمایا وہ بھی دنیا کو نہیں چھوڑ سکتے جب دنیا ان کو نہیں ستاتی تو وہ خود اس کو جھنجھوڑتے اور بیدار کرتے ہیں تاکہ دنیا ان کی طرف متوجہ ہو اور ان کی باتوں کو سنے۔

(الفضل 20/ نومبر 1943ء جلد 31 نمبر 273 صفحہ 2)

### اپنے نفس کی کمزوری کا محاسبہ ہونا چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ لاہور کی ایک گلی میں ایک شخص نے آپ کو دھکا دیا آپ گر گئے جس سے آپ کے ساتھی جوش میں آگئے اور قریب تھا کہ اُسے مارتے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنے جوش میں سچائی کی حمایت میں ایسا کیا ہے اسے کچھ نہ کہو۔ پس انبیاء اپنے نفس کے سوال کی وجہ سے نہیں بولتے بلکہ خدا کی عزت کے قیام کیلئے بولتے ہیں۔ تو یہ نہیں خیال کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ ان میں اور عام لوگوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ وہ خدا کیلئے کرتے ہیں اور عام لوگ اپنے لئے کرتے ہیں۔ پس اگر کسی شخص کو یہ احساس پیدا ہو جائے کہ میں واقعہ میں کمزور ہوں تو ایسا انسان گمراہ ہو نہیں سکتا۔ انسان گمراہ اُس وقت ہوتا ہے جب وہ یقین رکھتا ہے کہ میں حق پر ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت معاویہ کی نماز کا واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ان سے ایک مرتبہ فجر کی نماز قضا ہوگئی لیکن وہ اس غلطی کے نتیجے میں نیچے نہیں گرے بلکہ ترقی کی۔ پس جو گناہ کا احساس کرتا ہے وہ گناہ سے بچتا ہے۔ جب گناہ کا احساس نہیں رہتا تو انسان معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پس مومن کو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ پر غور کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ وہ خطرات سے محفوظ نہیں ہوا۔ صرف اُسی وقت محفوظ ہو سکتا ہے کہ جبکہ خدا کی آواز اُسے کہہ دے۔ پس انسان کو اپنے نفس کی کمزوری کا محاسبہ کرنا چاہئے۔ ایسے شخص کیلئے روحانیت کے راستے کھل جاتے ہیں۔ جو ایسا نہیں کرتا اُس کیلئے روحانیت کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور ایسا انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ (خطبات محمود جلد 18 صفحہ 141، 142)

### اشتعال میں نہیں آنا چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں ایک دفعہ ایک گلی میں سے جا رہے تھے

شیخ رحمت اللہ صاحب، مرزا ایوب بیگ صاحب اور غالباً مفتی محمد صادق صاحب بھی ساتھ تھے کہ کسی نے زور سے پیچھے سے آپ پر دو ہتھ مارا اور آپ گر گئے۔ جو دوست ساتھ تھے وہ اس شخص کو مارنے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا نہیں نہیں یہ معذور ہے اس نے اپنے خیال میں تو نیکی کا کام ہی کیا ہے اسے کچھ نہ کہو جانے دو۔ تو یقیناً اگر وہ شخص مجھے مل جاتا تو میں ایسا ہی نمونہ دکھاتا۔ میں نے سنا ہے کہ بعض دوستوں نے کہا کہ اگر وہ مل جاتا تو کیا ہم اسے زندہ چھوڑتے؟ مگر میں جانتا ہوں کہ میری موجودگی میں انہیں چھوڑنا ہی پڑتا۔ میری غرض صرف اتنی تھی کہ کسی کے پتہ لگ جانے سے ایک تو معاملہ کی اصل حقیقت واضح ہو جاتی دوسرے اس کیلئے شرمندگی اور ندامت بھی ہوتی کیونکہ جب ایک شخص اپنی کسی حرکت سے اشتعال دلائے مگر دوسرا اشتعال میں نہ آئے بلکہ نرمی کا معاملہ اُس سے کرے تو یہ اس کیلئے شرمندگی کا موجب ہوتا ہے۔ چونکہ اس چیز کا نشان نہیں پڑا اس لئے بعد میں میں نے اس پر غور کیا اور پولیس کے بعض افسروں سے بھی میری گفتگو ہوئی جس سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ غالباً چڑے کی کوئی چیز تھی جیسے جوتی وغیرہ یا صاف شدہ لکڑی تھی۔ اس قسم کی چیز سے آواز بھی زور سے پیدا ہوتی ہے، دھماکہ بھی ہوتا ہے لیکن نشان کا پڑنا ضروری نہیں ہوتا اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس حرکت کے مرتکب کی غرض یہ تھی کہ جماعت میں اشتعال پیدا ہو جائے۔ (خطبات محمود جلد 17 صفحہ 596، 597)

### انسان جس چیز کا عادی ہو جائے وہ تکلیف نہیں رہتی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے میں نے خود اپنے کانوں سے یہ مضمون بار بار سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے ابتلاء آیا کرتے ہیں۔ ایک تو وہ ابتلاء ہوتے ہیں جن میں بندے کو اختیار دیا جاتا ہے کہ تم اس میں اپنے آرام کیلئے خود کوئی تجویز کر سکتے ہو۔ چنانچہ اس کی مثال میں آپ فرماتے دیکھو! وضو بھی ایک ابتلاء ہے سردیوں کے موسم میں جب سخت سردی لگ رہی ہو ٹھنڈی ہوا چل رہی اور ذرا سی ہوا لگنے سے بھی انسان کو تکلیف ہوتی ہو خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کو حکم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے وضو کرو۔ بسا اوقات جب نماز کا وقت ہوتا ہے اُس وقت گرم پانی نہیں ہوتا یا بسا اوقات اسے گرم پانی میسر تو آسکتا ہے مگر اُس وقت تیار نہیں ہوتا۔ پھر بسا اوقات اسے گرم پانی میسر ہی نہیں آسکتا بخ بستہ پانی ہوتا ہے اور اسی پانی سے اُسے وضو کر کے نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے یہ بھی ایک ابتلاء ہے جو اللہ تعالیٰ

نے مومنوں کے لئے رکھ دیا مگر فرمایا یہ ایسا ابتلاء ہے جس میں بندے کو اختیار دیا گیا ہے یعنی اسے اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر پانی ٹھنڈا ہے تو گرم کر لے گویا یہ ایک اختیاری ابتلاء ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا اور انسان کو اس بات کی اجازت دی کہ اگر ٹھنڈے پانی سے تم وضو نہیں کر سکتے تو ہمت کرو اور آگ پر پانی گرم کر لو۔ اور اپنے گھر میں آگ موجود نہیں تو ہمسایہ کے گھر سے آگ لے کر پانی گرم کر لو اور گرم پانی سے وضو کرنے کے بعد اچھی طرح گرم کپڑے پہن لو تا تمہیں سردی محسوس نہ ہو۔ یا بعض اوقات لوگ مسجدوں میں حمام بنا دیتے ہیں جن میں پانی گرم رہتا ہے۔ پس جو لوگ غریب اپنے گھروں میں پانی گرم نہیں کر سکتے وہ مساجد میں جا کر حمام سے وضو کر سکتے ہیں یا اگر مسجد میں گرم حمام کا انتظام نہیں تو پھر اگر کوئی ہمت والا کنویں سے تازہ پانی کا ڈول نکال کر اس سے وضو کر لیتا ہے اس طرح بھی وہ سردی سے بچ جاتا ہے کیونکہ سردیوں میں کنویں کا تازہ پانی قدرے گرم ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی ذریعہ اس کے پاس موجود نہیں تو وہ اس طرح اپنی تکلیف کو دور کر سکتا ہے۔ اسی طرح فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ علی الصبح اٹھے اور نماز فجر پڑھے۔ اب سردیوں میں صبح کے وقت اٹھنا کتنا دوبھر ہوتا ہے لیکن انسان کے پاس اگر کافی سامان ہو تو یہ تکلیف بھی اسے محسوس نہیں ہو سکتی۔ مثلاً اگر اسے تہجد کی نماز پڑھنے کی عادت ہے تو وہ یہ کر سکتا ہے کہ تہجد کی نماز پڑھتے وقت کمرے کے دروازے اچھی طرح بند کرے تا کمرہ گرم رہے اور باہر کی ٹھنڈی ہوا اندر نہ آسکے۔ اسی طرح جب فجر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد کو جائے تو کمبل یا ڈلائی اوڑھ سکتا یا گرم کوٹ پہن کر جاسکتا ہے اور اگر کوئی غریب بھی ہو تو وہ بھی پھیٹی پرانی صدری یا کوٹ پہن کر جاسکتا اور سردی کے اثر سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے اور اگر کوئی شخص بالکل ہی غریب ہو اور اس کے پاس نہ کمبل ہو نہ ڈلائی نہ صدری نہ کوٹ تو اسے بھی زیادہ تکلیف نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسے شخص کو سردی کے برداشت کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جس چیز کا انسان عادی ہو جائے وہ اس کو تکلیف نہیں دیتی۔ میں نے دیکھا ہے کہ باورچی خانہ میں کام کرنے والی عورتیں اپنے ہاتھوں سے چولہے سے انگارے نکال لیتی ہیں اور انہیں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی حالانکہ ہم ان انگاروں کے قریب بھی نہیں جاسکتے۔ اسی نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ دوزخیوں کو جب دوزخ میں عذاب دیا جائے گا تو کچھ عرصہ کے بعد جب ان کی جلدیں پک جائیں گے اور انہیں عذاب سہنے کی عادت ہو جائے گی تو بَدَّلْنَهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا (النساء: 57) ہم ان

کے چہرے تبدیل کر دیں گے اور نیا چہرہ انہیں دے دیں گے۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 669 تا 671)

## ہم نے ہمیشہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھا ہے

اپنی جماعت کو یہ نصیحت کرنی چاہتا ہوں کہ اس بات کا خاص خیال رکھیں ہم اس وقت کمزور ہیں لیکن کہیں ہمیں بھی قوت اور طاقت حاصل ہوتی ہے۔ کوئی احمدی بڑا زمیندار یا تاجر یا کوئی افسر ہوتا ہے جہاں بھی ایسا ہو، چاہئے کہ اپنی طاقت کا صحیح استعمال کیا جائے۔ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ سارے ہندوستان میں کوئی ایسا زمیندار نہیں ہوگا جو اپنے مزارعین اور کسانوں سے ایسا سلوک کرے جو ہم یہاں کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی مالکان میں سے سارے ملک میں شاید کوئی اتنا بدنام نہیں ہوگا جتنا ہم ہیں۔ ہم تو قادیان کے واحد مالک ہیں لیکن کسی اور گاؤں میں جا کر دیکھ لو کوئی زمیندار چوتھے حصے کا ہی مالک کیوں نہ ہو کیا مجال جو اُس کے خلاف کوئی بات کر سکے مگر ہمارے سامنے سب بولتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے قریب کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ بندوبست کا کوئی تحصیلدار یا کوئی افسر یہاں آیا میں اُس زمانہ میں ابھی پڑھ رہا تھا، اس محکمہ کا شاید کوئی قاعدہ ہے کہ مالیہ وغیرہ کے متعلق کسی کو اعتراض ہو تو دریافت کر لیتے ہیں شاید ایسی ہی کوئی بات تھی یا کوئی اور بات تھی اور افسر یہاں آیا ہوا تھا مجھے بھی بلایا گیا تو ایک مزارع مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ جی! ان کو کیا پوچھتے ہو ان کا تو روپیہ میں ایک آنہ ہی ہے۔ کیا کہیں کوئی اور جگہ ہے جہاں کسان اس طرح بول سکیں حالانکہ جیسا سلوک ان لوگوں سے ہم یہاں کرتے ہیں ویسا اور کوئی نہ کرتا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ یہاں ایک مجسٹریٹ آیا اور آپ سے یہاں کے ہندوؤں کے متعلق ذکر کیا کہ وہ کچھ شاکھی ہیں آپ نے ہندوؤں کو بلایا اور اس کے سامنے ان پر اپنی نوازشیں گنوانی شروع کیں۔ آپ نے بتانا شروع کیا کہ ہم نے ان لوگوں کے لئے یہ کیا، یہ کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ سامنے بیٹھے ہیں ان سے کہیں انکار کر دیں۔ بڈھے شاہ وغیرہ سب بیٹھے تھے مگر کسی کو انکار کی جرات نہ ہوئی۔ اسی طرح یہاں کے ہندوؤں میں ایک دفعہ کچھ شورش ہوئی جو دراصل ان سب شورشوں کا پیش خیمہ ہے، ان دنوں بٹالہ کے ایک تحصیلدار جن کا نام شاید دیوان چند تھا یہاں آئے اور کہا کہ میں بطور سفارش آپ کے پاس آیا ہوں آپ ان کی شکایات کا خود ہی

علاج کر دیں۔ میں نے ان کے سامنے وہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام والا طریق پیش کیا اور بتایا کہ ان کے ساتھ فلاں موقع پر ہم نے یہ کیا اور فلاں موقع پر یہ کیا اور ان سے کہیں کہ ان میں سے ایک بات کا بھی انکار کر دیں انہوں نے تسلیم کیا کہ میں سمجھ گیا ہوں اب میں ان کی سفارش نہیں کروں گا اور ان کو جا کر ڈانٹا اور اس جھگڑے کی صلح صفائی کرادی۔ ہمارا سلوک ایسا ہے کہ گو کوئی ہمیں ظالم ہی کہے لیکن دلوں میں ہماری خوبی کو مانتے ہیں۔ اب بھی ان لوگوں کو کوئی مصیبت پیش آئے تو امداد کے لئے ہمارے پاس آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ظالم کے پاس مدد کے لئے کوئی نہیں جایا کرتا۔ ہماری عادت یہ نہیں کہ نام ظاہر کریں لیکن اگر ضرورت ہو تو میں ثابت کر سکتا ہوں کہ ہم نے ہندوؤں، سکھوں اور غیر احمدیوں سب کی مدد کی ہے۔ انہیں وظائف دیئے ہیں، کپڑے دیئے ہیں، روپے دیئے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو ان لوگوں کو سامنے بٹھا کر میں اقرار کر سکتا ہوں کہ تم لوگوں کی فلاں فلاں مدد کی گئی یا نہیں۔ 1928ء میں جب میں ڈلہوزی گیا تو قادیان کے لالہ شرمپت صاحب کے لڑکے لالہ گوگل چند صاحب تحصیلدار جو فوت ہو چکے ہیں، وہ بھی وہاں گئے، ہمارے ساتھ کی کوٹھی میں گجرات کے ایک رئیس جو غالباً آزیری مجسٹریٹ بھی تھے مقیم تھے، لالہ گوگل چند صاحب دو چار روز کے لئے ہی وہاں گئے تھے اور ان کے ساتھ تعلقات تھے اس لئے ان کے ہاں ہی ٹھہرے۔ ایک دن مجھے ملنے آئے تو کہا کہ آپ کو ایک بات بتاتا ہوں میں نے اپنے میزبان سے کہا تھا کہ آپ مرزا صاحب سے ابھی تک کیوں نہیں ملے تو وہ کہنے لگے کہ وہ تو اس قدر ظالم اور متعصب ہیں، ان سے میں کیسے مل سکتا تھا۔ وہ ہندوؤں سے بہت تعصب رکھتے ہیں۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ میں تو قادیان کا رہنے والا ہوں میں خوب جانتا ہوں کہ یہ سب باتیں جھوٹی ہیں۔ اس پر وہ حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ اچھا یہ بات ہے۔ بہر حال جو انصاف کرنے والا ہے وہ خواہ کتنا بدنام ہو جائے مگر پھر بھی کامیاب وہی ہوتا ہے اب بھی ہمارے خلاف بہت شور ہے مگر اب بھی میں ایسی تحریریں دکھا سکتا ہوں کہ کوئی جھگڑا ہوتا ہے کہتے ہیں آپ فیصلہ کر دیں۔ ہم بار بار کہتے ہیں کہ عدالت میں جاؤ مگر کہتے ہیں کہ نہیں آپ ہی فیصلہ کر دیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں اس زمانہ میں اس بات کی توفیق ملی ہے کہ انصاف قائم کریں گو اس وقت بدنام ہیں مگر یہ بدنامی زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی دلوں میں ہماری قدر خدا کے فضل سے ہے۔ مجھے ایک دوست نے سنایا کہ TRIBUNE میں جب

میری وفات کی غلط خبر شائع ہوئی تو ایک مخالف نے مجھے فون کیا کہ سناؤ کوئی خبر قادیان کے متعلق ہے مجھے چونکہ کئی لوگ پہلے بھی پوچھ چکے تھے اور مجھے غصہ چڑھا ہوا تھا اس لئے میں نے اسے کہا کہ چپ رہو مگر اس نے کہا کہ نہیں میں بدینتی سے نہیں پوچھتا بتاؤ کیا بات ہے مگر مجھے چونکہ غصہ تھا اس لئے میں نے پھر کہا کہ چپ رہو مگر اس نے کہا کہ خدا کے لئے بتاؤ کیا بات ہے مجھے فکر ہے اس لئے پوچھتا ہوں اور جب میں نے بتایا تو اُس نے ذرا پرے ہو کر کہا جس کی مجھے آواز آئی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَوَاللّٰہِ تَعَالٰی کے فضل سے مخالفوں کے دلوں میں بھی ہماری قدر ہے، تم کبھی یہ خیال بھی نہ کرو کہ ظلم کامیاب ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس وقت ہمیں بدنام کیا جا رہا ہے مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ یہ ہمیں دیتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ سب کچھ کیوں نہیں دیتے مگر جب انہیں معلوم ہوگا کہ رحم اور انصاف کی کیا حدود ہیں تو ضرور نادم ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو ہندو، سکھ، غیر احمدی سب رورہے تھے حالانکہ زندگی میں یہی لوگ آپ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ میں نے اس وقت جماعت کو ایک گُر بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو کبھی ہدایت نہیں دیتا اس لئے اپنے اعمال میں ظلم مت پیدا ہونے دو۔ اپنے رویہ میں نرمی رکھو۔ اللہ تعالیٰ دولت دے تو تمہارے اندر انکسار پیدا ہو، علم سے تواضع پیدا ہو اور وہ تمہیں جتنا اونچا کرے اُسی قدر جھکو اور کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے اس کے بندوں کو فائدہ پہنچاؤ۔ بادشاہ کی دولت رعایا کے لئے ہوتی ہے اور ملک کہہ کر اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ ہم تمہیں جو کچھ دیں گے بادشاہ کر کے دیں گے تا تم دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ، قدوسیت اس واسطے دیں گے کہ دوسروں کو پاک کرو، عزیز بنائیں گے تا دوسروں کو بڑا کرو عزیز اسے بھی کہتے ہیں جو دوسروں کو ذلیل نہ کرے، ہم تمہیں حکمت دیں گے مگر اس لئے کہ دوسروں کو سکھاؤ۔ جس پانی کا نکلنے کا رستہ نہ ہو وہ سڑ جاتا ہے۔ پس ہم تمہیں علم دیں گے لیکن اگر اس سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچاؤ گے تو یہ سڑ کر تمہارے دماغ میں تعفن پیدا کر دے گا۔“

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 168 تا 170)

## مخالفوں سے احسان کا سلوک

ایک دفعہ ایک افسر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک معاملہ میں کہا کہ یہ لوگ آپ کے شہری ہیں آپ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کریں تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ اس

بڑھے شاہ ہی کو پوچھو کہ آیا کوئی ایک موقعہ بھی ایسا آیا ہے جس سے اس نے اپنی طرف سے نیش زنی نہ کی ہو اور پھر اس سے ہی پوچھو کہ کیا کوئی ایک موقعہ بھی ایسا آیا ہے کہ جس میں میں اس پر احسان کر سکتا تھا اور پھر میں نے اس کے ساتھ احسان نہ کیا ہو۔ آگے وہ سر ڈال کر ہی بیٹھا رہا۔ یہ ایک عظیم الشان نمونہ تھا آپ کے اخلاق کا۔ پس ہماری جماعت کو بھی چاہئے کہ وہ اخلاق میں ایک نمونہ ہو۔ معاملات کی آپ میں ایسی صفائی ہو کہ اگر ایک پیسہ بھی گھر میں نہ ہو تو امانت میں ہاتھ نہ ڈالیں اور بات اتنی میٹھی اور ایسی محبت سے کریں کہ جو دوسرے کے دل پر اثر کرے۔ میں نے تو آج تک محبت سے زیادہ اثر کرنے والی کوئی بات نہیں دیکھی۔ اس لئے ہماری جماعت کا بھی محبت آمیز شعار ہو جانا چاہئے کہ جب کوئی بات کرے تو ہر آدمی محسوس کرے کہ اس کے اندر اخلاص ہے اور اس کا دل محبت سے بھرا ہوا ہے۔

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 278-277)

### تمام عزت خدا نے ہمارے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔

بغیر محنت دینی یا محنت دنیوی کے کوئی انسان عزت حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں تمام عزت خدا نے ہمارے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ اب عزت پانے والے یا ہمارے مرید ہوں گے۔ یا ہمارے مخالف ہوں گے چنانچہ فرماتے تھے مولوی ثناء اللہ صاحب کو دیکھ لو وہ کوئی بڑے مولوی نہیں ان جیسے ہزاروں مولوی پنجاب اور ہندوستان میں پائے جاتے ہیں ان کو اگر اعزاز حاصل ہے تو محض ہماری مخالفت کی وجہ سے۔ وہ لوگ خواہ اس امر کا اقرار کریں یا نہ مگر واقعہ یہی ہے کہ آج ہماری مخالفت میں عزت ہے یا ہماری تائید میں گویا اصل مرکزی وجود ہمارا ہی ہے اور مخالفین کو بھی اگر عزت حاصل ہوتی ہے تو ہماری وجہ سے۔ (تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 614)

### مولوی محمد حسین بٹالوی کا دعویٰ

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوانی کے دوست تھے اور آپ سے تعلق رکھنے والے تھے اور جو ہمیشہ آپ کے مضامین کی تعریف کیا کرتے تھے انہوں نے اس دعویٰ کے معاً بعد یہ اعلان کیا کہ میں نے ہی اس شخص کو بڑھایا تھا

اور اب میں ہی اسے تباہ کر دوں گا..... پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے رشتہ داروں نے اعلان کر دیا بلکہ بعض اخبارات میں یہ اعلان چھپوا بھی دیا کہ اس شخص نے دوکانداری چلائی ہے اس کی طرف کسی کو توجہ نہیں کرنی چاہئے اور اس طرح ساری دنیا کو انہوں نے بدگمان کرنے کی کوشش کی پھر یہ میرے ہوش کی بات ہے کہ بہت سے کام کرنے والے لوگوں نے جو زمیندارہ انتظام میں گمیں کہلاتے ہیں آپ کے گھر کے کاموں سے انکار کر دیا اس کے محرک دراصل ہمارے رشتہ دار ہی تھے۔ غرض اپنوں اور بیگانوں نے مل کر آپ کو مٹانا اور آپ کو تباہ اور برباد کر دینا چاہا۔ مگر خدا نے اپنے بندے سے کہا:

”دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا سے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔“

ایک بے کس اور بے بس انسان قادیان جیسی بستی میں جہاں ہفتہ میں صرف ایک دفعہ ڈاک آیا کرتی تھی جہاں ایک پرائمری سکول بھی نہ تھا۔ جہاں ایک روپیہ کا آٹا بھی لوگوں کو میسر نہیں آتا تھا گھڑا ہوتا ہے اور پھر وہ انسان بھی ایسا ہے جو نہ مولوی ہے اور نہ بہت بڑی جائیداد کا مالک ہے۔ (بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شریف خاندان میں سے تھے مگر راجوں اور نوابوں کی طرح بہت بڑی جائیداد کے مالک نہیں تھے) وہ اٹھ کر دنیا کے سامنے یہ اعلان کرتا ہے اور پہلے دن ہی کہتا ہے کہ خدا میرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا اور کون ہے جو آج کہہ سکے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام دنیا کے کناروں تک نہیں پہنچا۔

(الفضل 13 نومبر 1940ء جلد 28 نمبر 258 صفحہ 2 تا 3)

## جماعت سے تعلق رکھنے والوں پر علوم کی راہیں کھلتی ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ہماری جماعت سے تعلق رکھنے والوں پر دینی اور دنیوی علوم کی راہیں کھل جاتی ہیں اور ایسی باتیں ذہن میں آنے لگتی ہیں جو بڑے بڑے عالموں کو نہیں سوجھتیں۔ ہمارے ہاں ایک ملازم ہوتا تھا پہاڑ کا رہنے والا تھا اسے گنٹھیا کی بیماری ہو گئی تھی اور اس کے رشتہ داروں نے اسے گھر سے نکال دیا تھا کہ تو کماتا کچھ نہیں اس لئے ہم تیرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ وہ اپنا علاج کرانے کے لئے چلا آیا۔ کسی نے اسے بتایا قادیان کے مرزا صاحب بھی علاج کرتے ہیں وہاں جاؤ یہ سن کر وہ قادیان میں آ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا



علاج کیا اور وہ اچھا ہو گیا پھر وہ آپ کے پاس ہی رہ پڑا۔ اس کے رشتہ دار اسے لینے کے لئے بھی آئے مگر اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنی دماغی کیفیت کی وجہ سے دین سے اس قدر ناواقف تھا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اولؓ نے اس سے پوچھا تمہارا کیا مذہب ہے تو اس نے کہا مجھے تو پتا نہیں ہمارے بچوں کو معلوم ہوگا ان کو آپ لکھیں وہ بتا دیں گے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے اسے نماز پڑھنے کے لئے کہا اور چونکہ بہت معمولی سمجھ کا آدمی تھا نماز کا شوق دلانے کے لئے اسے کہا اگر تم پانچ وقت کی نمازیں پڑھ لو تو دو روپے دوں گا۔ اس نے کہا میں نماز میں کیا پڑھوں آپ نے بتایا تم سبحان اللہ۔ سبحان اللہ کہتے رہنا وہ مغرب کی نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اندر سے کسی خادمہ نے اسے آواز دی کہ کھانا لے جاؤ۔ ایک دو آوازوں پر تو چپ رہا پھر کہنے لگا ذرا ٹھہرو نماز پڑھ لوں تو آتا ہوں۔ یہ تو اس کی حالت تھی۔ اس زمانہ میں احمدیت کی مخالفت ہوتی تھی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سٹیشن پر جا کر لوگوں کو قادیان جانے سے روکا کرتے تھے۔ کبھی کبھی حضرت صاحب کی تار لے کر یا کسی اور کام کے لئے وہ نوکر بھی جس کا نام پیرا تھا اسٹیشن پر جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب نے اسے کہا تو کیوں وہاں بیٹھا ہے یہاں چلا آ۔ جب مولوی صاحب نے اسے بہت تنگ کیا تو اس نے کہا میں اور تو کچھ جانتا نہیں مگر اتنا پتہ ہے کہ مرزا صاحب یہاں سے گیارہ میل دور بیٹھے ہیں ان کے پاس تو لوگ جاتے ہیں اور تمہارے روکنے کے باوجود جاتے ہیں مگر تم یہاں روزا کیلے ہی آتے ہو اور اکیلے ہی چلے جاتے ہو کوئی تو بات ہے کہ مرزا صاحب کے پاس لوگ آتے ہیں۔ اب دیکھو وہ نصرت اور تائید کے الفاظ نہ جانتا تھا مگر یہ جانتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کے پاس جو لوگ آتے ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب کے پاس نہیں جاتے تو اس میں کوئی خاص بات ہے یا نہیں یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی مائل ہو جاتا ہے یا صحیح پر چلنے والوں کے پاس ہی بیٹھتا ہے تو وہ بھی کچھ نہ کچھ حاصل کر لیتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 305-304)

### حضرت مسیح موعودؑ کا ماضی

ہر ایک بدی بتدریج پیدا ہوتی ہے یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک شخص رات کے وقت صادق سوئے اور صبح کو بدترین جھوٹ کا مرتکب ہو کر پہلے تو انسانوں پھر بھی جھوٹ نہ بولتا تھا اور اب خدا پر جھوٹ بولنے لگا۔ اس کے مطابق ہم حضرت مرزا صاحب کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی کو دیکھتے

ہیں تو آپ نے یہاں کے ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کو بار بار اعلان فرمایا کہ کیا تم میری پہلی زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی بلکہ آپ کی پاکیزگی کا اقرار کرنا پڑا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں سخت ترین مخالف ہو گیا اس نے اپنے رسالہ میں آپ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی اور مسٹر ظفر علی خان کے والد نے اپنے اخبار میں آپ کی ابتدائی زندگی کے متعلق گواہی دی کہ بہت پاکباز تھے۔ پس جو شخص چالیس سال تک بے عیب رہا اور اس کی زندگی پاکباز رہی وہ کس طرح راتوں رات کچھ کا کچھ ہو گیا اور بگڑ گیا۔ علماء نفس نے مانا ہے کہ ہر عیب اور اخلاقی نقص آہستہ آہستہ پیدا ہوا کرتا ہے ایک دم کوئی تغیر اخلاقی نہیں ہوتا ہے۔ پس دیکھو کہ آپ کا ماضی کیسا بے عیب اور بے نقص اور روشن ہے۔

(معیار صداقت انوار العلوم جلد 6 صفحہ 60-61)

## حضرت مسیح موعودؑ کا حال

جو خدا کا رسول ہو اس کے ساتھ خدا کی نصرت ہوتی ہے اگر نصرت نہیں تو وہ خدا کا مرسل اور رسول نہیں لوگ قریب ہوتا ہے کہ اس کو ہلاک کر دیں مگر خدا کی نصرت آتی ہے اور اُس کو کامیاب کرتی ہے اور اُس کے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ یہی معاملہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں ہوا۔ آپ کو طرح طرح سے مارنے کی کوشش کی گئی۔ لوگ مارنے پر متعین ہوئے جن کا علم ہو گیا اور وہ اپنے ارادے میں ناکام ہوئے، مقدمے آپ پر جھوٹے اقدام قتل کے بنائے گئے۔ چنانچہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا بنایا اور ایک شخص نے کہہ بھی دیا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب نے متعین کیا تھا۔ مجسٹریٹ وہ جو اس دعویٰ کے ساتھ آیا تھا کہ اس مدعی مہدویت و مسیحیت کو اب تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں میں پکڑوں گا مگر جب مقدمہ ہوتا ہے وہی مجسٹریٹ کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ جھوٹا مقدمہ ہے۔ بار بار اس نے یہی کہا اور آخر اُس شخص کو عیسائیوں سے علیحدہ کر کے پولیس افسر کے ماتحت رکھا گیا اور وہ شخص رو پڑا اور اس نے بتا دیا کہ مجھے عیسائیوں نے سکھایا تھا اور خدا نے اس جھوٹے الزام کا قلع قمع کر دیا۔ اسی طرح ہماری جماعت کے پُر جوش مبلغ مولوی عمر الدین صاحب شملوی اپنا واقعہ سنایا کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی معیار پر پرکھ کر احمدی ہوئے ہیں۔ وہ سناتے ہیں کہ شملہ میں مولوی محمد حسین اور مولوی عبدالرحمن سیاح اور چند اور آدمی مشورہ کر رہے تھے کہ اب

مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیا طریق اختیار کرنا چاہئے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اعلان کر چکے ہیں کہ میں اب مباحثہ نہیں کروں گا ہم اشتہار مباحثہ دیتے ہیں اگر وہ مقابلہ پر کھڑے ہو جائیں گے تو ہم کہیں گے کہ انہوں نے جھوٹ بولا کہ پہلے تو اشتہار دیا تھا کہ ہم مباحثہ کسی سے نہ کریں گے اور اب مباحثہ کے لئے تیار ہو گئے اور اگر مباحثہ پر آمادہ نہ ہوئے تو ہم شور مچادیں گے کہ دیکھو مرزا صاحب ہار گئے ہیں۔ اس پر مولوی عمر الدین نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے میں جاتا ہوں اور جا کر ان کو قتل کر دیتا ہوں۔ مولوی محمد حسین نے کہا کہ لڑکے تجھے کیا معلوم یہ سب کچھ کیا جا چکا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جس کی خدا اتنی حفاظت کر رہا ہے وہ خدا ہی کی طرف سے ہوگا۔ انہوں نے جب بیعت کر لی تو واپس جاتے ہوئے مولوی محمد حسین بٹالہ کے سٹیشن پر ملے اور کہا تو کدھر؟ انہوں نے کہا کہ قادیان بیعت کر کے آیا ہوں۔ کہا تو بہت شریر ہے تیرے باپ کو لکھوں گا۔ انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب یہ تو آپ ہی کے ذریعہ ہوا ہے جو کچھ ہوا ہے۔ پس مخالف اس کو مارنا چاہتے ہیں وہ پچایا جاتا ہے۔ خدا اس کی اپنے تازہ علم سے نصرت کرتا اور ہر میدان میں اس کو عزت دیتا ہے۔

(معیار صداقت۔ انوار العلوم جلد 6 صفحہ 61-62)

## ظاہری علم پر بزرگی کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی

اگر ظاہری علم پر ہی فضیلت اور بزرگی کی بنیاد رکھی جائے۔ تو نَعُوذُ بِاللّٰهِ دُنْيَا کے سارے انبیاء کو جھوٹا کہنا پڑے گا کیونکہ ان کا مقابلہ کرنے والے ”علماء“ ہی ہوئے ہیں..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ان ہی لوگوں نے مقابلہ کیا جو اپنے آپ کو ظاہری علوم کے لحاظ سے بہت بڑا عالم سمجھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نہایت حقارت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ”منشی غلام احمد“ لکھا کرتے تھے۔ گویا آپ نَعُوذُ بِاللّٰهِ صرف منشی ہیں کہ دو چار سطریں لکھ لیتے ہیں عالم نہیں اور وہ اس بات پر بہت خوش ہوتے کہ میں نے انہیں ”منشی“ لکھا ہے۔ مجھے یاد ہے میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کہ مولوی سید محمد احسن صاحب امر وہوی نے کسی مجلس میں بیان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے میری نسبت تو یہ لکھا ہے کہ یہ مولوی ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اس نے یہ لکھا ہے کہ وہ منشی ہیں۔ مجھے اس وقت بھی ان کی یہ بات بری معلوم ہوئی تھی اور آج بھی بری محسوس ہوتی ہے۔ ان کے دل میں

شاید مولویت کی کوئی قدر ہو تو ہو ہمیں تو کوئی مولوی کہہ دے تو چڑا آ جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ مولوی کا لفظ بُرا ہے۔ مولوی عربی کا ایک لفظ ہے اور یہ مولائی سے بنا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا مولا، ہمارا سردار اور ہمارا اُستاد مگر اب مولوی کے لفظ کا استعمال جن لوگوں پر شروع ہو گیا ہے اُن کو دیکھتے ہوئے اس بات سے شرم آتی ہے کہ کوئی ہمیں مولوی کہہ دے۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 389-390)

## مخالفین کا بائیکاٹ اور ایذا رسانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بائیکاٹ بھی ہم نے دیکھا۔ وہ وقت بھی دیکھا جب جوڑھوں کو صفائی کرنے اور سقوں کو پانی بھرنے سے روکا جاتا۔ پھر وہ وقت بھی دیکھا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں باہر تشریف لے جاتے تو آپ پر مخالفین کی طرف سے پتھر پھینکے جاتے اور وہ ہر رنگ میں ہنسی اور استہزاء سے پیش آتے۔ مگر ان تمام مخالفتوں کے باوجود کیا ہوا، آپ جتنے لوگ اس وقت یہاں بیٹھے ہیں، آپ میں سے پچانوے فیصدی وہ ہیں جو اس وقت مخالف تھے یا مخالفوں میں شامل تھے مگر اب وہی پچانوے فیصدی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ساتھ شامل ہیں۔ پھر حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد جماعت میں جو شور اٹھا اس کا کیا حشر ہوا۔ اس فتنہ کے سرگروہ وہ لوگ تھے جو صدر انجمن پر حاوی تھے اور تحقیر کے طور پر کہا کرتے تھے کہ کیا ہم ایک بچہ کی غلامی کر لیں۔ خدا تعالیٰ نے اسی بچے کا ان پر ایسا رعب ڈالا کہ وہ قادیان چھوڑ کے بھاگ گئے اور اب تک یہاں آنے کا نام نہیں لیتے۔ انہیں لوگوں نے اس وقت بڑے غرور سے کہا تھا کہ جماعت کا اٹھانوے فیصدی حصہ ہمارے ساتھ ہے اور دو فیصدی ان کے ساتھ۔ مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو فیصدی بھی ان کے ساتھ نہیں رہا اور اٹھانوے فیصدی بلکہ اس سے بھی زیادہ ہماری جماعت میں شامل ہو چکا ہے۔ غرض ہر رنگ میں ہماری مخالفت کی گئی، مقامی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمیشہ کامیاب رکھا ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے ہمیں مخالفتوں کا کیا ڈر ہو سکتا ہے۔ (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 207)

## کشفی حالت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ مجھے ایک دفعہ پچپش کی شکایت

تھی اور چونکہ مجھے بار بار قضائے حاجت کے لئے جانا پڑتا تھا اس لئے میں چاہتا تھا کہ پاخانہ کی اچھی طرح صفائی ہو جائے تاکہ طبیعت میں انقباض پیدا نہ ہو۔ خاکروبہ آئی تو میں نے اسے پوچھا کہ تم نے جگہ صاف کر دی ہے اس وقت شاید اس نے جھوٹ بولا یا کوئی کونہ صاف کرنا اسے بھول گیا تھا کہ اس نے جواب میں کہا میں نے جگہ صاف کر دی ہے۔ اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کشفی حالت طاری ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ ایک کونہ میں نجاست پڑی ہے۔ اس پر آپ نے اسے کہا تم جھوٹ کیوں بولتی ہو فلاں کونہ تو ابھی گندہ ہے اور تم نے اس کی صفائی نہیں کی۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گئی کہ انہیں اندر بیٹھے کس طرح علم ہو گیا ہے کہ میں نے پوری صفائی نہیں کی۔ (تذکرہ صفحہ 465) یہ نظارہ بھی منفرد اور مشترک دونوں رنگ رکھتا ہے یعنی کبھی صرف ایک شخص کو نظارہ دکھایا جاتا ہے اور کبھی ویسا ہی نظارہ دوسروں کو بھی دکھایا جاتا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 447)

### قادیان کی ترقی کی پیشگوئی

ایک زمانہ تھا کہ یہاں احمدیوں کو مسجدوں میں نہیں جانے دیا جاتا تھا۔ مسجد کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ چوک میں کیلے گاڑ دیئے گئے تا نماز پڑھنے کے لئے جانے والے گریں اور کنوئیں سے پانی نہیں بھرنے دیا جاتا تھا بلکہ یہاں تک سختی کی جاتی تھی کہ گھمراؤں کو ممانعت کر دی گئی تھی کہ احمدیوں کو برتن بھی نہ دیں۔ ایک زمانہ میں یہ ساری مشکلات تھیں مگر اب وہ لوگ کہاں ہیں۔ ان کی اولادیں احمدی ہو گئی ہیں اور وہی لوگ جنہوں نے احمدیت کو مٹانے کی کوشش کی ان کی اولاد اسے پھیلانے میں مصروف ہے۔ یہی مدرسہ جس جگہ واقع ہے یہاں پرانی روایات کے مطابق جن رہا کرتے تھے اور کوئی شخص دو پہر کے وقت بھی اس راستہ سے اکیلا نہ گزر سکتا تھا۔ اب دیکھو۔ وہ جن کس طرح بھاگے۔ مجھے یاد ہے۔ اس (ہائی سکول والے) میدان سے جاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک رویا سنایا تھا کہ قادیان بیاس تک پھیلا ہوا ہے اور شمال کی طرف بھی بہت دور تک اس کی آبادی چلی گئی ہے۔ اس وقت یہاں صرف آٹھ دس گھر احمدیوں کے تھے اور وہ بھی بہت تنگ دست۔ باقی سب بطور مہمان آتے تھے لیکن اب دیکھو خدا تعالیٰ نے کس قدر ترقی اسے دی ہے۔

(الحکم سیرت مسیح موعودؑ نمبر مورخہ 21 تا 28 مئی و 7 تا 14 جون 1943ء صفحہ 11 جلد 47 نمبر 19 تا 22)

## کرامت دکھائیں تو سب مولوی مان لیں گے

لدھیانہ میں ایک شخص میر عباس علی تھے۔ وہ حضرت صاحب سے بہت خلوص رکھتے تھے حتیٰ کہ ان کی موجودہ حالت کے متعلق حضرت صاحب کو الہام بھی ہوا تھا۔ لدھیانہ میں جب حضرت مسیح موعودؑ اور محمد حسین کا مباحثہ ہوا تو میر عباس علی حضرت صاحب کا کوئی پیغام لے کر گئے۔ ان کے مولوی محمد حسین وغیرہ مولویوں نے بڑے احترام اور عزت سے ہاتھ چومے کہا۔ آپ آل رسول ہیں آپ کی تو ہم بھی بیعت کر لیں لیکن یہ مغل کہاں سے آ گیا ہے۔ اگر کوئی ما مور آتا تو سادات میں سے آنا چاہئے تھا۔ پھر کچھ تصوف و صوفیاء کا ذکر شروع کر دیا۔ میر صاحب کو صوفیاء سے بہت اعتقاد تھا۔ مولویوں نے کچھ ادھر ادھر کے قصے بیان کر کے کہا کہ صوفیاء تو اس قسم کے عجوبے دکھایا کرتے تھے۔ اگر مرزا صاحب بھی کچھ ہیں تو کوئی عجوبہ دکھلائیں۔ ہم آج ہی ان کو مان لیں گے۔ مثلاً وہ کوئی سانپ پکڑ کر دکھائیں۔ یا اور کوئی اس قسم کی بات کریں۔ میر عباس علی کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور جب حضرت صاحب کے پاس آئے تو کہا کہ حضور اگر کوئی کرامت دکھائیں تو سب مولوی مان لیں گے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جب کرامت کا لفظ ان کی زبان سے نکلا تو اسی وقت مجھے یقین ہو گیا کہ بس میر صاحب کو مولویوں نے پھندے میں پھنسا لیا۔ اس پر حضرت صاحب نے ان کو بہت سمجھایا مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ تو وسوسہ انداز لوگ ایک سوراخ تلاش کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ انسان کے دل میں وسوسہ ڈال دیتے ہیں جس سے اُسے ٹھوکر لگ جاتی ہے۔

قادیان میں بھی ایسے لوگ ہیں جن کا یہ کام ہے کہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالیں۔ بیعت بھی کی ہوئی ہے، اپنے آپ کو مخلص بھی قرار دیتے ہیں، مگر وسوسہ اندازی سے باز نہیں آتے۔ ایسے لوگوں سے محفوظ رہنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ انسان سچے دل سے **أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ** پڑھے گا۔ جو پڑھے گا یقیناً اللہ تعالیٰ اسے وسوسہ سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا اور شیطان غالب نہیں آسکتا۔ شیطان کو اقتدار نہیں دیا گیا۔

## میر عباس علی لدھیانوی

انسانی علم بالکل محدود ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ ایک چیز کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ وہ اچھی ہے لیکن اس کا نتیجہ خراب ہوتا ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میر عباس علی لدھیانوی کے متعلق ایک وقت علم دیا گیا کہ وہ نیک ہے تو آپ اُس کی تعریف فرمانے لگے۔ مگر چونکہ اُس وقت آپ کو اُس کے انجام کا علم نہیں تھا اس لئے آپ کو پتہ نہ لگا کہ ایک دن وہ مرتد ہو جائے گا۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم دے دیا۔ غرض انسانی علم بہت ہی محدود ہے صرف خدا تعالیٰ ہی کامل علم رکھتا ہے جو سب پر حاوی ہے اور کوئی شخص اس کے علوم کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 583)

## تکبر کی بجائے احسانات کا شکر گزار ہونا چاہئے

دعا ہے جو ہم ہمیشہ مانگتے رہتے ہیں اور جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ عام مومن تو کجا منعم علیہ شخص بھی مغضوب اور ضال ہونے کے خطرہ میں ہر وقت گھرا ہوا ہے اور بعض دفعہ انسان روحانی لحاظ سے بہت بلند مقام پر پہنچ کر بھی ایسا گرتا ہے کہ اس کے اندر ایمان کا شائبہ تک نہیں رہ جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لدھیانہ کے ایک شخص کے متعلق جو آپ سے نہایت گہری ارادت ظاہر کرتا تھا ایک دفعہ ایک الہام ہوا جس میں اس کی روحانی طاقتوں کی بہت بڑی تعریف کی گئی تھی۔ مگر بعد میں وہ مرتد ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس کے متعلق تو الہام الہی میں تعریف آچکی تھی پھر یہ کیوں مرتد ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا بے شک الہام میں اس کی تعریف موجود تھی اور اللہ تعالیٰ کا کلام بتا رہا تھا کہ وہ اعلیٰ روحانی طاقتیں رکھتا تھا۔ لیکن جب اس نے ان طاقتوں سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور اس میں کبر اور غرور پیدا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہو گیا اور وہ مرتد ہو گیا۔ تو سورہ فاتحہ کی دعا ہمیں بتاتی ہے کہ نفاق اور کفریہ دو چیزیں انسان کے ساتھ ہر وقت لگی ہوئی ہیں اور یہ دونوں مرضیں منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کے بعد انسان پر حملہ آور ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان کے پیدا ہونے کے دو سبب ہوتے ہیں۔ ایک مرض تو اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب

انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اس کے فضل سے نوازا شروع کرتے ہیں اور وہ ایمان میں اعلیٰ درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن بجائے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر گزار ہونے کے وہ تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کسی وقت خدا تعالیٰ کی یا اس کے پیاروں اور مقبول بندوں کی کوئی ایسی گستاخی کر بیٹھتا ہے جس کے نتیجے میں وہ تمام انعامات سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے آ جاتا ہے۔ گویا یہ اللہ تعالیٰ یا اس کے پیاروں سے لڑائی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ تمام درجات سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہو جاتا ہے یا پھر یہ مرض اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ غلو کرنے لگ جاتا ہے اور ایسی جگہ انکسار کرنے لگ جاتا ہے جہاں اس کے لئے انکسار جائز نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں اس کے اندر تکبر نہیں ہوتا بلکہ انکسار ہوتا ہے اور انکسار بھی جب حد سے بڑھ جائے تو ایک مقام پر جرم بن جاتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 385-386)

## سچائی پر ثبات قدم

بے شک خالص جھوٹ بہت کم لوگ بولتے ہیں جہاں نقصان کا اندیشہ ہو صرف وہاں ایسا جھوٹ بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہم نقصان سے بچ جائیں گے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ کامیابی جھوٹ کے نہ بولنے میں ہی ہوتی ہے۔ حضرت صاحب کا ہی واقعہ ہے آپ نے ایک پیکٹ میں خط ڈال دیا۔ اس کا ڈالنا ڈاکخانہ کے قواعد کی رو سے منع تھا مگر آپ کو اس کا علم نہ تھا۔ ڈاکخانہ والوں نے آپ پر نالاش کر دی اور اس کی پیروی کے لئے ایک خاص افسر مقرر کیا کہ آپ کو سزا ہو جائے اور اس پر بڑا زور دیا اور کہا کہ ضرور سزا ملنی چاہئے تاکہ دوسرے لوگ ہوشیار ہو جائیں۔ حضرت صاحب کے وکیل نے آپ کو کہا بات بالکل آسان ہے آپ کا پیکٹ گواہوں کے سامنے تو کھولا نہیں گیا آپ کہہ دیں کہ میں نے خط الگ بھیجا تھا شرارت اور دشمنی سے کہا جاتا ہے کہ پیکٹ میں ڈالا تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا یہ تو جھوٹ ہوگا وکیل نے کہا اس کے سوا تو آپ بچ نہیں سکتے۔ آپ نے فرمایا خواہ کچھ ہو میں جھوٹ تو نہیں بول سکتا۔ چنانچہ عدالت میں جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے پیکٹ میں خط ڈالا تھا؟ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں میں نے ڈالا تھا مگر مجھے ڈاکخانہ کے اس قاعدہ کا علم نہ



تھا اس پر استغاثہ کی طرف سے لمبی چوڑی تقریر کی گئی اور کہا گیا کہ سزا ضرور دینی چاہئے۔ تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں تقریر چونکہ انگریزی میں تھی اس لئے میں اور تو کچھ نہ سمجھتا لیکن جب حاکم تقریر کے متعلق No-No (نو-نو) کہتا تو اس لفظ کو سمجھتا۔ آخر تقریر ختم ہوئی تو حاکم نے کہہ دیا۔ بری اور کہا جب اس نے اس طرح سچ سچ کہہ دیا تو میں بری ہی کرتا ہوں۔ پھر لوگ ہنسی مذاق میں جھوٹ بول لیتے ہیں مگر یہ بھی ناجائز ہے اور یہ بھی جھوٹ ہی ہے اس سے بھی بچنا چاہئے۔ (اصلاح نفس۔ انوار العلوم جلد نمبر 5 صفحہ 435-434)

### مقدمہ مارٹن کلارک الہی تائید اور نصرت

دنیا کی کوئی قوم ہماری مددگار نہیں۔ پس آپ خدا سے دعائیں کریں کہ وہ ہمارا ہو جائے جب وہ ہمارا ہو جائے تو کسی قوم کی عداوت ہمیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ خدا تعالیٰ کے انبیاء کی بہت بڑی شان ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور انکساری اور خشوع و خضوع میں ان کے برابر کوئی نہیں ہوتا اور خدا تعالیٰ کی ان پر نظر ہوتی ہے ایسے قرب کے مقام پر ہوتے ہوئے بھی جہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور دوستوں کو ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ کے دوران میں دعا کے لئے فرمایا وہاں مجھے بھی دعا کے لئے ارشاد فرمایا اس وقت میری عمر دس سال کی تھی اور یہ عمر ایسی ہوتی ہے کہ مذہب کا بھی کوئی ایسا احساس نہیں ہوتا۔

میں نے اس وقت رویا میں دیکھا کہ ہمارے گھر میں پولیس کے لوگ جمع ہیں اور دوسرے لوگ بھی ہیں۔ پاتھیوں کا (اوپلوں کا) ڈھیر ہے جس کو وہ آگ لگانا چاہتے ہیں لیکن جب بھی وہ آگ لگاتے ہیں آگ بجھ جاتی ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ آؤ تیل ڈال کر پھر آگ لگائیں تب انہوں نے تیل ڈالا لیکن پھر بھی آگ نہ لگی۔ اس وقت میری نظر اوپر کی طرف گئی اور میں نے دیکھا کہ ایک لکڑی پر موٹے الفاظ میں لکھا ہوا ہے کہ خدا کے بندوں کو کوئی نہیں جلا سکتا۔ پس اگر خدا ہمارا ہو جائے اور اس کی رضا ہمیں حاصل ہو جائے تو دنیا ہزار روکیں ہماری راہ میں پیدا کرے۔ ہمارا کچھ نقصان نہیں کر سکتی اور اگر خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو دنیا کی بادشاہتیں اور حکومتیں بھی ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔

## خدا کے نیک بندوں کو کون جلا سکتا ہے

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب پادری مارٹن کلارک نے مقدمہ کیا تو میں نے گھبرا کر دعا کی۔ رات کو روایا میں دیکھا کہ میں سکول سے آ رہا ہوں اور اُس گلی میں سے جو مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے مکانات کے نیچے ہے اپنے مکان میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہاں مجھے بہت سی باوردی پولیس دکھائی دیتی ہے پہلے تو اُن میں سے کسی نے مجھے اندر داخل ہونے سے روکا، مگر پھر کسی نے کہا یہ گھر کا ہی آدمی ہے اسے اندر جانے دینا چاہئے۔ جب ڈیوڑھی میں داخل ہو کر اندر جانے لگا تو وہاں ایک تہہ خانہ ہوا کرتا تھا جو ہمارے دادا صاحب مرحوم نے بنایا تھا۔ ڈیوڑھی کے ساتھ سیڑھیاں تھیں جو اس تہہ خانہ میں اُترتی تھیں۔ بعد میں یہاں صرف ایندھن اور پیسے پڑے رہتے تھے۔ جب میں گھر میں داخل ہونے لگا تو میں نے دیکھا کہ پولیس والوں نے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا کیا ہوا ہے اور آپ کے آگے بھی اور پیچھے بھی اوپلوں کا انبار لگایا ہوا ہے۔ صرف آپ کی گردن مجھے نظر آ رہی ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ سپاہی ان اوپلوں پر مٹی کا تیل ڈال کر آگ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب میں نے انہیں آگ لگاتے دیکھا تو میں نے آگے بڑھ کر آگ بجھانے کی کوشش کی۔ اتنے میں دو چار سپاہیوں نے مجھے پکڑ لیا۔ کسی نے کمر سے اور کسی نے قمیص سے اور میں سخت گھبرایا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ اوپلوں کو آگ لگا دیں۔ اسی دوران میں اچانک میری نظر اوپر اُٹھی اور میں نے دیکھا کہ دروازے کے اوپر نہایت موٹے اور خوبصورت حروف میں یہ لکھا ہوا ہے کہ:-

”جو خدا کے پیارے بندے ہوتے ہیں اُن کو کون جلا سکتا ہے“

تو اگلے جہان میں ہی نہیں یہاں بھی مومنوں کے لئے سلامتی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایسے بیسیوں واقعات دیکھے کہ آپ کے پاس گو نہ تلوار تھی نہ کوئی اور سامانِ حفاظت مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کے سامان کر دیئے۔

(سیر روحانی (3)، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 383)

مولوی محمد حسین بٹالوی کو کرسی نہ ملی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بھی لوگوں نے سازشیں کی اور قتل کے مقدمات

دائرے کے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مخالفین کو اپنے مقاصد میں نامراد رکھا۔ ایسے ہی اقدام قتل کے ایک مقدمہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف عدالت میں گواہی دینے کے لئے آیا اور اس امید پر آیا کہ مرزا صاحب کو تھکڑی اگر نہ لگی ہوگی تو عدالت میں (نعوذ باللہ) ذلیل حالت میں کھڑے ہوں گے مگر باوجود اس کے کہ وہ انگریز ڈپٹی کمشنر جس کے سامنے مقدمہ پیش تھا، ہمارے سلسلہ کا سخت مخالف تھا اور اس نے ضلع میں تعینات ہوتے ہی کہا تھا کہ یہ شخص جو ہمارے یسوع مسیح کی تہک کرتا ہے اب تک بچا ہوا ہے اسے سزا کیوں نہیں دی جاتی مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سامنے پیش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرف کیا کہ آپ کی شکل دیکھتے ہی اس کا بغض دور ہو گیا اور اس نے اپنے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹھنے کے لئے کرسی بچھا دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر بیٹھ گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو آیا ہی اسی لئے تھا کہ آپ کو ذلت کی حالت میں دیکھے، اس نے جب دیکھا کہ آپ کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں تو برداشت نہ کرتے ہوئے اس نے کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر سے سوال کیا کہ مجھے بھی کرسی دی جائے۔ اس نے یہ خیال کیا کہ جب مجرم کے لئے کرسی بچھائی جاتی ہے تو گواہ کو کیوں کرسی نہیں ملے گی۔ مگر کپتان ڈگلس نے جب یہ بات سنی تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے غضبناک ہو کر کہا تجھے کرسی نہیں ملے گی۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا میرے باپ کو لاٹ صاحب کے دربار میں کرسی ملا کرتی تھی، مجھے بھی کرسی دی جائے۔ میں اہلحدیث کا ایڈووکیٹ ہوں اور میرا حق ہے کہ مجھے کرسی ملے۔ تب کپتان ڈگلس نے کہا۔ بک بک مت کر پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہو جا۔ اب بجائے اس کے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تذلیل دیکھتا خدا تعالیٰ نے اسے ذلیل کر دیا۔ پھر یہ تو کمرہ کے اندر کا واقعہ تھا۔ جب مولوی صاحب باہر نکلے تو لوگوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ گویا اندر بھی انہیں کرسی ملی ہے، برآمدے میں ایک کرسی پڑی تھی اس پر بیٹھ گئے لیکن چونکہ نوکر وہی کچھ کرتے ہیں جو وہ اپنے آقا کو کرتے دیکھتے ہیں۔ چپڑاسی نے جب دیکھا کہ مولوی صاحب کو اندر تو کرسی نہیں ملی اور اب برآمدے میں کرسی پر آ بیٹھے ہیں۔ اسے خیال آیا کہ اگر صاحب بہادر نے دیکھ لیا تو وہ مجھ پر ناراض ہوگا۔ وہ دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا آپ کو یہاں پر بیٹھنے کا حق نہیں اٹھ جائیے۔ اس طرح باہر کے لوگوں نے بھی دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کی عدالت میں کتنی عزت ہوئی۔

مولوی صاحب اس پر غصہ میں جل بھن کر آگے بڑھے تو کسی شخص نے زمین پر چادر بچھائی ہوئی تھی، اس پر بیٹھ گئے مگر اتفاق کی بات ہے چادر والا بھی جھٹ آپہنچا اور کہنے لگا میری چادر چھوڑ دو یہ تمہارے بیٹھنے سے پلید ہوتی ہے کیونکہ تم ایک مسلمان کے خلاف عیسائیوں کی طرف سے عدالت میں گواہی دینے آئے ہو۔ تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نصرت آتی ہے تو کوئی شخص اسے روک نہیں سکتا۔ پولیس کے افسر اور سپاہی کیا بڑے سے بڑے آدمی کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور ایک سیکنڈ میں اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ہلاک کر سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا اور اس سے دعائیں کرو۔ ہاں مومنوں کے لئے ابتلاؤں کا آنا بھی مقدر ہوتا ہے۔ سو اگر صبر سے کام لو گے اور دعائیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان ابتلاؤں کو دور کر دے گا۔ (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 184 تا 186)

### اللہ تعالیٰ دلوں کا حاکم ہے

جب مخالف دیکھتا ہے کہ یہ لوگ شفقت و محبت سے پیش آتے ہیں تو آخر وہ شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ پس اگر حقیقی فتح چاہتے ہو تو یہ طریق اختیار کرو اس کے بعد خواہ کوئی حاکم بھی ہو دراصل تمہارا محکوم ہوگا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ دلوں کو بدل دیتا ہے تو حاکم بھی غلاموں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب قتل کا مقدمہ ہوا تو وہی انگریز ڈپٹی کمشنر جس نے ایک دفعہ کہا تھا کہ اس مدعی مسیحیت کو ابھی تک سزا کیوں نہیں دی گئی، اپنے پاس کرسی بچھا کر آپ کو بٹھاتا، اور ان کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ کا بیان ہے کہ وہ بٹالہ کے اسٹیشن پر ایک دفعہ گھبرا کر ٹہل رہا تھا اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ آپ اتنے پریشان کیوں ہیں تو وہ کہنے لگا اس مقدمہ کا مجھ پر اتنا گہرا اثر ہے کہ میں جدھر جاتا ہوں، سوائے مرزا صاحب کے مجھے کوئی اور نظر نہیں آتا اور مرزا صاحب مجھے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ میں مجرم نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا مقدمہ ان کے خلاف ہے، بیانات ان کے مخالف ہیں اور مجھ پر جو واقعہ گزر رہا ہے اس نے مجھے اس قدر پریشان کر رکھا اور اتنا اثر ڈالا ہوا ہے کہ میں ڈرتا ہوں، کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ آج تک وہ انگریز ڈپٹی کمشنر اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے اور ہمارے دوستوں کو جو انگلستان میں مبلغ رہ چکے ہیں اس نے بتایا کہ جب مجھ سے کوئی شخص پوچھتا ہے کہ ہندوستان کی سروس میں کوئی سب سے عجیب واقعہ سناؤ تو میں مرزا صاحب کے مقدمے کا واقعہ ہی بیان کیا کرتا ہوں۔ غرض اللہ تعالیٰ

جب قلوب کو پھیر دیتا ہے تو یہی فتح حقیقی فتح کہلاتی ہے پس دلوں کو فتح کرنے کی کوشش کرو اور چاہے لوگ سختی سے پیش آئیں، ان سے ایسی محبت اور پیار کا سلوک کرو کہ آخر وہ اس کے نتیجہ میں ہماری جماعت میں شامل ہو جائیں۔ (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 89-90)

### مقدمہ مارٹن کلارک اور محمد حسین بٹالوی کی ذلت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم کو اسلام دیا، اخلاق فاضلہ دیئے اور نمونہ سے بتا دیا کہ ان پر عمل ہو سکتا ہے۔ پہلے خیال تھا کہ ان چیزوں پر عمل محال ہے مگر آپ نے بتا دیا کہ عمل ہو سکتا ہے پھر بھی کئی ہیں جو فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ہم میں سے کئی جو جوش میں آ کر مخالف لوگالیاں دینے لگ جاتے ہیں مگر آپ پر قتل کا ایک جھوٹا مقدمہ بنایا گیا۔ اس وقت اس ضلع کے ڈپٹی کمشنر کیپٹن ڈگلز تھے جو اس وقت بھی زندہ ہیں اور اب کرنل ڈگلز ہیں وہ اس قدر متعصب تھے کہ جب اس ضلع میں آئے تو کہا کہ اس ضلع کے رہنے والا ایک شخص مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اب تک کیوں اسے سزا نہیں دی گئی؟ ان کی عدالت میں یہ مقدمہ پیش ہوا ایک انگریز کہلانے والے شخص نے جو انگریز مشہور تھا مگر دراصل انگریز نہیں بلکہ پٹھان تھا۔ یہ مقدمہ کیا تھا۔ اس کے انگریز کہلانے کی وجہ یہ تھی کہ پٹھان ہونے کے سبب سے اس کا رنگ انگریزوں کی طرح گورا تھا اور پھر ایک انگریز نے اسے بیٹا بنایا ہوا تھا اس لئے لوگ اسے انگریز سمجھتے تھے۔ اس کا نام مارٹن کلارک تھا ان کا بیٹا یا بھائی ابی سینیا کی سابق حکومت میں وزیر اعظم تھا۔ آپ میں سے کئی ایک نے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ مسٹر مارٹن نے یہ کہا، یہ مارٹن اس مارٹن کلارک کا بیٹا ہے یا بھائی ہے، رشتہ کی تعین میں اس وقت نہیں کر سکتا۔

ان مسٹر مارٹن کلارک نے عدالت میں یہ دعویٰ کیا کہ میرے قتل کیلئے مرزا صاحب نے ایک آدمی بھیجا ہے۔ مسلمانوں میں علماء کہلانے والے بھی اس کے ساتھ اس شور میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب تو اس مقدمہ میں آپ کے خلاف شہادت دینے کیلئے بھی آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت بتا دیا تھا کہ ایک مولوی مقابل پر پیش ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کریگا لیکن باوجود اس کے کہ الہام میں اس کی ذلت

کے متعلق بتا دیا گیا تھا اور الہام کے پورا کرنے کیلئے ظاہری طور پر جائز کوشش کرنا ضروری ہوتا ہے مگر مجھے خود مولوی فضل الدین صاحب نے جولاہور کے ایک وکیل اور اس مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے پیروی کر رہے تھے سنایا کہ جب میں نے ایک سوال کرنا چاہا جس سے مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت ہوتی تھی تو آپ نے مجھے اس سوال کے پیش کرنے سے منع کر دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ مولوی محمد حسین کی والدہ کتنی تھی اور مقدمات میں گواہوں پر ایسے سوالات کئے جاتے ہیں کہ جن سے ظاہر ہو کہ وہ بے حیثیت آدمی ہے۔ مولوی فضل دین صاحب نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہ سوالات سنائے جو وہ مولوی محمد حسین پر کرنا چاہتے تھے تو ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ تمہاری ماں کون تھی؟ جسے سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ایسے سوال کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مولوی فضل دین صاحب نے کہا کہ اس سوال سے آپ کے خلاف مقدمہ کمزور ہو جائے گا اور اگر یہ نہ پوچھا جائے تو آپ کو مشکل پیش آئے گی اس لئے کہ گواہ اپنے آپ کو مسلمانوں کا لیڈر ہونے کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے اور ضروری ہے کہ ثابت کیا جائے کہ وہ ایسا معزز نہیں مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں ہم اس سوال کی اجازت نہیں دے سکتے۔ مولوی فضل دین احمدی نہیں تھے بلکہ حنفی تھے اور حنفیوں کے لیڈر تھے، انجمن نعمانیہ وغیرہ کے سرگرم کارکن تھے اس لئے مذہبی لحاظ سے تعصب رکھتے تھے مگر جب کبھی غیر احمدیوں کی مجالس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر کوئی حملہ کیا جاتا تو وہ پر زور تردید کرتے اور کہتے کہ عقائد کا معاملہ الگ ہے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے اخلاق ایسے ہیں کہ ہمارے علماء میں سے کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اخلاق کے لحاظ سے میں نے بھی ایسے ایسے مواقع پر ان کی آزمائش کی ہے کہ کوئی مولوی وہاں نہیں کھڑا ہو سکتا تھا جس مقام پر آپ کھڑے تھے۔ اب دیکھو! ادھر گواہ کے ذلیل ہونے کا الہام ہے ادھر اس کی گواہی آپ کو مجرم بناتی ہے مگر جو بات اس کی پوزیشن کو گرانے والی ہے وہ آپ پوچھنے ہی نہیں دیتے لیکن جس خدا نے قبل از وقت مولوی محمد حسین کی ذلت کی خبر آپ کو دی تھی اس نے ایک طرف تو آپ کے اخلاق کو دکھا کر آپ کی عزت قائم کی اور دوسری طرف غیر معمولی سامان پیدا کر کے مولوی صاحب کو بھی ذلیل کر دیا۔

اور یہ اس طرح ہوا کہ وہی ڈپٹی کمشنر جو پہلے سخت مخالف تھا اس نے جو نہیں آپ کی

شکل دیکھی اس کے دل کی کیفیت بدل گئی اور باوجود اس کے کہ آپ مقام ملزم کی حیثیت میں اس کے سامنے پیش ہوئے تھے اس نے کرسی منگوا کر اپنے ساتھ بچھوائی اور اس پر آپ کو بٹھایا۔ جب مولوی محمد حسین صاحب گواہی کیلئے آئے تو چونکہ وہ اس امید میں آئے تھے کہ شاید آپ کے ہتھکڑی لگی ہوئی ہوگی یا کم سے کم آپ کو ذلت کے ساتھ کھڑا کیا ہوگا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسٹریٹ نے اپنے ساتھ کرسی پر بٹھایا ہوا ہے تو وہ غصہ سے مغلوب ہو گئے اور جھٹ مطالبہ کیا کہ مجھے بھی کرسی دی جائے۔ اس پر عدالت نے کہا کہ نہیں آپ کا کوئی حق نہیں کہ آپ کو کرسی ملے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں معزز خاندان سے ہوں اور گورنر صاحب سے ملاقات کے وقت بھی مجھے کرسی ملتی ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا کہ ملاقات کے وقت تو چوہڑے کو بھی کرسی ملتی ہے مگر یہ عدالت ہے۔ مرزا صاحب کا خاندان رئیس خاندان ہے ان کا معاملہ اور ہے۔ مولوی صاحب اس پر بھی باز نہ آئے اور کہا نہیں مجھے ضرور کرسی ملنی چاہئے میں اہل حدیث کا ایک ایڈووکیٹ ہوں۔ اس پر ڈپٹی کمشنر کو طیش آ گیا اور اس نے کہا کہ بک بک مت کر، پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔ مولوی صاحب جب گواہی دے کر باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک کرسی پڑی تھی اس پر بیٹھ گئے کہ لوگ سمجھیں کہ شاید اندر بھی کرسی پر ہی بیٹھے تھے مگر نوکر ہمیشہ آقا کی مرضی کے مطابق چلتے ہیں۔ چڑاسی نے جب دیکھا کہ صاحب ناراض ہیں تو اس خیال سے کہ برآمدہ میں کرسی پر بیٹھا دیکھ کر مجھ سے ناراض نہ ہوں آ کر کہنے لگا کہ میاں! اٹھو کرسی خالی کر دو۔ وہاں سے اٹھ کر وہ باہر آئے اور ایک چادر بچھی ہوئی تھی اس پر بیٹھ گئے اور خیال کیا کہ چلو اتنی عزت ہی سہی۔ مگر چادر والے نے نیچے سے چادر کھینچتے ہوئے کہا اٹھو! میری چادر چھوڑ دو جو عیسائیوں سے مل کر ایک مسلمان کے خلاف جھوٹی گواہی دینے آیا ہوا ہے بٹھا کر میں اپنی چادر پلید نہیں کر سکتا اور اس طرح ذلت پر ذلت ہوتی چلی گئی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے آپ کی عزت قائم ہوئی۔ اس کے بالمقابل ہماری جماعت کے کتنے دوست ہیں جو غصہ کے موقع پر قابو رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھ کر ایسے شدید دشمن کے صحیح واقعات سے بھی اس کی تذلیل گوارا نہیں کرتے۔

## پکتان ڈگلس اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی گواہی

ابھی حال ہی میں سر ڈگلس فوت ہوئے ہیں۔ جو جزائر انڈمان میں کمشنر تھے اور ایک زمانہ میں ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ کہا کہ ایک شخص قادیان میں بیٹھا لکھتا ہے کہ میں مسیح ہوں اور اس طرح وہ ہمارے خدا کی ہتک کر رہا ہے۔ آج تک اس شخص کو کسی نے پکڑا کیوں نہیں۔ اتفاقاً ایک منافق احمدی نے ایک پادری سے کچھ پیسے لئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الزام لگایا کہ آپ نے اسے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک اور اس کے ساتھیوں نے ڈپٹی کمشنر ضلع امرتسر کے پاس ناش کر دی اور انہوں نے آپ کے نام وارنٹ جاری کر دیا لیکن اتفاقاً وہ وارنٹ کسی کاپی میں پڑا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب انہوں نے ڈپٹی کمشنر کو توجہ دلائی کہ اتنی دیر سے مقدمہ پیش ہے۔ آپ نے ایکشن کیوں نہیں لیا تو اس نے ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کو لکھا کہ میں نے اتنے عرصہ ہوا۔ فلاں شخص کے نام وارنٹ جاری کیا تھا۔ لیکن مجھے اس کا جواب نہیں آیا۔ اس پر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور (سر ڈگلس) نے جواب دیا کہ میرے پاس وارنٹ آیا ہی نہیں۔ دوسرے میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ملزم مذکور کے نام وارنٹ جاری کرنے کا اختیار آپ کو حاصل نہیں وہ میرے علاقہ میں رہتا ہے اس لئے اگر اس کے نام وارنٹ جاری کر سکتا تھا تو میں کر سکتا تھا اس پر ڈپٹی کمشنر ضلع امرتسر نے ساری مسل اس کے پاس بھیج دی۔ یہ شخص جیسا کہ میں نے بتایا ہے اتنا متعصب تھا کہ اس مقدمہ سے چند دن پہلے اس نے کہا تھا کہ قادیان میں ایک شخص نے مسیح کا دعویٰ کیا ہے اور اس طرح وہ ہمارے خدا کی ہتک کر رہا ہے اس کو آج تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں جب مسل آئی تو مسل خواں نے کہا جناب والا یہ کیس وارنٹ کا نہیں بلکہ سمن کا کیس ہے اس لئے وارنٹ جاری نہیں کیا جا سکتا۔ سمن بھیجا جا سکتا ہے۔ ان دنوں جلال الدین ایک انسپکٹر پولیس تھے جو احمدی تو نہیں تھے لیکن بڑے ہمدرد انسان تھے انہوں نے بھی ڈپٹی کمشنر کو توجہ دلائی کہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ وارنٹ جاری کیا جا رہا ہے یہ وارنٹ کا کیس نہیں سمن کا کیس ہے لہذا وارنٹ کی بجائے سمن بھیجنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام سمن جاری کیا گیا اور انہی جلال الدین صاحب کو اس کی تعمیل کرنے کے لئے قادیان بھیجا گیا چنانچہ بعد میں مقررہ



تاریخ پر آپ بٹالہ حاضر ہوئے جہاں ڈپٹی کمشنر صاحب دورہ پر آئے ہوئے تھے۔ جب آپ عدالت میں پہنچے تو وہی ڈپٹی کمشنر جس نے چند دن پہلے کہا تھا کہ یہ شخص خداوند یسوع کی ہتک کر رہا ہے اس کو کوئی پکڑتا کیوں نہیں اُس نے آپ کا بہت اعزاز کیا اور عدالت میں کرسی پیش کی اور کہا آپ بیٹھے بیٹھے میری بات کا جواب دیں۔ اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی بطور گواہ مدعی کی طرف سے پیش ہوئے عدالت کے باہر ایک بڑا ہجوم تھا اور لوگ بڑے شوق سے مقدمہ سننے کے لئے آئے ہوئے تھے جب مولوی محمد حسین صاحب عدالت میں پہنچے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کرسی پر بیٹھے دیکھا تو انہیں آگ لگ گئی وہ سمجھتے تھے کہ میں جاؤں گا تو عدالت میں مرزا صاحب کو تھکڑی لگی ہوئی ہو گی اور بڑی ذلت کی حالت میں وہ پولیس قبضہ میں ہوں گے اب دیکھو یہ مقدمہ ایک انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں پیش ہوا تھا اور مدعی بھی ایک انگریز پادری تھا (ڈاکٹر مارٹن کلارک کے متعلق مشہور تھا کہ وہ انگریز ہے لیکن درحقیقت وہ کسی پٹھان کی نسل میں سے تھا جس نے ایک انگریز سے شادی کی ہوئی تھی) اور مولوی محمد حسین صاحب جیسے مشہور عالم بطور گواہ پیش ہو رہے تھے مگر پھر بھی دشمن ناکام و نامراد رہا اور جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعزاز کیا گیا وہاں آپ کے مخالفین کو ذلت اور رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے جب دیکھا کہ آپ کو کرسی پیش کی گئی ہے تو انہوں نے کہا بڑی عجیب بات ہے کہ میں گواہ ہوں مگر مجھے کٹھرے میں کھڑا کیا گیا ہے اور مرزا صاحب ملزم ہیں مگر انہیں کرسی دی گئی ہے اور اس طرح ان کا اعزاز کیا گیا ہے ڈپٹی کمشنر کو یہ بات بُری لگی۔ اس وقت انگریز مولویوں کو بہت ذلیل سمجھتے تھے وہ کہنے لگا ہماری مرضی ہے ہم جسے چاہیں کرسی پر بٹھائیں اور جسے چاہیں کرسی نہ دیں۔ ان کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ ان کا خاندان کرسی نشین ہے اس لئے میں نے انہیں کرسی دی ہے تمہاری حیثیت کیا ہے مولوی محمد حسین صاحب کہنے لگے کہ میں اہل حدیث کا ایڈووکیٹ ہوں اور میں گورنر کے پاس جاتا ہوں تو وہ بھی مجھے کرسی دیتے ہیں ڈپٹی کمشنر کہنے لگا تو بڑا جاہل آدمی ہے ملنے جانے اور گواہ کے طور پر عدالت میں پیش ہونے میں بہت فرق ہے ملنے کو تو کوئی چوڑھا بھی آئے تو ہم اس کو کرسی دیتے ہیں اور تو تو اس وقت عدالت میں پیش ہے اس پر بھی مولوی محمد حسین صاحب کو تسلی نہ ہوئی۔ وہ کچھ آگے بڑھے اور کہنے لگے نہیں نہیں مجھے کرسی دینی چاہیے ڈپٹی کمشنر کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا بک بک مت کر پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔ چپڑاسی تو دیکھتے

ہی ہیں کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی نظر کس طرف ہے چپڑاسی نے جب ڈپٹی کمشنر صاحب کے الفاظ سنے تو اس نے مولوی محمد حسین صاحب کو بازو سے پکڑ کر جوتیوں میں لاکھڑا کیا جب مولوی صاحب نے دیکھا کہ میری ذلت ہوئی ہے باہر ہزاروں آدمی کھڑے ہیں اگر انہیں میری اس ذلت کا علم ہوا تو وہ کیا کہیں گے تو کمرہ عدالت سے باہر نکلے۔ برآمدہ میں ایک کرسی پڑی تھی۔ مولوی صاحب نے سمجھا کہ ذلت کو چھپانے کا بہترین موقع ہے جھٹ کرسی کھینچی اور اس پر بیٹھ گئے اور خیال کر لیا کہ لوگ کرسی پر بیٹھے دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ مجھے اندر بھی کرسی ملی تھی چپڑاسی نے دیکھ لیا وہ ڈپٹی کمشنر صاحب کا انداز دیکھ چکا تھا اس نے مولوی محمد حسین صاحب کو کرسی پر بیٹھے دیکھ کر خیال کیا کہ اگر ڈپٹی کمشنر صاحب نے انہیں یہاں بیٹھا دیکھ لیا تو وہ مجھ پر ناراض ہوں گے اس خیال کے آنے پر اس نے مولوی صاحب کو وہاں سے بھی اٹھا دیا اور کہا کہ کرسی خالی کر دیں۔ چنانچہ برآمدہ والی کرسی بھی چھوٹ گئی۔ باہر آ گئے تو لوگ چادریں بچھائے انتظار میں بیٹھے تھے کہ مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوتا ہے ایک چادر پر کچھ جگہ خالی دیکھی تو وہاں جا کر بیٹھ گئے یہ چادر میاں محمد بخش صاحب مرحوم بٹالوی کی تھی جو مولوی محمد حسین صاحب مرہبی سلسلہ کے والد تھے اور اس وقت غیر احمدی تھے بعد میں وہ احمدی ہو گئے انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب کو اپنی چادر پر بیٹھے دیکھا تو غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے میری چادر چھوڑ تو نے تو میری چادر پلید کر دی ہے تو مولوی ہو کر عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے آیا ہے۔ چنانچہ اس چادر سے بھی انہیں اٹھنا پڑا اور اس طرح ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا تو دیکھو یہ آیات بینات ہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دشمن کے ہاتھوں سے بری فرمایا پھر اس پر ہی بس نہیں سر ڈگلس کو خدا تعالیٰ نے اور نشانات بھی دکھائے جو مرتے دم تک انہیں یاد رہے اور انہوں نے خود مجھ سے بھی بیان کئے 1924ء میں جب میں انگلینڈ گیا تو انہوں نے یہ سارا قصہ مجھ سے بیان کیا سر ڈگلس کے ایک ہیڈ کلرک تھے جن کا نام غلام حیدر تھا وہ راولپنڈی کے رہنے والے تھے بعد میں وہ تحصیلدار ہو گئے تھے معلوم نہیں وہ اب زندہ ہیں یا نہیں اور زندہ ہیں تو کہاں ہیں پہلے وہ سرگودھا میں ہوتے تھے انہوں نے خود مجھے یہ قصہ سنایا اور کہا جب ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک والا مقدمہ ہوا تو میں ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کا ہیڈ کلرک تھا جب عدالت ختم ہوئی تو ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا ہم فوراً گورداسپور جانا چاہتے ہیں تم ابھی جا کر ہمارے لئے ریل کے کمرہ کا انتظام کرو چنانچہ میں مناسب انتظامات کرنے کے لئے ریلوے اسٹیشن

پر آگیا میں اسٹیشن سے باہر نکل کر برآمدہ میں کھڑا تھا تو میں نے دیکھا کہ سر ڈگلس سڑک پر ٹہل رہے ہیں وہ کبھی ادھر جاتے ہیں اور کبھی ادھر۔ ان کا چہرہ پریشان ہے میں ان کے پاس گیا اور کہا صاحب آپ باہر پھر رہے ہیں میں نے ویٹنگ روم میں کرسیاں بچھائی ہوئی ہیں آپ وہاں تشریف رکھیں۔ وہ کہنے لگے منشی صاحب آپ مجھے کچھ نہ کہیں میری طبیعت خراب ہے میں نے کہا کچھ بتائیں تو سہی آخر آپ کی طبیعت کیوں خراب ہوگئی ہے تاکہ اس کا مناسب علاج کیا جا سکے۔ اس پر وہ کہنے لگے جب سے میں نے مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہے اس وقت سے مجھے یوں نظر آتا ہے کہ کوئی فرشتہ مرزا صاحب کی طرف ہاتھ کر کے مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مرزا صاحب گنہگار نہیں ان کا کوئی قصور نہیں۔ پھر میں نے عدالت کو ختم کر دیا اور یہاں آیا تو اب ٹہلتا ٹہلتا جب اس کنارے کی طرف نکل جاتا ہوں تو وہاں مجھے مرزا صاحب کی شکل نظر آتی ہے اور وہ کہتے ہیں میں نے یہ کام نہیں کیا یہ سب جھوٹ ہے پھر میں دوسری طرف جاتا ہوں تو وہاں بھی مرزا صاحب کھڑے نظر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں یہ سب جھوٹ ہے میں نے یہ کام نہیں کیا۔ اگر میری یہی حالت رہی تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا صاحب آپ چل کر ویٹنگ روم میں بیٹھئے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی آئے ہوئے ہیں وہ بھی انگریز ہیں ان کو بلا لیتے ہیں شاید ان کی باتیں سن کر آپ تسلی پا جائیں۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کا نام لیماں چند تھا۔ سر ڈگلس نے کہا نہیں بلووالو۔ چنانچہ میں انہیں بلا لایا۔ جب وہ آئے تو سر ڈگلس نے ان سے کہا دیکھو یہ حالات ہیں میری جنون کی سی حالت ہو رہی ہے میں اسٹیشن پر ٹہلتا ہوں اور گھبرا کر اس طرف جاتا ہوں تو وہاں کنارے پر مرزا صاحب کھڑے نظر آتے ہیں اور ان کی شکل مجھے کہتی ہے کہ میں بے گناہ ہوں مجھ پر جھوٹا مقدمہ کیا گیا ہے پھر دوسری طرف جاتا ہوں تو وہاں کنارے پر مجھے مرزا صاحب کی شکل نظر آتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں بے گناہ ہوں یہ سب کچھ جھوٹ ہے جو کیا جا رہا ہے میری یہ حالت پاگلوں کی سی ہے اگر تم اس سلسلہ میں کچھ کر سکتے ہو تو کرو ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ لیماں چند نے کہا اس میں کسی اور کا قصور نہیں آپ کا اپنا قصور ہے آپ نے گواہ کو پادریوں کے حوالہ کیا ہوا ہے۔ وہ لوگ جو کچھ اسے سکھاتے ہیں وہ عدالت میں آ کر بیان کر دیتا ہے آپ اسے پولیس کے حوالہ کریں اور پھر دیکھیں کہ وہ کیا بیان دیتا ہے چنانچہ اسی وقت سر ڈگلس نے کاغذ قلم منگوایا اور حکم دے دیا کہ عبد الحمید کو پولیس کے حوالہ کیا جائے اور حکم کے مطابق عبد الحمید کو پادریوں سے لے لیا گیا اور پولیس کے حوالہ کر دیا گیا دوسرے دن یا اسی دن اس نے

فوراً اقرار کر لیا کہ میں جھوٹ بولتا رہا ہوں لیما رچنڈ کا بیان ہے کہ میں نے اسے سچ سچ بیان دینے کے لئے کہا تو اس نے پہلے تو اصرار کیا کہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ مرزا صاحب نے مجھے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا لیکن میں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص پادریوں سے ڈرتا ہے چنانچہ میں نے کہا۔ میں نے ڈپٹی کمشنر صاحب سے حکم لے لیا ہے کہ اب تمہیں پادریوں کے پاس نہیں جانے دیا جائے گا اب تم پولیس کی حوالات میں ہی رہو گے تو وہ میرے پاؤں پر گر گیا اور کہنے لگا۔ صاحب مجھے بچالو میں اب تک جھوٹ بولتا رہا ہوں اس نے مجھے بتایا کہ صاحب آپ دیکھتے نہیں تھے کہ جب میں گواہی کے لئے عدالت میں پیش ہوتا تھا تو میں ہمیشہ ہاتھ کی طرف دیکھتا تھا اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ جب پادریوں نے مجھے کہا کہ جاؤ اور عدالت میں بیان دو کہ مجھے مرزا صاحب نے ہنری مارٹن کلارک کے قتل کے لئے بھیجا تھا اور امترس میں مجھے فلاں مستری کے گھر میں جانے کے لئے ہدایت دی تھی (یہ دوست مستری قطب الدین صاحب تھے جن کا ایک پوتا اس وقت جامعہ احمدیہ میں پڑھتا ہے) تو میں نے کہا میں تو وہاں کے احمدیوں کو جانتا بھی نہیں مجھے اس کا نام یاد نہیں رہے گا (اس پر مستری صاحب کا نام کونلہ کے ساتھ میری ہتھیلی پر لکھ دیتے تھے جب میں گواہی دینے آتا تھا اور ڈپٹی کمشنر صاحب مجھ سے دریافت کرتے تھے کہ تمہیں امترس میں کسی کے گھر بھیجا گیا تھا تو میں ہاتھ اٹھاتا تھا۔ اور اس پر سے نام دیکھ کر کہہ دیتا تھا کہ مرزا صاحب نے مجھے فلاں احمدی کے پاس بھیجا تھا غرض اس نے ساری باتیں بتا دیں اور سر ڈگلس نے اگلی پیشی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بری کر دیا۔

تو دیکھو یہ سب واقعات ہمارے لئے آیات بینات ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے سر ڈگلس کے لئے اور آیات بینات بھی پیدا کیں۔ ایک آیت بینہ یہ تھی کہ انہیں ٹہلتے ٹہلتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر نظر آتی تھی اور وہ تصویر کہتی تھی کہ میں بے گناہ ہوں میرا کوئی قصور نہیں پھر انہوں نے خود مجھے سنایا کہ ایک دن میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک ہندوستانی آئی سی ایس آیا ہوا تھا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ اپنی زندگی کے عجیب حالات میں سے کوئی ایک واقعہ بتائیں تو میں نے اسے یہی مرزا صاحب والا واقعہ سنایا میں یہ واقعہ سنارہا تھا کہ بہرے نے ایک کارڈ لاکر دیا اور کہا باہر ایک آدمی کھڑا ہے جو آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا اس کو اندر بلا لو جب وہ شخص اندر آیا۔ تو میں نے کہا نوجوان میں آپ کو جانتا نہیں آپ کون ہیں اس نوجوان نے کہا آپ میرے والد کو جانتے ہیں آپ ان کے واقف ہیں ان کا نام

پادری وارث دین تھا میں نے کہا ہاں میں ابھی ان کا ذکر کر رہا تھا وہ نوجوان کہنے لگا ابھی تار آئی ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ وارث دین ایک پادری تھا جس نے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو خوش کرنے کے لئے اس کی طرف سے یہ ساری کارروائی کی تھی مگر خدا تعالیٰ نے ڈپٹی کمشنر صاحب پر حق کھول دیا اور خود جو گواہ تھا اس نے بھی اقرار کر لیا۔ کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے مگر عین اس وقت جب سر ڈگلس وارث دین کا ذکر کر رہے تھے اس کے بیٹے کا وہاں آنا اور اپنے والد کی وفات کی خبر دینا عجیب اتفاق تھا سر ڈگلس اپنی موت تک جس احمدی کو بھی ملتے رہے، اسے یہ واقعہ بتاتے رہے انہوں نے مجھے بھی یہ واقعہ سنایا چوہدری فتح محمد صاحب اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی یہ واقعہ سنایا 1924ء میں جب میں وہاں گیا تھا تو ان کی صحت اچھی تھی یہ 32 سال قبل کی بات ہے اب وہ 93 سال کی عمر میں فوت ہوئے ہیں اس لحاظ میں 1924ء میں ان کی عمر 61 سال تھی اس دفعہ جب میں انگلینڈ گیا تو میں نے انہیں بلایا تو انہوں نے معذرت کر دی اور کہا میں اب بڑھا ہو گیا ہوں اور بہت کمزور ہوں اب میرے لئے چلنا پھرنا مشکل ہے اب سنا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں تو مجھے افسوس ہوا کہ موٹر ہمارے پاس تھی ہم موٹر میں ہی انہیں منگوا لیتے یا ان کے گھر چلے جاتے تو یہ آیات بینات ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے انبیاء کی سچائی ظاہر کرتا رہتا ہے مومن کو چاہیے کہ وہ سچے معنوں میں مومن بننے کی کوشش کرے اگر وہ حقیقی مومن بنے تو اللہ تعالیٰ ضرور غیب سے ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس سے اس کا ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے اور درحقیقت ایسے ایمان کے بغیر کوئی مزہ بھی نہیں جس ایمان نے آنکھیں نہ کھولیں اور انسان کو اندھیرے میں رکھا اس کا کیا فائدہ۔ جو اس جہاں میں اندھا رہے گا وہ دوسرے جہاں میں بھی اندھا رہے گا اور جسے اس جہاں میں آیات بینات نظر نہیں آتیں اس کو اگلے جہان میں بھی آیات بینات نظر نہیں آئیں گی۔ اس دنیا میں آیات بینات نظر آئیں تو دوسری دنیا میں بھی آیات بینات نظر آتی ہیں۔ پس مومن کو ہمیشہ دعاؤں اور ذکر الہی میں لگے رہنا چاہیے کہ وہ دن اسے نصیب ہو جب اللہ تعالیٰ اسلام اور اپنے ذات کی سچائی اس کے لئے کھول دے اور اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منور چہرہ اور خدا تعالیٰ کا نورانی چہرہ نظر آ جائے۔ جب یہ ہو جائے تو پھر رات اور دن اور سال تکلیف کے سال ہوں یا خوشی کے سال ہوں۔ اس کے لئے برابر ہو جاتے ہیں اور چاہے کچھ بھی ہو۔ ایسا آدمی ہمیشہ خوش رہتا ہے اور مطمئن رہتا ہے وہ کسی سے

ڈرتا نہیں جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب کرم دین بھینی والا مقدمہ ہوا تو مجسٹریٹ ہندو تھا آریوں نے اسے ورغلا یا اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ضرور کچھ سزا دے اور اس نے ایسا کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ بات سنی تو وہ ڈر گئے وہ کہنے لگے حضور بڑے فکر کی بات ہے آریوں نے مجسٹریٹ سے کچھ نہ کچھ سزا دینے کا وعدہ لے لیا ہے آپ کسی طرح قادیان تشریف لے چلیں گورداسپور میں مزید عرصہ نہ ٹھہریں اگر آپ گورداسپور میں ٹھہرے تو مجسٹریٹ نے کل آپ کو کوئی نہ کوئی سزا ضرور دے دینی ہے حضرت صاحب نے فرمایا خواجہ صاحب اگر میں قادیان چلا جاؤں تو وہاں سے بھی مجھے پکڑا جاسکتا ہے پھر میں کہاں جاؤں مجسٹریٹ کو اختیارات حاصل ہیں اگر قادیان گیا تو وہاں بھی وارنٹ آسکتے ہیں اور وہاں سے کسی دوسری جگہ گیا تو وہ بھی محفوظ جگہ نہ ہوگی وہاں بھی وارنٹ جاری کیے جاسکتے ہیں پھر میں کہاں کہاں بھاگتا پھروں گا خواجہ صاحب کہنے لگے حضور آریوں نے مجسٹریٹ سے کچھ نہ کچھ سزا دینے کا وعدہ لے لیا ہے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لیٹے ہوئے تھے آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا خواجہ صاحب آپ کیوں پریشان ہو گئے ہیں خدا تعالیٰ کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے چنانچہ یہی ہوا۔ دو مجسٹریٹ تھے جن کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ ان دونوں کو بڑی سخت سزا ملی ان میں سے ایک تو معطل ہوا اور ایک کا بیٹا پاگل ہو گیا اور چھت پر سے چھلانگ مار کر مر گیا پھر اس پر یہ اثر تھا میں دلی جا رہا تھا کہ وہ لدھیانہ کے اسٹیشن پر مجھے ملا اور کہنے لگا۔ دعا کریں میرا ایک اور بیٹا ہے خدا تعالیٰ اسے بچالے مجھ سے بہت غلطیاں ہوئیں ہیں غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ بات پوری ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے اور آریوں کو ان کے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی پس اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جائے تو پھر دنیا کی ہر شے اس کی ہو جاتی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ ”جے تو میرا ہو رہا ہے سب جگ تیرا ہو“۔ یعنی اگر تو خدا تعالیٰ کا ہو جائے تو سب جہاں تیرا ہو جائے گا دنیا کے کوئی چیز تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکے گی اور کوئی دشمن تمہارے خلاف کوئی شرارت نہیں کر سکے گا پس تم اللہ تعالیٰ کے بنو اور دعا کرتے رہو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ اور اس طرح تم بھی امن میں آ جاؤ اور تمہاری اولاد اور دوسرے عزیز اور دوست بھی امن میں آ جائیں یاد رکھو جب تک جماعت امن میں نہیں رہے گی تم بھی امن میں نہیں رہ سکتے اور جماعت اسی وقت امن میں رہ

سکتی ہے جب تمہاری آئندہ نسل امن میں ہو۔

(الفضل 30/ مارچ 1957ء جلد 46/11 نمبر 77 صفحہ 75 تا 7)

## میرے آقاؐ کو گالیاں دیتا ہے اور مجھے سلام کرتا ہے

میں اس کے متعلق بعض واقعات سناتا ہوں، پنڈت لیکھرام آریوں کے ایک مشہور مبلغ تھے۔ ان سے اسلام کے متعلق حضرت مرزا صاحبؒ کی خط و کتابت ہوتی رہی۔ چونکہ ان کی طبیعت میں سختی تھی اس لئے انہوں نے رسول کریم ﷺ کے متعلق سخت اور ناشائستہ الفاظ استعمال کئے جیسا کہ ان کی کتاب ”کلیات آریہ مسافر“ سے ظاہر ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ کو جو دلائل کا جواب دلائل سے دینے میں کبھی نہ تھکنے والے تھے۔ ایسے الفاظ سن کر بہت تکلیف ہوئی۔

ایک دفعہ جب لاہور گئے تو پنڈت لیکھرام ملنے کے لئے آئے اور سامنے آ کر سلام کیا۔ آپ نے ادھر سے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ دوسری طرف آئے لیکن آپ نے توجہ نہ کی۔ اس پر سمجھا گیا کہ شاید آپ کو معلوم نہیں یہ کون ہے اور بتایا گیا کہ یہ پنڈت لیکھرام ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے شرم نہیں آتی میرے آقاؐ کو تو گالیاں دیتا ہے اور مجھے سلام کرتا ہے۔ پنڈت لیکھرام کی جو عزت آریوں میں تھی اس کی وجہ سے بڑے بڑے لوگ ان سے ملنا اپنی عزت سمجھتے تھے لیکن حضرت مرزا صاحبؒ کی غیرت دیکھنے پنڈت صاحبؒ خود ملنے کے لئے آتے ہیں مگر آپ فرماتے ہیں پہلے میرے آقاؐ کو گالیاں دینا چھوڑ دے تب میں ملوں گا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ کا سلوک اپنی اولاد سے ایسا اعلیٰ درجہ کا تھا کہ قطعاً خیال نہیں کیا جاسکتا تھا کہ آپ کبھی ناراض بھی ہو سکتے ہیں۔ ہم جب چھوٹے ہوتے تھے تو یہ سمجھا کرتے تھے کہ حضرت صاحبؒ کبھی غصے ہوتے ہی نہیں۔ میرے بچپن کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے مولوی عبدالکریم صاحبؒ جو اسی جگہ کے ایک عالم تھے اور جنہیں پرانے لوگ جانتے ہوں گے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے ایک دفعہ مجھے کہا میری پسلی میں درد ہے جہاں ٹکڑی لگی لیکن آرام نہ ہوا۔ آخردیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ کی جیب میں اینٹ کا ایک روٹا پڑا تھا جس کی وجہ سے پسلی میں درد ہو گیا۔ پوچھا گیا کہ حضور یہ کس طرح آپ کی جیب میں پڑ گیا۔ فرمایا محمود نے مجھے یہ اینٹ کا ٹکڑا دیا تھا کہ سنبھال کر رکھنا میں نے جیب میں ڈال لیا کہ جب مانگے گا نکال دوں گا۔ مولوی صاحبؒ نے کہا حضور مجھے دے دیجئے

میں رکھ چھوڑوں۔ فرمایا نہیں میں اپنے پاس ہی رکھوں گا۔ تو آپ کی اولاد سے ایسی محبت تھی۔ آپ ہم سب سے ہی بہت پیار اور محبت کرتے تھے لیکن خاص کر ہمارے سب سے چھوٹے بھائی سے آپ کو ایسی محبت تھی کہ ہم سمجھتے تھے سب سے زیادہ اسی سے محبت کرتے ہیں۔ ایک دن میں جب باہر سے آیا تو دیکھا کہ چھوٹے بھائی کے جسم پر ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بچپن کی ناخجھی سے اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نکل گئی تھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف تھی۔ اس پر حضرت صاحب نے اس زور سے اسے مارا کہ اس کے بدن پر نشان پڑ گئے۔ حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا یہ نہایت ہی چھوٹا اور معمولی واقعہ ہے لیکن اس کو سامنے رکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج کل مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی کس قدر عزت ہے۔ اکثر لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں جو مخالفین کے لیکچروں میں جاتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خوشی سے گالیاں سنتے ہیں۔ بعض جوش میں آ کر آگے سے گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر یہ بھی درست نہیں اور اکثر بیٹھے سنتے رہتے ہیں۔ لاہور میں آریوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں شامل ہونے کی دعوت حضرت مرزا صاحب کو بھی دی گئی اور بانیان جلسہ نے اقرار کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی برا لفظ استعمال نہیں کیا جائے گا لیکن جلسہ میں سخت گالیاں دی گئیں ہماری جماعت کے کچھ لوگ بھی وہاں گئے تھے جن میں حضرت مولوی نور الدین صاحب بھی تھے جن کی حضرت مرزا صاحب خاص عزت کیا کرتے تھے جب آپ نے سنا کہ جلسہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی گئی ہیں تو مولوی صاحب کو کہا۔ وہاں بیٹھا رہنا آپ کی غیرت نے کس طرح گوارا کیا کیوں نہ آپ اٹھ کر چلے آئے؟ اس وقت آپ ایسے جوش میں تھے کہ خیال ہوتا تھا کہ مولوی صاحب سے بالکل ناراض ہو جائیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا حضور غلطی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا یہ کیا غلطی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جائیں اور آپ وہاں بیٹھے رہیں۔

غرض ایسے بیسیوں واقعات ہیں جن سے ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی ساری زندگی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور توقیر کے لئے وقف تھی۔



## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خانہ تلاشی

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تلاشی کا واقعہ سنارہے تھے یہ تلاشی پنڈت لیکھرام کے واقعہ قتل کے سلسلہ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور نے لی تھی۔ آپ نے فرمایا سپرنٹنڈنٹ پولیس ایک چھوٹے دروازہ میں سے گزرنے لگا تو اس کے سر کو سخت چوٹ آئی اور سر چکرا گیا ہم نے اسے دودھ پینے کو کہا لیکن اس نے انکار کیا کہ اس وقت میں تلاشی کے لئے آیا ہوں اور یہ میرے فرض منصبی کے مخالف ہوگا۔ اس پر یہی صاحب جواب بولے ہیں جھٹ بولے۔ حضور اس کے سر میں خون بھی نکلا تھا یا نہیں حضرت صاحب نے ہنستے ہوئے فرمایا میں نے اس کی ٹوپی اتار کر نہیں دیکھی تھی۔ (خطبات محمود جلد نمبر 13 صفحہ 110)

## پیشگوئی عبداللہ آتھم اور خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف

ڈپٹی عبداللہ آتھم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اندازی پیشگوئی فرمائی تھی۔ جب اُس کی میعاد گزر گئی اور آتھم نہ مرا تو ظاہر بین لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ ایک دفعہ نواب صاحب بہاولپور کے دربار میں بھی بعض لوگوں نے ہنسی اڑانی شروع کر دی کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور آتھم ابھی تک زندہ ہے۔ اُس وقت دربار میں خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے بھی بیٹھے ہوئے تھے جن کے نواب صاحب مرید تھے۔ باتوں باتوں میں نواب صاحب کہ مومنہ سے بھی یہ فقرہ نکل گیا کہ ہاں! مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اس پر خواجہ غلام فرید صاحب جوش میں آگئے اور انہوں نے بڑے جلال سے فرمایا کہ کون کہتا ہے آتھم زندہ ہے مجھے تو اس کی لاش نظر آ رہی ہے۔ اس پر نواب صاحب خاموش ہو گئے تو بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر زندہ معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً مردہ ہوتے ہیں اور بعض مردہ نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً زندہ ہوتے ہیں۔ جو لوگ خدا کی راہ میں جان دیتے ہیں وہ درحقیقت زندہ ہوتے ہیں اور جو لوگ زندہ ہوتے ہیں اُن میں سے ہزاروں روحانی نگاہ رکھنے والوں کو مردہ دکھائی دیتے ہیں۔ کسی بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ قبرستان میں رہتے تھے ایک دفعہ کسی نے اُن سے کہا کہ آپ زندوں کو چھوڑ کر قبرستان میں کیوں آگئے ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے تو شہر میں سب مردے ہی مردے نظر آتے ہیں اور

یہاں مجھے زندہ لوگ دکھائی دیتے ہیں۔ پس روحانی مردوں اور روحانی زندوں کو پہچاننا ہر ایک کا کام نہیں۔ مگر اس جگہ اللہ تعالیٰ نے ایک ظاہری علامت ایسی بتا دی ہے جس سے روحانی مردوں اور زندوں کو پہچاننے میں بڑی حد تک آسانی ہو جاتی ہے۔ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 292)

### آہتھم کی پیشگوئی اور پیر صاحب چاچڑاں شریف

اُمت مسلمہ میں مجددین کی جو فہرست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دکھانے کے بعد شائع ہوئی ہے۔ ان میں سے کتنے ہیں جنہوں نے دعویٰ کیا ہو۔ میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ مجھے تو اور نگزیب بھی اپنے زمانے کا مجدد نظر آتا ہے۔ مگر کیا اس نے کوئی دعویٰ کیا عمر بن عبد العزیز کو مجدد کہا جاتا ہے۔ کیا ان کا کوئی دعویٰ ہے۔ پس غیر مامور کے لئے دعویٰ ضروری نہیں۔ دعویٰ صرف مامورین کے متعلق پیشگوئیوں میں ضروری ہے۔ غیر مامور کے صرف کام کو دیکھنا چاہئے۔ اگر کام پورا ہوتا نظر آجائے تو پھر اس کے دعویٰ کی کیا ضرورت ہے؟ اس صورت میں تو وہ انکار بھی کرتا جائے۔ تو ہم کہیں گے کہ وہی اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔ اگر عمر بن عبد العزیز مجدد ہونے سے انکار بھی کرتے۔ تو ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اپنے زمانے کے مجدد ہیں کیونکہ مجدد کے لئے کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں۔ دعویٰ صرف ان مجددین کے لئے ضروری ہے جو مامور ہوں۔ ہاں جو غیر مامور اپنے زمانہ میں گرتے ہوئے اسلام کو کھڑا کرے دشمن کے حملوں کو توڑ دے۔ اسے چاہے پتہ بھی نہ ہو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ مجدد ہے۔ ہاں مامور مجدد وہی ہو سکتا ہے۔ جو دعویٰ کرے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا۔ پس میری طرف سے مصلح موعود ہونے کے دعویٰ کی کوئی ضرورت نہیں اور مخالفوں کی ایسی باتوں سے گھبراہٹ کی بھی ضرورت نہیں۔ اس میں کوئی ہتک کی بات نہیں۔ اصل عزت وہی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ چاہے دنیا کی نظروں میں انسان ذلیل سمجھا جائے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے رستے پر چلے تو اس کی درگاہ میں وہ ضرور معزز ہوگا اور اگر کوئی شخص جھوٹ سے کام لے کر اپنے غلط دعویٰ کو بھی ثابت کر دے اور اپنی چستی یا چالاکی سے لوگوں میں غلبہ بھی حاصل کر لے۔ تو خدا تعالیٰ کی درگاہ میں وہ عزت حاصل نہیں کر سکتا اور جسے خدا تعالیٰ کے دربار میں عزت حاصل نہیں وہ خواہ ظاہری لحاظ سے کتنا معزز کیوں نہ سمجھا جائے۔ اس نے کچھ کھویا ہی ہے حاصل نہیں کیا اور آخر ایک دن وہ ذلیل ہو کر رہے گا۔ پس دینی و دنیوی

کاموں میں ہمیشہ سچ کو اختیار کرو۔ جو شخص کے لئے نقصان اٹھاتا ہے وہ دراصل فائدہ میں رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب آتھم کی پیشگوئی پر مخالفوں نے شور مچایا کہ وہ پوری نہیں ہوئی تو ایک دن نواب صاحب بہاولپور کے دربار میں بھی جو اغلباً موجودہ نواب صاحب کے دادا تھے اس موضوع پر باتیں ہونے لگیں اور تمسخر اڑایا جانے لگا کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ نواب صاحب کے پیر حضرت غلام فرید صاحب چاچڑاں والے بھی تشریف فرما تھے۔ وہ خاموش بیٹھے رہے مگر کچھ عرصہ بعد نواب صاحب بھی اس گفتگو میں دخل دینے لگے تو وہ جوش میں آگئے اور فرمانے لگے کہ تم لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ ایک عیسائی کی تائید اور مسلمان کے خلاف باتیں کرتے ہو۔ تم لوگ کہتے ہو کہ آتھم زندہ ہے یہ بالکل غلط ہے۔ وہ مر چکا ہے اور مجھے تو وہ مردہ ہی نظر آتا ہے۔ پس جب کوئی شخص سچ کے لئے کھڑا ہو تو ہر شریف انسان اس کی عزت کرے گا۔ اگر کمینے اس کی عزت کو نہ پہچانیں تو یہ کوئی حرج کی بات نہیں۔ پس کبھی کسی دشمن کے اعتراض سے ڈر کر حق نہ چھپاؤ۔

(الفضل 23 مارچ 1940ء جلد 28 نمبر 67 صفحہ 7)

### ٹونے ٹوٹکے کرنا جائز نہیں

میں جہاں جماعت کو قربانیوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں وہاں ذمہ دار کارکنوں اور صدر انجمن کو بھی توجہ دلاتا ہوں کیونکہ ان پر بھی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ بھی اسی طرح ان طالب علموں کے خون میں شریک ہے جس طرح جامعہ کے پروفیسر اور اساتذہ اس میں شریک ہیں۔ صدر انجمن محض ریزولیوشنز پاس کر دینے کا نام نہیں، نہ صدر انجمن اس امر کا نام ہے کہ کسی صیغہ کے لئے افسر مقرر کر کے اسے نگرانی کے بغیر چھوڑ دیا جائے۔ صدر انجمن کا فرض ہے کہ وہ طالب علموں کے ذہنوں، ان کی اُمنگوں اور ان کے ارادوں میں وسعت پیدا کر دے، ان کے اندر ایک بیداری اور زندگی کی روح پیدا کرے، ان کے خیالات میں وسعت پیدا کرے اور اگر مدرس مفید مطلب کام کرنے والے نہ ہوں تو صدر انجمن کا فرض ہے کہ انہیں نکال کر باہر کرے۔ ہم نے طالب علموں کا خالی اخلاص کیا کرنا ہے اس کے ساتھ کچھ عقل اور سمجھ بھی تو چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں تفقہ کا مادہ دوسرے صحابہ سے کم تھا۔ مولویوں نے اس پر شور مچایا مگر جو صحیح بات ہو وہ صحیح ہی ہوتی ہے۔ آج کل جس قدر عیسائیوں کو مفید مطلب احادیث ملتی ہیں، وہ سب حضرت ابو ہریرہ سے ہی مروی ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سیاق و سباق کو نہ دیکھتے اور گفتگو کے بعض ٹکڑے بغیر پوری طرح سمجھے آگے بیان کر دیتے مگر باقی صحابہ سیاق و سباق کو سمجھ کر روایت کرتے۔ اسی طرح اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق روایتیں چھپنی شروع ہوئی ہیں جن میں سے کئی ایسے لوگوں کی طرف سے بیان کی جاتی ہیں جنہیں تفقہ حاصل نہیں ہوتا اور اس وجہ سے ایسی روایتیں چھپ جاتی ہیں۔ جن پر لوگ ہمارے سامنے اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ روایت چھپ گئی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب آتھم کی میعاد میں سے صرف ایک دن باقی رہ گیا تو بعض لوگوں سے کہا کہ وہ اتنے چنوں پر اتنی بار فلاں سورۃ کا وظیفہ پڑھ کر آپ کے پاس لائیں۔ جب وہ وظیفہ پڑھ کر اپنے آپ کے پاس لائے تو آپ انہیں قادیان سے باہر لے گئے اور ایک غیر آباد کنوئیں میں پھینک کر جلدی سے منہ پھیر کر واپس لوٹ آئے۔ میرے سامنے جب اس کے متعلق اعتراض پیش ہوا تو میں نے روایت درج کرنے والوں سے پوچھا کہ یہ روایت آپ نے کیوں درج کر دی۔ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صریح عمل کے خلاف ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نَعُوذُ بِاللّٰهِ ٹونے وغیرہ کیا کرتے تھے۔ اس پر جب تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ کسی شخص نے ایسا خواب دیکھا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جب اس خواب کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا اسے ظاہری شکل میں ہی پورا کر دو اب خواب کو پورا کرنے کے لئے ایک کام کرنا بالکل اور بات ہے اور ارادۃً ایسا فعل کرنا اور بات۔ اور ظاہر میں خواب کو بعض دفعہ اس لئے پورا کر دیا جاتا ہے کہ تا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کا مُضِر پہلو اپنے حقیقی معنوں میں ظاہر نہ ہو۔ چنانچہ معبرین نے لکھا ہے کہ اگر منذر خواب کو ظاہری طور پر پورا کر دیا جائے تو وہ وقوع میں نہیں آتی اور خدا تعالیٰ اس کے ظاہر میں پورے ہو جانے کو ہی کافی سمجھ لیتا ہے۔ اس کی مثال بھی ہمیں احادیث سے نظر آتی ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے دیکھا کہ سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں کسریٰ کے سونے کے ٹنگن ہیں۔ اس رؤیا میں اگر ایک طرف اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ایران فتح ہوگا تو دوسری طرف یہ بھی اشارہ تھا کہ ایران کی فتح کے بعد ایرانیوں کی طرف سے

بعض مصائب و مشکلات کا آنا بھی مقدر ہے کیونکہ خواب میں اگر سونا دیکھا جائے تو اس کے معنی غم اور مصیبت کے ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے رؤیا کے اس مفہوم کو سمجھا اور سراقہ کو بلا کر کہا کہ پہن کڑے، ورنہ میں تجھے کوڑے ماروں گا۔ چنانچہ اسے سونے کے کڑے پہنائے گئے اور اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی اس رؤیا کے غم اور فکر کے پہلو کو دور کرنا چاہا۔ مگر ظاہری صورت میں خواب کو پورا کر دینے کے باوجود پھر بھی خواب کا کچھ حصہ حقیقی معنوں میں پورا ہو گیا۔ (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 40 تا 42)

### جنگ مقدس۔ لنگڑے لو لے اور اندھے

حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے تھے کہ آتھم کے مباحثہ میں ہم نے جو نظارہ دیکھا۔ اس سے پہلے تو ہماری عقلیں دنگ ہو گئیں اور پھر ہمارے ایمان آسمانوں پر پہنچ گئے۔ فرماتے تھے کہ جب عیسائی مباحثہ سے تنگ آ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ہمارا کوئی داؤ نہیں چلا تو چند مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر انہوں نے ہنسی اڑانے کے لئے یہ شرارت کی کہ کچھ اندھے کچھ بہرے کچھ لو لے اور کچھ لنگڑے بلا لیے۔ اور انہیں مباحثہ سے پہلے ایک طرف چھپا کر بٹھا دیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو جھٹ انہوں نے اندھوں بہروں اور لو لوں لنگڑوں کو نکال کر آپ کے سامنے پیش کر دیا اور کہا زبانی باتوں سے جھگڑے طے نہیں ہوتے۔ آپ کہتے ہیں میں مسیح ناصر کا مثیل ہوں اور مسیح ناصر اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے۔ بہروں کو کان بختا کرتے تھے اور لو لوں لنگڑوں کے ہاتھ پاؤں درست کیا کرتے تھے۔ ہم نے آپ کو تکلیف سے بچانے کے لئے اس وقت چند اندھے بہرے اور لو لے لنگڑے اکٹھے کر دیئے ہیں۔ اگر آپ فی الواقع مثیل مسیح ہیں۔ تو ان کو اچھا کر کے دکھا دیجئے۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے تھے کہ ہم لوگوں کے دل ان کی اس بات کو سن کر بیٹھ گئے۔ اور گو ہم سمجھتے تھے کہ یہ بات یونہی ہے مگر اس سے گھبرا گئے کہ آج ان لوگوں کو ہنسی ٹھٹھے کا موقع مل جائے گا۔ مگر جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ کو دیکھا تو آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی یا گھبراہٹ کے کوئی آثار نہ تھے۔ جب وہ بات ختم کر چکے تو آپ نے فرمایا کہ دیکھئے پادری صاحب میں جس مسیح کے مثیل ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ اسلامی تعلیم کے مطابق وہ اس قسم کے اندھوں، بہروں اور لو لوں لنگڑوں کو اچھا نہیں کیا کرتا تھا۔ مگر آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح جسمانی اندھوں جسمانی بہروں جسمانی لو لوں اور جسمانی لنگڑوں کو اچھا کیا کرتا تھا اور آپ کی کتاب

میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تم میں ایک رائی برابر بھی ایمان ہو اور تم کسی پہاڑ سے کہو کہ یہاں سے وہاں چلا جائے تو وہ چلا جائے گا۔ اور اگر تم بیماروں پر ہاتھ رکھو گے تو وہ اچھے ہو جائیں گے۔ پس یہ سوال مجھ سے نہیں ہو سکتا میں تو وہ معجزے دکھا سکتا ہوں۔ جو میری آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دکھائے۔ آپ ان معجزوں کا مطالبہ کریں تو میں دکھانے کے لئے تیار ہوں۔

باقی رہے اس قسم کے معجزے سو آپ کی کتاب نے بتا دیا ہے کہ ہر وہ عیسائی جس کے اندر ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ ویسے ہی معجزے دکھا سکتا ہے جیسے حضرت مسیح ناصری نے دکھائے۔ سو آپ نے بڑی اچھی بات کی جو ہمیں تکلیف سے بچالیا۔ اور ان اندھوں بہروں لولوں اور لنگڑوں کو اکٹھا کر دیا۔ اب یہ اندھے بہرے لولے اور لنگڑے موجود ہیں۔ اگر آپ میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان موجود ہے تو ان کو اچھا کر کے دکھا دیجئے۔ آپ فرماتے تھے اس جواب سے پادریوں کو ایسی حیرت ہوئی کہ بڑے بڑے پادری ان لولوں اور لنگڑوں کو کھینچ کھینچ کر الگ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو ہر موقع پر عزت بخشتا ہے اور ان کو ایسے ایسے جواب سمجھاتا ہے جن کے نتیجے میں دشمن بالکل ہکا بکا رہ جاتا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 88-89)

## آہتم کی پیشگوئی

مومن کا کام اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہوتا ہے۔ کام تو خدا تعالیٰ کرتا ہے لیکن ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم وہی کچھ کریں، ہم وہی کچھ سوچیں، اور ہم وہی کچھ کہیں جو خدا تعالیٰ نے کہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہتم کے متعلق پیشگوئی فرمائی اور پیشگوئی کی معیاد گزر گئی میں اس وقت چھ سات سال کی عمر کا تھا۔ مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے۔ جس جگہ قادیان میں بک ڈپو ہوا کرتا تھا اور اس کے ساتھ والے کمرے میں موٹر ہوا کرتے تھے اور اس کے مغرب والے کمرے میں خلیفۃ المسیح اولؑ پہلے درس دیا کرتے تھے یا مطب کیا کرتے تھے۔ آخری ایام میں مولوی قطب الدین صاحب مرحومؒ وہاں مطب کرتے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ پھر ایک کوٹھڑی تھی جس میں کتابیں رکھی ہوئی تھیں اور جس کمرے میں اب موٹر ہوتے تھے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پریس تھا اور اس کمرے میں جہاں حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ مطب فرمایا کرتے تھے۔ فرمہ بندی ہو جاتی تھی اور پھر کوٹھڑی میں کتابیں رکھ دی جاتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کے بعض شاگرد بھی وہاں رہا کرتے تھے اور چونکہ ان دنوں بہت کم لوگ ہوا کرتے تھے اس لئے عام طور پر جو لوگ وہاں آتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کے شاگرد بن جاتے تھے یہی مدرسہ تھا اور حضرت خلیفہ اولؑ ہی پڑھایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اور کوئی مدرسہ نہیں تھا۔ وہ لوگ آپ کے شاگرد بھی ہوتے تھے اور سلسلہ کے خادم بھی ہوتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میں چھوٹا سا تھا کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا وقت پورا ہوا۔ غالباً یہ 1894ء کے آخر یا 1895ء کے شروع کی بات ہے۔ میں اس وقت ساڑھے پانچ یا چھ سال کا تھا۔ ابھی تک وہ نظارہ مجھے یاد ہے۔ اس وقت تو میں اسے نہیں سمجھتا تھا کیونکہ میری عمر بہت چھوٹی تھی۔ لیکن اب واقعات سے میں سمجھتا ہوں کہ جس دن آتھم کی پیشگوئی کے پوری ہونے کا آخری دن تھا۔ یعنی پندرہ مہینے ختم ہونے تھے۔ اس دن اتنا کہرام مچا ہوا تھا کہ لوگ رو رو کر چیخیں مار رہے تھے اور دعا کرتے تھے کہ خدایا! آتھم مر جائے۔ یہ عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے کی بات ہے۔ پھر نماز کا وقت ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد آپ مجلس میں بیٹھ گئے گو اس عمر میں میں باقاعدہ مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی مجلس میں بیٹھ جاتا تھا۔ اس دن میں بھی مجلس میں بیٹھ گیا۔ اس دن جو لوگ رو رو کر دعائیں کرتے رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے فعل پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کیا خدا تعالیٰ سے بھی بڑھ کر کسی انسان کو اس کے کلام کے لئے غیرت ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے جب یہ بات کہی ہے کہ ایسا ہوگا تو پھر ہمیں ایمان رکھنا چاہئے کہ ایسا ضرور ہوگا اور اگر ہم نے خدا تعالیٰ کی بات کو غلط سمجھا ہے تو خدا تعالیٰ اس بات کا پابند نہیں ہو سکتا کہ وہ ہماری غلطی کے مطابق فیصلہ کرے۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ جب ہم نے ایک شخص کو راستباز مان لیا ہے تو اس کی باتوں پر یقین رکھیں۔ غرض مومن کا کام یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ پر توکل کرے۔ خدا تعالیٰ کی بات بہر حال پوری ہو کر رہتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 30 صفحہ 110-109)

## جنگ مقدس

ہماری کامیابی کی جڑ اور راز یہی مسلمانوں کی حالت ہے جو ہمارے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے کیونکہ یہی سب سے زیادہ ہماری ترقی میں مدد اور معاون ہے اور ان کو جانے

دینے کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ آسانی اور سہولت سے ہمارے ہاتھ میں آ سکتے ہیں۔ ان میں سے چار پانچ لاکھ کو ہم جانے دے رہے ہیں اور یہ اتنی ہی تعداد نہیں ہے۔ اب تو آریہ بھی ان کی تعداد 33-33 لاکھ مان رہے ہیں۔ شردھانند نے اپنی ایک تقریر میں اتنی تعداد تسلیم کی ہے اور یہ آہستہ آہستہ ان لوگوں کی تعداد ظاہر کر رہے ہیں تاکہ مسلمان زیادہ نہ گھبر جائیں اور واقف کار ان لوگوں کی تعداد ایک کروڑ بتاتے ہیں۔ اتنی بڑی تعداد جو افغانستان کی ساری آبادی سے دو گنی ہے۔ اس کو ضائع ہونے دینا قطعاً ہوشیاری اور دانائی کے خلاف ہے۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کا طریق ہم دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر آپ یہ نہ کہتے کہ یہ ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ انہیں تباہ ہونے دو۔ وہ لوگ بیشک ہم سے دشمنی اور عداوت کریں۔ ہمیں دکھ اور تکالیف دیں۔ مگر یہ بھی تو یاد رکھو کہ اوروں کی نسبت یہی لوگ آسانی سے ہمارے قابو میں آ سکتے ہیں۔

ہماری اصل غرض یہی ہے کہ جس کام کے لئے ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ ہو جائے اور یہ لوگ چونکہ اس کام کے ہونے میں سب سے زیادہ مدد ہیں۔ اس لئے ان کا بچانا ہمارا فرض ہے۔ کتاب جنگ مقدس جس میں آتھم کے ساتھ مباحثہ چھپا ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مباحثہ اس وقت ہوا جبکہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور مولوی آپ کے کافر ہونے کا اعلان کر چکے تھے اور فتوے دے چکے تھے کہ آپ واجب القتل ہیں!..... ایسے موقعہ پر ایک غیر احمدی کا عیسائی سے مقابلہ ہوتا ہے اس نے حضرت صاحب سے درخواست کی تھی کہ آپ مقابلہ کریں۔ اس پر حضور (علیہ السلام) جھٹ کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اس وقت یہ نہ کہا عیسائی ہمارے ایسے دشمن نہیں ہیں جیسے غیر احمدی ہیں بلکہ آپ مباحثہ کیلئے چلے گئے اور قادیان سے باہر چلے گئے۔

یہ تو اس وقت کا ذکر ہے۔ جب مخالفت زوروں پر تھی اور دعوے کی ابتدا تھی۔ لیکن اب اس وقت کا ذکر سناتا ہوں۔ جب دعوے اپنے کمال کو پہنچ گیا تھا اور مخالفت کم ہو گئی تھی۔

عیسائیوں کو 1906ء میں خاص جوش پیدا ہوا۔ اور انہوں نے بڑے زور سے تبلیغ شروع کی۔ بریلی میں کوئی شخص تھا۔ عیسائیوں نے ینایع الاسلام کتاب کے ذریعہ اسے خراب کرنا چاہا۔ اس کے دل میں اس کتاب کو پڑھ کر اسلام کے متعلق شکوک پیدا ہو گئے۔ اس نے



حضرت صاحب کو اطلاع دی اور لکھا کہ یہ کیسی باتیں ہیں جو اس کتاب میں درج ہیں۔ حضرت صاحب نے اس کو جواب نہ لکھا بلکہ اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام چشمہ مسیحی ہے اور جس سے نبوت کے مسئلہ میں ہمیں بڑی مدد ملتی ہے۔ یہ کتاب اس غیر احمدی کو عیسائیت سے بچانے کے لئے لکھی گئی۔ پس حضرت مسیح موعود کا طریق عمل بتا رہا ہے کہ ہمارا ایسے موقع پر کیا طریق عمل ہونا چاہئے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے جنگ کا دائرہ حضرت مسیح کو ماننے اور نہ ماننے کی حد تک ہی محدود نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس سے وسیع ہے۔ ہمارے سلسلہ کی بنیاد مسیح موعود سے ہی نہیں رکھی گئی بلکہ آج سے تیرہ سو سال قبل رکھی گئی تھی کیونکہ مسیح موعود کے مبعوث ہونے کی بنیاد اس وقت رکھی گئی تھی۔ جب رسول کریم ﷺ نے دعویٰ کیا تھا۔ پس غیر احمدیوں کا اپنے ساتھ برا سلوک اور برا معاملہ دیکھ کر اور ان کی عداوت اور دشمنی کو دیکھ کر یہ مت سمجھو۔ کہ جب ان پر تباہی اور بربادی آئے۔ تو ہمیں چپ ہو کے بیٹھ رہنا چاہئے کیونکہ ان لوگوں کی یہ حالت ہی ہماری ترقی اور کامیابی کی بنیاد اور جڑ ہے اور ایسی صورت میں ہی ہماری کامیابی کے سامان ہیں۔

(الفضل 23/ مارچ 1923ء جلد 10 نمبر 37 صفحہ 5)

## مباحثات کے نقصانات

میں ہمیشہ مباحثات سے بچتا ہوں اور میری تو یہ عادت ہے کہ اگر کوئی مباحثانہ رنگ میں سوال کرے تو ابتدا میں ایسا جواب دیتا ہوں کہ کئی لوگوں نے کہا ہے کہ انہوں نے کسی سوال پر پہلے پہل میرا جواب سُن کر یہ خیال کیا کہ شاید میں جواب نہیں دے سکتا اور دراصل ٹالنے کی کوشش کرتا ہوں مگر جب کوئی پیچھے ہی پڑ جائے تو میں جواب کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا جواب دیتا ہوں کہ وہ بھی اپنی غلطی محسوس کر لیتا ہے۔ یاد رکھو سچائی کے لئے کسی بحث کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں نے ہمیشہ ایسی باتوں سے روکا ہے۔ ڈیٹنگ کلبیں بھی میرے نزدیک آوارگی کی ایک شاخ ہے اور میں اس سے ہمیشہ روکتا رہتا ہوں۔ لیکن یہ چیز بھی کچھ ایسی راسخ ہو چکی ہے۔ کہ برابر جاری ہے۔ حالانکہ اس سے دل پر سخت زنگ لگ جاتا ہے۔ ایک شخص کسی چیز کو مانتا نہیں۔ مگر اس کی تائید میں دلائل دیتا جاتا ہے تو اس سے دل پر

زنگ لگنا لازمی امر ہے۔ مجھے ایک واقعہ یاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریق ایمان کو خراب کرنے والا ہے۔ مولوی محمد احسن صاحب امر وہی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا کہ مولوی بشیر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت مؤید اور میں مخالف تھا۔ مولوی بشیر صاحب ہمیشہ دوسروں کو براہین احمدیہ پڑھنے کی تلقین کرتے اور کہا کرتے تھے کہ یہ شخص مجدد ہے۔ آخر میں نے ان سے کہا کہ آؤ مباحثہ کر لیتے ہیں۔ مگر آپ تو چونکہ مؤید ہیں۔ آپ مخالفانہ نقطہ نگاہ سے کتابیں پڑھیں اور میں مخالف ہوں اس لئے موافقانہ نقطہ نگاہ سے پڑھوں گا۔ سات آٹھ دن کتابوں کے مطالعہ کے لئے مقرر ہو گئے اور دونوں نے کتابوں کا مطالعہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں جو مخالف تھا احمدی ہو گیا اور وہ جو قریب تھے بالکل دور چلے گئے۔ ان کی سمجھ میں بات آگئی اور ان کے دل سے ایمان جاتا رہا۔ تو علم النفس کی رو سے ڈیپٹس کرنا سخت مضر ہے اور بعض اوقات سخت نقصان کا موجب ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے باریک مسائل ہیں جن کو سمجھنے کی ہر مدرس اہلیت نہیں رکھتا۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا یہاں ایک ڈیپٹ ہوئی اور جس کی شکایت مجھ تک بھی پہنچی تھی اس میں اس امر پر بحث تھی کہ ہندوستان کے لئے مخلوط انتخاب چاہئے یا جداگانہ؟ حالانکہ میں اس کے متعلق اپنی رائے ظاہر کر چکا ہوں اور یہ سؤء ادبی ہے کہ اس بات کا علم ہونے کے باوجود کہ میں ایک امر کے متعلق اپنی رائے ظاہر کر چکا ہوں پھر اس کو زیر بحث لایا جائے۔ (الفضل 11 مارچ 1939ء جلد 27 نمبر 58 صفحہ 8)

### پابندی نماز کی عادت

یہ دیکھ کر کہ آپ کے والد صاحب مصائب دنیوی میں بہت گھرے ہوئے ہیں ان کے کہنے پر یہ کام اپنے ذمہ لے لیا کہ ان کی طرف سے ان کے مقدمات کی پیروی کر دیا کریں۔ ان مقدمات کے دوران آپ کی انابت الی اللہ اور بھی ظاہر ہوئی۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ مقدمات کی پیروی کے لئے گئے اور مقدمے کے پیش ہونے میں دیر ہوگئی نماز کا وقت آ گیا آپ باوجود لوگوں کے منع کرنے کے نماز کے لئے چلے گئے۔ اور جانے کے بعد ہی مقدمہ کے لئے بلائے گئے مگر آپ عبادت میں مشغول رہے اس سے فارغ ہوئے تو عدالت میں آئے حسب

قاعدہ سرکاری چاہئے تو یہ تھا کہ مجسٹریٹ ایک طرفہ ڈگری دے کر آپ کے خلاف فیصلہ سنا دیتا مگر اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ بات ایسی پسند آئی کہ اس نے مجسٹریٹ کی توجہ کو اس طرف سے پھیر دیا اور اس نے آپ کی غیر حاضری کو نظر انداز کر کے فیصلہ آپ کے والد صاحب کے حق میں کر دیا۔

(دعوة الامیر۔ انوار العلوم جلد 7 صفحہ 575)

## گھر میں باجماعت نماز ادا کرنا

افسوس ہے کہ باوجود باجماعت نماز کے مواقع کے بہم پہنچنے کے ابھی ہماری جماعت میں اس کا رواج اتنا نہیں جتنا ہونا چاہئے۔ پہلے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ دوست ایک دوسرے سے دُور دُور رہتے تھے اور دوسروں کے ساتھ وہ پڑھ نہ سکتے تھے اس لئے یہ عادت پڑ گئی کہ گھروں میں نماز پڑھ لی جائے اگرچہ اس صورت میں بھی نماز باجماعت کی یہ ترکیب ہے کہ بیوی بچوں کو ساتھ لے کر جماعت کرائی جائے تو عادت نہ ہونے کی وجہ سے باجماعت نماز کی قیمت لوگوں کے دلوں میں نہیں رہی اس عادت کو ترک کر کے نماز باجماعت کی عادت ڈالنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے مواقع پر جب نماز کے لئے مسجد میں نہ جاسکتے تھے گھر میں ہی جماعت کرا لیا کرتے تھے اور شاہزادی کسی مجبوری کے ماتحت الگ نماز پڑھتے تھے۔ اکثر ہماری والدہ کو ساتھ ملا کر جماعت کرا لیتے تھے والدہ کے ساتھ دوسری مستورات بھی شامل ہو جاتی تھیں پس اول تو ہر جگہ دوستوں کو جماعت کے ساتھ مل کر نماز ادا کرنی چاہئے اور جس کو یہ موقع نہ ہو اسے چاہئے کہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہی مل کر نماز باجماعت کرا لیا کرے ہر جگہ دوستوں کو نماز باجماعت کا انتظام کرنا چاہئے۔ جہاں شہر بڑا ہو اور دوست دُور دُور رہتے ہوں وہاں محلّہ وار جماعت کا انتظام کرنا چاہئے۔ جہاں مساجد نہیں ہیں وہاں مساجد بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ میں نے دیکھا ہے بعض جگہ کے دوستوں میں یہ نقص ہے کہ وہ یہ ارادہ کر لیتے ہیں کہ فلاں جگہ ملے گی تو مسجد بنائیں گے ایسے دوستوں کو سوچنا چاہئے کہ کیا خدا تعالیٰ سے ملاقات کو بیوی کی ملاقات جتنی بھی اہمیت نہیں کیا کوئی شخص یہ بھی کبھی کہتا ہے کہ جب مجھے فلاں محلّہ میں زمین ملے گی تو وہاں مکان بنا کر شادی کروں گا؟ پھر خدا تعالیٰ کی ملاقات کے لئے گھر کی تعمیر کو کسی خاص

جگہ ملنے پر ملتوی رکھنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ جہاں بھی جگہ ملے مسجد بنا لینی چاہئے پھر اگر اپنی پسند کی جگہ حاصل ہو جائے تو اس کے سامان کو وہاں لے جا کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مسجد کے سامان سے بہتر مسجد بنانے میں کیا حرج ہے۔ آخر ہر مسجد خانہ کعبہ کی حیثیت تو نہیں رکھتی کہ اسے اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا۔ (بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 493-494)

### نماز وقار کے ساتھ پڑھنی چاہئے

نماز اپنی تمام قیود اور پابندیوں کے ساتھ ایک انتہا درجہ کی خوبصورت چیز ہے۔ مگر جب ہم اپنی غفلت اور نادانی کی وجہ سے اس کو چھانٹتے چلے جائیں تو وہ بے فائدہ اور لغو چیز بن جاتی ہے اور ایسی نماز کبھی بابرکت نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ لوگ نماز اس طرح پڑھتے ہیں۔ جس طرح مرغ ٹھونگے مار کر دانے چمکتا ہے۔ ایسی نماز یقیناً کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی بلکہ بعض دفعہ ایسی نماز لعنت کا موجب بن جاتی ہے۔

(الفضل 20 مئی 1939ء جلد 27 نمبر 115 صفحہ 4)

### باطن ظاہر کے بغیر کوئی حقیقت نہیں رکھتا

پس اپنے اندر عزم پیدا کرو اور ظواہر کو بھی قائم کرو۔ میں نے دیکھا ہے چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باطن پر زیادہ زور دیا ہے۔ اس لیے ہماری جماعت میں ظاہر پر عمل کرنے کی عادت کم ہوتی جا رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں صحابہؓ جتنے روزے رکھتے تھے اتنے ہماری جماعت نہیں رکھتی۔ صحابہؓ جتنی نمازیں پڑھتے تھے وہ ہماری جماعت میں نہیں پائی جاتیں۔ ہمارے نوجوانوں میں تہجد اور نوافل پڑھنے کی عادت بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایسے نوجوان عام پائے جاتے تھے جو تہجد اور نوافل باقاعدہ پڑھتے تھے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ آج کل لوگ عموماً یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اصل چیز تو دل کی محبت ہے۔ باقی سب چیزیں ظاہری ہیں جن کی خاص ضرورت نہیں۔ روحانیت کی مثال دودھ کی سی ہے۔ کیا دودھ بغیر پیالے کے رہ سکتا ہے؟ پیالہ ہوگا تو دودھ باقی رہے گا۔ اسی طرح بے شک باطن ہی اصل چیز ہے لیکن وہ ظاہر کے بغیر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

ہمیں سوچنا چاہیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا باطن خدا تعالیٰ کی محبت سے معمور تھا کیا انہوں نے نمازوں میں کمی کر دی تھی؟ آپ کی نمازوں کے متعلق تو آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ نماز پڑھتے پڑھتے اُن کے پاؤں سُوج جاتے ہیں تو آپ نے عرض کی یَا رَسُولَ اللَّهِ! آپ اتنی لمبی نمازیں کیوں پڑھتے ہیں؟ کیا خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ نہیں کیا کہ اس نے آپ کے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں؟ آپ نے فرمایا أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔ عائشہ! اگر خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے تو کیا میرا فرض نہیں کہ میں اس کا اور زیادہ شکر یہ ادا کروں؟ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اپنے عظیم الشان مرتبہ کے پھر بھی نماز پڑھتے ہیں، فرض پڑھتے ہیں، سنتیں پڑھتے ہیں اور ساتھ ہی نوافل اور ذکرِ الہی سب جاری رکھتے ہیں تو ہمارا یہ خیال کر لینا کہ ہم ان کے بغیر خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیں گے کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ جو چیزیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے لیے ضروری ہیں وہ چیزیں اُن سے کہیں زیادہ ہمارے لیے ضروری ہیں۔ رسول کریم ﷺ کا دل روحانیت سے معمور تھا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بلند مرتبہ حاصل تھا۔ اگر آپ کو باوجود ان باتوں کے ظاہری عبادتوں کی ضرورت تھی تو ہمارے لیے تو ان کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہم صرف چھلکے کو ہی کافی نہ سمجھ لیں کیونکہ کسی کام کو صرف ظاہری طور پر کر لینا اور باطن کا خیال نہ رکھنا بے فائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً نماز ہے۔ نماز صرف ظاہری طور پر پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دل بھی اس میں شامل ہو۔ صرف سر اٹھانا اور گرا لینا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

(الفضل 20 جولائی 1949ء جلد 3 نمبر 166 صفحہ 4)

### سورۃ فاتحہ بہترین دعاؤں میں سے ہے

سورۃ فاتحہ اسلام کی بہترین دعاؤں میں سے ایک دعا ہے جس کی قرآن کریم میں خاص طور پر تعریف آئی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک نام سَبْعًا مِّنَ الْمُثَنَّى (الحجر: 88) بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس کی سات آیتیں ہیں۔ جو بار بار دوہرائی جاتی ہیں۔ مثنائی کے معنی اعلیٰ کے بھی ہوتے ہیں اور مثنائی کے معنی وادی کے موڑ کے بھی ہوتے ہیں۔ گویا یہ سورۃ انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف موڑ کر لے جانے والی ہے اور پھر بار بار دوہرائی بھی جاتی ہے۔ چنانچہ تہجد کو ملا کر روزانہ چھ نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اگر نوافل کو شامل نہ کیا جائے تو صرف

ظہر کی نماز میں 8 بار سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے کیونکہ دو سنتیں پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ پھر چار فرض پڑھے جاتے ہیں اور پھر دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ گو فرض نماز سے پہلے چار سنتیں بھی پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ دو سنتیں ہی پڑھا کرتے تھے۔ پس آٹھ رکعتیں ظہر کی ہونیں۔ اس کے بعد عصر کی چار رکعتیں ہیں۔ مغرب کی پانچ رکعتیں ہیں۔ عشاء کی چھ رکعتیں اور تین وتر ہیں اور آٹھ رکعتیں نماز تہجد کی ہیں۔ یہ کل 34 رکعات بنتی ہیں جن میں سورہ فاتحہ روزانہ پڑھی جاتی ہیں۔ گویا اس سورہ کی عظمت اس بات سے ظاہر ہے کہ مسلمان اسے روزانہ 34 بار پڑھتا ہے۔ (الفضل 11 جنوری 1959ء جلد 48/13 نمبر 10 صفحہ 2)

### السلام علیکم کرنے میں پہل

ناظر کو اگر کسی نے سلام نہیں کہا تھا تو بجائے اس کے کہ اس پر اعتراض کرتا اسے چاہئے تھا کہ خود سلام کہنے میں پہل کرتا کیونکہ سلام کرنے کا حکم دونوں کے لئے یکساں ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شعر سنا ہوا ہے کہ

وہ نہ آئے تو تو ہی چل اے میر

تیری کیا اس میں شان گھٹتی ہے

اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم ایک بھائی نہیں مانتا تو کیوں نہ ہم خود اس پر عمل کر لیں۔ پس اگر شکایت درست ہے تو یہ فعل عقل کے خلاف اور اخلاق سے گرا ہوا ہے یہ کہیں حکم نہیں کہ سلام صرف چھوٹا کرے بڑا نہ کرے۔ اگر ماتحت نے نہیں کیا تو افسر خود پہلے کر دے۔ میرا اپنا یہ طریق ہے کہ جب خیال ہوتا ہے تو میں خود پہلے سلام کہہ دیتا ہوں۔ بعض دفعہ خیال نہیں ہوتا تو دوسرا کر دیتا ہے۔ ایسی باتوں میں ناظروں کو اعتراض کرنے کی بجائے خود نمونہ بننا چاہئے۔ (خطبات محمود جلد 22 صفحہ 173)

### چھوٹی سی نیکی سے برکتیں

ہمارا یہ زمانہ بھی وہی ہے جبکہ روحانی ترقی کی طرف قدم اٹھانے والا بہاؤ کی طرف تیرنے والے کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اس وقت خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ خاص طور پر روحانی حکومت قائم کی جائے اسی روحانی حکومت کے قیام کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنا مامور بھیجا ہے۔ اتنے لمبے

انتظار کے بعد کہ دنیا اس کا انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں نے انتظار کرنا شروع کیا کہ اب مسیح آتا ہے، اب مسیح آتا ہے۔ جب بھی ان پر کوئی بلا آئی انہوں نے سمجھا کہ اس کو دور کرنے کے لئے مہدی اور مسیح آئے گا۔ جب بھی وہ کسی مصیبت میں پھنسے ان کی نظریں اس امید کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھیں کہ شاید ہمیں اس مصیبت سے نکالنے کے لئے مسیح آجائے لیکن خدا نے اس نعمت کو تمہارے زمانہ کے لئے مقدر کیا ہوا تھا۔ پس یہ کتنا عظیم الشان فضل ہے کہ بغیر اس کے کہ ہماری طرف سے کوئی کوشش ہو بغیر اس کے کہ ہمارا کوئی استحقاق ہو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو ہم میں نازل کیا جس طرح تمام دنیا محمد ﷺ کی آمد کی منظر تھی مگر اس شدید انتظار کے بعد عرب کے لوگوں کو یہ نعمت عطا کی گئی اور یہودی اس حسد کی وجہ سے جل اٹھے کہ یہ نعمت انہیں کیوں ملی ہمیں کیوں نہیں ملی۔ حالانکہ یہ خدا کی دین تھی اور وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے فضل نے ہم میں وہ شخص بھیجا جس کے زمانہ کا انبیاء تک شوق سے انتظار کرتے چلے آئے تھے۔ دوسروں کا کیا کہنا ہے خود رسول کریم ﷺ کے شوق کو دیکھو۔ آپ فرماتے ہیں۔ اگر تمہیں مہدی کے مبعوث ہونے کی خبر ملے تو اس کے پاس اگر تمہیں گھٹنوں کے بل چل کر بھی جانا پڑے تو جاؤ اور اس کی بیعت کرو۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اگر تمہیں مسیح مل جائے تو میرا بھی اس سے سلام کہنا۔ اس خادم کی کیا شان ہے جس کو سلام کہنے کا آقا اتنا مشتاق ہے کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے میرا سلام یاد رکھنا اور اسے بھول نہ جانا۔ پھر سوچو۔ جس شخص کو سلام کہنے کا محمد ﷺ کو اس قدر اشتیاق تھا اس کی امت کے دلوں میں اس کے متعلق کتنا بڑا اشتیاق پیدا ہونا چاہئے تھا اور اس نعمت کے ملنے پر انہیں کتنا خوش ہونا چاہئے تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ کوئی شخص باہر سے آیا۔ غالباً وہ گجرات کے ضلع کارہنہ والا تھا یا کسی اور ضلع کا مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ بہر حال وہ آیا اور اس نے بڑے شوق سے آگے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور آپ سے مصافحہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ یہ کیسا عجیب انسان ہے اس نے جب پہلی دفعہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ دیا تھا تو اب دوبارہ اسے سلام کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس پر حیران سے ہوئے اور آپ نے اس سے پوچھا کہ جب آپ ایک دفعہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ چکے تھے تو اب دوبارہ

آپ نے کیوں سلام کیا ہے؟ وہ کہنے لگا۔ حضور پہلا سلام حضرت محمد ﷺ کی طرف سے تھا کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب تم مسیح سے ملو تو اسے میرا سلام کہہ دینا۔ پس میں نے پہلی دفعہ رسول کریم ﷺ کا سلام آپ کو پہنچایا اور دوسری مرتبہ میں نے اپنی طرف سے آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ کہا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس شخص کا کیا نام تھا۔ میں اس وقت بچہ تھا جب یہ واقعہ ہوا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اس سادہ سے فعل سے اس نے اپنے لئے بہت بڑی برکتیں جمع کر لیں کیونکہ بعض دفعہ چھوٹی سی بات بڑے بڑے ثواب کا موجب بن جاتی ہے اور بعض دفعہ چھوٹی سی بات بڑے بڑے عذاب کا موجب بن جاتی ہے۔

(الفضل 7 دسمبر 1941ء جلد 29 نمبر 278 صفحہ 5)

### مخالفت کا جوش

اکتوبر 1897ء میں آپ کو ایک شہادت پر ملتان جانا پڑا۔ وہاں شہادت دے کر جب واپس تشریف لائے تو کچھ دنوں لاہور بھی ٹھہرے یہاں جن جن گلیوں سے آپ گذرتے ان میں لوگ آپ کو گالیاں دیتے اور پکار پکار کر بُرے الفاظ آپ کی شان میں زبان سے نکالتے۔ میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی اور میں بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھا۔ میں اس مخالفت کی جو لوگ آپ سے کرتے تھے وجہ تو نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے یہ دیکھ کر مجھے سخت تعجب آتا کہ جہاں سے آپ گذرتے ہیں لوگ آپ کے پیچھے کیوں تالیاں پیٹتے ہیں، سیٹیاں بجاتے ہیں؟ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ایک ٹنڈا شخص جس کا ایک پہونچا کٹا ہوا تھا اور بقیہ ہاتھ پر کیڑا باندھا ہوا تھا نہیں معلوم کہ ہاتھ کٹنے کا ہی زخم باقی تھا۔ یا کوئی نیا زخم تھا وہ بھی لوگوں میں شامل ہو کر غالباً مسجد وزیر خاں کی سیڑھیوں پر کھڑا تالیاں پیٹتا اور اپنا کٹا ہوا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتا تھا اور دوسروں کے ساتھ مل کر شور مچا رہا تھا کہ ”ہائے! ہائے! مرزا ننھ گیا۔“ (یعنی میدانِ مقابلہ سے فرار کر گیا) اور میں اس نظارہ کو دیکھ کر سخت حیران تھا۔ خصوصاً اس شخص پر اور دیر تک گاڑی سے سر نکال کر اس شخص کو دیکھتا رہا۔ لاہور سے حضرت صاحب سیدھے قادیان تشریف لے آئے۔

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام۔ انوار العلوم جلد 3 صفحہ 360)



## حضرت مسیح موعودؑ کا سفرِ ملتان

یہ بات انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ اپنے اندر بہادری کی روح رکھتا ہے۔ بیشک کچھ لوگ بزدل بھی ہوتے ہیں لیکن اکثر لوگ اپنے اندر بہادری رکھتے ہیں۔ جب انہیں مار پیٹ شروع ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں اچھا جو تمہاری مرضی ہے کر لو ہم اپنے مذہب کو چھوڑنے کے لیے ہرگز تیار نہیں اور اس طرح وہ اپنے ایمانوں میں پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ پس مخالفت کی شدت کی وجہ سے بھی ایمان مضبوط ہوتے ہیں۔ لیکن اب احمدیت کو قائم ہوئے اتنا لمبا عرصہ گزر چکا ہے کہ گو ہم یہ جانتے ہیں کہ اندرونی طور پر لوگوں کے دلوں میں احمدیت کی نسبت بعض پایا جاتا ہے مگر وہ نظارہ جو پہلے نظر آتا تھا کہ احمدیوں پر تالیاں پٹ رہی ہیں، گالیاں دی جا رہی ہیں، پتھر پھینکے جا رہے ہیں وہ نظارہ اب نظر نہیں آتا۔ یہی لاہور جس میں ظاہری طور پر احمدیت کی کسی قسم کی مخالفت نظر نہیں آتی گو باطنی طور پر مخالفت موجود ہے بلکہ پہلے سے بھی بڑھی ہوئی ہے اسی لاہور میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پتھر پڑتے دیکھے ہیں۔ اسی لاہور میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لوگوں کو ہنسی مذاق کرتے اور گالیاں دیتے دیکھا ہے۔

مجھے خوب یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ملتان تشریف لے گئے تو میں بھی آپ کے ساتھ گیا۔ مجھے ملتان کی تو کوئی بات یاد نہیں۔ لیکن واپسی پر جب آپ لاہور ٹھہرے تو اُس وقت کا نظارہ اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میری عمر اُس وقت آٹھ نو سال یا اس سے بھی کچھ کم تھی۔ ملتان سے واپسی پر آپ ایک دن کے لیے یہاں ٹھہرے۔ اُن دنوں میاں فیملی کا گھر فیصل سے باہر نہیں ہوا کرتا تھا بلکہ وہ غالباً واٹر ورکس کے مقابل پر شہر کے اندرون کے حصہ میں رہا کرتے تھے۔ اُس روز میاں فیملی میں سے کسی دوست نے میاں چراغ دین صاحب یا میاں معراج دین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کی۔ سنہری مسجد کے پاس اُن کے مکان کو رستہ جاتا تھا۔ اُس وقت لاہور کی حالت موجودہ حالت سے بالکل مختلف تھی۔ اب تو لنڈا بازار اور بیرون دلی دروازہ سب آباد نظر آتا ہے لیکن اُن دنوں یہ سب غیر آباد علاقہ تھا۔ صرف لنڈے بازار میں چند دکانیں تھیں مگر وہ بھی بہت معمولی سی۔ باقی سارا علاقہ خالی اور غیر آباد پڑا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس جگہ سے

واپس تشریف لا رہے تھے تو سنہری مسجد یا وزیر خان کی مسجد (یہ مجھے یاد نہیں رہا) ان دونوں میں سے کسی ایک مسجد کے قریب بہت سے لوگ جمع تھے۔ انہیں یہ پتہ لگ چکا تھا کہ مرزا صاحب اس طرف گئے ہیں اور تھوڑی دیر میں ہی وہ واپس آنے والے ہیں۔ اُن دنوں سواری کے لیے شکر میں ہوا کرتی تھیں۔ یہ ایک چار پیسے کی گاڑی ہوا کرتی تھی جس پر لکڑی کا ایک کمرہ سا بنا ہوا ہوتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شکر میں بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ شکر میں آپ کے آگے پیچھے تھیں۔ میں بھی اُس شکر میں تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف رکھتے تھے۔ جس وقت گاڑی وہاں پہنچی لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ میں سمجھتا ہوں غالباً مولویوں نے چیلنج دیا ہوگا کہ مرزا صاحب یہاں آئے ہیں تو ہم سے مباحثہ کر لیں۔ وہ جانتے تھے کہ اس بے موقع آواز کا جواب چونکہ یہی ہوگا کہ ہم مباحثہ نہیں کر سکتے اس لیے ہم لوگوں میں شور مچا دیں گے کہ مرزا صاحب ہار گئے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ جب آپ کی شکر میں وہاں پہنچی تو لوگوں نے آوازے کسے اور یہ کہنا شروع کیا کہ مرزا صاحب ہار گئے۔ غالباً انہوں نے یہی کہا ہوگا کہ ہم سے مباحثہ کر لیں اور چونکہ مباحثہ کا یہ کوئی طریق نہیں ہوتا کہ جہاں کوئی شخص مباحثہ کے لیے کہے وہیں اُس سے مباحثہ شروع کر دیا جائے اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکار کیا ہوگا اور انہوں نے یہ سوچا ہوگا کہ جب گاڑیاں یہاں سے گزریں گی ہم شور مچا دیں گے کہ مرزا صاحب بھاگ گئے ہیں۔ اس مسجد کے آگے اونچی سیڑھیاں ہیں۔ سات آٹھ سیڑھیاں چڑھ کر مسجد کا دروازہ آتا ہے۔ ان سیڑھیوں پر بہت سا ہجوم تھا۔ جو لوگ لاہور کے واقف ہیں وہ شاید سیڑھیوں کے ذکر سے سمجھ جائیں کہ یہ کونسی مسجد ہے سنہری مسجد یا وزیر خان کی مسجد۔“

اسی موقع پر بعض دوستوں نے عرض کیا کہ ایسی سیڑھیاں سنہری مسجد کے آگے ہیں۔

”سینکڑوں لوگوں کا ہجوم وہاں جمع تھا اور یہ شور مچا رہا تھا کہ مرزا ہار گیا مرزا دوڑ گیا۔“

اس طرح کوئی ہو ہو کر رہا تھا کوئی تالیاں پیٹ رہا تھا، کوئی گالیاں دے رہا تھا بلکہ بعض نے کنکر مارنے بھی شروع کر دیئے۔ اس ہجوم سے آگے ذرا فاصلے پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دئی دروازہ کے باہر کیونکہ میرے ذہن پر یہی اثر ہے کہ جس جگہ کا یہ واقعہ ہے وہاں جگہ خالی تھی اور عمارتیں تھوڑی سی تھیں میں نے دیکھا کہ ایک شخص ممبر پر یا درخت کی ایک ٹہنی پر بیٹھا ہے۔ اُس کا ہاتھ

کٹا ہوا ہے اور زرد زرد پٹیاں اُس نے باندھی ہوئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے کوئی زخم ہے اور اس نے ہلدی اور تیل وغیرہ ملا کر پٹیاں باندھی ہوئی ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے گزرے تو وہ اپنا ٹنڈ دوسرے ہاتھ پر مار مار کر کہتا تھا کہ مرزا دوڑ گیا مرزا دوڑ گیا۔ بچپن کے لحاظ سے مجھے یہ ایک عجیب بات معلوم ہوئی کہ اس کا ایک ہاتھ ہے نہیں صرف ٹنڈ ہی ٹنڈ ہے مگر یہ اپنا ٹنڈ مار مار کر بھی یہی کہہ رہا ہے کہ مرزا دوڑ گیا مرزا دوڑ گیا۔ ایک اور مولوی ہوا کرتا تھا جو ’ٹاہلی والا مولوی‘ کہلاتا تھا۔ اُس کی عادت تھی کہ وہ ہمیشہ درخت پر بیٹھ کر گالیاں دیا کرتا تھا۔ غرض لاہور میں یا تو مخالفت کی یہ حالت ہوا کرتی تھی اور یا اب اندرونی طور پر چاہے کیسی ہی مخالفت ہو ہم ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ ادب سے سلام بھی کرتے ہیں اور ہماری باتوں کی طرف متوجہ بھی ہوتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 30 صفحہ 303 تا 306)

### کوئی خدا تعالیٰ کے شیر پر بھی ہاتھ ڈال سکتا ہے

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی تو ان کی تعداد سات سو تھی۔ صحابہؓ نے خیال کیا کہ شاید آپؐ نے اس واسطے مردم شماری کرائی ہے کہ آپؐ کو خیال ہے کہ دشمن ہمیں تباہ نہ کر دے اور انہوں نے کہا یَا رَسُولَ اللّٰہِ! اب تو ہم سات سو ہو گئے ہیں کیا اب بھی یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ کوئی ہمیں تباہ کر سکے گا۔ یہ کیا شاندار ایمان تھا کہ وہ سات سو ہوتے ہوئے یہ خیال تک بھی نہیں کر سکتے تھے کہ دشمن انہیں تباہ کر سکے گا مگر آج صرف ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں مگر حالت یہ ہے کہ جس سے بھی بات کرو اندر سے کھوکھلا معلوم ہوتا ہے اور سب ڈر رہے ہیں کہ معلوم نہیں کیا ہو جائے گا۔ گجا تو سات سو میں اتنی جرأت تھی اور گجا آج سات کروڑ بلکہ دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان ہیں مگر سب ڈر رہے ہیں اور یہ ایمان کی کمی کی وجہ سے ہے جس کے اندر ایمان ہوتا ہے وہ کسی سے ڈر نہیں سکتا۔

ایمان کی طاقت بہت بڑی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا واقعہ ہے ایک دفعہ آپؐ گورڈ اسپور میں تھے میں وہاں تو تھا مگر اس مجلس میں نہ تھا جس میں یہ واقعہ ہوا۔ مجھے ایک دوست نے جو اس مجلس میں تھے سنایا کہ خواجہ کمال الدین صاحب اور بعض دوسرے احمدی

بہت گھبرائے ہوئے آئے اور کہا کہ فلاں مجسٹریٹ جس کے پاس مقدمہ ہے لاہور گیا تھا آریوں نے اُس پر بہت زور دیا کہ مرزا صاحب ہمارے مذہب کے سخت مخالف ہیں ان کو ضرور سزا دے دو خواہ ایک ہی دن کی کیوں نہ ہو، یہ تمہاری قومی خدمت ہوگی اور وہ ان سے وعدہ کر کے آیا ہے کہ میں ضرور سزا دوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات سنی تو آپ لپٹے ہوئے تھے یہ سن کر آپ کہنی کے بل ایک پہلو پر ہو گئے اور فرمایا خواجہ صاحب آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ کیا کوئی خدا تعالیٰ کے شیر پر بھی ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مجسٹریٹ کو یہ سزا دی کہ پہلے تو اُس کا گورداسپور سے تبادلہ ہو گیا اور پھر اُس کا تتر ل ہو گیا یعنی وہ اسی سے منصف بنا دیا گیا اور فیصلہ دوسرے مجسٹریٹ نے آ کر کیا تو ایمان کی طاقت بڑی زبردست ہوتی ہے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس جماعت میں نئے لوگوں کے شامل ہونے کا اس صورت میں فائدہ ہو سکتا ہے کہ شامل ہونے والوں کے اندر ایمان اور اخلاص ہو۔ صرف تعداد میں اضافہ کوئی خوشی کی بات نہیں۔ اگر کسی کے گھر میں دس سیر دودھ ہو تو اس میں دس سیر پانی ملا کر وہ خوش نہیں ہو سکتا کہ اب اُس کا دودھ بیس سیر ہو گیا ہے خوشی کی بات یہی ہے کہ دودھ ہی بڑھایا جائے اور دودھ بڑھانے میں ہی فائدہ ہو سکتا ہے۔

(بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 293-294)

### ہندو مجسٹریٹ کا انجام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر 1902ء میں مخالفین کی طرف سے ایک کیس چلایا گیا اور جس مجسٹریٹ کے سامنے یہ کیس پیش تھا وہ آریہ تھا۔ اسے لاہور بلا کر آریہ لیڈروں نے قسم دلائی کہ اس مقدمہ میں مرزا صاحب سے پنڈت لیکھرام کا بدلہ ضرور لینا ہے اور اس نے اپنے لیڈروں کے سامنے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کو رپورٹ پہنچی کہ اس طرح مجسٹریٹ کو لاہور بلا کر قسم کھلائی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف رکھتے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے آپ سے کہا کہ کسی نہ کسی طرح اس مقدمہ میں صلح کر لی جائے کیونکہ یہ پکی بات ہے کہ مجسٹریٹ کو لاہور بلا کر اس سے یہ وعدہ لیا گیا ہے کہ وہ ضرور سزا دے اور اس نے سزا دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لیٹے ہوئے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ بات لمبی کرتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ حضور مجسٹریٹ ضرور قید کر دے گا اور سزا دے دے گا۔ بہتر ہے فریق ثانی سے صلح کر لی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کہنیوں پر سہارا لے کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ خواجہ صاحب! خدا تعالیٰ کے شیر پر ہاتھ ڈالنا کوئی آسان بات ہے میں خدا تعالیٰ کا شیر ہوں وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دو مجسٹریٹوں میں سے جو اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر تھے۔ ایک کالڑکا پاگل ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اسے لکھا (وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کا ما مور تو نہیں مانتی تھی) کہ تم نے ایک مسلمان فقیر کی ہتک کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایک لڑکا پاگل ہو گیا ہے۔ اب دوسرے کیلئے ہوشیار ہو جاؤ۔ وہ تعلیم یافتہ تھا اور ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا اس نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا دوسرا لڑکا دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ وہ دریائے راوی پر گیا وہاں نہار ہاتھا کہ مگر مجھ نے اس کی ٹانگ پکڑ لی اس طرح وہ بھی ختم ہو گیا۔ وہ مجسٹریٹ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قدر تنگ کیا کرتا تھا کہ مقدمہ کے دوران میں سارا وقت آپ کو کھڑا رکھتا اگر پانی کی ضرورت محسوس ہوتی تو پینے کی اجازت نہ دیتا۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب نے پانی پینے کی اجازت بھی مانگی مگر اس نے اجازت نہ دی۔ بعد میں اس کی یہ حالت ہوئی کہ اس نے خود مجھ سے دعا کے لئے درخواست کی۔ میری عمر چھوٹی تھی کوئی بیس بائیس سال کی ہوگی۔ میں کہیں جانے کے لئے اسٹیشن پر کھڑا تھا کہ وہ میرے پاس آیا اور ایک گھنٹہ میرے پاس کھڑا رہا اور اس نے درخواست کی کہ میرے لئے دعا کریں کہ کسی طرح یہ عذاب مجھ سے دور ہو جائے۔ دوسرے مجسٹریٹ نے بظاہر آپ کو مقدمہ میں کوئی تکلیف نہیں دی لیکن آخر میں آپ کو جرمانہ کی سزا دے دی۔ وہ بھی ذلیل و خوار ہوا اور ملازمت سے الگ کر دیا گیا۔

(خطبات محمود جلد اول صفحہ 428-429)

## نشان صداقت

یہ سب لوگ خدا تعالیٰ کا قرب پا کر آیاتِ مُبِیِّنَاتِ کا مقام حاصل کر گئے اور ان میں ہر شخص کو دیکھ کر لوگ اپنا ایمان تازہ کرتے تھے۔ پھر جب اُن کا نور دھندلا ہوا تو خدا تعالیٰ نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمارے اندر پیدا کیا اور آپ کا وجود ہمارے لئے آیات مبینات بن گیا۔ جو شخص بھی آپ کے پاس بیٹھا اُس کو قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی نظر آگئی اور کوئی چیز اس کو اسلام سے ہٹانے والی نہ رہی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب کرم دین بھٹیں والا مقدمہ ہو تو مجسٹریٹ ہندو تھا آریوں نے اسے ورغلا یا اور کہا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ضرور کچھ نہ کچھ سزا دے اور اُس نے ایسا کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ بات سنی تو ڈر گئے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں گورداسپور حاضر ہوئے جہاں مقدمہ کے دوران میں آپ ٹھہرے ہوئے تھے اور کہنے لگے حضور بڑے فکر کی بات ہے۔ آریوں نے مجسٹریٹ سے کچھ نہ کچھ سزا دینے کا وعدہ لے لیا ہے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے آپ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ ”خواجہ صاحب خدا کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ میں خدا کا شیر ہوں وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے۔“ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دو مجسٹریٹ تھے جن کی عدالت میں یکے بعد دیگرے یہ مقدمہ پیش ہوا اور ان دونوں کو بڑی سخت سزا ملی ان میں سے ایک تو معطل ہوا اور ایک کا بیٹا دریا میں ڈوب کر مر گیا اور وہ اس غم میں نیم پاگل ہو گیا۔ اس پر اس واقعہ کا اتنا اثر تھا کہ ایک دفعہ میں دہلی جا رہا تھا کہ وہ لدھیانہ کے سٹیشن پر مجھے ملا اور بڑے الحاح سے کہنے لگا کہ دُعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے صبر کی توفیق دے مجھ سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئی ہیں اور میری حالت ایسی ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ اب میرا ایک اور بیٹا ہے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے اور مجھے دونوں کو تباہی سے بچائے۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ بات پوری ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے اور آریوں کو اُن کے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ یہ آیات مبینات ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے انبیاء کی سچائی ظاہر کرتا رہتا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 359-360)

## خطرہ کی افواہیں بہت برا اثر ڈالتی ہیں

ایک دفعہ میں پاخانہ کے لئے بیٹھا تو میں نے دیکھا کہ میری دونوں رانوں کے بیچ میں سے سانپ نے پھن نکالی مگر میں بالکل نہ گھبرایا اور میں نے سوچا کہ اگر اب میں نے حرکت کی تو ممکن ہے یہ کاٹ لے اس لئے اسی طرح بیٹھا رہا اور سانپ آرام سے پاٹ میں سے نکلا اور چلے

کاٹ کر پاخانہ میں سے باہر چلا گیا۔ تو میں نے سانپ کو اس قدر قریب سے دیکھا اور وہ میرے ننگے جسم سے قریباً چھوتا ہوا گزرا مگر میرے دل میں کوئی گھبراہٹ پیدا نہ ہوئی۔ لیکن ڈلہوزی میں ”سانپ“ کی آواز آئی اور ہم سب اس سے مرعوب ہو گئے۔ پس خطرہ کی افواہیں بہت بُرا اثر ڈالتی ہیں بلکہ افواہیں خود جنگ سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔ کسی جگہ بموں کا پڑنا اتنا خطرناک نہیں ہوتا جتنا یہ شور پڑ جانا کہ ہم پڑ رہے ہیں۔ غلط افواہیں قوموں میں بزدلی پیدا کر دیتی ہیں پس انگریزوں کے لئے نہیں بلکہ اپنی بہادری اور جرأت کو قائم رکھنے کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ غلط افواہوں کو پھیلنے سے روکا جائے اور ان کا مقابلہ کیا جائے۔ مجھے ایک دوست جو فوج میں لیفٹیننٹ ہیں ملنے آئے اور کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کریں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ ہمیشہ اپنے ماتحتوں کے حوصلوں کو قائم رکھیں اور اگر کریٹ وغیرہ کو شکست کی وجہ سے سپاہیوں میں گھبراہٹ پیدا ہو تو بے شک ان کا دل بڑھانے کے لئے کہہ دیا کریں کہ یہ انگریز لڑنا کیا جانیں یہ تو ناز و نعم میں پلنے والے لوگ ہیں یہ دشمن کو کیا شکست دیں گے ہاں ہم اسے ضرور شکست دیں گے۔ ہم مضبوط اور جفاکش لوگ ہیں جب ہم سے مقابلہ کا وقت آیا تو ہم ضرور دشمن کو شکست دیں گے۔ تو جنگ میں غلط افواہیں بہت زیادہ خطرناک ہوتی ہیں اور ان کا مقابلہ ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ رستم کے گھر میں چور آ گیا۔ رستم بے شک بہت بہادر تھا مگر اس کی شہرت فنون جنگ میں تھی ضروری نہ تھا کہ کشتی کے فن میں بھی ہر ایک سے بڑھ کر ہو۔ چور کشتی لڑنا جانتا تھا اور اس نے رستم کو نیچے گرادیا۔ جب رستم نے دیکھا کہ اب تو میں مارا جاؤں گا تو اُس نے کہا آ گیا رستم۔ چور نے جب یہ آواز سنی تو وہ فوراً اُسے چھوڑ کر بھاگا۔ غرض چور رستم کے ساتھ تو لڑتا رہا بلکہ اُسے نیچے گرا لیا مگر رستم کے نام سے ڈر کر بھاگا۔ کسی آدمی کے گھر کو آگ لگی ہو تو اُس پر اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا یہ خبر سن کر کہ اُس کے گھر کو آگ لگی ہے۔

(بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 276-277)

### ہندو مجسٹریٹ کا انجام

توپ کی طرح دعا بھی بہت دور تک گولہ پھینکتی ہے اور ہمارے سامنے تو قبولیت دعا کے ایسے ایسے نمونے ہیں کہ ہم اس کی طاقت کا انکار نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو گورداسپور کے ایک ہندو مجسٹریٹ آتمارام نے سزا دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کی موت کی خبر آپ کو دی۔ چنانچہ بیس دن میں دو لڑکے اس کے مر گئے۔

ایک لڑکا جو لاہور کے گورنمنٹ کالج میں پڑھتا تھا ڈوب کر مر گیا۔ بیس بائیس سال ہوئے میں گاڑی میں جا رہا تھا کہ لدھیانہ کے سٹیشن پر وہ مجھے ملا اور کہا کہ لوگوں نے یونہی مرزا صاحب کو مجھ سے ناراض کر دیا اور مجھ سے کہا کہ آپ دعا کریں۔ اس کے دونوں جوان لڑکے مر گئے اور اس کی بیوی ہمیشہ اُسے یہی کہتی کہ یہ لڑکے تو نے ہی مارے ہیں۔ تو یہ تو ہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ چلاتا ہے دوسری توپ تو ساٹھ ستر میل تک ہی مار کرتی ہے اور اس کے گولے خطا بھی جاتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی توپ کا گولہ بہت دور تک مار کرتا ہے اور کبھی خطا نہیں جاتا۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ کی توپ کا گولہ گورداسپور سے لاہور پہنچا جو قریباً اسی میل کا فاصلہ ہے اور وہاں بھی اس نے گورنمنٹ کالج کی عمارت کو پچھا اور اس میں جا کر عین اسی لڑکے پر گرا جس پر وہ پھینکا گیا تھا اور اسے ہلاک کر دیا۔ تو دعا کی توپ کا گولہ کبھی خطا نہیں جاتا اور اگر اس کے باوجود ہم سستی کریں تو یہ بہت افسوس کی بات ہوگی۔ دعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب انسان دعا کرتا ہے تو اُس کے دل میں یقین بڑھتا ہے یہ ایک طبعی فائدہ ہے جو دعا سے حاصل ہوتا ہے۔ جب ایک انسان کہتا ہے کہ خدایا! میری مدد کر تو اُس کے دل میں ایک یقین پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ میری مدد کر سکتا ہے اور اس طرح توکل بڑھتا ہے اور وہ ایسے ایسے کام کر سکتا ہے جو دوسرا کوئی نہیں کر سکتا اور یہ طبعی فائدہ دعا کا ہوتا ہے۔ (بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 279-278)

### مقدمہ کرم دین (ازالہ حیثیت عرفی)

1902ء کے آخر میں حضرت مسیح موعودؑ پر ایک شخص کرم دین نے ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ کیا اور جہلم کے مقام پر عدالت میں حاضر ہونے کے لئے آپ کے نام سمن جاری ہوا چنانچہ آپ جنوری 1903ء میں وہاں تشریف لے گئے۔ یہ سفر آپ کی کامیابی کے شروع ہونے کا پہلا نشان تھا کہ گو آپ ایک فوجداری مقدمہ کی جواب دہی کے لئے جا رہے تھے لیکن پھر بھی لوگوں کا یہ حال تھا کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جس وقت آپ جہلم کے سٹیشن پر اترے ہیں



اس وقت وہاں اس قدر انبوه کثیر تھا کہ پلیٹ فارم پر کھڑا ہونے کی جگہ نہ رہی تھی بلکہ اسٹیشن کے باہر بھی دو رو یہ سڑکوں پر لوگوں کی اتنی بھیڑ تھی کہ گاڑی کا گزرنا مشکل ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ افسرانِ ضلع کو انتظام کے لئے خاص اہتمام کرنا پڑا اور غلام حیدر صاحب تحصیلدار اس اسپیشل ڈیوٹی پر لگائے گئے۔ آپ حضرت صاحب کے ساتھ نہایت مشکل سے راستہ کراتے ہوئے گاڑی کو لے گئے کیونکہ شہر تک برابر جومِ خلاق کے سبب رستہ نہ ملتا تھا۔ اہل شہر کے علاوہ ہزاروں آدمی دیہات سے بھی آپ کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ قریباً ایک ہزار آدمی نے اس جگہ بیعت کی اور جب آپ عدالت میں حاضر ہونے کے لئے گئے تو اس قدر مخلوق کا رروائی مقدمہ سننے کے لئے موجود تھی کہ عدالت کو انتظام کرنا مشکل ہو گیا۔ دُور میدان تک لوگ پھیلے ہوئے تھے۔ پہلی ہی پیشی میں آپ بری کئے گئے اور مع الخیر واپس تشریف لے آئے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؓ - انوار العلوم جلد 3 صفحہ 366)

### جماعت کی ترقی اور کرم دین والے مقدمہ کا طول پکڑنا

1903ء سے آپ کی ترقی حیرت انگیز طریق سے شروع ہو گئی اور بعض دفعہ ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو آدمی بیعت کے خطوط لکھتے تھے اور آپ کے پیرو اپنی تعداد میں ہزاروں لاکھوں تک پہنچ گئے۔ ہر قسم کے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ سلسلہ بڑے زور سے پھیلنا شروع ہو گیا اور پنجاب سے نکل کر دوسرے صوبوں اور پھر دوسرے ملکوں میں بھی پھیلنا شروع ہو گیا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؓ انوار العلوم جلد 3 صفحہ 266)

### مخالفین کا انجام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی تشریف لائے تھے تو لکھنؤ کا ایک مولوی ایک دن آپ کے مکان پر آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ خادم نے کہا آپ ٹھہریئے حضرت صاحب کھانا کھا رہے ہیں اس مولوی نے کہا نہیں انہیں کہو کہ ایک پولیس آفیسر باہر کھڑا ہے اور وہ ابھی بلاتا ہے۔ حضرت صاحب نے یہ سُن لیا اور خود ہی باہر تشریف لے آئے۔ اتفاق سے اس وقت آپ کا پاؤں ایک مقام پر پھسل گیا اس پر اُس نے تمسخر کیا کہ اچھے مسیح ہیں کہ پولیس آفیسر کے ڈر سے پاؤں پھسل گیا لیکن ابھی تین دن بھی نہیں گزرے تھے

کہ وہ خود چھت کے زینہ سے گر کر مر گیا اور خدا نے اسے بتا دیا کہ خدا کے انبیاء کے ساتھ تمسخر کا کیا نتیجہ ہوتا ہے، بہت سے لوگ ایسے تھے جو کہتے تھے مرزا صاحب کو کوڑھ ہو جائے گا خدا نے انہیں ہی کوڑھ میں مبتلا کر دیا بہت کہتے تھے مرزا صاحب کو طاعون ہو جائے گا خدا نے کہنے والوں کو طاعون سے ہلاک کیا، جب ہزاروں مثالیں اسی قسم کی موجود ہیں تو ہم کہاں تک انہیں اتفاق پر محمول کریں پس اپنے اندر ایسی پاک تبدیلی پیدا کرو کہ دنیا سے محسوس کرے تمہاری حالت یہ ہو کہ تمہارے تقویٰ و طہارت، تمہاری دعاؤں کی قبولیت اور تمہارے تعلق باللہ کو دیکھ کر لوگ اس طرف کھنچے چلے آویں۔ یاد رکھو کہ احمدیت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے ذریعہ سے ہوگی اور اگر آپ لوگ اس مقام پر یا اس کے قریب تک ہی پہنچ جائیں تو پھر اگر آپ باہر بھی قدم نہ نکالیں گے بلکہ کسی پوشیدہ گوشہ میں بھی جا بیٹھیں گے تو وہاں بھی لوگ آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

(جماعت احمدیہ دہلی کے ایڈریس کا جواب، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 86)

### مولوی عبدالکریم افغان کو گستاخی کی سزا

میں ایک دفعہ لکھنؤ گیا وہاں ندوہ میں ایک مولوی عبدالکریم صاحب افغان تھے انہوں نے ہمارے خلاف جلسے کئے اور ایک جلسہ میں کہا کہ مرزا صاحب نبی بنے پھرتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ مجھے مرزا حیرت دہلوی نے سنایا کہ مرزا صاحب دلی میں آئے اور مجھے علم ہوا تو میں انسپٹر پولیس بن کر اس مکان پر گیا۔ جہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے اور نوکر سے کہا کہ مرزا صاحب کو جلد اطلاع دو کہ پولیس افسر آیا ہے نوکر نے جا کر اطلاع دی اور مرزا صاحب گھبراہٹ میں جلدی جلدی نیچے اترے اور آخری سیڑھی پر پہنچ کر ان کا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑے یہ واقعہ سنا کر وہ مولوی خوب ہنسا کہ ایسا شخص بھی نبی ہو سکتا ہے اب یہ تمسخر تو ہے مگر کیا اتنا بڑا جو مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیشہ کرتے ہیں؟ لیکن دیکھ لو مولوی ثناء اللہ صاحب کو تو اتنی لمبی ملی ہے اور مولوی عبدالکریم تیسرے ہی دن کوٹھے سے گرا اور مر گیا بالکل اسی طرح جس طرح اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف غلط واقعہ منسوب کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے سزا دے دی۔ پس یہ تو ایسی بات ہے جو خدا تعالیٰ بھی کرتا ہے اس کے نبی بھی کرتے رہے ہیں اور مجھے بھی کرنی پڑتی ہے بعض اوقات میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ایسا بے حیا ہے کہ اس پر گرفت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس کے برے نمونہ کا دوسروں پر بھی اثر نہیں ہوتا کیونکہ سب پر اس کی حالت عیاں ہوتی ہے

اور سب جانتے ہیں کہ وہ بے حیا ہے اس لئے اسے چھوڑ بھی دیتا ہوں۔

(خطبات محمود جلد 22 صفحہ 176-177)

## گستاخی کی سزا

ہم ایک دفعہ لکھنؤ گئے۔ وہاں ایک سرحدی مولوی عبدالکریم تھا جو ہماری جماعت کا شدید مخالف تھا۔ اُس نے ہمارے آنے کے بعد ایک تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک واقعہ کو اُس نے نہایت تحقیر کے طور پر بیان کیا۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دہلی گئے وہاں ہمارے ایک رشتہ دار کے ماموں مرزا حیرت دہلوی تھے۔ انہیں ایک دن شرارت سوجھی اور وہ جعلی انسپکٹر پولیس بن کر آگئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈرانے کے لئے کہنے لگے کہ میں انسپکٹر پولیس ہوں اور مجھے حکومت کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں آپ کو نوٹس دوں کہ آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں ورنہ آپ کو سخت نقصان ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس کی طرف توجہ نہ کی مگر جب بعض دوستوں نے تحقیق کرنی چاہی کہ یہ کون شخص ہے تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ اس واقعہ کو مولوی عبدالکریم سرحدی نے اس رنگ میں بیان کیا کہ دیکھو وہ خدا کا نبی بنا پھرتا ہے مگر وہ دہلی گیا تو مرزا حیرت انسپکٹر پولیس بن کر اُس کے پاس چلا گیا۔ وہ کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ (حالانکہ یہ بات بالکل جھوٹ تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نیچے دالان میں بیٹھے ہوئے تھے) جب اُس نے سنا کہ انسپکٹر پولیس آیا ہے تو وہ ایسا گھبرایا کہ سیڑھیوں سے اترتے وقت اس کا پیر پھسلا اور وہ مونہہ کے بل زمین پر آگرا۔ لوگوں نے یہ تقریر سن کر بڑے قہقہے لگائے اور ہنستے رہے۔ لیکن اُسی رات مولوی عبدالکریم کو خدا تعالیٰ نے پکڑ لیا۔ وہ اپنے مکان کی چھت پر سو یا ہوا تھا کہ رات کو وہ کسی کام کے لئے اٹھا اور چونکہ اُس چھت کی کوئی منڈیر نہیں تھی اور نیند سے اُس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اُس کا ایک پاؤں چھت سے باہر جا پڑا اور وہ دھڑم سے نیچے آگرا اور گرتے ہی مر گیا۔ اب دیکھو اگر اُس کو غیب کا پردہ نہ ہونے کی صورت میں پتہ ہوتا کہ مجھے گستاخی کی یہ سزا ملے گی تو وہ کبھی گستاخی نہ کرتا بلکہ آپ پر ایمان لے آتا گویا ایمان اُس کے کسی کام نہ آتا کیونکہ جب غیب ہی نہ رہا تو ایمان کا کیا فائدہ۔ ایمان تو وہی کارآمد ہو سکتا ہے جو غیب کی حالت میں ہو۔ ثواب یا عذاب سامنے نظر آنے پر تو ہر کوئی ایمان لا سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 23)

عیسائیوں کا خدا مر گیا اس پر مسلمانو! تم کیوں غصے ہوتے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں گئے تو مولویوں نے فتویٰ دیا کہ جو ان کے لیکچر میں جائے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ حضرت مرزا صاحب کی کشش ایسی تھی کہ لوگوں نے اس فتویٰ کی بھی کوئی پرواہ نہ کی تو راستوں پر پہرے لگا دیئے گئے تاکہ لوگوں کو جانے سے روکیں اور سڑکوں پر پتھر جمع کر لئے گئے کہ جو نہ رکے گا اسے ماریں گے۔ پھر جلسہ گاہ سے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر لے جاتے کہ لیکچر نہ سن سکیں۔ بی ٹی صاحب جو اس وقت سیالکوٹ میں سٹی انسپکٹر تھے اور پھر سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو گئے تھے اب معلوم نہیں ان کا کیا عہدہ ہے ان کا انتظام تھا۔ جب لوگوں نے شور مچایا اور فساد کرنا چاہا تو چونکہ حضرت صاحب کی تقریر اس نے بھی سنی تھی وہ حیران ہو گیا کہ اس تقریر میں حملہ تو آریوں اور عیسائیوں پر کیا گیا ہے اور جو کچھ مرزا صاحب نے کہا ہے اگر وہ مولویوں کے خیالات کے خلاف بھی ہو تو بھی اس سے اسلام پر کوئی اعتراض نہیں آتا اور اگر وہ باتیں سچی ہیں تو اسلام کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پھر مسلمانوں کے فساد کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اگرچہ وہ سرکاری افسر تھا مگر وہ جلسہ میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ تو کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا خدا مر گیا اس پر مسلمانو! تم کیوں غصے ہوتے ہو۔ غرض ان لوگوں کا ہم سے یہ سلوک ہے اور بادی النظر میں یہی نظر آتا ہے کہ اگر ان میں سے لوگ آریوں میں جاتے ہیں تو ہمیں کیا مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ خیال غلط ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے متعلق یہاں تک فرمایا ہے۔

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار

کآخر کنند دعوائے حب پیہرم

(تحریک شہی ماکانا، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 192)

سوچ سمجھ کر کم وقت میں کام کرنا چاہئے

مولوی برہان الدین صاحبؒ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت ہی مخلص صحابی گزرے ہیں۔ احمدیت سے پہلے وہ وہابیوں کے مشہور عالم تھے اور ان میں انہیں

بڑی عزت حاصل تھی۔ جب احمدی ہوئے تو باوجود اس کے کہ اُن کے گزارہ میں تنگی آگئی پھر بھی انہوں نے پرواہ نہ کی اور اسی غربت میں دن گزار دیئے۔ بہت ہی مستغنی المزاج انسان تھے انہیں دیکھ کر کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ کوئی عالم ہیں بلکہ بظاہر انسان یہی سمجھتا تھا کہ یہ کوئی کمی ہیں بہت ہی منکسر طبیعت کے تھے۔ مجھے اُن کا ایک لطیفہ ہمیشہ یاد رہتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں سخت مخالفت ہوئی تو اس کے بعد آپ جب واپس آئے تو مخالفوں کو جس جس شخص کے متعلق پتہ لگا کہ یہ احمدی ہے اُسے سخت تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ مولوی برہان الدین صاحبؒ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ٹرین پر سوار کر کے سٹیشن سے واپس جا رہے تھے کہ لوگوں نے اُن پر گوبر اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کر دیا اور ایک نے تو گوبر آپ کے منہ میں ڈال دیا مگر وہ بڑی خوشی سے اس تکلیف کو برداشت کرتے گئے اور جب بھی ان پر گوبر پھینکا جاتا تھا بڑے مزے سے کہتے تھے کہ ”ایہہ دن کتھوں۔ ایہہ خوشیاں کتھوں“ اور بتانے والے نے بتایا کہ ذرا بھی اُن کی پیشانی پر بل نہ آیا۔ غرض بہت ہی مخلص انسان تھے۔ وہ اپنے احمدی ہونے کا موجب ایک عجیب واقعہ سنایا کرتے تھے احمدی گو وہ کچھ عرصہ بعد میں ہوئے ہیں۔ مگر انہوں نے دعویٰ سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کر لیا تھا۔ درمیان میں کچھ وقفہ پڑ گیا۔ انہوں نے ابتداء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سنا تو پیدل قادیان آئے۔ یہاں آ کر پتہ لگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور تشریف لے گئے ہیں شاید کسی مقدمہ میں پیشی تھی یا کوئی اور وجہ تھی مجھے صحیح معلوم نہیں۔ آپ فوراً گورداسپور پہنچے۔ وہاں انہیں حضرت حافظ حامد علیؒ مرحوم ملے۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک دیرینہ خادم اور دعویٰ سے پہلے آپ کے ساتھ رہنے والے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ذیل گھر میں یا کہیں اور ٹھہرے ہوئے تھے اور جس کمرہ میں آپ مقیم تھے اُس کے دروازہ پر چک پڑی ہوئی تھی۔ مولوی برہان الدین صاحبؒ کے دریافت کرنے پر حافظ حامد علی صاحبؒ نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرہ میں کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حافظ صاحب نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصروفیت کی وجہ سے منع کیا ہوا ہے اور حکم دے رکھا ہے کہ آپ کو نہ بلایا جائے۔ مولوی صاحب نے منتیں کیں کہ کسی طرح ملاقات کرادو مگر حافظ صاحب نے کہا میں کس طرح عرض کر سکتا ہوں جبکہ آپ نے ملنے سے منع کیا ہوا ہے۔ لیکن آخر بہت سی منتوں کے بعد انہوں

نے حافظ صاحب سے اتنی اجازت لے لی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چمک سے جھانک کر زیارت کر لیں یا یہ کہ ان کی نظر بچا کر مجھے اس وقت یہ تفصیل یاد نہیں وہ اُس کمرہ کی طرف گئے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے اور چمک اٹھا کر جھانکا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹہل رہے ہیں۔ اُس وقت آپ کی دروازہ کی طرف پشت تھی اور بڑی تیزی سے دیوار کی دوسری طرف جا رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ جب آپ کتاب، اشتہار یا کوئی مضمون لکھتے تو بسا اوقات ٹہلتے ہوئے لکھتے جاتے اور آہستہ آواز سے اُسے ساتھ ساتھ پڑھتے بھی جاتے۔ اُس وقت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی مضمون لکھ رہے تھے بڑی تیزی سے ٹہلتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔ دیوار کے قریب پہنچ کر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام واپس مُڑنے لگے تو مولوی برہان الدین صاحبؒ کہتے ہیں میں وہاں سے بھاگا تا آپ کہیں مجھے دیکھ نہ لیں۔ حافظ حامد علی صاحبؒ نے یا کسی اور نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کر لی؟ وہ کہنے لگے۔ بس پتہ لگ گیا اور پنجابی زبان میں کہنے لگے ”جھپڑا کمرے وچ اتنا تیز تیز چلدا ہے اُس نے کسی دُور جگہ ہی جانا ہے“ یعنی جو کمرہ میں اس قدر تیز چل رہا ہے معلوم ہوتا ہے اُس کی منزل مقصود بہت دور ہے اور اُسی وقت آپ کے دل میں یہ بات جم گئی کہ آپ دنیا میں کوئی عظیم الشان کام کر رہے ہیں گے۔ یہ ایک نکتہ ہے مگر اُس کو نظر آ سکتا ہے جسے روحانی آنکھیں حاصل ہوں۔ وہ اُس وقت بغیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کوئی بات کئے چلے گئے مگر چونکہ یہ بات دل میں جم چکی تھی اس لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی اور پھر اس قدر اخلاص بخشا کہ انہیں کسی کی مخالفت کی پرواہ ہی نہ رہی۔ تو تیزی کے ساتھ کام کرنے سے اوقات میں بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔

پس بچوں کو جلدی کام کرنے اور جلدی سوچنے کی عادت ڈالی جائے۔ مگر جلدی سے مراد جلد بازی نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر تیزی سے کام کرنا ہے۔ جلد باز شیطان ہے لیکن سوچ سمجھ کر جلدی کا کام کرنے والا خدا تعالیٰ کا سپاہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے دیکھا ہے کہ آپ دن بھر گھر کے اندر کام کرتے لیکن روزانہ ایک دفعہ سیر کے لئے ضرور جاتے اور 74-75 برس کی عمر کے باوجود سیر پر اس قدر باقاعدگی رکھتے کہ آج وہ ہم سے نہیں ہو سکتی۔ ہم بعض دفعہ سیر پر جانے سے رہ جاتے ہیں لیکن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ضرور سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو کھلی ہوا کے اندر چلنا پھرنا اور اُس سے فائدہ اٹھانا دماغ کے لئے بہت مفید ہوتا ہے اور جب تحریک جدید کے بورڈ رکھلی ہوا میں رہ کر مشقت کا کام کریں گے تو جہاں ان کی صحت اچھی رہے گی وہاں ان کا دماغ بھی ترقی کرے گا اور وہ دنیا کے لئے مفید وجود بن جائے گا۔ (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 836 تا 839)

### حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؒ کی ثابت قدمی

دشمن تو یہی چاہتا ہے کہ وہ مومنوں کو مٹا دے اور انہیں غمگین بنا دے مگر جب وہ دیکھتا ہے کہ انہیں مارا جاتا ہے تو یہ اور بھی زیادہ دلیر ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں خدا نے ہماری ترقی کے کیسے سامان پیدا کئے ہیں تو اس کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سیالکوٹ تشریف لے گئے تو مولویوں نے یہ فتویٰ دیدیا کہ جو شخص مرزا صاحب کے پاس جایگا یا اُن کی تقریروں میں شامل ہوگا اُس کا نکاح ٹوٹ جائیگا۔ یہ کافر اور دجال ہیں ان سے بولنا ان کی باتیں سُننا اور انکی کتابیں پڑھنا بالکل حرام ہے بلکہ ان کو مارنا اور قتل کرنا ثواب کا موجب ہے مگر آپ کی موجودگی میں انہیں فساد کی جرأت نہ ہوئی کیونکہ چاروں طرف سے احمدی جمع تھے۔ انہوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ان کے جانے کے بعد فساد کیا جائے۔ میں بھی اُس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے روانہ ہوئے اور گاڑی میں سوار ہوئے تو دُور تک آدمی کھڑے تھے جنہوں نے پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ مگر چلتی گاڑی پر پتھر کس طرح لگ سکتے تھے۔ شاذ و نادر ہی ہماری گاڑی کو کوئی پتھر لگتا۔ وہ مارتے ہم کو تھے اور لگتا اُن کے کسی اپنے آدمی کو تھا۔ پس اُن کا یہ منصوبہ تو پورا نہ ہو سکا۔ باقی احمدی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے وہاں جمع تھے اُن میں سے کچھ تو ارد گرد کے دیہات کے رہنے والے تھے جو آپ کی واپسی کے بعد ادھر ادھر پھیل گئے اور جو تھوڑے سے مقامی احمدی رہ گئے یا باہر کی جماعتوں کے مہمان تھے اُن پر مخالفین نے اسٹیشن پر ہی حملے شروع کر دیئے۔ اُن لوگوں میں سے جن پر حملہ ہوا ایک مولوی برہان الدین صاحبؒ بھی تھے۔ مخالفوں نے ان کا تعاقب کیا۔ پتھر مارے اور بُرا بھلا کہا۔ اور آخر ایک دوکان میں انہیں گرا لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ گو بر لاؤ ہم اس کے مونہہ میں ڈالیں۔ چنانچہ وہ گو بر لائے اور انہوں نے مولوی برہان الدین صاحبؒ کا منہ کھول کر اُس میں ڈال دیا۔ جب

وہ انہیں مار رہے تھے اور گو بر اُن کے مونہہ میں ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے تو بجائے اِس کے مولوی صاحب انہیں گالیاں دیتے یا شور مچاتے جنہوں نے وہ نظارہ دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ وہ بڑے اطمینان اور خوشی سے یہ کہتے جاتے تھے کہ سبحان اللہ! یہ دن کسے نصیب ہوتا ہے یہ دن تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے آنے پر ہی نصیب ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس نے مجھے یہ دن دکھایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی دیر میں ہی جو لوگ حملہ کر رہے تھے اُن کے نفس نے انہیں ملامت کی اور وہ شرمندگی اور ذلت سے آپکو چھوڑ کر چلے گئے۔ تو بات یہ ہے کہ جب دشمن دیکھتا ہے کہ یہ لوگ موت سے ڈرتے ہیں تو کہتا ہے آؤ ہم انہیں ڈرائیں! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ شیطان اپنے اولیاء کو ڈراتا ہے۔ پس جب کوئی شخص ڈرتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ شیطانی آدمی ہے لیکن اگر وہ ڈرتا نہیں بلکہ ان حملوں اور تکالیف کو خدا تعالیٰ کا انعام سمجھتا ہے اور کہتا ہے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے عزت کا مقام عطا فرمایا ہے اور اُس نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ میں اُس کی خاطر مار کھا رہا ہوں تو دشمن مرعوب ہو جاتا ہے اور آخرا س کے دل میں ندامت پیدا ہو جاتی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 582 تا 583)

### جب تم فارغ ہو جاؤ تو اور زیادہ محنت کرو

اسلام کے نزدیک آرام منزل مقصود نہیں جس کے لئے انسان جدوجہد کرتا ہے بلکہ صحیح کوشش کے ساتھ ساتھ پیدا ہونے والی حس کا نام ہے۔ چنانچہ یہاں اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے تمہیں حکم دیا۔ شیطان سے لڑو اور خوب لڑو۔ تم نے لڑائی کی اور فتح حاصل کی۔ آؤ اب اور زیادہ زور سے ہماری طرف دوڑو کیونکہ تمہارے لئے یہی حکم ہے کہ جب تم فارغ ہو جاؤ تو زیادہ کوشش اور مستعدی سے خدا تعالیٰ کی طرف دوڑو۔ پس مؤمن کے لئے اِس قسم کا آرام کہاں آیا جسے دنیا آرام کہتی ہے۔

مجھے اِس جگہ پر ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ مولوی برہان الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہایت مخلص صحابی تھے اور نہایت خوش مذاق آدمی تھے ان ہی کی وفات اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدرسہ احمدیہ کے قیام کا خیال پیدا ہوا۔ وہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئے اور ذکر کیا کہ



میں نے خواب میں اپنی فوت شدہ ہمشیرہ کو دیکھا ہے کہ وہ مجھ سے ملی ہیں میں نے اُن سے پوچھا کہ بہن بتاؤ وہاں تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی خدا نے بڑا فضل کیا، مجھے اُس نے بخش دیا اور اب میں جنت میں آرام سے رہتی ہوں۔ میں نے پوچھا کہ بہن وہاں کرتی کیا ہو؟ وہ کہنے لگی میری بیچتی ہوں۔ مولوی برہان الدین صاحبؒ کہنے لگے۔ میں نے کہا ”بھین ساڈی قسمت بھی عجیب ہے سانوں جنت و جہنم بھی میری ہی بیچتی ہے“ ان کے خاندان میں چونکہ غربت تھی اس لئے خواب میں بھی ان کا خیال ادھر گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ روایا سن کر فرمایا مولوی صاحب! اس کی تعبیر تو اور ہے مگر خواب میں بھی آپ کو تمسخر ہی سوجھا اور مذاق کرنا نہ بھولا۔ پیر درحقیقت جنتی پھل ہے اور اس سے مراد ایسی کامل محبت ہوتی ہے جو لازوال ہو کیونکہ سِدْرَہِ لَازِوَالِ الہی محبت کا مقام ہے پس اس کی تعبیر یہ تھی کہ میں اللہ تعالیٰ کی لازوال محبت لوگوں میں تقسیم کرتی ہوں۔ غرض مؤمن تو کسی جگہ رہے اُسے کام کرنا پڑے گا اور اگر کسی وقت کسی کے ذہن میں یہ آیا کہ اب آرام کا وقت ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اس نے اپنے ایمان کو کھودیا کیونکہ جس بات کو اسلام نے ایمان اور آرام قرار دیا ہے وہ تو کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ صاف طور پر فرماتا ہے۔ **فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۗ وَالِیٰ رَبِّکَ فَارْغَبْ ۙ** (الم نشرح 8 تا 9)۔ جب تم فارغ ہو جاؤ تو اور زیادہ محنت کرو اور اپنے رب کی طرف دوڑ پڑو۔

یہ نکتہ ہے جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے تمہارے لئے ان معنوں میں کوئی آرام نہیں جسے دنیا کے لوگ آرام کہتے ہیں لیکن جن معنوں میں قرآن کریم آرام کا وعدہ کرتا ہے اسے تم آسانی سے حاصل کر سکتے ہو۔ دنیا جن معنوں میں آرام کا مطلب لیتی ہے وہ یقیناً غلط ہیں اور ان معنوں سے جس شخص نے آرام کی تلاش کی وہ اس جہان میں بھی اندھا رہے گا اور آخرت میں بھی اندھا اُٹھے گا۔ تم خدا تعالیٰ کی طرف دیکھو اُس نے آرام پیدا کیا مگر کیا وہ خود بھی آرام کیا کرتا ہے؟ اُس کے متعلق تو آتا ہے کہ **لَا تَأْخُذْہُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ** (البقرہ: 256) اُسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 612، 613)

حضرت حکیم میر حسام الدین صاحبؒ

میر حامد شاہ صاحبؒ کے جماعت میں خصوصیت رکھنے کے علاوہ ان کے والد

حکیم حسام الدین صاحبؒ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس وقت سے واقفیت تھی جب کہ آپ اپنے والد کے بار بار کے تقاضے سے تنگ آ کر ملازمت کے لئے سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں کچھری کی چھوٹی سی ملازمت پر کئی سال تک رہے۔ انہی ایام میں حکیم حسام الدین صاحبؒ سے تعلقات ہوئے اور آخر وقت تک تعلقات قائم رہے۔ یہ تعلقات صرف انہی کے ساتھ نہ رہے بلکہ ان کے خاندان کے ساتھ بھی رہے۔ ان کے بعد میر حامد شاہ صاحبؒ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ میں خاص لوگوں میں شمار ہوتے رہے تاہم حکیم حسام الدین صاحبؒ کے ساتھ جو ابتداء کے تعلقات تھے۔ اس مثال سے ان کی خصوصیت نظر آتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعویٰ کے بعد سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ حکیم حسام الدین صاحب کو آپ کے تشریف لانے کی بہت خوشی ہوئی انہوں نے ایک مکان میں ٹھہرانے کا انتظام کیا لیکن جس مکان میں آپ کو ٹھہرایا گیا اس کے متعلق جب معلوم ہوا کہ اس کی چھت پر منڈیر کافی نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیالکوٹ سے واپسی کا ارادہ فرمایا اور اس وقت میرے ذریعہ ہی باہر مردوں کو لکھ دیا کہ کل ہم واپس قادیان چلے جائیں گے۔ نیز یہ بھی بتلادیا کہ یہ مکان ٹھیک نہیں کیونکہ اس کی چھت پر منڈیر نہیں۔ اس خبر کے سننے پر احباب جن میں مولوی عبدالکریم صاحبؒ وغیرہ تھے راضی بقضاء معلوم دیتے تھے لیکن جونہی حکیم حسام الدین صاحبؒ کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کس طرح واپس جاتے ہیں چلے تو جائیں اور فوراً زانہ دروازہ پر حاضر ہوئے اور اطلاع کرائی کہ حکیم حسام الدینؒ حضرت صاحبؒ سے ملنے آئے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوراً باہر تشریف لے آئے۔ حکیم صاحب نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور اس لئے واپس تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ یہ مکان مناسب نہیں مکان کے متعلق تو یہ ہے کہ تمام شہر میں سے جو مکان بھی پسند ہو اسی کا انتظام ہو سکتا ہے۔ رہا واپس جانا۔ تو کیا آپ اس لئے یہاں آئے تھے کہ فوراً واپس چلے جائیں اور لوگوں میں میری ناک کٹ جائے۔ اس بات کو ایسے لب و لہجہ میں انہوں نے ادا کیا اور اس زور کے ساتھ کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بالکل خاموش ہو گئے اور آخر میں کہا۔ اچھا ہم نہیں جاتے۔ (خطبات محمود جلد سوم صفحہ 299، 300)

خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کا بہت مداح

ہوں لیکن ایک بہت بڑی غلطی آپ سے ہوئی۔ آپ جانتے ہیں علماء کسی کی بات نہیں مانا کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں اگر مان لی تو ہمارے لئے موجب ہتک ہوگی۔ لوگ کہیں گے یہ بات فلاں کو سوچھی انہیں نہ سوچھی اس لئے ان سے منوانے کا یہ طریقہ ہے کہ ان کے منہ سے ہی بات نکلوائی جائے۔ جب آپ کو وفات مسیح کا مسئلہ معلوم ہوا تھا تو آپ کو چاہئے تھا چیدہ چیدہ علماء کی دعوت کرتے اور ایک میٹنگ کر کے یہ بات ان کے سامنے پیش کرتے کہ عیسائیوں کو حیات مسیح کے عقیدہ سے بہت مدد ملتی ہے اور وہ اعتراض کر کے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارا نبی فوت ہو گیا اور ہمارے مذہب کا بانی آسمان پر ہے اس لئے وہ افضل بلکہ خود خدا ہے اس کا کیا جواب دیا جائے؟ اس وقت علماء بھی کہتے آپ ہی فرمائیے اس کا کیا جواب ہے آپ کہتے کہ رائے تو دراصل آپ لوگوں کی ہی صائب ہو سکتی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ فلاں آیت سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہو سکتی ہے۔ علماء فوراً کہہ دیتے کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ کر کے اعلان کیجئے ہم تائید کے لئے تیار ہیں۔ پھر اس طرح یہ مسئلہ پیش ہو جاتا کہ حدیثوں میں مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر ہے مگر جب مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے تو اس کا کیا مطلب سمجھا جائے گا اس پر کوئی عالم آپ کے متعلق کہہ دیتا آپ ہی مسیح ہیں اور تمام علماء نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دینی تھی۔ یہ تجویز سن کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا اگر میرا دعویٰ انسانی چال سے ہوتا تو میں بے شک ایسا ہی کرتا مگر یہ خدا کے حکم سے تھا۔ خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا۔ تو چالیں اور فریب انسانی چالوں کے مقابل میں ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کی جماعتیں ان سے ہرگز نہیں ڈر سکتیں یہ ہمارا کام نہیں خود خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ (خطبات محمود جلد 12 صفحہ 196, 197)

”آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایک دفعہ الہام ہوا کہ ”آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے“ اس کا بھی یہی مفہوم ہے کہ ہمارے دل میں عشق الہی کی آگ شعلہ زن ہے۔ اس آگ کے مقابلہ میں ظاہری آگ کی کیا حیثیت ہے۔ ایک گرم تو انسان کے ہاتھ کو جلا دیتا ہے مگر انگارے کو نہیں جلا سکتا اسی طرح آگ اس شخص کو نہیں جلا سکتی جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ بھڑک رہی ہو۔ چنانچہ اسی وقت

بادل آیا اور برسا اور وہ آگ ٹھنڈی ہوگئی اور یہ معجزہ دیکھ کر اس کی قوم کے بعض لوگوں کے دلوں میں ایمان پیدا ہو گیا اور اس کے لئے سلامتی کے سامان پیدا ہو گئے۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ابتداء میں اس آیت کے یہ معنی کیا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی مخالفت کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ مجھے یاد ہے 1903ء میں جب ایک شخص عبدالغفور نے جو اسلام سے مرتد ہو کر آریہ ہو گیا تھا اور اس نے اپنا نام دھرم پال رکھ لیا تھا ”ترک اسلام“ نامی کتاب لکھی۔ تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب لکھا۔ جو ”نور الدین“ کے نام سے شائع ہوا۔ یہ کتاب روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنائی جاتی تھی۔ جب دھرم پال کا یہ اعتراض آیا کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ ٹھنڈی ہوئی تھی تو دوسروں کے لئے کیوں نہیں ہوتی اور اس پر حضرت خلیفہ اولؑ کا یہ جواب سنایا گیا کہ اس جگہ ”ناز“ سے ظاہری آگ مراد نہیں بلکہ مخالفت کی آگ مراد ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس تاویل کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے اگر لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کس طرح ٹھنڈی ہوئی تو وہ مجھے آگ میں ڈال کر دیکھ لیں کہ آیا میں اس آگ میں سے سلامتی کے ساتھ نکل آتا ہوں یا نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”نور الدین“ میں یہی جواب لکھا اور تحریر فرمایا کہ:

”تم ہمارے امام کو آگ میں ڈال کر دیکھ لو۔ یقیناً خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اسے اس آگ سے اسی طرح محفوظ رکھے گا جس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محفوظ رکھا تھا۔“ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 614)

حضرت خلیفہ اولؑ۔ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ:

مجزروں کو انبیاء ہی زیادہ جان سکتے۔ ہم میں سے بیسیوں اشخاص اس بات کے زندہ گواہ ہیں کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ جب کتاب نور الدینؑ لکھ رہے تھے۔ تو اس میں آپ نے لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا جو ذکر ہے۔ اس سے مراد لڑائی کی

آگ ہے۔ آپ نے خیال کیا کہ آگ میں پڑ کر زندہ بچنا تو بہت مشکل ہے۔ اس لئے آگ سے مراد لڑائی کی آگ لی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان دنوں بسراواں کی طرف سیر کو جایا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے میں بھی ساتھ تھا کسی نے چلتے ہوئے کہا کہ حضور بڑے مولوی صاحب نے بڑا لطیف نکتہ بیان کیا ہے۔ (جو لوگ عام طور پر عقلی باتوں کی طرف زیادہ راغب ہوں۔ وہ ایسی باتوں کو بہت پسند کرتے ہیں)۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تقریباً ساری سیر میں اس بات کا رد کرتے رہے اور فرمایا کہ میری طرف سے مولوی صاحب کو کہہ دو کہ یہ مضمون کاٹ دیں۔ ہمیں الہام ہوا ہے کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اگر اللہ تعالیٰ نے ایسا سلوک کیا۔ تو کیا بعید ہے۔ کیا طاعون آگ سے کم ہے اور دیکھ لو کیا یہ کم معجزہ ہے کہ چاروں طرف طاعون آئی مگر ہمارے مکان کو اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا۔ پس اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے بچالیا ہو تو کیا بعید ہے۔ ہماری طرف سے مولوی صاحب کو کہہ دو کہ یہ مضمون کاٹ دیں۔ چنانچہ آپ نے کاٹ دیا۔ تو معجزات کے بارے میں انبیاء ہی کی رائے صحیح سمجھی جاسکتی ہے کیونکہ وہ ان کی دیکھی ہوئی باتیں ہوتی ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ آدھ آدھ گھنٹہ باتیں کرتا ہے۔ سوال کرتا اور جواب پاتا ہے۔ اس کی باتوں تک تو خواص بھی نہیں پہنچ سکتے۔ کجا یہ کہ عوام الناس جنہوں نے کبھی خواب ہی نہیں دیکھا اور اگر دیکھا ہو تو ایک دو سے زیادہ نہیں اور پھر اگر زیادہ بھی دیکھیں تو دل میں تردد رہتا ہے کہ شاید یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے یا نفس کا ہی خیال ہے۔ جو کہتے ہیں کہ ادھر ہم نے سونے کے لئے تکیہ پر سر رکھا اور ادھر یہ آواز آئی شروع ہوئی کہ دن میں تمہیں بہت گالیاں لوگوں نے دی ہیں۔ مگر فکر نہ کرو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تکیہ پر سر رکھنے سے لے کر اٹھنے تک اللہ تعالیٰ اس طرح تسلی دیتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ بعض دفعہ ساری ساری رات یہی الہام ہوتا رہا ہے کہ ”انی مع الرسول اقوم“ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں۔ دوسرے لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے بزرگ اور نیک لوگ ایک حد تک سمجھ سکتے ہیں۔ مگر اس حد تک نہیں جس حد تک نبی سمجھ سکتا ہے۔ نبی ہی ہے۔ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا کلام ایسے رنگ میں ہوتا ہے کہ جس کی مثال دوسری جگہ نہیں مل

سکتی۔ میرے اپنے الہام اور خواب اس وقت تک ہزار کی تعداد تک پہنچ چکے ہوں گے۔ مگر اس شخص کی ایک رات کے الہامات کے برابر بھی یہ نہیں ہو سکتے۔ جسے شام سے لے کر صبح تک انی مع الرسول اقوم کا الہام ہوتا رہا ہے۔ پھر ہمارا کام یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کی عزت کریں۔ لیکن جب ہم ان کو انبیاء کے مقابلہ پر کھڑا کرتے ہیں۔ تو گویا خواہ مخواہ ان کی ہتک کراتے ہیں۔ ہر شخص کا اپنا اپنا مذاق ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں عام طور پر یہ چرچا رہتا تھا کہ آپ کو زیادہ پیارا کون ہے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ بڑے مولوی صاحب یعنی حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور بعض چھوٹے مولوی صاحب یعنی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا نام لیتے تھے۔ ہم اس پارٹی میں تھے جو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو زیادہ محبوب سمجھتی تھی۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ دوپہر کے قریب کا وقت تھا۔ کیا موقعہ تھا یہ یاد نہیں۔ پہلے بھی کبھی شائد یہ واقعہ بیان کر چکا ہوں اور ممکن ہے اس میں موقعہ بھی بیان کیا ہو۔ مگر اس وقت یاد نہیں میں گھر میں آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے یا حضرت اماں جان بھی شائد وہیں تھیں ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہم پر جو احسانات ہیں۔ ان میں سے ایک حکیم صاحب کا وجود ہے۔ آپ بالعموم حضرت خلیفہ اول کو حکیم صاحب کہا کرتے تھے۔ کبھی بڑے مولوی صاحب اور کبھی مولوی نور الدین صاحب بھی کہا کرتے تھے۔ آپ اس وقت کچھ لکھ رہے تھے اور فرمایا کہ ان کی ذات بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک احسان ہے اور یہ ہمارا ناشکر اپن ہوگا۔ اگر اس کو تسلیم نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک ایسا عالم دیا ہے۔ جو سارا دن درس دیتا ہے۔ پھر طب بھی کرتا ہے اور جس کے ذریعے ہزاروں جانیں بچ جاتی ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ اسی طرح میرے ساتھ چلتے ہیں۔ جس طرح انسان کی نبض چلتی ہے۔ پس ایسے شخص کا کوئی حوالہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں پیش کیا جائے۔ یا مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں میرا نام دے دیا جائے۔ تو اس کے معنی سوائے اس کے کیا ہیں کہ ہم کو گالیاں دلوائی جائیں۔ خلفاء کی عزت اسی میں ہوتی ہے کہ متبوع کی پیروی کریں اور اگر عدم علم کی وجہ سے کوئی غلطی ہو جائے تو جسے اس کا علم ہو اسے چاہئے کہ بتائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمایا ہے۔ شائد آپ کو اس کا

علم نہ ہو۔ پھر نقد کا علم ہمیں اللہ تعالیٰ نے دوسروں سے بہت زیادہ دیا ہے اور مامورین کی باتوں کو سمجھنے کی دوسروں سے زیادہ اہلیت رکھتے ہیں۔ پھر اس بات پر غور کر کے ہم دیکھیں گے کہ کیا اس کے معنی وہی ہیں۔ جو لوگ لیتے ہیں اور یقیناً نقد کے بعد ہم اس کو حل کر لیں گے اور وہ حل ننانوے فیصدی صحیح ہوگا۔ لیکن اس کو حل کرنے کے یہ معنی نہیں ہوں گے۔ کہ ہم آپ کے مقابل پر ہوں گے اور آپ کے ارشادات کے مقابلہ میں نام لے کر ہماری بات پیش کی جائے۔ کوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حوالہ پیش کرے تو آگے سے دوسرا میرا نام لے دے۔ تو اس کے معنی سوائے اس کے کیا ہیں کہ ہتک کرائی جائے۔ پس خواہ حضرت خلیفہ اولؓ ہوں یا میں ہوں یا کوئی بعد میں آنے والا خلیفہ جب یہ بات پیش کر دی جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمایا ہے۔ تو آگے سے یہ کہنا کہ فلاں خلیفہ نے یوں کہا ہے۔ غلطی ہے جو اگر عدم علم کی وجہ سے ہے تو سند نہیں ہو سکتی اور اگر علم کی وجہ سے ہے تو گویا خلیفہ کو اس کے متبوع کے مقابل پر کھڑا کرنا ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ اگر متبوع کے کسی حوالہ کی تشریح خلیفہ نے کی ہے۔ تو یہ کہا جائے کہ آپ اس کے یہ معنی کرتے ہیں۔ لیکن فلاں خلیفہ نے اس کے یہ معنی کیے ہیں۔ اس طرح خلیفہ نبی کے مقابلہ پر نہیں کھڑا ہوتا۔ بلکہ اس شخص کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے جو نبی کے کلام کی تشریح کر رہا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ضروری نہیں کہ خلفاء کو سب باتیں معلوم ہوں۔ کیا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ و ساری احادیث یاد تھیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیسیوں باتیں ایسی ہیں جو ہم کو یاد نہیں اور دوسرے آکر بتاتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں۔ جن کے پاس یہ باتیں ہیں۔ وہ اگر سنائیں تو بڑا احسان ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ خلیفہ سب باتوں سے واقف ہو اکثر لوگ جانتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اولؓ کتابیں بہت کم پڑھا کرتے تھے۔ میرے سامنے یہ واقعہ ہوا کہ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ آپ مولوی صاحب کو پروف پڑھنے کے لئے کیوں بھیجتے ہیں۔ وہ تو اس کے ماہر نہیں ہیں اور ان کو پروف دیکھنے کی کوئی مشق نہیں۔ بعض لوگ اس کے ماہر ہوتے ہیں اور بعض نہیں۔ میں خطبہ دیکھتا ہوں مگر اس میں پھر بھی بیسیوں غلطیاں چھپ جاتی ہیں۔ آج ہی جو خطبہ چھپا ہے اس میں ایک سخت

غلطی ہوگئی ہے۔ میں نے اصلاح تو کی تھی مگر اصلاح کرتے وقت پہلے فقرہ کا جو مفہوم میرے ذہن میں تھا۔ وہ دراصل نہ تھا۔ میں نے سمجھا کہ اس سے پہلے یہ فقرہ ہے کہ صرف انہی کا رستہ مسدود قرار دیا گیا ہے اور میں نے اس کے بعد کے فقرہ میں کچھ غلطی رہ گئی تھی۔ یوں درست کر دیا کہ ”جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بعد کی نبوت بنا دے“ مگر چھپنے کے بعد جب میں نے پڑھا تو فقرہ بالکل اس کے الٹ تھا جو میں نے سمجھا تھا اور افضل میں یہ فقرہ پڑھ کر میں حیران ہو گیا کہ ”کسی ایسے مدعی کے آنے کے رستہ کو مسدود قرار نہیں دیا گیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بعد کی نبوت بنا دے۔ اور اس طرح گویا اس کے یہ معنی ہو گئے کہ شرعی نبی تو آسکتا مگر غیر شرعی نہیں حالانکہ مراد یہ تھی کہ صرف ایسے مدعی کے آنے کا رستہ کو مسدود قرار دیا گیا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بعد کی نبوت بنا دے یعنی صرف شرعی نبی کی اور مستقل نبی کی روک کی گئی ہے۔ تو بعض لوگ پروف دیکھنے کے ماہر ہوتے ہیں اور بعض نہیں۔ میر مہدی حسین صاحبؒ اس کے ماہر ہیں اور وہ ایسی باریک غلطیاں بھی پکڑ لیتے ہیں جو دوسرے سے یقیناً رہ جائیں۔ تو کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ مولوی صاحب تو اس کے ماہر نہیں ہیں۔ آپ ان کو پروف کیوں دکھاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب کو فرصت کم ہوتی ہے اور وہ بیمار وغیرہ دیکھتے رہتے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ پروف ہی پڑھ لیا کریں۔ تاہم ہمارے خیالات سے واقفیت رہے اور پھر پڑھنے کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ ہر بات یاد ہو۔ مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے متعلق ہی حوالے میں نہیں نکال سکا اور حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب کو کہلا بھیجا کہ نکال دیں میرا حافظہ اس قسم کا ہے کہ قرآن کریم کی وہ سورتیں بھی جو روز پڑھتا ہوں ان میں سے کسی کی آیت نہیں نکال سکتا۔ لیکن دلیل کے ساتھ جس کا تعلق ہو۔ وہ خواہ کتنا عرصہ کیوں نہ گذر جائے۔ مجھے یاد رہتی ہے۔ جن باتوں کا یاد رکھنا میرے کام سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ وہ مجھے یاد نہیں رہتیں۔ حوالے میں سمجھتا ہوں کہ دوسروں سے نکلوا لوں گا۔ اس لئے یاد نہیں رکھ سکتا اور جو سورتیں روز پڑھتا ہوں۔ ان کی آیت سن کر بھی فوراً نہیں کہہ سکتا کہ فلاں سورۃ ملی ہے۔ ہاں بسم اللہ سے شروع کر کے ساری سورۃ پڑھوں تو پڑھ لوں گا۔ لیکن ایک آیت کے متعلق پتہ نہیں لگا سکتا کہ کہاں ہے۔



سوائے پانچ سات چھوٹی سورتوں کے یا سورۃ فاتحہ کے بڑی بڑی سورتیں جو یاد ہیں ان میں سے درمیان کا ٹکڑا سن کر حوالہ نہیں نکال سکتا۔ لیکن یوں بات یاد رکھنے میں میرا حافظہ ایسا ہے کہ بعض خطوط جب پرائیویٹ سیکرٹری دو دو ماہ بعد پیش کرتا اور کہتا ہے کہ فلاں شخص نے یہ لکھا ہے تو اگر ان کی غلطی ہو تو میں کہہ دیتا ہوں کہ اس نے یہ تو نہیں بلکہ یہ لکھا ہے۔

(الفضل 10 ستمبر 1938ء جلد 26 نمبر 210 صفحہ 7 تا 5)

### حضرت خلیفہ اولؓ کا جذبہ اطاعت

حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم دیں تو چوہڑے سے بھی اپنی لڑکی کا رشتہ کرنے کو تیار ہوں۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ حضور کی تعلیم کے مطابق اگر ایسا کرنا پڑے تو عذر نہ ہوگا فرض کرو ایک وقت ایسا آئے کہ سیدوں، مغلوں، پٹھانوں وغیرہ قوموں میں کوئی احمدی رشتہ نہ ملے تو اگر ایک چوہڑا احمدی ہی میسر ہو تو اس سے رشتہ کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا کیونکہ بہر حال اسے دین حاصل ہے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے معنی ہی یہی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی بی۔ اے پاس رشتہ ملتا ہو تو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا یہ تقاضا نہیں کہ وہ اس کے ساتھ رشتہ نہ کرے۔ لیکن اگر نہ ملے تو اس کا فرض ہے کہ اپنی آنکھیں نیچی کرے اور خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے کو اتنی اہمیت تو دے جتنی میراثی نے دو روپے کو دی تھی۔

اگر خدا تعالیٰ سارے ہندو، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کو احمدی بنا دے تو ہماری تو خواہش ہے کہ ایک غریب سے غریب اور کنگال سے کنگال احمدی کی لڑکی بھی کسی گورنر یا وائسرائے کے بیٹے سے بیاہی جائے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ اگر ایسا رشتہ نہ ملے تو کیا یہ بہتر ہے کہ کسی گورنر کے لڑکے کے ملنے کی امید میں لڑکی کو بٹھا رکھو یا یہ کہ جو رشتہ ملے کر دو۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ لڑکی نہیں مانتی تو سوال یہ ہے کہ لڑکی کو اس نہ ماننے کے مقام پر کس نے کھڑا کیا ہے؟ اگر ہم نے کیا ہے تو بیشک اس کی سزا ہمیں ملنی چاہئے۔ لیکن اگر اس کی ذمہ داری تم پر ہے تو پھر اس سزا کے مستحق تم خود ہو۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 96 تا 97)

## چاند اور سورج گرہن

ہماری جماعت کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مخالف مولوی جو غالباً گجرات کا رہنے والا تھا ہمیشہ لوگوں سے کہتا رہتا تھا کہ مرزا صاحب کے دعویٰ سے بالکل دھوکا نہ کھانا حدیثوں میں صاف لکھا ہے کہ مہدی کی علامت یہ ہے کہ اس کے زمانہ میں سورج اور چاند کو رمضان کے مہینہ میں گرہن لگے گا۔ جب تک یہ پیشگوئی پوری نہ ہو اور سورج اور چاند کو رمضان کے مہینہ میں گرہن نہ لگے ان کے دعویٰ کو ہرگز سچا نہیں سمجھا جاسکتا۔ اتفاق کی بات ہے وہ ابھی زندہ ہی تھا کہ سورج اور چاند کے گرہن کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اس کے ہمسائے میں ایک احمدی رہتا تھا اس نے سنایا کہ جب سورج کو گرہن لگا تو اس نے گھبراہٹ میں اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔ وہ ٹہلتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا ”ہن لوگ گمراہ ہون گے“۔ ”ہن لوگ گمراہ ہون گے“ یعنی اب لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ اس نے یہ نہ سمجھا کہ جب پیشگوئی پوری ہوگئی ہے تو لوگ حضرت مرزا صاحب کو مان کر ہدایت پائیں گے گمراہ نہیں ہوں گے عیسائی بھی ایک طرف تو یہ مانتے تھے کہ یہ تمام علامتیں پوری ہوگئی ہیں جو پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں مگر دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سن کر وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اس وقت اتفاقی طور پر ایک جھوٹے نے دعویٰ کر دیا ہے جیسے مسلمان کہتے ہیں علامتیں تو پوری ہوگئی ہیں مگر اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس وقت ایک جھوٹے نے دعویٰ کر دیا ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ ایسا اتفاق ایک جھوٹے کو ہی نصیب ہوتا ہے سچے کو نصیب نہیں ہوتا۔ (تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 56)

## چاند اور سورج گرہن ہدایت کا موجب

اب سیدھی بات ہے کہ خالی شادی کوئی اہم بات نہیں۔ لوگ شادیاں کرتے ہی ہیں۔ مان لیا کہ حضرت مرزا صاحب جھوٹے ہیں لیکن یہ تو بتائیے کہ اگر آپ جھوٹے تھے تو خدا تعالیٰ یہ بات پوری نہ ہونے دیتا۔ اول تو آپ شادی ہی نہ کرتے یا اگر شادی کرتے تو آپ کی بیوی مر جاتی یا وہ اچھے خاندان میں سے نہ ہوتی یا اس کے ہاں اولاد نہ ہوتی یا اولاد پیدا ہوتی تو وہ مرجاتی لیکن وجہ کیا ہے کہ ایک شخص خدا تعالیٰ پر افتراء بھی کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب باتیں اُس کی ذات میں پوری کر دیتا ہے۔ یا مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

ہیں کہ آنے والے مسیح اور مہدی کے زمانہ میں سورج اور چاند کو گرہن لگے گا اور فرمایا یہ ایک ایسی آیت ہے کہ یہ کسی اور مدعی نبوت پر پوری نہیں ہوئی۔ یہ بات شیعوں اور سنیوں سب کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے اور یہ 1894ء میں پوری ہوئی۔

گجرات کا واقعہ ہے کہ ایک مولوی کہتا رہتا تھا مرزا سچا کیسے ہو سکتا ہے۔ حدیث میں لکھا ہے کہ جب مسیح آئے گا سورج اور چاند کو گرہن لگے گا اور ایسا گرہن اس سے قبل کسی مدعی نبوت کے زمانہ میں نہیں لگا ہوگا۔ جب یہ گرہن لگا تو اس مولوی کے ہمسایہ میں ایک احمدی رہتا تھا اُس نے بتایا کہ وہ مولوی کو ٹھے پر کھڑا ہوا سورج گرہن دیکھتا جاتا اور کہتا جاتا اب لوگ گمراہ ہو جائیں گے اب لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ یہ نہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے جس کے نتیجہ میں لوگ ہدایت پا جائیں گے بلکہ وہ کہتا تھا کہ اس کے نتیجہ میں لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو جھوٹا ہوتا ہے اُس پر سچوں والی علامتیں کیسے پوری ہو سکتی ہیں۔ مثلاً حکومت ہے وہ افسر مقرر کرتی ہے اور اس کی علامتیں مقرر کرتی ہے۔ وہ گزٹ شائع کرتی ہے کہ فلاں افسر فلاں جگہ مقرر کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک ڈپٹی کمشنر ہے۔ حکومت کہتی ہے فلاں شخص کو فلاں ضلع میں ڈپٹی کمشنر مقرر کیا جاتا ہے سب محکمے اس کے ماتحت ہوں گے۔ تحصیلدار، ضلعدار، گرواد اور پنواری سب اس کے تابع ہوں گے۔ اس کے بعد ایک شخص آتا ہے۔ گزٹ میں اُس کا نام چھپ جاتا ہے۔ سب محکمے اُس کی اطاعت کرتے ہیں لیکن لوگ کہتے ہیں یہ جھوٹا ہے۔ بھلا گورنمنٹ ایسا کرنے دیتی ہے؟ اگر کوئی شخص جعلی طور پر اپنے آپ کو افسر ظاہر کرے گا تو وہ فوراً اُسے گرفتار کر لے گی اور اگر کوئی حکومت ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔

(بھیرہ کی سرزمین میں ایک نہایت ایمان افروز تقریر، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 98-97)

### عفو اور درگزر

اس زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تازہ مثالیں موجود ہیں۔ جس جس رنگ میں دشمنوں نے آپ سے مقابلہ کیا۔ دوست جانتے ہیں۔ دشمنوں نے گھمراؤں کو آپ کے برتن بنانے سے، سقوں کو پانی دینے سے بند کر دیا لیکن پھر بھی جب کبھی وہ معافی کے لئے آئے تو حضرت صاحب معاف ہی فرمادیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے کچھ مخالف پکڑے گئے تو مجسٹریٹ نے کہا کہ میں اس شرط پر مقدمہ چلاؤں گا کہ مرزا صاحب کی طرف سے سفارش نہ آئے کیونکہ اگر انہوں نے بعد میں معاف کر دیا تو پھر مجھے خواہ مخواہ ان کو گرفتار کرنے کی کیا

ضرورت ہے۔ مگر دوسرے دوستوں نے کہا کہ نہیں اب انہیں سزا ضرور ہی ملنی چاہئے۔ جب مجرموں نے سمجھ لیا کہ اب سزا ضرور ملے گی تو انہوں نے حضرت صاحب کے پاس آ کر معافی چاہی تو حضرت صاحب نے کام کرنے والوں کو بلا کر فرمایا کہ ان کو معاف کر دو۔ انہوں نے کہا ہم تو اب وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم کسی قسم کی سفارش نہیں کریں گے تو حضرت اقدس فرمانے لگے کہ وہ جو معافی کے لئے کہتے ہیں تو ہم کیا کریں۔ مجسٹریٹ نے کہا دیکھا وہی بات ہوئی جو میں پہلے کہتا تھا مرزا صاحب نے معاف ہی کر دیا۔ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ بے شک آج دنیا اس کو محسوس نہیں کرتی۔ لیکن ایک وقت آئے گا کہ جب تاریخوں میں واقعات پڑھے جائیں گے تو یہی واقعات لاکھوں آدمیوں کی ہدایت کا موجب ہوں گے۔ آج اگر پچاس آدمیوں پر اس واقعہ کا اثر ہے تو کل ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں ہزاروں آدمیوں پر یہ واقعات اثر کریں گے۔

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 277)

## مخالفین کی ایذا رسانی

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ میں نے اپنے کانوں سے مخالفین کی گالیاں سنیں اور اپنے سامنے بیٹھا کر سنیں مگر باوجود اس کے تہذیب اور متانت کے ساتھ ایسے لوگوں سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے پتھر بھی کھائے اس وقت بھی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر امرتسر میں پتھر پھینکے گئے اس وقت میں بچہ تھا مگر اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے مجھے حصہ دے دیا۔ لوگ بڑی کثرت سے اس گاڑی پر پتھر مار رہے تھے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے تھے۔ میری اس وقت چودہ پندرہ سال کی عمر ہوگی گاڑی کی ایک کھڑکی کھلی تھی میں نے وہ کھڑکی بند کرنے کی کوشش کی لیکن لوگ اس زور سے پتھر مار رہے تھے کہ کھڑکی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور پتھر میرے ہاتھ پر لگے۔ پھر جب سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پتھر پھینکے گئے، اس وقت بھی مجھے لگے۔ پھر جب تھوڑا عرصہ ہوا میں سیالکوٹ گیا تو باوجود اس کے کہ جماعت کے لوگوں نے میرے ارد گرد حلقہ بنا لیا تھا، مجھے چار پتھر لگے۔

(حالات حاضرہ کے متعلق جماعت احمدیہ کو، ہدایات، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 508)

## مخالفین کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین کو تحریک کی کہ ایسے جلسے منعقد کئے جائیں جن میں ہر شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔ آپ نے یہ نہیں کہا کہ چونکہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں اس لئے باقی سب لوگ اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ بند کر دیں لیکن اگر آپ کانگریس کی پالیسی اختیار کرتے تو کہتے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں تم سب گونگے ہو جاؤ مگر نہیں آپ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ باقی لوگوں کو بھی تبلیغ کا ویسا ہی حق ہے جیسا مجھے اس لئے آپ نے فرمایا کہ تم اپنی بات پیش کرو میں اپنی بات پیش کرتا ہوں اور جب تک یہ طریق پیش نہ کیا جائے امن کبھی نہیں ہو سکتا اور حق نہیں پھیل سکتا۔ دنیا میں کون ہے جو اپنے آپ کو حق پر نہیں سمجھتا لیکن جب خیالات میں اختلاف ہو تو ضروری ہے کہ اسے ظاہر کرنے کا موقع دیا جائے۔

(خطبات محمود جلد 12 صفحہ 418)

## ملکہ کو تبلیغ اسلام

پہلے زمانوں میں کیا مجال تھی کہ کوئی بادشاہ کو تبلیغ تو کر سکے۔ یہ بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی سمجھی جاتی تھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کو ایک خط لکھا جس میں اسے اسلام کی طرف بلایا اور کہا کہ اگر اسے قبول کر لوگی تو آپ کا بھلا ہوگا۔ یہ سن کر بجائے اس کے کہ ان کی طرف سے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا جاتا اس چٹھی کے متعلق اس طرح شکر یہ ادا کیا گیا کہ ہم کو آپ کی چٹھی مل گئی جسے پڑھ کر خوشی ہوئی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے احسان اور فضل ہیں۔ (الفضل 19 اگست 1916ء جلد 4 نمبر 13 صفحہ 7)

## ترک سفیر کو دیانت اور امانت پر قائم رہنے کی تلقین

اگر خدا نخواستہ خانہ کعبہ پر کوئی دشمن حملہ کر دے تو گو ہر مسلمان کا فرض ہوگا کہ وہ اپنی ہر چیز خانہ کعبہ کی حفاظت کیلئے قربان کر دے مگر اصل حفاظت وہی کرے گا جو خانہ کعبہ کا مالک اور ہمارا خدا ہے۔ میں اس قسم کا اعتراض کرنے والوں کو ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے پتہ لگ

سکتا ہے کہ ان کے دلوں میں خانہ کعبہ کی عزت زیادہ ہے یا ہمارے دلوں میں۔ آج سے کئی سال پہلے جب بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ تھے، ایک ترکی سفیر یہاں آیا۔ ترکی حکومت کو مضبوط بنانے کے لئے اس نے مسلمانوں سے بہت سا چندہ لیا اور جب اُس نے جماعت احمدیہ کا ذکر سنا تو قادیان بھی آیا۔ حسین کامی اس کا نام تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس کی گفتگو ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ مجھے یہاں سے زیادہ مدد ملے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کا وہ احترام کیا جو ایک مہمان کا کرنا چاہئے۔ پھر کچھ مذہبی گفتگو بھی ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے کچھ نصائح کیں کہ دیانت و امانت پر قائم رہنا چاہئے لوگوں پر ظلم نہیں کرنا چاہئے اور فرمایا کہ رومی سلطنت ایسے ہی لوگوں کی شامتِ اعمال سے خطرہ میں ہے کیونکہ وہ لوگ جو سلطنت کی اہم خدمات پر مامور ہیں اپنی خدمات کو دیانت سے ادا نہیں کرتے اور سلطنت کے سچے خیر خواہ نہیں بلکہ اپنی طرح طرح کی خیانتوں سے اسلامی سلطنت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سلطان روم کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے ہیں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ نصیحتیں کیں تو اُس سفیر کو بہت بُری لگیں کیونکہ وہ اس خیال کے ماتحت آیا تھا کہ میں سفیر ہوں اور یہ لوگ میرے ہاتھ چو میں گے اور میری کسی بات کا انکار نہیں کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اُس سے یہ کڑوی کڑوی باتیں کیں کہ تم حکومت سے بڑی بڑی تنخواہیں وصول کر کے اس کی غداری کرتے ہو، تمہیں تقویٰ و طہارت سے کام لیکر اسلامی حکومت کو مضبوط کرنا چاہئے تو وہ یہاں سے بڑے غصہ میں گیا اور اُس نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ اسلامی حکومت کی ہتک کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ترکی حکومت میں بعض کچے دھاگے ہیں۔ مسلمان عام طور پر دین سے محبت رکھتے ہیں مگر افسوس کہ مولوی انہیں کسی بات پر صحیح طور سے غور کرنے نہیں دیتے۔ یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عوام الناس اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے اور سچائی سے پیار کرتے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ مولوی انہیں کسی بات پر غور کرنے نہیں دیتے اور جھٹ دلا دیتے ہیں۔ اس موقع پر بھی مولویوں نے عام شور مچا دیا

کہ ترکی حکومت جو محافظ حرمین شریفین ہے اس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہتک کی ہے۔ جب یہ شور بلند ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب میں لکھا تم تو یہ کہتے ہو کہ ترکی حکومت مکہ اور مدینہ کی حفاظت کرتی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ ترکی حکومت چیز ہی کیا ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ کی حفاظت کرے، مکہ اور مدینہ تو خود ترکی حکومت کی حفاظت کر رہے ہیں۔ جس شخص کے دل میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق اتنی غیرت ہو، اُس کے ماننے والوں کے متعلق کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بچ جائے تو وہ خوش ہوں۔ ہم تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ تسلیم کیا جائے کہ حقیقی طور پر مکہ اور مدینہ کی کوئی حکومت حفاظت کر رہی ہے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ عرش سے خدا مکہ اور مدینہ کی حفاظت کر رہا ہے کوئی انسان ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں ظاہری طور پر ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی دشمن ان مقدس مقامات پر حملہ کرے تو اُس وقت انسانی ہاتھ کو بھی حفاظت کے لئے بڑھایا جائے لیکن اگر خدا نخواستہ کبھی ایسا موقع آئے تو اُس وقت دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ حفاظت کے متعلق جو ذمہ داری خدا تعالیٰ نے انسانوں پر عائد کی ہے اس کے ماتحت جماعت احمدیہ کس طرح سب لوگوں سے زیادہ قربانی کرتی ہے۔ ہم ان مقامات کو مقدس ترین مقامات سمجھتے ہیں، ہم ان مقامات کو خدا تعالیٰ کے جلال کے ظہور کی جگہ سمجھتے ہیں اور ہم اپنی عزیز ترین چیزوں کو ان کی حفاظت کے لئے قربان کرنا سعادت دارین سمجھتے ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جو شخص تڑچھی نگاہ سے مکہ کی طرف ایک دفعہ بھی دیکھے گا، خدا اُس شخص کو اندھا کر دے گا اور اگر خدا تعالیٰ نے کبھی یہ کام انسانوں سے لیا تو جو ہاتھ اس بد میں آنکھ کو پھوڑنے کے لئے آگے بڑھیں گے، ان میں ہمارا ہاتھ خدا تعالیٰ کے فضل سے سب سے آگے ہوگا۔

(الفضل 30 ستمبر 1935ء جلد 23 نمبر 55 صفحہ 9)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تبلیغ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تبلیغ سلسلہ کے لئے عجیب عجیب خیال آتے تھے اور وہ دن رات اسی فکر میں رہتے تھے کہ یہ پیغام دنیا کے ہر کونہ میں پہنچ جائے۔ ایک مرتبہ آپ نے تجویز کی کہ ہماری جماعت کا لباس ہی الگ ہوتا کہ ہر شخص بجائے خود ایک تبلیغ ہو سکے اور

دوستوں کو ایک دوسرے کی ناواقفی میں شناخت آسان ہو۔ اس پر مختلف تجویزیں ہوتی رہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ شاید اسی بناء پر لکھنؤ کے ایک دوست نے اپنی ٹوپی پر احمدی لکھوا لیا غرض تبلیغ ہو اور کونہ کونہ میں ہو، کوئی جگہ باقی نہ رہے۔ یہ جوش یہ تجویزیں اور کوشش ہماری نہیں یہ حضرت صاحب ہی کی ہیں اور سب کچھ انہیں کا ہے ہمارا تو کچھ بھی نہیں۔

(منصب خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 39)

### لباس میں سادگی اختیار کرنی چاہئے

میں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ وہ مؤمن دل اور مؤمن شکل بنائیں اور مغربیت کی تقلید کو چھوڑ دیں۔ میں نے پچھلے سال بھی بتایا تھا کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم مغربی تہذیب کو تباہ کر دو اور اس کی بجائے اسلامی تعلیم، اسلام کے اخلاق، اسلام کی تہذیب اور اسلام کے تمدن کو قائم کرو۔ بے شک تم اسلامی تمدن تبلیغ کے ذریعہ قائم کرو گے تلوار کے ذریعہ نہیں مگر تبلیغ کے لئے بھی تو یہ بات ضروری ہے کہ مبلغ کی شکل مؤمنانہ ہو۔ پس میں خدام الاحمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان کی ظاہری شکل اسلامی شعار کے مطابق ہونی چاہئے اور انہیں اپنی داڑھیوں میں، بالوں میں اور لباس میں سادگی اختیار کرنی چاہئے اسلام تمہیں صاف اور نظیف لباس پہننے سے نہیں روکتا بلکہ وہ خود حکم دیتا ہے کہ تم ظاہر صفائی کو ملحوظ رکھو اور گندگی کے قریب بھی نہ جاؤ مگر لباس میں تکلف اختیار کرنا منع ہے۔ اسی طرح تھوڑی دیر کے بعد کوٹ کے کالر کو دیکھنا کہ اُس پر گرد تو نہیں پڑ گئی یہ ایک لغو بات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بعض لوگ اچھے اچھے کپڑے لاتے تھے اور آپ ان کپڑوں کو استعمال بھی کرتے تھے مگر کبھی لباس کی طرف ایسی توجہ نہیں فرماتے تھے کہ ہر وقت برش کروا رہے ہوں اور دل میں یہ خیال ہو کہ لباس پر کہیں گرد نہ پڑ جائے برش کروانا منع نہیں مگر اس پر زیادہ زور دینا اور اپنے وقت کا بیشتر حصہ اس قسم کی باتوں پر صرف کر دینا پسندیدہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ میں نے خود کبھی کوٹ پر برش نہیں کروایا نہ میرے پاس اتنا وقت ہوتا ہے اور نہ مجھے اس بات کی کبھی پروا ہوئی ہے ممکن ہے میں نے چار کوٹ پھاڑے ہوں تو ان میں سے ایک کو کبھی ایک یا دو دفعہ برش کیا ہو۔ بعض لوگ اعتراض بھی کرتے ہیں مگر میں



یہی کہا کرتا ہوں کہ میرے پاس ان باتوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے وقت نہیں آپ کو اگر بُرا لگتا ہے تو بے شک لگے۔ اسی طرح کوٹ کے گریبان پر گردن کے قریب بعض دفعہ میل جم جاتی ہے مگر میرے نزدیک وہ میل اتنی اہم نہیں ہوتی جتنا میرا وقت قیمتی ہوتا ہے ہاں اگر کوئی شخص اُس میل کو دور کر دے یا کوٹ پر برش کر لیا کرے تو یہ منع نہیں ہم جس چیز سے منع کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان ظاہری باتوں کی طرف اتنی توجہ کی جائے کہ یہ خیال کر لیا جائے اگر ایسا نہ ہو تو ہماری ہتک ہو جائے گی۔

میں نے دیکھا ہے بعض لوگ دعوت کے موقع پر رونے لگ جاتے ہیں کہ ہمارے پاس فلاں قسم کا کوٹ نہیں، فلاں قسم کی پگڑی نہیں اس کے بغیر ہم دعوت میں کس طرح شامل ہوں۔ حالانکہ انسان کے پاس جس قسم کا لباس ہو اسی قسم کے لباس میں اُسے دوسروں سے ملنے کے لئے چلے جانا چاہئے۔ اصل چیز تو ننگ ڈھانکنا ہے جب ننگ ڈھانکنے کے لئے لباس موجود ہے اور اس کے باوجود کوئی شخص کسی شخص کی ملاقات سے اس لئے محروم ہو جاتا ہے کہ کہتا ہے میرے پاس فلاں قسم کا کوٹ نہیں یا فلاں قسم کا گرتہ نہیں تو یہ دین نہیں بلکہ دنیا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس ٹوپی ہو تو اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ ٹوپی اپنے سر پر رکھ لے لیکن اگر ٹوپی اُس کے پاس موجود نہیں تو وہ ننگے سر ہی دوسرے کے ملنے کے لئے جاسکتا ہے اگر اس وقت وہ محض اس لئے کسی کو ملنے سے ہچکچاتا ہے کہ ٹوپی اس کے پاس موجود نہیں تو وہ بھی تکلف سے کام لینے والا سمجھا جائے گا۔

(خدام الاحمدیہ سے خطاب۔ انوار العلوم جلد 16 صفحہ 441-442)

## تبلیغ پر زور دینے کی ضرورت ہے

میں جماعت کو بعض اور اہم فرائض کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جن میں سے پہلا یہ ہے کہ تبلیغ پر خاص طور پر زور دیا جائے۔ اس دفعہ یہاں دہلی میں میرے لئے ایک حیرت انگیز بات یہ ہوئی ہے کہ اب دلی والوں نے کج بحثی کو چھوڑ دیا ہے ورنہ اس سے پہلے جب کبھی مجھے یہاں آنے کا اتفاق ہوا دہلی کے ہر قسم کے لوگ مجھ سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے اور عجیب عجیب قسم کی بحث شروع کر دیا کرتے تھے اور کسی نے بھی کبھی کوئی معقول بات نہ کی تھی۔ مجھے یاد



میں سے تھے۔ وہ فنا فی الدین کی قسم کے آدمیوں میں سے تھے اکہ چلاتے تھے۔ غالباً پھلور سے سواریاں لے کر بنگہ جاتے تھے۔ ان کا طریق تھا کہ سواری کو اکہ میں بٹھا لیتے اور اکہ چلاتے جاتے اور سواریوں سے گفتگو شروع کر لیتے۔ اخبار الحکم منگواتے تھے۔ جیب سے اخبار نکال لیتے اور سواریوں سے پوچھتے آپ میں سے کوئی پڑھا ہوا ہے۔ اگر کوئی پڑھا ہوا ہوتا اسے کہتے کہ یہ اخبار میرے نام آئی ہے ذرا اس کو سنا تو دیجئے! اکہ میں بیٹھا ہوا آدمی جھٹکے کھاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسے کوئی شغل مل جائے۔ وہ خوشی سے پڑھ کر سنانا شروع کر دیتا۔ جب وہ اخبار پڑھنا شروع کرتا تو وہ جرح شروع کر دیتے کہ یہ کیا لکھا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اور اس طرح جرح کرتے کہ اس کے ذہن کو سوچ کر جواب دینا پڑتا اور بات اچھی طرح اس کے ذہن نشین ہو جاتی۔ جب انہوں نے مجھے یہ واقعہ مجھے سنایا تھا تو اس وقت تک ان کے ذریعہ سے درجن سے زیادہ احمدی ہو چکے تھے۔ اس کے بعد بھی وہ کئی سال تک زندہ رہے ہیں۔ نامعلوم کتنے آدمی ان کے ذریعہ اور اسی طریق پر احمدیت میں داخل ہوئے۔ غرض ضروری نہیں کہ ہمیں کام شروع کرنے کے لئے بڑے بڑے عالم آدمیوں کی ضرورت ہو۔ بلکہ ایسے علاقوں میں جہاں کوئی پڑھا ہوا آدمی نہیں مل سکتا۔ اگر ان پڑھ احمدی مل جائے تو ان پڑھ ہی ہمارے پاس بھجوا دیا جائے۔ اس کو زبانی مسائل سمجھائے جاسکتے ہیں۔ تاکام شروع ہو جائے۔ اگر ہم اس انتظار میں رہے کہ عالم آدمی ملیں۔ تو نامعلوم ان کے آنے تک کتنا زمانہ گزر جائے گا۔ کیونکہ علماء کو مذہب کی باریکیوں میں جانا پڑتا ہے۔ اس لئے ان کو علم حاصل کرنے میں کافی عرصہ لگ جاتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ مذہب میں باریکیاں ہوتی ہیں۔ جن کے سیکھنے کے لئے ایک لمبے عرصہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ **الدِّينُ يُسْرُ**۔ یہ دین بڑا آسان بنایا گیا ہے۔ اگرچہ اس میں بڑی بڑی باریکیاں بھی ہیں لیکن یہ اتنا سیدھا سادہ اور آسان ہے کہ ہر آدمی اس کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 26 صفحہ 456-457)

میرے تمام دعاوی قرآن کے مطابق ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ آپ کے ایک

دوست تھے جو مولوی محمد حسین بٹالوی کے بھی دوست تھے۔ ان کا نام نظام الدین تھا انہوں نے سات حج کئے تھے۔ بہت ہنس مکھ اور خوش مزاج تھے۔ چونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مولوی محمد حسین بٹالوی دونوں سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اس لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ مأموریت کیا اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا تو ان کے دل کو بڑی تکلیف ہوئی کیونکہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیکی پر بہت یقین تھا۔ وہ لدھیانہ میں رہا کرتے تھے اور مخالف لوگ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف کچھ کہتے تو وہ ان سے جھگڑ پڑتے اور کہتے کہ تم پہلے حضرت مرزا صاحب کی حالت تو جا کر دیکھو وہ تو بہت ہی نیک آدمی ہیں اور میں نے ان کے پاس رہ کر دیکھا ہے کہ اگر انہیں قرآن مجید سے کوئی بات سمجھا دی جائے تو وہ فوراً ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، وہ فریب ہرگز نہیں کرتے۔ اگر انہیں قرآن سے سمجھا دیا جائے کہ ان کا دعویٰ غلط ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ فوراً مان جائیں گے۔ بہت دفعہ وہ لوگوں کے ساتھ اس امر پر جھگڑتے اور کہا کرتے کہ جب میں قادیان جاؤں گا تو دیکھوں گا کہ وہ کس طرح اپنے دعویٰ سے توبہ نہیں کرتے۔ میں قرآن کھول کر ان کے سامنے رکھ دوں گا اور جس وقت میں قرآن کی کوئی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر جانے کے متعلق بتاؤں گا، وہ فوراً مان جائیں گے۔ میں خوب جانتا ہوں وہ قرآن کی بات سن کر پھر کچھ نہیں کہا کرتے۔ آخر ایک دن انہیں خیال آیا اور لدھیانہ سے قادیان پہنچے اور آتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ کیا آپ نے اسلام چھوڑ دیا ہے اور قرآن سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ کس طرح ہو سکتا ہے قرآن کو تو میں مانتا ہوں اور اسلام میرا مذہب ہے۔ کہنے لگے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں لوگوں سے یہی کہتا رہتا ہوں کہ وہ قرآن کو چھوڑ ہی نہیں سکتے پھر کہنے لگے۔ اچھا اگر میں قرآن مجید سے سینکڑوں آیتیں اس امر کے ثبوت میں دکھا دوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ چلے گئے ہیں تو کیا آپ مان جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سینکڑوں آیات کا تو کیا ذکر اگر آپ ایک ہی آیت مجھے ایسی دکھادیں گے تو میں مان لوں گا۔ کہنے لگے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں لوگوں سے یہی بحثیں کرتا آیا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب سے منوانا تو کچھ مشکل بات نہیں

یونہی لوگ شور مچا رہے ہیں۔ پھر کہنے لگے اچھا سینکڑوں نہ سہی میں اگر سو آیتیں ہی حیات مسیح کے ثبوت میں پیش کر دوں تو کیا آپ مان لیں گے۔ آپ نے فرمایا میں نے تو کہہ دیا ہے کہ اگر آپ ایک ہی آیت ایسی پیش کر دیں گے تو میں مان لوں گا قرآن مجید کی جس طرح سو آیتوں پر عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کے ایک ایک لفظ پر عمل کرنا ضروری ہے ایک یا سو آیتوں کا سوال ہی نہیں۔ کہنے لگے اچھا سو نہ سہی پچاس آیتیں اگر میں پیش کر دوں تو کیا آپ کا وعدہ رہا کہ آپ اپنی بات چھوڑ دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر فرمایا میں تو کہہ چکا ہوں آپ ایک ہی آیت پیش کریں میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جوں جوں اس امر پر پختگی کا اظہار کرتے جائیں انہیں شبہ ہوتا جائے کہ شاید اتنی آیتیں قرآن میں نہ ہوں۔ آخر کہنے لگے اچھا دس آیتیں اگر میں پیش کر دوں تو پھر آپ ضرور مان جائیے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس پڑے اور فرمایا میں تو اپنی پہلی ہی بات پر قائم ہوں آپ ایک آیت ایسی پیش کریں۔ کہنے لگے اچھا میں اب جاتا ہوں چار پانچ دن تک آؤں گا اور آپ کو قرآن سے ایسی آیتیں دکھا دوں گا۔ ان دنوں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لاہور میں تھے اور حضرت خلیفہ اولؑ بھی وہیں تھے اور مولوی محمد حسین بٹالوی سے اس وقت مباحثہ کے لئے شرائط کا تصفیہ ہو رہا تھا جس کے لئے آپس میں خط و کتابت بھی ہو رہی تھی۔ مباحثہ کا موضوع وفات مسیح تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی یہ کہتے تھے کہ چونکہ قرآن مجید کی مفسر حدیث ہے اس لئے جب حدیثوں سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو وہ قرآن مجید کی ہی بات سمجھی جائے گی اس لئے حدیثوں کی رو سے وفات و حیات مسیح پر بحث ہونی چاہئے اور حضرت مولوی صاحب فرماتے کہ قرآن مجید حدیث پر مقدم ہے اس لئے بہر صورت قرآن سے اپنے مدعا کو ثابت کرنا ہوگا۔ اس پر بہت دنوں بحث رہی اور بحث کو مختصر کرنے کے لئے اور اس لئے کہ تا کسی نہ کسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے مباحثہ ہو جائے حضرت خلیفہ اول اس کی بہت سی باتوں کو تسلیم کرتے چلے گئے اور مولوی محمد حسین صاحب بہت خوش تھے کہ جو شرائط میں منوانا چاہتا ہوں وہ مان رہے ہیں۔ اس دوران میں میاں نظام الدین صاحب وہاں جا پہنچے اور کہنے لگے اب تمام بحثیں بند کر دو۔ میں اب حضرت مرزا صاحب سے مل کر آیا ہوں اور وہ بالکل توبہ کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔

میں چونکہ آپ کا بھی دوست ہوں اور حضرت مرزا صاحب کا بھی اس لئے مجھے اس اختلاف سے بہت تکلیف ہوئی۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی طبیعت میں نیکی ہے اس لئے میں ان کے پاس گیا اور ان سے یہ وعدہ لے کر آیا ہوں کہ قرآن سے دس آیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے متعلق دکھادی جائیں تو وہ حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہو جائیں گے آپ مجھے ایسی دس آیتیں بتلا دیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طبیعت میں غصہ بہت تھا اور وہ بہت جلد باز تھے۔ کہنے لگے کم بخت تو نے میرا سارا کام خراب کر دیا۔ میں دو مہینے سے بحث کر کے ان کو حدیث کی طرف لایا تھا اب تو پھر قرآن کی طرف لے گیا۔ میاں نظام الدین کہنے لگے اچھا تو دس آیتیں بھی آپ کی تائید میں نہیں۔ وہ کہنے لگے تو جاہل آدمی ہے تجھے کیا پتہ کہ قرآن کا کیا مطلب ہے وہ کہنے لگے اچھا تو پھر جدھر قرآن ہے ادھر ہی میں بھی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ قادیان آئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دیکھو قرآن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کس قدر اعتماد تھا اور آپ کتنے وثوق سے فرماتے تھے کہ قرآن آپ کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ قرآن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوئی خاص رشتہ ہے یا اس کا جماعت احمدیہ سے خاص تعلق ہے۔ قرآن تو سچائی کی راہ دکھائے گا اور جو فریق سچ پر ہوگا اس کی حمایت کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چونکہ یقین تھا کہ آپ حق پر ہیں اس لئے قرآن بھی آپ کے ساتھ تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرا کوئی دعویٰ قرآن کے مطابق نہ ہو تو میں اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دوں۔ اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دعویٰ کے متعلق کوئی شک تھا بلکہ یہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یقین تھا کہ قرآن میری تصدیق ہی کرے گا۔ یہ امید ہے جس نے ہمیں دنیا میں کامیاب کر دیا۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 418 تا 416)

مخالفت بھی ہدایت کا موجب ہو جاتی ہے

جب مخالفت ترقی کرتی ہے تو جماعت کو بھی ترقی حاصل ہوتی ہے اور جب مخالفت

بڑھتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی معجزانہ تائیدات اور نصرتیں بھی بڑھ جاتی ہیں اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جب کوئی دوست یہ ذکر کرتے کہ ہمارے ہاں بڑی مخالفت ہے تو آپ فرماتے یہ تمہاری ترقی کی علامت ہے۔ جہاں مخالفت ہوتی ہے وہاں جماعت بھی بڑھتی ہے کیونکہ مخالفت کے نتیجے میں کئی ناواقف لوگوں کو بھی سلسلہ سے واقفیت ہو جاتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ اُن کے دل میں سلسلہ کی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ کتابیں پڑھتے ہیں تو صداقت اُن کے دلوں کو موہ لیتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک دفعہ ایک دوست حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ بیعت لینے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کس نے تبلیغ کی تھی وہ بے ساختہ کہنے لگے۔ مجھے تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے تبلیغ کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیرت سے فرمایا وہ کس طرح؟ وہ کہنے لگے میں مولوی صاحب کا اخبار اور اُن کی کتابیں پڑھا کرتا تھا اور میں ہمیشہ دیکھتا کہ ان میں جماعت احمدیہ کی شدید مخالفت ہوتی تھی۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ میں خود بھی تو اس سلسلہ کی کتابیں دیکھوں کہ ان میں کیا لکھا ہے اور جب میں نے ان کتابوں کو پڑھنا شروع کیا تو میرا سینہ کھل گیا اور میں بیعت کے لئے تیار ہو گیا۔ تو مخالفت کا پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے الہی سلسلہ کو ترقی حاصل ہوتی ہے اور کئی لوگوں کو ہدایت میسر آ جاتی ہے۔ پھر دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معجزانہ تائید اور نصرت کے نشانات ظاہر ہونے لگ جاتے ہیں۔ جب مخالفت اپنے انتہاء کو پہنچ جاتی ہے تو مومنوں کی عاجزانہ دعائیں اللہ تعالیٰ کی نصرت کو آسمان سے کھینچ لاتی ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 487)

### تبلیغ مولوی محمد حسین بٹالوی نے کی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک بڑے ادیب جو محاورات اردو کی کتاب بھی چالیس جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور جس کا کچھ حصہ نواب صاحب رامپور نے شائع بھی کرایا تھا، قادیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو سلسلہ کی تبلیغ کس

نے کی؟ انہوں نے کہا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے۔ بچپن کی وجہ سے مجھے اس جواب پر بڑی حیرت ہوئی اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کس طرح؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے جب مولوی محمد حسین صاحب کی تحریریں پڑھیں تو مجھے ان میں اس قدر غصہ اور دیوانگی نظر آئی کہ جب تک حقیقی خطرہ سامنے نہ ہو اس وقت تک وہ غصہ اور دیوانگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس میں نے اس وقت سمجھا کہ ضرور حضرت مرزا صاحب میں صداقت ہے تب میں نے درمبین وغیرہ پڑھی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ دشمن جو کہتے ہیں غلط ہے۔ میں حضور کی بیعت کے لئے قادیان آیا تو اللہ تعالیٰ اس ذریعہ سے بھی شریف الطبع لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 71-70)

## مخلوق کی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ نے سامان کر رکھے ہیں

احمدیت نے صداقت کو ایسے آسان رنگ میں پیش کیا ہے کہ معمولی سمجھ کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص پیرانامی کسی سخت مرض میں مبتلا ہو کر قادیان آیا۔ وہ ایک غریب آدمی تھا اُس کے وارث اُسے یہاں چھوڑ کر چلے گئے۔ چھ ماہ تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محنت سے اس کا علاج کیا۔ جب وہ تندرست ہو گیا تو اُس کے وارث اُس کو لینے کیلئے آئے لیکن اُس نے جانے سے انکار کر دیا اور قادیان میں ہی رہا اور وہیں فوت ہوا۔ وہ بڑی موٹی سمجھ کا آدمی تھا چنانچہ مجھے بچپن کے زمانہ کا اس کا واقعہ یاد ہے کہ وہ چند پیسے لے کر مٹی کا تیل پی جاتا تھا۔ قادیان میں شروع زمانہ احمدیت میں جبکہ ریل اور تار وغیرہ نہ تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُسے تار دینے کیلئے وقتاً فوقتاً بٹالہ بھیجتے تھے۔ وہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو اسٹیشن پر دیکھا کرتا تھا اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لوگوں کو قادیان جانے سے روکنے کیلئے ہمیشہ بٹالہ اسٹیشن پر آیا کرتے تھے اسی سلسلہ میں مولوی صاحب نے مولوی عبدالماجد صاحب بھگلپوری پروفیسر کو بھی بٹالہ سے واپس کر دیا تھا۔ یہ پروفیسر صاحب اب میرے خسر ہیں اور اکثر افسوس کیا کرتے ہیں کہ اگر میں واپس نہ جاتا تو صحابہ کا درجہ حاصل کر لیتا لیکن افسوس کہ میں واپس چلا گیا۔

غرض اسی طریق پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک دن میاں پیرا سے کہا کہ تُو قادیان مرزے کے پاس کیوں پڑا ہے، تو نے اس کا کیا دیکھا ہے؟ اس پر پیرے نے کہا۔



مولوی صاحب! میں پڑھا ہوا تو ہوں نہیں پر ایک بات آپ کو بتا دیتا ہوں کہ آپ کو تو میں ہمیشہ اسٹیشن پر دیکھتا ہوں، آپ لوگوں کو قادیان جانے سے منع کرتے ہیں مگر باوجود اس کے لوگ قادیان جاتے ہیں۔ آپ کی جوتیاں بھی اسی کوشش میں گھس گئیں پر لوگ قادیان جانے سے نہیں رکتے لیکن مرزا صاحب تو ہمیشہ گھر میں ہی رہتے اور ملاقات کیلئے بھی بسا اوقات لوگوں کو کئی کئی دن انتظار کرنا پڑتا ہے۔ پھر لوگ قادیان کو تو بھاگے چلتے جاتے ہیں لیکن آپ کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ آخر کوئی بات تو ہوگی اس سے آپ سمجھ لیں کہ مرزا صاحب کے پاس کیا ہے۔

غرض مذہب کی صداقت کے عوام کی ہدایت کیلئے بھی خدا تعالیٰ نے سامان رکھے ہوئے ہیں جن سے ان پڑھ بھی فائدہ اٹھالیتے ہیں۔ ورنہ وہ پیر اس قدر موٹی عقل کا تھا کہ اُس کو نماز تک یاد نہ ہوتی تھی۔ اُسے دو دو روپے تک انعام دینے کے وعدے کئے جاتے تھے کہ پانچ نمازیں پڑھ لے اور یہ انعام لے۔ کئی کئی دن اس کو سُبْحَانَ اللّٰہ یاد کرانے پر لگ گئے مگر ایسے شخص کی ہدایت کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے دلیل رکھی ہوئی تھی۔

(ایک رئیس سے مکالمہ، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 295-296)

## مہمانوں کو قادیان جانے سے روکنا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا ہی واقعہ ہے ایک نہایت جاہل شخص یہاں ہوا کرتا تھا پیر اس کا نام تھا اسے دو چار آنے کے پیسے سے اگر کوئی شخص دے دیتا تو وہ دال میں مٹی کے تیل کی آدھی بوتل ڈال کر کھا جاتا۔ دین کی معمولی معمولی باتوں سے بھی اتنا واقف تھا کہ حضرت خلیفہ اولؑ نے ایک دفعہ اس سے کہا کہ تیرا مذہب کیا ہے؟ وہ اس وقت تو خاموش رہا مگر دوسرے تیسرے دن آپ کے پاس ایک کارڈ لایا کہ ہمارے گاؤں کے نمبردار کو لکھ دیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا لکھنا ہے؟ تو وہ کہنے لگا آپ نے جو میرا مذہب دریافت کیا تھا۔ میں نمبردار کو لکھ کر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میرا مذہب کیا ہے؟ حضرت خلیفہ اولؑ ہمیشہ اُس کے پیچھے پڑے رہتے تھے کہ نماز پڑھو مگر وہ کہتا کہ مجھے نماز نہیں آتی صرف سُبْحَانَ اللّٰہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہنا آتا ہے۔ خیر ایک دن حضرت خلیفہ اولؑ نے پیر سے کہا کہ اگر تم ایک دن پورے پانچ وقت کی نمازیں جماعت سے ادا کرو تو میں تمہیں دو روپے انعام دونگا۔ اُس نے عشاء سے نماز شروع کی اور اگلی مغرب کو پوری پانچ

ہوتی تھیں۔ اُن دنوں مہمان چونکہ تھوڑے ہوتے تھے اس لئے اُن کا کھانا ہمارے گھر میں ہی تیار ہوتا تھا۔ مغرب کے وقت جب کھانا تیار ہوا تو اندر سے خادمہ نے آواز دی کہ پیرے! کھانالے جاؤ۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور یہ اُس کی پانچویں نماز تھی لیکن بلانے والی عورت کو اس کا علم نہ تھا اس لئے وہ برابر آوازیں دیتی گئی۔ اس پر پیر نماز میں ہی زور سے کہنے لگا۔ ”ٹھیر جا۔ التحیات ختم کر کے آندا ہاں۔“

ایک دفعہ کسی کام کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے بٹالہ بھیجا۔ وہاں اسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مل گئے۔ وہ اکثر لوگوں کو قادیان آنے سے باز رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اُس دن اتفاقاً انہیں اور کوئی نہ ملا تو انہوں نے پیرے کو ہی پکڑ لیا اور کہا۔ پیرے! تو کیوں قادیان بیٹھا ہے؟ پیرے نے جواب دیا مولوی صاحب! میں پڑھا لکھا تو ہوں نہیں، ہاں ایک بات ہے جو میں جانتا ہوں اور وہ یہ کہ مرزا صاحب قادیان میں بیٹھے ہیں اور لوگ دُور دُور سے یکوں میں دھکے کھا کھا کے ان کے پاس پہنچتے ہیں۔ مگر آپ بٹالہ میں رہتے ہیں جہاں لوگ آسانی کے ساتھ پہنچ سکتے ہیں مگر آپ کے پاس کوئی نہیں آتا۔ حتیٰ کہ روزانہ لوگوں کو سمجھانے کیلئے آپ خود سٹیشن پر آتے ہیں اور شاید اس کوشش میں آپ کی جوتی بھی گھس گئی ہوگی لیکن لوگ آپ کی بات نہیں مانتے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ لوگ مرزا صاحب کی طرف اس طرح کھچے چلے جاتے ہیں اور آپ کو کوئی نہیں پوچھتا۔ غرض اس قسم کے آدمی ہی جن ہوتے ہیں جو کسی کی بات نہیں مانتے اور دوسرے کی اطاعت کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ مگر جب انبیاء کے سامنے آتے ہیں تو یکدم ان کی حالت بدل جاتی ہے۔

(فضائل القرآن (6) انوار العلوم جلد 14 صفحہ 388-389)

## ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت 10 ہزار تک بڑھانے کی تجویز

پھر ریویو آف ریلیجنز وہ رسالہ ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ اس کے دس ہزار خریدار ہوں۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم ایک دفعہ بھی اب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکے۔ ہمارے جلسہ سالانہ پر ہی بیس ہزار آدمی آ جاتے ہیں اور اگر سب دوست اس کی خریداری کی

طرف توجہ کریں تو دس ہزار خریدار ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت کو ابھی تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خواہش کو پورا کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ میں سمجھتا ہوں اگر غیر احمدیوں میں اس رسالہ کی کثرت سے اشاعت کی جائے تو دس ہزار خریدار یقیناً میسر آ سکتا ہے کیونکہ اس رسالہ میں ایسے علمی مضامین شائع ہوتے ہیں جو عام طور پر دوسرے رسالوں کو میسر نہیں آتے۔ انگریزی دان طبقہ کیلئے تو یہ ضروری ہے کہ وہ اس رسالہ کو کثرت سے خریدیں لیکن وہ دوست جو انگریزی نہیں جانتے وہ بھی اگر شادی بیاہ کے موقع پر ریویو آف ریلیجنز کی امداد کے لئے کچھ دے دیا کریں تو ان پر کچھ زیادہ بار نہیں ہو سکتا۔ لوگ شادیوں کے موقع پر صدقہ و خیرات کیا کرتے ہیں اور جو لوگ صدقہ و خیرات نہیں کرتے وہ بھی میراثیوں اور ڈوموں میں جب وہ مبارکباد دینے کیلئے آتے ہیں تو کئی روپے تقسیم کر دیتے ہیں۔ (بانی سلسلہ احمدیہ کوئی نیادین نہیں لائے، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 228، 229)

### میاں نور محمد صاحب لدھیانوی

اسی قسم کا ایک اور واقعہ مجھے یاد آ گیا ہے۔ لدھیانہ کے علاقہ کے ایک شخص میاں نور محمد صاحب تھے۔ انہوں نے ادنیٰ اقوام میں تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھایا ہوا تھا۔ وہ خاکروبوں میں تبلیغ کیا کرتے تھے اور سینکڑوں خاکروب ان کے مرید ہو گئے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کے بعض مرید بعض دفعہ یہاں بھی آ جایا کرتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب ہمارے پیر کے پیر ہیں۔ یہاں ہمارے ایک رشتہ میں چچا نے محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت اور آپ کے دعویٰ کا تمسخر اڑانے کے لئے اپنے آپ کو چوڑوں کا پیر مشہور کیا ہوا تھا۔ اور ان کا دعویٰ تھا کہ میں لال بیگ ہوں۔ ایک دفعہ بعض وہ لوگ جو خاکروب سے مسلمان ہو چکے تھے یہاں آئے ہوئے تھے۔ انہیں ھٹہ کی عادت تھی۔ ان صاحب کی مجلس میں جو انہوں نے ھٹہ دیکھا تو ھٹہ کی خاطر ان کے پاس جا بیٹھے۔ ہمارے چچا نے ان سے مذہبی گفتگو شروع کر دی اور کہا کہ تم مرزا صاحب کے پاس کیوں آئے ہو؟ تم تو دراصل میرے مرید ہو۔ مرزا صاحب نے تمہیں کیا دیا ہے۔ وہ لوگ ان پڑھ تھے جیسے خاکروب عام طور پر ہوتے ہیں۔ آج کل تو پھر بھی خاکروب کچھ ہوشیار ہو گئے ہیں لیکن یہ آج سے چالیس سال پہلے کی بات ہے اُس وقت یہ قوم بالکل ہی جاہل تھی۔ لیکن جب ان سے ہمارے چچا

نے سوال کیا کہ مرزا صاحب نے تم کو کیا دیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اور تو کچھ نہیں جانتے لیکن اتنی بات پھر بھی سمجھ سکتے ہیں کہ لوگ پہلے ہم کو چوہڑے کہتے تھے لیکن مرزا صاحب کے تعلق کی وجہ سے اب ہمیں مرزائی کہتے ہیں۔ گویا ہم چوہڑے تھے اب ان کے طفیل مرزا بن گئے لیکن آپ پہلے مرزا تھے مرزا صاحب کی مخالفت کی وجہ سے چوہڑے بن گئے۔

اب یہ باتیں ہیں تو بظاہر لطائف مگر ان کے اندر معرفت کا فلسفہ بھی موجود ہے۔ ان ان پڑھ لوگوں نے اپنی زبان سے اس مفہوم کو ادا کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے مخالفوں کو تباہ کر دیتا ہے اور ماننے والوں کو ترقی دیتا ہے۔ پس سچی بات یہ ہے کہ احمدی ہوتے ہی انسان کی عقل مذہبی امور میں تیز ہو جاتی ہے اور وہ علماء پر بھی بھاری ہوتا ہے۔ لیکن اس امر کو نظر انداز کر دو تو بھی کونسا ایسا احمدی ہے جس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ اس کے طبقہ کے لوگ دنیا میں موجود نہیں۔ بلکہ ہر احمدی اپنی عقل اور سمجھ میں کم سے کم اپنے طبقہ کے ہر عیسائی، ہندو، سکھ اور غیر احمدی سے زیادہ ہوشیار ہوگا۔ (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 797، 798)

## ہماری عمریں تو مخالفتوں اور گالیاں کھانے میں ہی گزریں

پس نبوت بے شک انعام ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری عمر قربانی ہی کرتے رہے۔ یہی حالت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہم دیکھتے ہیں۔ آپ کی ساری عمر اسی طرح گزری کہ کہیں پتھر ہیں، کہیں گالیاں ہیں، کہیں مقدمے دائر کئے جا رہے ہیں۔ کہیں شورشیں بپا کی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت بھی جبکہ ہمارے دل زخمی تھے اور دنیا ہماری آنکھوں میں تیرہ و تار تھی۔ ہزاروں لوگ مغلاظ گالیاں بک رہے اور پتھر مار رہے تھے۔ حالانکہ کسی بڑے سے بڑے چور اور بد معاش کی وفات پر بھی یہ سلوک کبھی نہیں ہوا ہوگا۔ ہمارے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہم نے اپنی حکومت بنا رکھی ہے لیکن کیا حکومت ایسی ہی ہوتی ہے؟ ان لوگوں میں سے کوئی ایسا شریف آدمی نہ تھا جو انہیں بتا سکتا کہ مرنے والے سے محبت کرنے والے لوگ اندر بیٹھے رو رہے ہیں۔ تم لوگ خدا تعالیٰ کا خوف کرو اور ان کے نہ دل دکھاؤ۔ پھر آپ کے بعد بھی یہی حال ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو ہمارا غلام بنا دیا ہے مگر یہ بعد والے دیکھیں گے۔ وہ زمانہ آنے والا ہے جب وہ لوگ تختوں پر بیٹھے ہوں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام آتے ہی مؤدب کھڑے ہو جایا کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے غلاموں کے آگے آج کل کے بڑے بڑے لوگوں کی اولادیں جو تیاں رکھنا باعثِ فخر سمجھیں گی۔ مگر میں ہم نے کیا لیا سوائے گالیوں اور پتھروں کے۔ ہماری زندگیاں اسی میں گزریں گی اور بادشاہتیں انہیں ملیں گی جو ان گالیوں کی لذت سے آشنا نہ ہوں گے ہمارے لئے مقدر بھی یہی ہے اور ہم چاہتے بھی یہی ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں خود بخود کچھ مل جائے تو اور بات ہے۔ مگر ہم چاہتے یہی ہیں کہ ہماری عمریں مخالفتیں اٹھانے اور گالیاں کھانے میں ہی گزریں کیونکہ ان میں جو لذت اور سرور ہے وہ بادشاہتوں میں نہیں۔ یہی وہ انعام ہے جو انبیاء اور رسولوں کو ملا اور یہی ہم اپنے لئے چاہتے ہیں۔ یہی وہ عید ہے جو آج منائی جا رہی ہے۔ بقر عید نبیوں کے زمانہ کی عید ہوا کرتی ہے اور چھوٹی عید نبیوں کے بعد کے زمانہ کی۔ چھوٹی عید کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب بھوک کا زمانہ گزر گیا۔ لیکن اس عید کا مطلب یہ ہے کہ آؤ قربانی کریں۔ اس لئے یہ عید انبیاء اور ان کے خلفاء کے زمانہ کی عید ہے اور چھوٹی عید انبیاء کے بعد کے زمانہ کی ہوتی ہے۔ بڑی عید یہی ہے جو قربانیوں اور تکالیف کی ہے، وہ چھوٹی ہے جس میں بادشاہتیں اور حکومتیں ملتی ہیں۔ خدا کے انعام نام ہیں قربانی کا۔ ہمارے لئے تختِ حکومت سولی کا تختہ ہے۔ وہی ہماری حکومت ہے اور وہ تمام تکالیف جو ہمیں دی جاتی ہیں انہیں میں ہمارے لئے فخر ہے۔ ہم اگر اس کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں تو اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے کرتے ہیں۔ اگر ہم مخالفوں سے کہتے ہیں کہ گالیاں مت دو تو اس لئے ان کے اخلاق نہ بگڑ جائیں اور اگر حکومت کو متوجہ کرتے ہیں تو اس لئے کہ حکومت خدا کی نظروں میں مغضوب ہو کر تباہ نہ ہو جائے ورنہ ہم تولدّت اسی میں محسوس کرتے ہیں اور مومن کی عید اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ جن لوگوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں جانیں دیں انہوں نے عید نہیں دیکھی۔ آج وہ سامنے نہیں ہیں ورنہ تم دیکھتے کہ ان کے چہروں پر ایسے آثار ہوتے تھے جو ظاہری عید منانے والوں کے چہروں پر ہو ہی نہیں سکتے جو جان دے دیتا تھا وہ یہی سمجھتا تھا کہ میری عید آگئی۔ اسی لئے انہیں شہید کہا گیا ہے کہ وہ عید کا چاند دیکھتے ہوئے مرے۔ ہر مومن جو دین کے لئے فدا ہوتا ہے۔ وہ عید دیکھتا ہے۔ یہی عید اضحیہ ہوتی ہے۔ یہی انبیاء کے زمانہ کا نشان ہے اور اسی کے لئے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔

## مولوی محمد حسین بٹالوی کی ناکامی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ لکھ لکھ کر بڑے خوش ہوتے تھے کہ مرزا غلام احمد تو مضمون نگار ہے اور حکیم نور الدینؒ ایک طبیب ہے ہاں یہ مان لیتا ہوں کہ مولوی محمد احسن صاحب امر وہی کچھ علمیت رکھتے ہیں اور پھر اس پر بڑے خوش ہوتے تھے کہ میں نے بڑا تیر مارا ہے لیکن اب مرنے کے بعد اُن کو کون یاد کرتا ہے؟ مگر یہاں خدا تعالیٰ ہر گھر، ہر گاؤں اور ہر ملک سے لوگوں کو کھینچ کھینچ کر لارہا ہے اور ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کے قدموں میں ڈال رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ سے پہلے آپ کے پاس ایک شخص بیمار ہو کر آیا اور حضرت مسیح موعودؑ کے سلوک کو دیکھ کر یہیں رہ پڑا۔ وہ ایسا بے وقوف تھا کہ مٹی کا تیل کھانے میں ڈال کر کھا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ چکنائی ہی کھانی ہے کوئی دوسرا تیل نہ کھایا یہ کھالیا۔ اُس وقت یہاں تار گھر نہیں ہوتا تھا تار دینے کے لئے آدمی بٹالے جاتے تھے یہ بھی تار دینے کے لئے بٹالے جاتا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی روزانہ اسٹیشن پر جاتے تھے اور لوگوں کو قادیان آنے سے روکتے تھے ممکن ہے شاذ و نادر بعض لوگوں کو ورغلا کر واپس بھیج دینے میں کامیاب ہو جاتے ہوں گے۔ وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ میں یہاں کا رہنے والا ہوں مرزا صاحب کو خوب جانتا ہوں آپ وہاں نہ جائیں۔ ایک دن مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو اسٹیشن پر کوئی بھی آدمی نہ ملا مذکورہ بالا شخص کو جس کا نام پیرا تھا اور جو تار دینے بٹالہ گیا تھا انہوں نے دیکھ لیا اور اُس کو تبلیغ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اُسے جا کر کہا تجھ پر کیا مار پڑی ہے کہ تو مرزا صاحب کے قابو آ گیا ہے تو نے آخروہاں کیا دیکھا ہے؟ اُس نے یہ واقعہ خود آ کر قادیان سنایا اور بتایا کہ پہلے میں حیران ہوا کہ کیا کہوں مجھے آتا تو کچھ ہے نہیں اور حقیقتاً وہ تھا بھی جاہل اور احمدیت سے بالکل ناواقف چونکہ اُس کے رشتہ داروں نے اُسے چھوڑ دیا تھا اور بیماری میں اُس کا علاج نہیں کرایا تھا اس لئے وہ اُن کو چھوڑ کر قادیان میں ہی رہ گیا تھا حضرت مسیح موعودؑ نے اُس کا علاج کیا اس لئے وہ حضرت مسیح موعودؑ کے حُسن سلوک کو دیکھ کر یہیں رہ پڑا مگر باوجود جاہل ہونے کے اُس کی فطرت نے اُسے جواب سمجھا دیا۔ چنانچہ اس کے اپنے بیان کے مطابق مولوی صاحب کو یہ جواب دیا کہ مولوی صاحب! میں تو اُن پڑھ ہوں اور مجھے کچھ نہیں آتا مگر ایک بات میں دیکھتا ہوں وہ یہ کہ مرزا صاحب اپنے گھر سے نہیں

نکلنے، لوگ اطلاع کرواتے ہیں، بعض اوقات کسی مجبوری کی وجہ سے مرزا صاحب دیر تک باہر نہیں آتے اور کہلا بھیجتے ہیں کہ طبیعت اچھی نہیں اس وقت نہیں آسکتے اور گولٹنے والے بڑے بڑے آدمی ہوتے ہیں لیکن چپ کر کے دروازے کے آگے بیٹھے رہتے ہیں اور اگر مصافحہ ہو جاتا ہے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں بڑا کام ہو گیا۔ مگر مولوی صاحب! میں اکثر بٹالہ آتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اسٹیشن پر آتے ہیں اور لوگوں کو درغلالتے ہیں لیکن پھر بھی لوگ آپ کی نہیں مانتے اور مرزا صاحب کی طرف چلے جاتے ہیں اور پھر کہا کہ مولوی صاحب! آپ کی تو جوتیاں بھی اس کام میں گھس گئی ہوں گی مگر سنتا کوئی نہیں آخر کچھ تو مرزا صاحب میں بات ہوگی جو ایسا ہو رہا ہے۔ تو یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جس پر نازل ہوتا ہے۔ بعض اوقات لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض ہوتا دیکھ کر اُس کو اُلٹنے لگ جاتے ہیں یا بعض اوقات غصے میں آ جاتے ہیں یہ طریقہ صحیح نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب بھی کوئی آدمی آ کر کوئی سوال کرتا تو آپ اُس کا صحیح جواب دیتے اور کوئی ایچ بیچ نہ کرتے خواہ دشمنوں کو اس سے ہنسی کا موقع مل جاتا۔

(قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے متعلق تاکید، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 156 تا 158)

## احمدیت کی برکات

مجھے اپنے بچپن کے زمانہ میں ضلع گجرات کے لوگوں کا یہاں آنا یاد ہے۔ اس وقت سیالکوٹ اور گجرات سلسلہ کے مرکز سمجھے جاتے تھے۔ گورداسپور بہت پیچھے تھا کیونکہ قاعدہ ہے کہ نبی کی اپنے وطن میں زیادہ قدر نہیں ہوتی۔ اس زمانہ میں سیالکوٹ اول نمبر پر تھا اور گجرات دوسرے نمبر پر۔ مجھے گجرات کے بہت سے آدمیوں کی شکلیں اب تک یاد ہیں مجھے یاد ہے کہ بہت سے اخلاص کی وجہ سے کہ تا وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کو پورا کرنے والے بنیں کہ **يَأْتِيكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ**۔ نہ اس وجہ سے کہ انہیں مالی تنگی ہوتی پیدل چل کر قادیان آتے۔ ان میں بڑے بڑے مخلص تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب رکھتے۔ یہ بھی ضلع گجرات کے لوگوں کا ہی واقعہ ہے جو حافظ روشن علی صاحب مرحوم سنایا کرتے تھے اور میں بھی اس کا ذکر کر چکا ہوں کہ جلسہ سالانہ کے ایام میں ایک جماعت ایک طرف سے آ رہی تھی اور دوسری دوسری طرف سے۔ حافظ صاحب کہتے۔ میں نے دیکھا وہ

دونوں گروہ ایک دوسرے سے ملے اور رونے لگ گئے۔ میں نے پوچھا۔ تم کیوں روتے ہو؟ وہ کہنے لگے ایک حصہ ہم میں سے وہ ہے جو پہلے ایمان لایا اور اس وجہ سے دوسرے حصہ کی طرف سے اس قدر دکھ دیا گیا اور اتنی تکالیف پہنچائی گئیں کہ آخر وہ گاؤں چھوڑنے پر مجبور ہو گیا پھر ہمیں ان کی کوئی خبر نہ تھی کہ کہاں چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے احمدیت کا نور ہم میں بھی پھیلایا اور ہم جو احمدیوں کو اپنے گھروں سے نکالنے والے تھے خود احمدی ہو گئے۔ ہم یہاں جو پہنچے تو اتفاقاً اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت ہمارے وہ بھائی جنہیں ہم نے اپنے گھروں سے نکالا تھا دوسری طرف سے آنکے۔ جب ہم نے ان کو آتے دیکھا تو ہمارے دل اس درد کے جذبہ سے پر ہو گئے کہ یہ لوگ ہمیں ہدایت کی طرف کھینچتے تھے مگر ہم ان سے دشمنی اور عداوت کرتے تھے یہاں تک کہ ہم نے ان کو گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیا آج خدا نے اپنے فضل سے ہم سب کو اکٹھا کر دیا۔ (اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تکالیف، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 86-87)

### تم جہاں جاؤ آگ لگا دو

حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تم جہاں جاؤ آگ لگا دو تا کہ لوگ جاگیں اور تمہاری باتیں سنیں۔ پس چاہئے کہ مبلغ کے اپنے جسم میں ایک ایسا جوش اور ولولہ پیدا ہو جائے کہ جو زلزلہ کی طرح اس کے جسم کو ہلا دے اور وہ دوسروں میں زلزلہ پیدا کر دے۔ مبلغ جس گاؤں یا شہر میں جائے وہ سونہ سکے بلکہ بیدار ہو جائے۔ مگر اب تو ایسا ہوتا ہے کہ کبھی مبلغ ایک ایک مہینہ کسی جگہ رہ کر آجاتا ہے اور وہاں کے لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں کوئی آیا تھا۔

(ہدایات زریں۔ انوار العلوم جلد نمبر 5 صفحہ 599)

### تمہارا شیوہ دعائیں کرنا ہو

ہمارے واقفین کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح ہر چندہ دینے والے کے لیے صرف خود چندہ دینا کافی نہیں بلکہ مزید چندے دینے والے تیار کرنے بھی ضروری ہیں اسی طرح ہر ایک واقف زندگی کے لیے مزید واقف زندگی تیار کرنے ضروری ہیں۔ اگر ہم ایسا کر سکیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اشاعت اسلام کا یہ اہم کام قیامت تک جاری رہ سکتا ہے۔ پھر یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ایک صلحاء اور اتقیاء کا طریق اختیار کرے اور دعاؤں میں لگ



جائے اور نہ صرف خود دعاؤں کی عادت ڈالے بلکہ یہ احساس دوسروں کے اندر بھی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

آج وہ لوگ بہت کم ہیں جنہیں دعائیں کرنے کی عادت ہے۔ ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد ایسا ہو جو راتوں کو جاگے اور خدا تعالیٰ کے آگے سجدہ میں گر کر روئے اور سلسلہ کے لئے دعائیں کرے اور دن کے وقت استغفار اور ذکر الہی کرے اور یہ عادت اس حد تک اپنے اندر پیدا کرے کہ خدا تعالیٰ کا الہام اور اس کا کلام اس پر نازل ہونے لگ جائے۔

دیکھو! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جتنا تغیر دنیا میں پیدا کیا ہے وہ صرف کتابوں کے ذریعہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ تغیر اس طرح پیدا ہوا ہے کہ آپ نے رات دن اس کے لیے دعائیں کیں جن کی وجہ سے آپ کے اندر خدا تعالیٰ کا نور پیدا ہو گیا۔ جو شخص اس نور کو دیکھتا تھا اس کے اندر اشاعتِ اسلام کی آگ لگ جاتی تھی اور پھر وہ آگ آگے پھیلتی جاتی تھی۔ پس تم اس بات پر ہی خوش نہ ہو جاؤ کہ تم نے مولوی فاضل پاس کر لیا ہے یا شاہد کا امتحان پاس کر لیا ہے۔ بلکہ دعاؤں کی عادت ڈالو اور اتنی دعائیں کرو کہ رات اور دن تمہارا شیوہ ہی دعائیں کرنا ہو۔ تم اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے دعاؤں میں لگ جاؤ۔ اگر تمہارے کسی ساتھی کی طرف سے کوئی خرابی بھی پیدا ہوگی تو تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی دعائیں اُس کا ازالہ کر دیں گی۔

(الفضل مورخہ 20 نومبر 1955ء جلد 44/9 شمارہ 271 صفحہ 3)

## دہلی میں مخالفت کا زور

1909ء یا 1911ء میں ایک دفعہ دلی گئے تو ایک دفعہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں چونکہ انہیں اپنی خالہ سے بڑی محبت تھی۔ وہ اپنی اماں کی بھانج کے ہاں ٹھہریں۔ ان کو سارے بھابی جان بھابی جان کہتے تھے۔ اب ان کے بچے کراچی میں ہیں۔ ان کے گھر میں ہی ہم جا کر ٹھہرتے تھے۔ اس وقت بھی ان کے گھر میں ہی ٹھہرے بلکہ ان کا ایک لطیفہ بھی مشہور ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام 1891ء میں دلی گئے۔ تو آپ کے خلاف بڑا جلسہ ہوا اور شور پڑا لوگوں نے کہا کہ اس کو قتل کر دو۔ مولویوں نے وعظ کیا کہ جو اس کو قتل کر دے گا وہ جنتی ہوگا۔ ہماری وہ بھابی بڑی مخالف تھیں مگر آخر رشتہ دار تھیں۔ ایک دن ان کی نوکر آئی اور آ کر کہنے لگی۔

بی بی دعا کرو میرا بچہ بچ جائے۔ وہ صبح چھری تیز کر رہا تھا کوئی قادیان سے آیا ہے جو رسول اللہؐ کی ہتک کرتا ہے اُسکو مارنے گیا ہے وہ کہنے لگی کمبخت چپ کر وہ تو میری بھانجی کا خاوند ہے۔ مگر بہر حال ان کے گھر میں خالہ بھی ٹھہری ہوئی تھیں۔ اماں جان نے پرانی محبت کی وجہ سے ان سے خواہش کی کہ مجھے ملا دو۔ بھابی جان نے انکار کر دیا کہ وہ تو کہتی ہیں کہ میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی پھر ہماری ایک اور بہن تھی ان کی بیٹی بعد میں حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے بھائی سے بیاہی گئیں تھیں۔ حضرت ام المومنینؓ نے ان سے کہا۔ وہ چھوٹی بچی تھیں۔ ان کو تو ان باتوں کا پتہ نہیں تھا۔ انہوں نے پردہ اٹھا کے کہا کہ وہ مصلے پر بیٹھی دعا کر رہی ہیں دیکھ لو۔ اماں جان نے جا کر جھانکا تو اسی وقت انہوں نے کھڑکی کھولی اور ہمسایہ میں چلی گئیں اور وہاں سے ڈولی منگا کر کرسی اور رشتہ دار کے پاس چلی گئیں۔ غرض اتنا ان کے اندر بغض تھا کہ انہوں نے ہم سے ملنا بالکل چھوڑ دیا۔ ان کے رشتہ دار اب بھی کراچی میں ہیں۔ لاہور میں بھی لوہارو خاندان کے افراد ہیں۔ نوابزادہ اعتراز الدین جو پاکستان میں انسپکٹر جنرل پولیس تھے۔ وہ بھی نواب لوہارو کے بیٹے تھے اور بیٹے بھی ہیں۔ بعض ان کی اولاد میں سے فوج میں کرنیل ہیں۔ ان کے ایک بھائی صمصام مرزا لاہور میں ہیں۔ ان لوگوں سے جب بھی بات کرو۔ وہ ہم پر ہنستے ہیں کہ تم بیوقوف ہو۔ مولوی صاحب نے اسے مروا دیا تھا۔ تم بیوقوفی میں یونہی اپنے مذہبی عقیدہ کے ماتحت سمجھتے ہو کہ نہیں مروایا تھا۔ آپ مر گیا تھا۔ اس نے خودکشی کوئی نہیں کی اس کو مروا دیا گیا تھا۔ غرض یہ واقعہ حضرت خلیفہ اولؓ کے خاندان کے دلوں میں بغض کو بڑھانے کا ایک دوسرا سبب بن گیا۔

(نظام سلسلہ کی مخالفت اور اس کی تاریخ صفحہ 12 تا 13)

## چوہڑوں کی وجہ سے تکلیف

ہم میں سے کون ہے جسے احمدیت سے روحانی، جسمانی اور مالی فوائد حاصل نہ ہوئے ہوں۔ ہمیں خود فائدہ پہنچا ہے۔ ہم زمیندار ہیں مگر ہماری زمینوں کی قیمت پہلے اتنی نہ تھی جتنی اب ہے ہم کہتے تو ہیں کہ ہم سلسلہ کے اموال میں سے کچھ نہیں لیتے مگر اس طرح دیکھا جائے تو بہر حال ہمیں سلسلہ کے طفیل فائدہ پہنچا ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ نواب محمد علی خان صاحبؓ سے فرمایا کہ یہاں کے چوہڑوں کی طرف سے بہت تکلیف پہنچ

رہی ہے۔ والد صاحب کے زمانہ میں ان کو صرف آٹھ آنہ ماہوار اور روٹی ملتی تھی اور وہ سارا سارا دن کام کرتے تھے۔ مگر اب دو روپے اور روٹی ملتی ہے مگر وہ کام نہیں کرتے۔ لیکن احمدیت کی وجہ سے آج یہ حالت پہنچ گئی ہے کہ اب بارہ چودہ روپیہ اور روٹی دینی پڑتی ہے۔ یہ کتنا بڑا فرق ہے یہی حال دھوبیوں کا ہے۔ ان کو سوائے اس کے کہ فصل کے موقع پر مالکوں کی طرف سے غلہ وغیرہ دے دیا جاتا تھا۔ یا سوائے اس کے کہ کسی کی کوئی خدمت وغیرہ کر کے کچھ حاصل کر لیں کوئی آمد نہ تھی۔ مگر اب وہ یہاں 25-30 بلکہ چالیس چالیس روپے ماہوار کماتے ہیں۔ یہی حال ترکھانوں اور لوہاروں وغیرہ کا ہے۔ پہلے ان کی یہاں مزدوری چھ سات آنہ روزانہ تھی۔ مگر اب ڈیڑھ دو روپیہ ہے تو خواہ قادیان کے رہنے والے ہوں۔ یا باہر سے آنے والے تاجر ہوں یا مزدور یا کوئی اور کام کرنے والے سب پر احمدیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوئے ہیں۔ پھر جو لوگ پنشن لے کر یہاں آجاتے ہیں۔ ان کو بھی دنیوی لحاظ سے اور دینی لحاظ سے بھی کافی فائدے پہنچتے ہیں۔ یہاں تعلیم کا جیسا انتظام ہے باہر ویسا ان کے لئے نہیں ہو سکتا۔ پھر یہاں ان کے بیوی بچے بے فکری سے رہتے ہیں۔ کئی لوگ بیوی بچوں کو یہاں چھوڑ کر خود باہر چلے جاتے ہیں بلکہ ہندوستان سے باہر چلے جاتے ہیں اور ان کے بعد ان کے بیوی بچے بڑے آرام اور چین سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ سو میں سے کسی ایک کو کوئی تکلیف بھی پہنچتی ہوگی۔ مگر عام طور پر بہت آرام پہنچتا ہے۔ لاہور میں ایک سکھ پروفیسر نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ جب ملک میں عام خطرہ ہو تو احمدیوں میں جائے پناہ مل سکتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 21 صفحہ 181 تا 182)

## اوہ تے ہن رل مل گئے نے

اللہ تعالیٰ ایک نہایت زبردست دلیل شرک کے رد میں اور مشرکوں کی تباہی کی تائید میں پیش کرتا ہے فرماتا ہے کہ خدا کے سوا جو معبود ہیں انہوں نے تو کبھی ایک مکھی بھی پیدا نہیں کی بلکہ اگر سب کے سب معبود جمع ہو جائیں تب بھی وہ ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی ان کے کھانے میں سے کچھ اٹھا کر لے جائے تو وہ واپس بھی نہیں لے سکتے۔ پس عبادت کرنے والا اور معبود دونوں ہی کتنے کمزور ہیں۔ اس آیت کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کا یہ کہنا نہایت تعجب انگیز ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام پرندے پیدا کیا کرتے تھے قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ

سارے معبود مل کر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اور ہمارے مفسر فرماتے ہیں کہ اکیلے مسیحؑ نے بہت سے پرندے پیدا کئے تھے۔

بانی سلسلہ احمدیہ نے ایک دفعہ ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام پرندے پیدا کیا کرتے تھے۔ تو جو پرندے ہمیں دنیا میں نظر آتے ہیں ان میں سے کچھ خدا تعالیٰ کے پیدا کئے ہوں گے اور کچھ مسیح علیہ السلام کے۔ کیا آپ ان دونوں میں کوئی امتیازی بات بتا سکتے ہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ کون سے خدا کے پیدا کردہ ہیں اور کون سے مسیح علیہ السلام کے۔ اس پر وہ مولوی صاحب پنجابی میں بولے۔ ”اے تے ہُن مشکل ہے۔ اوہ دونوں رَل مل گئے نے۔“ یعنی یہ کام تو اب مشکل ہے۔ خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ پرندے اور مسیح علیہ السلام کے پیدا کردہ پرندے آپس میں مل جل گئے ہیں اور اب ان دونوں میں امتیاز مشکل ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 96)

### عیسائیوں کے خلاف سخت زبان کا استعمال

بعض دفعہ جب بات حد سے بڑھ جاتی ہے تو پھر کسی حد تک ان باتوں کا جواب بھی دینا پڑتا ہے۔ عیسائی ہمیشہ رسول کریم ﷺ پر حملے کیا کرتے تھے اور مسلمان چونکہ ان کے حملوں کا جواب نہیں دیا کرتے تھے اس لئے وہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے بانی میں عیب ہی عیب ہیں اگر کسی میں عیب نہیں تو وہ یسوع کی ذات ہے۔ وہ مسلمانوں کی شرافت کے غلط معنی لیتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے چونکہ ہم گنہگار اچھالتے ہیں اور یہ نہیں اچھالتے اس لئے معلوم ہوا کہ واقعہ میں ان کے سردار میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔

دنوں کے بعد دن گزرے، ہفتوں کے بعد ہفتے، سالوں کے بعد سال اور صدیوں کے بعد صدیاں، سات آٹھ سو سال تک عیسائی متواتر گنہگار اچھالتے رہے اور مسلمان انہیں معاف کرتے رہے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ اب ذرا تم بھی ہاتھ دکھاؤ اور انہیں بتاؤ کہ ہمیں تم میں کوئی عیب نظر آتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یسوع کو مخاطب کرتے ہوئے وہ باتیں لکھنی شروع کیں جو یہودی آپ کے متعلق کہا کرتے تھے یا خود مسیحیوں کی کتابوں میں لکھی تھیں۔ ابھی اس قسم کی دو چار کتابیں ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھی تھیں کہ ساری عیسائی دنیا میں شور مچ گیا کہ یہ طریق اچھا نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہی ہم نے تم کو کہا تھا کہ تمہارا طریق اچھا نہیں مگر تم نے ہماری بات کو نہ سمجھا۔ آخر جب خود تم پر زد پڑنے لگی تو تمہیں ہوش آ گیا اور تم کہنے لگ گئے کہ یہ طریق درست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض دفعہ اس کے متعلق ایک لطیفہ بھی بیان فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بعض دفعہ حقیقت معلوم کرنے اور دوسرے کا جائزہ لینے کیلئے انسان کو ایسا طریق بھی اختیار کرنا پڑتا ہے جو عام طریق کے مخالف ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے کہ کوئی سکھ صاحب تھے ان کی بڑی بڑی موٹھیں تھیں ڈاڑھی بھی ان کی بڑی لمبی تھی اور چہرے پر قدرتی طور پر بال بھی بہت زیادہ تھے۔ سکھوں میں چونکہ مذہباً بال کٹوانے منع ہیں اس لئے ان کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے وہ ایک دن اپنے چہرے پر بیٹھے تھے اور بالوں کی کثرت کی وجہ سے حال یہ تھا کہ ان کے ہونٹ بالکل چھپے ہوئے تھے۔ مسلمان چونکہ موٹھیں کترواتے رہتے ہیں اس لئے ان کے ہونٹ صاف طور پر دکھائی دیتے ہیں مگر ان سکھ صاحب کے بال چونکہ قدرتاً بہت بڑے تھے اور پھر انہوں نے مذہبی لحاظ سے ان بالوں کو کبھی ترشوا یا بھی نہیں تھا اس لئے موٹھوں اور چہرے اور داڑھی کے بالوں سے ان کے ہونٹ بالکل چھپ گئے تھے۔ اتفاقاً ان کے پاس سے کوئی مسلمان گذرا اور وہ کھڑا ہو کر حیرت سے ان کا منہ دیکھنے لگ گیا۔ مزید اتفاق یہ ہوا کہ اس وقت وہ سکھ صاحب کسی فکر میں خاموش بیٹھے تھے۔ اب یہ دیکھ کر حیران تھا کہ یہ کیا تماشہ بنا ہوا ہے مگر اسے کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر قریب آ کر اس نے ان سکھ صاحب کے ہونٹوں کے قریب ہاتھ مارا۔ یہ دیکھنے کیلئے کہ ان کے ہونٹ بھی ہیں یا نہیں۔ اب ایک بھلا مانس بیٹھا ہوا ہو اور کوئی گزرنے والا اس کے منہ پر ہاتھ مارنا شروع کر دے تو اسے لازماً غصہ آئے گا سردار صاحب نے بھی آنکھیں کھول کر اسے سخت سست کہنا شروع کر دیا اور کہا نا معقول یہ کیا حرکت کرتا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ سردار جی! معاف کرو اتنا ہی دیکھنا تھا کہ آپ بولتے کس طرح ہیں۔

(روزنامہ افضل 8 دسمبر 1938ء جلد 26 نمبر 282 صفحہ 7)

### حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ کا طرز استدلال

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ نمازیں پڑھایا کرتے تھے ان کا لہجہ بڑا عمدہ تھا آواز بڑی بلند تھی اور ان کی تقریر میں بڑا جوش پایا

جاتا تھا۔ میں اگرچہ بچہ تھا مگر مجھے خوب یاد ہے جب وہ اس مضمون پر پہنچے تو بڑے جوش سے کہا کرتے تھے کہ کیا چیز ہے جو عیسائی ہمارے مقابلہ میں پیش کر سکتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تو بڑی بلند شان ہے۔ آپ کا ایک نائب اس زمانہ میں احواء اسلام کے لئے آیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے اچھے خاندان میں سے ہے، شاہی نسل میں سے ہے ہزاروں سال کی تاریخ اس کے خاندان کی عظمت کو ظاہر کر رہی ہے، اس کے مقابلہ میں میرے کانوں میں پہلے مسیح کی ابھی تک یہ آواز گونج رہی ہے کہ کسی نے چار پائیاں ٹھیک کروانی ہوں تو کروالے، کسی نے ٹوٹی ہوئی کرسیوں کی مرمت کروانی ہو تو کروالے۔ انجیل کے اس حوالہ میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں نے کہا کیا یہ مریم کا بیٹا بڑھتی نہیں؟ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ کیا یہ یوسف نجار کا بیٹا نہیں بلکہ کہا کہ کیا یہ مریم کا بیٹا بڑھتی نہیں؟ جس کے معنی یہ ہیں کہ مسیح نے اپنے طور پر بھی بڑھتی کا کام کیا ہے۔ مسیح بے شک انجیل میں اکثر جگہ اپنے آپ کو ابن آدم کہتا ہے لیکن ابن آدم ہونے میں تو تمام بنی نوع انسان اس کے شریک ہیں اس میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں۔ لیکن قرآن کریم ایک ایسا نام دیتا ہے جس سے مسیح کی آسانی کے ساتھ شناخت ہو سکتی ہے۔ اگر قرآن کریم عیسیٰ ابن آدم کہتا تب بھی مشکل پیش آتی کیونکہ ہزاروں لوگوں کے نام عیسیٰ ہیں اور وہ بھی ابن آدم ہی ہیں۔ اگر خالی ابن آدم کہا جاتا تو اس لحاظ سے اور بھی دقت پیش آتی کیونکہ سارے انسان ابن آدم ہیں پھر وہ پہچانا کس طرح جاتا۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 240)

## تائید الہی

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آہتم کے مباحثہ میں ہم نے جو نظارہ دیکھا اس سے پہلے تو ہماری عقلیں دنگ ہو گئیں اور پھر ہمارے ایمان آسمان پر پہنچ گئے فرماتے تھے کہ جب عیسائی مباحثہ سے تنگ آ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ہمارا کوئی داؤ نہیں چلا تو چند مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر انہوں نے ہنسی اڑانے کے لئے یہ شرارت کی کہ کچھ اندھے، کچھ بہرے، کچھ لولے اور کچھ لنگڑے بلا لئے اور انہیں مباحثہ سے پہلے ایک طرف چھپا کر بٹھا لیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو جھٹ انہوں نے اُن اندھوں، بہروں

اور لولوں لنگڑوں کو نکال کر آپ کے سامنے پیش کر دیا اور کہا۔ زبانی باتوں سے جھگڑے طے نہیں ہوتے۔ آپ کہتے ہیں۔ میں مسیح ناصری کا مثیل ہوں اور مسیح ناصری اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے، بہروں کو کان بچشا کرتے تھے اور لولوں لنگڑوں کے ہاتھ پاؤں درست کر دیا کرتے تھے۔ ہم نے آپ کو تکلیف سے بچانے کے لئے اس وقت چند اندھے، بہرے اور لولے لنگڑے اکٹھے کر دیئے ہیں۔ اگر آپ فی الواقعہ مثیل مسیح ہیں تو ان کو اچھا کر کے دکھا دیجئے۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے تھے کہ ہم لوگوں کے دل ان کی اس بات کو سن کر بیٹھ گئے اور گوہم سمجھتے تھے کہ یہ بات یونہی ہے۔ مگر اس خیال سے گھبرا گئے کہ آج لوگوں کو ہنسی اور ٹھٹھے کا موقع مل جائے گا۔ مگر جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے کو دیکھا تو آپ کے چہرہ پر ناپسندیدگی یا گھبراہٹ کے کوئی آثار نہ تھے۔ جب وہ بات ختم کر چکے تو آپ نے فرمایا دیکھئے پادری صاحب! میں جس مسیح کے مثیل ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں اسلامی تعلیم کے مطابق وہ اس قسم کے اندھوں، بہروں اور لولوں لنگڑوں کو اچھا نہیں کیا کرتا تھا۔ مگر آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح جسمانی اندھوں، جسمانی بہروں، جسمانی لولوں اور جسمانی لنگڑوں کو اچھا کیا کرتا تھا اور آپ کی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تم میں ایک رائی برابر بھی ایمان ہو اور تم کسی پہاڑ سے کہو کہ یہاں سے وہاں چلا جائے تو وہ چلا جائے گا۔ (متی باب 17 آیت 21، لوقا باب 17 آیت 6) اور اگر تم بیماروں پر ہاتھ رکھو گے تو وہ اچھے ہو جائیں گے۔ (مرقس باب 16 آیت 17-18) پس یہ سوال مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ میں تو وہ معجزے دکھا سکتا ہوں جو میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے۔ آپ ان معجزوں کا مطالبہ کریں تو میں دکھانے کے لئے تیار ہوں۔ باقی رہے اس قسم کے معجزے سو آپ کی کتاب نے بتا دیا ہے کہ ہر وہ عیسائی جس کے اندر ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہو ویسے ہی معجزے دکھا سکتا ہے جیسے حضرت مسیح ناصری نے دکھائے سو آپ نے بڑی اچھی بات کی جو ہمیں تکلیف سے بچا لیا۔ اور ان اندھوں، بہروں، لولوں اور لنگڑوں کو اکٹھا کر دیا۔ اب یہ اندھے، بہرے، لولے اور لنگڑے موجود ہیں اگر آپ میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان موجود ہے تو ان کو اچھا کر کے دکھا دیجئے۔ آپ فرماتے تھے اس جواب سے پادریوں کو ایسی حیرت ہوئی کہ بڑے بڑے پادری ان لولوں لنگڑوں کو کھینچ کھینچ کر الگ کرنے لگ گئے تو اللہ تعالیٰ اپنے مقررین کو ہر موقع پر عزت بچشتا ہے اور ان کو ایسے ایسے

جواب سمجھاتا ہے جس کے نتیجے میں دشمن بالکل ہکا بکا رہ جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 88-89)

## وفات مسیح کا مسئلہ

حضرت شعیبؑ جب لوگوں سے کہتے کہ تم دوسروں کا مال نہ لوٹو۔ اپنے مال کو ناجائز کاموں میں صرف نہ کرو تو آپ کی باتوں سے آپ کی قوم حیران ہوتی تھی اور کہتی تھی کہ شعیب پاگل ہو گیا ہے اور دیوانوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ اس زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں نے پاگل کہا۔ جب آپ نے وفات مسیح کا مسئلہ دنیا کے سامنے پیش کیا تو مسلمان سمجھ ہی نہ سکے کہ جب 1300 سال سے یہ مسئلہ اُمتِ محمدیہ کے اکابر پیش کرتے چلے آ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں تو وہ فوت کس طرح ہو گئے۔ لوگوں کو اس مسئلہ کے متعلق جس قدر یقین اور وثوق تھا وہ اس واقعہ سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ پنجاب کے ایک مشہور طبیب جن کی طبی عظمت کے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ جیسے طبیب بھی قائل تھے اور جن کا نام حکیم اللہ دین تھا اور بھیرہ کے رہنے والے تھے ایک دفعہ اُن کے پاس مولوی فضل دین صاحبؒ بھیروی جو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے گہرے دوست اور نہایت مخلص احمدی تھے گئے اور انہیں کچھ تبلیغ کی۔ وہ باتیں سُن کر کہنے لگے۔ میاں تم مجھے کیا تبلیغ کرتے ہو تم بھلا جانتے ہی کیا ہو اور مجھے تم نے کیا سمجھانا ہے مرزا صاحب کے متعلق تو جو مجھے عقیدت ہے اس کا دسواں بلکہ بیسواں حصہ بھی تمہیں اُن سے عقیدت نہیں ہوگی مولوی فضل دین صاحبؒ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھا کہ شاید یہ دل میں احمدی ہیں اس لئے انہوں نے کہا۔ اس بات کو سُن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ کو حضرت مرزا صاحب سے عقیدت ہے اور میں خوش ہوں گا اگر آپ کے خیالات سلسلہ کے متعلق کچھ اور بھی سُنوں۔ وہ کہنے لگے۔ آج کل کے جاہل نوجوان بات کی تہہ تک نہیں پہنچتے اور یونہی تبلیغ کرنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ اب تم آگئے ہو مجھے وفات مسیح کا مسئلہ سمجھانے حالانکہ تمہیں معلوم ہی کیا ہے کہ مرزا صاحب کی اس مسئلہ کو پیش کرنے میں حکمت کیا ہے؟ وہ کہنے لگے۔ آپ ہی فرمائیے۔ انہوں نے کہا سنو! اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کتاب لکھی۔ تیرہ سو سال میں بھلا کوئی مسلمان کا بچہ تھا جس نے ایسی کتاب لکھی ہو مرزا صاحب نے اس میں ایسے ایسے علوم بھر دیئے کہ کسی مسلمان کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ اسلام کے لئے



ایک دیوار تھی جس نے اُسے دوسرے مذاہب کے حملوں سے بچالیا۔ لیکن مولوی ایسے احمق اور بے وقوف نکلے کہ بجائے اس کے کہ وہ آپ کا شکریہ ادا کرتے اور زانوائے ادب تہہ کر کے آپ سے کہتے کہ آئندہ ہم آپ کے بتائے ہوئے دلائل ہی استعمال کیا کریں گے انہوں نے اُلٹا آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور اسلام کی اتنی عظیم الشان خدمت دیکھنے کے باوجود جو رسول کریم ﷺ کے بعد تیرہ سو سال میں اور کسی نے نہ کی آپ کے خلاف کفر کے فتوے دینے لگے اور اپنی علمیت جتانے لگ گئے اور سمجھنے لگے کہ ہم بڑے آدمی ہیں۔ اس پر مرزا صاحب کو غصہ آنا چاہئے تھا اور آیا۔ چنانچہ انہوں نے مولویوں سے کہا۔ اچھا تم بڑے عالم بنے پھرتے ہو اگر تمہیں اپنی علمیت پر ایسا ہی گھمٹا ہے تو دیکھ لو کہ حیاتِ مسیح کی عقیدہ قرآن سے اتنا ثابت ہے اتنا ثابت ہے کہ اس کے خلاف حضرت مسیح کی وفات ثابت کرنا ناممکن نظر آتا ہے لیکن میں قرآن سے ہی حضرت مسیح کی وفات ثابت کر کے دکھاتا ہوں اگر تم میں ہمت ہے تو اسکا ردّ کرو۔ چنانچہ انہوں نے مولویوں کو اُن کی بیوقوفی جتانے کے لئے وفاتِ مسیح کا مسئلہ پیش کر دیا اور قرآن سے اُس کے متعلق ثبوت دینے لگ گئے۔ اب مولوی چاہے سارا زور لگالیں، چاہے اُن کی زبانیں گھس جائیں اور قلمیں ٹوٹ جائیں سارے ہندوستان کے مولوی مل کر بھی مرزا صاحب کے دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مرزا صاحب نے انہیں ایسا پکڑا ہے کہ اُن میں سر اٹھانے کی تاب نہیں رہی۔ اب اس کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ سارے مولوی مل کر ایک وفد کی صورت میں حضرت مرزا صاحب کے پاس جائیں اور اُن سے کہیں کہ ہم سے آپ پر کفر کا فتویٰ لگانے میں بے ادبی ہو گئی ہے۔ ہمیں معاف کیا جائے۔ پھر دیکھ لیں مرزا صاحب قرآن سے ہی حیاتِ مسیح ثابت کر کے دکھاتے ہیں یا نہیں؟ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت حیاتِ مسیح کا عقیدہ کتنا یقینی سمجھا جاتا تھا۔ (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 108-107)

### وفاتِ مسیح کا مسئلہ بنیادی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک صاحب یہاں پڑھا کرتے تھے۔ وہ روزانہ یہ بحث کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ ان کے سر پر رومی ٹوپی تھی۔ ایک دن ایک شخص نے اسے بلایا اور کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا۔ اس شخص نے بغیر کوئی شرم محسوس کئے کہہ دیا کہ ہاں ضرور ہوا۔ اس کی وجہ یہی ہے

کہ لوگ واحدیت تک جاتے ہیں۔ احدیت تک نہیں پہنچتے کہ جس پر پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ بے شک انسان بھی ایک حد تک خالق ہے۔ رازق ہے مگر پھر بھی خدا تعالیٰ الگ ہے اور مخلوق الگ ہے۔ دونوں میں کوئی اتحاد ذاتی ہرگز نہیں.....

مسیح موعود کے زمانہ میں توحید کامل کو دنیا میں پیش کیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کو ثابت کر کے توحید کامل کے رستہ میں جو روک تھی اسے دور کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اس مسئلہ پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ رات دن یہی ذکر فرماتے رہتے تھے مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا کہ حضور اس مسئلہ کو اب چھوڑ بھی دیں۔ تو حضور کو جلال آگیا اور فرمایا کہ مجھے تو اس کے متعلق بعض اوقات اتنا جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں۔ شاید جنون نہ ہو جائے۔ اس مسئلہ نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور ہم جب تک اسے پس نہ ڈالیں گے۔ آرام کا سانس نہیں لے سکتے۔ اب بھی بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کیا مسئلہ ہے۔ مگر یہ احدیت کے رستہ میں روکیں ہیں۔ جنہیں دور کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس قدر جوش تھا اور یہی وہ جوش تھا جس نے خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچا اور صداقت کے لئے بنیاد قائم کر دی اور ہم میں سے ہر ایک جسے اسلام سے محبت ہے۔ سمجھ سکتا ہے کہ یہ محض ایک چنگاری ہے۔ اس آگ کی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں تھی۔ اگر کوئی محسوس کرتا ہے کہ اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت اور اسلام کو پھیلانے کی تڑپ ہے۔ تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ محض ایک چنگاری ہے اس آگ کی جو حضور علیہ السلام کے دل میں تھی۔ پس ہماری تمام کوششیں اس نقطہ پر گھومنی چاہئیں اور اسی میں محصور ہونی چاہئیں۔ لیکن اگر ہم اس بات کو نہیں سمجھ سکتے۔ تو جو کام ہم کریں گے۔ وہ گویا ہر توحید ہوگا۔ مگر دراصل وہ کسی شرک کا پیش خیمہ ہوگا۔

(الفضل 18 مئی 1943ء جلد 31 نمبر 117 صفحہ 3)

## اشتہارات کے ذریعہ تبلیغ

تبلیغ اور منظم تبلیغ میں فرق ہے ہمیں اپنے ملک کا پوری طرح جائزہ لینا چاہئے کہ ملک میں کس حد تک تقریروں کے ذریعہ تبلیغ کی ضرورت ہے، کس حد تک لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ کی ضرورت ہے۔ کون سے گروہ ایسے ہیں جن میں پمفلٹ زیادہ مقبول ہو سکتے ہیں اور کون سے

گروہ ایسے جن میں کتابیں زیادہ مقبول ہو سکتی ہیں اس وقت جن میں اشتہارات زیادہ مقبول ہو سکتے ہیں اس وقت نظارت دعوت و تبلیغ پمفلٹ کے ذریعہ تبلیغ کرتی ہے۔ لیکن پمفلٹ ایسی چیز ہے جس کا بوجھ زیادہ دیر تک نہیں اٹھایا جاسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تبلیغ اشتہارات کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ وہ اشتہارات دو چار صفحات پر مشتمل ہوتے تھے اور ان سے ملک میں تہلکہ مچا دیا جاتا تھا۔ ان کی کثرت سے اشاعت کی جاتی تھی۔ اس زمانہ کے لحاظ سے کثرت کے معنی ایک دو ہزار کی تعداد کے ہوتے تھے۔ بعض اوقات دس دس ہزار کی تعداد میں بھی اشتہارات شائع کئے جاتے تھے لیکن اب ہماری جماعت بیسیوں گئے زیادہ ہے۔ اب اشتہاری پراپیگنڈا یہ ہوگا کہ اشتہارات پچاس پچاس ہزار بلکہ لاکھ لاکھ کی تعداد میں شائع ہوں۔ پھر دیکھو کہ یہ اشتہارات کس طرح لوگوں کو اپنی توجہ کی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اگر اشتہارات پہلے سال میں بارہ دفعہ شائع ہوتے تھے تو اب خواہ انہیں سال میں تین دفعہ ہی کر دیا جائے اور صفحات دو چار پر لے آئیں۔ لیکن وہ لاکھ لاکھ دو لاکھ کی تعداد میں شائع ہوں۔ تو پتہ لگ جائے گا کہ انہوں نے کس طرح حرکت پیدا کی ہے۔ پھر کتابی حصہ ہے جو تعلیم یافتہ اور مغرور قسم کے لوگ ہیں انہیں کتابیں پیش کی جائیں۔ مرکزی اور صوبہ جاتی جماعت کے لوگ ان کے پاس جائیں اور انہیں کتابیں دیں۔ بہر حال تبلیغ کو منظم کرنے کے لئے بھی پلین بنانی چاہئے۔ اس کی بہت ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں جلد سے جلد تبلیغ کو منظم صورت میں شروع کر دینا چاہئے۔ (الفضل 11 جنوری 1952ء جلد 40/6 نمبر 10 صفحہ 5)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر معمولی محنت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ باوجود بیماری کے آپ رات دن لگے رہتے تھے اور اشتہار پر اشتہار دیتے رہتے تھے۔ لوگ آپ کے کام کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ ایک اشتہار دیتے تھے۔ اس کا اثر دور نہیں ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے مخالفت میں جو جوش پیدا ہوتا تھا وہ بھی کم نہ ہوتا تھا کہ دوسرا اشتہار آپ شائع کر دیتے تھے حتیٰ کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ ایسے موقع پر کوئی اشتہار دینا طبائع پر برا اثر ڈالے گا۔ مگر آپ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ لوہا گرم ہی کوٹا جاسکتا ہے اور ذرا جوش ٹھنڈا ہونے لگتا تو فوراً دوسرا

اشتہار شائع فرمادیتے تھے۔ اس کی وجہ سے پھر مخالفت کا شور مچا ہوا جاتا۔ آپ نے رات دن اسی طرح کام کیا اور یہی ذریعہ کامیابی کا ہے۔ اگر یہ ذریعہ ہم اختیار کریں تو کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس بات کا خیال نہ کرنا چاہئے کہ مخالفت کم ہونے دی جائے۔ جماعت کا ایک حصہ جو بیغامی اعتراضات سے ڈر جاتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ بعض اوقات خواہ مخواہ جوش دلایا جاتا ہے اور نا واجب طور پر مخالفت کی آگ کو بھڑکا لیا جاتا ہے مگر یہ خیال درست نہیں۔

(الفضل 9 نومبر 1943ء جلد 31 نمبر 263 صفحہ 2)

### سچا مؤمن خصمی ہو جاتا ہے

میں سمجھتا ہوں اس قسم کی اشتعال انگیزی بھی ہم پر اثر نہیں کر سکتی کیونکہ ہمیں ایسی تعلیم دی گئی ہے جس نے ہمیں کلیتہً جکڑ رکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے سچا مؤمن خصمی ہو جاتا ہے۔ پس حکومت کے افسروں کو، پولیس اور سول کے حکام کو اور احرار یوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ باوجود ان اشتعال انگیزیوں کے جو وہ کر رہے ہیں ہم بالکل پُر امن ہیں۔ کیونکہ ہم سچے مؤمن ہیں اور مؤمن خصمی ہو جاتا ہے۔ ہمیں جوش آتا ہے اور آئے گا مگر وہ دل میں ہی رہے گا، ہمیں غیرت آئے گی مگر وہ ظاہر نہ ہوگی، ہمارے قلوب ٹکڑے ٹکڑے ہوں گے مگر زبانیں خاموش رہیں گی، ہاں ایک اور ہستی ہے جو خاموش نہ رہے گی، وہ بدلہ لے گی اور ضرور لے گی، حکومتوں سے بھی اور افراد سے بھی، کوئی بڑے سے بڑا افسر، کوئی بڑے سے بڑا لیڈر، کوئی بڑے سے بڑا جتھا اور کوئی بڑی سے بڑی حکومت اس کی گرفت سے بچ نہ سکے گی۔

(حالات حاضرہ کے متعلق جماعت احمدیہ کو اہم ہدایات۔ انوار العلوم جلد 13 صفحہ 510-509)

### اشتہارات مرکز سے شائع کئے جائیں

اشتہاروں کے متعلق یہ نقص پیدا ہو جاتا ہے کہ بعض اوقات سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ بات مجھے بہت ہی ناپسند ہے۔ پھر اشتہارات شائع کرنے کا بھی ایک مرض ہوتا ہے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ لکھوں اور اپنی طرف سے شائع کروں۔ اس قسم کے اشتہارات کا فائدہ تو کچھ نہیں ہوتا لیکن اس طرح بہت سا روپیہ ضائع ہو جاتا ہے۔ چاہئے یہ کہ جو اشتہارات مرکز سے شائع کئے جائیں انہیں تقسیم کیا جائے اور ان کی اشاعت بڑھائی جائے۔

خود اشتہارات شائع کرنے میں بعض اوقات خود پسندی بھی آجاتی ہے کہ میرا نام بھی نکلے اور یہ ایسا سخت مرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے متعلق ایک قصہ بیان فرمایا کرتے تھے جو یہ ہے کہ ایک عورت تھی اس نے انگوٹھی بنوائی مگر کسی عورت نے اس کی تعریف نہ کی۔ ایک دن اس نے اپنے گھر کو آگ لگا دی اور جب لوگ اکٹھے ہوئے تو کہنے لگی صرف یہ انگوٹھی بچی ہے اور کچھ نہیں بچا۔ کسی نے پوچھا یہ کب بنوائی ہے؟ کہنے لگی اگر یہ کوئی پہلے پوچھ لیتا تو میرا گھر ہی کیوں جلتا۔ غرض شہرت پسندی ایسا مرض ہے کہ جس کو لگ جائے، اسے گھن کی طرح کھا جاتا ہے اور ایسے انسان کو پتہ ہی نہیں لگتا۔ اس سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ مرکز سے جو اشتہارات آئیں انہیں شائع کیا جائے۔ ہاں اگر کسی کے ذہن میں کوئی اچھی اور مفید بات آئے تو لکھ کر مرکز میں بھیج دے، یہاں سے وہ شائع ہو جائے گی۔

(اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 340)

### یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا

پس عشق کو بڑھاؤ، دل میں سوز اور درد پیدا کرو۔ یہی میری پہلی نصیحت ہے یہی میری درمیانی نصیحت ہے اور یہی میری آخری نصیحت ہے۔ جب تک یہ محبت رہے گی اُس وقت تک سوز قائم رہے گا اور جب تک سوز رہے گا اُس وقت تک زندگی قائم رہے گی جب یہ چیز نکل جائے گی تو پھر لوگوں کے لئے دلیلیں رہ جائیں گی اور تمہارے لئے یہ بھی نہ ہوں گی۔ تمہیں جو چیز کامیاب کر سکتی ہے وہ محبت ہے وہ عشق اور سوز ہے ابھی ایک شعر میں خاں صاحب نے بیان کیا ہے کہ جب شہدائے افغانستان پر پتھر پڑتے تھے تو وہ گھبراتے نہیں تھے بلکہ استقامت اور دلیری کے ساتھ ان کو قبول کرتے تھے اور جب بہت زیادہ ان پر پتھر پڑے تو صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید، نعمت اللہ خان صاحب اور دوسرے شہداء نے یہی کہا کہ یا الہی! ان لوگوں پر رحم کرو اور انہیں ہدایت دے۔ بات یہ ہے کہ جب عشق کا جذبہ انسان کے اندر ہو تو اس کا رنگ ہی بدل جاتا ہے، اس کی بات میں تاثر پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے چہرہ کی نورانی شعاعیں لوگوں کو کھینچ لیتی ہیں۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہاں ہزاروں لوگ آئے اور انہوں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو یہی کہا کہ یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا۔

انہوں نے ایک لفظ بھی آپ کے منہ سے نہ سنا اور ایمان لے آئے۔ یہی جذبہ آپ لوگوں میں بھی ہونا چاہئے۔ (اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تکالیف، انوار العلوم جلد نمبر 13 صفحہ 95-96)

## اللہ تعالیٰ پر توکل پیدا کریں

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بارہا سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے ہماری جماعت میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو میرے دعویٰ کو سمجھ کر اور سوچ کر احمدی ہوئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میری بعثت کی کیا غرض ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ جس رنگ میں پہلے انبیاء کی جماعتوں نے قربانیاں کی ہیں اسی رنگ میں ہمیں بھی قربانیاں کرنی چاہئیں مگر ایک اور جماعت ایسی ہے جو صرف حضرت مولوی نور الدین صاحبؒ کی وجہ سے ہمارے سلسلہ میں داخل ہوئی ہے۔ وہ ان کے استاد تھے انہیں معزز اور عقلمند سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا جب مولوی صاحب احمدی ہو گئے ہیں تو آؤ ہم بھی احمدی ہو جائیں۔

پس ان کا تعلق ہمارے سلسلہ سے مولوی صاحبؒ کی وجہ سے ہے۔ سلسلہ کی غرض اور میری بعثت کی حکمت اور غایت کو انہوں نے نہیں سمجھا۔ اس کے علاوہ ایک تیسری جماعت بعض نوجوانوں کی ہے جن کے دل میں گو مسلمانوں کا درد تھا۔ مگر قومی طور پر نہ کہ مذہبی طور پر وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا کوئی جتھا ہو۔ ان میں کچھ تنظیم ہو ان میں انجمنیں قائم ہوں اور مدرسے جاری ہوں مگر چونکہ عام مسلمانوں کا کوئی جتھا بنانا ان کے لئے ناممکن تھا۔ اس لئے جب انہوں نے ہماری طرف ایک جتھا دیکھا تو وہ ہم میں آئے اور اب وہ چاہتے ہیں کہ مدرسے قائم کریں۔ اور لوگ ڈگریاں حاصل کریں اسی وجہ سے وہ ہمارے سلسلہ کو ایک انجمن سمجھتے ہیں۔ مذہب نہیں سمجھتے۔ تو دنیا میں ترقیات کے جو ذرائع سمجھے جاتے ہیں وہ بالکل اور ہیں اور دین میں جو ترقیات کے ذرائع سمجھے جاتے ہیں وہ بالکل اور ہیں۔ انجمنیں اور طرح ترقی کرتی ہیں اور دین اور طرح۔ دین کی ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اخلاق کی درستگی کی جائے قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کیا جائے نمازیں پڑھی جائیں۔ روزے رکھے جائیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل پیدا کیا جائے۔ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کیا جائے اگر ہم یہ تمام باتیں کریں تو گو دنیا کی نگاہوں میں ہم پاگل قرار پائیں گے مگر خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہم سے زیادہ عقلمند اور کوئی نہیں ہوگا۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ مسلمان جب مالی قربانیاں کرتے تو منافق کہا کرتے کہ یہ مسلمان تو

احتمق ہیں۔ بس روپیہ برباد کیے چلے جا رہے ہیں۔

انہیں کوئی ہوش نہیں کہ اپنے روپیہ کو کسی اچھے کام پر لگائیں۔ اسی طرح جب وہ اوقات کی قربانی کرتے۔ تو پھر وہ کہتے کہ یہ تو پاگل ہیں۔ اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔ انہوں نے ترقی خاک کرنی ہے۔ گویا مسلمانوں کو یا وہ احتمق قرار دیتے یا ان کا نام مجنون رکھتے۔

یہی دونام انہوں نے مسلمانوں کے رکھے ہوئے تھے۔ مگر دیکھو پھر وہی احتمق اور مجنون دنیا کے عقلمندوں کے استاد قرار پائے۔ پس ہماری جماعت جب تک وہی احتمقانہ رویہ اختیار نہیں کرے گی جس کو کافر اور منافق احتمقانہ قرار دیتے تھے اور ہماری جماعت جب تک وہی مجنونانہ رویہ اختیار نہیں کرے گی۔ جس کو کافر اور منافق مجنونانہ رویہ قرار دیتے تھے۔ اس وقت تک اسے کبھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

اگر تم چاہو کہ تم ضرورت کے موقع پر جھوٹ بول بھی لیا کرو اگر تم چاہو کہ تم ضرورت کے موقع پر دھوکہ فریب بھی کر لیا کرو۔ اگر تم چاہو کہ تم ضرورت کے موقع پر چالبازی سے بھی کام لے لیا کرو اگر تم چاہو کہ تم ضرورت کے موقع پر غیبت اور چغلی سے بھی کبھی کبھی فائدہ اٹھالیا کرو اور پھر یہ امید رکھو کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو جائے۔ تو یاد رکھو تمہیں ہرگز وہ کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ہے۔ یہ چیزیں دنیا کی انجنوں میں بے شک کام آیا کرتی ہیں۔ مگر دین میں ان کی وجہ سے برکت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اتر آتی ہے۔ (الفضل 27 ستمبر 1938ء جلد 26 نمبر 223 صفحہ 7)

## ہماری جماعت میں تین قسم کے لوگ ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ مجھے ہی مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اور شاید اسی لئے فرمایا کہ میں اس کی نگرانی کروں کہ ہماری جماعت میں تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو حضرت مولوی صاحبؒ کی وجہ سے سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ (حضرت خلیفہ اولؒ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام طور پر مولوی صاحب کہا کرتے تھے) وہ مولوی صاحب کی قدر جانتے ہیں۔ ہماری نہیں۔ چونکہ مولوی صاحب نے ہماری بیعت کر لی ہے اس لئے وہ بھی بیعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ اس سے زیادہ ان کا ایمان نہیں بے شک ان کے دلوں میں ایمان ہے۔ مگر ان کا ایمان واسطے کا ایمان ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک گروہ

ہماری جماعت میں ایسا ہے جس نے یہ دیکھا کہ ایک جماعت بن گئی ہے اور اس میں قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا ہو گیا ہے۔ تو قوم کی خدمت کے لئے وہ اس جماعت میں شامل ہو گیا کیونکہ قومی خدمت کے لئے قربانی اور ایثار کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ سوائے ہماری جماعت کے اور کہیں نہیں مل سکتے۔ ایسے لوگ چاہتے ہیں کہ انجمنیں بنائیں، مدرسے بنائیں، دفاتر بنائیں اور دنیوی رنگ میں قوم کی بہبودی کے کام کریں۔ ایسے لوگ بے شک ہم کو مانتے ہیں مگر اپنے کاموں کا آلہ کار بنانے کے لئے ہمارے مقام کو سمجھ کر نہیں مانتے۔ مگر ان کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے ہم کو سچے دل سے مانا وہ ہمیں خدا کا مامور سمجھتے ہیں اور ان کی نگاہ پہلے ہم پر پڑتی ہے اور ہم سے اتر کر پھر کسی اور پر پڑتی ہے۔ اصل مخلص وہی ہیں۔ باقی جس قدر ہیں وہ ابتلاء اور ٹھوکرا کھانے کے خطرہ میں ہیں۔ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے سامنے بیان کی تھی۔ حالانکہ میری عمر اس وقت بہت چھوٹی تھی۔ آپ کا اس بات کا میرے سامنے بیان کرنا بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ماتحت آپ اس بات کو جانتے تھے۔ کہ لوگوں کی نگرانی کسی زمانہ میں میرے سپرد ہونے والی ہے اور آپ نے اسی وقت مجھے ہوشیار کر دیا۔ چنانچہ ایک ٹکراؤ تو میری خلافت کے شروع ہوتے ہی انجمن والوں سے ہو گیا اور وہ قادیان سے نکل گئے۔ باقی جو غلو کرنے والے ہیں۔ وہ بھی ہمیشہ رہتے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ان کا سر کچلتے رہیں۔ اس کے مقابلہ میں ایک تیسرے گروہ کا پیدا ہو جانا بھی کوئی بعید از قیاس نہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجہ میں غلو سے کام لے۔ اگر ہم ان لوگوں کو نہ دبا لیں۔ تو یہ دین کو کہیں کا کہیں لے جائیں گے۔ ہم بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کا رسول کہتے ہیں۔ مگر نفسانیت کی وجہ سے نہیں اس وجہ سے نہیں کہ ہم احمدیہ جماعت میں شامل ہیں اگر ہمارے سلسلہ کا بانی رسول ہو گا تو ہماری شان بہت بڑھ جائے گی۔ ہم اگر آپ کو رسول کہتے ہیں۔ تو صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول کہا اور خدا تعالیٰ کے رسول نے آپ کو رسول کہا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم میں سے جو راست باز ہوتے۔ وہ کبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول نہ کہتے۔ لیکن جب ہمیں یقین پیدا ہو گیا کہ آپ کو خدا نے رسول کہا اور ہمیں یقین پیدا ہو گیا کہ آپ کو خدا کے رسول نے رسول کہا ہے۔ تو پھر ہم نے فیصلہ کر لیا کہ اب اس کے بعد دشمن کے حملوں کی پرواہ نہیں کی جاسکتی۔ وہ بے شک مخالفت کرے۔ ہم آپ کو ضرور رسول کہیں گے۔ چنانچہ دیکھ لو کتنے سالوں سے دشمن قادیان پر حملہ کر رہا ہے۔ مگر



ہم اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ انسانوں میں کسی کو تباہ کرنے کی طاقت نہیں۔

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 551-552)

## تعلیم الاسلام کالج کا قیام

درحقیقت ایک اچھے کالج کے لئے پچیس لاکھ روپے کی ضرورت ہوتی ہے ہم ڈیڑھ لاکھ روپیہ پہلے چندہ سے لے چکے ہیں اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ اور بھی اس پر خرچ کیا جا چکا ہے اور دو لاکھ کی اب ضرورت ہے یہ پانچ لاکھ ہو گیا۔ 3 لاکھ کی پھر ضرورت ہوگی تو یہ آٹھ لاکھ روپیہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہمیں پندرہ سولہ لاکھ روپے کی ریزرو فنڈ کی ضرورت ہوگی جس سے لاکھ سو لاکھ روپیہ سالانہ آمدن ہوتی رہے اور کالج مضبوطی کے ساتھ قائم رہ سکے ایک وہ زمانہ تھا کہ ہمارے لئے ہائی کلاسز کو جاری کرنا بھی مشکل تھا یہاں آریوں کا مڈل سکول ہوا کرتا تھا شروع شروع میں اس میں ہمارے لڑکے جانے شروع ہوئے تو آریہ ماسٹروں نے ان کے سامنے لیکچر دینے شروع کئے کہ تم کو گوشت نہیں کھانا چاہئے گوشت کھانا ظلم ہے۔ وہ اس قسم کے اعتراضات کرتے جو کہ اسلام پر حملہ تھے لڑکے سکول سے آتے اور یہ اعتراضات بتلاتے یہاں ایک پرائمری سکول تھا اس میں بھی اکثر آریہ مدرس آیا کرتے اور یہی باتیں سکھلایا کرتے تھے۔ پہلے دن جب میں اس سرکاری پرائمری سکول میں پڑھنے گیا اور دوپہر کو میرا کھانا آیا تو میں سکول سے باہر نکل کر ایک درخت کے نیچے جو پاس ہی تھا۔ کھانا کھانے کے لئے جا بیٹھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس روز کلبلی پکی تھی اور وہی میرے کھانے میں بھجوائی گئی اس وقت میاں عمر دین صاحب مرحوم جو میاں عبداللہ صاحب حجام کے والد تھے وہ بھی اسی سکول میں پڑھا کرتے تھے لیکن وہ بڑی جماعت میں تھے اور میں پہلی جماعت میں تھا میں کھانا کھانے بیٹھا تو وہ بھی آپہنچے اور دیکھ کر کہنے لگے۔ ”ہیں ماس کھاندے او ماس“ حالانکہ وہ مسلمان تھے اس کی یہی وجہ تھی کہ آریہ ماسٹر سکھلاتے تھے کہ گوشت خوری ظلم ہے اور بہت بری چیز ہے ماس کا لفظ میں نے پہلی دفعہ ان سے سنا تھا اس لئے میں سمجھ نہ سکا کہ ماس سے مراد گوشت ہے چنانچہ میں نے کہا یہ ماس تو نہیں کلبلی ہے انہوں نے بتایا کہ ماس گوشت کو ہی کہتے ہیں۔ پس میں نے ماس کا لفظ پہلی دفعہ ان کی زبان سے سنا اور ایسی شکل میں سنا کہ گویا ماس خوری بری ہوتی ہے اور اس سے بچنا چاہئے۔

غرض آریہ مدرس اس قسم کے اعتراضات کرتے رہتے اور لڑکے گھروں میں آ آ کر بتاتے کہ وہ یہ اعتراض کرتے ہیں آخر یہ معاملہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا جس طرح بھی ہو سکے جماعت کو قربانی کر کے ایک پرائمری سکول قائم کر دینا چاہئے۔ چنانچہ پرائمری سکول کھل گیا اور یہ سمجھا گیا کہ ہماری جماعت نے انتہائی مقصد حاصل کر لیا ہے۔ اس عرصہ میں ہمارے بہنوئی نواب محمد علی خان صاحب مرحوم و مغفور ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ انہیں سکولوں کا بڑا شوق تھا چنانچہ انہوں نے ملیر کوٹلہ میں بھی ایک مڈل سکول قائم کیا ہوا تھا انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں اس کو مڈل کر دیا جائے میں وہاں سکول کو بند کر دوں گا اور وہ امداد یہاں دے دیا کروں گا۔ چنانچہ قادیان میں مڈل سکول ہو گیا۔ پھر بعد میں کچھ نواب محمد علی خان صاحب اور کچھ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے شوق کی وجہ سے فیصلہ کیا گیا کہ یہاں ہائی سکول کھولا جائے۔ چنانچہ پھر یہاں ہائی سکول کھول دیا گیا۔ لیکن یہ ہائی سکول پہلے نام کا تھا کیونکہ اکثر پڑھانے والے انٹرنس پاس تھے اور بعض سٹائڈ انٹرنس فیل بھی۔ بہر حال ہائی سکول کا نام ہو گیا۔ زیادہ خرچ کرنے کی جماعت میں طاقت نہ تھی اور نہ ہی یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا۔ لیکن آخر وہ وقت بھی آ گیا کہ گورنمنٹ نے اس بات پر خاص زور دینا شروع کیا کہ سکول اور بورڈنگ بنائے جائیں۔ نیز یہ کہ سکول اور بورڈنگ بنانے والوں کو امداد دی جائے گی۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول کے عہد خلافت میں یہ سکول بھی بنا اور بورڈنگ بھی پھر آہستہ آہستہ عملہ میں اصلاح شروع ہوئی۔ اور طلباء بڑھنے لگے۔ پہلے ڈیڑھ سو تھے۔ پھر تین چار سو ہوئے پھر سات آٹھ سو ہو گئے اور مدتوں تک یہ تعداد رہی۔ اب تین چار سالوں میں آٹھ سو سے یک دم ترقی کر کے سکول کے لڑکوں کی تعداد سترہ سو ہو گئی ہے اور میں نے سنا ہے کہ ہزار سے اوپر لڑکیاں ہو گئی ہیں۔ گویا لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد ملا کر تقریباً تین ہزار بن جاتی ہے۔ پھر مدرسہ احمدیہ بھی قائم ہوا اور کالج بھی اب خدا تعالیٰ کے فضل سے مدرسہ احمدیہ میں بھی میری گزشتہ تحریک کے ماتحت طلباء بڑھنے شروع ہو گئے ہیں اور پچیس تیس طلباء ہر سال آنے شروع ہو گئے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ بڑھتا رہا۔ تو مدرسہ احمدیہ اور کالج کے طلباء کی تعداد بھی چھ سات سو تک یا اس سے بھی زیادہ تک پہنچ جائے گی اور اس طرح ہمیں سو مبلغ ہر سال مل جائے گا۔ جب تک ہم اتنے مبلغین ہر سال حاصل نہ کریں۔ ہم دنیا میں صحیح طور پر کام نہیں کر سکتے۔ 1944ء میں

میں نے کالج کی بنیاد رکھی تھی کیونکہ اب وقت آ گیا تھا کہ ہماری آئندہ نسل کی اعلیٰ تعلیم ہمارے ہاتھ میں ہو۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ ہماری جماعت میں بہت چھوٹے عہدوں اور بہت چھوٹی آمدنیوں والے لوگ شامل تھے۔ بے شک کچھ لوگ کالجوں میں سے احمدی ہو کر جماعت میں شامل ہوئے۔ لیکن وہ حادثہ کے طور پر سمجھے جاتے تھے۔ ورنہ اعلیٰ مرتبوں والے اور اعلیٰ آمدنیوں والے لوگ ہماری جماعت میں نہیں تھے سوائے چند محدود لوگوں کے۔ ایک تاجر سیٹھ عبدالرحمان حاجی اللہ رکھا صاحب مدراسی تھے لیکن ان کی تجارت ٹوٹ گئی تھی۔ ان کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب ہوئے ان کے سوا کوئی بھی بڑا تاجر ہماری جماعت میں نہیں تھا اور نہ کوئی بڑا عہدیدار ہماری جماعت میں شامل تھا یہاں تک کہ حضرت خلیفہ اولؑ ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے دیکھو میاں! قرآن کریم اور احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ انبیاء پر ابتدا میں بڑے لوگ ایمان نہیں لائے۔ چنانچہ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک ثبوت ہے کہ ہماری جماعت میں کوئی بڑا آدمی شامل نہیں۔ چنانچہ کوئی ای۔ اے۔ سی ہماری جماعت میں داخل نہیں۔ گویا اس وقت کے لحاظ سے ای۔ اے۔ سی بہت بڑا آدمی ہوتا تھا۔ مگر اب دیکھو کئی ای۔ اے۔ سی یہاں گلیوں میں پھرتے ہیں۔ اور انکی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ لیکن ایک زمانہ میں اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کا ہماری جماعت میں اس قدر فقدان تھا کہ حضرت خلیفہ اولؑ نے فرمایا کہ ہماری جماعت میں کوئی بڑا آدمی داخل نہیں۔ چنانچہ کوئی ای۔ اے۔ سی ہماری جماعت میں داخل نہیں۔ گویا اس وقت کے لحاظ سے ہماری جماعت ای۔ اے۔ سی کی بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 150 تا 153)

## اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ احمدی جماعت پر چاروں طرف سے سختی کی جاتی تھی مولویوں نے فتویٰ دیا کہ احمدیوں کو قتل کر دینا، ان کے گھروں کو لوٹ لینا، ان کی جائیدادوں کا چھین لینا، ان کی عورتوں کا بلا طلاق دوسری جگہ پر نکاح کر دینا جائز ہی نہیں موجب ثواب ہے اور شریر اور بدمعاش لوگوں نے جو اپنی طمع اور حرص کے اظہار کے لئے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں اس فتوے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ احمدی گھروں سے نکالے اور ملازمتوں سے برطرف کئے

جار ہے تھے، ان کی جائیدادوں پر جبراً قبضہ کیا جا رہا تھا اور کئی لوگ ان مخصوص سے خلاصی کی کوئی صورت نہ پا کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے اور چونکہ ہجرت کی جگہ ان کے لئے قادیان ہی تھی، ان کے قادیان آنے پر مہمان داری کے اخراجات اور بھی ترقی کر گئے تھے۔ اس وقت جماعت ایک دو ہزار آدمیوں تک ترقی کر چکی تھی مگر ان میں سے ہر ایک دشمن کے حملوں کا شکار ہو رہا تھا ایک دو ہزار آدمی جو ہر وقت اپنی جان اور اپنی عزت اور اپنی جائیداد اور اپنے مال کی حفاظت کی فکر میں لگے ہوئے ہوں اور رات دن لوگوں کے ساتھ مباحثوں اور جھگڑوں میں مشغول ہوں ان کا تمام دنیا میں اشاعت اسلام کے لئے روپیہ بہم پہنچانا اور دین سیکھنے کی غرض سے قادیان آنے والوں کی مہمان داری کا بوجھ اٹھانا اور پھر اپنے مظلوم مہاجر بھائیوں کے اخراجات برداشت کرنا ایک حیرت انگیز بات ہے۔ سینکڑوں آدمی دونوں وقت جماعت کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اور بعض غرباء کی دوسری ضروریات کا بھی انتظام کرنا پڑتا تھا۔ ہجرت کے لئے آنے والوں کی کثرت اور مہمانوں کی زیادتی سے مہمان خانے کے علاوہ ہر ایک گھر مہمان خانہ بنا ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کی ہر ایک کوٹھڑی ایک مستقل مکان تھا جس میں کوئی نہ کوئی مہمان یا مہاجر خاندان رہتا تھا، غرض بوجھ انسانی طاقت برداشت سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ ہر صبح جو چڑھتی اپنے ساتھ تازہ ابتلاء اور تازہ ذمہ داریاں لاتی اور ہر شام جو پڑتی اپنے ساتھ تازہ ابتلاء اور تازہ ذمہ داریاں لاتی مگر اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ کی نسیم سب فکروں کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر پھینک دیتی اور وہ بادل جو ابتداء سلسلہ کی عمارت کی بنیادوں کو اکھاڑ کر پھینک دینے کی دھمکی دیتے تھے تھوڑی ہی دیر میں رحمت اور فضل کے بادل ہو جاتے اور ان کی ایک ایک بوند کے گرتے وقت اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ کی ہمت افزا آواز پیدا ہوتی۔ (دعوت الامیر۔ انوار العلوم جلد 7 صفحہ 565-566)

### حفاظت الہی کا معجزہ

ایک مثال حفاظت الہی کی میں حضرت مسیح موعودؓ کی زندگی میں سے بھی پیش کرتا ہوں کنور سین صاحب جو لاء کالج لاہور کے پرنسپل ہیں ان کے والد صاحب سے حضرت صاحب کا بڑا تعلق تھا حتیٰ کہ حضرت مسیح موعودؓ کو کبھی روپیہ کی ضرورت ہوتی تو بعض دفعہ ان سے قرض بھی

لے لیا کرتے تھے ان کو بھی حضرت صاحب سے بڑا اخلاص تھا۔ جہلم کے مقدمہ میں انہوں نے اپنے بیٹے کو تار دی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے وکالت کریں۔ اس اخلاص کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ایام جوانی میں جب وہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع چند اور دوستوں کے سیالکوٹ میں اکٹھے رہتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی نشانات دیکھے تھے۔ چنانچہ ان نشانات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک رات آپ دوستوں سمیت سو رہے تھے کہ آپ کی آنکھ کھلی اور دل میں ڈالا گیا کہ مکان خطرہ میں ہے۔ آپ نے سب دوستوں کو جگایا اور کہا کہ مکان خطرہ میں ہے اس میں سے نکل چلنا چاہئے سب دوستوں نے نیند کی وجہ سے پرواہ نہ کی اور یہ کہہ کر سو گئے کہ آپ کو وہم ہو گیا ہے مگر آپ کا احساس برابر ترقی کرتا چلا گیا آخر آپ نے پھر ان کو جگایا اور توجہ دلائی کہ چھت میں سے چرچراہٹ کی آواز آتی ہے مکان کو خالی کر دینا چاہئے انہوں نے کہا معمولی بات ہے ایسی آواز بعض جگہ لکڑی میں کیڑا لگ جانے سے آیا ہی کرتی ہے۔ آپ ہماری نیند کیوں خراب کرتے ہیں مگر آپ نے اصرار کر کے کہا کہ اچھا آپ لوگ میری بات مان کر ہی نکل چلیں آخر مجبور ہو کر وہ لوگ نکلنے پر رضامند ہوئے۔ حضرت صاحب کو چونکہ یقین تھا کہ خدا میری حفاظت کے لئے مکان کے گرنے کو روکے ہوئے ہے اس لئے آپ نے انہیں کہا کہ پہلے آپ نکلو پیچھے میں نکلوں گا۔ جب وہ نکل گئے اور بعد میں حضرت صاحب نکلے تو آپ نے ابھی ایک ہی قدم سیڑھی پر رکھا تھا کہ چھت گر گئی۔ دیکھو آپ انجینئر نہ تھے کہ چھت کی حالت کو دیکھ کر سمجھ لیا ہو کہ گرنے والی ہے نہ چھت کی حالت اس قسم کی تھی نہ آواز ایسی تھی کہ ہر اک شخص اندازہ لگا سکے کہ یہ گرنے کو تیار ہے۔ علاوہ ازیں جب تک آپ اصرار کر کے لوگوں کو اٹھاتے رہے اس وقت تک چھت اپنی جگہ پر قائم رہی اور جب تک آپ نہ نکل گئے تب تک بھی نہ گری مگر جونہی کہ آپ نے پاؤں اٹھایا چھت زمین پر آگری یہ امر ثابت کرتا ہے کہ یہ بات کوئی اتفاقی بات نہ تھی بلکہ اس مکان کو حفیظ ہستی اس وقت تک روک رہی جب تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی حفاظت اس کے مد نظر تھی اس مکان سے نہ نکل آئے پس صفت حفیظ کا وجود ایک بالارادہ ہستی پر شاہد ہے اور اس کا ایک زندہ گواہ ہے۔

## معجزانہ تائید اور نصرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں امرتسر سے یکے پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ ایک بہت موٹا تازہ ہندو بھی میرے ساتھ ہی یکے پر سوار ہوا وہ مجھ سے پہلے یکے کے اندر بیٹھ گیا اور اپنے آرام کی خاطر اپنی ٹانگوں کو اچھی طرح پھیلا لیا حتیٰ کہ اگلی سیٹ جہاں میں نے بیٹھنا تھا وہ بھی بند کر دی۔ چنانچہ میں تھوڑی سی جگہ میں ہی بیٹھ رہا۔ اُن دنوں دھوپ بہت سخت پڑتی تھی کہ انسان کے ہوش باختہ ہو جاتے تھے۔ مجھے دھوپ سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک بدلی بھیجی جو ہمارے یکے کے ساتھ ساتھ سایہ کرتی ہوئی بٹالہ تک آئی۔ یہ نظارہ دیکھ کر وہ ہندو کہنے لگا آپ تو خدا تعالیٰ کے بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح حضور نے ایک دفعہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ ایک مکان میں سو رہا تھا کہ مجھے القاء ہوا کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے اس مکان سے جلد نکل چلو اور دل میں ایسا ڈالا گیا کہ جب تک میں اس مکان کے اندر ہوں وہ مصیبت نازل ہونے سے رُکی رہے گی۔ چنانچہ میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے سب دوستوں کو پہلے مکان سے باہر نکال لوں۔ چنانچہ جب وہ باہر چلے گئے اور میں بھی باہر جانے لگا تو ابھی میرا ایک قدم باہر اور ایک دروازے کے اندر کی طرف تھا کہ اس مکان کی چھت گر پڑی لیکن اپنی قدرت سے خدا تعالیٰ نے ہم سب کو اس بلائے ناگہانی سے محفوظ رکھا۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسے سلوک کرتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے مگر عبودیت شرط ہے اور ایسے انسان کا انجام ضرور بخیر ہوگا۔ بظاہر وہ دنیا کی ظاہر بین نظروں میں ذلیل ہوتا نظر آ رہا ہوگا لیکن انجام کار اُس کو عزت حاصل ہوگی۔ بظاہر وہ بدنام بھی ہو رہا ہوگا لیکن انجام کار نیک نامی اسی کو حاصل ہوگی۔ گویا اس شخص کی ابتداء عبودیت سے اور انجام استعانت پر ختم ہوگا۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 534-535)

## حفاظت الہی کا معجزہ

اس کی مثال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی ملتی ہے۔ جوانی کے ایام کا واقعہ ہے کہ آپ سیالکوٹ میں ایک مکان میں سو رہے تھے۔ اُس وقت اُس کمرہ میں ایک ہندو صاحب بھی تھے جن کا نام لالہ بھیم سین تھا اور وہ وکالت کا پیشہ کرتے تھے۔ انہی صاحب کے لڑکے لالہ کنور سین کچھ عرصہ ہوا لالہ کالج لاہور کے پرنسپل تھے اور بعد میں ریاست جموں و کشمیر

کے چیف جسٹس بھی رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ جب سب سو گئے اور رات کا ایک حصہ گزر گیا تو چھت میں ٹک ٹک کی معمولی سی آواز پیدا ہوئی (اور ایسی آواز عام طور پر کوئی کیڑا وغیرہ لگا ہوسنائی دیا کرتی ہے) اور میرے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ چھت گرنے والی ہے۔ اس پر میں نے اپنے ساتھیوں کو جگایا اور کہا کہ یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ مگر انہوں نے کہا کہ کوئی بات نہیں صرف آپ کو وہم ہو گیا ہے، ایسی آواز تو ہمیشہ آیا ہی کرتی ہے اور ایسے کیڑے لگے ہوئے شہتیر دس دس اور بیس بیس سال کھڑے رہتے ہیں۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے مگر تھوڑی دیر بعد پھر بڑے زور سے یہ خیال پیدا ہوا کہ چھت گرنے والی ہے۔ اس پر آپ نے پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ چلو اس کمرے سے باہر نکلو۔ مگر انہوں نے پھر اسی قسم کا جواب دیا اور آپ پھر لیٹ گئے۔ مگر پھر آپ کے دل پر یہ خیال غالب ہوا اور یقین ہو گیا کہ شہتیر ٹوٹنے ہی والا ہے۔ اس پر آپ نے پھر ساتھیوں سے فرمایا کہ اٹھو اور میری خاطر ہی کمرہ سے نکل چلو۔ اس پر وہ بڑبڑاتے ہوئے اُٹھے اور کہنے لگے کہ خواخواہ آپ ہماری نیند خراب کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے اُس وقت مجھے یقین تھا کہ یہ چھت صرف میرے باہر نکلنے کا انتظار کر رہی ہے۔ اس لئے میں دروازہ میں کھڑا ہو گیا اور ان سب کو ایک ایک کر کے گزرنے کو کہا۔ جب سب نکل گئے تو میرا ایک پاؤں ابھی سیڑھی پر تھا اور دوسرا اندر کہ چھت گر پڑی۔

لالہ بھیم سین صاحب پر اس واقعہ کا اس قدر اثر تھا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جہلم والا مقدمہ چل رہا تھا، اُس وقت اُن کے لڑکے ولایت سے نئے نئے بیڑی پاس کر کے آئے تھے اور شہرت حاصل کر رہے تھے۔ لالہ بھیم سین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا کہ میں نے اپنے لڑکے سے کہا ہے کہ یہ اس کیلئے بڑا اچھا موقع ہے کہ وہ آپ کے مقدمہ کی پیروی کر کے برکت حاصل کرے۔ لالہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی عقیدت اور تعلق ظاہر کیا کرتے تھے کہ حضور کو اگر کبھی ضرورت پیش آتی تو ان سے قرض منگوا لیا کرتے تھے اور احمدیوں سے قرض مانگتے ہوئے حجاب کرتے تھے۔ یہ مثال ایک نمونہ ہے اور بھی ہزاروں مثالیں ہیں مگر یہ چھوٹا سا واقعہ ہے جو بہت نمایاں ہے۔ (خطبات محمود جلد 18 صفحہ 495، 496)

## الہام الہی کے ذریعہ تائید اور نصرت

موجودہ زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سُرنخی کے چھینٹوں والا کشف دکھایا گیا تو سُرنخی کے چھینٹے نہ صرف آپ کی قمیص پر پائے گئے بلکہ ایک قطرہ حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوریؒ کی ٹوپی پر بھی آگرا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس نشان میں اُن کو بھی شریک کر لیا۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مجھے بتایا گیا کہ آج رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الہام نازل ہوا ہے۔ کہ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اَتِیْکَ بَعْتَةٌ۔ صبح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشاعت کے لئے اپنے الہامات لکھ کر دیئے تو اتفاقاً آپ کو یہ الہام لکھنا یاد نہ رہا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ مجھے تو آج رات ایک فرشتہ نے بتایا تھا کہ آپ کو یہ الہام ہوا ہے کہ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اَتِیْکَ بَعْتَةٌ۔ مگر آپ نے جو الہامات لکھے ہیں اُن میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے مجھے یہ الہام ہوا تھا مگر لکھنا یاد نہیں رہا۔ پھر آپ اندر سے اپنے الہامات کی کاپی اٹھا لائے اور مجھے فرمایا کہ دیکھو اس میں میں نے یہ الہام درج کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اُس الہام کو بھی اخبار میں شائع کروادیا۔ اب دیکھو ادھر ایک الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوتا ہے اور ادھر اللہ تعالیٰ مجھے بھی بتا دیتا ہے کہ ان الفاظ میں آپ پر الہام نازل ہوا ہے اور صبح معلوم ہوتا ہے کہ بات بالکل درست تھی۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 116-115)

## زندہ معجزہ اپنی ذات میں ظاہر ہوتا ہے

میں نے پچھلے دنوں جماعت کے نوجوانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی جس پر میں نے دیکھا کہ بیسیوں نوجوانوں کے مجھے خط آنے شروع ہو گئے کہ ہم نے فلاں خواب دیکھی یا فلاں کشف دیکھا ہے یا فلاں الہام ہم پر نازل ہوا ہے۔ پس اگر آپ لوگ تقویٰ و طہارت اپنے اندر پیدا کریں اور دعاؤں اور ذکر الہی کی عادت ڈالیں اور تہجد اور درود پر التزام رکھیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً آپ لوگوں کو بھی رویائے صادقہ اور کشوف سے حصہ دے گا اور اپنے الہام اور کلام سے مشرف کرے گا اور زندہ معجزہ درحقیقت وہی ہوتا ہے جو انسان کی اپنی ذات میں ظاہر ہو۔ بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزے بھی بڑے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے بھی بڑے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے بھی بڑے ہیں اور رسول کریم ﷺ کے معجزے بھی بڑے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے بھی بڑے ہیں اور رسول کریم ﷺ کے معجزے بھی بڑے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے بھی بڑے ہیں اور رسول کریم ﷺ کے معجزے بھی بڑے ہیں۔



کے معجزے بھی بڑے ہیں۔ مگر جہاں تک انسان کی اپنی ذات کا سوال ہوتا ہے اس کے لیے وہی معجزہ بڑا ہوتا ہے جس کا وہ اپنی ذات میں مشاہدہ کرتا ہے۔ دوسرے معجزات کے متعلق تو وہ خیال کر سکتا ہے کہ شاید ان کے بیان کرنے میں کوئی غلطی ہوگی ہو مگر جو خواب اُس نے آپ دیکھی ہو یا جو کشف اس نے خود دیکھا ہو اس کے متعلق وہ کوئی بہانہ نہیں بنا سکتا۔ اسے ہر حال ماننا پڑتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ چونکہ پہلے تمام انبیاء ہمارے بزرگ ہیں اور ان کے معجزات کی تعداد بہت زیادہ ہے ہم ان کے معجزات کو بڑے معجزات کہتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ نشان جو اللہ تعالیٰ ہمیں براہ راست دکھاتا ہے اور جس کا ہم اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے ہیں وہ ہمارے نقطہ نگاہ سے زیادہ شاندار ہوتا ہے کیونکہ ہمیں اپنی خوابوں یا کشف یا الہامات کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا مگر دوسروں کے متعلق شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید اس کا کوئی حصہ راوی بھول گیا ہو۔ یا اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی اشتہار کا حوالہ دیا ہو اور اس میں اپنے کسی نشان کا ذکر کیا ہو تو کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ وہ اشتہار میرے پاس نہیں۔ معلوم نہیں اس میں وہ بات درج بھی ہے یا نہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مشہور کشف ہے جس میں میاں عبداللہ صاحب سنوری کے کپڑوں پر سرخی کے چھینٹے گرے تھے۔ اب خواہ یہ کتنا بڑا معجزہ ہو دوسرے کے دل میں شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ کہیں میاں عبداللہ صاحب سنوری نے جھوٹ نہ بولا ہو یا سرخی کے یہ چھینٹے کسی اور وجہ سے پڑ گئے ہوں اور انہوں نے اپنے پیر کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ پس دوسروں کے معجزات خواہ کتنے بڑے ہوں انسان کو ان کے متعلق شبہ ہو سکتا لیکن جو نشان اپنی ذات میں ظاہر ہوتا ہے اس کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے کے متعلق تو کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے اس نے جھوٹ بولا ہو مگر اپنے متعلق وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ شاید میں نے جھوٹ بولا ہو۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے انسان اپنے متعلق شبہ کرنے لگے کہ میرا وجود کوئی نہیں یا یہ خیال کرنے لگے کہ میں کوئی اور آدمی ہوں۔ جس طرح اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اسی طرح وہ خواب جو انسان نے خود دیکھا ہو یا وہ نشان جو خود اس کی ذات میں ظاہر ہوا ہو اس کے متعلق وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ شاید وہ جھوٹا ہو یا شاید اس کے متعلق مجھے کوئی غلط فہمی ہوگئی ہو.....

صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؒ شہید کو دیکھ لو۔ انہوں نے جب احمدیت قبول کی اور وہ قادیان میں کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد کابل واپس گئے۔ تو وہاں کے گورنر نے انہیں بلایا۔ اور کہا کہ

توبہ کر لو۔ انہوں نے کہا میں توبہ کس طرح کروں۔ جب میں قادیان سے چلا تھا تو اسی وقت میں نے رویاء میں دیکھا تھا کہ مجھے ہتھ کڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ پس جب مجھے خدا نے کہا تھا کہ تمہیں اس راہ میں ہتھ کڑیاں پہننی پڑیں گی۔ تو اب میں ان ہتھ کڑیوں کو اتروانے کی کس طرح کوشش کروں۔ یہ ہتھ کڑیاں میرے ہاتھوں میں پڑی رہنی چاہئیں تاکہ میرے رب کی بات پوری ہو۔ اب دیکھو انہیں یہ وثوق اور یقین اسی لئے حاصل ہوا کہ انہوں نے خود ایک خواب دیکھا تھا۔ اسی طرح خواہ کوئی کتنا ہی قلیل علم رکھتا ہو۔ اگر وہ کوئی خواب دیکھ لے تو بزدلی کی وجہ سے وہ اس کو چھپالے تو اور بات ہے۔ ورنہ اپنی جھوٹی خواب پر بھی اسے اس سے زیادہ یقین ہوتا ہے۔

(الفضل 22 جولائی 1956ء جلد 10/45 نمبر 168 صفحہ 5)

### حقیقی اطاعت کا جوش فکر پیچھے چھوڑ دیتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی الہامات نازل ہوئے کہ اٹھو اور دنیا کو میری طرف بلاؤ اور دنیا میں پھر میرے دین کو قائم کرو۔ ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہی کیفیت آپ کی بھی ہوئی ہوگی۔ آپ بھی حیران ہوئے ہوں گے کہ کہاں میں اور کہاں یہ کام۔ قادیان جیسی جگہ میں میرے جیسے انسان کو آج خدا یہ کہہ رہا ہے کہ دنیا، مہذب دنیا، طاقتور دنیا، سامانوں والی دنیا مجھ سے دور پڑی ہوئی ہے، اتنی دور کہ دنیا اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتی۔ جاؤ اور ان گناہ کے قلعوں کو پاش پاش کر دو جو اسلام کے مقابلہ میں بنائے گئے ہیں اور جاؤ اور ان شیطانی حکومتوں کو مٹا دو جو میری حکومت کے مقابلہ میں قائم کی گئی ہیں اور ان تمام بے دینی کے قلعوں اور شیطانی حکومتوں کی جگہ میری حکومت اور دین کی بادشاہت قائم کرو۔ اگر کوئی شخص دور بین نگاہ رکھتا ہے، اگر کوئی شخص حقیقت کو سمجھ سکتا ہے تو میں کہوں گا کہ یہ مطالبہ اس سے بھی زیادہ مشکل تھا جیسے کسی کو چاند دکھایا جائے اور کہا جائے کہ جاؤ اور اس چاند کو جا کر توڑ ڈالو۔ وہ تو وہاں جا بھی نہیں سکتا پھر اس سے یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کو توڑ ڈالے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو وہاں پہنچ بھی نہ تھی جہاں خدا آپ کو پہنچانا چاہتا تھا۔ بھلا کون سے ذرائع آپ کے پاس ایسے موجود تھے کہ آپ امرتسر کے لوگوں تک ہی اپنی آواز پہنچا سکتے یا لاہور، بمبئی اور کلکتہ کے لوگوں تک یہ الہی پیغام پہنچا سکتے۔ یا کون سے ذرائع آپ کے پاس ایسے موجود تھے کہ آپ عرب کے لوگوں کو بیدار کر سکتے۔ یا آپ انگلستان اور امریکہ تک اپنی آواز پہنچا سکتے؟ ہزاروں آوازیں دنیا میں گونج رہی

تھیں، ہزاروں قومیں دنیا میں موجود تھیں، بیسیوں حکومتیں دنیا میں پائی جاتی تھیں جن کی نگاہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتنی بھی تو عزت نہ تھی جتنی دنیاوی حکومت کے سیکرٹریٹ کے چپڑاسی کی ہوتی ہے مگر خدا نے کہا اٹھ اور دنیا کو میرا پیغام پہنچا دے اور اس نے کہا اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اس نے یہ بھی تو نہیں سوچا کہ یہ کام کیونکر ہوگا؟ اس کا جسم کا پناہ ہوگا، یقیناً اس کے دل پر عرشہ طاری ہوا ہوگا۔ یقیناً وہ حیران ہوا ہوگا یقیناً۔ مگر اس نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ کام کیونکر اور کس طرح ہوگا۔ اس کے دل کے تقویٰ اور محبت الہی نے اسے سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا اور اس کے جذبہ فدائیت نے یہ پوچھنے ہی نہیں دیا کہ اے میرے رب! یہ کس طرح ہوگا؟ اس نے پہلے کہا ہاں اے میرے رب! میں حاضر ہوں اور پھر اس نے سوچا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں یہ کام کس طرح ہوگا؟ یہی وہ حقیقی اطاعت کا جوش ہے جو بلیک پہلے کھلوا دیتا ہے اور فکر پیچھے پیدا ہوتا ہے۔ (خطبات محمود جلد 21 صفحہ 22-21)

### دشمن سے بھی رحم کا سلوک کرو

کسی شخص نے ایک عرب کے نوجوان لڑکے کو قتل کر دیا شاہی فوج اس کے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے آ رہی تھی قاتل بھاگتا ہوا آیا اور اسی شخص کے گھر میں داخل ہو کر پناہ کا طالب ہوا جس کے لڑکے کو وہ قتل کر آیا تھا۔ وہ عرب اُسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے، اس نے کہا مجھ سے ایک خون ہو گیا ہے۔ سرکاری آدمی مجھے پکڑنے کے لئے پیچھے آ رہے ہیں، مجھے پناہ دو۔ عرب نے پوچھا تم نے کسے قتل کیا ہے، قاتل نے مقتول کا نام و نشان اور حلیہ وغیرہ بتایا۔ تو اس عرب کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص میرے بیٹے کو قتل کر کے آیا ہے مگر پھر بھی اس کی مہمان نوازی نے جوش مارا اور اس نے کہا میرے پیچھے آؤ، وہ اسے ساتھ لے گیا اور پچھواڑے سے نکال دیا اور جب فوج آئی تو کہہ دیا کہ یہاں تو کوئی ایسا شخص نہیں۔ یہ مومنانہ شرافت ہے کہ جب دشمن قبضہ میں آئے تو اس پر رحم کیا جائے۔ وہ وقت بدلہ لینے اور بہادری دکھانے کا نہیں ہوتا۔ جب دشمن گھر میں، محلہ میں یا شہر میں آجائے اس وقت مومنانہ میزبانی کا نمونہ دکھانا چاہئے خواہ کتنی مخالفت ہو۔ اس وقت کسی ناگوار بات کو زبان پر نہیں لانا چاہئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک ہندو صاحب آپ سے ملنے آیا کرتے تھے اور جب آتے، کہتے کہ دلی کے کباب کھلاؤ۔ شامی کبابوں کا اُس وقت پنجاب میں ایسا

رواج نہ تھا، اب تو کچھ کچھ ہو رہا ہے، ہماری والدہ صاحبہ چونکہ دلیٰ کی ہیں اس لئے وہ تیار کرواتی تھیں۔ اس ہندو نے جو ایک بار کباب کھائے تو اسے پسند آئے اس لئے جب آتا ان کی فرمائش کرتا اور مسجد کے پاس والی کوٹھڑی میں چھپ کر کھا لیتا لیکن مجالس میں آپ کے ساتھ گوشت خوری پر بحث کرتا مگر آپ نے اسے کبھی نہ جتایا کہ چھپ کر تو تم گوشت کھاتے ہو اور باہر آ کر بحث کرتے ہو۔ پس مومن کو ہمیشہ نرمی دکھانی چاہئے۔ ایسے لوگ جو اس قسم کی حرکات کرتے ہیں یا تو غیر مومن ہوتے ہیں اور یا شرارتی جو اندر رہ کر جماعت کو بدنام کرتے ہیں یہاں جماعت کی تعلیم و تربیت کا انتظام بخوبی ہے، اس کے لئے ایک خاص محکمہ ہے، پھر مساجد میں بھی اس کا خیال رکھا جاتا ہے، خطبات میں میں سمجھاتا رہتا ہوں لیکن ان سب باتوں کے باوجود جس پر اثر نہ ہو، میں کس طرح مان لوں کہ وہ مومن ہے، یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ مومن نہیں اور یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ وہ منافق ہے اس لئے اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ دراصل غیروں سے ملا ہوتا ہے اور ایسی حرکات کر کے جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ میں نے پچھلے جمعہ میں مثال سنائی تھی کہ کس طرح ایک شخص نے ہندوؤں کے ساتھ احمدیوں کی لڑائی کرانے کی کوشش کی تھی۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 93 تا 94)

### اللہ تعالیٰ قبولیت دعا کے لئے ظاہری سامان پیدا کرتا ہے

کسی بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی دعائیں بہت قبول ہوتی تھیں کوئی سپاہی ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دعا کیجئے میرے ہاں بچہ پیدا ہو جب وہ واپس جانے لگا تو آپ نے دیکھا کہ جس طرف سے آیا تھا اس سے مخالف سمت کو روانہ ہوا ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو اس نے کہا میں فوج میں ملازم ہوں رخصت پر گھر آیا ہوا تھا اور اب اپنی نوکری پر واپس جا رہا ہوں۔ اس بزرگ نے کہا اگر تو نوکری پر جا رہا ہے تو میری دعائیں کیا کام دے سکتی ہیں۔ میری دعا تو اس صورت میں کارگر ہو سکتی ہے کہ تو گھر پر رہے اور ان طبعی ذرائع کا استعمال کرے جو اللہ تعالیٰ نے بچہ ہونے کے لئے مقرر کئے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ سامان کے بغیر بھی بعض اوقات کوئی کام ہو جاتا ہے، مگر اس میں بھی اخفاء کا پہلو ضرور ہوتا ہے یہ کبھی نہ ہوگا کہ دعا کی اور عناصر میں یکا یک ویسا ہی تغیر پیدا ہو گیا۔ مثلاً پانی ملنے کے لئے دعا کی جائے تو یہ نہ ہوگا کہ ہوا میں سے آکسیجن اور ہائیڈروجن الگ ہو کر آپس میں مل جائیں اور پانی

بن جائے۔ پانی کے لئے اللہ تعالیٰ کوئی ظاہری سامان ہی کرے گا مثلاً کسی قافلہ کو بھیج دے گا جس کے پاس پانی ہوگا، کسی سوکھے ہوئے کنویں سے پانی نکل آئے گا یا کوئی اور سامان پیدا ہو جائے گا یہ کبھی نہیں ہوگا کہ ہوا سے گیس نکل کر پانی بن جائے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر سامان کے کام ہوتے ہیں، وہاں بھی اخفاء کا پہلو ضرور ہوتا ہے۔ ہماری جماعت میں بھی اس قسم کے معجزہ کی مثالیں ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کشف میں دیکھا کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے بعض پیشگوئیاں لکھیں جن کا مطلب یہ تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں اور وہ کاغذ دستخط کرانے کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کو دوات میں ڈالا اور جس طرح زیادہ سیاہی لگ جانے سے اسے چھڑک دیا جاتا ہے چھڑکا اور سرخ رنگ کے چھینٹے آپ پر بھی گرے آپ نے اٹھ کر بعینہم ویسے ہی قطرے دیکھے۔ حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؒ مرحوم و مغفور جو اس وقت آپ کے پاؤں دبار ہے تھے ان کی ٹوپی پر بھی قطرے گرے۔ اب یہ ایک نشان ہے اور ایسی چیز پیدا کی گئی جو عام قانون جاریہ میں نظر نہیں آتی مگر یہاں بھی اخفاء کا پہلو ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روایا دیکھا، اور روایا اپنی ذات میں اخفاء ہے۔ پھر جو جاگتا تھا اس نے نہ قلم دیکھا نہ دوات نہ خدا کا ہاتھ اور نہ چھینٹے گرتے ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کچھ دیکھا مگر آپ اس وقت سوئے ہوئے تھے اور یہ نظارہ کشف کا تھا اس طرح یہاں بھی اخفاء موجود ہے۔ پس تمام کام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئے جاتے ہیں، ان میں اخفاء ضرور رکھا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق آتا ہے کہ آپ نے برتن میں ہاتھ ڈالا جس میں پانی کم تھا مگر پھر بھی سب لوگ سیراب ہو گئے۔ اس میں بھی اخفاء ہے جس کی وجہ سے کوئی اس کی ہر تاویل کر لیتا ہے کہ صحابہ نے جب پانی جمع کرنا شروع کیا تو اس کا اندازہ کرنے میں غلطی کی۔ دراصل پانی ان کے اندازہ سے زیادہ تھا کوئی کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے تھوڑے پانی میں ہی برکت ڈال دی اور وہ سب کے لئے کافی ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ان کی پیاسوں میں کمی ہو گئی اور تھوڑے پانی سے بچھ گئیں۔ (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 212 تا 214)

حضرت منشی احمد جان صاحبؒ لدھیانہ والے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ مگر ان

کی روحانی بینائی اتنی تیز تھی کہ انہوں نے دعویٰ سے پہلے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا کہ

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ  
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

انہوں نے اپنے اولاد کو مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میں اب تو مر رہا ہوں۔ مگر اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ مرزا صاحب نے ضرور ایک دعویٰ کرنا ہے اور میری وصیت تمہیں یہی ہے کہ مرزا صاحب کو قبول کر لینا۔ غرض اس پایہ کے وہ روحانی آدمی تھے۔ انہوں نے اپنی جوانی میں بارہ سال تک وہ چمکی جس میں بیل جوتا جاتا ہے۔ اپنے پیر کی خدمت کرنے کے لئے چلائی اور بارہ سال تک اس کے لئے آٹا پیستے رہے۔ تب انہوں نے روحانیت کے سبق ان کو سکھائے تو وہ لوگ جو روحانی کہلاتے تھے۔ وہ بھی لوگوں کو روحانی باتیں بتانے میں سخت بخل سے کام لیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف وہ ساری باتیں دنیا کو بتادیں۔ بلکہ ان سے ہزاروں گنا زیادہ اور باتیں بھی ایسی بتائیں جو پہلے لوگوں کو معلوم نہیں تھیں اور اس طرح علوم کو آپ نے ساری دنیا میں بکھیر دیا۔ مگر جیسا کہ حدیثوں میں خبر دی گئی تھی۔ دنیا نے اس کی قدر نہ کی۔ (خطبات محمود جلد 25 صفحہ 23-24)

### معجزہ کا مقصد ہدایت دینا ہونا چاہئے

توت ارادی جب خدا تعالیٰ کے تابع ہو جائے تو وہ ایمان بن جاتی ہے لیکن جب آزاد ہو تو صرف ارادی توت کہلاتی ہے جیسے خواہش جب انسان کے تابع ہو تو محض خواہش کہلاتی ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کے تابع ہو تو دعا کہلاتی ہے۔ یہ دو چیزیں مل کر دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر سکتی ہیں، یہ زمین و آسمان کو ہلا سکتی ہیں۔ دنیا دار لوگوں نے اس توت سے کام لیا اور اس کا نام انہوں نے مسمریزم، پناٹزم اور میجک (MAGIC) رکھا اور اس کیلئے انہوں نے بڑی بڑی مشقیں کیں مگر وہ سب دُنیوی چیزیں ہیں اور حقارت کے قابل ہیں لیکن جس وقت یہ چیزیں خدا تعالیٰ کے دین کے رنگ میں رنگین ہو جاتی ہیں انہیں ایمان اور دعا کہتے ہیں اور ان سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔ علم توجہ کیا ہے؟ وہ محض چند کھیلوں کا نام ہے لیکن دعا وہ ہتھیار ہے جو زمین و آسمان کو بدل دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابھی دعویٰ نہیں

کیا تھا صرف براہین احمدیہ لکھی تھی کہ اس کی صوفیاء و علماء میں بہت شہرت ہوئی۔

پیر منظور محمد صاحبؑ اور پیر افتخار احمد صاحبؑ کے والد صوفی احمد جان صاحبؑ اُس زمانہ کے نہایت ہی خدارسیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ جب انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اشتہار پڑھا تو آپ سے خط و کتابت شروع کر دی اور خواہش ظاہر کی کہ اگر کبھی لدھیانہ تشریف لائیں تو مجھے پہلے سے اطلاع دیں۔ اتفاقاً انہیں دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لدھیانہ جانے کا موقع ملا حضرت صوفی احمد جان صاحبؑ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت کی۔ دعوت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے گھر سے واپس تشریف لارہے تھے کہ صوفی احمد جان صاحبؑ بھی ساتھ چل پڑے۔ وہ رتر چھتر والوں کے مرید تھے اور ماضی قریب میں رتر چھتر والے ہندوستان کے صوفیاء میں بہت بڑی حیثیت رکھتے تھے اور تمام علاقہ میں مشہور تھے۔ علاوہ زُہد و اتقاء کے انہیں علم توجہ میں اس قدر ملکہ حاصل تھا کہ جب وہ نماز پڑھتے تو ان کے دائیں بائیں بہت سے مریض صاف باندھ کر بیٹھ جاتے۔ نماز کے بعد جب وہ سلام پھیرتے تو سلام پھیرنے کے ساتھ ہی دائیں بائیں پھونک بھی مار دیتے جس سے بہت سے مرید اچھے ہو جاتے۔ صوفی احمد جان صاحبؑ نے ان کی بارہ سال شاگردی کی اور وہ ان سے چکی پسواتے رہے۔ راستہ میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے اتنے سال رتر چھتر والوں کی خدمت کی ہے اور اس کے بعد مجھے وہاں سے اس قدر طاقت حاصل ہوئی ہے کہ دیکھئے میرے پیچھے جو شخص آ رہا ہے اگر میں اس پر توجہ کروں تو وہ ابھی گر جائے اور تڑپنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور اپنی سوئی کی نوک سے زمین پر نشان بناتے ہوئے فرمایا (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی جب آپ پر خاص جوش کی حالت ہوتی تو آہستگی سے اپنی سوئی کے سر کو اس طرح زمین پر آہستہ آہستہ رگڑتے جس طرح کوئی چیز گرید کر نکالنی ہو) صوفی صاحب! اگر وہ گر جائے تو اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا اور اُس کو کیا فائدہ ہوگا؟ وہ چونکہ واقعہ میں اہل اللہ میں سے تھے اور خدا تعالیٰ نے اُن کو دُور بین نگاہ دی ہوئی تھی اس لئے یہ بات سنتے ہی اُن پر محویت کا عالم طاری ہو گیا اور کہنے لگے میں آج سے اس علم سے توبہ کرتا ہوں مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ دُنوی بات ہے دینی بات نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے ایک اشتہار دیا جس میں لکھا کہ یہ علم اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ چنانچہ کوئی ہندو اور عیسائی بھی اس علم میں ماہر ہونا چاہے تو ہو سکتا ہے اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ آج سے میرا کوئی مرید اسے اسلام کا جزو سمجھ کر نہ کرے

ہاں دُنوی علم سمجھ کر کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں دُور بین نگاہ دی ہوئی تھی اس کا ہمارے پاس ایک حیرت انگیز ثبوت ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابھی براہین احمدیہ ہی لکھی تھی کہ وہ سمجھ گئے یہ شخص مسیح موعود بننے والا ہے حالانکہ اُس وقت ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی یہ انکشاف نہیں ہوا تھا کہ آپ کوئی دعویٰ کرنے والے ہیں۔ چنانچہ انہی دنوں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط میں یہ شعر لکھا۔

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ  
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

یہ امر بتاتا ہے کہ وہ صاحب کشف تھے اور خدا تعالیٰ نے انہیں بتا دیا تھا کہ یہ شخص مسیح موعود بننے والا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے فوت ہو گئے مگر وہ اپنی اولاد کو وصیت کر گئے کہ حضرت مرزا صاحب دعویٰ کریں گے انہیں ماننے میں دیر نہ کرنا۔ اسی تعلق کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی شادی ان کے ہاں ہوئی۔

غرض علم توجہ ایک دُنوی چیز ہے زیادہ سے زیادہ لوگ یہ کر لیتے ہیں کہ توجہ سے کسی کے دل میں وہم پیدا کر لیتے ہیں، کسی کو بیہوش کر دیا، بعض ماضی کے اخبارات دریافت کر لئے، بعض حال کے واقعات معلوم کر لئے، معمول کو بے حس اور بے طاقت کر دیا۔ غرض اس قسم کے افعال علم توجہ سے ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں مگر دعا کے مقابل اس کی کیا حقیقت ہے۔ علم توجہ کے اثرات انفرادی ہوتے ہیں مگر دعا کے اثرات انفرادی ہی نہیں بلکہ مجموعی بھی ہوتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 101 تا 103)

### حضرت پیر افتخار احمد صاحب لدھیانویؒ

بچوں کی پرورش کے معاملہ میں جاہل سے جاہل عورت، عقلمند سے عقلمند مرد سے زیادہ معاملہ فہم اور عقلمند ثابت ہوگی۔ یہ طاقت عورتوں میں اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ مردوں میں مقابلہ اس کا سینکڑوں حصہ بھی نہیں۔ مردوں میں بھی بعض ایسے ہوتے ہیں جو بچے پالنا جانتے ہیں۔ میں نے اپنے تجربہ میں کئی ایسے آدمی دیکھے ہیں جنہوں نے بچوں کی پرورش اچھی طرح کی۔ مثلاً ایک مرد کی بیوی مرگئی اس کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی اس نے دوسری شادی نہیں کی اور خود اپنے بچوں کی پرورش کی اسی طرح ہمارے ایک دوست قادیان کے ہیں پیر افتخار احمد صاحبؒ



یہ حضرت خلیفہ اولؓ کے سالے اور منشی احمد جان صاحبؓ کے بیٹے ہیں، منشی احمد جان صاحبؓ کو خدا تعالیٰ نے ایسی بصیرت عطا کی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابھی دعویٰ مسیحیت بھی نہیں کیا تھا کہ انہوں نے حضور کو لکھا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ  
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

تو وہ بہت بڑے بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ ان کے بیٹے پیر افتخار احمد صاحب بچوں کے پالنے میں بڑے ماہر ہیں۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم سلسلہ کے بہت بڑے رکن تھے۔ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ایک قرب حاصل تھا اور سلسلہ کے معاملات میں بہت غیرت رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں تکلف اور آسائش وغیرہ کا خیال تو ہوتا ہی نہیں تھا۔ پیر صاحب کے رہنے کیلئے ایک کوٹھڑی حضرت صاحب کے گھر میں تھی اور اس کے اوپر کی کوٹھڑی میں مولوی عبدالکریم صاحبؓ رہا کرتے تھے۔ پیر صاحب کے بچوں کے رونے چلانے کی آواز آنے پر ان کو غصہ آیا کرتا تھا اور اکثر پیر صاحب سے فرمایا کرتے تھے ”پیر صاحب آپ بھی کیسے ہیں بچوں کو چپ کیوں نہیں کراتے مجھے تو ان کے رونے کی آواز سے سخت گھبراہٹ ہوتی ہے۔“

جب 1905ء میں زلزلہ آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اپنے دوستوں کے باغ میں رہنے لگے تو ان دونوں کے جھونپڑے بھی پاس پاس تھے۔ وہاں ایک دن مولوی صاحب نے پیر صاحب سے کہا۔ ”پیر صاحب! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے بچے روتے ہیں اور آپ نے ان میں سے ایک کو نہایت اطمینان سے کندھے سے لگایا ہوا ہوتا ہے اور دوسرے کو نرمی سے پچکارتے رہتے ہیں۔ اگر میرے پاس ہوں تو ایسا نہ ہو سکے بلکہ مجھے تو یہ دیکھ کر ہی گھبراہٹ ہوتی ہے۔“ پیر صاحب مسکرا دیئے اور کہنے لگے میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ بچوں کو تو میں نے اٹھایا ہوتا ہے اور آپ کو یونہی گھبراہٹ کیوں ہوتی ہے۔ تو بعض مرد ایسے ہوتے ہیں۔ مگر بالعموم مردوں کو اگر بچے سنبھالنے پڑیں تو تھوڑی ہی دیر میں گھبرا جائیں۔ مجھے تو پانچ منٹ بھی اگر بچہ رکھنا پڑے تو گھبرا جاتا ہوں لیکن عورتیں کھانا پکانا، پڑھنا لکھنا سب کام کرتی ہیں اور بچوں کی نگہداشت سے اور ان کے رونے چلانے سے ذرا نہیں گھبراتیں۔ اگر گھبرا بھی جائیں تو ذرا سی چپت رسید کی اور ایک منٹ کے بعد پھر گلے لگا لیا۔ غرض فطرتیں اللہ تعالیٰ نے مختلف رکھی ہیں۔ اگر کوئی چاہے کہ دونوں کے فرائض بدل دیئے جائیں تو دونوں اپنے کاموں

میں ناقص رہ جائیں گے۔ ہر ایک اپنا اپنا کام کر سکتا ہے جیسا کہ اگر کوئی ہاتھ کا کام پیر سے لینا چاہے یا پیر کا کام ہاتھ سے لینا چاہے تو یہ ناممکن ہے۔ بیسیوں کام ہاتھ کے ایسے ہیں جو پیر یا تو بالکل کر ہی نہیں سکے گا یا اگر کرنے کی کوشش کرے گا تو خراب کر دے گا۔ دونوں کے کام مختلف ہیں اور علیحدہ علیحدہ کاموں کیلئے خدا تعالیٰ نے ہاتھ اور پاؤں بنائے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جہاں بعض باتوں میں مرد اور عورت میں اتفاق رکھا ہے وہاں دونوں کے مختلف کاموں کے مد نظر اختلافات بھی رکھے ہیں مگر افسوس کہ ہمارے مرد اور عورتیں اس فرق کو نہیں سمجھتے۔

(انوار العلوم جلد 15 صفحہ 214، 215)

## قومی ترقی کے لئے قوت ارادی ضروری ہے

دوسری چیز جو قومی ترقی کے لئے ضروری ہوتی ہے وہ قوت ارادی ہے اور قوت ارادی وہ نہیں جو مسمریزم والوں کی ہوتی ہے بلکہ ایمان کی قوت ارادی۔ مسمریزم والوں کی قوت ارادی ایمان کی قوت ارادی کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مسمریزم کی قوت ارادی ایمان کی قوت ارادی کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی۔ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی قوت ارادی اور انسان کی قوت ارادی میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اسی مسجد مبارک میں نچلی چھت پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں بیٹھا کرتے تھے ایک دفعہ آپ مجلس میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک ہندو جو لاہور کے کسی دفتر میں اکاؤنٹنٹ تھا اور مسمریزم کا بڑا ماہر تھا وہ کسی برات کے ساتھ قادیان اس ارادہ سے آیا کہ میں مرزا صاحب پر مسمریزم کروں گا اور وہ مجلس میں بیٹھے ناچنے لگ جائیں گے اور لوگوں کے سامنے اُن کی سبکی ہوگی یہ واقعہ اس ہندو نے خود ایک احمدی دوست کو سنایا تھا وہ اس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لاہور کے اس احمدی کے ہاتھ اپنی ایک کتاب روانہ فرمائی اور کہا یہ کتاب فلاں ہندو کو دے دینا۔ اس احمدی دوست نے اس کو کتاب پہنچائی اور اس سے پوچھا کہ حضرت صاحب نے آپ کو اپنی یہ کتاب کیوں بھجوائی ہے اور آپ کا ان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس پر اُس ہندو نے اپنا واقعہ بتایا کہ مجھے مسمریزم کے علم میں اتنی مہارت ہے کہ اگر میں تانگہ میں بیٹھے ہوئے کسی شخص پر توجہ ڈالوں تو وہ شخص جس پر میں نے توجہ ڈالی ہوگی وہ بھی تانگہ کے پیچھے بھاگا آئے گا حالانکہ نہ وہ میرا واقف ہوگا اور نہ میں اُس کو جانتا ہوں گا۔ میں نے آریوں اور ہندوؤں سے مرزا صاحب کی باتیں سنی تھیں کہ انہوں نے آریہ مت

کے خلاف بہت سی کتابیں لکھی ہیں میں نے ارادہ کیا کہ میں مرزا صاحب پر مسمریزم کے ذریعہ اثر ڈالوں گا اور جب وہ مجلس میں بیٹھے ہوں گے تو ان پر توجہ ڈال کر ان کے مریدوں کے سامنے ان کی سبکی کروں گا۔ چنانچہ میں ایک شادی کے موقع پر قادیان گیا مجلس منعقد تھی اور میں نے دروازے میں بیٹھ کر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنی شروع کی۔ وہ کچھ وعظ و نصیحت کی باتیں کر رہے تھے میں نے توجہ ڈالی تو ان پر کچھ بھی اثر نہ ہوا میں نے سمجھا ان کی قوتِ ارادی ذرا قوی ہے اس لئے میں نے پہلے سے زیادہ توجہ ڈالنی شروع کی مگر پھر بھی ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اسی طرح باتوں میں مشغول رہے۔ میں نے سمجھا کہ ان کی قوتِ ارادی اور بھی مضبوط ہے اس لئے میں نے جو کچھ میرے علم میں تھا اُس سے کام لیا اور اپنی ساری قوت صرف کر دی لیکن جب میں ساری قوت لگا بیٹھا تو میں نے دیکھا کہ ایک شیر میرے سامنے بیٹھا ہے اور وہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے میں ڈر کر اور اپنی جوتی اٹھا کر بھاگا۔ جب میں دروازے میں پہنچا تو مرزا صاحب نے اپنے مریدوں سے کہا دیکھنا یہ کون شخص ہے۔ چنانچہ ایک شخص میرے پیچھے سیڑھیوں سے نیچے اُتر اور اُس نے مسجد کے ساتھ والے چوک میں مجھے پکڑ لیا۔ میں چونکہ اُس وقت سخت حواس باختہ تھا اس لئے میں نے پکڑنے والے سے کہا اس وقت مجھے چھوڑ دو میرے حواس درست نہیں ہیں میں بعد میں یہ سارا واقعہ مرزا صاحب کو لکھ دوں گا چنانچہ اُسے چھوڑ دیا گیا اور بعد میں اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ تمام واقعہ لکھا اور کہا کہ مجھ سے گستاخی ہو گئی ہے میں آپ کے مرتبہ کو پہچان نہ سکا اس لئے آپ مجھے معاف فرمادیں میاں عبدالعزیز صاحب مغل لاہور والے سنایا کرتے تھے کہ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ کیوں نہ سمجھا کہ مرزا صاحب مسمریزم جانتے ہیں اور اس علم میں تم سے بڑھ کر ہیں۔ اس نے کہا یہ بات نہیں ہو سکتی کیونکہ مسمریزم کے لئے توجہ کا ہونا ضروری ہے اور یہ عمل کامل سکون اور خاموشی چاہتا ہے مگر مرزا صاحب تو باتوں میں لگے ہوئے تھے اس لئے میں نے سمجھ لیا کہ ان کی قوتِ ارادی زمینی نہیں بلکہ آسمانی ہے۔

پس جو قوتِ ارادی خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کو دی جاتی ہے اور جو کامل ایمان کے بعد پیدا ہوتی ہے اس میں اور انسانی قوتِ ارادی میں بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ (الزخرف: 39) ہوتا ہے جس شخص کو خدا تعالیٰ قوتِ ارادی عطا فرماتا ہے اس کے سامنے انسانی قوتِ ارادی تو بچوں کا سا کھیل ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے سامنے جادوگروں کے سانپ مات

ہو گئے تھے اسی طرح جب خدا تعالیٰ کے پیاروں کی قوتِ ارادی ظاہر ہوتی ہے تو اس قسم کی قوتِ ارادی رکھنے والے لوگ ہیچ ہو جاتے ہیں۔ پس دوسری چیز قومی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام سچائیوں کو اپنے اندر جذب کر لیا جائے یہ نہیں کہ صرف وفاتِ مسیح کو مان لیا جائے اور کہہ دیا کہ بس ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے بلکہ وفاتِ مسیح کے مسئلہ کو سامنے رکھ کر اس کے چاروں پہلوؤں پر غور کیا جائے کہ وفاتِ مسیح کا ماننا کیوں ضروری ہے ہمیں جو چیز حیاتِ مسیح کے عقیدہ سے چھٹی ہے وہ یہ ہے کہ ایک تو حیاتِ مسیح کے عقیدہ سے حضرت عیسیٰ کی فضیلت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت ہوتی ہے حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا کوئی نبی ہوا ہے نہ ہو گا اور حیاتِ مسیح ماننے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے ساری دنیا کی حقیقی اصلاح کی مسیح کی فوقیت ثابت ہوتی ہے اور یہ اسلامی عقائد کے خلاف ہے ہم تو ایک لمحہ کے لئے یہ خیال بھی اپنے دل میں نہیں لا سکتے کہ مسیح، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے اور یہ ماننے سے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو زیر زمین مدفون ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو تھے آسمان پر بیٹھے ہیں اسلام کی سخت توہین ہوتی ہے دوسری بات جو اس حیاتِ مسیح کے عقیدہ کے ماننے سے ہمیں چھٹی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے توحید الہی میں فرق آتا ہے۔ یہ دو چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ہمیں وفاتِ مسیح کے مسئلہ پر زور دینا پڑتا ہے اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو مسیح خواہ آسمان پر ہوتے یا زمین پر ہمیں اس سے کیا واسطہ تھا مگر جب ان کا آسمان پر چڑھنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی توہین کا موجب بنتا ہے اور توحید کے منافی ہے تو ہم اس عقیدہ کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ ہم تو یہ بات سننا بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ مسیح، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے گجایا کہ اس عقیدہ کو مان لیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عام احمدی جب وفاتِ مسیح کے مسئلہ پر بحث کر رہے ہوتے ہیں اور اپنے دلائل پیش کر رہے ہوتے ہیں تو ان کے اندر جوش پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ اس طرح اس مسئلہ کو بیان کرتے ہیں جس طرح عام گفتگو کی جاتی ہے مگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ جب آپ وفاتِ مسیح کا مسئلہ چھیڑتے تھے تو اُس وقت آپ جوش کی وجہ سے کانپ رہے ہوتے تھے اور آپ کی آواز میں اتنا جلال ہوتا تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ حیاتِ مسیح کے عقیدہ کا قیمہ کر رہے ہیں۔ آپ کی حالت اُس وقت بالکل متغیر ہو جایا کرتی تھی اور آپ نہایت جوش کے ساتھ یہ بات پیش کرتے تھے کہ دنیا کی ترقی

کے راستہ میں ایک بڑا بھاری پتھر پڑا تھا جس کو اٹھا کر میں دور پھینک رہا ہوں، دنیا تاریکی کے گڑھے میں گر رہی تھی مگر میں اس کو نور کے میدان کی طرف لئے جا رہا ہوں۔ آپ جس وقت یہ تقریر کر رہے ہوتے تھے آپ کی آواز میں ایک خاص جوش نظر آتا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت پر مسیح بیٹھ گئے ہیں جس نے ان کی عزت اور آبرو چھین لی ہے اور آپ اُس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تخت واپس لینا چاہتے ہیں۔

(انوار العلوم جلد 19 صفحہ 92 تا 95)

### ملنے والے کے حالات اور اندرونہ کا علم ہو جانا

جب انسان ایسے مقام پر کھڑا ہو جائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی خود بخود راہنمائی ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کو ایسی مخفی ہدایت ملتی ہے۔ جسے الہام بھی نہیں کہہ سکتے اور جس کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ الہام سے جُدا مر ہے۔ الہام تو ہم اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ وہ لفظی الہام نہیں ہوتا اور عدم الہام ہم اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ وہ عملی الہام ہوتا ہے اور انسانی قلب پر اللہ تعالیٰ کا نور نازل ہو کر بتا دیتا ہے کہ معاملہ یوں ہے۔ حالانکہ لفظوں میں یہ بات نہیں بتائی جاتی۔ بعض دفعہ جب اس سے بھی واضح رنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات بتائی جاتی ہے۔ تو اسے کشف کہہ دیتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے آدمی جب میرے سامنے آتے ہیں۔ تو ان کے اندر سے مجھے ایسی شعاعیں نکلتی معلوم دیتی ہیں جن سے مجھے پتہ لگ جاتا ہے کہ ان کے اندر یہ یہ عیب ہے۔ یا یہ یہ خوبی ہے مگر یہ اجازت نہیں ہوتی کہ انہیں اس عیب سے مطلع کیا جائے۔ میں نے اپنے طور پر بھی دیکھا ہے۔ کہ بعض دفعہ جب کوئی شخص مجھ سے ملتا ہے۔ تو اس شخص کے قلب میں سے ایسی شعاعیں نکلتی دکھائی دیتی ہیں۔ جن سے صاف طور پر اس کا اندرونہ کھل جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے اندر کوئی کپٹ ہے یا غصہ ہے یا محبت ہے.....

پس ایسا معاملہ میرے ساتھ بھی کئی دفعہ ہوا ہے۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا تھا اور میرے ساتھ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ جب تک انسان اپنی فطرت کو آپ ظاہر نہیں کر دیتا۔ وہ اسے مجرم قرار نہیں دیتا۔ اس لئے اس سنت کے ماتحت انبیاء اور ان کے اظلال کا بھی یہی طریق ہے کہ وہ اس

وقت تک کسی شخص کے اندرونی عیب کا کسی سے ذکر نہیں کرتے جب تک وہ اپنے عیب کو آپ ظاہر نہ کر دے۔

(الفضل مورخہ 9 مارچ 1938ء جلد 26 نمبر 55 صفحہ 3)

### لاہور کا مجزوب

مجنون کو بعض اوقات وہ چیزیں نظر آ جاتی ہیں جو دوسروں کو نہیں آتیں۔ جس طرح نبی کو بھی وہ چیزیں دکھائی دیتی ہیں جو دوسری دنیا نہیں دیکھ سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ کئی مجنون لوگوں کو مجزوب قرار دے کر ولی اللہ بنا دیتے ہیں۔ لیکن بات صرف یہ ہوتی ہے کہ اس کی مخفی دماغی قوتیں بعض اوقات نمایاں ہو جاتی ہیں اور وہ شاذ و نادر طور پر غیر معمولی باتیں معلوم کر لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ آپ لاہور تشریف لے گئے۔ بعض دوستوں نے تحریک کی کہ شاہدہ میں ایک مجزوب رہتا ہے اس کے پاس جانا چاہئے مگر بعض دوسرے دوستوں نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ وہ نہایت گندی گالیاں بکتا ہے اس کے پاس نہیں جانا چاہئے۔ مگر جو جانے کے حق میں تھے انہوں نے کہا کہ آپ کو الہام ہوتا ہے دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ آپ خود بھی انکار کرتے رہے مگر دوست اصرار کر کے لے گئے۔ آپ نے فرمایا۔ جب ہم وہاں پہنچے وہ گالیاں دیتے دیتے بیکدم خاموش ہو گیا۔ اس کے پاس ایک خربوزہ رکھا تھا اسے اٹھا کر میرے پیش کیا اور کہنے لگا کہ یہ آپ کی نذر ہے۔ دیکھنے والے تو اس کے اور بھی معتقد ہو گئے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ وہ پاگل تھا تو بعض اوقات پاگل کو بھی ایسی باتیں نظر آ جاتی ہیں جو عقلمند نہیں دیکھ سکتے۔ وہ چونکہ دنیا سے منقطع ہو چکا ہوتا ہے اس لحاظ سے اسے بھی کسی وقت غیب کی باتیں نظر آ جاتی ہیں۔

(الفضل 28 جولائی 1938ء جلد 26 نمبر 171 صفحہ 4)

### قرآن کریم میں جنوں کا ذکر

جن سے مراد جن الانس ہی ہیں۔ ایسی مخلوق مراد نہیں جو انسانوں کے علاوہ ہو اور نہ میں ایسے جنوں کا قائل ہوں جو انسانوں کو آ کر چٹ جاتے ہیں مجھے یاد ہے ایک دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ میری ہمشیرہ کے پاس جن آتے ہیں اور وہ

آپ پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں خط لکھا کہ آپ اُن جنوں کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ ایک عورت کو کیوں ستاتے ہو اگر ستانا ہی ہے تو مولوی محمد حسین بٹالوی یا مولوی ثناء اللہ کو جا کر ستائیں ایک غریب عورت کو تنگ کرنے سے کیا فائدہ؟ تو ایسے جن کوئی نہیں ہوتے جن کو عام لوگ مانتے ہیں۔ بیشک کئی ایسے لوگ بھی ہوں گے جو انگریزی تعلیم کے ماتحت پہلے ہی اس امر کے قائل ہوں لیکن مؤمن کے سامنے اصل سوال یہ نہیں ہوتا کہ اُس کی عقل کیا کہتی ہے بلکہ اصل سوال یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم کیا کہتا ہے۔ اگر قرآن کہتا ہو کہ جن ہوتے ہیں تو ہم کہیں گے آمَنَّا وَصَدَّقْنَا اور اگر قرآن سے ثابت ہو کہ انسانوں کے علاوہ جن کوئی مخلوق نہیں تو پھر ہمیں یہی بات ماننی پڑے گی۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 363)

## نائی کی جراحی سے آرام

ایک شخص کی لات میں کچھ خرابی واقع ہو گئی اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا کہ میں نے ہر چند علاج کیا کہ آرام آجائے مگر نہ آیا۔ اب ڈاکٹر کہتے ہیں لات کٹوا ڈالو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہئے کہ بچ سکے اگر ڈاکٹروں سے فائدہ نہیں ہو تو اب کچھ دیر کسی نائی سے جو جراحی کا کام کرتا ہو علاج کرا کر دیکھیں شاید اسی سے ہی فائدہ ہو جائے۔ چھ سات ماہ کے بعد اس شخص نے لکھا کہ آپ کے مشورہ سے یہ فائدہ ہوا کہ لات کٹنے سے بچ گئی اور اب درست ہو گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کبھی ایسی بھی ضرورت آ پڑتی ہے کہ کوئی عضو کاٹ دیا جائے اور چونکہ زندگی کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس لئے اگر کاٹنا پڑ جائے تو حرج بھی نہیں کیونکہ ایک عضو کے بالمقابل ایک جان کی بہت قیمت ہے اس لئے اس جان کے بچانے کے لئے بعض دفعہ عضو کاٹ دیا جاسکتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 54)

## جسم سے نور کی شعاعیں

یہ خیال کہ کسی انسان کے جسم سے ایسی شعاعیں کس طرح نکل سکتی ہیں جو دوسروں کو بھی نظر آجائیں صرف اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ لوگ اس نشان کو ظاہر پر محمول کر لیتے ہیں۔ اگر وہ سمجھتے کہ یہ ایک کشفی واقعہ ہے تو اس قسم کے وساوس بھی اُن کے دل میں پیدا نہ ہوتے۔ موسیٰ کا

زمانہ تو بہت دُور کی بات ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض ایسے نشانات دکھائے ہیں جن میں کشفی نگاہ رکھنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے انوار کو ظاہر شکل میں بھی متمثل دیکھا اور اس کے روحانی کیف سے لطف اندوز ہوئے۔ چنانچہ 1904ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور تشریف لے گئے تو وہاں ایک جلسہ میں آپؑ نے تقریر فرمائی ایک غیر احمدی دوست شیخ رحمت اللہ صاحب وکیل بھی اُس تقریر میں موجود تھے۔ وہ کہتے ہیں دوران تقریر میں میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر سے نور کا ایک ستون نکل کر آسمان کی طرف جا رہا تھا۔ اُس وقت میرے ساتھ ایک اور دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں کہا دیکھو وہ کیا چیز ہے انہوں نے دیکھا تو فوراً کہا کہ یہ تو نور کا ستون ہے جو حضرت مرزا کے سر سے نکل کر آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ اس نظارہ کا شیخ رحمت اللہ صاحب پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اُسی دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 120-121)

### معجزہ قبولیت دعا

دوسری مثال آپ کے معجزات میں سے میں ایسے بیماروں کے اچھا کرنے کے متعلق بیان کرتا ہوں جو طبی طور پر لا علاج سمجھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہے ایک لڑکا کئی ہزار میل سے یعنی حیدرآباد دکن کے علاقہ یادگیر سے اس مدرسہ میں پڑھنے کے لئے آیا جسے آپ نے اپنی جماعت کے لڑکوں کے لئے جاری کیا تھا اور غرض یہ تھی کہ اس مدرسہ میں جو لڑکے تعلیم حاصل کرنے کے لئے آویں گے ان کی دینی تعلیم بھی ساتھ ساتھ ہوتی چلی جائے گی۔ اس لڑکے کا نام عبدالکریم تھا اسے اتفاقاً باؤ لے گئے نے کاٹ لیا اور اسے علاج کے لئے کسولی بھیج دیا گیا مگر وہ وہاں سے واپس آیا تو اسے دیوانگی کا دورہ ہو گیا اور تنہا پڑنے لگا اور حالت خراب ہو گئی۔ کسولی تار دیا گیا کہ اب اس کے لئے کیا کیا جائے؟ مگر وہاں کے ڈاکٹر نے تار میں جواب دیا کہ افسوس عبدالکریم کے لئے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

Sorry Nothing can be Done for Abdul Karim

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کا بہت صدمہ ہوا کہ بچہ جس کی ماں بیوہ ہے اور اس نے نہایت شوق سے اس قدر فاصلہ سے دین کی خاطر اس کو یہاں بھیجا ہے اس طرح ضائع ہو



جائے اور آپ نے اس کے لئے دعا کی اور وہ اچھا ہو گیا اور وہ اب تک زندہ ہے اور اپنا کاروبار کرتا ہے۔

یہ وہ نشان ہے کہ علمی دنیا کو اس کی بے نظیری ماننے کے سوا چارہ نہیں کیونکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت تک اس قسم کی شفاء کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ بیشک دیوانگی کے دورہ سے پہلے علاج ہو جاتا ہے اور بعض بلا علاج کے بھی دیوانگی کے حملہ سے بچ جاتے ہیں مگر دیوانگی کا دورہ ہو کر پھر شفاء آج تک کسی مریض کو نہیں ہوئی اور یہ ایسا زبردست معجزہ ہے کہ اس زمانہ کی علمی ترقی کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی زمانہ کے لئے مخصوص رکھا تھا تا سائنس کے دلدادوں پر اپنی قوت اور اپنے جلال کا اظہار کرے اور بتائے کہ میں خدا ہوں جو سب طاقتیں رکھتا ہوں چاہوں تو زندہ کر دوں اور چاہوں تو مار دوں۔

(تحفہ شہزادہ ویلز۔ انوار العلوم جلد 6 صفحہ 514, 515)

## ڈاکٹری ایک ظنی علم ہے

ڈاکٹری ایک ظنی علم ہے اور اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کس حد تک صحیح ہوگا اور کس حد تک غلط۔ بعض اوقات علاج ایک رحمت کے فرشتے کی صورت میں نازل ہوتا ہے اور بعض اوقات کچھ بھی اثر نہیں رکھتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ جرمنی کا ایک بادشاہ تھا، اسے خناق ہو گیا۔ اور برابر آٹھ گھنٹے یورپ کے چوٹی کے ڈاکٹروں اور ملک الموت میں کشتی ہوتی رہی، آخر ملک الموت غالب آ گیا۔ ڈاکٹروں کا کام زندہ کرنا نہیں، صرف کوشش ہے اور اگر کوئی دیانت داری سے کوشش کرتا ہے تو اس پر کوئی شکوہ نہیں۔ اس لئے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اور وہ شکوہ نہیں بلکہ اصلاح ہے اور آئندہ کی احتیاط کے لئے ہے۔ ایسے موقع پر میں شکوہ کرنا فضول سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ جو نقصان ہو چکا، اس کے متعلق شکوہ فضول ہے میں یہ نہیں کہتا کہ غلطی ہوئی۔ کیونکہ ممکن ہے میں خود بھی ہوتا تو یہ غلطی ہو جاتی۔ مگر میں جانتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان یا خلیفہ وقت کے نقصان کو ساری جماعت اپنا نقصان سمجھتی ہے اور اس طرح چونکہ اس سے لاکھوں انسانوں کا تعلق ہے اور انہوں نے اسے محسوس کیا ہے۔ میرے پاس تو بعض ایسے خطوط آئے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کئی دوستوں نے ایسا محسوس کیا ہے کہ انہیں اپنے عزیزوں کے متعلق بھی ایسا صدمہ نہ ہوتا۔ آج ہی ایک خط آیا ہے۔

ایک دوست لکھتے ہیں کہ میں اخبار پڑھا رہا تھا اور اس قدر رنج ہوا کہ ساری خبر بھی نہ پڑھ سکا اور الثالیٹ کر چیخیں مارنے لگ گیا۔ شور سن کر میری بیوی آئی اور وجہ دریافت کرنے لگی۔ میں رقت کے سبب بات بھی نہ کر سکتا تھا۔ آخر اس نے اخبار اٹھا کر پڑھا تو اس پر بھی وہی کیفیت طاری ہو گئی۔ حتیٰ کہ گاؤں کے غیر احمدی، ہندو، سکھ سب اکٹھے ہو گئے کہ کیا تمہارے ہاں کوئی ماتم ہو گیا ہے۔ تو ایک ایسی خبر جس کا اثر لاکھوں انسانوں پر پڑتا ہو اس کے متعلق بعض احتیاطوں کی ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں چاہئے تھا کہ جس وقت رات کو ساہ بیگم بیمار ہوئی تھیں، اسی وقت مجھے تار دے دیا جاتا اور میرا تجربہ ہے جو کبھی فیل نہیں ہوا کہ جب بھی مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی توفیق مل گئی ہے۔ وہ بات یا تو ٹل گئی ہے یا ملتوی ہو گئی ہے۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا، یہ میرا تجربہ ہے حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب لاہور میں بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا محمود کو جگاؤ۔ میں جاگا تو کوٹھے پر دعا کے لئے گیا۔ مگر دل میں دعا کے لئے جوش نہ پیدا ہوا۔ الفاظ تو منہ سے نکلتے تھے مگر دل میں جوش نہیں پیدا ہوتا تھا۔ آخر ایک گھنٹہ کی کوشش کے بعد اگر جوش پیدا ہوا تو اس امر پر کہ خدایا کیا میرے دل میں تجھ پر اور تیرے رسولوں پر ایمان نہیں رہا کہ تیرا رسول اور ہمارا امام اس حالت میں ہے اور میرے دل دعا کے لئے جوش پیدا نہیں ہوتا اور اس طرح میں ایک گھنٹہ روتا رہا مگر صحت کی دعا کی طرف توجہ اور وہ حالت جس میں انسان سمجھتا ہے کہ میں نے خدا سے بات منوالی ہے، نہ پیدا ہو سکی۔ دوسری ضروری چیز یہ تھی کہ مقامی امیر کو فوراً اطلاع دی جاتی۔ بیسیوں لوگوں نے مجھ سے شکوہ کیا ہے کہ اگر پتہ لگتا تو کم سے کم دعا ہی کرتے اور انہیں افسوس ہے کہ دعا بھی نہ کر سکے۔ اگر مقامی امیر کو اطلاع ہو جاتی تو سینکڑوں لوگ دعا کرتے اور ممکن ہے ان سے اتنا وقت مل جاتا کہ میں واپس آ جاتا۔ (خطبات محمود جلد 14 صفحہ 126 تا 127)

### باؤ لے کتے کے کاٹے کا علاج

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے سارے واقعات چونکہ محفوظ نہیں اس لئے اس قسم کی زیادہ مثالیں اب نہیں مل سکتیں ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ سینکڑوں ہزاروں مثالیں آپ کی زندگی میں مل سکتی ہوں گی۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں جب کہ دہریت کا بہت زور ہے اور اس کے توڑنے کے لئے آسمانی نشانوں کی حد درجہ کی ضرورت ہے خدا تعالیٰ نے بہت سے نشانات اس قسم کے دکھائے ہیں جن پر ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات کا قیاس کر

سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر میں ایک صاحب عبدالکریم نامی کا واقعہ پیش کرتا ہوں وہ قادیان میں سکول میں پڑھا کرتے تھے انہیں اتفاقاً باؤ لے کتے نے کاٹ کھایا اس پر انہیں علاج کے لئے کسولی بھیجا گیا اور علاج ان کا بظاہر کامیاب رہا لیکن واپس آنے کے کچھ دن بعد انہیں بیماری کا دورہ ہو گیا جس پر کسولی تار دی گئی کہ کوئی علاج بتایا جائے؟ مگر جواب آیا:

"NOTHING CAN BE DONE FOR ABDUL KARIM"

افسوس ہے کہ عبدالکریم کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو ان کی بیماری کی اطلاع دی گئی چونکہ سلسلہ کی ابتداء تھی اور یہ صاحب بہت دور دراز سے علاقہ حیدرآباد دکن کے ایک گاؤں سے بغرض تعلیم آئے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت ہمدردی پیدا ہوئی اور آپ نے ان کی شفاء کے لئے خاص طور پر دعا فرمائی اور فرمایا کہ اس قدر دور سے یہ آئے ہیں جی نہیں چاہتا کہ اس طرح ان کی موت ہو۔ اس دعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دورہ ہو جانے کے بعد شفاء دے دی حالانکہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے اس قسم کے مریض کو کبھی شفا نہیں ملی۔

میرے ایک عزیز ڈاکٹر ہیں انہوں نے اپنے زمانہ طالب علمی کا واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ وہ ہستی باری پر ایک دوسرے طالب علم سے گفتگو کر رہے تھے دوران گفتگو میں انہوں نے یہی واقعہ بطور شہادت کے پیش کیا۔ اس طالب علم نے کہا کہ ایسے مریض بچ سکتے ہیں یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اتفاقاً اسی دن کالج میں پروفیسر کا لیکچر سگ گزیدہ کی حالت پر تھا۔ جب پروفیسر لیکچر کے لئے کھڑا ہوا اور اس نے اس امر پر زور دینا شروع کیا کہ اس مرض کا علاج دورہ ہونے سے پہلے کرنا چاہئے اور بہت جلد اس طرف توجہ کرنی چاہئے وہ کہتے ہیں کہ میں نے بات کو واضح کرانے کے لئے کہا کہ جناب بعض لوگ کہتے ہیں کہ دورہ پڑ جانے کے بعد بھی مریض اچھا ہو سکتا ہے۔ اس پر پروفیسر نے جھڑک کر کہا کہ کبھی نہیں جو کہتا ہے وہ بیوقوف ہے۔

غرض یہ ایسی بیماری تھی جس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے میاں عبدالکریم کو شفاء دی اور وہ خدا کے فضل سے اب تک زندہ ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس طبعی قانون کے اوپر ایک ہستی حاکم ہے جس کے ہاتھ میں شفاء دینے کی طاقت ہے۔ (ہستی باری تعالیٰ۔ انوار العلوم جلد ششم صفحہ 329-328)

## آوارہ کتوں کو مارنے کی ہدایت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بڑی کثرت سے گُتے ہوتے تھے اور جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ یہ حکم دیا کرتے تھے کہ آوارہ گُتے مار دیئے جائیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہر چھٹے ماہ یہ حکم دیا کرتے تھے کہ آوارہ گُتے مار دیئے جائیں مگر اب ہمارے گھروں میں بہت کم گُتے دکھائی دیتا ہے۔ میں نے بچپن میں گُتوں کو کئی دفعہ آپس میں لڑتے دیکھا ہے، اسی طرح بلیوں کو دیکھا ہے، جب یہ آپس میں لڑتے ہیں تو اپنی دُموں کو عجیب طرح حرکت دیتے اور انہیں اوپر اٹھا لیتے ہیں۔ آنکھیں ان کی باہر نکلی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تھوڑی دیر بھوں بھوں یا غرغر کرتے رہتے ہیں اور کچھ وقت گزرنے کے بعد ایک گُتے دُم دبا کر ایک طرف کو چل دیتا ہے یا بلی دوسری کے مقابلہ سے ہٹ کر ایک طرف کو چل دیتی ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اُس نے اپنی ہار تسلیم کر لی۔ اب نہ اُن میں لڑائی ہوتی ہے نہ فساد ہوتا ہے۔ نہ ایک دوسرے کو زخمی کرتے ہیں، محض آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تھوڑی دیر بھوں بھوں کرنے کے بعد ایک ان میں سے مقابلہ سے ہٹ جاتا ہے۔ اسی طرح بلیاں کرتی ہیں۔ بلیاں حقیقی طور پر بہت کم لڑتی ہیں۔ اکثر وہ پیار سے ایک دوسری سے لڑتی ہیں۔ دشمنی کی لڑائی بلیوں میں بہت کم ہوتی ہے اور گُتوں میں بھی بہت کم ہوتی ہے۔ جب وہ پیار سے لڑتے ہیں تو بظاہر ایک دوسرے کو گراتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک دوسرے کو پیار بھی کرتے جاتے ہیں اور چاٹتے جاتے ہیں مگر جب حقیقی طور پر کوئی لڑنے کا ارادہ کرے تو بہت کم لڑائی ہوتی ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک زبردست گُتے اچانک کمزور گُتے پر پیچھے سے حملہ کر کے اُسے زخمی کر دے مگر مقابل میں ٹک کر ان میں لڑائی بہت شاذ ہوتی ہے اور وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں تاڑ جاتے ہیں کہ کون کمزور ہے اور کون طاقتور۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کمزور دُم دبا کر ایک طرف کو چل دیتا ہے۔ یہی حالت انسان کی ہے مگر انسان کی عقل طبعی بہت کمزور ہو چکی ہے۔ اس کا علم ظاہری زیادہ ہے مگر جس طبعی بہت کمزور ہو گئی ہے۔ اس لئے جن چیزوں کو جانور پہچان لیتا ہے انسان ان کو نہیں پہچان سکتا۔ جانوروں میں چونکہ علم اندرونی ہے اس لئے ان کی اندرونی جس بہت تیز ہوتی ہے بیماریاں اور وبائیں آنے والی ہوتی ہیں تو گُتے کئی کئی دن پہلے رونے لگ جاتے ہیں نہ معلوم

اُنہیں وبا کے کیڑے نظر آجاتے ہیں یا سونگھنے سے اُنہیں پتہ لگ جاتا ہے کہ اب وبا پھوٹنے والی ہے۔ اللہ ہی جانے مگر بہر حال اس مطالعہ میں ان کی عقل بڑی تیز ہوتی ہے اسی طرح وہ تو میں جن کا ظاہری علم کم ہے، اُن کی بھی باطنی حس بہت تیز ہوتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 483-482)

## تمہارا قادیان آنا معجزہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ امریکہ سے دو مرد اور ایک عورت آئی۔ ایک مرد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے دعویٰ کے متعلق گفتگو کی دوران گفتگو میں حضرت مسیح ناصرؑ کا ذکر آ گیا اس شخص نے کہا وہ تو خدا تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ان کے خدا ہونے کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔ اس نے کہا کہ انہوں نے معجزے دکھائے ہیں۔ آپ نے فرمایا معجزے تو ہم بھی دکھلاتے ہیں۔ اس نے کہا مجھے کوئی معجزہ دکھلاؤ۔ آپ نے فرمایا تم خود میرا معجزہ ہو۔ یہ سن کر وہ حیران سا ہو گیا اور کہنے لگا میں کس طرح معجزہ ہوں۔ آپ نے فرمایا قادیان ایک بہت چھوٹا سا اور غیر معروف گاؤں تھا معمولی سے معمولی کھانے کی چیزیں بھی یہاں سے نہیں مل سکتی تھیں حتیٰ کہ ایک روپیہ کا آٹا بھی نہیں مل سکتا تھا اور اگر کسی کو ضرورت ہوتی تو گیہوں لے کر پسواتا تھا۔ اس وقت مجھے خدا تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ میں تیرے نام کو دنیا میں بلند کروں گا اور تمام دنیا میں تیری شہرت ہو جائے گی چاروں طرف سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور ان کی آسائش اور آرام کے سامان بھی یہیں آ جائیں گے۔ **يَا تُونَّ مِنْ كُلِّ فَجِّ عَمِيْقٍ** اور ہر قسم اور ہر ملک کے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ **يَا تَيْبِكَ مِنْ كُلِّ فَجِّ عَمِيْقٍ** (تذکرہ صفحہ 52) اور اس قدر آئیں گے کہ جن راستوں سے آئیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے۔ اب دیکھ لو کہ راستے کس قدر عمیق ہو گئے ہیں۔ بٹالہ سے قادیان تک جو سڑک آتی ہے اس پر پچھلے ہی سال گورنمنٹ نے دو ہزار روپیہ کی مٹی ڈلوائی ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے فرمایا کہ تم میرے پاس امریکہ سے آئے ہو تمہارا مجھ سے کیا تعلق تھا جب تک کہ میں نے دعویٰ نہ کیا تھا مجھے کون جانتا تھا مگر آج تم اتنی دور سے میرے پاس چل کر آئے ہو یہی میری صداقت کا نشان ہے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ جس وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی اور اس شخص نے کہا تھا کہ آپ مجھے

اپنا کوئی معجزہ دکھائیں تو سب لوگ حیران تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ اس کا کیا جواب دیں گے سب نے یہی خیال کیا تھا کہ آپ کوئی ایسی تقریر کریں گے جس میں معجزات کے متعلق بتائیں گے کہ کس طرح ظاہر ہوتے ہیں لیکن جونہی اس نے اپنی بات کو ختم کیا اور آپ کو انگریزی سے اردو ترجمہ کر کے سنائی گئی تو آپ نے فوراً یہی جواب دیا۔ یہ ایک چھوٹی سی بات تھی لیکن ہر ایک انسان کی عقل اس تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اب بھی ہر ایک وہ انسان جو عقل سے کام نہیں لے گا کہے گا کہ یہ کیا معجزہ ہے۔ مگر جن کی آنکھیں کھلی ہوئی اور عقل و سمجھ رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا معجزہ ہے اور حق کے قبول کرنے والے کے لئے یہی کافی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ میری صداقت میں لاکھوں نشانات دکھلائے گئے ہیں لیکن میں تو کہتا ہوں کہ اتنے نشانات دکھلائے گئے ہیں جو گنے بھی نہیں جاسکتے مگر پھر بھی بہت سے نادان ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اتنے تو مرزا صاحب کے الہام بھی نہیں پھر نشانات کس طرح اس قدر ہو گئے لیکن عقل اور سمجھ رکھنے والے انسان خوب جانتے ہیں کہ لاکھوں نشانات تو ایک الہام سے بھی ظاہر ہو سکتے ہیں ایک قصہ مشہور ہے کہتے ہیں کوئی شخص تھا اس نے اپنے بھتیجوں سے کہا کہ کل میں تم کو ایک ایسا لڈو کھلاؤں گا جو کئی لاکھ آدمیوں نے بنایا ہوگا۔ دوسرے دن جب وہ کھانا کھانے بیٹھے تو انہوں نے لڈو کے کھانے کی اُمید پر کچھ نہ کھایا اور چچا کو کہا کہ وہ لڈو دیتے۔ اس نے ایک معمولی لڈو نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ یہ ہے وہ لڈو جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ اس کو دیکھ کر وہ سخت حیران ہوئے کہ یہ کس طرح کئی لاکھ آدمیوں کا بنایا ہوا ہے۔ چچا نے کہا کہ تم کا غذا اور قلم لے کر لکھنا شروع کرو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ واقعہ میں اس لڈو کو کئی لاکھ آدمیوں نے بنایا ہے۔ دیکھو ایک حلوائی نے اسے بنایا۔ اس کے بنانے میں جو چیزیں استعمال ہوئی ہیں ان کو حلوائی نے کئی آدمیوں سے خریدا۔ پھر ان میں سے ہر ایک چیز کو ہزاروں آدمیوں نے بنایا۔ مثلاً شکر کو ہی لے لو اس کی تیاری پر کتنے آدمیوں کی محنت خرچ ہوئی ہے کوئی اس کو ملنے والے ہیں کوئی رس نکالنے والے کوئی نیشکر کھیت سے لانے والے کوئی ہل جوتنے والے، پانی دینے والے، پھر ہل میں جو لوہا اور لکڑی خرچ ہوئی اس کے بنانے والے اس طرح سب کا حساب لگاؤ تو کس قدر آدمی بنتے ہیں؟ پھر شکر کے سوا اس میں آٹا ہے اس کے تیار کرنے والوں کا اندازہ لگاؤ۔ کیا اس طرح کئی لاکھ آدمی نہیں بنتے۔ بھتیجوں نے یہ

سن کر کہا کہ ہاں ٹھیک ہے یہ بات ان بچوں کی سمجھ میں نہ آئی تھی لیکن وہ شخص چونکہ عقلمند تھا اس لئے وہ دیکھ رہا تھا کہ ایک لڈو کے تیار ہونے میں لاکھوں آدمیوں کی محنت خرچ ہوتی ہے۔ یہ تو اس نے دنیاوی رنگ میں نصیحت کی تھی مگر جو روحانی بزرگ گزرے ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے بٹالہ کے ایک شخص غلام نبی کو دو لڈو دیئے اس نے منہ میں ڈال لئے اور کھا گیا تھوڑی دیر کے بعد اس سے انہوں نے پوچھا کہ تم نے ان لڈوؤں کو کیا کیا۔ اس نے کہا کھالئے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے نہایت تعجب انگیز لہجہ میں پوچھا کہ ہیں کھالئے ہیں۔ اس نے کہا ہاں کھالئے۔ اس طرح وہ بار بار اُس سے پوچھتے رہے اور تعجب کرتے رہے اتنی جلدی تم نے کھالئے۔ اس کو خیال ہوا کہ انہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ کس طرح کھاتے ہیں۔ ایک دن کوئی شخص ان کے پاس کچھ لڈو لایا ان میں سے آپ نے ایک لڈو اٹھا کر رومال پر رکھ لیا اور اس میں سے ایک ریزہ توڑ کر آپ نے تقریر شروع کر دی کہ میں ایک ناچیز ہستی ہوں میرے لئے خدا تعالیٰ نے یہ اتنی بڑی نعمت بھیجی ہے اس میں کیا کیا چیزیں پڑی ہیں پھر ان کو کتنے آدمیوں نے بنایا ہوگا کیا مجھ ناچیز کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ نعمت بھیجی ہے۔ اس طرح تقریر کرتے رہے ادھر اپنی عاجزی اور فروتنی بیان کرتے اور ادھر خدا تعالیٰ کی حمد اور تعریف کرتے اسی طرح ظہر سے کرتے کرتے ابھی پہلا ہی دانہ جو منہ میں ڈالا تھا وہی کھایا تھا کہ عصر کی اذان ہو گئی اور اسے چھوڑ کر وضو کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ کیا بات تھی؟ یہی کہ اس لڈو میں انہیں خدا تعالیٰ کے ہزاروں نشان نظر آتے تھے یوں کھانے والا تو چار پانچ، دس بیس لڈو بھی جھٹ پٹ کھا جاتا ہے مگر مظہر جان جاناں کے لئے ایک ہی لڈو اتنا بوجھل ہو گیا کہ اس کے کھانے سے ان کی کمر ٹوٹی جاتی تھی۔ تو عقل ہی ایک چھوٹی سی چیز کو بڑا بنا دیتی ہے اور نادانی نظر آنے والی بڑی چیز کو چھوٹا ظاہر کر دیتی ہے اسی طرح عقل ایک بڑی نظر آنے والی چیز کو چھوٹا دکھا دیتی ہے اور نادانی ایک معمولی چیز کو بڑا دکھاتی ہے۔ تو نادانا انسان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے نشان دیکھ لیتا ہے اور نادان بڑی بڑی اہم باتوں میں بھی کچھ نہیں دیکھتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میری صداقت کے خدا تعالیٰ نے لاکھوں نشانات دکھائے ہیں یہ بالکل درست ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ آپ کی صداقت کے

خدا تعالیٰ نے اس قدر نشانات دکھلائے ہیں کہ جن کا شمار بھی نہیں ہو سکتا مگر کن کے لئے انہیں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص آپ کی صداقت کے نشانات دیکھنے کے لئے یہاں آئے تو یہ جس قدر بھی عمارتیں سامنے نظر آ رہی ہیں (مسجد اقصیٰ میں کھڑے ہو کر) ان میں سے چند ایک کو چھوڑ کر باقی سب آپ کے نشان ہیں۔ پھر احمدیہ بازار سے آگے کے جس قدر مکانات بنے ہیں ان کے لئے جو زمین تیار کی گئی تھی اس میں ڈالا ہوا مٹی کا ایک ایک بورا نشان ہے۔ یہاں اتنا بڑا گڑھا تھا کہ ہاتھی غرق ہو سکتا تھا پھر قادیان سے باہر شمال کی طرف نکل جائیں وہاں جو اونچی اور بلند عمارتیں نظر آئیں گی ان کی ہر ایک اینٹ اور چونے کا ایک ایک ذرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان ہے۔ پھر قادیان میں چلتے پھرتے جس قدر انسان نظر آتے ہیں خواہ وہ ہندو ہیں یا سکھ یا غیر احمدی ہیں یا احمدی سب کے سب آپ ہی کی صداقت کے نشان ہیں۔ احمدی تو اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو دیکھ کر اپنے گھر بار چھوڑ کر یہاں کے ہو رہے ہیں اور غیر احمدی اور دوسرے مذاہب والے اس لئے کہ ان کی طرز رہائش لباس وغیرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے وہ نہ تھے جو اب ہیں۔ ان کی پگڑی، ان کا کرتہ، ان کا پاجامہ، ان کی عمارتیں، ان کا مال، ان کی دولت وہ نہ تھی جو اب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کرنے پر لوگ آپ کے پاس آئے اور ان لوگوں نے بھی فائدہ اٹھالیا اور لایَشْفٰی جَلِيْسُهُمْ کی وجہ سے ان کو بھی نعمت مل گئی تو یہ سب آپ کی صداقت کے نشانات ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں اسی مسجد کی یہ عمارت، یہ لکڑی، یہ کھمبہ سب نشان ہیں کیونکہ یہ پہلے نہیں تھے جب حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کیا تو پھر بنے۔ پس لاکھوں نشانات تو یہاں ہی مل سکتے ہیں۔ پھر سالانہ جلسہ پر جس قدر لوگ آتے ہیں ان میں سے ہر ایک آنے والا ایک نشان ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ ہر سال ظاہر کرتا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کرتا رہے گا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے نشانات کا یہ بہت کم اندازہ لگایا ہے کہ وہ لاکھوں ہیں میں تو کہتا ہوں کہ وہ اس قدر ہیں کہ کوئی انسانی طاقت ان کو گن ہی نہیں سکتی صرف خدا تعالیٰ ہی کے اندازہ میں آ سکتے ہیں لیکن جہاں یہ نشانات ہمارے لئے تقویت ایمان کا موجب ہوتے ہیں وہاں اس آیت کے ماتحت یہ بھی بتاتے ہیں کہ اول ہر ایک آنے والا انسان



آنکھیں کھول کر دیکھے کہ یہاں کس قدر نشانات ہیں اور پھر وہ خود بھی ایک نشان ہے۔

(خطبات محمود جلد 5 صفحہ 357 تا 354)

## صداقت کے نشانات کے لئے حقیقۃ الوحی دیکھو

مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مولوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ میں آپ کا کوئی نشان دیکھنے آیا ہوں۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا۔ میاں تم میری کتاب حقیقۃ الوحی دیکھ لو۔ تمہیں معلوم ہو گا کہ خدا تعالیٰ نے میری تائید میں کس قدر نشانات دکھائے ہیں۔ تم نے ان سے کیا فائدہ اٹھایا ہے کہ اور نشان دیکھنے آئے ہو۔ پس اگر اس شخص نے دو منٹ یا پانچ منٹ میں پوری ہونے والی دو چار پیشگوئیاں پیش کی ہوتیں۔ تو ہم دو سال کیا اس کی دو سو سال والی پیشگوئی بھی مان لیتے اور کہتے کہ جب ہم نے دو تین یا پانچ منٹ میں پوری ہونے والی پیشگوئیاں دیکھی ہیں۔ تو یہ لمبے عرصے والی پیشگوئیاں بھی ضرور پوری ہوں گی۔ لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کی پیشگوئیاں دکھائے بغیر لمبے عرصے والی پیشگوئی کرے تو ہم کہیں گے کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ (الفضل 14 اگست 1956ء جلد 10/45 نمبر 189 صفحہ 4)

## اور کھانسی دور ہوگئی

خدا تعالیٰ بغیر اسباب کے بھی کام کر سکتا ہے۔ اس کی مثال میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ ایک دفعہ آپ کو کھانسی کی شکایت تھی۔ مبارک احمد کے علاج میں آپ ساری ساری رات جاگتے تھے۔ میں ان دنوں بارہ بجے کے قریب سوتا تھا اور جلد ہی اٹھ بیٹھتا تھا لیکن جب میں سوتا اس وقت حضرت صاحب کو جاگتے دیکھتا اور جب اٹھتا تو بھی جاگتے دیکھتا اس محنت کی وجہ سے آپ کو کھانسی ہوگئی۔ ان دنوں میں ہی آپ کو دوائی وغیرہ پلایا کرتا تھا اور چونکہ دوائی کا پلانا میرے سپرد تھا اس لئے ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق ایسی باتوں پر جو کھانسی کے لئے مضر ہوں ٹوک بھی دیا کرتا۔ ایک دن ایک شخص آپ کے لئے تحفہ کے طور پر کیلے لایا۔ حضرت صاحب نے کیلا کھانا چاہا مگر میرے منع کرنے پر کہ آپ کو کھانسی ہے آپ کیوں کیلا کھاتے ہیں آپ نے کیلا مسکرا کر رکھ دیا۔ غرض چونکہ میں ڈاکٹروں کی ہدایات پر عمل کراتا تھا اور تیماردار تھا آپ میری بات بھی مان لیتے تھے۔ انہی دنوں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

حضرت صاحب کے لئے فرانسسیسی سیب لائے جواتنے کھٹے تھے کہ کھانسی نہ بھی ہو تو ان کے کھانے سے ہو جائے لیکن حضرت صاحب نے تراش کر ایک سیب کھانا شروع کر دیا میں نے منع کیا لیکن آپ نے نہ مانا اور کھاتے چلے گئے میں بہت کڑھتا رہا کہ اس قدر کھانسی کی آپ کو تکلیف ہے مگر پھر بھی آپ ایسا ترش میوہ کھا رہے ہیں لیکن آپ نے پرواہ نہ کی اور سیب کی پھانکیں کر کے کھاتے گئے اور ساتھ ساتھ مسکراتے بھی گئے۔ جب سیب کھا چکے تو فرمایا تمہیں نہیں معلوم مجھے الہام ہوا ہے کہ کھانسی دور ہوگئی ہے اور اب کسی احتیاط کی ضرورت نہیں اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے ادب کے طور پر یہ سیب باوجود ترش ہونے کے کھا لیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کی کھانسی اچھی ہوگئی اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔

(تقدیر الہی، انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 578-579)

## اللہ تعالیٰ مومن کے کام اپنے ذمہ لے لیتا ہے

بعض دفعہ خواب کی یہ بھی غرض ہوتی ہے کہ عقلی طور پر علاج سوچے جائیں اور خدا تعالیٰ نے حصول مقصد کے لیے جو ذرائع پیدا کیے ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اسی طرح دعاؤں کے نتیجے میں بعض دفعہ اتنا وقت مل جاتا ہے کہ انسان کئی قسم کے کام کر سکتا ہے، اچانک موت آجائے تو سب کام ادھورے رہ جاتے ہیں لیکن اگر وقت مل جائے تو انسان دعائیں بھی کر سکتا ہے اور علاج بھی کر سکتا ہے اور اپنے کئی کاموں کو بھی مکمل کر لیتا ہے۔ بہر حال جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی خواب دکھایا جائے تو انسان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے دعاؤں سے کام لے اور یہ نہ سمجھ لے کہ اب یہ کام اللہ تعالیٰ ہی کرے گا مجھے اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض دفعہ خدا تعالیٰ ہی بندے کا سارا کام اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ مگر ایسا شاذ و نادر کے طور پر ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ بیمار ہوئے اور آپ کو خطرناک کھانسی شروع ہوگئی۔ رات اور دن آپ کھانستے رہتے تھے اور یہ کھانسی اتنی بڑھ گئی کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو شبہ ہوا کہ کہیں آپ کو سہل نہ ہوگئی ہو چونکہ آپ کو دوائیں پلانے کا کام میرے سپرد تھا اس لیے بچپن کے لحاظ سے میں بھی اپنے آپ کو مشورہ دینے کا اہل سمجھنے لگ گیا۔ ایک دفعہ باہر سے کوئی دوست آئے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

لیے کوئی پھل لائے۔ غالباً کیلے تھے جو انہوں نے پیش کیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھتے ہی فرمایا کہ لاؤ اور مجھے کیلا دو۔ چونکہ کیلے میں بھی تھوڑی سی تُرشی ہوتی ہے اور میں سارا دن دوائیں پلا پلا کر اپنے آپ کو بھی مشورہ دینے کا اہل سمجھتا تھا میں نے کہا کہ کیلا آپ کے لیے مناسب نہیں۔ آپ نے فرمایا جانے دو، لاؤ کیلا۔ خدا نے مجھے کہا ہے کہ اچھے ہو جاؤ گے۔ اس لیے اب کسی علاج کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ واقعہ میں اس کے بعد آپ کو صحت ہو گئی۔ اب دیکھو! وہی چیز جو کھانسی پیدا کرنے والی تھی اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت کے ماتحت کھانسی نہ پیدا کر سکی اور آپ اچھے ہو گئے۔ بلکہ میں نے جب زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا جاؤ جاؤ پرے جا کر بیٹھو۔ ابھی الہام ہوا ہے کہ کھانسی دور ہو گئی۔ اس لیے اب کسی علاج اور احتیاط کی ضرورت نہیں۔ پس کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کا کام اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ مگر زیادہ تر ایسا ہی ہوتا ہے کہ مومن کو خود بھی دعاؤں اور جدوجہد سے کام لینا پڑتا ہے پس دعائیں کرو اور پہلے سے زیادہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جسم میں بیماری کا تلاش کرنا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے تاریک مکان میں سوئی تلاش کرنا۔ اگر بیماری نظر آ جائے تو یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل کی علامت ہوتی ہے۔

پس جن دوستوں کو خواہیں آتی ہیں انہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کو سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بشارت دی ہے کہ اگر تم دعائیں کرو گے تو یہ اچھے ہو جائیں گے گویا اللہ تعالیٰ نے ان کا حوصلہ بڑھا دیا ہے اور حوصلہ بڑھ جائے تو یہ بھی بڑی اچھی بات ہوتی ہے۔ حوصلہ گر جائے تو اچھے بھلے آدمی کی جان نکل جاتی ہے۔“

(الفضل 25/اپریل 1956ء جلد 10/45 شمارہ 97 صفحہ 5)

## لیکھرام کا واقعہ

لیکھرام کا واقعہ بھی اس امر کی مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ چاہے تو صحت کے تمام سامانوں کے ہوتے ہوئے بھی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ فرما دیا تھا کہ عید کے دوسرے دن اس کی موت ہوگی اور چھ سال کے اندر اندر۔ اب چھ سال تک سال میں دو تین روز کے لئے حفاظت کے خاص طور پر سامان کر لینا۔ کون سا مشکل امر ہے اور یہ اس

کے اختیار میں تھا کہ ان دنوں حفاظت کے خاص سامان مہیا کر لیتا۔ مگر باوجود اس کے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ حالانکہ ظاہری سامان اس کے خلاف تھے۔ 6 مارچ اس کی موت مقدر تھی۔ اور یکم مارچ کو لیکھرام کو سبھا کی طرف سے ملتان پہنچنے کا حکم ہوا۔ وہاں چار مارچ تک اس نے چار لیکچر دیئے۔ پھر سبھانے اسے سکھر جانے کے لئے تار دیا۔ مگر وہاں پلیگ ہونے کی وجہ سے ملتان کے آریہ سماجیوں نے وہاں جانے سے روک دیا۔ پھر پنڈت لیکھرام مظفر گڑھ جانے کے لئے تیار ہوئے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ وہ پھر سیدھے کیوں لاہور کو لوٹ پڑے اور چھ مارچ دوپہر کو یہاں پہنچ گئے۔

(سوانح عمری پنڈت لیکھرام از سوامی شردھانند ہندی صفحہ 198)

اگر وہ اس روز واپس نہ آتا تو یہ پیشگوئی پوری نہ ہوتی۔ مگر باوجود اس کے کہ بظاہر اس کے باہر رہنے کا موقع پیدا ہو گیا۔ پھر بھی وہ لاہور پہنچ گیا۔ اور وقت مقررہ پر قتل ہو گیا۔ یہ مثال اس امر کی ہے کہ صحت اور حفاظت کے سارے سامانوں کے ہوتے ہوئے بھی انسان ہلاک ہو سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انسان کے کاموں میں دخل دیتا ہے۔ لیکن اس نے اسے آزاد بھی چھوڑا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے دو تین سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شدید کھانسی ہوئی۔ میری عمر اس وقت 17 سال کے قریب تھی اور میرے سپرد آپ کی دوائی وغیرہ پلانے کی خدمت تھی اور قدرتی طور پر جس کے سپرد کوئی کام کیا جائے۔ وہ اس میں دخل دینا بھی اپنا حق سمجھنے لگتا ہے۔ میں بھی اپنی کمپونڈری کا یہ حق سمجھتا تھا کہ کچھ نہ کچھ دخل آپ کے کھانے پینے میں دوں۔ چنانچہ مشورہ کے طور پر عرض کر بھی دیا کرتا تھا کہ یہ نہ کھائیں وہ نہ کھائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے نسخے بھی تیار ہو کر استعمال ہوتے تھے اور انگریزی دوائیاں بھی مگر کھانسی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ یہ 1907ء کا واقعہ ہے اور عبدالحکیم مرتد نے آپ کی کھانسی کی تکلیف کا پڑھ کر لکھا تھا کہ مرزا صاحب سل کی بیماری میں بتلا ہو کر فوت ہوں گے۔ اس لئے ہمیں کچھ یہ بھی خیال تھا کہ غلط طور پر بھی اسے خوشی کا کوئی بہانہ نہ مل سکے۔ مگر آپ کو کھانسی کی تکلیف بہت زیادہ تھی اور بعض اوقات ایسا لمبا اچھو آتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ سانس رک جائے گا۔ ایسی حالت میں باہر سے کوئی دوست آئے اور تحفہ کے طور پر پھل

لائے۔ میں نے وہ حضور کے سامنے پیش کر دیئے۔ آپ نے انہیں دیکھا اور فرمایا کہہ دو جزاک اللہ۔ اور پھر ان میں سے کوئی چیز جو غالباً کیلا تھا۔ اٹھایا اور میں چونکہ دوائی وغیرہ پلایا کرتا تھا۔ اس لئے یا شاید مجھے سبق دینے کے لئے فرمایا کہ یہ کھانسی میں کیسا ہوتا ہے۔ میں نے کہا اچھا تو نہیں ہوتا مگر آپ مسکرا پڑے اور چھیل کر کھانے لگے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ کھانسی بہت سخت ہے اور یہ چیز کھانسی میں اچھی نہیں۔ آپ پھر مسکرائے اور کھاتے رہے۔ میں نے اپنی نادانی سے پھر اصرار کیا کہ نہیں کھانا چاہئے اس پر آپ پھر مسکرائے اور فرمایا مجھے ابھی الہام ہوا ہے کہ کھانسی دور ہوگئی۔ چنانچہ کھانسی اسی وقت سے جاتی رہی۔ حالانکہ اس وقت نہ کوئی دوا استعمال کی اور نہ پرہیز کیا بلکہ بد پرہیزی کی اور کھانسی بھی دور ہوگئی۔ اگرچہ اس سے پہلے ایک مہینہ علاج ہوتا رہا تھا اور کھانسی دور نہ ہوئی تھی۔ تو یہ الہی تصرف ہے۔ یوں تو بد پرہیزی سے بیماریاں بھی ہوتی ہیں اور علاج سے صحت بھی ہوتی ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے دخل بھی دے دیتا ہے۔ اور دعا کا ہتھیار اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو سکھایا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور جا کر کہے کہ میں آزادی نہیں چاہتا۔ میں اپنے حالات سے تنگ آ گیا ہوں آپ مہربانی کر کے میرے معاملات میں دخل دیں اور اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا ہے کہ بندہ متوکل ہو گیا ہے اور چاہتا ہے کہ میں اس کے معاملات میں دخل دوں تو وہ دیتا ہے۔ پس گو اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزادی دی ہے۔ مگر وہ دخل بھی دیتا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے انگلیاں دی ہیں۔ منہ دیا ہے اس کے سامنے کھانا آتا ہے۔ وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ لقمہ اٹھاتا ہے اور منہ میں ڈالتا ہے۔ فرشتے کہیں بھی اس کا ہاتھ نہیں روکتے۔

(الفضل جلد 30 نمبر 164 مورخہ 17 جولائی 1942ء صفحہ 3)

## اندرونی ایمان ظاہر ہو گیا

میری زندگی میں بھی مجھ سے ایک ایسی ہی کمزوری سرزد ہوئی ہے مگر مجھے اپنے تمام اعمال سے زیادہ اس کمزوری پر خوشی ہوا کرتی ہے۔ وہ بیوقوفی کی بات تھی خالص پاگل پن تھا مگر مجھے جتنا اپنے اُس پاگل پن پر ناز ہے اتنا ناز مجھے اور کسی کام پر نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا کہ ایک دفعہ قادیان میں بجلی گری اور اس زور سے گری کہ بڑی دُور تک اُس کی دہشت ناک آواز پھیل گئی۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صحن میں تھے۔ جب بارش شروع ہوئی تو آپ صحن سے اُٹھ کر کمرہ کے اندر تشریف لے جانے لگے۔ ابھی آپ صحن میں ہی تھے کہ یکدم بجلی گرنے کی خوفناک آواز پیدا ہوئی۔ میں اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تھا میں نے جلدی سے اپنا ہاتھ اٹھایا اور آپ کے سر پر رکھ دیا یہ خیال کر کے کہ اگر بجلی گرے تو میرے ہاتھوں پر گرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نہ گرے۔ یہ ساری ہی پاگل پن کی باتیں تھیں۔ اوّل یہ خیال کرنا کہ خدا کے مسیح پر بجلی گرے گی۔ دوم یہ خیال کرنا کہ اگر بجلی گری تو میرے ہاتھ اُسے روک لیں گے یہ دونوں ہی پاگل پن کی باتیں ہیں اور بعد میں میں اپنی اس حرکت پر ہنس بھی پڑا۔ مگر میں نے آج تک جتنے کام کئے ہیں اس سے زیادہ مجھے اور کسی کام پر فخر نہیں۔ یہ ہے تو ایک بیوقوفی لیکن اس بیوقوفی سے مجھے اُس وقت یہ یقین ہو گیا کہ میرے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پورا ایمان ہے۔ اگر یہ بیوقوفی مجھ سے سرزد نہ ہوتی تو مجھے اپنے اس اندرونی ایمان کا پتہ نہ لگتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خطرہ خیالی تھا مگر جس انسان کی خاطر میں نے یہ فعل کیا چونکہ وہ میرا محبوب تھا اس لئے میں نے اس خطرہ کو حقیقی خطرہ سمجھا اور یہ خیال میرے دل سے جاتا رہا کہ یہ وہم ہے ایسا کب ہو سکتا ہے۔

(اسوۂ حسنہ، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 96)

### نواب عبدالرحیم خان صاحب کو شفاء

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے حکم کے بغیر تو کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔ اس زمانہ میں مسیح موعودؓ سے بڑھ کر کس نے بڑا انسان ہونا تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ جب نواب صاحب کے لڑکے عبدالرحیم خان کے لئے جبکہ وہ بیمار تھا دعا کی تو الہام ہوا کہ یہ بچتا نہیں۔ آپ کو خیال آیا کہ نواب صاحب اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قادیان آرہے ہیں ان کا لڑکا فوت ہو گیا تو انہیں ابتلاء نہ آجائے اس لئے آپ نے خدا تعالیٰ کے حضور عرض کی کہ الہی! میں اس لڑکے کی صحت کے لئے شفاعت کرتا ہوں۔ الہام ہوا: اَمِنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهِ، تم کون ہو کہ میری اجازت کے بغیر شفاعت کرتے ہو۔ دیکھو مسیح موعودؓ کتنا بڑا انسان تھا تیرہ سو سال سے اس کی دنیا کو انتظار تھی مگر وہ بھی جب سفارش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ہوتے

کون ہو کہ بلا اجازت سفارش کرو۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جس وقت مجھے یہ الہام ہوا تو میں گر پڑا اور بدن پر ریشہ شروع ہو گیا قریب تھا کہ میری جان نکل جاتی لیکن جب یہ حالت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا ہم شفاعت کی اجازت دیتے ہیں شفاعت کرو چنانچہ آپ نے شفاعت کی اور عبدالرحیم خان اچھے ہو گئے۔

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 239)

### اگر میں سچا ہوں تو مسجد تم کو مل جائے گی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دفعہ کپورتھلہ کے احمدیوں اور غیر احمدیوں کا وہاں کی ایک مسجد کے متعلق مقدمہ ہو گیا۔ جس جج کے پاس یہ مقدمہ تھا اس نے مخالفانہ رویہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ اس پر کپورتھلہ کی جماعت نے گھبرا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعا کے لئے خط لکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب میں انہیں تحریر فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تو مسجد تم کو مل جائے گی۔ مگر دوسری طرف جج نے اپنی مخالفت بدستور جاری رکھی اور آخر اس نے احمدیوں کے خلاف فیصلہ لکھ دیا مگر دوسرے دن جب وہ فیصلہ سنانے کے لئے عدالت میں جانے کی تیاری کرنے لگا تو اُس نے نوکر سے کہا مجھے بوٹ پہنا دو۔ نوکر نے ایک بوٹ پہنایا اور دوسرا بھی پہنا ہی رہا تھا کہ گھٹ کی آواز آئی۔ اُس نے اوپر دیکھا تو جج کا ہارٹ فیل ہو چکا تھا۔ اُس کے مرنے کے بعد دوسرے جج کو مقرر کیا گیا اور اُس نے پہلے فیصلہ کو بدل کر ہماری جماعت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ جو دوستوں کے لئے ایک بہت بڑا نشان ثابت ہوا اور ان کے ایمان آسمان تک جا پہنچے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے انبیاء کے ذریعہ متواتر غیب کی خبریں دیتا ہے۔ جن کے پورا ہونے پر مومنوں کے ایمان اور بھی ترقی کر جاتے ہیں۔ یہ غیب کی خبروں کا ہی نتیجہ تھا کہ جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُن کے دل اس قدر مضبوط ہو گئے کہ اور لوگ تو موت کو دیکھ کر روتے ہیں مگر صحابہؓ میں سے کسی کو جب خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کا موقع ملتا تو وہ خوشی سے اُچھل پڑتا اور کہتا فُرْتُ وَدَبَّ الْكُعْبَةَ۔ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ آخر یہ روح اُن کے اندر کہاں سے آگئی تھی۔ یہ وہی روح تھی جو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو غیب کی

خبریں بتا کر مومنوں کے اندر بھردی تھی اگر ان پر انکشافِ غیب نہ ہوتا تو وہ اس اعلیٰ مقام پر کبھی کھڑے نہ ہو سکتے جس پر مسلمان پہنچے۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 26-27)

## نظارۂ بیداری مثل فلق الصبح منفرد و مشترک

کبھی بیداری میں ایک نظارہ دکھایا جاتا ہے مگر وہ تعبیر طلب نہیں ہوتا بلکہ فلق الصبح کی طرح اسی رنگ میں ظاہر ہو جاتا ہے جس رنگ میں اللہ تعالیٰ انسان کو نظارہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کشوف میں ہمیں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کشنی حالت میں دیکھا کہ مبارک احمد چٹائی کے پاس گر پڑا ہے اور اسے سخت چوٹ آئی ہے۔ ابھی اس کشف پر تین منٹ سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہوگا کہ مبارک احمد چٹائی کے پاس کھڑا تھا اس کا پیر پھسل گیا اسے سخت چوٹ آئی اور اس کے کپڑے خون سے بھر گئے۔ (تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 447)

## صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات

ہمارا فرض ہے کہ ہم مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کریں تا انہیں معلوم ہو کہ ہمارے دل ان کی تکلیف پر خوش نہیں بلکہ زیادہ دکھی ہیں ہاں اس کے ساتھ ہم مجبور ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس نشانِ صداقت کو وضاحت سے بیان کریں مگر اس میں کوئی نہ یا بہار والوں کی خصوصیت نہیں اگر ہمارا کوئی بچہ بھی پیشگوئی کے مطابق مرجائے تو ہمیں اس کی موت پر جہاں غم ہوگا وہاں خوشی بھی ہوگی کہ خدا تعالیٰ کی بات پوری ہوئی۔

ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد جب فوت ہوا تو چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس سے بہت محبت تھی اس لئے لوگوں کو خیال تھا کہ آپ کو اس کی وفات کا بہت صدمہ ہوگا لیکن جب آپ گھر سے باہر تشریف لائے تو بیٹھے ہی آپ نے جو تقریر کی اُس میں فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء ہے اور ہماری جماعت کو اس قسم کے ابتلاؤں پر غم نہیں کرنا چاہئے پھر فرمایا مبارک احمد کے متعلق فلاں وقت مجھے الہام ہوا تھا کہ یہ چھوٹی عمر میں اٹھا لیا جائے گا اس لئے یہ تو خوشی کا موجب ہے کہ خدا تعالیٰ کا نشان پورا ہوا۔ پس ہمارا اپنا بھائی، بیٹا، یا کوئی اور عزیز رشتہ دار اگر مرجائے اور اُس کی وفات کے متعلق خدا تعالیٰ کی پیشگوئی ہو تو رنج کے ساتھ اس پیشگوئی



کے پورا ہونے پر ہمیں خوشی بھی ہوگی۔ خوشی کا یہ مطلب نہیں کہ ہم انہیں غیر سمجھتے ہیں ہم تو انہیں اپنا ہی سمجھتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کو ان سے بھی زیادہ اپنا سمجھتے ہیں اور یہ ہمارے لئے ناممکن ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے کسی نشان کو چھپائیں۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا پر اپنی دونوں خوبیوں کو ظاہر کر دیں ایک طرف خدا تعالیٰ کے اس عظیم الشان قہری نشان کے ذکر کو ہم دنیا میں پھیلائیں اور لوگوں کو بتائیں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے ظہور پذیر ہو اور دوسری طرف مصیبت زدگان اور مجروحین کی امداد کریں تا دنیا سمجھے کہ ہم جہاں خدا تعالیٰ کا نشان ظاہر ہونے کے بعد اس کی اشاعت میں کسی مصیبت اور ملامت کی پرواہ نہیں کرتے وہاں ہم سے زیادہ ان کا خیر خواہ بھی کوئی نہیں۔ اگر ہم اپنی ان دونوں خوبیوں کو ظاہر کریں گے تو اس وقت خدا کی بھی دونوں قدرتیں ہمارے لئے ظاہر ہوں گی وہ قدرت بھی جو آسمان سے اترتی ہے اور وہ قدرت بھی جو زمین سے ظاہر ہوتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 339-338)

### انسان میں نقل کرنے کی خواہش ہوتی ہے

مجھے یاد ہے بچپن میں ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد سخت بیمار تھا اُس نے ایک کپڑے کی خواہش کی (یہ اس کی مرض موت تھی)۔ کلکتہ کی کوئی فرم تھی اُس سے وہ کپڑا مل سکتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ کپڑا اُس کیلئے منگوا دیا مگر اس کے بعد مبارک احمد شاید فوت ہو گیا یا اور زیادہ بیمار ہو گیا کہ اسے اس کپڑے کی خواہش نہ رہی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ کپڑا ہم تینوں بھائیوں میں بانٹ دیا۔ میں نے اُس کی صدری بنوالی جب میں صدری پہن کر باہر نکلا تو ایک دوست مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے آپ یہیں ٹھہریں مجھے ایک کام ہے میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آگئے۔ میں نے پوچھا کہاں گئے تھے؟ کہنے لگے ایک ضروری کام تھا۔ دو تین دن کے بعد وہ آئے تو انہوں نے بھی ایک صدری پہنی ہوئی تھی۔ کہنے لگے جب میں نے آپ کو صدری پہنے دیکھا تو میں نے کہا میں بھی اب اس قسم کی دھاری دار صدری بنوا کر رہوں گا۔ چنانچہ اُسی وقت میں گیا اور بازار سے کپڑا خرید کر صدری سلوئی۔ خیر اس میں بھی ایک لطیفہ تھا اور وہ یہ کہ ہمارا کپڑا ٹسری تھا اور اس دوست کا کپڑا گبرون یا لدھیانہ کی قسم کا تھا لیکن اس سے اس خواہش کا پتہ چلتا ہے جو دوسروں کی اچھی چیز دیکھ کر انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اب کیا یہ لطیفہ نہیں کہ کسی کی دھاری دار صدری دیکھ کر تو دل

بے تاب ہو جائے اور یہ خواہش پیدا ہو کہ کاش! میرے پاس بھی ایسی ہی صدری ہو لیکن الہامِ الہی کا ذکر سن کر اللہ تعالیٰ کے قُرب اور محبت کی باتیں سن کر ہمارے دلوں میں یہ خواہش پیدا نہ ہو کہ ہمیں بھی الہام ہوں، ہمارے لئے بھی خدا تعالیٰ اپنے نشانات دکھایا کرے اور ہمیں بھی اپنی محبت سے نوازے۔ اس کی بڑی وجہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ ہے کہ ہمارے سلسلہ کے علماء اور ہمارا سمجھدار طبقہ نوجوانوں کے سامنے اس رنگ میں ان باتوں کو پیش نہیں کرتا کہ یہ امور سہل الحصول اور ممکن الحصول ہیں۔ اوّل تو انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا کیا تعلق تھا اور اگر پتہ بھی ہو تو وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مخصوص تھیں حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ پس اگر یہ ٹپ ہماری جماعت میں عام ہو جائے تو ایک بہت بڑا طبقہ ہماری جماعت میں ایسا پیدا ہو سکتا ہے۔ جو گناہ کو بہت حد تک مٹا دے گا۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ گناہ بالکل مٹ جائے گا کیونکہ یہ بہت مشکل بات ہے مگر بہت حد تک گناہ پر غالب آیا جا سکتا ہے۔ یا اکثر حصہ جماعت میں ایسے لوگوں کا پیدا ہو سکتا ہے جو گناہوں پر غالب آجائے۔ (خطبات محمود جلد 17 صفحہ 453-452)

### مخلوق کی جسمانی خدمت بجالاؤ

مجھے ایک نظارہ کبھی نہیں بھولتا میں اُس وقت چھوٹا سا تھا، سولہ سترہ سال کی عمر تھی کہ اُس وقت ہماری ایک چھوٹی ہمشیرہ جو چند ماہ کی تھی فوت ہو گئی اور اُس کو دفن کرنے کیلئے اسی مقبرہ میں لے گئے جس کے متعلق احرار کہتے ہیں کہ احمدی اس میں دفن نہیں ہو سکتے۔ جنازہ کے بعد نعش حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں پر اٹھالی۔ اُس وقت مرزا اسماعیل بیگ صاحب مرحوم جو یہاں دودھ کی دکان کیا کرتے تھے آگے بڑھے اور کہنے لگے حضور! نعش مجھے دے دیجئے میں اٹھا لیتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مڑ کر اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا ”یہ میری بیٹی ہے“۔ یعنی بیٹی ہونے کے لحاظ سے اس کی ایک جسمانی خدمت جو اس کی آخری خدمت ہے یہی ہو سکتی ہے کہ میں خود اس کو اٹھا کر لے جاؤں۔ تو صفت رَبِّ الْعَالَمِينَ کے مظہر بننا چاہتے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ مخلوق کی جسمانی خدمات بجالاؤ۔ اگر تم خدمت دین میں اپنی ساری جائیداد دے دیتے ہو، اپنی کل آمد اسلام کی اشاعت پر خرچ کر دیتے ہو تو تم ملکیت کے مظہر تو بن جاؤ گے مگر رَبِّ الْعَالَمِينَ کے مظہر نہیں بنو گے کیونکہ رَبِّ الْعَالَمِينَ

کا مظہر بننے کیلئے ضروری ہے کہ تم اپنے ہاتھ سے کام کرو اور غرباء کی خدمت پر کمر بستہ رہو۔ ہاں جب تم اپنے ہاتھوں سے بھی بنی نوع انسان کی خدمات بجلاؤ گے تو تم رَبِّ الْعَالَمِينَ کی صفت کے بعد مظہر بن جاؤ گے۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 579-580)

### حضرت صاحبزادہ میاں مبارک احمد کی بیماری اور وفات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے چھوٹے بھائی مبارک احمد مرحوم سے بہت محبت تھی۔ جب وہ بیمار ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اتنی محنت اور اتنی توجہ سے اس کا علاج کیا کہ بعض لوگ سمجھتے تھے۔ اگر مبارک احمد فوت ہو گیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت صدمہ پہنچے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ بڑے حوصلہ والے اور بہادر انسان تھے۔ جس روز مبارک احمد مرحوم فوت ہوا۔ اس روز صبح کی نماز پڑھ کر آپ مبارک احمد کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ میرے سپرد اس وقت مبارک احمد کو دو انیوں دینے اور اس کی نگہداشت وغیرہ کا کام تھا۔ میں ہی نماز کے بعد حضرت خلیفہ اولؒ کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ میں تھا حضرت خلیفہ اولؒ تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے اور شائد ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی تھے۔ جب حضرت خلیفہ اولؒ مبارک احمد کو دیکھنے کے لئے پہنچے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا حالت اچھی معلوم ہوتی ہے بچہ سو گیا ہے۔ مگر درحقیقت وہ آخری وقت تھا۔ جب میں حضرت خلیفہ اولؒ کو لے کر آیا اس وقت مبارک احمد کا شمال کی طرف سر اور جنوب کی طرف پاؤں تھے۔ حضرت خلیفہ اولؒ بائیں طرف کھڑے ہوئے اور انہوں نے نبض پر ہاتھ رکھا۔ مگر نبض آپ کو محسوس نہ ہوئی اس پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ حضور مشک لائیں اور خود ہاتھ کہنی کے قریب رکھ کر نبض محسوس کرنی شروع کی کہ شائد وہاں نبض محسوس ہوتی ہو۔ مگر وہاں بھی نبض محسوس نہ ہوئی تو پھر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضور جلدی مشک لائیں اور خود بغل کے قریب اپنا ہاتھ لے گئے اور نبض محسوس کرنی شروع کی اور جب وہاں بھی نبض محسوس نہ ہوئی تو گھبرا کر کہا حضور! جلد مشک لائیں۔ اس عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چایوں کے گچھے سے کنجی تلاش کر کے ٹرنک کا تالا کھول رہے تھے۔

جب آخری دفعہ حضرت مولوی صاحب نے گھبراہٹ سے کہا کہ حضور مشک جلدی

لائیں اور اس خیال سے کہ مبارک احمد کی وفات سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت صدمہ ہوگا۔ باوجود بہت دلیر ہونے کے آپ کے پاؤں کانپ گئے اور آپ کھڑے نہ رہ سکے اور زمین پر بیٹھ گئے ان کا خیال تھا کہ شاید نبض دل کے قریب چل رہی ہو اور مشک سے قوت کو بحال کیا جاسکتا ہو۔ مگر ان کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ امید مومن تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی آواز کے ترعش کو محسوس کیا۔ تو آپ سمجھ گئے کہ مبارک احمد کا آخری وقت ہے اور آپ نے ٹرنک کھولنا بند کر دیا اور فرمایا مولوی صاحب شاید لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ آپ اتنے گھبرا کیوں گئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک امانت تھی جو اس نے ہمیں دی تھی۔ اب وہ اپنی امانت لے گیا ہے۔ تو ہمیں اس پر کیا شکوہ ہو سکتا ہے پھر فرمایا آپ کو شاید یہ خیال ہو کہ میں نے چونکہ اس کی بہت خدمت کی ہے۔ اس لئے مجھے زیادہ صدمہ ہوگا۔ خدمت کرنا تو میرا فرض تھا جو میں نے ادا کر دیا اور اب جبکہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر پوری طرح راضی ہیں۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے بیٹھ کر دوستوں کو خط لکھنے شروع کر دیئے کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک امانت تھی۔ جو اس نے ہم سے لے لی تو مومن کا اصل کام یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف تو وہ جہاں تک ہو سکتا ہے۔ دوسرے کی خدمت کرتا ہے اور اس خدمت کو اپنے لئے ثواب کا موجب سمجھتا ہے۔ مگر دوسری طرف جب اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہوتی ہے تو وہ کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے خدمت کا ثواب مجھے مل گیا۔ لیکن جو جزع فزع کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کی مصیبت الگ اٹھاتے ہیں اور آخرت کی مصیبت الگ اٹھاتے ہیں اور اس سے زیادہ بد بخت اور کون ہو سکتا ہے۔ جو دوہری مصیبت اٹھائے۔ اس جہان کی مصیبت کو بھی برداشت کرے اور اگلے جہان کی مصیبت کو بھی برداشت کرے۔

(الفضل 14 مارچ 1944ء جلد 32 نمبر 61 صفحہ 4)

## میاں مبارک احمد صاحب کی ذہانت اور ذکاوت

میں احساس اور بے حسی کو مثال کے ذریعہ سمجھاتا ہوں۔ جنہوں نے حضرت صاحب کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت صاحب کو مبارک احمد سے کس قدر محبت تھی۔ اس محبت کی کئی وجہیں تھیں۔ اول یہ کہ وہ کمزور تھا اور کچھ نہ کچھ بیمار رہتا تھا اس لئے اس کی طرف خاص توجہ

رکھتے تھے اور یہ لازمی بات ہے کہ جس کی طرف خاص توجہ ہو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ دوسرے وہ اگرچہ ہم سب سے چھوٹا تھا اور اس کی عمر بھی بہت تھوڑی تھی مگر بہت ذہین اور ذکی تھا۔ اس کی عمر سات سال کی تھی مگر وہ اسی عمر میں شعر کہہ لیتا تھا اور عام طور پر اس کے شعر کا وزن درست ہوتا تھا۔ اس کی ذہانت اور حافظہ کی مثال یہ ہے کہ جب حضرت صاحب نے وہ بڑی نظم جس کی ردیف ”یہی ہے“ لکھی۔ تو ہم سب کو فرمایا کہ تم قافیہ تلاش کرو۔ اس نے ہم سب سے زیادہ قافیہ بتلائے جن میں بہت سے عمدہ قافیہ تھے۔ جب وہ مرض الموت میں گرفتار ہوا تو حضرت صاحب باوجود تالیف و تصنیف میں مصروف رہنے کے شب و روز اس کے معالجہ میں لگے رہتے حتیٰ کہ میں رات کے گیارہ گیارہ بجے سوتا تو آپ جاگ رہے ہوتے اور جب کبھی آنکھ کھلتی تو آپ جاگے ہوتے حیرت ہوتی تھی کہ آپ سوتے کس وقت ہیں۔

(خطبات محمود جلد اول صفحہ 77-78)

## اور مرغیاں ذبح ہو گئیں

آج سے 38 سال قبل ایک واقعہ یہاں ہوا تھا ہمارا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کا نام مبارک احمد تھا اس کی قبر بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار کے مشرق کی طرف موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ بہت ہی پیارا تھا مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے ہوتے تھے ہمیں مرغیاں پالنے کا شوق پیدا ہوا۔ کچھ مرغیاں میں نے رکھیں، کچھ میر محمد اسحاق صاحب مرحوم نے رکھیں اور کچھ میاں بشیر احمد صاحب نے رکھیں اور بچپن کے شوق کے مطابق صبح ہی صبح ہم جاتے مرغیوں کے ڈربے کھولتے۔ انڈے گنتے اور پھر فخر کے طور پر ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے کہ میری مرغی نے اتنے انڈے دیئے ہیں اور میری نے اتنے ہمارے اس شوق میں مبارک احمد مرحوم بھی جا کر شامل ہو جاتا۔ اتفاقاً ایک دفعہ وہ بیمار ہو گیا اس کی خبر گیری سیالکوٹ کی ایک خاتون کرتی تھیں جن کا عرف دادی پڑا ہوا تھا ہم بھی اسے دادی ہی کہتے اور دوسرے سب لوگ بھی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اسے دادی کہنے پر بہت چڑا کرتے تھے۔ مگر اس لفظ کے سوا شناخت کا کوئی اور ذریعہ بھی نہ تھا اس لئے آپ بجائے دادی کے انہیں جگ دادی کہا کرتے تھے۔ جب مبارک احمد مرحوم بیمار ہوا تو دادی نے کہہ دیا کہ یہ بیمار اس لئے ہوا ہے کہ مرغیوں کے پیچھے جاتا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے یہ بات سنی تو فوراً حضرت اماں جان سے فرمایا کہ مرغیاں گنوا کر ان بچوں کو قیمت دے دی جائے اور مرغیاں ذبح کر کے کھالی جائیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبارک احمد بہت پیارا تھا۔ 1907ء میں وہ بیمار ہو گیا اور اس کو شدید قسم کے ٹائیفائیڈ کا حملہ ہوا اس وقت دو ڈاکٹر قادیان میں موجود تھے۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم و مغفور تھے ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ہمیں باہر نوکری کرنے کے بجائے قادیان میں رہ کر خدمت کرنی چاہئے اور اس رنگ میں شائد وہ پہلے احمدی تھے جو ملازمت چھوڑ کر یہاں آ گئے تھے۔ ایک تو وہ تھے اور دوسرے ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب تھے جو رخصت پر یہاں آئے ہوئے تھے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ مل کر مبارک احمد مرحوم کا علاج کیا کرتے تھے۔ اس کی بیماری کے ایام میں کسی شخص نے خواب دیکھا کہ مبارک احمد کی شادی ہو رہی ہے اور معبرین نے لکھا ہے کہ اگر شادی غیر معلوم عورت سے ہو تو تعبیر موت ہوتی ہے مگر بعض معبرین کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ایسے خواب کو ظاہری صورت میں پورا کر دیا جائے تو بعض دفعہ یہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔ پس جب خواب دیکھنے والے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا یہ خواب سنایا تو آپ نے فرمایا کہ معبرین نے لکھا ہے کہ اس کی تعبیر تو موت ہوتی ہے مگر ظاہری رنگ میں پورا کر دینے کی صورت میں بعض دفعہ یہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔ اس لئے آؤ۔ مبارک احمد کی شادی کریں۔ گویا وہ بچہ جسے شادی بیاہ کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کی شادی کا فکر ہوا۔ جس وقت حضور علیہ السلام یہ باتیں کر رہے تھے تو ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کے گھر سے جو یہاں بطور مہمان آئے ہوئے تھے صحن میں نظر آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو بلایا اور فرمایا۔ ہمارا منشاء ہے کہ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔ آپ کی لڑکی مریم ہے۔ آپ اگر پسند کریں تو اس سے مبارک احمد کی شادی کر دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ حضور مجھے کوئی عذر نہیں لیکن اگر حضور کچھ مہلت دیں تو ڈاکٹر صاحب سے بھی پوچھ لوں۔ ان دنوں ڈاکٹر صاحب مرحوم اور ان کے اہل و عیال گول کمرہ میں رہتے تھے۔ وہ نیچے گئیں اور جیسا کہ بعد کے واقعات معلوم ہوئے۔ وہ یہ ہیں کہ ڈاکٹر صاحب شائد وہاں نہ تھے۔ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کچھ دیر انتظار کیا تو وہ آ گئے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے اس رنگ میں ان سے بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں جب کوئی داخل ہوتا ہے تو بعض دفعہ اس کے ایمان کی آزمائش بھی ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے تو کیا آپ پکے رہیں گے۔

ان کو اس وقت دو خیال تھے کہ شاید ان کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو یہ رشتہ کرنے میں تامل ہو۔ ایک تو یہ کہ اس سے قبل ان کے خاندان کی کوئی لڑکی کسی غیر سید کے ساتھ نہ بیاہی گئی تھی اور دوسرے یہ کہ مبارک احمد ایک مہلک بیماری میں مبتلا تھا اور ڈاکٹر صاحب مرحوم خود اس کا علاج کرتے تھے اور گھر میں جا کر ذکر کیا کرتے تھے کہ اس کی حالت نازک ہے اور اس وجہ سے وہ خیال کریں گے کہ یہ شادی ننانوے فیصد خطرہ سے پُر ہے اور اس سے لڑکی کے ماتھے پر جلد ہی بیوگی کا ٹیکہ لگنے کا خوف ہے اور ان باتوں کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کے گھر والوں کو یہ خیال تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ڈاکٹر صاحب کمزوری دکھائیں اور ان کا ایمان ضائع ہو جائے۔ اس لئے انہوں نے پوچھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے تو کیا آپ پکے رہیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرے گا۔ اس پر والدہ مریم بیگم مرحومہ نے ان کو بات سنائی اور بتایا کہ اس طرح میں اوپر گئی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مریم کی شادی مبارک احمد سے کر دیں۔ یہ سن کر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اچھی بات ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ پسند ہے۔ تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ان کا یہ جواب سن کر مریم بیگم مرحومہ کی والدہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو ہمیشہ بڑھاتا چلا جائے رو پڑیں اور بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اس پر ڈاکٹر صاحب مرحوم نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا۔ کیا تم کو یہ پسند نہیں۔ انہوں نے کہا۔ مجھے پسند ہے۔ بات یہ ہے کہ جب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نکاح کا ارشاد فرمایا تھا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا اور میں ڈرتی تھی کہ کہیں آپ کا ایمان ضائع نہ ہو جائے اور اب آپ کا یہ جواب سن کر میں خوشی سے اپنے آنسو روک نہیں سکی۔ چنانچہ یہ شادی ہو گئی اور کچھ دنوں کے بعد وہ لڑکی بیوہ بھی ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا۔ آخر وہی لڑکی پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں آئی اور خلیفہ وقت سے بیاہی گئی اور باوجود شدید بیمار رہنے کے اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت تک مرنے نہیں دیا جب تک کہ اس نے اپنی مشیت کے ماتحت اس پیشگوئی کے میرے وجود پر پورا ہونے کا انکشاف نہ فرما دیا جو اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی اور اسے ان خواتین مبارکہ میں شامل نہ کر لیا جو ازل سے مصلح موعود سے منسوب ہو کر حضرت مسیح موعود کا جزو کھلانے والی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ اللہ تعالیٰ

کی طرف سے اس ایمان کی جزا تھی جو مریم بیگم مرحومہ کی والدہ نے اس وقت ظاہر کیا تھا۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 581 تا 584)

## جلسہ شعائر اللہ میں سے ہے

جلسہ شعائر اللہ میں سے ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اس میں صحیح طور پر شمولیت برکات اور انوار الہی کا موجب ہے اور اس میں نقص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور روحانی زنگ کا موجب ہے اس لئے میں تمام دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جلسہ کے ایام میں جہاں تک ہو سکے اپنے اوقات کو صحیح طور پر استعمال کریں اور جو دوست ان کے ساتھ آئے ہیں انہیں بھی تحریک کریں اور توجہ دلاتے رہیں کہ وہ صحیح طور پر اپنے اوقات صرف کریں۔

(افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1931ء، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 390-389)

## قادیان کی ترقی کی پیشگوئی

یہی علاقہ ہے جہاں جلسہ ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رؤیا میں دیکھا کہ شمالی اور مشرقی طرف قادیان بڑھتی بڑھتی دریائے بیاس تک چلی گئی ہے۔ ادھر ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کرتے ہوئے تشریف لائے جہاں مدرسہ ہائی کی عمارت ہے اس جگہ کے قریب فرمایا لوگ کہتے ہیں یہاں جن رہتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے مجھے جو خبر دی ہے اس کے ماتحت بتاتا ہوں کہ یہاں آبادی ہی آبادی ہوگی۔ (بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 578)

## قادیان کی ابتدائی حالت

انسان جب اپنی فطرت سے مایوس ہو جاتا ہے تو گناہ میں بڑھ جاتا ہے اور جب دوسروں سے مایوس ہو جاتا ہے تو تبلیغ میں سُست ہو جاتا ہے۔ کئی لوگ ہیں جو میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں حق تو یہی ہے مگر لوگ مانتے نہیں۔ میں ہمیشہ ان سے کہتا ہوں کہ اگر لوگ واقعہ میں نہیں مانتے تو ہماری جماعت میں جو لوگ نئے داخل ہوتے ہیں یہ کہاں سے آتے ہیں۔ اگر لوگ اتنے ہی سنگدل اور حقیقت سے بے بہرہ ہو گئے ہیں کہ وہ سچائی کی باتیں سنتے ہیں مگر مانتے نہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام



کے ساتھ کوئی آدمی نہ تھا۔ پھر وہ وقت آیا جب آپ کے ساتھ ہزاروں آدمی تھے اور اب تو لاکھوں تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر کسی زمانہ میں پنجاب میں بھی کوئی شخص آپ کا معتقد نہ تھا اور اب نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیا کے تمام براعظموں میں احمدی پھیل گئے ہیں۔ اگر یہ سچ بات ہے کہ دنیا نہیں مانتی تو پھر اتنے لوگ کہاں سے آگئے۔ یہیں دیکھ لو اچھے لوگ اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں، ان میں سے کتنے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ میں آپ پر ایمان لائے۔ میں سمجھتا ہوں اس مجمع میں بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شکل دیکھی۔ زیادہ تر وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی تصویر دیکھی۔ پھر کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے شکل تو دیکھی مگر آپ کی صحبت میں بیٹھنے کا انہیں موقع نہ ملا اور بہت قلیل ایسے لوگ ہیں جو غالباً درجنوں سے بڑھ نہیں سکتے جنہوں نے آپ کی باتیں سُنیں اور آپ کی صحبت سے فائدہ اُٹھانے کا انہیں موقع ملا۔ مگر آخر یہ لوگ کہاں سے آئے۔ میری پیدائش اور بیعت قریباً ایک ہی وقت سے چلتی ہے اور جب میں نے کچھ ہوش سنبھالا اُس وقت کئی سال تبلیغ پر گزر چکے تھے لیکن مجھے اپنے ہوش کے زمانہ میں یہ بات یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سیر کے لئے نکلتے تو صرف حافظ حامد علی صاحب ساتھ ہوتے۔ ایک دفعہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسی طرف سیر کیلئے آنا یاد ہے۔ میں اُس وقت چونکہ چھوٹا بچہ تھا اس لئے میں نے اصرار کیا کہ میں بھی سیر کیلئے چلوں گا۔ اُس زمانہ میں یہاں جھاؤ کے پودے ہوا کرتے تھے اور یہ تمام علاقہ جہاں اب تعلیم الاسلام ہائی سکول بورڈنگ اور مسجد وغیرہ ایک جنگل تھا اور اس میں جھاؤ کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوا کرتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرف سیر کیلئے تشریف لائے اور میرے اصرار پر مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ مگر تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ میں تھک گیا ہوں اس پر کبھی مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُٹھاتے اور کبھی حافظ حامد علی صاحبؓ اور یہ نظارہ مجھے آج تک یاد ہے۔ تو وہ ایسا زمانہ تھا کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ تھا مگر آپ کو ماننے والے بہت قلیل لوگ تھے اور قادیان میں آنے والا تو کوئی کوئی تھا لیکن آج یہ زمانہ ہے کہ ہمیں بار بار یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ قادیان میں ہجرت کر کے آنے سے پیشتر لوگوں کو چاہئے کہ وہ اجازت لے لیں اور اگر کوئی بغیر اجازت کے یہاں ہجرت کر کے آئے تو اسے

واپس جانے پر مجبور کیا جاسکتا ہے کیونکہ اب آبادی خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنی بڑھ گئی ہے کہ منافق بھی یہاں کھپ جاتے ہیں۔ پھر جن کو ذرا بھی باہر دشمنوں کی طرف سے تکالیف پہنچتی ہوں اور وہ ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تو کہتے ہیں چلو قادیان میں ہجرت کر کے چلیں۔ اس طرح کمزور ایمان والے بھی قادیان میں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 659 تا 661)

### مسجد مبارک قادیان

اگر تم حزب اللہ میں داخل ہو جاؤ تو پھر تمہیں ذاتی نصرت بھی حاصل ہوگی اور طفیلی بھی۔ اس وقت تمہاری نصرت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ سمجھتا ہے کہ اس کی ذلت سے سلسلہ کی ذلت ہوگی مگر حزب اللہ میں داخل ہونے کے بعد اس لئے بھی نصرت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کہے گا اس کی ذلت سے میری ذلت ہوگی۔ اگر یہ بدنام ہو تو چونکہ یہ میرا دوست ہے اس لئے مجھ پر الزام آئے گا کہ میں نے دوست سے وفاداری نہیں کی۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات میں کتنا عظیم الشان نشان دکھایا ہے گو تم نے اس زمانہ کو نہیں پایا مگر ہم نے اسے پایا اور دیکھا ہے پس اس قدر قریب زمانہ کہ نشانات کو اپنے خیال کی آنکھوں سے دیکھنا تمہارے لئے کوئی زیادہ مشکل نہیں اور نشانات جانے دو مسجد مبارک کو ہی دیکھو مسجد مبارک میں ایک ستون مغرب سے مشرق کی طرف کھڑا ہے اس کے شمال میں جو حصہ مسجد کا ہے یہ اس زمانہ کی مسجد تھی اور اس میں نماز کے وقت کبھی ایک اور کبھی دو سطریں ہوتی تھیں اس ٹکڑا میں تین دیواریں ہوتی تھیں ایک تو دو کھڑکیوں والی جگہ میں جہاں آجکل پہرے دار کھڑا ہوتا ہے اس حصہ میں امام کھڑا ہوا کرتا تھا پھر جہاں اب ستون ہے۔ وہاں ایک اور دیوار تھی اور ایک دروازہ تھا اس حصہ میں صرف دو قطاریں نمازیوں کی کھڑکی ہو سکتی تھیں اور فی قطار پانچ سات آدمی کھڑے ہو سکتے تھے اس حصے میں اس وقت کبھی ایک قطار نمازیوں کی ہوتی اور کبھی دو ہوتی تھیں۔ مجھے یاد ہے جب اس حصہ مسجد سے نمازی بڑھے اور آخری یعنی تیسرے حصے میں نمازی کھڑے ہوئے تو ہماری حیرت کی کوئی حد نہ رہی تھی گویا جب پندرہواں یا سولہواں نمازی آیا تو ہم حیران ہو کر کہنے لگے کہ اب تو بہت لوگ نماز میں آتے ہیں تم نے غالباً غور کر کے وہ جگہ نہیں دیکھی ہوگی مگر وہ ابھی تک موجود ہے جاؤ اور دیکھو صحابہ کا طریق تھا کہ وہ پرانی باتوں کو کبھی کبھی

عملی رنگ میں قائم کر کے بھی دیکھا کرتے تھے اس لئے تم بھی جا کر دیکھو اس حصہ کو الگ کر دو جہاں امام کھڑا ہوتا تھا اور پھر وہاں فرضی دیواریں قائم کرو اور پھر جو باقی جگہ بچے اس میں جو سطریں ہوں گی ان کا تصور کرو اور اس میں تیسری سطر قائم ہونے پر ہمیں جو حیرت ہوئی کہ کتنی بڑی کامیابی ہے اس کا قیاس کرو اور پھر سوچو کہ خدا تعالیٰ کے فضل جب نازل ہوں۔ تو کیا سے کیا کر دیتے ہیں مجھے یاد ہے ہمارا ایک کچا کوٹھا ہوتا تھا اور بچپن میں کبھی کھیلنے کے لئے کبھی ہم اس پر چڑھ جایا کرتے تھے اس پر چڑھنے کے لئے جن سیڑھیوں پر ہمیں چڑھنا پڑتا تھا وہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے مکان کے پاس سے چڑھتی تھیں اس وقت ہماری تائی صاحبہ جو بعد میں آ کر احمدی بھی ہو گئیں مجھے دیکھ کر کہا کرتی تھیں جو جیا کاں او ہو جی کو کو میں بوجہ اس کے کہ میری والدہ ہندوستانی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ بچپن میں زیادہ علم نہیں ہوتا۔ اس پنجابی فقرہ کے معنی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے اپنی والدہ صاحبہ سے اس کے متعلق پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جیسا کوٹا ہوتا ہے ویسے ہی اس کے بچے ہوتے ہیں کوٹے سے مراد (نعوذ باللہ) تمہارے ابا ہیں اور کوکو سے مراد تم ہو مگر پھر میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا کہ وہی تائی صاحبہ اگر کبھی میں ان کے ہاں جاتا تو بہت عزت سے پیش آتیں میرے لئے گد بچھاتیں اور احترام سے بٹھاتیں اور ادب سے متوجہ ہوتیں اور اگر میں کہتا کہ آپ کمزور ہیں۔ ضعیف ہیں۔ ہلیں نہیں یا کوئی تکلف نہ کریں تو وہ کہتیں کہ آپ تو میرے پیر ہیں گویا وہ زمانہ بھی دیکھا جب میں کوکو تھا اور وہ بھی جب میں پیر بنا اور ان ساری چیزوں کو دیکھ کر تم سمجھ سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ جب دنیا کو بدلنا چاہتا ہے تو کس طرح بدل دیتا ہے پس ان انسانوں کو دیکھو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کرو کہ جو تمہیں خدا تعالیٰ کا محبوب بنا دے اور تم حزب اللہ میں داخل ہو جاؤ۔

(الفضل جلد 26 نمبر 85 مورخہ 13 اپریل 1938ء صفحہ 9)

## قادیان کی آبادی دریائے بیاس تک ہونے کی پیشگوئی

اس مسجد اقصیٰ کو دیکھو کہ اب یہ بھی تنگ ہو رہی ہے کس طرح ایک ایک قدم اٹھا کر ہم نے اس مسجد کو بڑھایا مگر حالت یہ ہے کہ اب پھر یہ مسجد خدا کے فضل سے تنگ ہو رہی ہے۔ اس مسجد کے ایک طرف پہلے عورتیں بیٹھا کرتی تھیں ان بیچاریوں نے اس جگہ کے لئے چندہ بھی دیا

تھا مگر ہم نے ان کو نکال دیا۔ اب مرد اس جگہ نماز پڑھتے ہیں اور عورتیں ہمارے گھر میں نماز پڑھتی ہیں تو باہر کی جماعتوں کو فکر نہیں کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے نیکی کے میدان میں آگے بڑھنے کے اور نئی سامان پیدا کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ روایہ میں دیکھا کہ قادیان کی آبادی بیاس تک پھیل گئی ہے۔ میں اس روایہ سے یہ سمجھا کرتا ہوں کہ قادیان کی آبادی دس بارہ لاکھ کی ضرور ہوگی اور اگر دس بارہ لاکھ کی آبادی ہو تو اس کے یہ معنی یہ ہیں کہ چار لاکھ لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے آیا کریں گے۔ پس میرے نزدیک یہ مسجد بہت بڑھے گی۔ بلکہ ہمیں اس قدر بڑھانی پڑے گی کہ چار لاکھ نمازی اس مسجد میں آسکیں۔ اس غرض کے لئے اسے چاروں طرف بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس وقت بھی جس جگہ کھڑے ہو کر میں یہ خطبہ پڑھ رہا ہوں۔ یہ اس حصہ سے باہر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھا وہ مسجد اس موجود مسجد کا غالباً دسواں حصہ ہوگی۔ تو دیکھو اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل ہے کہ لوگوں کی مسجدیں خالی پڑی رہتی ہیں اور ہم اپنی مساجد کو بڑھاتے ہیں تو وہ اور تنگ ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ نہیں ملتی۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں صرف ایک ہی فعل مجھ سے ایسا ہوا جس میں میں سخت ڈرا۔ اس میں میری ہی غلطی تھی اور میں فوری طور پر پکڑا گیا۔ لیکن میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری جلدی ہی بریت ہو گئی۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گردہ میں درد تھا اور آپ جمعہ پڑھنے کے لئے تشریف نہ لاسکے۔ میری اس وقت پندرہ سولہ سال کی عمر تھی۔ میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے گھر سے نکلا اور مسجد کو آنے لگا۔ جب میں موڑ تک پہنچا تو ایک احمدی دوست مجھے ملے جو واپس جا رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ واپس کیوں جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا مسجد میں بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ میری جو شامت آئی تو بغیر اس کے کہ میں آگے بڑھ کر تحقیق کر لیتا کہ آیا واقعہ میں مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے یا نہیں اور وہاں کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی جگہ ہے یا یہ شخص یونہی کہہ رہا ہے۔ وہاں سے واپس چلا گیا اور ظہر کی نماز گھر میں پڑھنی شروع کر دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں چھوٹی عمر سے ہی نمازوں کا پابند ہوں اور میں نے آج تک ایک نماز بھی کبھی ضائع نہیں کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے کبھی یہ دریافت نہیں فرمایا کرتے تھے کہ تم نے نماز پڑھی ہے یا نہیں پڑھی۔ مجھے یاد ہے جب میں گیارہویں سال میں تھا تو ایک دن میں نے سختی یا اشراق کے وقت وضو کر کے حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوٹ پہنا اور خدا تعالیٰ کے حضور میں خوب رویا اور میں نے عہد کیا کہ میں آئندہ نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس عہد اور اقرار کے بعد میں نے کبھی کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ لیکن پھر بھی چونکہ میں بچہ تھا اور بچپن میں کھیل کود کی وجہ سے بعض دفعہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی ہو جاتی ہے۔ اس لئے ایک دفعہ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس میری شکایت کی کہ آپ اسے سمجھائیں۔ یہ نماز باجماعت پوری پابندی سے ادا کیا کرے۔ میرا محمد اسحاق صاحبؒ مجھ سے دو سال چھوٹے ہیں اور بچپن میں چونکہ ہم اکٹھے کھیلا کرتے تھے اور ہمارے نانا جان میرا ناصر نواب صاحبؒ کی طبیعت بہت تیز تھی اس لئے وہ میرا محمد اسحاق صاحبؒ کو ناراض ہوا کرتے تھے اور سختی سے انہیں نماز پڑھنے کے لئے کہا کرتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کسی نے میرے متعلق یہ شکایت کی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک تو میرا صاحبؒ کی نماز پڑھتا ہے۔ اب میں نہیں چاہتا کہ دوسرا میری نماز پڑھے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ خدا کی نماز پڑھا کرے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے نماز پڑھنے کے متعلق کبھی نہیں کہا تھا میں خود ہی تمام نمازیں پڑھ لیا کرتا تھا۔ لیکن اس دن شائد میری غفلت کو اللہ تعالیٰ دور کرنا چاہتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے دیکھ کر کہا کہ محمود ادھر آؤ! میں گیا تو آپ نے فرمایا۔ تم جمعہ پڑھنے نہیں گئے؟ میں نے کہا میں گیا تو تھا مگر معلوم ہوا کہ مسجد بھری ہوئی ہے وہاں نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ میں نے کہنے کو تو یہ کہہ دیا مگر اپنے دل میں سخت ڈرا کہ میں نے دوسرے کی بات پر کیوں اعتبار کر لیا۔ معلوم نہیں اس نے جھوٹ کہا ہے یا سچ کہا ہے اگر اس نے سچ بولا ہے تب تو خیر لیکن اگر اس نے جھوٹ بولا ہے تو چونکہ اسی کی بات میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیان کر دی ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے ناراض ہوں گے کہ تم نے جھوٹ کیوں بولا۔ غرض میں اپنے دل میں سخت خائف ہوا کہ آج نا معلوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرماتے ہیں۔ اتنے میں نماز پڑھ کر مولوی عبدالکریم صاحبؒ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عیادت کے لئے آئے میں قریب ہی ادھر ادھر منڈلا رہا تھا کہ دیکھو آج کیا بنتا ہے۔ ان کے آتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے سوال کیا کہ آج جمعہ میں لوگ زیادہ آئے تھے اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گنجائش نہیں رہی تھی۔ میرا دل تو یہ سنتے ہی بیٹھ گیا کہ خبر نہیں اس شخص نے مجھ

سے سچ کہا تھا یا جھوٹ کہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے میری عزت رکھ لی۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم میں خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر ادا کرنے کا مادہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ انہوں نے یہ سنا تو کہا کہ حضور اللہ کا بڑا احسان تھا۔ مسجد خوب لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس میں بیٹھنے کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں رہی تھی۔ تب میں نے سمجھا کہ اس احمدی نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہماری ترقی کا یہی ذریعہ رکھا ہے۔ کہ ہماری مسجدیں بڑھتی جائیں اور لوگوں سے ہر وقت آباد رہیں۔ جب تک تم مسجدوں کو آباد رکھو گے۔ اس وقت تک تم بھی آباد رہو گے اور جب تم مسجدوں کو چھوڑ دو گے اس وقت اللہ تعالیٰ تم کو بھی چھوڑ دے گا۔

(الفضل جلد 33 نمبر 61 مورنہ 14 مارچ 1944ء صفحہ 10)

### بزرگ کی قبر پر دعا کے لئے تشریف لے جانا

مجھے بتایا گیا ہے کہ بعض لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار سے تبرک کے طور پر مٹی لے جاتے ہیں۔ بعض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر پھول چڑھا جاتے ہیں۔ یہ سب لغو باتیں ہیں ان سے فائدہ کچھ نہیں ہوتا اور ایمان ضائع چلا جاتا ہے۔ بھلا قبر پر پھول چڑھانے سے مردے کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ ان کی روحوں تو اس قبر میں نہیں ہوتیں وہ تو اور مقام پر ہوتی ہیں۔ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ روح کو اس ظاہری قبر کے ساتھ ایک لگاؤ اور تعلق ضرور ہوتا ہے اور گومرنے والوں کی روحوں میں کسی جہان میں ہوں اللہ تعالیٰ ان ظاہری قبروں سے بھی ان کی ایک رنگ میں وابستگی پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ ایک بزرگ کی قبر پر دعا کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا جب میں دعا کر رہا تھا تو صاحب قبر اپنی قبر سے نکل کر میرے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ مگر اس سے مراد بھی یہ نہیں کہ ان کی روح اس مٹی کی قبر سے باہر نکلی بلکہ ظاہری تعلق کی وجہ سے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مٹی کی قبر پر کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُس بزرگ کو اپنی اصلی قبر سے آپ تک آنے کی اجازت دے دی۔ وہی قبر جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **ثُمَّ آهَاتُهُ فَأَقْبَرَهُ** (عیس: 22) اسی قبر میں مرنے کے بعد انسان کی روح رکھی جاتی ہے۔ ورنہ یہ قبریں دنیا میں ہمیشہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد کھودی جاتی ہیں اور ان کے اندر سے کچھ بھی نہیں نکلتا۔ بلکہ ایک قبر کا اوپر کا نشان جب مٹ جاتا ہے تو اسی جگہ دوسرا شخص دفن کر دیا جاتا ہے۔ پھر کچھ

عرصہ گزرنے کے بعد اسی جگہ تیسرا شخص دفن کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک ایک قبر میں بعض دفعہ یکے بعد دیگرے سو سو آدمی دفن ہو جاتے ہیں۔

(مزار حضرت مسیح موعودؑ پر دعا اور اس کی حکمت، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 189، 188)

## قادیان کی ترقی عظیم الشان نشان

ایسے نشان ہزاروں ہیں اور ایسی شہادتیں بے اندازہ کہ جن سے یہ قسم ایمان کی پیدا ہوتی ہے۔ ان میں سے اس وقت میں ایک کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور وہ یَا تُبٰیكُ مِنْ کُلِّ فَجِّ عَمِیقٍ اور یَا تُؤنَّوْنَ مِنْ کُلِّ فَجِّ عَمِیقٍ۔ یعنی دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور دور دور سے تیرے پاس تحائف لائے جائیں گے اور ایسے ایسے سامان کئے جائیں گے جن سے مہمان نوازی کی جائے اور اس کثرت سے لوگ آئیں گے کہ وہ راستے گھس جائیں گے جن راستوں سے وہ آئیں گے۔

یہ نشان ایک عظیم الشان نشان ہے اس عظیم الشان نشان کی کس وقت خدا تعالیٰ نے خبر دی اس حالت کے دیکھنے والے اب بھی زندہ موجود ہیں۔ میری عمر تو چھوٹی تھی لیکن وہ نظارہ اب بھی یاد ہے جہاں اب مدرسہ ہے وہاں ڈھاب ہوتی تھی اور میلے کے ڈھیر لگے ہوتے تھے اور مدرسہ کی جگہ لوگ دن کو نہیں جایا کرتے تھے کہ یہ آسب زدہ جگہ ہے۔ اول تو کوئی وہاں جاتا نہیں تھا اور جو جاتا بھی تو اکیلا کوئی نہ جاتا بلکہ دو تین مل کر جاتے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہاں جانے سے جن چڑھ جاتا ہے۔ جن چڑھتا تھا یا نہیں۔ بہر حال یہ ویران جگہ تھی اور یہ ظاہر ہے کہ ویران جگہوں کے متعلق ہی لوگوں کا خیال ایسا ہوتا ہے کہ وہاں جانے سے جن چڑھ جاتا ہے۔ پھر یہ میرے تجربے سے تو باہر تھا لیکن بہت سے آدمی بیان کرتے ہیں کہ قادیان کی یہ حالت تھی کہ دو تین روپے کا آٹا بھی یہاں سے نہیں ملتا تھا۔ آخر یہ گاؤں تھا زمیندارہ طرز کی یہاں رہائش تھی اپنی اپنی ضرورت کے لئے لوگ خود ہی پیس لیا کرتے تھے۔ یہ تو ہمیں بھی یاد ہے کہ ہمیں جب کبھی کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی آدمی کو لاہور یا امرتسر بھیجا کرتے تھے۔ پھر آدمیوں کا یہ حال تھا کہ کوئی ادھر آتا نہ تھا۔ برات وغیرہ پر کوئی مہمان اس گاؤں میں آجائے تو آجائے لیکن عام طور پر کوئی آتا جاتا نہ تھا۔

مجھے وہ دن بھی یاد ہیں کہ میں چھوٹا تھا حضرت صاحب مجھے بھی ساتھ لے جاتے مجھے

یاد ہے برسات کا موسم تھا ایک چھوٹے سے گڑھے میں پانی کھڑا تھا میں پھلانگ نہ سکا تو مجھے خود اٹھا کے آگے کیا گیا۔ پھر کبھی شیخ حامد علی صاحبؓ اور کبھی حضرت صاحب خود مجھے اٹھا لیتے۔ اس وقت نہ تو مہمان تھا اور نہ یہ مکان تھے کوئی ترقی نہ تھی مگر ایک رنگ میں یہ بھی ترقی کا زمانہ تھا کیونکہ اس وقت حافظ حامد علی صاحبؓ آچکے تھے۔ اس سے بھی پہلے جبکہ قادیان میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوئی شخص نہ جانتا تھا خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا کہ تیرے پاس دور دور سے لوگ آئیں گے اور دور دور سے تحائف لائے جائیں گے۔ اس وقت کی حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے خدا تعالیٰ کے اس وعدہ کو ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ اے وہ شخص جس کو کہ اس کے محلے کے لوگ بھی نہیں جانتے، جس کو اس کے شہر سے باہر دوسرے شہروں کے انسان نہیں جانتے، جس کی گمنامی کی حالت سے لوگوں کو یہی خیال تھا کہ مرزا غلام قادر صاحب ہی اپنے باپ کے بیٹے ہیں میں تجھ جیسے شخص کو عزت دوں گا، دنیا میں مشہور کروں گا، عزت چل کر پاس آئے گی..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو عزت ملی وہ اسی قسم کی ہے لوگ چل کر آئے اور عزت دی اور یہ سب باتیں اس نشان کے ماتحت ہوئیں اور ہو رہی ہیں جو خدا تعالیٰ نے حضرت صاحب کو اس وقت دیا جبکہ آپ کو قادیان میں بھی کوئی نہ جانتا تھا۔

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 246-247)

### ابو جہل نہ ہوتا تو اتنا قرآن کہاں ہوتا

میں نے حضرت مسیح موعودؓ سے خود سنا آپ فرماتے تھے کہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو کافر بھی رحمت ہوتے ہیں۔ اگر ابو جہل نہ ہوتا تو اتنا قرآن کہاں اترتا۔ اگر سارے حضرت ابوبکرؓ ہی ہوتے تو صرف لا اِلهَ اِلَّا اللهُ ہی نازل ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں ان کو ہر چیز میں بھلائی نظر آتی ہے۔ ایک دفعہ لاہور میں ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو زور سے دھکا دیکر گرا دیا دوسرے دوست ناراض ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھے جھوٹا سمجھ کر دھکا دیا ہے۔ اگر وہ سچا سمجھتا تو کیوں ایسا کرتا۔ اس نے تو اپنے خیال میں نیک کام کیا اور حق کی حمایت کی ہے۔

(خطبات محمود جلد نمبر 10 صفحہ 299)



## قادیان کا مستقبل

سب سے پہلے میں اس پیشگوئی کا ذکر کرتا ہوں جو قادیان کی ترقی کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس کو بتایا گیا کہ قادیان کا گاؤں ترقی کرتے کرتے ایک بہت بڑا شہر ہو جائے گا جیسے کہ بمبئی اور کلکتہ کے شہر ہیں۔ گویا نو دس لاکھ کی آبادی تک پہنچ جائے گا اور اس کی آبادی شمالاً اور شرقاً پھیلتے ہوئے بیاس تک پہنچ جائے گی جو قادیان سے نومیل کے فاصلے پر بہنے والے ایک دریا کا نام ہے۔ یہ پیشگوئی جب شائع ہوئی ہے اس وقت قادیان کی حالت یہ تھی کہ اس کی آبادی دو ہزار کے قریب تھی، سوائے چند ایک پختہ مکانات کے باقی سب مکانات کچے تھے، مکانوں کا کرایہ اتنا گرا ہوا تھا کہ چار پانچ آنے ماہوار پر مکان کرایہ پر مل جاتا تھا، مکانوں کی زمین اس قدر ارزاں تھی کہ دس بارہ روپے کو قابل سکونت مکان بنانے کے لئے زمین مل جاتی تھی، بازار کا یہ حال تھا کہ دو تین روپے کا آٹا ایک وقت میں نہیں مل سکتا تھا کیونکہ لوگ زمیندار طبقہ کے تھے اور خود دانے پیس کر روٹی پکاتے تھے، تعلیم کے لئے ایک مدرسہ سرکاری تھا جو پرائمری تک تھا اور اسی کا مدرس کچھ الاؤنس لے کر ڈاک خانے کا کام بھی کر دیا کرتا تھا، ڈاک ہفتے میں دو دفعہ آتی تھی، تمام عمارتیں فصیل قصبہ کے اندر تھیں اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے ظاہری کوئی سامان نہ تھے کیونکہ قادیان ریل سے گیارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اس کی سڑک بالکل کچی ہے اور جن ملکوں میں ریل ہوان میں اس کے کناروں پر جو شہر واقع ہوں انہیں کی آبادی بڑھتی ہے۔ کوئی کارخانہ قادیان میں نہ تھا کہ اس کی وجہ سے مزدوروں کی آبادی کے ساتھ شہر کی ترقی ہو جائے، کوئی سرکاری محکمہ قادیان میں نہ تھا کہ اس کی وجہ سے قادیان کی ترقی ہو، نہ ضلع کا مقام تھا نہ تحصیل کا حتیٰ کہ پولیس کی چوکی بھی نہ تھی، قادیان میں کوئی منڈی بھی نہ تھی جس کی وجہ سے یہاں کی آبادی ترقی کرنی۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اس وقت حضرت اقدس علیہ السلام کے مرید بھی چند سو سے زیادہ نہ تھے کہ ان کو حکماً لا کر یہاں بسا دیا جاتا تو شہر بڑھ جاتا۔

(دعوت الامیر۔ انوار العلوم جلد 7 صفحہ 561-560)

## مرکز میں بار بار آنے کی ضرورت آج بھی قائم ہے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابھی قریب میں ہی جلسہ سالانہ گزرا ہے لیکن نوجوانوں کی ہمت اور ان کا ولولہ اور جوش ان باتوں کو نہیں دیکھا کرتا۔ یہ جلسہ تو ایک مہینہ کے بعد ہوا ہے۔

میں جانتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کئی نوجوان ایسے تھے جو لاہور سے ہراتوار کو باقاعدہ قادیان پہنچ جایا کرتے تھے۔ مثلاً چوہدری فتح محمد صاحبؒ ان دنوں کالج میں پڑھتے تھے مگر ان کا آنا جانا اتنا باقاعدہ تھا کہ ایک اتوار کو وہ کسی وجہ سے نہ آسکے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے پوچھا۔ محمود! فتح محمدؒ اس دفعہ نہیں آیا؟ گویا ان کا آنا جانا اتنا باقاعدہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ایک اتوار کے دن نہ آنے پر تعجب ہوا اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ وہ کیوں نہیں آئے؟ وہ بھی کالج کے طالب علم تھے، کالج میں پڑھتے تھے اور ان کے لئے بھی کئی قسم کے کام تھے پھر وہ فیل بھی نہیں ہوتے تھے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ وہ پڑھتے نہیں ہوں گے۔ پھر وہ کوئی ایسے مالدار بھی نہیں تھے کہ ان کے متعلق یہ خیال کیا جاسکے کہ انہیں اڑانے کے لئے کافی روپیہ ملتا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں لاہور کے کالجوں کے جو سٹوڈنٹس یہاں آئے ہوئے ہیں یا نہیں آئے ان میں سے نوے فیصدی وہ ہوتے ہیں جن کو اس سے زیادہ گزارہ ملتا ہے جتنا چوہدری فتح محمد صاحبؒ کو ملا کرتا تھا مگر وہ باقاعدہ ہراتوار کو قادیان آیا کرتے تھے۔ اسی طرح اور بھی کئی طالب علم تھے جو قادیان آیا کرتے تھے گو اتنی باقاعدگی سے نہیں آتے تھے مگر بہر حال کثرت سے آتے تھے۔ اُس وقت لاہور میں احمدی طالب علم دس بارہ تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک دو کو مستثنیٰ کرتے ہوئے باقی دس میں سے دو تین تو ایسے تھے کہ وہ ہفتہ وار یا قریباً ہفتہ وار قادیان آیا کرتے تھے اور نصف تعداد ایسے طالب علموں کی تھی جو مہینے میں ایک دفعہ یا دو دفعہ قادیان آتے تھے اور باقی سال میں چار پانچ دفعہ قادیان آجاتے تھے اور بعض دفعہ کوئی ایسا بھی نکل آتا جو صرف جلسہ سالانہ پر آجاتا تھا۔ مگر اب صرف بیس پچیس فیصدی طالب علم ایسے ہوتے ہیں جو قادیان میں سال بھر میں ایک دفعہ آتے ہیں یا ایک دفعہ بھی نہیں آتے۔ آخر یہ فرق اور امتیاز کیوں ہے؟ میں نے کہا ہے اگر ہماری مالی حالت ان لڑکوں سے کمزور ہوتی جو اُس وقت کالج میں پڑھتے تھے تو میں سمجھتا کہ یہ مالی حالت کا نتیجہ ہے اور اگر یہ بات ہوتی کہ اب تمہیں دین کے سیکھنے کی ضرورت نہیں رہی تمہارے لئے اس قدر اعلیٰ درجہ کے روحانی سامان لاہور اور امرتسر اور دوسرے شہروں میں موجود ہیں کہ تمہیں قادیان آنے کی ضرورت نہیں تو پھر بھی میں سمجھتا کہ یہ بات کسی حد تک معقول ہے لیکن اگر نہ تو یہ بات ہے کہ تمہاری مالی حالت ان سے خراب ہے اور نہ یہ بات درست ہے کہ باہر ایسے سامان موجود ہیں جن کی موجودگی میں تمہیں قادیان آنے کی ضرورت نہیں اور پھر اس بات

کو دیکھتے ہوئے کہ اب قادیان کا سفر بالکل آسان ہے یہ بات میری سمجھ سے بالکل بالا ہے کہ کیوں ہماری جماعت کے نوجوانوں میں اس قسم کی غفلت پائی جاتی ہے۔ پہلے شام کی گاڑی سے ہمارے طالب علم بٹالہ میں اترتے اور گاڑی سے اتر کر راتوں رات پیدل چل کر قادیان پہنچ جاتے یا آٹھ نو بجے صبح اترتے تو بارہ ایک بجے دوپہر کو قادیان پہنچ جاتے تھے۔ طالب علم ہونے کی وجہ سے بالعموم ان کے پاس اتنے کرائے نہیں ہوتے تھے کہ یکہ یا تا نگہ لے سکیں۔ ایسے بھی ہوتے تھے جو یکوں میں آ جا یا کرتے تھے۔ مگر ایسے طالب علم بھی تھے جو پیدل آتے اور پیدل جاتے تھے مگر اب ریل کی وجہ سے بہت کچھ سہولت ہو گئی ہے۔ ریل وقت بچا لیتی ہے، ریل کوفت سے بچا لیتی ہے، اور ریل کا جو کرایہ آجکل بٹالہ سے قادیان کا ہے وہ اس کے کرایہ کے نصف کے قریب ہے جو ان دنوں یکہ والے وصول کیا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں ڈیڑھ دو روپیہ میں یکہ آیا کرتا تھا اور ایک یکہ میں تین سواریاں ہو کر تھی گویا کم سے کم آٹھ آنے ایک آدمی کا صرف ایک طرف کا کرایہ ہوتا تھا مگر آجکل چھ سات آنے میں بٹالہ کا آنا جانا ہو جاتا ہے تو جو دقتیں مالی لحاظ سے پیش آ سکتی تھیں یا وقت کے لحاظ سے پیش آ سکتی تھیں وہ کم ہو گئی ہیں اور جو ضرورتیں قادیان آنے کے متعلق تھیں وہ ویسی ہی قائم ہیں۔ (انوار العلوم جلد 16 صفحہ 112، 113)

### قادیان کے بازار

جماعت کو خدا تعالیٰ دنیوی ترقیات بھی دے گا۔ قادیان بہت پھیلے گی اور ترقی کرے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا ہے کہ قادیان کے بازاروں میں بڑی بڑی توندوں والے جوہری بیٹھے ہیں۔ ایسا وقت بھی آئے گا مگر کسی احمدی سے جو اس وقت قادیان میں چپڑاسی کا ہی کام کرتا ہو اُسے کوئی پوچھے کہ تمہیں آنے والی حالت پسند ہے یا موجودہ؟ تو وہ یہی کہے گا کہ اس وقت میرا چپڑاسی ہونا اُس زمانہ کے امیر و کبیر ہونے سے اچھا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی جماعتوں میں اس قسم کی چیزیں بھی آتی ہیں اور جماعت احمدیہ میں بھی آ جائیں گی مگر جو مزا آج گالیاں کھانے اور ماریں سہنے میں ہے وہ اُس وقت نہیں آئے گا۔ کس قدر ہمیں اس وقت حسرت ہوتی ہے جب ہم حدیثیں پڑھتے ہیں کہ کاش! ہم بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوتے اور آپ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے خواہ کتنی دور سے زیارت نصیب ہوتی۔ (بعض اہم اور ضروری امور۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 50-51)

## مرکز میں کثرت سے آنا چاہئے

پھر ہمیں یہ خبریں نہیں آئیں گی کہ آج دس آدمیوں نے بیعت کی ہے، آج بیس نے بیعت کی ہے، آج تیس اور چالیس نے بیعت کی ہے بلکہ ہمارے مبلغ دنیا کے مختلف اطراف سے ہمیں تاروں پر تاریں بھجوائیں گے کہ آج دس ہزار نے بیعت کی ہے، آج پچاس ہزار نے بیعت کی ہے، آج ایک لاکھ نے بیعت کی ہے صرف اپنے ایثار اور قربانی کے معیار کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ جب ہم اپنے معیار کو اونچا کر لیں گے تو ہماری ترقی ایک یقینی چیز ہے جس میں کسی قسم کی روک پیدا نہیں ہو سکتی۔ میں آخر میں آپ لوگوں کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو قادیان میں بار بار آنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ قادیان میں ہماری جماعت کے افراد کو کثرت کے ساتھ آنا چاہئے یہاں تک کہ آپ یہ بھی فرماتے کہ جو شخص قادیان میں بار بار نہیں آتا مجھے اُس کے ایمان کے متعلق ہمیشہ شبہ رہتا ہے۔ یہ آپ لوگوں کا ہی قصور ہے کہ صرف جلسہ پر آتے ہیں دوسرے اوقات میں آنے کی بہت کم کوشش کرتے ہیں۔ اب تو میں سوائے بیماری یا سفر کے ہمیشہ مجلس میں بیٹھتا ہوں اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ دین کی باتیں دوستوں کو سکھاتا رہتا ہوں یہ بھی ایک نیا موقع ہے جس سے ہماری جماعت کے افراد کو فائدہ اٹھانا چاہئے تاکہ آہستہ آہستہ وہ لوگ تیار ہو جائیں جو دین کی اشاعت کا کام پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنے کے اہل ہوں اور ان کے متعلق یہ امید کی جاسکتی ہو کہ وہ ہر قسم کی قربانی پیش کر کے دین کا جھنڈا ہمیشہ بلند رکھنے کی کوشش کریں گے۔

(تحریک جدید کی اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 296)

## ہر نسل کو پہلی نسل سے بڑھ کر اخلاص دکھانا چاہئے

اگر ہم نے دنیا میں کوئی نیک تبدیلی پیدا کرنی ہے تو یقیناً ہمارا فرض ہے کہ ہم اس امر کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں کہ وہ چیز جو ہمارے بڑوں کے لئے سُستی کا موجب ہوئی تھی وہ آئندہ نئی نسل میں پیدا نہ ہو۔ اگر نئی نسل میں پہلوں سے زیادہ سُستی پیدا ہوتی ہے تو یقیناً یہ چیز ہمارے لئے فخر کا موجب نہیں ہو سکتی نہ اس سُستی کے نتیجے میں ہمارا کام صحیح طور پر ہو سکتا ہے اور نہ ہم اپنی

تنظیم کے اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں کیونکہ تنظیم وہی کامیاب ہوتی ہے جس کی اگلی کڑی پہلی کڑی سے زیادہ مضبوط ہو اور جس کے نتیجے میں آئندہ نسل پہلوں سے زیادہ فرض شناس اور کام کرنے والی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ملیں یا زدہ ہندوستان کے اندر فاقہ میں اپنے اوقات بسر کرنے والے اور بہت کم خوراک استعمال کرنے والے لوگ ہماری جماعت میں پائے جاتے تھے مگر ان کے اخلاص اور ان کی قربانی اور ان کی مستعدی اور ان کی جانفشانی کی یہ حالت تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے کوئی حکم سنتے تو وہ راتوں رات بٹالہ یا گورداسپور یا امرتسر پہنچ جاتے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل کر کے واپس آتے۔ اب بجائے اس کے کہ ہمیں ترقی حاصل ہوتی ہمیں اس میں تنزل کے آثار نظر آرہے ہیں حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ پہلے اگر سلسلہ کا کام پیش آنے پر ہماری جماعت کے لوگ پیدل بٹالہ، امرتسر اور گورداسپور پہنچ جاتے تھے آج کل کے خدام لاہور، گجرات اور پشاور جانے کے لئے تیار ہو جاتے تب ہم سمجھتے کہ یہ چیز ہمارے لئے خوشی کا موجب ہے اور ہماری بیماری کو آئندہ نسل نے اپنے جسم میں سے دور کر دیا ہے۔ آئندہ نسل پہلے سے بہتر پیدا ہو رہی ہے اگلی اس سے بہتر پیدا ہوگی اور پھر اگلی اس سے بہتر پیدا ہوگی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ہمارے اندر اتنی طاقت پیدا ہو جائے گی کہ ہم کام کی صلاحیت کے لحاظ سے یورپین اقوام کا مقابلہ کر سکیں گے۔ لیکن اگر یہ بات ہمیں نصیب نہیں اور اگر ہم کم سے کم کام کر سکتے ہیں تو یہ ہمارے لئے موت کی علامت ہے، ہمارے لئے رونے کا مقام ہے خوشی اور مسرت کا نہیں۔ یہ چیز ہے جو خدام الاحمدیہ سے تعلق رکھتی ہے اور یہ چیز ہے جو خدام الاحمدیہ کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے باقی جلسے کرنا تقریریں کر دینا اور شعر وغیرہ پڑھ دینا کوئی چیز نہیں۔ (انوار العلوم جلد 18 صفحہ 474)

انسان اپنے اخلاص سے ہر کام کو نیکی بنا سکتا ہے

نیکی صرف نماز روزہ حج اور زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ خود اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی فکر کرنی یہ بھی ثواب ہے۔ اگر ثواب اور تعمیل ارشاد کے لئے اپنی بیوی کے منہ میں بھی لقمہ ڈالتا ہے یا اپنے بچہ کو اس طرح کھانا کھلاتا ہے یا نوکروں غلاموں سے نیک سلوک کرتا ہے تو وہ بھی نیکی کرتا ہے۔ حالانکہ یہ کام کافر بھی کرتے ہیں مگر یہ اپنی نیت اور اخلاص کی وجہ سے ان پر اجر پاتا ہے کیونکہ

اسلام نے تمام بنی نوع انسان اور دنیا کی تمام مخلوقات سے بلکہ حیوانوں تک سے نیک سلوک کرنا نیکی قرار دیا ہے۔ اس لئے اگر وہ احتساباً اعمال بجالاتا ہے تو اس کا ہر فعل دنیا کا بھی نیکی میں شمار ہوتا ہے۔ اگر تاجر ہے تو اس کے تجارتی کاروبار نیکی ہیں۔ اگر مزدور ہے تو اس کا ٹوکری ڈھونا اگر ملازم ہے تو اس کا اپنی ملازمت پر جانا اور وہاں کام کرنا۔ ہر حرفہ والا جو کوئی حرفہ کرتا ہے ایک دوکاندار جو دکان کرتا ہے اس کا ہر سودا جو وہ دیتا ہے۔ ایک راج جو راجگیری کرتا ہے بلکہ ایک ایک اینٹ جو وہ لگاتا ہے۔ ایک لکڑہارا جو کلہاڑا مارتا ہے وہ سب نیکی ہے جس کا اجر اس کو ملے گا۔ بشرطیکہ وہ اپنے دنیاوی کام میں بھی خدا تعالیٰ کی رضا کو مد نظر رکھے۔ اس طرح انسان اپنے اخلاص سے اپنے ہر ایک فعل کو نیکی بنا لیتا ہے بلکہ جو کام کہ دوسروں کے لئے عیاشی سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اس کے لئے نیکی ہو جاتے ہیں۔

صوفیاء نے ایک واقعہ لکھا ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بیان فرمایا کرتے تھے اور میں نے پہلے حضرت صاحب ہی سے سنا ہے کہ ایک بزرگ روزانہ ایک تھال کھانے کا تیار کر کر کہیں لے جایا کرتے تھے اپنی بیوی کو انہوں نے کچھ نہیں بتایا تھا کہ وہ کس کے لئے لے جاتے ہیں جس سے ان کی بیوی کو شبہ ہوا کہ شاید ان کا کسی سے ناجائز تعلق ہے۔ اتفاق سے وہ بزرگ ایک دن بیمار ہو گئے انہوں نے بیوی سے کہا کہ چاول پکا کر فلاں جگہ دریا کے پار ایک بزرگ رہتے ہیں اس کے پاس لے جاؤ بیوی نے کہا کہ راستہ میں دریا ہے میں کیسے پار اتروں گی۔ انہوں نے کہا کہ میرا نام لے کر دعا کرنا کہ الہی اس شخص کا تجھے واسطہ دیتی ہوں جو کبھی عورت کے پاس نہیں گیا چنانچہ وہ کھانا لے کر گئی اور دریا کے کنارے کھڑے ہو کر اسی طرح دعا کی جس کے بعد ایک کشتی آ گئی وہ سوار ہو کر پار اس بزرگ کے پاس چلی گئی جب وہ چاولوں کا طباق کھا چکے تو اس بزرگ سے اس نے کہا کہ اب میں واپس کیسے جاؤں اس بزرگ نے کہا کہ تم میرا نام لے کر خدا سے دعا کرنا کہ الہی اس شخص کا میں تجھے واسطہ دیتی ہوں جس نے کبھی ایک دانہ بھی چاول کا نہیں کھایا۔ چنانچہ اس نے اسی طرح دعا کی جھٹ کشتی آ گئی اور سوار ہو کر گھر آ گئی اور اپنے میاں سے کہنے لگی کہ میں تو سمجھتی تھی کہ خدا سچائی سے دعائیں قبول کرتا ہے مگر آج معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ سے زیادہ قبول کرتا ہے کیونکہ میں تمہاری بیوی ہوں اور یہ تمہارے بچے ہیں اگر عورت کے پاس تم نہیں گئے تو یہ بچے کس کے ہیں اور اس بزرگ نے بھی میرے سامنے

چاولوں کا بھرا ہوا طبق کھایا ہے تو یہ درست کیسے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کبھی ایک دانہ بھی چاولوں کا نہیں کھایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ جھوٹ نہیں سچ ہے کیونکہ نہ میں کبھی اپنے نفس کی خواہش سے عورت کے پاس گیا اور نہ کبھی اس بزرگ نے اپنے نفس کی خواہش سے کھانا کھایا ہمارے تعلقات اور کھانا پینا اسی کے حکم کے ماتحت اور احتساباً ہی ہیں۔

(خطبات محمود جلد 9 صفحہ 24 تا 25)

## قادیان کی ترقی کی پیشگوئی

میں نے متواتر جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قادیان میں رہائش کی دقتیں لوگوں کے لئے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ قادیان کی ترقی ہوگی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوئی ہے کہ قادیان بڑھتے بڑھتے دریائے بیاس تک پہنچ جائے گا یہ نظارہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کی ترقی کے متعلق دیکھا۔ اس کے متعلق یہ ضروری نہیں کہ قادیان کی ترقی کا سارا نظارہ آپ کو دکھا دیا گیا ہو۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اس سے کم قادیان کی ترقی نہ ہو۔ اگر زیادہ ہو جائے۔ تو وہ اس پیشگوئی میں کوئی حارج نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کی شان اور عظمت کو بڑھانے والی ہوگی۔ پس یہ خواب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اس سے آگے قادیان نہیں بڑھے گا ممکن ہے کسی وقت قادیان اتنا ترقی کر جائے کہ دریائے بیاس قادیان کے اندر بہنے والا ایک نالا بن جائے اور قادیان کی آبادی دریائے بیاس سے آگے ہوشیار پور کے ضلع کی طرف نکل جائے۔ بہر حال اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے جماعت کے مخلصین اپنے وطنوں کو خیر آباد کہہ کر اور اپنی جائیدادوں کو ترک کر کے قادیان میں بس رہے ہیں اور بسنا چاہتے ہیں دنیا میں امیر بھی ہوتے ہیں اور غریب بھی ہوتے ہیں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جو ہزاروں ہزار روپیہ خرچ کر کے زمینیں خرید سکتے اور اپنی رہائش کے لئے مکانات بنا سکتے ہیں اور وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، وہ چاہتے ہیں کہ سینکڑوں میں ہی وہ زمین بھی خرید لیں اور مکان بھی بنا سکیں۔

(خطبات محمود جلد 28 صفحہ 35-36)

## خدا تعالیٰ کی نصرت اچانک آتی ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ پہنچے۔ مکہ والے یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ اُن پر حملہ آور ہوں گے۔ ابوسفیان ابھی خود آپ سے مدینہ میں مل کر آ رہا تھا۔ جب لوگوں نے آپ کا لشکر دیکھا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ لشکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔ ابوسفیان نے کہا تم پاگل تو نہیں ہو گئے؟ میں ابھی خود دیکھ کر آیا ہوں وہاں کوئی لشکر تیار نہیں ہوا تھا۔ اگلے ہی چار پانچ منٹ میں مسلمان اُس کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے ابوسفیان کو گرفتار کر لیا اور دوسرے دن مکہ فتح ہو گیا۔

غرض خدا تعالیٰ کی نصرت اچانک آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق تو خدا تعالیٰ بار بار فرماتا ہے۔ انی مع الافواج ایتیک بعتۃ خدا تعالیٰ کی مدد اچانک آئے گی۔ تم آج قیاس نہیں کر سکتے کہ وہ مدد کب آئے گی۔ تم کل قیاس نہیں کر سکتے کہ وہ مدد کب آئے گی۔ تم شام کو بھی خیال نہیں کر سکتے کہ وہ مدد کب آئے گی۔ تم تہجد کے لئے اٹھو گے تو تم خیال کر رہے ہو گے کہ ابھی منزل باقی ہے۔ صبح کی نماز پڑھ رہے ہو گے تو مصائب پر مصائب تمہیں نظر آ رہے ہوں گے۔ مگر جو نبی سورج نظر آیا خدا تعالیٰ کی نصرت تمہارے پاس پہنچ جائے گی اور تمہارے دشمن کے لئے ہر طرف مصائب ہی مصائب ہوں گے۔ ایک ربوہ کیا ایک قادیان کیا۔ قادیان کا ہمیں بے شک احترام ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کی خاطر ہمیں دس ہزار قادیان بھی قربان کرنا پڑیں تو ہم کر دیں گے اس کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں..... پس قادیان ہمیں پیارا ہے۔ حقیقت میں ہماری محبتیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عزت اس سے بہت زیادہ قیمتی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم جمع ہو کر اپنا کام کرنا شروع کر دیں اور اگر سو دفعہ بھی ہمیں مرکز چھوڑنا پڑے تو کوئی پروا نہ کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے لامرکزیت کے توڑنے کے لئے بھیجا ہے۔ آپ کا کام مرکز کو قائم کرنا ہے۔ اس لئے یہ ایک اہم چیز ہے۔ ہمارا دائمی مرکز اگرچہ قادیان ہے۔ مگر جب وہ فتح ہوگا۔ تو کون ہوگا جو ہمیں وہاں جانے سے روک سکے اور ہم نہ جاسکیں۔ پھر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اس شہر کا کیا بنے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہمیں خود مختلف مراکز کی ضرورت ہے۔ ہمیں ہر علاقہ میں مرکز کی ضرورت ہے اور پھر دوسرے لوگ دو گنی



تنگی قیمت دے کر بھی یہ جگہ لینے کو تیار ہو جائیں گے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ قیمتیں نہ بھی دے۔ تو کیا ہم خدا تعالیٰ کی خاطر اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ اپنے مکان بھی اس کی خاطر پیش کر دیں۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں جب میں قادیان سے باہر جاتا تھا۔ اس وقت ریل وغیرہ نہیں ہوتی تھی۔ میرے ساتھ کئی دفعہ ایسا واقعہ ہوا بچپن کی وجہ سے میں پہلا واقعہ بھول جاتا تھا۔ اس وقت بٹالہ، قادیان میں آگے چلتے تھے۔ جب بھی کبھی میں بٹالہ سے قادیان جاتا اور قادیان قریب آ جاتا تھا تو مجھے محبت کی وجہ سے جوش آ جاتا تھا۔ میں خیال کرتا تھا کہ آگے والا گھوڑے کو تیز نہیں چلاتا۔ یہ شرارت کرتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں آگے چھوڑ کر پیدل دوڑ پڑا۔ مگر جب گھوڑا آگے بڑھا تو میں پھرا کہ پر بیٹھ گیا اور اپنی غلطی محسوس کی اور ایسا متواتر ہوا۔ ایسا ہی اور دوسرے دوست محبت میں کرتے تھے۔ جب قادیان ملے گا تو ہم مکانوں کی پرواہ نہیں کریں گے اور مکانوں کو خدا پر چھوڑ دیں گے اور وہاں دوڑ کر پہنچیں گے جو شخص اپنی چیز کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیتا ہے۔ وہ کبھی گھانا نہیں کھاتا۔ اس تذبذب اور تردد کا باعث بے ایمانی ہے۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں جانے والوں کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ ظاہر میں اگرچہ نقصان نظر آتا ہے مگر اصل میں نقصان نہیں ہوتا۔

تم لوگ تو بیعت میں داخل ہو۔ جو لوگ بیعت میں شامل نہیں تھے۔ وہ بھی ایسے خیال دل میں نہ لاتے تھے۔ چاچڑاں شریف والے بزرگ جو بہاول پور کے نوابوں کے پیر تھے۔ وہ ایک دفعہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نواب صاحب بھی وہاں تھے۔ اس وقت آتھم کی پیشگوئی کا وقت گزر گیا تھا۔ اس مجلس میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ پیشگوئی کا وقت گزر گیا ہے۔ آتھم نہیں مرا اور مرزا ذلیل ہوا ہے۔ پیر صاحب جیسا کہ ان کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ مگر بیعت نہیں کی تھی۔ تھوڑی دیر تو آپ خاموش رہے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا آپ کی آنکھوں میں ایک اضطراب کی حالت تھی۔ آپ نے فرمایا کون کہتا ہے کہ آتھم نہیں مرا۔ مجھے تو اس کی لاش نظر آرہی ہے۔ پھر انہوں نے نواب صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال ہے۔ مرزا صاحب کی عزت کا سوال نہیں۔ مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے مقابلہ کیا ہے تو اسلام کی

خطر کیا ہے۔ مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی دشمنی میں تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بھول گئے ہو۔ نواب صاحب چونکہ آپ کے مرید تھے۔ اس لئے وہ مرعوب ہو گئے۔ اگرچہ آپ کو بیعت کی توفیق نہیں ملی تھی۔ مگر انہیں نظر آ رہا تھا کہ آتھم روحانی طور پر مرچکا ہے۔ تم تو مومن ہو قربانیاں کبھی ضائع نہیں ہوتیں۔ ہاں روایتی شکل بدل سکتی ہے۔ لوہا جب مارا جاتا ہے تو وہ کشتہ بن جاتا ہے۔ اب کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ لوہا ضائع ہو گیا۔ بلکہ اس نے اپنی شکل بدل لی ہے اور پہلے سے زیادہ قیمتی ہو گیا ہے۔ اسی طرح اگر تمہاری قربانیاں ضائع بھی ہو جائیں تو وہ کشتہ کی شکل اختیار کر لیں گی اور اگر وہ کشتہ کی شکل اختیار کر لیں گی تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ضائع ہو گئی ہیں۔ سونے کی قیمت پہلے کیا تھی۔ یہی بیس پچیس روپے فی تولہ تھا لیکن ان دنوں میں سونے کا کشتہ سو روپے فی تولہ بکتا تھا۔ کون کہتا ہے کہ سونا ضائع ہو گیا ہے۔ بلکہ اس کی قیمت پہلے سے دو گنی بگنی ہو جاتی تھی۔ اسی طرح بظاہر میں تو انسان کو نقصان نظر آتا ہے۔ لیکن اگر روحانی آنکھ سے دیکھا جائے تو وہ فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے۔ درحقیقت زندہ وہی ہے جو روحانی طور پر زندہ ہے اور مینا وہی ہے جو روحانی طور پر مینا ہے۔

(الفضل 30 جنوری 1949ء جلد 3 نمبر 23 صفحہ 6)

### جلسہ سالانہ قادیان کی ابتدائی حالت

آج (دسمبر 1936ء) سے قریباً چالیس سال پہلے اس جگہ پر یہاں اب مدرسہ احمدیہ کے لڑکے پڑھتے ہیں ایک ٹوٹی ہوئی فصیل ہوا کرتی تھی۔ ہمارے آباء و اجداد کے زمانہ میں قادیان کی حفاظت کے لئے وہ کچی فصیل بنی ہوئی تھی جو خاصی چوڑی تھی اور ایک گڈا اس پر چل سکتا تھا۔ پھر انگریزی حکومت نے جب اسے تڑوا کر نیلام کر دیا تو اس کا کچھ ٹکڑا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمان خانہ بنانے کی نیت سے لے لیا تھا۔ وہ ایک زمین لمبی سی چلی جاتی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا، اس وقت 1893ء تھا، 1894ء یا 1895ء قریباً قریباً اسی قسم کا زمانہ تھا، یہی دن تھے، یہی موسم تھا، یہی مہینہ تھا۔ کچھ لوگ جو ابھی احمدی نہیں کہلاتے تھے کیونکہ ابھی احمدی نام سے جماعت یاد نہیں کی جاتی تھی مگر یہی مقاصد اور یہی مدعا لے کر وہ قادیان میں جمع ہوئے میں نہیں کہہ سکتا۔ آیا وہ ساری کارروائی اسی جگہ ہوئی۔ یا کارروائی کا بعض حصہ اس جگہ ہوا اور بعض مسجد میں کیونکہ میری عمر اس وقت سات آٹھ سال کی ہوگی اس لئے میں زیادہ تفصیلی طور پر

اس بات کو یاد نہیں رکھ سکا۔ میں اس وقت اس اجتماع کی اہمیت کو نہیں سمجھتا تھا۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ میں وہاں جمع ہونے والے لوگوں کے ارد گرد دوڑتا اور کھیلتا پھرتا تھا۔ میرے لئے اس زمانہ کے لحاظ سے یہ اچنبھے کی بات تھی کہ کچھ لوگ جمع ہیں۔ اس فصیل پر ایک درمی پچھی ہوئی تھی جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے اور ارد گرد وہ دوست تھے جو جلسہ سالانہ کے اجتماع کے نام سے جمع تھے۔ ممکن ہے میرا حافظہ غلطی کرتا ہو اور درمی ایک نہ ہو دو ہوں لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ایک ہی درمی تھی۔ اس ایک درمی پر کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ ڈیڑھ سو ہوں گے یا دو سو اور بچے ملا کر ان کی فہرست اڑھائی سو کی تعداد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شائع بھی کی تھی..... میں خیال کرتا ہوں۔ وہ ایک درمی تھی یا دو دریاں۔ بہر حال ان کے لئے اتنی ہی جگہ تھی جتنی اس (جلسہ سالانہ 1936ء کی) سٹیج کی جگہ ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کیوں؟ مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ درمی تین جگہ بدلی گئی۔ پہلے ایک جگہ بچھائی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد سے اٹھا کر اسے کچھ دور بچھا دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے تبدیل کر کے ایک اور جگہ بچھائی گئی اور پھر تیسری دفعہ اس جگہ سے بھی اٹھا کر کچھ اور دور وہ بچھائی گئی۔ اپنی بچپن کی عمر کے لحاظ سے میں نہیں کہہ سکتا آیا ان جمع ہونے والوں کو لوگ روکتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارا حق نہیں کہ اس جگہ درمی بچھاؤ یا کوئی اور وجہ تھی۔ بہر حال مجھے یاد ہے کہ دو تین دفعہ اس درمی کی جگہ بدلی گئی۔

(الفضل 29 دسمبر 1936ء جلد 24 نمبر 154 صفحہ 3-4)

## ابتدائی جلسہ سالانہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور وہی لوگ اس قدرت کا مشاہدہ کر سکیں گے اور کرتے ہوں گے اور اس سے لطف اٹھا سکتے ہوں گے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی ایام کے حالات کو دیکھا ہو۔ بعد میں آنے والے اس کا اندازہ اور قیاس نہیں کر سکتے جبکہ قادیان ایک چھوٹی سی بستی تھی جب قادیان میں احمدیوں کی تعداد اس چھوٹی سی بستی میں بھی آٹے میں نمک کے برابر نہیں تھی جب ساری احمدی آبادی صرف تین گھروں میں محصور تھی، ہمارا گھر تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے مکان کا کچھ حصہ تھا یا وہ مکان تھا جہاں مولوی قطب الدین صاحب اب مطب کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح تیسری عمارت موجودہ

مہمان خانہ کی تھی۔ یہ صرف چار عمارتیں اس زمانہ میں تھیں۔ درمیان کی عمارتیں، ساتھ کی عمارتیں، بورڈنگ اور مدرسہ کی عمارتیں سب بعد کی ہیں۔ خود یہ گھر جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رہتے تھے۔ بہت چھوٹا سا تھا اور اس کے کئی حصے اس وقت نہیں بنے تھے تو یہ تھوڑی سی آبادی تھی جو اس وقت احمدی جماعت کہلاتی تھی۔ مجھے یاد ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ پہلا جلسہ تھا یا دوسرا، پہلا تو غالباً نہیں ہوگا کیونکہ مجھے اس کا نظارہ اچھی طرح یاد ہے 1891ء میں پہلا جلسہ ہوا ہے اور اس وقت میری عمر بہت چھوٹی تھی۔ اس لئے غالباً یہ دوسرا جلسہ گاہ ہوگا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جہاں آج کل مدرسہ احمدیہ ہے۔ یہاں ایک پلیٹ فارم بنا ہوا تھا۔ پہلے یہاں فصیل ہوا کرتی تھی۔ گورنمنٹ نے اسے نیلام کر دیا اور اس ٹکڑے کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خرید لیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ ٹکڑا زمین ستر روپوں میں خریدا گیا تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ان دنوں جموں میں تھے۔ جب آپ کو یہ اطلاع ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ زمین خریدنا چاہتے ہیں تو غالباً آپ نے ہی روپے بھجوائے تھے اور آپ کے روپوں سے ہی یہ زمین خریدی گئی تھی۔ اس وقت یہاں ایک چبوترہ سا تھا۔ وہ جگہ اس سے کم ہی چوڑی تھی۔ جتنی اس مسجد مبارک کی چوڑائی ہے لیکن لمبی چلی جاتی تھی۔ مہمان خانے کے ایک سرے سے شروع ہو کر نواب صاحب کے مکانوں کی حد تک چلی گئی تھی اور وہاں فصیل کے گر جانے کی وجہ سے چبوترہ بنا دیا گیا تھا۔ دوسرا جلسہ یا دوسرے جلسے کا کچھ حصہ اس فصیل پر ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے ہم اس وقت اس جلسہ اور اس کی غرض و غایت کو سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ البتہ ایک بات مجھے اچھی طرح یاد ہے اور میں اس کے متعلق بعض پرانے لوگوں سے دریافت بھی کیا ہے مگر کسی نے مجھے صحیح جواب نہیں دیا اور وہ یہ کہ اس چبوترے پر دو چھوٹی چھوٹی دریاں بچھادی گئی تھیں جن پر لوگ بیٹھے تھے یہ بات میری سمجھ میں اب تک نہیں آئی کہ اس وقت کیا ہوا کہ ان دريوں کو بار بار اٹھا کر جگہ بدلی گئی تھی اور کئی بار ایسا ہوا کہ پہلے ایک جگہ دریاں بچھائی جاتیں اور جب لوگ بیٹھ جاتے تو تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے اٹھا کر دریاں اور جگہ بچھادی جاتیں نہ معلوم دھوپ پڑتی تھی یا کوئی اور بات تھی۔ میں اس کے متعلق یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا اور اس وقت سے لے کر اب تک مجھے کوئی ایسا آدمی ملا نہیں جو اس کی وجہ بتاتا۔ مجھے بچپن کے لحاظ سے یہ نظارہ خوب یاد ہے اور ایک تماشہ سا لگتا تھا کہ پہلے لوگ ایک جگہ بیٹھے ہیں اور پھر یک دم کھڑے ہو کر

دوسری جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔ غرض اس وقت احمدیت کی ساری کمائی دو درہوں پر آ گئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کی تعداد اپنی ایک کتاب آئینہ کمالات اسلام میں شائع کی ہے۔ اس کو دیکھا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس وقت کتنے لوگ جلسہ میں شامل ہوئے پھر جس قدر نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شائع کئے ہیں وہ سارے ایسے نہیں ہیں جو ایک وقت جلسہ میں شامل ہوئے ہوں اور نہ سارے بڑی عمر کے آدمی ہیں بلکہ ان میں سے کچھ حصہ تو بچوں کا ہے اور کچھ ایسا ہے جو ایک وقت جلسہ میں شامل ہوا اور پھر چلا گیا۔ جلسہ سالانہ چونکہ تین چار دن رہا تھا اس لئے ان شامل ہونے والوں میں سے کوئی ایک دن رہا اور چلا گیا۔ کوئی تین دن رہا اور چلا گیا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئینہ کمالات اسلام میں جلسہ میں شامل ہونے والوں کی 327 تعداد لکھی ہے۔ ان میں نہ تو سارے بالغ تھے اور نہ سارے ایک وقت میں جمع ہوئے تھے بلکہ میں جہاں تک میں سمجھتا ہوں ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ سو ڈیڑھ سو آدمی جلسہ میں شامل ہوئے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو تھوڑی دیر کے لئے آتے اور چلے جاتے۔ یہ جماعت احمدیہ کا دوسرا سالانہ جلسہ تھا اور اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو اس مسجد میں جتنے لوگ نظر آ رہے ہیں ان سے کم ہی اس جلسہ میں نظر آتے تھے۔ پھر خدا نے یہ برکت دی کہ اس نے چاروں طرف سے لوگوں کو جمع کرنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ الہام پورا ہونا شروع ہوا کہ

يَا تُيُوكَ مِنْ كَلِّ فَجِّ عَمِيْقٍ  
يَا تُوْنَ مِنْ كَلِّ فَجِّ عَمِيْقٍ

تیری طرف دور دور سے لوگ تجائف لے کر آئیں گے کہ سرکوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ اس الہام کے پورا ہونے کا جو لطف ہم لوگ اٹھا سکتے ہیں جنہوں نے پہلا نظارہ دیکھا ہوا ہے۔ وہ لطف وہ لوگ نہیں اٹھا سکتے جنہوں نے قادیان کو بھر پور ہونے کی صورت میں دیکھا۔ وہ لوگ جنہوں نے قادیان کو 1900ء میں دیکھا تھا۔ انہیں بھی اب بہت بڑا فرق محسوس ہوتا ہے مگر ہمیں تو 1900ء کا قادیان بھی بہت آباد دکھائی دیتا ہے۔

پھر جنہوں نے 1907ء میں قادیان کو دیکھا وہ بھی اپنے دل میں اس کی موجودہ حالت کو دیکھ کر بہت بڑا فرق محسوس کرتے ہیں مگر 1907ء میں ہماری یہ کیفیت تھی کہ ہم سمجھتے تھے۔

ہم ساری دنیا پر چھا گئے ہیں اور اب قادیان بہت آباد شہر ہو گیا ہے۔

اس طرح 1913ء میں قادیان کی اور حالت تھی۔ 1914ء قادیان کی اور حالت ہو گئی۔ 1917ء میں اس نے اور زیادہ ترقی کی اور 1940ء میں اس کی آبادی میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا حتیٰ کہ بعض وہ لوگ جنہوں نے میری خلافت کے ایام میں ہی قادیان کو دیکھا تھا جب وہ پانچ سات سال تک قادیان میں نہ آئے اور اس کے بعد انہیں قادیان کو دیکھنے کا موقع ملا تو انہوں نے ذکر کیا کہ پانچ سات سال کے بعد آ کر ہم نے قادیان کو پہچانا نہیں۔ یہ کیسا عظیم الشان نشان ہے جو احمدیت کی صداقت کے متعلق خدا تعالیٰ نے ظاہر کیا۔ بے وقوف لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں بعض اور شہر بھی بڑھ جاتے ہیں حالانکہ ان شہروں کے بڑھنے کی وہ وجوہات نہیں تھیں بے شک اب ہوتی جائیں گی کیونکہ خدا نے آخر قادیان کو ہمیشہ ان باتوں سے محروم نہیں رکھنا یہاں بھی تجارتیں ہوں گی اور نئے سے نئے کارخانے کھلتے چلے جائیں گے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائے دعویٰ سے لے کر آج سے دو تین سال پہلے تک قادیان کی ترقی کا کوئی مادی ذریعہ نہیں تھا مگر پھر بھی خدا نے اسے بڑھا کر دکھا دیا اور اسی طرح ثابت کر دیا کہ احمدیت اس کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے اسی طرح قادیان میں جو مختلف قوموں کے افراد کے آپس میں پیوند لگتے ہیں وہ بھی اپنی ذات میں خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا نشان ہیں۔ شائد قادیان میں جتنے نکاح مختلف قوموں اور مختلف علاقوں کے لوگوں کے آپس میں ہوتے ہیں حالانکہ قادیان کی آبادی صرف دس ہزار ہے۔ اتنے نکاح مختلف علاقوں اور مختلف قوموں کے لوگوں کے درمیان شائد لاہور جیسے شہر میں بھی نہیں ہوتے ہوں گے۔ جس کی آبادی پانچ لاکھ کے قریب ہے۔ یہ ایک بہت بڑا نشان ہے جس کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جب تک اس زمانہ کے لوگ زندہ رہیں گے۔ ان نشانات کو تازہ رکھیں گے مگر بعد میں آنے والے ان نشانات کو صرف کتابوں میں پڑھیں گے اور کتابوں میں پڑھ کر وہ لطف نہیں اٹھا سکیں گے جو ہم اٹھاتے ہیں۔ ہم کتابوں میں ہمیشہ پڑھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے یہ دکھ دیا۔ وہ دکھ دیا اور پھر ان دکھوں کے بعد خدا تعالیٰ نے کفار کو اس رنگ میں اپنے عذاب کا نشانہ بنایا مگر اس کا ہمیں وہ لطف نہیں آ سکتا جو حضرت ابو بکرؓ اور دوسرے صحابہؓ کو آیا کرتا تھا۔ اور نہ اگلی نسل کو وہ لطف آ سکتا ہے جو آج ہمیں اللہ تعالیٰ کے نشانات دیکھ کر آتا ہے آئندہ آنے والے

دل کو تسلی دینے کے لئے ضرور خیال کر لیا کرتے ہیں کہ اتنی گری ہوئی حالت تو نہیں ہو سکتی تھی۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 560 تا 563)

## مضمون بالا رہا

1897ء میں جب لاہور میں جلسہ اعظم کی بنیاد پڑی اور حضرت مسیح موعودؑ کو بھی اس میں مضمون لکھنے کے لئے کہا گیا تو خواجہ صاحب ہی پیغام لے کر آئے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو ان دنوں میں اسہال کی تکلیف تھی باوجود اس تکلیف کے آپ نے مضمون لکھنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ختم کیا۔ مضمون جب خواجہ صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ نے دیا تو انہوں نے اس پر بہت کچھ ناامیدی کا اظہار کیا اور خیال ظاہر کیا کہ یہ مضمون قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا جاوے گا اور خواہ مخواہ ہنسی کا موجب ہوگا مگر حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے بتایا کہ ”مضمون بالا رہا“ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے قبل از وقت اس الہام کے متعلق اشتہار لکھ کر لاہور میں شائع کرنا مناسب سمجھا اور اشتہار لکھ کر خواجہ صاحب کو دیا کہ اسے تمام لاہور میں شائع اور چسپاں کیا جائے اور خواجہ صاحب کو بہت کچھ تسلی اور تشفی بھی دلائی مگر خواجہ صاحب چونکہ فیصلہ کئے بیٹھے تھے کہ مضمون نعوذ باللہ لغوا اور بیہودہ ہے انہوں نے نہ خود اشتہار شائع کیا نہ لوگوں کو شائع کرنے دیا۔ آخر حضرت مسیح موعودؑ کا حکم بتا کر جب بعض لوگوں نے خاص زور دیا تو رات کے وقت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر چند اشتہار دیواروں پر اونچے کر کے لگا دیئے گئے تاکہ لوگ ان کو پڑھ نہ سکیں اور حضرت مسیح موعودؑ کو بھی کہا جاسکے کہ ان کے حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے کیونکہ خواجہ صاحب کے خیال میں وہ مضمون جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ”بالا رہا“ اس قابل نہ تھا کہ اسے ایسے بڑے بڑے محققین کی مجلس میں پیش کیا جاوے۔ آخر وہ دن آیا جس دن اس مضمون کو سنایا جانا تھا۔ مضمون جب سنایا جانا شروع ہوا تو ابھی چند منٹ نہ گزرے تھے کہ لوگ بت بن گئے اور ایسا ہوا گویا ان پر سحر کیا ہوا ہے وقت مقررہ گزر گیا مگر لوگوں کی دلچسپی میں کچھ کمی نہ آئی اور وقت بڑھایا گیا مگر وہ بھی کافی نہ ہوا۔ آخر لوگوں کے اصرار سے جلسہ کا ایک دن اور بڑھایا گیا اور اس دن بقیہ لیکچر حضرت مسیح موعودؑ کا ختم کیا گیا۔ مخالف اور موافق سب نے بالاتفاق کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا لیکچر سب سے بالا رہا اور خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات پوری ہوئی مگر اس زبردست پیشگوئی کو خواجہ صاحب کی کمزوری ایمان نے پوشیدہ کر دیا

اب ہم ان واقعات کو سناتے ہیں مگر کجا ہمارے سنانے کا اثر اور کجا وہ اثر جو اس اشتہار کے قبل از وقت شائع کر دینے سے ہوتا۔ اس صورت میں اس پیشگوئی کو جو اہمیت حاصل ہوتی ہے ہر ایک شخص بخوبی ذہن میں لاسکتا ہے۔ (آئینہ صداقت۔ انوار العلوم جلد 6 صفحہ 181-182)

### آریوں کے جلسہ میں مضمون پڑھا جانا

اول تو سوال یہ ہے کہ جہاں گالیاں دی جاتی ہیں وہاں انسان جائے ہی کیوں۔ یہاں مخالف لوگ تقریریں کرتے ہیں اور بعض احمدی سننے چلے جاتے ہیں ان کا وہاں جانا ہی بتاتا ہے کہ وہ حقیقی غیرت کے مقام پر نہیں ہیں۔ کیا کبھی کسی شخص کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ فلاں مقام پر میرے باپ کو گالیاں دی جا رہی ہیں میں جا کر سن آؤں یا کوئی کسی کو اطلاع دے کہ فلاں جگہ تمہاری ماں کو گالیاں دی جا رہی ہیں اور وہ جھٹ جوتا ہاتھ میں پکڑ کر بھاگ اٹھے کہ سنو کیسی چٹخارے دار گالیاں دی جاتی ہیں اگر تمہارے اندر حقیقی غیرت ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اپنے امام اور دوسرے بزرگوں کے متعلق گالیاں سننے کے لئے جاتے ہی کیوں ہو۔ تمہارا وہاں جانا بتاتا ہے کہ تمہارے اندر غیرت نہیں یا ادنیٰ درجہ کی غیرت ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آریوں نے لاہور میں ایک جلسہ کیا اور آپ سے خواہش کی کہ آپ بھی مضمون لکھیں جو وہاں پڑھا جائے آپ نے فرمایا ہم ان لوگوں کی عادت کو جانتے ہیں یہ ضرور گالیاں دیں گے اس لئے ہم ان کے کسی جلسہ میں حصہ نہیں لیتے۔ مگر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور لاہور کے بعض دوسرے لوگ جن کی خوشامد وغیرہ کر کے آریوں نے انہیں آمادہ کر لیا ہوا تھا کہنے لگے چونکہ اب ملک میں سیاسی تحریک شروع ہوئی ہے اس لئے آریوں کا رنگ بدل گیا ہے آپ ضرور مضمون لکھیں اس سے اسلام کو بہت فائدہ ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکراہ کے باوجود ان کی بات مان لی اور مضمون رقم فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کو پڑھنے کے لئے لاہور بھیجا، میں بھی گیا اور بھی بعض دوست گئے تھے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون پڑھا گیا جس میں سب باتیں محبت اور پیار کی تھیں اس کے بعد ایک آریہ نے مضمون پڑھا جس میں شدید گالیاں رسول کریم ﷺ کو دی گئی تھیں اور وہ تمام گندے اعتراضات کئے گئے تھے جو عیسائی اور آریہ



کرتے ہیں مجھے آج تک اپنی اس غفلت پر افسوس ہے میرے ساتھ ایک اور صاحب بیٹھے تھے ٹھیک یاد نہیں کون تھے غالباً اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی یا کوئی اور تھے جب آریہ لیکچرار نے سخت کلامی شروع کی تو میں اٹھا اور میں نے کہا میں یہ نہیں سن سکتا اور جاتا ہوں مگر اُس شخص نے جو میرے پاس بیٹھا تھا کہا کہ حضرت مولوی صاحبؒ اور دیگر علماء سلسلہ بیٹھے ہیں اگر اٹھنا مناسب ہوتا تو وہ نہ اٹھتے۔ میں نے کہا اُن کے دل میں جو ہوگا وہ جانتے ہوں گے مگر میں نہیں بیٹھ سکتا مگر اُس نے کہا راستے سب بند ہیں دروازوں میں لوگ کھڑے ہیں آپ درمیان سے اٹھ کر گئے تو شور ہوگا اور فساد پیدا ہوگا چپکے بیٹھے رہو۔ میں اس کی باتوں میں آ گیا اور بیٹھا رہا مگر مجھے آج تک افسوس ہے کہ جب ایک نیک تحریک میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی تھی تو میں کیوں نہ اٹھ آیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ سنا کہ جلسہ میں رسول کریم ﷺ کو گالیاں دی گئی ہیں تو آپ سخت ناراض ہوئے اور سب سے زیادہ ناراض آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ پر ہوئے بار بار فرماتے کہ آپ سے مجھے یہ امید نہ تھی کہ رسول کریم ﷺ کو اس طرح گالیاں دی جائیں اور آپ چپکے بیٹھے سنتے رہتے آپ کو چاہئے تھا کہ پروٹسٹ کرتے اور اسی وقت اٹھ کر آ جاتے، آپ کی غیرت نے یہ کس طرح گوارا کیا کہ آپ ایک منٹ بھی وہاں بیٹھیں۔ غرض آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ معلوم ہوتا تھا شاید جماعت سے خارج کر دیں مولوی محمد احسن صاحب جلسہ میں نہیں گئے تھے مجھے یاد ہے چلتے چلتے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں کی تصدیق بھی کرتے جاتے تھے اور پھر ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ ذہول ہو گیا ذہول کا لفظ میں نے اُن سے ہی اُس وقت پہلی دفعہ سنا اور وہ یہ بات بار بار اس طرح کہتے تھے کہ جس سے ہنسی آ جائے۔ افسوس کا اظہار بھی کرتے جاتے تھے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے کہ ذہول ہو گیا۔ خیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تھوڑی دیر بعد معاف کر دیا تو ہمارے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ موجود ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ڈائریسٹ (DIARIST) کے لئے ضروری ہے کہ جائے اور نوٹ لے کر اپنی جماعت کو اطلاع دے۔ پھر اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ ان گالیوں کو ہم بعد میں کتاب کی صورت میں شائع کر دیں کیونکہ یہ بھی سلسلہ کی تائید کا ایک حصہ ہے لیکن اُس وقت اُس مجلس میں بیٹھنا، اس مجلس کے اعزاز کو بڑھانا ہے ہم انہیں کتابوں میں لکھنے پر مجبور ہیں کیونکہ آئندہ نسلوں کو ان باتوں سے آگاہ کرنا ضروری ہے مگر مجلس میں جا کر بیٹھنے سے نہ آئندہ نسلوں کو کوئی فائدہ ہے اور نہ موجودہ زمانہ

کے لوگوں کو، اور جو ایسی مجالس میں جاتے ہیں وہ غیرت کو پامال کرتے ہیں۔ پس میں جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ڈائریسٹوں کے سو ایسی مجالس میں کوئی نہ جائے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 298 تا 300)

## آریہ سے تبلیغ

ہمارے سلسلہ میں بیسیوں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کو سچی خوابیں آتی اور الہامات ہوتے ہیں اسی طرح ان سے بھی فیض اور برکت کا سلسلہ جاری ہو جائے گا اور وہ جماعت کی روحانی زندگی کا موجب بنیں گے۔ حقیقت یہی ہے کہ جب تک ایسے لوگ قائم رہتے ہیں جماعتیں زندہ رہتی ہیں اور خدا تعالیٰ سے ملنے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کی تڑپ دلوں میں تازہ رہتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ لو۔ آپ اس امر پر کتنا زور دیا کرتے تھے کہ پرانے نبیوں کی باتیں اب قصوں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ اگر تم تازہ نشانات دیکھنا چاہتے ہو تو میرے پاس آؤ اور میرے نشانات کو دیکھو۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ نئے نشانات کے محتاج تھے۔ تو اب بھی محتاج ہیں اور اگر ایسے نوجوان ہماری جماعت میں ترقی کرتے چلے جائیں اور وہ بیسیوں سے سینکڑوں اور سینکڑوں سے ہزاروں ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ماسٹر عبدالرحمن صاحب جالندھریؒ کی یہ عادت ہو کر تھی تھی کہ ذرا کسی آریہ یا اور کسی مخالف سے بات ہوتی تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نقل میں بڑی دلیری سے کہہ دیتے کہ اگر تمہیں اسلام کی صداقت میں شبہ ہے تو آؤ اور مجھ سے شرط کر لو۔ اگر پندرہ دن کے اندر اندر مجھے کوئی الہام ہو اور وہ پورا ہو گیا تو تمہیں مسلمان ہونا پڑے گا اور پھر اشتہار لکھ کر اس کی دوکان پر لگا دیتے۔ چنانچہ کئی دفعہ ان کا الہام پورا ہو جاتا اور پھر وہ آریہ ان سے چھٹپتا پھرتا کہ اب یہ میرے پیچھے پڑ جائیں گے اور کہیں گے کہ مسلمان ہو جاؤ اور اگر یہ نمونے قائم رہیں تو غیر مذاہب پر ہمیشہ کے لئے اسلام اور احمدیت کی فوقیت ثابت ہو سکتی ہے اور اگر یہ نمونے نہ رہیں۔ یا ہماری جماعت کے دوست اس عارضی دھکے کو جو میری بیماری کی وجہ سے انہیں پہنچا ہے۔ اپنی مستقل نیکی اور توجہ الی اللہ کا ذریعہ نہ بنالیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ اس میں وقفہ پڑ جائے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وقفہ پڑا اور اسلام لوگوں کو صرف

ایک قصہ نظر آنے لگا۔ لیکن اگر انہوں نے اس انعام کو مستقل بنا لیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامت تک یہ سلسلہ برکات جاری رہے گا اور ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے تک یہ سلسلہ اسی طرح پہنچے گا..... قبولیت دعا کا اصل معیار وہ ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیش فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ سو دو سو ایسے مریض لے لئے جائیں۔ جو شدید امراض میں مبتلا ہوں یا جنہیں ڈاکٹروں نے لا علاج قرار دے دیا ہو اور پھر قرعہ کے ذریعہ ان کو آپس میں تقسیم کر لیا جائے اور ان کی شفا کے لئے دعا کی جائے پھر جس کی دعا سے زیادہ مریض اچھے ہو جائیں وہ سچا سمجھا جائے۔ لیکن یہ کوئی طریق نہیں کہ ایک شخص کو بلایا اور اسے کہہ دیا کہ تم اچھے ہو گئے ہو کیونکہ کئی وہی طبائع ہوتی ہیں۔ وہ صرف اتنی بات سے ہی کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہمیں بڑا فائدہ ہوا۔ پس کسی مذہب کی صداقت اور راستبازی معلوم کرنے کا صحیح طریق یہی ہے کہ ڈاکٹروں کے لا علاج قرار دیئے ہوئے مریضوں کو قرعہ اندازی کے ذریعہ آپس میں تقسیم کیا جائے اور پھر دیکھا جائے کہ کس کی دعا سے زیادہ مریض شفا یاب ہوتے ہیں۔ بہر حال اس طریق کو جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ ہمیشہ اسلام کی زندگی کا ثبوت مہیا ہوتا رہے اور ہمارے نوجوان اس بات پر فخر کر سکیں کہ ہمارے ذریعہ سے پہلے انبیاء کی روحانیت دنیا میں زندہ ہو رہی ہے اور ہم وہ بلب ہیں جس سے بجلی روشن ہوتی ہے۔

(الفضل 22/ جون 1956ء جلد 45/10 نمبر 145 صفحہ 4)

## آریوں کے جلسہ کے لئے تقریری مقابلہ

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ لیکچر لکھا۔ جو آریوں کی مجلس میں پڑھا گیا اور جس کے نتیجہ میں چشمہ معرفت کتاب لکھی گئی۔ اس وقت مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہو چکے تھے۔ ان جیسی آواز والا جماعت میں کوئی اور شخص موجود نہیں تھا اور یہ سوال درپیش تھا کہ یہ تقریر کون پڑھے۔ تجویز یہ ہوئی کہ مقابلہ کر کے دیکھا جائے کہ کون شخص زیادہ موزوں ہے کہ اسے تقریر پڑھنے کے لئے کہا جائے۔ مختلف لوگوں نے وہ تقریر پڑھی بڑے بڑے لوگوں میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ، مرزا یعقوب بیگ صاحب، اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؑ تھے۔ ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے۔ میری عمر اس وقت چھوٹی تھی۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں (شاید یہ اندازہ اب موجودہ عمر کے لحاظ سے ہو) کہ اگر میں

وہ تقریر پڑھتا تو غالباً اچھی پڑھتا۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی آواز زیادہ بلند نہ تھی اگرچہ آہستہ زور پکڑ کر وہ موثر ہو جایا کرتی تھی۔ لیکن وہ اس مقام تک نہیں پہنچتی تھی۔ جہاں تقریر کرنے والا جوش کے ساتھ سامعین کو اپنے ساتھ بہا لے جایا کرتا ہے۔ یوں تقریر کے لحاظ سے آپ کی آواز میں بڑا اثر تھا اور مضمون سامعین کے ذہن نشین ہو جاتا تھا اور ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا تھا۔ لیکن پڑھنے میں یہ طریق کامیاب نہیں ہوتا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ نے وہ مضمون تو پڑھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے پڑھنے کے طریق پر مطمئن نہ ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کے بعد مرزا یعقوب بیگ صاحب نے مضمون پڑھنا شروع کیا۔ ان کی آواز باریک تھی۔ دوسرے وہ عربی سے ناواقف تھے اور مضمون میں چونکہ کثرت سے قرآنی آیات تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے غلط پڑھنا شروع کر دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یہ بھی موزوں نہیں۔ اس کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے پڑھنا شروع کیا۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ پہلے دونوں کی آواز میں چونکہ بلندی اور گرج نہیں تھی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا طریق بیان پسند نہیں فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے بڑے زور کے ساتھ گرج کی سی آواز میں پڑھنا شروع کیا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی آواز جلدی ہی بیٹھ گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تشریف رکھیں۔ غرض مضمون کو آہستگی سے اور ایسے رنگ میں پڑھنا چاہئے کہ سامعین پڑھنے والے کی آواز میں سموئے جائیں۔ جب تک سامعین پڑھنے والے کی آواز میں سموئے نہیں جاتے اور جب تک ان کا پڑھنے والے کی آواز کے ساتھ اشتراک پیدا نہیں ہوتا۔ اس وقت تک وقت تک تقریر میں زور پیدا کرنا ان کو قریب کرنے کی بجائے دور کرنا ہے۔

(مضمون نویسی اور تقریری مقابلوں کے بارہ میں ہدایات، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 44-45)

## انجمن تشخیز الازہان

میں چاہتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ اپنے کام میں اس امر کو بھی مد نظر رکھیں اور نوجوانوں کے ذہنوں کو تیز کریں۔ ہم نے بچپن میں جو سب سے پہلی انجمن بنائی تھی۔ اس کا نام تشخیز الازہان تھا یعنی ذہنوں کو تیز کرنے کی انجمن۔ اس کے نام کا تصور کر کے بھی میرا ایمان تازہ

ہو جاتا ہے اور میرا دل خوشی سے بھر جاتا ہے کہ انبیاء کے ذہن کیسے تیز ہوتے ہیں اور کس طرح وہ معمولی باتوں میں بڑے بڑے اہم نقائص کی اصلاح کی طرف توجہ دلا دیتے ہیں کہ آج ایک وسیع تجربہ کے بعد جو بات مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت سادگی کے ساتھ صرف دو لفظوں میں توجہ دلا دی تھی۔ کیونکہ جب ہم نے ایک انجمن بنانے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کا کوئی نام تجویز فرمائیں تو آپ نے اس انجمن کا نام تشخیز الاہان تجویز فرمایا یعنی ذہنوں کو تیز کرنا۔ رسالہ ”تشخیز الاذہان“ بعد میں اسی وجہ سے اس نام پر جاری ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجمن کا نام تشخیز الاذہان رکھا تھا اور چونکہ اسی انجمن نے یہ رسالہ جاری کیا اس لئے اس کا نام بھی تشخیز الاذہان رکھ دیا گیا۔ پس ہماری انجمن کا نام ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشخیز الاذہان رکھا تھا۔ یعنی وہ انجمن جس کے ممبران کا یہ فرض ہے کہ وہ ذہنوں کو تیز کریں اور درحقیقت بچپن میں ہی ذہن تیز ہو سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے بہت بڑی ذمہ داری استادوں پر عائد ہوتی ہے مگر افسوس ہے کہ ہم اپنے بچوں کے بہت سے اوقات کتابوں میں ضائع کر دیتے ہیں اور وہ حقیقی فائدہ جس سے قوم ترقی کرتی ہے اس کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارا فرض ہے کہ ہماری کھیلیں اس رنگ کی ہوں جن سے ہمارے ذہن تیز ہوں ہماری تعلیم اس رنگ کی ہو جس سے ہماری تعلیم اس رنگ کی ہو۔ جس سے ہمارے ذہن تیز ہوں۔ ہماری انجمنوں کے کام اس رنگ کے ہوں جن سے ہمارے ذہن تیز ہوں اور یہ چیز علم سے بھی مقدم ہونی چاہیے کیونکہ تھوڑے علم سے انسان نجات پاسکتا ہے لیکن ذہن کے گند ہونے کی وجہ سے خواہ انسان کے پاس کتنا بڑا علم ہو۔ نجات سے محروم رہ جاتا ہے۔ ہم یورپین قوموں کو دیکھتے ہیں ایک لمبے تجربہ کی وجہ سے ان میں ذہانت کا نہایت بلند معیار قائم ہے حالانکہ وہ شراب نوش تو ہیں ہیں وہ سو رکھاتی ہیں مگر باوجود شراب نوشی اور مردار خوار ہونے کے ان کے ذہن نہایت تیز ہوتے ہیں کیونکہ ایک وسیع تجربہ نے ان کے دماغوں میں نہایت صفائی پیدا کر دی ہے۔ (الفضل 21 مارچ 1939ء جلد 27 نمبر 65 صفحہ 5)

### رسالہ تشخیز الاذہان کا اجراء

جس وقت میں نے یہ انجمن قائم کی تھی اس وقت ہم صرف سات لڑکوں نے اسے

اپنے خرچ پر جاری کیا تھا۔ اس وقت تحریک جدید کے ایک سو چالیس لڑکے ہیں مگر وہ اُن سات جیسا کام کر کے بھی نہیں دکھا سکتے۔ ہم کل سات لڑکے تھے مگر ہم نے دس روپیہ ماہوار کا ایک نوکر بھی رکھا ہوا تھا ہماری مالی حالت اس وقت جو کچھ تھی اس کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے تین روپیہ ماہوار وظیفہ ملا کرتا تھا جو قلم دوات کاغذ اور دوسری ضروریات پر میں خرچ کیا کرتا۔ مگر ان تین روپوں میں سے بھی میں ایک روپیہ ماہوار اس انجمن پر خرچ کرتا تھا اسی طرح باقی لڑکوں کا حال تھا۔ اسی سرمایہ سے آہستہ آہستہ ہم نے رسالہ جاری کیا اور چونکہ رسالہ پر ہم خود محنت کیا کرتے تھے اس لئے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اچھا سرمایہ جمع ہو گیا اور ہمارا کام عمدگی سے چلنے لگا اور ہم نے کام کی سہولت کے لئے دس روپیہ ماہوار پر ایک آدمی رکھنے کا فیصلہ کیا۔ (الفضل 21 / مارچ 1939ء جلد 27 نمبر 65 صفحہ 7)

### جلسہ پر آنے والوں کو نصیحت

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے کرم اپنے فضل سے، اپنے رحم اور عنایت سے ہم میں یہی محبت پیدا کر دی اور ہمیں ہدایت کے اس چشمہ پر پہنچا دیا ہے جو پیاسی اور مضطرب دنیا کو سیراب کرنے کے لئے اس زمانہ میں اس نے خود پھاڑا ہے ورنہ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے دنیا اور اس کے تمام ساز و سامان ہم میں کبھی یہ محبت اور اخلاص پیدا نہیں کر سکتے خدا تعالیٰ کے اس شکر کے بعد میں ان تمام دوستوں کو جو یہاں جمع ہوئے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر اس چیز کے ساتھ جو خوشی کا موجب ہوتی ہے تکلیف بھی ہوتی ہے اور جہاں پھول پائے جاتے ہیں وہاں خار بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح ترقی کے ساتھ حسد بغض اور اقبال کے ساتھ زوال لگا ہوتا ہے۔ غرض ہر چیز جو اچھی اور اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اس کے حاصل کرنے کے راستہ میں کچھ مخالف طاقتیں بھی ہوا کرتی ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک اس بات کا مستحق ہی نہیں کہ اسے کامیابی حاصل ہو جب تک وہ مصائب اور تکالیف کو برداشت نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی جماعتوں کو بھی کچھ نہ کچھ تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ کبھی تو ان پر ایسے ایسے ابتلاء آتے ہیں کہ کمزور اور کچے ایمان والے لوگ مرتد ہو جاتے ہیں اور کبھی چھوٹی چھوٹی تکالیف پیش آتی ہیں مگر بعض کمزور ایمان والے ان سے بھی ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے قادیان

میں ایک دفعہ پشاور سے ایک مہمان آیا۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تھے اور مہمان آپ سے ملتے تھے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے نبیوں سے ان کے متبعین کو خاص محبت اور اخلاص ہوتا ہے اور انہیں نبی کو دیکھ کر اور کچھ نظر ہی نہیں آتا اور وہ کسی اور بات کی پرواہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے مفتی محمد صادق صاحبؒ کی روایت ہے۔ جلسہ کے ایام میں ایک دفعہ جب حضرت صاحب باہر نکلے تو آپ کے ارد گرد بہت بڑا ہجوم ہو گیا۔ اس ہجوم میں ایک شخص نے حضرت صاحب سے مصافحہ کیا اور وہاں سے باہر نکل کر اپنے ساتھی سے پوچھا تم نے مصافحہ کیا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا اتنی بھیڑ میں کہاں جگہ مل سکتی ہے؟ اس نے کہا جس طرح ہو سکے مصافحہ کر۔ خواہ تمہارے بدن کی ہڈی ہڈی کیوں نہ جدا ہو جاوے یہ مواقع روز روز نہیں ملا کرتے۔ چنانچہ وہ گیا اور مصافحہ کر آیا۔ غرض نبی کو دیکھ کر انسان کے دل میں ایک خاص قسم کا جوش موجزن ہوتا ہے اور وہ جوش اتنا وسیع ہوتا ہے کہ نبی کے خدمت گاروں کو دیکھ کر بھی ابل پڑتا ہے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو لوگ آپ کے قریب بیٹھنے کے لئے دوڑ پڑتے۔ گو اس وقت تھوڑے ہی لوگ ہوتے تھے تاہم ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں سب سے قریب بیٹھوں۔ اس شخص کے مقدر میں چونکہ ابتلاء تھا اس لئے اسے خیال نہ آیا کہ میں کس شخص کی مجلس میں آیا ہوں۔ اس نے سنتیں پڑھنی شروع کیں اور اتنی لمبی کر دیں کہ پہلے تو کچھ عرصہ لوگ اس کا انتظار کرتے رہے مگر جب انتظار کرنے والوں نے دیکھا کہ دوسرے لوگ ہم سے آگے بڑھتے جاتے ہیں اور قریب کی جگہ حاصل کر رہے ہیں تو وہ بھی جلدی سے آگے بڑھ کے حضرت صاحب کے پاس جا بیٹھے۔ مگر ان کے جلدی کے ساتھ گزرنے سے کسی کی کہنی اسے لگ گئی۔ اس پر وہ سخت ناراض ہو کر کہنے لگا اچھا نبی اور مسیح موعود (علیہ السلام) ہے کہ اس کی مجلس کے لوگ نماز پڑھنے والوں کو ٹھوکریں مارتے ہیں۔ اتنی سی بات پر وہ مرتد ہو کر چلا گیا۔ گویا جو چیز ایمان کی ترقی کا باعث ہے اب بھی ہو سکتی ہے وہ اس کے لئے ٹھوکرا کا موجب ہو گئی اور اس کی مثال اس جماعت کی سی ہو گئی جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”جب روشنی ہوئی تو ان کا نور جاتا رہا۔“

آپ لوگ جوان دنوں قادیان آئے ہیں ان کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ کثرت ہجوم اور

کام کرنے والوں کی قلت کی وجہ سے آپ لوگوں کو بہت سی تکلیفیں پہنچ جاتی ہیں۔ جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے جلسہ کے قریب میرے خطبے جو اخبار میں چھپتے ہیں ان میں یہاں کے لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ پوری کوشش اور سعی سے مہمان نوازی کریں اور حتی الامکان وہ بہت کوشش کرتے ہیں مگر پھر بھی اتنے بڑے ہجوم کے انتظام میں وہ کہاں پورے اتر سکتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 544 تا 546)

### جلسہ سالانہ پر تمام احمدیوں کو آنا چاہیے

جلسہ سالانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقرر کردہ ہے اور آپ نے نہایت ہی زور سے اس میں شامل ہونے کی تاکید فرمائی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر اور بار بار توجہ دلایا کرتے تھے کہ اس میں تمام احمدیوں کو آنا چاہئے کیونکہ اس میں آنے سے بہت سے روحانی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ حضرت صاحب کی توجہ دلانے کا ہی نتیجہ ہے کہ ہمارے جلسہ میں کثرت سے لوگ آتے ہیں۔ پس جو کثرت لوگوں کی ہمارے جلسہ میں ہوتی ہے وہ دوسرے لوگوں کے باقاعدہ جلسوں میں نہیں ہوتی البتہ میلوں وغیرہ میں ہو جاتی ہے یا پیروں کے عرس پر ہوتی ہے۔

(خطبات محمود جلد نمبر 9 صفحہ 314-313)

### جلسہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی تقریر لازمی تھی

اس دفعہ ایک شکایت یہ بھی آئی ہے کہ جلسہ سالانہ کا تقریری پروگرام بہت لمبا ہوتا ہے اور لوگ اتنا لمبا پروگرام نہیں سن سکتے۔ کچھ وقت آرام کے لیے بھی ہونا چاہیے۔ اس کا طریق یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تقریریں چھوٹی کر دی جائیں اور اس طرح کچھ وقت آرام کے لیے نکال لیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک تقریر آپ کی ہوتی تھی اور ایک آدھ تقریر کسی اور عالم کی ہو جاتی تھی۔ باقی جہاں مہمان ٹھہرے ہوئے ہوتے تھے وہاں عادی لیکچرار پہنچ جاتے تھے اور تقریریں کر آتے تھے ورنہ دن کا اکثر حصہ خالی رہتا تھا۔ لیکن ہمارے ہاں ایسا طریق جاری ہو گیا ہے کہ ہم لوگوں کو سارا دن مشغول رکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چالیس فیصدی لوگ جلسہ گاہ سے باہر پھرتے رہتے ہیں۔ لکھنے والوں نے تو بہت مبالغہ سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ ساٹھ فیصدی لوگ باہر پھرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ



حقیقت ہے کہ بیس فیصدی یا چالیس فیصدی لوگ جلسہ گاہ سے باہر آجاتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اتنے لمبے پروگرام کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اب جس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ذمہ داری عائد ہے اُس نے تو لازمی طور پر تقریر کرنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت آپ کی تقریر لازمی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کے زمانہ میں آپ کی تقریر لازمی تھی اور اب میری تقریر لازمی ہے۔ باقی پروگرام محض ضمنی ہوتا ہے۔ پس پروگرام اس شکل میں بنانا چاہئے کہ لوگوں پر بوجھ نہ ہو۔ اس دفعہ چھوٹی تقریریں رکھی گئی تھیں لیکن مقررین نے شور مچا دیا کہ ہمیں وقت تھوڑا دیا گیا ہے۔

اگر لمبی تقریریں ضروری ہوں تو پھر صرف چند تقاریر ہو جائیں (اور ضروری نہیں کہ ہر جلسہ پر اُس شخص کی تقریر ہو جس کی تقریر ایک دفعہ رکھی جا چکی ہے۔ باری باری مختلف جلسوں میں مختلف لوگوں کی تقریر رکھی جا سکتی ہے)۔ اس طرح آرام کے لیے وقفہ زیادہ ہو جائے گا اور سننے والوں کے لیے سہولت پیدا ہو جائے گی۔ پھر بیشک لوگوں پر سختی کی جائے کہ وہ تقاریر کے دوران میں جلسہ گاہ سے باہر نہ جائیں۔ اس کے بعد جس طرح پہلے بعض لوگ اقامت گاہوں میں جا کر تقاریر کیا کرتے تھے اُسی طرح اب بھی ہو سکتا ہے۔ ہماری جماعت میں بابا حسن محمد صاحب والد مولوی رحمت علی صاحب کو اس قسم کی تقاریر کا بہت شوق تھا۔ اللہ بخش صاحبؒ پے ہالی کے ایک شاعر تھے۔ اُن کو بھی تقریر کرنے کا بہت شوق تھا۔ اسی طرح بعض اور دوست تھے انہیں بھی تقریر کرنے کا شوق ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ لوگ اقامت گاہوں میں چلے جاتے اور تقریر شروع کر دیتے۔ اسی طرح اب بھی شائقین یا کسی پروگرام کے ماتحت بعض لیکچرار اقامت گاہوں میں چلے جائیں اور وہاں تقاریر کریں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس قسم کی تقاریر کو سننا لوگوں کی اپنی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔ بہر حال زمانہ کے بدلنے کا لحاظ رکھنا چاہئے اب زائرین پہلے جلسوں سے بہت زیادہ ہوتے ہیں اور اُن کو آرام سے دیر تک نہیں بٹھایا جا سکتا اور لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ سہولت مہیا کرنی چاہئے تاکہ وہ جلسہ کے پروگرام سے صحیح طور پر فائدہ اُٹھا سکیں۔

(الفضل 16 دسمبر 1954ء جلد 8/43 نمبر 65 صفحہ 5)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بدظنی کرنے والے

وہ لوگ جو ہم سے علیحدہ ہو گئے ہیں ان میں اپنے بھائیوں پر بدظنی کرنے کی عادت

تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حضرت صاحب کی نسبت کہہ گزرے کہ آپ جماعت کا روپیہ اپنے ذاتی مصارف پر خرچ کر لیتے ہیں۔ حضرت صاحب کو آخری وقت میں یہ بات معلوم ہو گئی تھی اور آپ نے مجھے فرمایا کہ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ لنگر کے لئے جو روپیہ آتا ہے اسے میں اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کر لیتا ہوں مگر ان کو معلوم نہیں لوگ جو میرے لئے نذروں کا روپیہ لاتے ہیں میں تو اس میں سے بھی لنگر کے لئے خرچ کرتا ہوں“

چنانچہ میں آپ کے منی آرڈر لایا کرتا تھا اور مجھے خوب معلوم ہے کہ لنگر کا روپیہ بہت تھوڑا آیا کرتا تھا اور اتنا تھوڑا آیا کرتا تھا کہ اس سے خرچ نہ چل سکتا تھا۔

حضرت صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ اگر میں لنگر کا انتظام ان لوگوں کے سپرد کروں تو یہ کبھی اس کے اخراجات کو پورا نہ کر سکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب تک اس بدظنی کا خمیازہ بھگتا جا رہا ہے کہ لنگر کا فنڈ ہمیشہ مقروض رہتا ہے۔ (الحکم جوبلی نمبر دسمبر 1939ء جلد 42 نمبر 21، 22 صفحہ 11)

### ہمارا کام ختم ہو چکا اب غلبہ اور کامیابی کے آثار ظاہر ہو گئے

نبی کی وفات کے معاً بعد سے روحانی لحاظ سے رات کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے لیکن جسمانی لحاظ سے بھی نبی کی وفات طلوع فجر پر دلالت کرتی ہے اور معاً بعد سے طلوع آفتاب یعنی ظاہری کامیابیوں کا نظارہ نظر آنا شروع ہو جاتا ہے ایسا ہی رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہوا اور ایسا ہی مسیح ناصری اور موسیٰ علیہم السلام کے زمانہ میں ہوا۔ ایسا ہی اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہوا۔ آپ کے زمانہ میں جو آخری جلسہ ہوا اس میں سات سو آدمی جمع ہوئے تھے۔ مجھے یاد ہے آپ سیر کے لئے باہر تشریف لے گئے تو ریتی چھلہ میں جہاں بڑکا درخت ہے وہاں لوگوں کی کثرت اور ان کے اثر دہام کو دیکھ کر آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے ہمارا کام ختم ہو چکا ہے کیونکہ اب غلبہ اور کامیابی کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں۔ پھر آپ بار بار احمدیت کی ترقی کا ذکر کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو کس قدر ترقی بخشی ہے اب تو ہمارے جلسہ میں سات سو آدمی شامل ہونے کے لئے آگئے ہیں۔ یہ اتنی بڑی کامیابی ہے کہ میں سمجھتا ہوں جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا تھا وہ پورا ہو چکا ہے اب احمدیت کو کوئی مٹا نہیں سکتا..... مجھے یاد ہے جب لنگر خانہ کا خرچ بڑھا اور کثرت سے ساقیان میں مہمان آنے شروع ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاص طور پر یہ فکر پیدا ہو گیا کہ اب ان اخراجات

کے پورا ہونے کی کیا صورت ہوگی مگر اب یہ حالت ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک ایک احمدی لنگرخانہ کا سارا خرچ دے سکتا ہے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زلزلہ کے متعلق اپنی پیشگوئیوں کی اشاعت فرمائی تو قادیان میں کثرت سے احمدی دوست آ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دوستوں سمیت باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں خیموں میں رہائش شروع کر دی چونکہ ان دنوں قادیان میں زیادہ کثرت سے مہمان آنے لگ گئے تھے ایک دن آپ نے ہماری والدہ سے فرمایا اب تو روپیہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی میرا خیال ہے کہ کسی سے قرض لے لیا جائے کیونکہ اب اخراجات کے لئے کوئی روپیہ پاس نہیں رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ظہر کی نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو اس وقت مسکرا رہے تھے۔ واپس آنے کے بعد پہلے آپ کمرہ میں تشریف لے گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے اور والدہ سے فرمایا کہ انسان باوجود خدا تعالیٰ کے متواتر نشانات دیکھنے کے بعض دفعہ بدظنی سے کام لے لیتا ہے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ لنگر کے لئے روپیہ نہیں اب کہیں سے قرض لینا پڑے گا مگر جب میں نماز کے لئے گیا تو ایک شخص جس نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک پوٹلی میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے اس کی حالت دیکھ کر سمجھا کہ اس میں کچھ پیسے ہوں گے۔ مگر جب گھر آ کر اسے کھولا تو اس میں سے کئی سو روپیہ نکل آیا۔

اب دیکھو وہ روپیہ آج کل کے چندوں کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا تھا۔ آج اگر کسی کو کہا جائے کہ تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا ایک دن نصیب کیا جاتا ہے بشرطیکہ تم لنگر کا ایک دن کا خرچ دے دو تو وہ کہے گا ایک دن کا خرچ نہیں تم مجھ سے سارے سال کا خرچ لے لو لیکن خدا کے لئے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا ایک دن دیکھنے دو۔ مگر آج کسی کو وہ بات کہاں نصیب ہو سکتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قربانی کرنے والوں کو نصیب ہوئی۔

افسوس کہ لوگوں کے سامنے قربانی کے مواقع ہیں تو وہ ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جب وقت گزر جاتا ہے تو حسرت اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کاش ہم نے فائدہ اٹھایا ہوتا۔ کاش ہم نے وقت کو ضائع نہ کیا ہوتا۔ اب بھی خدا تعالیٰ نے ان کے لئے ایک بڑا

موقعہ پیدا کیا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کا موعود ان میں موجود ہے اگر وہ چاہیں تو صحابہ کی سی خدمات کر کے صحابہ کے سے انعامات حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر کتنے ہیں جو اس نعمت کی قدر کرتے ہیں۔ ہاں بہت لوگ اس وقت روئیں گے اور آہیں بھریں گے جب وہ زمانہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 341-340)

## خدا تعالیٰ خود رزق دیتا ہے

میں نے کئی دفعہ سنایا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب زلزلہ کے الہامات کی وجہ سے باغ میں تشریف لے گئے۔ تو ایک دن آپ نے گھر میں حضرت ام المؤمنینؓ سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ روپیہ بالکل نہیں رہا۔ ہمارا خیال ہے کہ بعض دوستوں سے قرض لے لیا جائے۔ مگر پھر آپ نے فرمایا کہ یہ بھی توکل کے خلاف ہے۔ اس کے بعد آپ مسجد میں گئے اور نماز ہوئی۔ جب واپس آئے تو آپ نے ایک پوٹلی نکالی اور اس کو کھولا اور پھر اسے دیکھ کر فرمانے لگے (میں بھی اس وقت پاس ہی کھڑا تھا) کہ جب میں نماز کے لئے باہر گیا تو ایک غریب آدمی جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ اس نے یہ پوٹلی ہماری جیب میں ڈال دی اور چونکہ یہ بوجھل تھی۔ میں نے سمجھا کہ اس میں پیسے وغیرہ ہوں گے مگر جب گھر آ کر میں نے اس پوٹلی کو کھولا تو اس میں سے روپے اور نوٹ نکلے۔ پھر آپ نے ان روپوں اور نوٹوں کو گنا تو وہ چار پانچ صد کے قریب نکلے۔ آپ نے فرمایا اگر ہم قرض لیتے تو یہ توکل کے خلاف ہوتا ادھر ہمیں ضرورت پیش آئی اور ادھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے ذریعہ سے روپیہ بہم پہنچا دیا جس کا ہمیں وہم اور خیال بھی نہیں تھا۔ میں نے خود اپنی ذات میں خصوصاً قادیان سے نکلنے کے بعد خدا تعالیٰ کے ایسے ہی نشانات دیکھے ہیں۔ ایسے انسان جن کے متعلق میں سمجھتا تھا کہ وہ اس بات کے محتاج ہیں کہ میں ان کی مدد کروں وہ اصرار کر کے مجھے ایسی رقوم دے گئے کہ میرے وہم میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ وہ اتنا روپیہ دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔

(الفضل 6 اکتوبر 1949ء جلد 37/3 نمبر 228 صفحہ 4)

## کثرت سے مال آنے کی پیشگوئی

پس اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

زمانہ نصیب ہوا۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کے مال اور دوسری چیزیں کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ آج سے سو سال بعد دنیا کا جو بہت بڑا بادشاہ ہو اُس میں اگر احمدیت کا ایمان ہوگا تو وہ کہے گا آج بادشاہ ہونے کی بجائے اگر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈیوڑھی کا دربان ہوتا یا آپ کی بستی میں تنور کی دُکان کرتا تو بہت اچھا ہوتا۔ پس یہ دنیا کی چیزیں ہیں کیا؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں۔

احمدیت کے لئے مال آئیں گے اور ضرور آئیں گے اس بات کا مجھے ڈر نہیں البتہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ ان اموال کو سنبھالنے والے دیانت دار ملیں گے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت ایک لاکھ روپیہ آنا بھی ناممکن سمجھا جاتا تھا مگر اب آٹھ دس لاکھ روپیہ سالانہ آجاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تو بعض اوقات ایسی حالت ہوتی تھی کہ اُس کا خیال کر کے رقت آجاتی ہے۔ زلزلہ کے دنوں میں جب اعلان کیا گیا کہ عذاب آنے والا ہے تو باہر سے مہمان زیادہ آنے لگے اور کثرت سے لوگ باغ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے والدہ کو بلایا اور کہا آج میرے پاس کچھ ہے نہیں کہیں سے کچھ قرض لے لیں۔ یہ کہہ کر آپ نماز کیلئے گئے جب واپس آئے تو اندر جا کر دروازہ بند کر لیا اور پھر مسکراتے ہوئے باہر آئے اور والدہ سے فرمایا۔ میں نے ابھی کہیں سے قرض لینے کیلئے کہا تھا مگر ایک غریب نے جس کے تن کے کپڑے بھی ثابت نہ تھے یہ پوٹلی مجھے دی ہے۔ میں سمجھا اس میں دھیلے پیسے ہوں گے مگر جب اندر جا کر میں نے اسے کھولا تو اس میں سے دو سو سے زیادہ روپیہ نکلا ہے معلوم نہیں کس حالت میں وہ شخص لایا ہے۔

(بعض اہم اور ضروری امور 1943ء، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 51-52)

### بعض اخلاق دنیا پر گہرا اثر ڈالتے ہیں

زلزلہ کے ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ دنوں کیلئے باغ میں رہائش اختیار کر لی تھی چونکہ الہاموں سے اور زلزلوں کا پتہ چلتا تھا اس لئے آپ کا خیال تھا کہ ایسا نہ ہو وہ قریب میں آنے والے ہوں۔ ان ایام کی بات ہے کہ ایک جگہ پر مختلف جھونپڑیاں بنائی گئی تھیں جن میں مختلف دوست رہتے تھے۔ ایک جھونپڑی میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم

رہتے تھے اور ان کے ساتھ والی جھونپڑی میں ایک اور دوست رہتے تھے۔ مولوی صاحبؒ کی طبیعت میں سخت تیزی تھی اور اس دوست کی طبیعت میں بہت نرمی تھی وہ شہر میں بھی مولوی صاحب کے پڑوس میں ہی رہا کرتے تھے مگر وہاں جھونپڑیاں بہت ہی پاس پاس ہو گئیں۔ اس دوست کے بچوں کو رونے کی بہت عادت تھی ادھر مولوی صاحب کی طبیعت بہت نازک تھی وہاں بہت زیادہ قریب رہنے کی وجہ سے بچوں کا شور سنتے سنتے مولوی صاحب سخت تنگ آ گئے۔

ایک دن آپ نے اس دوست کو بلایا اور کہا کہ مجھے آپ پر سخت تعجب آتا ہے اور میں حیران ہوں کہ آپ کس طرح کے آدمی ہیں میں نے گھر پر بھی دیکھا ہے کہ آپ کے ہاں سے شور اور ادھم مچانے کی آوازیں برابر آتی رہتی ہیں مگر وہاں تو کچھ فاصلہ تھا اور اب تو جھونپڑیاں زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے میں بالکل برداشت نہیں کر سکتا اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں باہر آ کر ان بچوں کو خوب ماروں اور آپ پر مجھے سخت تعجب ہے کہ آپ پاس رہتے ہیں اور ان کو کچھ نہیں کہتے۔ یہ سن کر اس دوست نے کہا کہ مولوی صاحبؒ مجھے بھی آپ پر سخت تعجب ہے کہ وہ میرے پاس شور کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں یہ نادان ہیں بچوں کا کام ہی شور کرنا ہوتا ہے باوجود اس قدر قریب ہونے کے مجھے کوئی غصہ اور جوش نہیں آتا اور میں حیران ہوں کہ آپ کو اس قدر دور بیٹھے ہوئے کیوں اس قدر جوش آتا ہے۔ گویا مختلف طبائع نے ایک ہی واقعہ سے الگ الگ اثر قبول کیا۔ ایک نے یہ اثر قبول کیا کہ ان بچوں کو سزا دینی چاہئے اور ایک نے یہ کہ بچوں کا یہی کام ہے یہ نادان ہیں اور ان کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنی چاہئے یہ اثر اتنا نمایاں تھا کہ ہر ایک کو دوسرے پر تعجب آتا تھا۔ مولوی صاحب اس بات پر حیران تھے کہ وہ دوست اس قدر شور کیسے برداشت کر سکتے ہیں اور وہ ان پر حیران تھے کہ ان کو یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ بچوں کو سزا دینی چاہئے۔ پس لوگ عام طور پر خاص خاص جذبات سے خاص خاص اثر قبول کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ تو ایک ہی واقعہ سے مختلف اثر قبول کرتے ہیں اور یہ تفاوت مختلف حالات میں گھٹتا اور بڑھتا جاتا ہے۔ مگر باوجود اس کے اس میں شبہ نہیں کہ بعض اخلاق دنیا پر گہرا اثر ڈالتے ہیں اور لوگوں کو خاص طور پر اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں اور ایسے اخلاق میں سے بہادری اور وفاداری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ دنیا کا اکثر حصہ ان

## نظام پر اعتراض نہیں کرنے چاہئیں

میں ان لوگوں کو جو یہ اعتراض کرتے ہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ان کا مجھ پر اس قسم کے حملے کرنا کوئی معمولی بات نہیں وہ مجھ پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر حملے کر رہے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اور اُسی نے اپنی تائید اور نصرت کو ہمیشہ میرے شامل حال رکھا ہے اور سوائے ایک ناپینا اور مادرزاد اندھے کے اور کوئی نہیں جو اس بات سے انکار کر سکے کہ خدا نے ہمیشہ آسمان سے میری مدد کیلئے اپنے فرشتے نازل کئے۔ پس تم اب بھی اعتراض کر کے دیکھ لو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان اعتراضات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اس قسم کے اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی کئے گئے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب کسی نے ایسا ہی اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا تم پر حرام ہے کہ آئندہ سلسلے کیلئے ایک حبہ بھی بھیجو۔ پھر دیکھو کہ خدا کے سلسلے کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ میں بھی ان لوگوں کو اسی طریق پر کہتا ہوں کہ تم پر حرام ہے کہ آئندہ ایک پیسہ بھی سلسلہ کی مدد کے لئے دو اور گو میری عادت نہیں کہ میں سخت لفظ استعمال کروں مگر میں کہتا ہوں کہ اگر تم میں ذرہ بھی شرافت باقی ہو تو اس کے بعد ایک دمڑی تک سلسلہ کے لئے نہ دو اور پھر دیکھو سلسلہ کا کام چلتا ہے یا نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ غیب سے میری نصرت کا سامان پیدا فرمائے گا اور غیب سے ایسے لوگوں کو الہام کرے گا جو مخلص ہوں گے اور جو سلسلہ کے لئے اپنے اموال قربان کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھیں گے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مقبرہ میں دفن ہونے کے بارہ میں میرے اہل و عیال کی نسبت خدا تعالیٰ نے استثناء رکھا ہے اور وہ وصیت کے بغیر بہشتی مقبرہ میں داخل ہوں گے اور جو شخص اس پر اعتراض کرے گا وہ منافق ہوگا۔ اگر ہم لوگوں کا روپیہ کھانے والے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ایک امتیازی نشان کیوں قائم فرماتا اور بغیر وصیت کے ہمیں مقبرہ بہشتی میں داخل ہونے کی کیوں اجازت دیتا۔

پس جو ہم پر حملہ کرتا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ کرتا ہے اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ کرتا ہے وہ خدا پر حملہ کرتا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ باغ میں گئے اور فرمایا مجھے یہاں چاندی کی بنی ہوئی قبریں دکھلائی گئی ہیں اور ایک فرشتہ مجھے کہتا ہے کہ یہ تیری اور تیرے اہل و عیال کی قبریں ہیں اور اسی وجہ سے وہ قطعہ

آپ کے خاندان کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ گو یہ خواب اس طرح چھپی ہوئی نہیں لیکن مجھے یاد ہے کہ آپ نے اسی طرح ذکر فرمایا۔ پس خدا نے ہماری قبریں بھی چاندی کی کر کے دکھادیں اور لوگوں کو بتادیا کہ تم تو کہتے ہو یہ اپنی زندگی میں لوگوں کا روپیہ کھاتے ہیں اور ہم تو ان کے مرنے کے بعد بھی لوگوں کو ان کے ذریعہ سے فیض پہنچائیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ ہماری مٹی کو بھی چاندی بنا رہا ہے اور تم اعتراضات سے اپنی چاندی کو بھی مٹی بنا رہے ہو۔ چونکہ منافق عام طور پر پوشیدہ باتیں کرنے کا عادی ہوتا ہے اس لئے میں نے گھلے طور پر ان باتوں پر روشنی ڈال دی ہے ورنہ مجھے اس بات سے سخت شرم آتی ہے کہ میں خدا تعالیٰ کیلئے کچھ چندہ دوں اور پھر کہتا پھروں کہ میں نے اتنا چندہ دیا ہے۔ مگر چونکہ یہ ایک سوال اٹھایا گیا تھا اس لئے مجھے مجبوراً بتانا پڑا کہ اگر اپنے تمام خاندان کا چندہ ملا لیا جائے تو اس رقم سے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ میں نے کھالی، پانچ گنا زیادہ رقم ہم چندہ میں دے چکے ہیں اور جو رقم صرف میرے اہل و عیال کی طرف سے خزانہ میں داخل ہوئی ہے، وہ بھی اس سے زیادہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی عقلمند یہ تسلیم نہیں کرے گا کہ ہم نے پانچ گنے زیادہ رقم اس لئے خرچ کی تا اس کا پانچواں حصہ کسی طرح کھا جائیں۔ پس ان لوگوں کو جو یہ اعتراض کرتے ہیں خدا تعالیٰ کا خوف کرنا چاہئے اور اُس وقت سے پیشتر اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے جبکہ ان کا ایمان اُڑ جائے اور وہ دہریہ اور مرتد ہو کر مریں۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 188، 189)

## اللہ کے بندوں کو غیب سے رزق ملتا ہے

پس تم مومن بنو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے پاس سے رزق دے گا ورنہ لالچی کا پیٹ دنیا میں کوئی نہیں بھر سکتا۔ ہاں! لالچ کو دل سے نکال دو تو اللہ تعالیٰ تمہاری ضروریات پوری کرنے کا سامان غیب سے کر دے گا۔ صدر انجمن احمدیہ کسی کا پیٹ نہیں بھر سکتی۔ پیٹ خدا تعالیٰ ہی بھرتا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ وہ دل سے لالچ کو دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے میرے آٹھ دس سال کی عمر کے پوتے کا پیٹ ایک روٹی سے نہیں بھرتا تھا لیکن میرا پیٹ آدھی روٹی سے بھر جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری اشتہا آدھی روٹی میں ہی پوری کر دیتا تھا۔ غرض خدا تعالیٰ کے طریق نرالے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ



نے جب وفات پائی تو میرے گھر میں سوائے نصف و سق جو کے اور کوئی چیز کھانے کی نہیں تھی مگر اسی نصف و سق جو میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت پیدا کی کہ میں ایک عرصہ دراز تک اُس میں سے کھاتی چلی گئی۔ آخر ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ تول کر دیکھوں کہ کتنے جو ہیں جب میں نے انہیں تولا تو اُس کے بعد وہ جو ختم ہو گئے۔ (بخاری کتاب الجہاد باب النفقة نساء النبیؐ بعد وفاته)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی اس قسم کے واقعات پیش آتے رہے ہیں۔ آپ اکثر مشک استعمال فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بھی اخبار میں اعلان شائع کرایا ہے کہ مجھے خالص مشک کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو ایسے علاقوں میں رہتے ہیں۔ جہاں مشک دستیاب ہو سکتا ہے۔ اگر وہ خالص مشک کے تین چار نانے خرید کر بھجوادیں اور مجھے قیمت کی اطلاع دے دیں۔ تو میں ان کو قیمت بھجوادوں گا کیونکہ آج کل مجھے شدید سردی محسوس ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے مشک کھانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی سردی محسوس ہوتی تھی۔ اس لئے آپ بھی مشک کھایا کرتے تھے۔ آپ مشک کی ایک شیشی بھر کر جیب میں رکھ لیتے اور ضرورت کے وقت استعمال کر لیا کرتے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شیشی دو دو سال تک چلی جاتی ہے۔ لیکن جب خیال آتا ہے کہ مشک تھوڑی رہ گئی ہوگی اور شیشی دیکھتا ہوں تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو غیب سے رزق بھیجتا ہے اور اس کے رزق بھیجنے کے طریق نرالے ہیں۔ پس تم اس ذات سے مانگو جس کا خزانہ خالی نہیں ہوتا۔ انجمن سے کیوں مانگتے ہو۔ جس کے پاس اتنی رقم ہی نہیں کہ وہ تمہارے گزارے بڑھا سکے۔ پس تم خدا پرست بن جاؤ۔ خدا تعالیٰ غیب سے تمہیں رزق بھیج دے گا۔ صدر انجمن احمدیہ کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ وہ تمہیں زیادہ گزارے دے سکے۔ آخر اس کے پاس جو روپیہ آتا ہے وہ جماعت کے چندوں سے ہی آتا ہے اور وہ اس قدر زیادہ نہیں ہوتا۔ کہ شاہدین کو زیادہ گزارے دیئے جاسکیں۔ پھر صدر انجمن احمدیہ کی کیا گرنہیں اور نہ ہی وہ ملمع ساز ہے کہ خود سکہ کو سونا بنالے یا ملمع کر کے روپیہ دے دے۔ خدا تعالیٰ روپیہ بھیجے گا تو اس نے اسے خزانہ میں محفوظ نہیں رکھنا۔ اس نے بہر حال اسے خرچ کرنا ہے۔ اس لیے جب اس کے پاس کافی روپیہ آئے گا تو وہ تمہارے گزارے بھی بڑھا دے گی لیکن پھر بھی اصل طریق یہی ہے کہ تم خدا تعالیٰ سے مانگو جس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ جماعت کے خزانہ میں روپیہ لائے گا تو وہ تمہیں بھی گزارے دے گی۔ آخر وہ کون بیوقوف ہے جو خزانہ میں روپیہ ہوتے ہوئے بھی کارکنوں کو

اچھے گزارے دینے میں کوتاہی کرے گا۔ (الفضل 18 فروری 1956ء جلد 45/1 نمبر 42 صفحہ 5)

## جماعت احمدیہ کی ترقی

تم اس بات سے مت ڈرو کہ اگر یہ لوگ علیحدہ ہو گئے تو چندے کم ہو جائیں گے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کیا تھا تو اس وقت کتنے لوگ چندہ دینے والے تھے۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی جماعت پیدا کر دی کہ اب صدر انجمن احمدیہ کا سالانہ بجٹ سترہ لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ دو چار سال میں ہمارا بجٹ پچاس ساٹھ لاکھ روپیہ تک پہنچ جائے گا۔ پس اگر ایک شخص سے چل کر ہماری جماعت کو اتنی ترقی حاصل ہوئی ہے کہ لاکھوں تک ہمارا بجٹ جا پہنچا ہے۔ تو اگر یہ دس پندرہ آدمی نکل جائیں گے تو کیا ہو جائے گا۔ ہمیں تو یقین ہے کہ اگر ایک آدمی نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ہمیں ہزار دیدے گا پس ہمیں ان کے علیحدہ ہونے کا کوئی فکر نہیں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ یہ صرف نام کے احمدی نہ ہوں بلکہ عملی طور پر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے ہوں۔

(روزنامہ الفضل 27 جون 1958ء جلد 47/12 نمبر 149 صفحہ 5)

## دوران سر کا عارضہ

مجھے عید کے قبل سے دوران سر کی تکلیف ہے۔ بعض دفعہ تو نہ بیٹھا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو سکتا ہوں اور نہ کھڑا ہوا بیٹھ سکتا ہوں۔ فوراً سر چکرا جاتا ہے اور مجھے کسی چیز کا سہارا لے کر اُس حالت کو جس میں میں ہوتا ہوں بدلنا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس بیماری میں زیادہ بولنا اور حرکت کرنا منع ہے۔ جہاں تک ہو سکے لیٹے رہنا چاہیے لیکن مجھے لیٹے رہنے یا خاموش رہنے کا بھی موقع نصیب نہیں ہو سکتا اور یوں بھی اس بیماری کا مجھ پر ایک اثر رہتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دوران سر کی تکلیف تھی اور خاندانی مرض ہونے کی وجہ سے اس کے مزمن اور کرائنک (CHRONIC) ہونے کا ڈر رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی آخری عمر میں چار پانچ سال باہر نماز کے لیے بھی نہیں آ سکتے تھے۔ 1905ء کے بعد آپ گھر سے باہر بہت کم نکلتے تھے اور بہت کم بول سکتے تھے۔ گو بعض دفعہ اگر موقع ہوتا تو باتیں کرنی بھی پڑتی تھیں مثلاً اگر کوئی اجتماع ہو جاتا یا باہر سے کچھ لوگ آ جاتے تو آپ باتیں کر بھی لیتے لیکن عام طور پر آپ بہت کم بولتے تھے۔ شام کے وقت آپ کو یہ دورہ عام ہوتا تھا۔ اس مرض کے لیے

ہلکا چلنا پھرنا مفید ہے لیکن یہ چیز بھی بعض لوگوں کے لیے ابتلاء کا موجب بن جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی عصر سے شام تک باہر سیر کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ میں نے بھی دیکھا ہے کہ اگر آہستہ آہستہ چہل قدمی کی جائے تو صحت پر اس مرض کا زیادہ اثر معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اگر بیٹھے ہو تو کھڑے ہو جاؤ یا کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ یا لیٹے ہوئے کروٹ بدل لو تو اس مرض کا اثر زور سے ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تو جماعت بہت تھوڑی تھی اور اکثر لوگ ٹھوکریں کھا کھا کر احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ اس لیے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عصر سے شام تک سیر کے لیے چلے جانے اور پھر شام کی نماز میں حاضر نہ ہو سکتے پر معترض نہیں ہوتے تھے۔ لیکن یہ بات آج کل کے لوگوں کے لئے زیادہ ٹھوکرا کا موجب ہے کہ عصر سے شام تک میں باہر سیر کر کے آؤں اور پھر کہوں کہ میں نماز کے لیے مسجد میں نہیں آسکتا کمزور لوگ اس بات کی برداشت نہیں کر سکیں گے۔

(خطبات محمود جلد 30 صفحہ 345 تا 346)

## جماعتی ترقیات کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہ کیفیت تھی کہ کئی مقامات پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ لکھا ہے کہ اب تو ہم پر اتنا بوجھ ہے کہ پندرہ سو روپیہ ایک مہینہ کا خرچ ہے۔ گویا اُس زمانہ میں اٹھارہ ہزار روپیہ کا سالانہ خرچ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے بڑا بوجھ قرار دیتے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں بعض ایسے احمدی ہیں کہ اُن میں سے ایک ایک اس بوجھ کو آسانی کے ساتھ اٹھا سکتا ہے۔ اُس وقت بعض دفعہ ایسی حالت ہوتی تھی کہ لنگر میں آٹا نہیں ہوتا تھا اور منتظمین کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں روپیہ کے لیے درخواست کرنی پڑتی تھی۔ 1905ء میں جب زلزلہ آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ عرصہ کے لئے باغ میں تشریف لے گئے۔ تو مجھے خوب یاد ہے۔ ایک دن آپ باہر سے آئے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی حمد و ثناء کر رہے تھے۔ اس وقت آپ نے حضرت اماں جان کو بلایا اور فرمایا یہ گٹھری لے لو اور دیکھو اس میں کتنی رقم ہے؟ حضرت اماں جان نے کمرہ سے باہر نکل کر بتایا کہ اس کپڑے میں چار سو یا پانچ سو کی رقم ہے۔ آپ نے فرمایا آج ہی لنگر والے

آٹے کے لئے روپیہ مانگ رہے تھے اور میرے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا اور میں حیران تھا کہ اس کا کیا انتظام ہوگا۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک غریب آدمی جس نے میلے سے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آیا اور اس نے یہ گٹھڑی مجھے دے دی۔ میں نے سمجھا کہ اس میں پیسے ہی ہوں گے لیکن اب معلوم ہوا کہ روپے تھے۔ اس پر آپ دیر تک اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ کہ اس نے کیا فضل نازل فرمایا ہے۔ بیشک اس وقت ہماری نگاہ چار سو روپیہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا لیکن اس وقت ہم ان چیزوں کو دیکھتے تو ہمارا ایمان تازہ ہوتا تھا۔ اور اب ہمیں اس سے سینکڑوں گنا زیادہ روپیہ ملتا ہے۔ اور وہ روپیہ ہمارے ایمانوں کو بڑھاتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے مجھے اپنی عمر میں بعض غیر احمدیوں نے دو دو تین تین چار چار ہزار روپیہ نذرانہ کے طور پر دیا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہ حالت تھی کہ آپ کو چار سو روپیہ ملا تو آپ نے سمجھا کہ شاید اس میں پیسے ہی ہوں گے۔ ورنہ اتنا روپیہ کون دے سکتا ہے آج اگر وہی زمانہ ہوتا تو وہ لوگ جو اس وقت افسوس کر رہے ہیں۔ ان کو بھی قربانی کا موقع مل جاتا اور ہر شخص قربانی کر کے سمجھتا کہ مجھے خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت کا موقع عطا فرما کر مجھ پر احسان فرمایا ہے۔ لیکن وہ زمانہ تو گزر گیا۔

اب پھر ایک دوسرا زمانہ آ گیا ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے دین کی خدمت کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کر رہا ہے۔ بہر حال ہر زمانہ کے لحاظ سے خدا اپنی زندگی کا ثبوت دیتا چلا آیا ہے۔ اُس زمانہ میں چار سو روپیہ کامل جانا خدا تعالیٰ کے زندہ ہونے کا ایک ثبوت تھا اور اس زمانہ میں کبھی کبھی چالیس پچاس ہزار روپے دے کر اُس نے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے۔ اور آج خدا تعالیٰ کے زندہ ہونے کا ثبوت دواڑھائی سو پونڈ ہیں جو ایک دوست نے اطلاع ملتے ہی لندن بنک میں جمع کروا دیئے۔ اسی طرح اس ترکی پروفیسر کا وہ روپیہ بھی زندہ خدا کا ایک نشان ہے جو اُس نے اپنے اوپر خرچ کرنے کی بجائے مجھے دین پر خرچ کرنے کے لیے بھجوادیا۔ اور یا پھر خدا تعالیٰ کے زندہ ہونے کا ثبوت اُس حبشی چیف کا واقعہ ہے جس نے احمدیہ پریس کے لیے ایک ہزار پونڈ دو قسطوں میں دے دیا۔ اور یا پھر خدا تعالیٰ کے زندہ ہونے کا ثبوت افریقہ کے اُس دوست کا خط ہے جنہوں نے یہ لکھا کہ آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں

آپ روپیہ کے متعلق کسی قسم کی فکر نہ کریں۔ بیرونی مشنوں کے لیے جتنے پونڈوں کی ضرورت ہو ہمیں لکھیں ہم کسی نہ کسی طرح جمع کر دیں گے۔ غرض خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے زندہ ہونے کا ثبوت مہیا کرتا ہے اور اس طرح وہ اپنے مومن بندوں کے ایمانوں کو بڑھاتا رہتا ہے۔

مجھے وہ زمانہ خوب یاد ہے جب اشتہار چھپوانے کے لیے بھی ہمارے پاس کوئی روپیہ نہیں ہوتا تھا۔ میں جب خلیفہ ہوا اور غیر مبائعین کے مقابلہ میں میں نے پہلا اشتہار لکھا تو اُس وقت ہماری مالی حالت اتنی کمزور تھی کہ اس اشتہار کے چھپوانے کے لیے بھی ہمارے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا۔ ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب مرحوم کو اس کا علم ہوا جو اُس وقت ہسپتال اور مسجد کے لیے چندہ جمع کر رہے تھے۔ انہوں نے اڑھائی سو روپیہ کی پوٹلی لا کر میرے سامنے رکھ دی اور کہا کہ آپ اس روپیہ کو استعمال کر لیں۔ جب آپ کے پاس روپیہ آئے گا تو وہ مجھے دے دیں۔ چنانچہ پہلا اشتہار ہم نے انہی کے روپیہ سے شائع کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ دن دکھایا کہ یا تو دو سو اور اڑھائی سو کے لیے ہمارے کام رُکے ہوئے تھے اور یا اب ایک ایک شخص ہی بیس بیس ہزار روپیہ دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ مثلاً پچھلے سال میں بیمار ہوا تو ڈاکٹر وں نے مجھے ولایت جانے کا مشورہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ اس نے ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ اس غرض کے لیے جمع کر دیا۔

غرض زمانے ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور بدلتے چلے جائیں گے۔ ایک زمانہ میں لوگ اربوں ارب روپیہ دیں گے اور انہیں پتا بھی نہیں لگے گا کہ اُن کے مال میں سے کچھ کم ہوا ہے کیونکہ دینے والے کھرب پتی ہوں گے اور جب وہ بیس یا تیس یا پچاس ارب روپیہ دیں گے تو انہیں پتا بھی نہیں لگے گا کہ اُن کے خزانہ میں کوئی کمی آئی ہے۔ اُس وقت انہیں یاد بھی نہیں رہے گا کہ کسی زمانہ میں پچاس روپیہ کی بھی ضرورت ہوتی تھی تو اس کے لیے بھی دعائیں کرنی پڑتی تھیں۔ تم تذکرہ پڑھو تو تمہیں اس میں یہ لکھا ہوا دکھائی دے گا کہ ایک دفعہ ہمیں پچاس روپیہ کی ضرورت پیش آئی اور جیسا کہ اہل اللہ پر کبھی کبھی ایسی حالت گزرتی ہے۔ اُس وقت ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ تب ہم نے وضو کیا اور جنگل میں جا کر دعا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام نازل ہوا کہ:-

’دیکھ میں تیری دعاؤں کو کیسے جلد قبول کرتا ہوں‘

اس کے بعد ہم واپس آئے تو بازار سے گزرے اور ڈاکخانہ والوں سے پوچھا کہ کیا ہمارے نام کوئی منی آرڈر آیا ہے یا نہیں؟ انہوں نے ایک خط دیا جس میں لکھا تھا کہ پچاس روپے آپ کے نام بھجوا دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ اُسی دن یا دوسرے دن وہ روپیہ ہمیں مل گیا۔

غرض ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پچاس روپوں کے لیے بھی فکر ہوتا تھا کہ وہ کہاں سے آئیں گے۔ اور یا اب یہ حالت ہے کہ سندھ میں جو میری اور سلسلہ کی زمینیں ہیں اُن پر تین ہزار روپیہ ماہوار تک تنخواہوں کا ہی دینا پڑتا ہے۔ گویا گجراتیہ حالت تھی کہ پندرہ سو روپیہ ماہوار کا خرچ ساری جماعت کے لیے بوجھ سمجھا جاتا تھا اور پچاس روپیہ کی ضرورت کو اتنا شدید سمجھا جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لیے خاص طور پر علیحدگی میں دُعا کرنا ضروری سمجھا اور گجراتیہ حالت ہے کہ اُسی شخص کا بیٹا سینکڑوں روپیہ ماہوار اپنے کارکنوں کو تنخواہیں دیتا ہے اور انجمن کے افسروں کو ملا کر وہ رقم ہزاروں روپیہ کی بن جاتی ہے اور ربوہ کے دفتروں کو ملا کر کوئی نوے ہزار ماہوار کی رقم بن جاتی ہے۔ یہ کتنا عظیم الشان فرق ہے جو ہر شخص کو دکھائی دے سکتا ہے۔ مگر ابھی کیا ہے ابھی تو صرف ہزاروں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ پھر کوئی وقت ایسا آئے گا کہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کا تین تین ارب کا بجٹ ہوگا۔ پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کا تین تین کھرب کا بجٹ ہوگا۔ یعنی صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کا سالانہ بجٹ بہتر کھرب کا ہوگا۔

پھر یہ بجٹ پدم پر پہنچ جائے گا کیونکہ دنیا کی ساری دولت احمدیت کے قدموں میں جمع ہو جائے گی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ مجھے فکر نہیں کہ روپیہ کہاں سے آئے گا۔ مجھے یہ فکر ہے کہ اس روپیہ کو دیانت داری کے ساتھ خرچ کرنے والے کہاں سے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کا نظام جاری فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی برکت رکھ دی کہ باوجود اس کے کہ انجمن کے کام ایسے ہیں جو دلوں میں جوش پیدا کرنے والے نہیں۔ پھر بھی صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ تحریک جدید سے ہمیشہ بڑھا رہتا ہے کیونکہ وصیت ان کے پاس ہے۔ اس سال کا بجٹ بھی تحریک جدید کے بجٹ سے دو تین لاکھ روپیہ زیادہ ہے۔ حالانکہ تحریک کے پاس اتنی بڑی جائیداد ہے کہ اگر وہ جرمنی میں ہوتی یا یورپ

کے کسی اور ملک میں ہوتی تو ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو کروڑ روپیہ سالانہ ان کی آمدن ہوتی۔

(خطبات محمود جلد 37 صفحہ 271 تا 275)

## جلسہ سالانہ کی تیاری اور وسیع مکانک کا الہام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے۔ جو ذوق معانی ہے نہ تو ہم اس کے کوئی خاص معنی کر سکتے ہیں اور نہ ہمیں پتہ ہے کہ وہ کب اور کس طرح پورا ہوگا اور وہ الہام ہے۔ ”لنگر اٹھا دو“ اس لنگر کے لفظ سے اگر کشتیوں والا لنگر مراد لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ باہر نکل جاؤ اور خدا تعالیٰ کے پیغام کو ہر جگہ پھیلاؤ اور اگر لنگر سے ظاہری لنگر خانہ مراد لیا جائے۔ تو پھر اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آنے والوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب لنگر خانہ کا انتظام نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے لنگر اٹھا دو اور لوگوں سے کہو کہ وہ اپنی رہائش اور خوراک کا خود انتظام کر لیں۔ ان دونوں مفہوموں میں سے ہم کسی مفہوم کو ابھی متعین نہیں کر سکتے اور نہ وقت متعین کر سکتے ہیں کہ کب ایسا ہوگا۔ بہر حال جب تک مہمانوں کو ٹھہرانا انسانی طاقت میں ہے۔ اس وقت تک ہمیں یہی ہدایت ہے کہ وسیع مکانک تم اپنے مکان بڑھاتے جاؤ اور مہمانوں کے لئے گنجائش نکالو۔ مہمان خانہ اٹھانے کا سوال اُس وقت پیش آئے گا جب مہمانوں کی تعداد اس قدر بڑھ جائے گی کہ اُن کی خوراک کا سلسلہ کے لیے انتظام کرنا مشکل ہو جائے گا۔ لیکن اگر ”لنگر اٹھا دو“ کا یہ مطلب نہیں کہ مہمان خانہ اٹھا دو تو پھر اس کے یہ معنی ہیں کہ ساکن ہونا مومن کا کام نہیں تم کشتیاں لو اور غیر ممالک میں پھیل جاؤ۔ بہر حال اس وقت کے لحاظ سے ہم میں اتنی طاقت ہے کہ اگر ہم صحیح قربانی کریں تو ہم ہر سال مہمانوں کو ٹھہرا سکتے ہیں اور ان کے کھانے کا انتظام کر سکتے ہیں اور ایسا کرنے سے ہم پر کوئی ناقابل برداشت بوجھ نہیں پڑتا۔ جب وہ زمانہ آئے گا جب مہمان خانہ کا جاری رکھنا مشکل ہو جائے گا تو خدا تعالیٰ کی دوسری ہدایت پہنچ جائے گی اور ”لنگر اٹھا دو“ کے یقینی معنی ہماری سمجھ میں آجائیں گے۔

بہر حال ہمیں مہمانوں کے ٹھہرانے کے لیے اپنی قربانی پیش کرنی چاہیے۔ اگر ہمیں اس سلسلہ میں تکلیف بھی اٹھانی پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ آخر جلسہ سالانہ پر آنے والے بھی اپنے مکانات اور رشتہ دار چھوڑ کر آتے ہیں۔ ہر سال درجنوں واقعات ایسے پیش آتے ہیں کہ لوگ یہاں آئے اور اُن کے مکانات کے تالے لٹوٹ گئے اور اُن کا سامان لُٹ لیا

گیا۔ اور پھر ایسے واقعات بھی میں نے دیکھے ہیں کہ جلسہ سالانہ پر لوگ آئے اور اپنے بیمار بیوی بچے پیچھے چھوڑ آئے۔ بعد میں تارا آئی کہ اُن کا بیمار عزیز فوت ہو گیا ہے۔ پچھلے سال ایک لڑکی یہاں آئی اور اُس کا بچہ فوت ہو گیا۔ میں نے اُس کے رشتہ داروں سے کہا تھا کہ اگر بچہ بیمار تھا تو تم جلسہ سالانہ پر کیوں آئے؟ اُس کے رشتہ داروں نے کہا کہ اس لڑکی نے کہا تھا کہ بچہ مرے یا جیے میں نے جلسہ سالانہ پر ضرور جانا ہے۔ گویا اس لڑکی نے جلسہ سالانہ کی وجہ سے اپنے بچہ کی زندگی کی بھی پروا نہ کی۔ یہ کتنی بڑی قربانی ہے جو آنے والے کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں تم پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تم قربانی کرو اور جہاں تک ہو سکے جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کو آرام پہنچاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ ضرورت کو پورا کرو گے۔ کیونکہ اگر ایک چھوٹے سے کمرہ میں پندرہ سولہ مہمان ٹھہریں تو انہیں آرام میسر نہیں آسکتا۔ لیکن اگر اس قدر بھی گنجائش پیدا نہ کی جائے تو ہم مہمانوں کو کہاں ٹھہرائیں؟

یہ چیز اب اتنے عرصہ سے جماعت کے سامنے آرہی ہے کہ مجھے اس کے لئے کسی خاص تحریک کی ضرورت نہیں۔ جلسہ سالانہ پر 64-65 سال گذر چکے ہیں۔ 1891ء میں پہلا جلسہ ہوا تھا۔ اس لحاظ سے اب تک اس پر 64 سال گذر چکے ہیں۔ مگر اس سے پہلے بھی تو جماعتی اجتماع ہوتے ہوں گے۔ بہر حال جو چیز کم سے کم 64 سال سے چلی آتی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے لئے جماعت کو اس کی ذمہ داریاں یاد دلانے کی ضرورت کیا ہے۔ تمہیں تو خود اپنی ذمہ داریوں کو احساس ہونا چاہئے۔ تمہارے سامنے مہمانوں کی کثرت ہوتی ہے۔ تمہارے سامنے ان کی پراگندگی ہوتی ہے اور تمہارے سامنے ان کی مصیبت اور ایثار و قربانی ہوتی ہے تمہیں خود ان باتوں کا احساس ہونا چاہئے۔

(الفضل 16 دسمبر 1954ء جلد 43/8 نمبر 227 صفحہ 4)

## اصل تقریر وہی جس کو دل میں رکھ لیں

”..... اس کے بعد حضور نے لمبی دعا کروائی۔ دعا سے فارغ ہونے پر حضور نے پہلے تو

یہ اعلان فرمایا کہ میں نماز مسجد مبارک میں پڑھوں گا اور اس کے بعد فرمایا:-

”اس دفعہ ملاقاتیں مختصر کی گئی ہیں امید ہے کہ دوست اس کی پروا نہیں کریں گے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تو ملاقاتیں ہوا ہی نہیں کرتی تھیں۔ آپ سیر کو



جاتے تھے دوست دیکھ لیتے تھے اور اگر بعض کو موقع ملتا تو مصافحہ بھی کر لیتے تھے۔ تقریریں بھی مختصر ہوتی تھیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ کی تقریر تو پندرہ بیس پچیس منٹ ہوتی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری جلسہ کی تقریر مجھے یاد ہے کہ پچاس یا پچپن منٹ کی ہوئی تھی اور ہم بڑی باتیں کرتے تھے کہ آج بڑی لمبی تقریر ہوئی ہے اور جماعت میں بڑا شور پڑا کہ آج حضور نے بڑی لمبی تقریر کی ہے۔ آپ لوگوں کو چھ گھنٹے سننے کی عادت پڑی ہوئی ہے اب بیس پچیس یا تیس منٹ کی تقریر ہو تو بڑے مایوس ہو جاتے ہیں کہ بہت چھوٹی تقریر ہوئی ہے۔ لیکن اصل تقریر تو وہی ہے جس کو آپ اپنے دل میں رکھ لیں۔ جو میرے منہ سے نکل کر ہوا میں اڑ جائے وہ کوئی تقریر نہیں چاہے وہ آٹھ گھنٹے کی ہو یا بیس گھنٹے کی ہو۔ اور جو آپ اپنے دل میں رکھ لیں وہ پانچ منٹ کی بھی بڑی ہے۔ سو دعائیں کرتے رہو، جلسہ کے ایام میں ذکر الہی کرو اور یہ بھی دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ جو مجھے بولنے کی توفیق دے وہ صحت کے ساتھ دے۔

(اقتتاحی تقریب جلسہ سالانہ 1955ء، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 191 تا 192، 198 تا 199)

### حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا آخری جلسہ

سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ جس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہماری جماعت کو تعداد کے لحاظ سے بہت بڑی زیادتی بخشی۔ ایک وہ وقت تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں اگر جلسہ سالانہ پر اتنے آدمی جمع ہوتے جتنے اس مسجد میں اس وقت جمع ہیں۔ تو اسے بہت بڑی کامیابی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت کتنے آدمی مسجد میں جمع ہوں گے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ پانچ چھ سو کے قریب ضرور ہوں گے اور اتنے ہی یعنی سات سو کے قریب آدمی تھے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے آخری سال قادیان میں جلسہ سالانہ پر جمع ہوئے مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت بار بار فرماتے تھے کہ خدا نے ہمیں جس کام کے لئے دنیا میں بھیجا تھا وہ ہو گیا اور اب اتنی بڑی جماعت پیدا ہو گئی اور اتنی کثرت سے لوگ ایمان لے آئے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں۔ ہمارا مقصد جو اس دنیا میں آنے کا تھا وہ پورا ہو گیا۔ اب کجا وہ دن تھا کہ جلسہ سالانہ پر اس قدر اژدہام کو عظیم الشان اژدہام سمجھا جاتا تھا اور کجا یہ وقت ہے کہ اب لاہور شہر میں ہی ہماری ایک جمعہ کی نماز میں اس کے قریب قریب آدمی جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ

کی نصرت اور اس کی تائید کا ایک عظیم الشان نشان ہے اور جن جماعتوں کے ساتھ اس کی نصرت ہوتی ہے وہ اسی طرح بڑھتی چلی جاتی اور دشمن کی نگاہوں میں کانٹوں کی طرح کھکنے لگ جاتی ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر پورا ہوئے بغیر نہیں رہتی اور باوجود دشمنوں کے حاسدانہ نگاہوں کے وہ اپنی جماعت کو بڑھاتا اور اسے دنیا میں ترقی دیتا چلا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ چیز اپنی ذات میں ہمارے لئے بہت بڑی خوشی کا موجب ہے۔

(الفضل 12/ اپریل 1944ء جلد 32 نمبر 84 صفحہ 1)

### جلسہ سالانہ میں شمولیت کرنے والوں میں اضافہ

سورج اور چاند کو گرہن لگا اور اُسی طرح لگا جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ طاعون پھیلی اور شہروں کے شہر اور قبیلوں کے قبیلے صاف ہو گئے اور سینکڑوں نے نہیں بلکہ ہزاروں نے محسوس کیا کہ اب آسمان زمین پر تغیر چاہتا ہے اب خدا کچھ کر کے دکھانا چاہتا ہے تب کچھ یہاں سے اور کچھ وہاں سے، کچھ اس جگہ سے کچھ اُس جگہ سے، کچھ اس بستی سے اور کچھ اُس بستی سے، کچھ اس شہر سے اور کچھ اُس شہر سے احمدیت میں داخل ہونے شروع ہوئے اور سینکڑوں سے ہزاروں اور ہزاروں سے لاکھوں تک پہنچ گئے۔ جب جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی گئی ہے اُس وقت پہلے جلسہ میں تین سو سے کچھ اوپر لوگ شامل ہوئے اور ان تین سو میں سے بعض آٹھ آٹھ، نو نو سال کے بچے بھی تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جو آخری جلسہ سالانہ ہوا اُس پر ساڑھے سات سو آدمی جمع تھا اور اس ساڑھے سات سو آدمی کو دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت پر اتنا اثر ہوا کہ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے مجھ سے جو کام لینا تھا وہ لے لیا اور اب میری وفات کا وقت قریب ہے چنانچہ چند ماہ کے بعد ہی آپ فوت ہو گئے۔ اب ایک ایک شہر میں اس سے بہت زیادہ جماعت پائی جاتی ہے بلکہ بعض شہروں میں تو پانچ پانچ، سات سات بلکہ آٹھ آٹھ ہزار افراد پائے جاتے ہیں۔

اب گجا وہ زمانہ کہ ساڑھے سات سو آدمی کے آنے کو بڑی کامیابی سمجھا جاتا تھا اور گجا یہ زمانہ کہ ایک ایک شہر میں اس سے بہت زیادہ افراد پائے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں جو آخری جلسہ ہوا اُس میں اٹھارہ سو آدمی تھا اور یہ

سمجھا جاتا تھا کہ اب جماعت بہت زیادہ پھیل گئی ہے اور پہلے سے کئی گنا طاقتور ہو گئی ہے۔ اس کے مقابلہ میں قادیان کے آخری جلسہ میں چالیس ہزار سے اوپر احمدی شامل تھا اور اب بھی کل شام کے کھانے کی جو رپورٹ ملی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چوبیس ہزار مرد و عورت نے کل شام کا کھانا کھایا ہے۔ 26 کی شام سے 27 کی شام کی حاضری عام طور پر زیادہ ہوا کرتی ہے پس کوئی بعید بات نہیں کہ چھبیس ستائیس ہزار کی حاضری ہو جائے۔ اب گجا سات سو گجا اٹھارہ سو اور گجا ستائیس ہزار آدمی کا جلسہ پر جمع ہو جانا پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں سوائے افغانستان کے باہر کے کسی ملک میں احمدی جماعت نہیں تھی مگر اب احمدیت انڈونیشیا میں، ایران میں، شام میں، لبنان میں، مصر میں، سوڈان میں، ایسے سینیا میں، کینیا میں، یوگنڈا میں، ٹانگانیکا میں، سیرالیون میں، گولڈ کوسٹ میں، نائیجیریا میں، انگلینڈ میں، سپین میں، ہالینڈ میں، جرمنی میں، سوئٹزر لینڈ میں، یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں، نارٹھ امریکہ میں، ماریشس میں، ملایا میں، بورنیو میں، سیلون میں، برما میں اور اسی طرح اور کئی علاقوں میں قائم ہے جو شاید اس وقت مجھے یاد بھی نہ ہوں اور بعض جگہ تو اتنی بڑی تعداد میں جماعت پائی جاتی ہے کہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ ہزار آدمی وہاں احمدی ہو چکا ہے۔

(اسلام نے عورت کو جو بلند مقام بخشا ہے..... انوار العلوم جلد 22 صفحہ 129 تا 130)

### اے نبی بھوکے اور پریشان حال کو کھانا کھلاؤ

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کل سات سو آدمی آئے تھے۔ اب ایک ایک بلاک میں کئی کئی ہزار بیٹھا ہے۔ اس وقت آپؐ کی زندگی کا آخری سال تھا اور کل سات سو آدمی جلسہ پر آیا اور انتظام اتنا خراب ہوا کہ رات کے تین بجے تک کھانا نہ مل سکا اور آپؐ کو الہام ہوا کہ ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ“ اے نبی بھوکے اور پریشان حال کو کھانا کھلاؤ۔ چنانچہ صبح معلوم ہوا کہ مہمان تین بجے رات تک لنگر خانہ کے سامنے کھڑے رہے اور ان کو کھانا نہیں ملا۔ پھر آپؐ نے نئے سرے سے فرمایا کہ دیکھیں چڑھاؤ اور ان کو کھانا کھلاؤ۔ تو دیکھو سات سو آدمیوں کی یہ حالت ہوئی۔ مگر ان سات سو آدمیوں کا یہ حال تھا کہ جب آپؐ سیر کے لئے نکلے تو سات سو آدمی ساتھ تھا ہجوم بہت تھا۔ آنے والے بے چاروں نے کبھی یہ نظارہ تو دیکھا نہ تھا۔ باہر تو دو سو آدمی بھی لوگوں کو کسی روحانی بزرگ کے گرد جاتا ہوا نظر نہ آتا تھا۔ میلوں میں بے شک

جاتے ہیں لیکن روحانی نظاروں میں نہیں جاتے۔ اس لئے ان کے لئے عجیب چیز تھی۔ لوگ دھکے کھا رہے تھے حضرت صاحب ایک قدم چلتے تھے تو ٹھوکر کھا کر آپ کے پیر سے جوتی نکل جاتی تھی۔ پھر کوئی احمدی ٹھہرا لیتا کہ حضور جوتی پہن لیجئے اور آپ کے پیر میں جوتی ڈال دیتا۔ پھر آپ چلتے تو پھر کسی کا ٹھڈا لگتا اور جوتی پرے جا پڑتی پھر وہ کہتا کہ حضور ٹھہر جائیے جوتی پہنا دوں۔ اسی طرح ہو رہا تھا تو ایک زمیندار دوست نے دوسرے زمیندار دوست سے پوچھا اوٹوں مسیح موعود دا دست پنچہ لے لیا ہے۔ یعنی کیا تو نے حضرت مسیح موعود سے مصافحہ کر لیا ہے۔ وہ کہنے لگا ”اتھے دست پنچہ لین دا کیہڑا ویلا ہے۔ نیڑے کوئی نہیں ہون دیندا“۔ یعنی یہ مصافحہ کرنے کا کون سا موقع ہے یہاں تو کوئی قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ اس پر وہ جو عاشق زمیندار تھا۔ وہ اس کو دیکھ کر کہنے لگا۔ تجھے یہ موقع پھر کب نصیب ہوگا۔ بے شک تیرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ پھر بھی لوگوں کے درمیان میں سے گزر جا اور مصافحہ کر آ تو کجا وہ وقت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور کجا یہ وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

(الفضل 17 مارچ 1957ء جلد 46/11 نمبر 66 صفحہ 4)

## جلسہ سالانہ قادیان کا مستقبل

حقیقت تو یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ہماری جماعت میں ابھی مال دار لوگ داخل نہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جلدی سے جانے کے لئے جو وسائل سفر ہیں وہ اتنا خرچ چاہتے ہیں کہ بیرونی ممالک کے احمدیوں کے لئے ان ایام میں قادیان پہنچنا مشکل ہے۔ لیکن اگر کسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے بڑے مال دار ہماری جماعت میں شامل ہو جائیں یا سفر کے جو اخراجات ہیں ان میں بہت کچھ کمی ہو جائے اور ہر قسم کی سہولت لوگوں کو میسر آ جائے تو دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ اس موقع پر آئیں گے۔ اگر کسی وقت امریکہ میں ہماری جماعت کے مال دار لوگ ہوں اور وہ آمدورفت کے لئے روپیہ خرچ کر سکیں تو حج کے علاوہ ان کے لئے یہ امر بھی ضروری ہوگا کہ وہ اپنی عمر میں ایک دو دفعہ قادیان بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر آئیں کیونکہ یہاں علمی برکات میسر آتی ہیں اور مرکز کے فیوض سے لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں اور میں تو یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن آنے والا ہے جبکہ دور دراز ممالک کے لوگ یہاں آئیں گے۔ چنانچہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک روایا ہے جس میں آپ نے دیکھا کہ آپ ہو میں تیر رہے ہیں اور فرماتے ہیں ”عیسیٰ تو پانی پر چلتے تھے اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں اور میرے خدا کا فضل ان سے بڑھ کر مجھ پر ہے“۔ اس روایا کے ماتحت میں سمجھتا ہوں وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جس طرح قادیان کے جلسہ پر کبھی یکے سرٹکوں کو گھسادیتے تھے اور پھر موٹریں چل چل کر سرٹکوں میں گڑھے ڈال دیتی تھیں اور اب ریل سواریوں کو کھینچ کھینچ کر قادیان لاتی ہے، اسی طرح کسی زمانہ میں جلسہ کے ایام میں تھوڑے تھوڑے وقفہ پر یہ خبریں بھی ملا کریں گی کہ ابھی فلاں ملک سے اتنے ہوائی جہاز آئے ہیں۔ یہ باتیں دنیا کی نظروں میں عجیب ہیں مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں عجیب نہیں۔ خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے دین کے لئے مکہ اور مدینہ کے بعد قادیان کو مرکز بنانا چاہتا ہے۔ مکہ اور مدینہ وہ دو مقامات ہیں جن سے رسول کریم ﷺ کی ذات کا تعلق ہے۔ آپ اسلام کے بانی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آقا اور استاد ہیں۔ اس لحاظ سے ان دونوں مقامات کو قادیان پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن مکہ اور مدینہ کے بعد جس مقام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کا مرکز قرار دیا ہے وہ وہی ہے جو رسول کریم ﷺ کے ظل یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور جو اس وقت تبلیغ دین کا واحد مرکز ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل مکہ اور مدینہ جو کسی وقت بابرکت مقام ہونے کے علاوہ تبلیغی مرکز بھی تھے آج وہاں کے باشندے اس فرض کو بھلائے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ حالت ہمیشہ نہیں رہے گی۔ مجھے یقین ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان علاقوں میں احمدیت کو قائم کرے گا تو پھر یہ مقدس مقامات اپنی اصل شان و شوکت کی طرف لوٹائے جائیں گے اور پھر یہ تعلیم اسلام اور تبلیغ کا مرکز بنائے جائیں گے اور جب بھی احمدیوں کی طاقت کا وقت آئے گا ان کا پہلا فرض ہے کہ ان پاک شہروں کو ان کا کھویا ہوا حق واپس دینے کی تدبیر کریں اور ان کی اصلی شان کو واپس لائیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو دی گئی ہے۔ لیکن جب تک وہ دن نہیں آتا اُس وقت تک محض قادیان ہی تبلیغ و اشاعت دین کا مرکز ہے۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 616 تا 618)

### بیت الدعا میں دعا۔ مقام ابراہیم

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے پہلے کا ذکر ہے یا

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔ بہر حال میں بیت الدعا میں دعا کر رہا تھا کہ مجھے رؤیا میں بتایا گیا کہ پانچ ابراہیم گذرے ہیں ایک ابراہیم تو وہ تھے جن کا تورات میں ذکر آتا ہے دوسرے ابراہیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ تیسرے ابراہیم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ چوتھے ابراہیم حضرت خلیفہ اولؑ تھے اور پانچویں ابراہیم تم ہو۔

اب دیکھو یہ بچپن کی بات ہے جب مجھے رؤیا میں بتایا گیا کہ تم ابراہیم ہو۔ اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہمیں قادیان چھوڑنا پڑے گا لیکن ابراہیم ہی مشابہت کے لئے ضروری تھا کہ ہمیں بھی ہجرت کرنی پڑے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہمیں قادیان چھوڑنا پڑا۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابراہیم قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسمعیل بنا دیا پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابراہیم قرار دے کر مجھے اسمعیل بنا دیا اور پھر مجھے ابراہیم قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ ربوہ بسایا اور تم اسمعیل بن گئے اور تم نے اسے آباد کر لیا۔ غرض ایک کے طفیل دوسرا ابراہیم بنا اور دوسرے کی وجہ سے تیسرا بنا۔ یہ تسلسل خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں ہمیشہ جاری رکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ **اللَّهُ يَبْدُوَ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ (يونس: 35)** یعنی اللہ تعالیٰ پیدائش عالم کو شروع بھی کرتا ہے اور پھر اس سلسلہ کو دہراتا بھی جاتا ہے۔ اسی طرح ابراہیم مقام بھی چکر کھاتا رہتا ہے۔ پہلا ابراہیم جاتا ہے تو ایک اور ابراہیم آ جاتا ہے۔ دوسرا جاتا ہے تو تیسرا آ جاتا ہے اور یہ سب کچھ **يُعِيدُهُ** کے ماتحت ہوتا ہے۔

(خطبات محمود جلد دوم صفحہ 395-394)

## قادیان سے محبت

جن مقاموں کے ساتھ خدا تعالیٰ کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے متبرک بنا دیئے جاتے ہیں۔ قادیان بھی ایک ایسی ہی جگہ ہے۔ یہاں خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ مبعوث ہوا اور اس نے یہاں ہی اپنی ساری عمر گزاری اور اس جگہ سے وہ بہت محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر جبکہ حضرت مسیح موعودؑ لاہور گئے ہیں اور آپ کا وصال ہو گیا ہے ایک دن مجھے آپ نے ایک

مکان میں بلا کر فرمایا محمود دیکھو یہ دھوپ کیسی زرد سی معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ مجھے ویسی ہی معلوم ہوتی تھی جیسی کہ ہر روز دیکھتا تھا۔ میں نے کہا نہیں اسی طرح کی ہے جس طرح کی ہر روز ہوا کرتی ہے آپ نے فرمایا نہیں یہاں کی دھوپ کچھ زرد اور مدہم سی ہے قادیان کی دھوپ بہت صاف اور عمدہ ہوتی ہے۔ چونکہ آپ نے قادیان میں ہی دفن ہونا تھا اس لئے آپ نے یہ ایک ایسی بات فرمائی جس سے قادیان سے آپ کی محبت اور الفت کا پتہ لگتا تھا۔

(انوار خلافت۔ انوار العلوم جلد نمبر 3 صفحہ 175)

### راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

بہترین صبر یہی ہے کہ انسان میں طاقت ہو اور پھر برداشت کرے اگر طاقت ہی نہ ہو تو پھر برداشت کرنا ایسا اعلیٰ درجہ صبر کا نہیں ہے اور اسی طرح رضا یہی ہے کہ انسان اس بات کا یقین رکھتے ہوئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے اپنے دل میں بعض ابتلاؤں پر ہر شرح صدر پارے اور اگر یہ ایمان نہ ہو تو اس کو بے غیرتی کہیں گے اور دونوں میں امتیاز اس طرح ہوتا ہے کہ مقام رضا پر پہنچا ہوا انسان اپنے دوسرے اعمال میں نہایت چست اور باہمت اور سختی ہوتا ہے اور اس کا حوصلہ دوسرے لوگوں کی نسبت غیر معمولی طور پر بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ رضا کے لفظ پر مجھے ایک بات یاد آگئی۔ حضرت صاحب کی وفات سے پہلے ایام کا ذکر ہے کہ ملک مبارک علی صاحب تاجر لاہور ہر روز شام کو اس مقام پر آجاتے جہاں حضرت صاحب ٹھہرے ہوئے تھے اور جب حضرت صاحب باہر سیر کو جاتے تو وہ اپنی بگھی میں بیٹھ کر ساتھ ہو جاتے مجھے سیر کے لئے حضرت صاحب نے ایک گھوڑی منگوا دی ہوئی تھی۔ میں بھی اس پر سوار ہو کر جایا کرتا تھا اور سواری کی سڑک پر گاڑی کے ساتھ ساتھ گھوڑی دوڑاتا چلا جاتا تھا اور باتیں بھی کرتا جاتا تھا۔ لیکن جس رات حضرت صاحب کی بیماری میں ترقی ہو کر دوسرے دن آپ نے فوت ہونا تھا میری طبیعت پر کچھ بوجھ سا محسوس ہوتا تھا اس لئے میں گھوڑی پر سوار نہ ہوا۔ ملک صاحب نے کہا میری گاڑی میں ہی آجائیں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا لیکن بیٹھتے ہی میرا دل افسردگی کے ایک گہرے گڑھے میں گر گیا اور یہ مصرع میری زبان پر جاری ہو گیا کہ۔

”راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو“

ملک صاحب نے مجھے اپنی باتیں سنائیں۔ میں کسی ایک آدھ بات کا جواب دے دیتا تو پھر اسی خیال میں مشغول ہو جاتا۔ رات کو ہی حضرت صاحب کی بیماری یک دم ترقی کر گئی اور صبح آپ فوت ہو گئے یہ بھی ایک تقدیر خاص تھی۔ جس نے مجھے وقت سے پہلے اس ناقابل برداشت صدمہ کے برداشت کرنے کے لئے تیار کر دیا۔ اسی طرح صوفیاء کے متعلق لکھا ہے کہ جب ان کو بعض ابتلاء آئے اور انہیں پتہ لگ گیا کہ یہ ابتلاء خالص آزمائش کے لئے ہیں تو گو لوگوں نے ازالہ کے لئے کوشش کرنی چاہی انہوں نے انکار کر دیا اور اسی تکلیف کی حالت میں ہی لطف محسوس کیا۔ (تقدیر الہی۔ انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 617-618)

### خواہ جان چلی جائے شرک نہیں کرنا چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب فوت ہوئے تو یہ سمجھا گیا کہ آپ اچانک فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن مجھے پہلے سے اس کے متعلق کچھ ایسی باتیں معلوم ہو گئی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا انقلاب آنے والا ہے۔ مثلاً میں نے رویا میں دیکھا کہ میں بہشتی مقبرہ سے ایک کشتی پر آ رہا ہوں۔ رستہ میں پانی اس زور شور کا تھا کہ سخت بھنور پڑنے لگا اور کشتی خطرہ میں پڑ گئی۔ جس سے سب لوگ جو کشتی میں بیٹھے تھے ڈرنے لگے۔ جب ان کی حالت مایوسی تک پہنچ گئی تو پانی میں سے ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک تحریر تھی اس میں لکھا تھا کہ یہاں ایک پیر صاحب کی قبر ہے ان سے درخواست کرو تو کشتی نکل جائے گی۔ میں نے کہا یہ تو شرک ہے خواہ ہماری جان چلی جائے ہم اس طرح نہیں کریں گے۔ اتنے میں خطرہ اور بھی بڑھ گیا اور ساتھ والوں میں سے بعض نے کہا کیا حرج ہے ایسا ہی کر دیا جائے۔ اور انہوں نے پیر صاحب کو چٹھی لکھ کر بغیر میرے علم کے پانی میں ڈال دی۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اس چٹھی کو کوڈر نکال لیا اور جونہی میں نے ایسا کیا وہ کشتی چلنے لگ گئی اور خطرہ جاتا رہا۔

جب حضرت صاحب فوت ہوئے اس وقت خدا تعالیٰ نے میرا دل نہایت مضبوط کر دیا اور فوراً میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ اب ہم پر بہت بڑی ذمہ داری آپڑی ہے۔ اور میں نے اسی وقت عہد کیا کہ الہی میں تیرے مسیح موعود علیہ السلام کی لاش پر کھڑا ہو کر اقرار کرتا ہوں کہ خواہ اس کام کے کرنے کے لئے دنیا میں ایک بھی انسان نہ رہے تو بھی میں کرتا رہوں گا۔ اس وقت



مجھ میں ایک ایسی قوت آگئی کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔

(انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 461-462)

### گھوڑ سواری پسند کرنا

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے مجھے ایک گھوڑی خرید کر دی تھی۔ درحقیقت وہ خرید تو نہ کی گئی تھی بلکہ تحفہ بھیجی گئی تھی اس کی تفصیل یہ ہے کہ میں نے لڑکوں کو سائیکل پر سواری کرتے دیکھا تو میرے دل میں بھی سائیکل کی سواری کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے اس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں کیا آپ نے فرمایا مجھے سائیکل کی سواری تو پسند نہیں، میں تو گھوڑے کی سواری کو مردانہ سواری سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا اچھا آپ مجھے گھوڑا ہی لے دیں۔ آپ نے فرمایا پھر مجھے گھوڑا وہ پسند ہے جو مضبوط اور طاقتور ہو۔ اس سے غالباً آپ کا منشاء یہ تھا کہ میں اچھا سوار بن جاؤں گا۔ آپ نے کپورتھلہ والے عبدالجید خان صاحبؒ کو لکھا کہ ایک اچھا گھوڑا خرید کر بھجوادیں۔ خان صاحب کو اس لئے لکھا کہ ان کے والد صاحب ریاست کے اصطلبل کے انچارج تھے اور ان کا خاندان گھوڑوں سے اچھا واقف تھا۔ انہوں نے ایک گھوڑی خرید کر تحفہ بھجوادی اور قیمت نہ لی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب فوت ہوئے تو چونکہ آپ کی وفات کا اثر لازمی طور پر ہمارے اخراجات پر بھی پڑنا تھا اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ اس گھوڑی کو فروخت کر دیا جائے تاکہ اس کے اخراجات کا بوجھ والدہ صاحبہ پر نہ پڑے۔ مجھے ایک دوست نے جن کو میرا یہ ارادہ معلوم ہو گیا تھا اور جو اب بھی زندہ ہیں۔ کہلا بھیجا کہ یہ گھوڑی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحفہ ہے اسے آپ بالکل فروخت نہ کریں۔ اس وقت میری عمر انیس (19) سال کی تھی۔ وہ جگہ جہاں مجھے یہ بات کہی گئی تھی اب تک یاد ہے۔ میں اس وقت ڈھاب کے کنارے تشخیز الاذہان کے دفتر سے جنوب مشرق کی طرف کھڑا تھا۔ جب مجھے یہ کہا گیا کہ یہ گھوڑی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحفہ ہے اس لئے اسے فروخت نہ کرنا چاہئے تو بغیر سوچے سمجھے معاً میرے منہ سے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے کہ بے شک یہ تحفہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے مگر میں گھوڑی کی خاطر حضرت ام المومنینؓ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ چنانچہ میں نے اس گھوڑی کو فروخت کر دیا۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 131-130)

## حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں

سینکڑوں پیشگوئیاں ہیں جو بعد میں پوری ہوئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا بین ثبوت بنیں۔ مثلاً میرے متعلق ہی آپ کی یہ پیشگوئی تھی کہ ”وہ صاحب شکوہ اور عظمت و دولت ہوگا“۔ اب آپ لوگ دیکھ لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی زندگی میں آپ کی کس قدر جائیداد تھی۔ آپ نے مخالفین کو انعامی چیلنج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں اپنی ساری جائیداد جو دس ہزار روپیہ مالیت کی ہے پیش کرتا ہوں گویا اس وقت آپ کی جائیداد صرف دس ہزار روپیہ کی تھی لیکن اب لاکھوں روپے کی ہو چکی ہے۔ یہ دولت کہاں سے آئی ہے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل ہے ورنہ مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد جب نانا جان نے ہماری زمینوں سے تعلق رکھنے والے کاغذات واپس کئے تو میں اپنے آپ کو اتنا بے بس محسوس کرتا تھا کہ میں حیران تھا کہ کیا کروں۔ اتفاق سے شیخ نور احمد صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو ایک ملازم کی ضرورت ہے آپ مجھے رکھ لیں میں نے کہا میں تنخواہ کہاں سے دوں گا۔ میرے پاس تو نہ کوئی رقم ہے جس سے تنخواہ دے سکوں اور نہ جائیداد سے اتنی آمد کی توقع ہے۔ انہوں نے کہا آپ جو چھوٹی سے چھوٹی تنخواہ دینا چاہیں وہ دے دیں اور پھر انہوں نے خود ہی کہہ دیا کہ آپ مجھے دس روپے ماہوار دے دیں۔ چنانچہ میں نے انہیں ملازم رکھ لیا اور خیال کیا کہ چلو اس قدر تو آمد ہو ہی جائے گی لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ جوں جوں شہر ترقی کرتا گیا۔ اس جائیداد کی قیمت بھی بڑھتی چلی گئی۔ جب قرآن کریم کے پہلے ترجمہ کے چھپوانے کا سوال پیدا ہوا تو میں نے چاہا کہ اس ترجمہ کی اشاعت کا سارا خرچ ہمارا خاندان ہی برداشت کرے۔ میں نے اس وقت شیخ نور احمد صاحب کو بلوایا اور ان سے کہا کہ اس وقت مجھے دو ہزار روپے کی ضرورت ہے کیا اس قدر روپیہ مہیا ہو سکے گا۔ انہوں نے کہا آپ زمین کا کچھ حصہ مکانات کے لئے فروخت کرنے کی اجازت دے دیں تو پھر جتنا چاہیں روپیہ آجائے گا۔ چنانچہ میں نے کچھ زمین فروخت کرنے کی اجازت دے دی یہ زمین 50 کنال کے قریب تھی اور اس جگہ واقع تھی جہاں بعد میں محلہ دارالفضل آباد ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ صاحب واپس آئے اور ان کے ہاتھ میں روپوں کی ایک تھیلی تھی۔ انہوں نے کہا یہ دو ہزار روپیہ ہے اور اگر آپ کو دس ہزار کی بھی ضرورت ہو تو وہ بھی مل سکتا ہے۔ میں نے کہا اس وقت

مجھے اتنے ہی روپیہ کی ضرورت تھی زیادہ کی ضرورت نہیں چنانچہ اس طرح محلہ دارالفضل کی بنیاد پڑی اور وہ روپیہ اشاعت قرآن میں دے دیا گیا۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 682-681)

## حضور علیہ السلام کا وصال

آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کو ہمیشہ دستوں کی شکایت رہتی تھی۔ لاہور تشریف لانے پر یہ شکایت زیادہ ہو گئی اور چونکہ ملنے والوں کا ایک تانتا رہتا تھا اس لئے طبیعت کو آرام بھی نہ ملا۔ آپ اسی حالت میں تھے کہ الہام ہوا الرَّحِيلُ ثُمَّ الرَّحِيلُ یعنی کوچ کرنے کا وقت آ گیا پھر کوچ کرنے کا وقت آ گیا۔ اس الہام پر لوگوں کو تشویش ہوئی لیکن فوراً قادیان سے ایک مخلص دوست کی وفات کی خبر پہنچی اور لوگوں نے یہ الہام اس کے متعلق سمجھا اور تسلی ہو گئی لیکن آپ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ سلسلہ کے ایک بہت بڑے شخص کی نسبت ہے وہ شخص اس سے مراد نہیں۔ اس الہام سے والدہ صاحبہ نے گھبرا کر ایک دن فرمایا کہ چلو واپس قادیان چلیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اب واپس جانا ہمارے اختیار میں نہیں۔ اب اگر خدا ہی لے جائے گا تو جا سکیں گے۔ مگر باوجود ان الہامات اور بیماری کے آپ اپنے کام میں لگے رہے اور اس بیماری ہی میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں صلح و آشتی پیدا کرنے کے لئے آپ نے ایک لیکچر دینے کی تجویز فرمائی اور لیکچر لکھنا شروع کر دیا اور اس کا نام پیغام صلح رکھا۔ اس سے آپ کی طبیعت اور بھی کمزور ہو گئی اور دستوں کی بیماری بڑھ گئی۔ جس دن یہ لیکچر ختم ہونا تھا اس رات الہام ہوا۔

”مکن تکلیہ بر عمرنا یا سیدار“

یعنی نہ رہنے والی عمر پر بھروسہ نہ کرنا۔ آپ نے اسی وقت یہ الہام گھر میں سنا دیا اور فرمایا کہ ہمارے متعلق ہے۔ دن کو لیکچر ختم ہوا اور چھپنے کے لئے دیدیا گیا۔ رات کے وقت آپ کو دست آیا اور سخت ضعف ہو گیا۔ والدہ صاحبہ کو جگایا وہ اٹھیں تو آپ کی حالت کمزور تھی انہوں نے گھبرا کر پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا ہے؟ فرمایا وہی جو میں کہا کرتا تھا (یعنی بیماری موت) اس کے بعد پھر ایک اور دست آیا۔ اس سے بہت ہی ضعف ہو گیا فرمایا مولوی نور الدین صاحب کو بلواؤ (مولوی صاحب جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے بہت بڑے طبیب تھے) پھر فرمایا کہ

محمود (مصنف ہذا رسالہ) اور میر صاحب کو جگاؤ میری چارپائی آپ کی چارپائی سے تھوڑی ہی دور تھی مجھے جگایا گیا۔ اٹھ کر دیکھا تو آپ کو کرب بہت تھا۔ ڈاکٹر بھی آگئے تھے۔ انہوں نے علاج شروع کیا لیکن آرام نہ ہوا۔ آخر انجکشن کے ذریعہ بعض ادویات دی گئیں۔ اس کے بعد آپ سو گئے۔ جب صبح کا وقت ہوا اٹھے اور اٹھ کر نماز پڑھی۔ گلابا لکل بیٹھ گیا تھا۔ کچھ فرمانا چاہا لیکن بول نہ سکے۔ اس پر قلم دوات طلب فرمائی لیکن لکھ بھی نہ سکے۔ قلم ہاتھ سے چھٹ گئی۔ اس کے بعد لیٹ گئے اور تھوڑی دیر تک غنودگی سی طاری ہو گئی اور قریباً ساڑھے دس بجے دن کے آپ کی روح پاک اس شہنشاہ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئی جس کے دین کی خدمت میں آپ نے اپنی ساری عمر صرف کر دی تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ بیماری کے وقت ایک ہی لفظ آپ کی زبان مبارک پر تھا اور وہ لفظ اللہ تھا۔

آپ کی وفات کی خبر بجلی کی طرح تمام لاہور میں پھیل گئی۔ مختلف مقامات کی جماعتوں کو تاریخ دی دے گئیں اور اسی روز شام یا دوسرے دن صبح اخبارات کے ذریعہ کل ہندوستان کو اس عظیم الشان انسان کی وفات کی خبر مل گئی جہاں وہ شرافت جس کے ساتھ آپ اپنے مخالفوں کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے ہمیشہ یاد رہے گی وہاں وہ خوشی بھی کبھی نہیں بھلائی جاسکتی جس کا اظہار آپ کی وفات پر آپ کے مخالفوں نے کیا۔ لاہور کی پبلک کا ایک گروہ نصف گھنٹہ کے اندر ہی اس مکان کے سامنے اکٹھا ہو گیا جس میں آپ کا جسم مبارک پڑا تھا اور خوشی کے گیت گا گا کر اپنی کور باطنی کا ثبوت دینے لگا۔ بعضوں نے تو عجیب عجیب سوانگ بنا کر اپنی خباثت کا ثبوت دیا۔

آپ کے ساتھ جو محبت آپ کی جماعت کو تھی اس کا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بہت تھے جو آپ کی نعش مبارک کو صریحاً اپنی آنکھوں کے سامنے پڑا دیکھتے تھے مگر وہ اس بات کے قبول کرنے کو تیار تھے کہ اپنے حواس کو تو مختل مان لیں لیکن یہ باور کرنا انہیں دشوار و ناگوار تھا کہ ان کا حبیب ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا ہے۔ پہلے مسیح کے حواریوں کی اپنے مرشد کے ساتھ محبت میں یہ فرق ہے کہ وہ تو مسیح کے صلیب سے زندہ اتر آنے پر حیران تھے اور یہ اپنے مسیح کے وصال پر ششدر تھے۔ اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسیح زندہ کیونکر ہوا آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک شخص جو خاتم النبیین ہو کر آیا تھا اس کی وفات پر نہایت سچے دل سے ایک شاعر نے یہ صداقت سے بھرا ہوا شعر کہا تھا کہ:

كُنْتُ السَّوَادَ لِنَاطِرِي فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاطِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلَيْمْتُ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أَحَاذِرُ

ترجمہ:- ”کہ تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ تیری موت سے میری آنکھ اندھی ہوگئی۔ اب تیرے بعد کوئی شخص پڑا مرا کرے ہمیں اس کی پرواہ نہیں کیونکہ ہم تو تیری ہی موت سے ڈر رہے تھے۔“

آج سے تیرہ سو سال کے بعد اس نبیؐ کے ایک غلام کی وفات پر پھر وہی نظارہ چشم فلک نے دیکھا کہ جنہوں نے اسے پہچان لیا تھا ان کا یہ حال تھا کہ یہ دنیا ان کی نظروں میں حقیر ہوگئی اور ان کی تمام تر خوشی اگلے جہان میں ہی چلی گئی بلکہ اب تک کہ آٹھ سال گذر گئے ہیں ان کا یہی حال ہے اور خواہ صدی بھی گذر جائے مگر وہ دن ان کو کبھی نہیں بھول سکتے جبکہ خدا تعالیٰ کا پیارا رسول ان کے درمیان چلتا پھرتا تھا.....

اُسی وقت آپ کے جسم مبارک کو قادیان میں پہنچانے کا انتظام کیا گیا اور شام کی گاڑی میں ایک نہایت بھاری دل کے ساتھ آپ کی جماعت نعش لے کر روانہ ہوئی اور آپ کا الہام پورا ہوا جو قبل از وقت مختلف اخبارات میں شائع ہو چکا تھا کہ

”ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔“

بٹالہ پہنچ کر آپ کا جنازہ فوراً قادیان پہنچایا گیا اور قبل اس کے کہ آپ کو دفن کیا جاتا قادیان کی موجودہ جماعت نے (جن میں کئی سو قائم مقام باہر کی جماعتوں کا بھی شامل تھا) بالاتفاق آپ کا جانشین اور خلیفہ حضرت مولوی حاجی نور الدین صاحب بھیروی کو تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس طرح الوصیت کی وہ شائع شدہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ کھڑے کئے گئے تھے۔ میری جماعت کے لئے بھی خدا تعالیٰ اسی رنگ میں انتظام فرمائے گا۔ اس کے بعد خلیفہ وقت نے آپ کا جنازہ پڑھا اور دوپہر کے بعد آپ دفن کئے گئے اور اس طرح آپ کا وہ الہام کہ ”ستائیس کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق)“ جو دسمبر 1902ء میں ہوا اور مختلف اخبارات میں شائع ہو چکا تھا پورا ہوا کیونکہ 26 مئی کو آپ فوت ہوئے اور 27 تاریخ کو آپ دفن کئے گئے اور اس الہام کے ساتھ ایک اور الہام بھی تھا جس سے اس الہام کے معنی واضح کر دیئے گئے تھے اور وہ الہام یہ تھا

”وقت رسید“ یعنی تیری وفات کا وقت آ گیا ہے۔

آپ کی وفات پر انگریزی و دیہی ہندوستان کے سب اخبارات نے باوجود مخالفت کے اس بات کا اقرار کیا کہ اس زمانہ کے آپ ایک بہت بڑے شخص تھے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ۔ انوار العلوم جلد 3 صفحہ 377 تا 380)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے صحابہ کا عشق و محبت

ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ کے دیکھنے والوں کو آپ سے جو محبت تھی اس کا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جو بعد میں آئے یا جن کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں عمر چھوٹی تھی۔ مگر مجھے خدا تعالیٰ نے ایسا دل دیا تھا کہ میں بچپن سے ہی ان باتوں کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے ان لوگوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اندازہ لگایا ہے جو آپ کی صحبت میں رہے۔ میں نے سا لہا سال ان کے متعلق دیکھا کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کی وجہ سے اپنی زندگی میں کوئی لطف محسوس نہ ہوتا تھا اور دنیا میں کوئی رونق نظر نہیں آتی تھی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ جن کے حوصلہ کے متعلق جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ کتنا مضبوط اور قوی تھا۔ وہ اپنے غموں اور فکروں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے مگر انہوں نے کئی دفعہ جب کہ آپ اکیلے ہوتے اور کوئی پاس نہ ہوتا۔ مجھے کہا۔ میاں! جب سے حضرت صاحب فوت ہوئے ہیں مجھے اپنا جسم خالی معلوم ہوتا ہے اور دنیا خالی خالی نظر آتی ہے۔ میں لوگوں میں چلتا پھرتا اور کام کرتا ہوں مگر پھر بھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

آپ کے علاوہ کئی اور لوگوں کو بھی میں نے دیکھا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہے۔ ان کی محبت اور عشق ایسا بڑھا ہوا تھا کہ کوئی چیز انہیں لطف نہ دیتی اور وہ چاہتے کہ کاش ہماری جان نکل جائے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملیں۔ مگر باوجود اس خواہش کے وہ زندہ تھے مرنے نہیں گئے تھے۔ (خطبات محمود جلد 1 صفحہ 145-144)

غلبہ اسلام اللہ تعالیٰ کی معجزانہ تائید و نصرت سے ہوگا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب 1908ء میں انتقال ہوا تو اُس وقت میری

عمر صرف بیس سال کے قریب تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ جماعت کے بعض دوستوں کے قدم لڑکھڑا گئے اور ان کی زبانوں سے اس قسم کے الفاظ نکلے کہ ابھی تو بعض پیشگوئیاں پوری ہونے والی تھیں۔ مگر آپ کی تو وفات ہو گئی ہے اب ہمارے سلسلہ کا کیا بنے گا؟

جب میں نے یہ الفاظ سنے تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک جوش پیدا کیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعش کے سر ہانے کھڑا ہو گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے اسی کی قسم کھا کر یہ عہد کیا۔

کہ اے میرے رب! اگر ساری جماعت بھی اس ابتلا کی وجہ سے کسی فتنہ میں پڑ جائے تب بھی میں اکیلا اس پیغام کو جو تو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ بھیجا ہے دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی کوشش کروں گا اور اس وقت تک چین نہیں لوں گا جب تک کہ میں ساری دنیا تک احمدیت کی آواز نہ پہنچا دوں۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے مجھے اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور میں نے آپ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی تمام زندگی وقف کر دی جس کا نتیجہ آج ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک میں ہمارے مشن قائم ہو چکے ہیں اور ہزار ہا لوگ جو اس سے پہلے شرک میں مبتلا تھے یا عیسائیت کا شکار ہو چکے تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنے لگ گئے ہیں۔

لیکن ان تمام نتائج کے باوجود یہ حقیقت ہمیں کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ دنیا کی اس وقت اڑھائی ارب کے قریب آبادی ہے اور ان سب کو خدائے واحد کا پیغام پہنچانا اور انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں شامل کرنا جماعت احمدیہ کا فرض ہے۔

پس ایک بہت بڑا کام ہے جو ہمارے سامنے ہے اور بڑا بھاری بوجھ ہے جو ہمارے کمزور کندھوں پہ ڈالا گیا ہے اتنے اہم کام میں اللہ تعالیٰ کی معجزانہ تائید و نصرت کے سوا ہماری کامیابی کی کوئی صورت نہیں ہم اس کے عاجز اور حقیر بندے ہیں اور ہمارا کوئی کام اس کے فضل کے بغیر نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔ (الفضل 2/ جنوری 1963ء جلد 52/17 نمبر 2 صفحہ 1)

ہر بچہ کے اندر یقین پیدا ہوگا

میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت طبعی سمیتوں کی طرف کم توجہ کرتی ہے اور دنیوی

فلسفیوں کی طرف زیادہ توجہ رکھتی ہے۔ ہماری جماعت کے کتنے واعظ ہیں جن کے وعظوں میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح تمہیں بھی نہیں چھوڑے گا۔ کتنے واعظ ہیں جو ان واقعات کو بیان کر کے یہ بتاتے ہوں کہ وہ خدا جس نے فلاں موقع پر نشان دکھائے اب بھی تمہارے حق میں اپنے محبت بھرے تعلقات کا اظہار کرے گا۔ دُور نہ جاؤ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور نشانات کے دہرانے سے بھی ایمان بڑھتا ہے۔ جس طرح بار بار کے یاد کرنے سے ایک چہرہ سامنے آ جاتا ہے اسی طرح ان نشانات اور معجزات کے پڑھنے سے ایک ایماندار کا دل دھڑکنے لگ جاتا ہے۔ بھول جاؤ مخالفت کو۔ کیونکہ تمہارا بھی وہی خدا ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا خدا تھا، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا تھا، جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تھا یا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خدا تھا اور درمیان میں جو دوسرے بزرگ گزرے ہیں اُن کا خدا تھا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہارے حق میں بھی وہی نشانات دکھائے جو اس نے ان نبیوں اور بزرگوں کے حق میں دکھائے تھے تو ان واقعات کو بار بار دہراؤ۔

گا ہے گا ہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

قرآن کریم نے ہمیں یہ سبق دیا ہے۔ اگر ایک دفعہ بات کرنا کافی ہوتی تو وہ ان واقعات کو بار بار نہ دہراتا۔ وہ تو ان واقعات کو اتنا دہراتا ہے کہ یورپین مصنفین کا قرآن کریم پر سب سے بڑا یہ اعتراض ہے کہ اس میں تکرار پایا جاتا ہے۔ بے شک انہیں قرآن کریم پر یہ اعتراض ہونا چاہیے کیونکہ وہ غیر ہیں۔ غیر جب ماں کو بچے کے ساتھ پیار کرتے دیکھتا ہے، اُس کے پیار کی باتوں کو سنتا ہے تو کہتا ہے ایک دفعہ ہو گیا یہ کیا بار بار ایک ہی بات کو دہرایا جاتا ہے آخر کوئی حساب بھی ہو۔ لیکن ماں اُسے اس نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھتی جس نقطہ نگاہ سے اُسے غیر دیکھتا ہے۔ تمہیں بھی قرآن کریم کو غیر کے نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اُسی طرح دیکھنا چاہیے جس طرح بچہ ماں کی پیار بھری باتوں کو سنتا ہے اور اس کی محبت کو محسوس کرتا ہے۔ جس طرح ماں جب بچہ سے پیار کرتی ہے تو فطرت اُسے سبق دیتی ہے کہ بڑے ہو کر تمہیں بھی اپنے بچوں کی محبت حاصل کرنے اور ان کے حوصلوں کو بلند کرنے کے لیے ایسا کرنا ہوگا۔ اسی طرح



تمہیں بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تمہارے اندر بھی ایمان اُسی وقت پیدا ہوگا جب تم ان واقعات کو دہرانے لگ جاؤ گے، تم اپنی مجلسوں اور اپنے گھروں میں بار بار بیان کرو کہ جو خدا حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کا تھا وہی خدا تمہارا ہے۔ جس طرح خدا نے اپنے ان پیارے بندوں کو نہیں چھوڑا تھا تم بھی اگر اُس کے ساتھ ویسے، تعلقات پیدا کر لو گے تو وہ تمہیں بھی نہیں چھوڑے گا۔ جب تمہاری مجلسوں اور تمہارے گھروں میں اس بات کا چرچا شروع ہو جائے گا تو ہر بچہ کے اندر یہ یقین پیدا ہوگا کہ ہمارے خدا نے یوں کہا ہے۔

(خطبات محمود جلد 32 صفحہ 103-102)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر عہد

مجھے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے اپنے ایک فعل پر جو گواہی بچگانہ فعل تھا۔ مگر جس طرح بدر کے موقعہ پر ایک انصاری نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندنا ہوا نہ گزرے اور اس صحابی کو اپنے اس فقرہ پر ناز تھا۔ اسی طرح مجھے بھی اپنے اس فعل پر ناز ہے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے تو چونکہ آپ کی وفات ایسے وقت میں ہوئی جب کہ ابھی بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئی تھیں اور چونکہ میں نے عین آپ کی وفات کے وقت ایک دو آدمیوں کے منہ سے یہ فقرہ سنا کہ اب کیا ہوگا۔ عبدالحکیم کی پیشگوئی کے متعلق لوگ اعتراض کریں گے محمدی بیگم والی پیشگوئی کے متعلق لوگ اعتراض کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ان باتوں کو سنتے ہی پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا کہ میں خاموشی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لاش مبارک کے پاس گیا اور سر ہانے کی طرف کھڑے ہو کر میں نے خدا تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا اے خدا میں تیرے مسیح کے سر ہانے کھڑے ہو کر تیرے حضور یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت بھی پھر گئی۔ تو میں اُس دین اور اس سلسلہ کی اشاعت کے لئے کھڑا ہوں گا جس کو تو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم کیا ہے۔ میری عمر اس وقت انیس (19) سال کی تھی اور انیس سال کی عمر میں بعض اور لوگوں نے بھی بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ مگر وہ جنہوں نے اس عمر میں شاندار کام کیئے ہیں۔ وہ نہایت ہی شاذ ہوئے ہیں۔ کروڑوں میں سے

کوئی ایک ایسا ہوا ہے جس نے اپنی اس عمر میں کوئی شاندار کام کیا ہو بلکہ اربوں میں سے کوئی ایک ایسا ہوا ہے اور مجھے فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مجھے یہ فقرہ کہنے کا موقع دیا۔ تو مومن کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ سمجھے اصل ذمہ دار میں ہوں۔ جب کسی شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ میں اور فلاں ذمہ دار ہیں وہ سمجھ لے کہ اس کا ایمان ضائع ہو گیا اور اس کے اندر منافقت آگئی۔

(الفضل 10 اپریل 1938ء جلد 36 نمبر 83 صفحہ 9)

### مسلمان خدا تعالیٰ پر توکل کا اظہار کریں

میں نے یہ روایا بارہ تاریخ کی صبح کو ان کو سنادی تھی اور روایا میں جو میں نے ابو الہول کا دوسرا سردیکھا ہے۔ اس پر میں نے حیرت کا بھی اظہار کیا تھا کہ میں نے ایک سر کی بجائے دوسرے دیکھے ہیں۔ میں اس رویاء کی بنا پر سمجھتا ہوں کہ گو یہ دونوں واقعات مسلمانوں کے لئے نہایت تکلیف دہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان صدمات کو چھوٹا کر دے گا اور مسلمانوں کو ان کے بد اثر سے محفوظ رکھے گا۔ اگر مسلمان خدا تعالیٰ پر توکل کا اظہار کریں اور کسی لیڈر کی وفات کا جو سچا رد عمل ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر پیدا کریں۔ یعنی اس کی نیک خواہشات کو پورا کرنے کوشش کریں تو یقیناً مسٹر جناح کی وفات مسلمانوں کی تباہی کا موجب نہیں بلکہ مسلمانوں کی مضبوطی کا موجب ہوگی۔

بانی سلسلہ احمدیہ جب فوت ہوئے ہیں اس وقت میری عمر انیس سال کی تھی۔ ان کی وفات اسی لاہور میں ہوئی تھی اور ان کی وفات کی خبر سنتے ہی شہر کے بہت سے اوباشوں نے اس گھر کے سامنے شور و غوغا شروع کر دیا تھا۔ جس میں ان کی لاش پڑی تھی اور ناقابل برداشت گالیاں دیتے تھے اور ناپسندیدہ نعرے لگاتے تھے۔ مجھے اس وقت کچھ احمدی بھی اکھڑے اکھڑے سے نظر آتے تھے۔ تب میں بانی سلسلہ احمدیہ کے سرہانے جا کر کھڑا ہو گیا اور میں نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے یہ عرض کی کہ اگر ساری جماعت بھی مرتد ہو جائے تو میں اس مشن کو پھیلانے کے لئے جس کے لئے تو نے ان کو مبعوث فرمایا تھا کوشش کروں گا اور اس کام کے پورا کرنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔ خدا تعالیٰ نے میرے عہد میں ایسی برکت دی کہ احمدیت کے مخالف ہمارے عقیدوں کے متعلق خواہ کچھ کہیں۔ یہ تو ان میں سے کوئی ایک مرد بھی نہیں کہہ سکتا کہ بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات پر جماعت کو جو طاقت حاصل تھی اتنی طاقت آج

جماعت کو حاصل نہیں۔ ہر شخص اقرار کرے گا کہ اس سے درجنوں گنے زیادہ طاقت اس وقت جماعت کو حاصل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر جناح کی وفات کے بعد اگر وہ مسلمان جو واقعہ میں ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کے کام کی قدر کو پہچانتے تھے۔ سچے دل سے یہ عہد کر لیں کہ جو منزل پاکستان کی انہوں نے تجویز کی تھی۔ وہ اس سے بھی آگے اُسے لے جانے کی کوشش کریں گے اور اس عہد کے ساتھ ساتھ وہ پوری تن دہی سے اس کو نبھانے کی کوشش بھی کریں۔ تو یقیناً پاکستان روز بروز ترقی کرتا چلا جائے گا اور دنیا کی مضبوط ترین طاقتوں میں سے ہو جائے گا۔

چونکہ میرے پردادا اور نظام الملک کو ایک ہی سال میں خطاب اور عہدہ ملا تھا۔ اس لئے مجھے اس خاندان کی تاریخ کے ساتھ کچھ دلچسپی رہی ہے۔ 1707ء میں ہی ان کو خطاب ملا ہے اور 1707ء میں ہی میرے پردادا مرزا فیض محمد صاحب کو خطاب ملا تھا۔ ان کو نظام الملک اور میرے پردادا کو عضد الدولہ۔ اس وقت میرے پاس کاغذات نہیں ہیں۔ جہاں تک عہدے کا سوال ہے۔ غالباً نظام الملک کو پہلے پانچ ہزاری کا عہدہ ملا تھا۔ لیکن مرزا فیض محمد صاحب کو ہفت ہزاری کا عہدہ ملا تھا۔ اس وقت نظام الملک باوجود دکن میں شورش کے دلی میں بیٹھے رہے اور تب دکن گئے تھے جب دکن کے فسادات مٹ گئے تھے۔ سلطان حیدر الدین کی جنگوں میں بھی حیدر آباد نے کوئی اچھا نمونہ نہیں دکھایا تھا۔ مرہٹوں کی جنگوں میں بھی اس کا رویہ اچھا نہیں تھا۔ انگریزوں کے ہندوستان میں قدم جمنے میں بھی حیدر آباد کی حکومت کا بہت کچھ دخل تھا۔ مگر جہاں بہادری کے مقابلہ میں نظام کبھی اچھے ثابت نہیں ہوئے وہاں عام دورانہدیشی اور انصاف اور علم پروری میں یقیناً یہ خاندان نہایت اعلیٰ نمونے دکھاتا رہا ہے اور اسی وجہ سے کسی اور ریاست کے باشندوں میں اپنے رئیس سے اتنی محبت نہیں پائی جاتی جتنی کہ نظام کی رعایا میں نظام کی پائی جاتی ہے۔

انصاف کے معاملہ میں میرا اثر یہی رہا ہے کہ حیدر آباد کا انصاف برطانوی راج سے بھی زیادہ اچھا تھا۔ ہندو مسلمان کا سوال کبھی نظاموں نے اٹھنے نہیں دیا اور ان خوبیوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہی ہندوستان کے مسلمانوں میں مقبول رہے۔ (الفضل 21 ستمبر 1948ء جلد 2 نمبر 24 صفحہ 4)

## ایک ذاتی تجربہ

ہم میں سے کوئی احمدی سوائے اس کے کہ جس کے دل میں خرابی پیدا ہو چکی ہو یا جس

کے ایمان میں کوئی نقص واقع ہو چکا ہو ایسا نہیں تھا جس کے دل میں کبھی بھی یہ خیال آیا ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو فوت ہو جائیں گے اور ہم آپ کے پیچھے زندہ رہ جائیں گے چھوٹے کیا اور بڑے کیا، بچے کیا اور بوڑھے کیا، مرد کیا اور عورتیں کیا سب یہی سمجھتے تھے کہ ہم پہلے فوت ہوں گے اور حضرت صاحب زندہ رہیں گے۔ غرض کچھ شدتِ محبت کی وجہ سے اور کچھ اس تعلق کی عظمت کی وجہ سے جو نبی کو خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو کتنی لمبی عمر دے گا۔ چاہے کوئی شخص یہ خیال نہ کرتا ہو کہ یہ نبی ہمیشہ زندہ رہے گا مگر یہ خیال ضرور آتا ہے کہ ہم پہلے فوت ہوں گے اور خدا تعالیٰ کا نبی دنیا میں زندہ رہے گا۔ چنانچہ بسا اوقات اٹھارہ اٹھارہ بیس بیس سال کے نوجوان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت لجاجت سے عرض کرتے کہ حضور ہمارا جنازہ خود پڑھائیں اور ہمیں تعجب آتا کہ یہ تو ابھی نوجوان ہیں اور حضرت صاحب ستر برس سے اوپر کی عمر کو پہنچ چکے ہیں اس کے علاوہ آپ بیمار بھی رہتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ ہمارا جنازہ آپ پڑھائیں۔ گویا انہیں یقین ہے کہ حضرت صاحب زندہ رہیں گے اور وہ آپ کے سامنے فوت ہوں گے۔ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب وفات پا گئے تو دس پندرہ دن تک سینکڑوں آدمیوں کے دلوں میں کئی دفعہ یہ خیال آتا کہ آپ ابھی فوت نہیں ہوئے۔ میرا اپنا یہ حال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے تیسرے دن میں ایک دوست کے ساتھ باہر سیر کے لئے گیا اور دارالانوار کی طرف نکل گیا۔ ان دنوں ایک اعتراض کے متعلق بڑا چرچا تھا اور سمجھا جاتا تھا کہ وہ بہت ہی اہم ہے۔ راستہ میں میں نے اس اعتراض پر غور کرنا شروع کر دیا اور خاموشی سے سوچتا چلا گیا۔ مجھے یک دم اس اعتراض کا ایک نہایت ہی لطیف جواب سوجھ گیا اور میں نے زور سے کہا کہ مجھے اس اعتراض کا جواب مل گیا ہے۔ اب میں گھر چل کر حضرت صاحب سے اس کا ذکر کروں گا اور آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کی وفات پر جو فلاں اعتراض دشمنوں نے کیا ہے اس کا یہ جواب ہے حالانکہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وفات پائے تین دن گزر چکے تھے۔ تو وہ لوگ جنہوں نے اس عشق کا مزا چکھا ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں وہ کیا خیال کرتے تھے اور آپ کی وفات پر ان کی کیا قلبی کیفیات تھیں۔ یہی حال صحابہؓ کا تھا۔ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق تھا اُس کی مثال تاریخ کے صفحات

میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ اس عشق کی وجہ سے صحابہؓ کے لئے یہ تسلیم کرنا سخت مشکل تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں گے اور وہ زندہ رہیں گے۔ یہ نہیں کہ وہ آپ کو خدا سمجھتے تھے، وہ سمجھتے تو آپ کو انسان ہی تھے مگر شدتِ محبت کی وجہ سے خیال کرتے تھے کہ ہماری زندگی میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آپ کی وفات پر جو واقعہ ہوا وہ اس حقیقت کی ایک نہایت واضح دلیل ہے۔ (انوار العلوم جلد 15 صفحہ 472، 473)

### تکالیف، مصائب اور آلام سے گھبرانا نہیں چاہئے

اللہ تعالیٰ کے مرسل جب آتے ہیں اُس وقت ہر شخص جو ان کی جماعت میں داخل ہوتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ دین کا کام میرے سوا اور کسی نے نہیں کرنا جب وہ یہ سمجھ لے تو وہ اس کی انجام دہی کے لئے اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ مجنوں بن جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو میں نے اس قسم کی آوازیں سنیں کہ آپ کی وفات بے وقت ہوئی ہے ایسا کہنے والے یہ تو نہیں کہتے تھے کہ نَعُوذُ بِاللّٰهِ آپ جھوٹے ہیں مگر یہ کہتے تھے کہ آپ کی وفات ایسے وقت میں ہوئی ہے جبکہ آپ نے خدا تعالیٰ کا پیغام اچھی طرح نہیں پہنچایا اور پھر آپ کی بعض پیشگوئیاں بھی پوری نہیں ہوئیں۔ میری عمر اُس وقت اُنیس سال کی تھی۔ میں نے جب اس قسم کے فقرات سنے تو میں آپ کی لاش کے سرہانے جا کر کھڑا ہو گیا اور میں نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے دعا کی کہ اے خدا! یہ تیرا محبوب تھا جب تک یہ زندہ رہا اس نے تیرے دین کے قیام کے لئے بے انتہاء قربانیاں کیں اب جبکہ اس کو تو نے اپنے پاس بلا لیا ہے لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس کی وفات بے وقت ہوئی ہے ممکن ہے ایسا کہنے والوں یا ان کے باقی ساتھیوں کے لئے اس قسم کی باتیں ٹھوکر کا موجب ہوں اور جماعت کا شیرازہ بکھر جائے اس لئے اے خدا! میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت بھی تیرے دین سے پھر جائے تو میں اس کے لئے اپنی جان لڑا دوں گا۔ اُس وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ کام میں نے ہی کرنا ہے اور یہی ایک چیز تھی جس نے 19 سال کی عمر میں ہی میرے دل کے اندر ایک ایسی آگ بھردی کہ میں نے اپنی ساری زندگی دین کی خدمت پر لگا دی اور باقی تمام مقاصد کو چھوڑ کر صرف یہی ایک مقصد اپنے سامنے رکھ لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جس کام کے لئے تشریف لائے تھے وہ اب میں نے ہی کرنا ہے۔ وہ عزم جو اُس وقت میرے دل کے اندر پیدا ہوا تھا آج تک میں اُس کونت نئی چاشنی کے ساتھ اپنے اندر پاتا ہوں اور وہ عہد جو اُس وقت میں نے آپ کی لاش کے سر ہانے کھڑے ہو کر کیا تھا وہ خضر راہ بن کر مجھے ساتھ لئے جاتا ہے۔

میرا وہی عہد تھا جس نے آج تک مجھے اس مضبوطی کے ساتھ اپنے ارادہ پر قائم رکھا کہ مخالفت کے سینکڑوں طوفان میرے خلاف اُٹھے مگر وہ اس چٹان کے ساتھ ٹکرا کر اپنا ہی سر پھوڑ گئے جس پر خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا تھا اور مخالفین کی ہر کوشش، ہر منصوبہ اور ہر شرارت جو انہوں نے میرے خلاف کی وہ خود انہیں کے آگے آتی گئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل کے ساتھ مجھے ہر موقع پر کامیابیوں کا منہ دکھایا یہاں تک کہ وہی لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت یہ کہتے تھے کہ آپ کی وفات بے وقت ہوئی ہے آپ کے مشن کی کامیابیوں کو دیکھ کر انگشت بدنداں نظر آتے ہیں۔ پس جو شخص یہ عہد کر لیتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ یہ کام میں نے ہی سر انجام دینا ہے اُس کے رستہ میں ہزاروں مشکلات پیدا ہوں ہزاروں روکیں واقع ہوں اور ہزاروں بند اُس کے رستہ میں حائل ہوں وہ ان سب کو عبور کرتا ہوا اس میدان میں جا پہنچتا ہے جہاں کامیابی اس کے استقبال کے لئے کھڑی ہوتی ہے۔ پس ہماری جماعت کے ہر شخص کو یہ عہد کر لینا چاہئے کہ دین کا کام میں نے ہی کرنا ہے اس عہد کے بعد ان کے اندر بیداری پیدا ہو جائے گی اور ہر مشکل ان پر آسان ہوتی جائے گی اور ہر عسر ان کے لئے یسر بن جائے گی ان کو بے شک بعض تکالیف اور مصائب اور آلام سے بھی دوچار ہونا پڑے گا مگر وہ اس میں عین راحت محسوس کریں گے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ دین کی تکمیل کے لئے صرف تم ہی میرے مخاطب ہو تمہارے صحابہ اس کام میں حصہ لیں یا نہ لیں لیکن تم سے بہر حال میں نے کام لینا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رات دن اسی کام میں لگے رہتے تھے اور آپ کی ہر حرکت اور آپ کا ہر سکون اور آپ کا ہر قول اور ہر فعل اس بات کے لئے وقف تھا کہ خدا تعالیٰ کے دین کو دنیا میں قائم کیا جائے اور آپ اس بات کو سمجھتے تھے کہ یہ اصل میں میرا ہی کام ہے کسی اور کا نہیں۔

(قومی ترقی کے دواہم اصول، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 74، 75)

## سلسلہ کے کام خدا تعالیٰ کرتا ہے

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے تو عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اب سلسلہ تباہ ہو جائے گا اور دشمن خوش تھا کہ چندہ آنا اب بند ہو جائے گا اور جماعت کی ترقی رک جائے گی۔ مگر جب لوگوں نے ایک دو سال کے بعد دیکھا کہ جماعت افراد کی تعداد کے لحاظ سے بھی بڑھ گئی ہے، قربانی کے لحاظ سے بڑھ گئی ہے اور اشاعت دین کے لحاظ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ تو انہوں نے یہ نئی بات بنائی کہ اصل میں مولوی نور الدین صاحب جماعت میں ایک بہت بڑے عالم ہیں اور سلسلہ کی تمام ترقی کا انحصار انہی پر ہے۔ مرزا صاحب کی زندگی میں تمام کام مولوی صاحب ہی کرتے تھے۔ گو ظاہر میں مرزا صاحب کا نام رہتا تھا۔ چنانچہ کئی مولوی طرز کے لوگ جو ظاہری امور کی قدر زیادہ کیا کرتے ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی کہا کرتے تھے کہ اس سلسلہ کو مولوی نور الدین صاحبؒ چلا رہے ہیں انہوں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد دیکھا کہ مولوی صاحبؒ کے زمانہ میں سلسلہ پہلے سے بھی زیادہ ترقی کر رہا ہے تو انہوں نے خوش ہو کر کہنا شروع کر دیا کہ ہم نہ کہتے تھے کہ تمام کام مولوی نور الدین صاحبؒ کا ہے۔

غرض حضرت خلیفۃ المسیح اولؒ کے وقت سلسلہ پہلے سے بھی زیادہ ترقی کر گیا اور مخالفوں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دینی شروع کر دی کہ یہ تمام کارروائی نور الدین کی ہے اس کی وفات کے بعد یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؒ جب وفات پا گئے تو ان کے بعد اگر جماعت کے وہ مشہور لوگ جو اثر اور رسوخ رکھتے تھے جیسے خواجہ کمال الدین صاحب یا ریو یو آف ریلینجز کی ایڈیٹری کے لحاظ سے مولوی محمد علی صاحب خلیفہ منتخب ہو جاتے تو انگریزی دان طبقہ یہ خیال کرتا کہ اب جماعت کی ترقی کی وجہ یہ ہے کہ کوئی انگریزی میں دسترس رکھنے والا خلیفہ ہو گیا ہے کیونکہ یہ مغربی علوم کے غلبہ کا ہی زمانہ ہے مولویوں اور ملانوں سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ جیسے حضرت خلیفۃ اولؒ بعض دفعہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ ہمیں غصہ سے قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّی سے قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّی ملا کہہ دیا کرتے ہیں تو اگر ان میں سے کوئی خلیفہ ہو جاتا تو انگریزی دان طبقہ پھر بھی یہ خیال کر سکتا تھا کہ ممکن ہے جماعت کی ترقی انہی کی وجہ سے ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس الزام کو دور کرنے کے لئے کہ یہ سلسلہ انسانوں پر چل رہا ہے اس انسان کو خلافت کے لئے چنا

جس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ نالائق ہے، نا تجربہ کار ہے، کم علم ہے اور وہ جماعت کو تباہ کر دے گا تا دینا پر یہ ظاہر کرے کہ یہ خدا کا سلسلہ ہے کسی انسان کا قائم کردہ سلسلہ نہیں۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے مقرب تھے مگر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ سلسلہ ان کا بھی نہیں بلکہ میرا تھا اور بے شک حضرت مولوی نور الدین صاحب ایک بہت بڑے عالم تھے مگر ان کا علم بھی میرے فضل کا نتیجہ تھا اور سلسلہ ان کا نہیں بلکہ میرا تھا اور اس کے بعد خدا نے اس انسان کو خلافت کے لئے چنا جس کے متعلق دنیا یہ حقارت سے کہتی تھی کہ وہ نہ ظاہری علوم سے آگاہ ہے نہ باطنی علوم جانتا ہے، نہ اس کی صحت اچھی ہے نہ اسے کوئی رعب اور دبدبہ حاصل ہے اور نہ ہی کسی اور رنگ میں وہ لوگوں میں مشہور ہے اور اس طرح خدا نے ظاہر کر دیا کہ اس سلسلہ کو ترقی دینا میرا کام ہے اور میں اگر چاہوں تو مٹی سے بھی بڑے بڑے کام لے سکتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلے خدائی مدد پر چلتے ہیں کسی انسان کی وجہ سے نہیں چلتے اور اگر ہماری جماعت کسی وقت یہ سمجھ لے کہ فلاں شخص کے بیمار ہونے یا چلے جانے یا وفات پا جانے سے سلسلہ کے کام میں خرابی پیدا ہو جائے گی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نے توکل کو چھوڑ دیا۔ جب تک ہماری جماعت میں یہ توکل رہے گا ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نئے سے نئے آدمی کام کرنے والے پیدا نہ کرے۔ آخر ہماری جماعت میں لوگ بیمار بھی ہوتے ہیں اور مر بھی جاتے ہیں مگر کیا کبھی بھی ہمارے کاموں میں رخنہ پڑا؟ ہم نے تو دیکھا ہے کہ جب بھی ایسا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فوراً ایسے آدمی کھڑے کر دیتا ہے جو ان کے کام کو سنبھال لیتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کو علمی لحاظ سے دنیا میں خاص شہرت حاصل تھی۔ اسی طرح مولوی سید محمد احسن صاحب بھی بہت مشہور تھے۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب اور قاضی سید امیر حسین صاحب بھی بڑے پایہ کے عالم تھے گو باہران کی علمی شہرت نہیں تھی مگر حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کی وفات کی وجہ سے ایک عالم تو اس طرح ختم ہو گیا اور دوسرا عالم سلسلہ خلافت سے مرتد ہو گیا۔ تب وہی لوگ جو دن پہلے گمنام زندگی بسر کر رہے تھے یک دم آگے آگئے۔ چنانچہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم، میر محمد اسحاق صاحب اور مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم نمایاں ہونے شروع ہو گئے۔ ان میں سے ایک کتابوں کے حوالے یاد رکھنے کی وجہ سے اور باقی دو اپنے مباحثوں کی وجہ سے جماعت میں اتنے مقبول ہوئے کہ مجھے یاد ہے اُس وقت ہمیشہ جماعتیں یہ لکھا کرتی تھیں کہ اگر حافظ روشن علی صاحب اور میر محمد اسحاق صاحب نہ آئے تو ہمارا کام نہیں چلے گا۔ حالانکہ چند مہینے پہلے حضرت خلیفہ اولؑ کی زندگی



میں انہیں کوئی خاص عزت حاصل نہیں تھی۔ میر محمد اسحاق صاحب کو تو کوئی جانتا بھی نہیں تھا اور حافظ روشن علی صاحب کو جماعتوں کے جلسوں پر آنے جانے لگ گئے تھے مگر لوگ زیادہ تر یہی سمجھتے تھے کہ ایک نوجوان ہے جسے دین کا شوق ہے اور وہ تقریروں میں مشق پیدا کرنے کے لئے آجاتا ہے مگر حضرت خلیفۃ المسیح اولؒ کی وفات کے بعد چند دنوں میں ہی انہیں خدا تعالیٰ نے وہ عزت اور رُعب بخشا کہ جماعت نے یہ سمجھا کہ ان کے بغیر اب کوئی جلسہ کامیاب ہی نہیں ہو سکتا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد جب ادھر میر محمد اسحاق صاحب کو انتظامی امور میں زیادہ مصروف رہنا پڑا اور ان کی صحت بھی خراب ہو گئی اور ادھر حافظ روشن علی صاحب وفات پا گئے تو کیا اس وقت بھی کوئی رخنہ پڑا؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فوراً مولوی ابو العطاء صاحب اور مولوی جلال الدین صاحب شمس کو کھڑا کر دیا اور جماعت نے محسوس کیا کہ یہ پہلوں کے علمی لحاظ سے قائم مقام ہیں۔ غرض کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ ہماری جماعت کے کسی آدمی کے ہٹنے یا اس کے مرجانے کی وجہ سے سلسلہ کے کاموں میں کوئی رخنہ پڑا ہو بلکہ جب بھی بعض لوگ ہٹے، بغیر ہماری کوشش اور سعی کے اللہ تعالیٰ گناہوں میں سے بعض آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر آگے لاتا رہا اسی طرح میں سمجھتا ہوں مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا اللہ تعالیٰ نے جو بحر کھولا ہے وہ بھی زیادہ تر اسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے ان کی علمی حالت ایسی نہیں تھی مگر بعد میں جیسے یدم کسی کو پستی سے اٹھا کر بلندی تک پہنچا دیا جاتا ہے اسی طرح خدا نے ان کو مقبولیت عطا فرمائی اور ان کے علم میں ایسی وسعت پیدا کر دی کہ صوفی مزاج لوگوں کے لئے ان کی تقریر بہت ہی دلچسپ، دلوں پر اثر کرنے والی اور شبہات و وساوس کو دور کرنے والی ہوتی ہے۔

گزشتہ دنوں میں شملہ گیا تو ایک دوست نے بتایا کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؒ یہاں آئے اور انہوں نے ایک جلسہ میں تقریر کی جو رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوئی۔ تقریر کے بعد ایک ہندوان کی منتیں کر کے انہیں اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ ہمارے گھر چلیں آپ کی وجہ سے ہمارے گھر میں برکت نازل ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے کب ہمارا ساتھ چھوڑا ہے جو اب ہم اس کے متعلق بدگمانی کریں اور یہ خیال کریں کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے یا وفات پا جائے تو سلسلہ کا کام رک جائے گا۔ (خطبات محمود جلد 21 صفحہ 413 تا 416)

## خلافت اسلام کی سنت ہے

یہ ایک بالکل واضح بات ہے کہ نبوت کے بعد خلافت ہوتی ہے لیکن لوگ پھر بھی اس

طریق کو بھول جاتے ہیں۔ وقت سے پہلے وہ ان باتوں کو اپنی مجالس میں دُہراتے اور ان کا اقرار کرتے ہیں لیکن عین موقع پر ان کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو حضرت خلیفہ اولؑ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ شدتِ غم کی وجہ سے آپ کے منہ سے بات تک نہیں نکلتی تھی اور ضعف اس قدر تھا کہ کبھی کمر پر ہاتھ رکھتے اور کبھی ماتھے پر ہاتھ رکھتے اسی حالت میں مولوی سید محمد احسن صاحب امر وہیؒ نے حضرت خلیفہ اولؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا اَنْتَ الْمَصْدِیْقُ اور بعض اور فقرات بھی کہے جن کا مفہوم یہ تھا کہ خلافت اسلام کی سنت ہے لیکن بعد میں مولوی سید محمد احسن صاحب اس بات پر قائم نہ رہے اور انہوں نے خلافت سے منہ پھیر لیا۔ مولوی محمد علی صاحب یا ان کے رفقاء نے ان کے بچوں کو آٹے کی مشین لگوا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ پس اس بات پر لڑکے اور بیوی پیغامیوں کا ساتھ دیتے رہے اور مولوی صاحب کو بھی مجبور کرتے رہے کہ وہ لاہوریوں کا ساتھ دیں۔ جب وہ ابتلاء کے کچھ عرصہ بعد قادیان میں مجھ سے ملنے کے لئے آئے تو صاف کہا کہ میں مجبور ہوں فالج نے توئی مار دیئے ہیں میں طہارت تک خود نہیں کر سکتا ان لوگوں کو وعدہ دے کر لاہوریوں نے بگاڑ رکھا ہے اور میں ان کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوں۔ انہوں نے یہاں تک کہا کہ اگر یعقوب اور اس کی والدہ کو سنبھال لیا جائے تو میں بھی رہ سکوں گا۔ میں چونکہ اس قسم کی رشوت دینے کا عادی نہیں میں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ مجھے اکثر ایسے لوگوں کی حالت پر حیرت آتی ہے کہ ذرا ان کو سلسلہ سے کوئی شکایت پیدا ہو تو انہیں خلافت کے مسئلہ میں بھی شک پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

(نبوت اور خلافت اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوتی ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 241-242)

### حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں شیطانی حربہ کی صورت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پھر شیطان نے ایک اور رنگ میں اس کی بنیاد رکھی۔ آپ کی خلافت میں پہلا جھگڑا جو زیادہ شدت سے ظاہر نہیں ہوا۔ حضرت خلیفہ اولؑ کے خلیفہ بننے کے وقت ہوا۔ یہ جھگڑا بھی درحقیقت وہی ابلیس والے جھگڑے کی طرز پر تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک انجمن مقبرہ بہشتی کی بنائی تھی اور اس میں حضرت خلیفہ اولؑ کو صدر بنایا تھا اور مولوی محمد علی صاحب اس کے سیکرٹری تھے۔ دوسرے ممبروں میں سے

خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ تھے۔ چھوٹے چھوٹے معاملات میں اختلاف ہوتا تو حضرت خلیفہ اولؓ کی رائے ایک طرف ہوتی اور مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی کی رائے دوسری طرف ہوتی۔ اس لئے مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی میں حضرت خلیفہ اولؓ کے خلاف بغض پیدا ہو جاتا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے تو اس وقت کے حالات کی وجہ سے خواجہ کمال الدین صاحب بہت ڈر گئے اور لاہور میں جہاں وفات ہوئی تھی۔ مولوی محمد احسن صاحب امر وہی نے حضرت خلیفہ اولؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا اور خواجہ صاحب نے ڈر کر مان لیا۔ جب قادیان پہنچے تو خواجہ صاحب نے سوچا کہ حضرت خلیفہ اولؓ ضرور خلیفہ بنیں گے اور اپنی ہوشیاری کی وجہ سے خیال کیا کہ اگر ان کی خلافت کا مسئلہ ہماری طرف سے پیش ہو تو ان پر ہمارا اثر رہے گا اور وہ ہماری بات ماننے رہیں گے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی خلافت کے متعلق ایک اعلان شائع کیا اور اس میں لکھا کہ الوصیت کے مطابق ایک خلیفہ ہونا چاہئے اور ہمارے نزدیک سب سے زیادہ مستحق اس کے حضرت مولوی نور الدین صاحب ہیں اس اعلان کے الفاظ یہ ہیں:-

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعودؑ با جازت حضرت ام المؤمنینؓ کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی۔ والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔“ (بدر 2 جون 1908ء)

میں نے بھی اسی قانون کے مطابق نیا نظام بنایا ہے صرف تحریک جدید کے وکلاء کو زائد کر دیا ہے کیونکہ اب جماعت احمدیہ کے باہر پھیل جانے کی وجہ سے اس کا مرکزی نظام دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ (خلافت حقہ اسلامیہ نظام آسمانی کی مخالفت.....، انوار العلوم جلد 26 صفحہ 65-64)

### خلافت کے بارہ میں مسلمانوں میں تین گروہ

ان مختلف قسم کے خیالات کے نتیجے میں مسلمانوں میں خلافت کے بارہ میں تین گروہ ہو گئے۔

(1) خلافت بمعنی نیابت ہے اور رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کا کوئی نائب ہونا چاہئے۔ مگر اس کا طریق یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کے فیصلہ کے مطابق یا خلیفہ کے تقرر کے

مطابق جسے اُمت تسلیم کرے وہ شخص خلیفہ مقرر ہوتا ہے اور وہ واجبُ الاطاعت ہوتا ہے۔  
یہ سنی کہلاتے ہیں۔

(۲) حکم خدا کا ہے۔ کسی شخص کو واجب الاطاعت ماننا شرک ہے۔ کثرت رائے کے مطابق فیصلہ ہونا چاہئے اور مسلمان آزاد ہیں وہ جو کچھ چاہیں اپنے لئے مقرر کریں۔ یہ خوارج کہلاتے ہیں۔

(۳) انسان امیر مقرر نہیں کرتے بلکہ امیر مقرر کرنا خدا کا کام ہے اسی نے حضرت علیؓ کو امام مقرر کیا اور آپ کے بعد گیارہ اور امام مقرر کئے۔ آخری امام اب تک زندہ موجود ہے مگر مخفی۔ یہ شیعہ کہلاتے ہیں۔ ان میں سے ایک فریق ایسا نکلا کہ اس نے کہا۔ دنیا میں ہر وقت زندہ امام کا ہونا ضروری ہے جو ظاہر بھی ہو اور یہ اسماعیلیہ شیعہ کہلاتے ہیں۔

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 489)

## ایک شیعہ کا قصہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شیعہ کا قصہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک عمر رسیدہ شیعہ سخت بیمار ہو گیا۔ جب اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو بیٹوں نے درخواست کی کہ آپ ہمیں کوئی ایسا نکتہ بتائیں جس سے ہمارا ایمان کامل ہو جائے۔ کہنے لگا صبر کرو، ابھی میں اچھا ہوں۔ جب حالت زیادہ نازک ہو گئی تو بیٹوں نے پھر یاد دہانی کرائی تب اس نے کہا نہایت ہی راز کی بات آج میں تم پر ظاہر کرتا ہوں اور وہ یہ کہ کچھ کچھ بغض تم امام حسنؓ سے بھی رکھنا کہ وہ خلافت سے کیوں دست بردار ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر بیٹوں نے درخواست کی کوئی اور بات۔ کہنے لگا کچھ کچھ بغض امام حسینؓ سے بھی رکھنا کہ انہوں نے مدینہ کیوں چھوڑا کچھ دیر کے بعد پھر بیٹوں نے درخواست کی کہ کوئی اور نکتہ آپ بتائیں۔ کہنے لگا اتنا ہی کافی ہے جو میں نے بتا دیا لیکن جب بیٹوں نے اصرار کیا تو کہنے لگا اچھا تھوڑا بغض حضرت علیؓ سے بھی رکھنا کہ وہ شروع میں ہی بزدلی نہ دکھاتے تو خلافت دوسروں کے ہاتھ میں کیوں جاتی۔ اس کے بعد بیٹوں نے پھر اصرار کیا کہ کوئی اور بات بھی بتائیں۔ تو اس نے کہا اچھا تھوڑا بغض رسول کریم ﷺ سے بھی رکھنا کہ انہوں نے جرأت کر کے اپنے سامنے ہی کیوں نہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کروادی۔ اس کے بعد بیٹوں نے پھر اصرار کیا تو کہا۔ اچھا کچھ بغض جبرائیلؑ سے بھی رکھنا کہ

اس کو توحی حضرت علیؑ کے لئے دی گئی تھی وہ بھول کر رسول کریم کی طرف کیوں چلا گیا۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ اس پر کسی جلعے ہوئے سنی نے کہہ دیا اگر وہ تھوڑی دیر زندہ رہتا تو یہ بھی کہہ دیتا تھوڑا سا بغض خدا سے رکھنا کہ جبرائیل کو بھیجنے میں اس نے دھوکا کھایا۔ معلوم ہوتا ہے کسی سنی نے یہ قصہ بنایا ہے جس میں اس نے یہ دکھایا ہے کہ اگر شیعوں کے عقیدوں کو تسلیم کیا جائے تو پھر سب سے بغض رکھنا پڑتا ہے۔

(مخالفین احمدیت کے بارہ میں جماعت احمدیہ کو نصیحت۔ انوار العلوم جلد 9 صفحہ 94 تا 95)

### خلافتِ احمدیہ کا ذکر

یہ تو اس خلافت کی تاریخ ہے جو رسول کریم ﷺ کے معاً بعد ہوئی۔ اب میں اس خلافت کا ذکر کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت بھی جماعت کی ذہنی کیفیت وہی تھی جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں صحابہؓ کی تھی چنانچہ ہم سب یہی سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابھی وفات نہیں پاسکتے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی ایک منٹ کے لئے بھی ہمارے دل میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب فوت ہو جائیں گے تو کیا ہوگا۔ میں اس وقت بچہ نہیں تھا بلکہ جوانی کی عمر کو پہنچا ہوا تھا، میں مضامین لکھا کرتا تھا، میں ایک رسالے کا ایڈیٹر بھی تھا، مگر میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کبھی ایک منٹ بلکہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی میرے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا جائیں گے حالانکہ آخری سالوں میں متواتر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے الہامات ہوئے جن میں آپ کی وفات کی خبر ہوتی تھی اور آخری ایام میں تو ان کی کثرت اور بھی بڑھ گئی مگر باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسے الہامات ہوتے رہے اور باوجود اس کے کہ بعض الہامات و کشوف میں آپ کی وفات کے سال اور تاریخ وغیرہ کی بھی تعین تھی اور باوجود اس کے کہ ہم ”الوصیت“ پڑھتے تھے ہم یہی سمجھتے تھے کہ یہ باتیں شاید آج سے دو صدیاں بعد پوری ہوں گی اس لئے اس بات کا خیال بھی دل میں نہیں گزرتا تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا جائیں گے تو کیا ہوگا اور چونکہ ہماری حالت ایسی تھی کہ ہم سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے سامنے فوت ہی نہیں ہو سکتے

اس لئے جب واقعہ میں آپ کی وفات ہوگئی تو ہمارے لئے یہ باور کرنا مشکل تھا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔

چنانچہ مجھے خوب یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جب آپ کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا تو چونکہ ایسے موقع پر بعض دفعہ ہوا کے جھونکے سے کپڑا ہل جاتا ہے یا بعض دفعہ موٹھیں ہل جاتی ہیں اس لئے بعض دوست دوڑتے ہوئے آتے اور کہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو زندہ ہیں۔ ہم نے آپ کا کپڑا ہلتے دیکھا ہے یا موٹھوں کے بالوں کو ہلتے دیکھا ہے اور بعض کہتے کہ ہم نے کفن کو ہلتے دیکھا ہے۔ اس کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعش کو قادیان لایا گیا تو اسے باغ میں ایک مکان کے اندر رکھ دیا گیا۔ کوئی آٹھ نو بجے کا وقت ہوگا کہ خواجہ کمال الدین صاحب باغ میں پہنچے اور مجھے علیحدہ لے جا کر کہنے لگے کہ میاں! کچھ سوچا بھی ہے کہ اب حضرت صاحب کی وفات کے بعد کیا ہوگا۔ میں نے کہا کچھ ہونا تو چاہئے مگر یہ کہ کیا ہو اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہ کہنے لگے میرے نزدیک ہم سب کو حضرت مولوی صاحب کی بیعت کر لینی چاہئے۔ اس وقت کچھ عمر کے لحاظ سے اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ میرا مطالعہ کم تھا میں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو یہ کہیں نہیں لکھا کہ ہم آپ کے بعد کسی اور کی بیعت کر لیں اس لئے حضرت مولوی صاحب کی ہم کیوں بیعت کریں۔ (گو ”الوصیۃ“ میں اس کا ذکر تھا مگر اُس وقت میرا ذہن اس طرف گیا نہیں) انہوں نے اس پر میرے ساتھ بحث شروع کر دی اور کہا کہ اگر اس وقت ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت نہ کی گئی تو ہماری جماعت تباہ ہو جائے گی پھر انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی تو یہی ہوا تھا کہ قوم نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی اس لئے اب بھی ہمیں ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہئے اور اس منصب کیلئے حضرت مولوی صاحب سے بڑھ کر ہماری جماعت میں اور کوئی شخص نہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کی بھی یہی رائے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تمام جماعت کو مولوی صاحب کی بیعت کرنی چاہئے۔ آخر جماعت نے متفقہ طور پر حضرت خلیفہ اولؓ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ لوگوں سے بیعت لیں۔ اس پر باغ میں تمام لوگوں کا اجتماع ہوا اور اس میں حضرت خلیفہ اولؓ نے ایک تقریر کی اور فرمایا کہ مجھے امامت

کی کوئی خواہش نہیں میں چاہتا ہوں کہ کسی اور کی بیعت کر لی جائے۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں پہلے میرا نام لیا پھر ہمارے نانا جان میرا ناصر نواب صاحبؒ کا نام لیا۔ پھر ہمارے بہنوئی نواب محمد علی خان صاحبؒ کا نام لیا اسی طرح بعض اور دوستوں کے نام لئے لیکن ہم سب لوگوں نے متفقہ طور پر یہی عرض کیا کہ اس منصبِ خلافت کے اہل آپ ہی ہیں چنانچہ سب لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ (خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 489 تا 491)

### حق اولاد در اولاد

میں چھوٹا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے۔ آپ کی وفات کے بعد والدہ مجھے بیت الدعاء میں لے گئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہاموں والی کاپی میرے سامنے رکھ دی اور کہا کہ میں سمجھتی ہوں۔ یہی تمہارا سب سے بڑا ورثہ ہے میں نے ان الہامات کو دیکھا تو ان میں ایک الہام آپ کی اولاد کے متعلق یہ درج تھا کہ

”حق اولاد در اولاد“

اسی طرح ایک اور الہام درج تھا۔ جو مندر تھا اور اس کے نیچے لکھا تھا کہ جب میں نے یہ الہام محمود کی والدہ کو سنایا تو وہ رونے لگ گئیں۔ میں نے کہا کہ تم یہ الہام مولوی نور الدین صاحب کے پاس جا کر بیان کرو۔ انہوں نے محمود کی والدہ کو تسلی دی اور کہا کہ یہ الہام مندر نہیں بلکہ مبشر ہے۔ ”حق اولاد در اولاد“ کے معنی درحقیقت یہی تھے کہ وہ حق جو باہر سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی زمینوں اور جائیدادوں وغیرہ میں حصہ یہ کوئی زیادہ قیمتی نہیں۔ زیادہ قیمتی یہ چیز ہے کہ میں نے تمہاری اولاد کے دماغوں میں وہ قابلیت رکھ دی ہے کہ جب بھی یہ اس قابلیت سے کام لیں گے۔ دنیا کے لیڈر ہی بنیں گے باقی ورثہ ضائع ہو جاتا ہے۔ مگر یہ وہ ورثہ ہے جو کبھی ضائع نہیں ہو سکتا اور یہ وہ ورثہ ہے جو ہم نے تمہاری اولاد کے دماغوں میں مستقل طور پر رکھ دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں بعد میں جو کچھ بھی ملا۔ ”حق اولاد در اولاد“ کی وجہ سے ہی ملا اور میں نے جتنے کام کیے اپنی دماغی اور ذہنی قابلیت کی وجہ سے ہی کئے۔ ورنہ مجھ سے زیادہ کتابیں پڑھنے والے لوگ دنیا میں موجود تھے۔ اگر ان کے دماغوں میں بھی وہی قابلیت ہوتی جو مجھ میں ہے۔ تو دنیا میں دس ہزار محمود اور بھی ہوتا۔ لیکن اگر ساری دنیا میں صرف ایک ہی محمود ہے۔ تو اس کی وجہ وہی ”حق اولاد در اولاد“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارا ورثہ ہمارے دماغوں کے اندر رکھ دیا ہے اور یہ

وہ دولت ہے جسے کوئی شخص چرا نہیں سکتا۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ جو کچھ تم زمین پر جمع کرو گے۔ اسے کیڑا کھا جائے گا۔ لیکن اگر تم آسمان پر جمع کرو تو وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے گا اور کوئی کیڑا اسے نہیں کھا سکے گا۔ اسی طرح جائیدادیں تباہ کی جاسکتی ہیں۔ زمینیں چھینی جاسکتی ہیں۔ لیکن ترقی کی وہ قابلیت جو دماغوں کے اندر ودیعت کر دی گئی ہو اسے کوئی شخص چھین نہیں سکتا۔ چنانچہ دیکھ لو وہی جائیداد جس کا حساب میں نے کروڑوں میں لگایا ہے اور جو شاید چند سالوں کے بعد اربوں کی جائیداد بن جاتی۔ وہی ہمارے شریک بھائیوں کے سپرد تھی۔ مگر اس کی کوئی قیمت نہ تھی اور ہم اس سے اس قدر ناواقف تھے کہ مجھے یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ایک دن ہمارے نانا جان والدہ صاحبہ کے پاس آئے اور انہوں نے غصہ میں رجسٹر زمین پر پھینک دیئے اور کہا کہ میں کب تک بڈھا ہو کر بھی تمہاری خدمت کرتا رہوں۔ اب تمہاری اولاد جوان ہے اس سے کام لو اور زمینوں کی نگرانی ان کے سپرد کرو۔ والدہ نے مجھے بلایا اور رجسٹر مجھے دے دیئے اور کہا کہ تم کام کرو۔ تمہارے نانا یہ رجسٹر پھینک کر چلے گئے ہیں۔ میں ان دنوں قرآن اور حدیث کے مطالعہ میں ایسا مشغول تھا کہ جب زمینوں کا کام مجھے کرنے کے لئے کہا گیا۔ تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ مجھے یہ بھی پتا نہیں تھا کہ جائیداد ہے کیا بلا اور وہ کس سمت میں ہے۔ مغرب میں ہے یا مشرق میں۔ شمال میں ہے یا جنوب میں میں نے زمینوں کی لسطیں اپنے ہاتھ میں لے لیں اور افسردہ شکل بنائے گھر سے باہر نکلا۔ مجھے اس وقت یہ علم نہیں تھا کہ ”حق اولاد در اولاد“ کا الہام کیا کام کر رہا ہے۔ میں جو نہی باہر نکلا ایک صاحب مجھے ملے اور کہنے لگے میاں صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ کو زمینوں کے لئے کسی نوکر کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا آج نانا جان غصہ میں آ کر والدہ کے سامنے رجسٹر پھینک کر چلے گئے ہیں اور میں حیران ہوں کہ یہ کام کس طرح کروں۔ کہنے لگے کہ میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ میں نے کہا آپ شوق سے یہ کام سنبھالیں۔ درحقیقت یہ آپ کا ہی حق ہے۔ مگر آپ لیں گے کیا؟ کہنے لگے آپ مجھے صرف دس روپے دے دیجئے۔ میں نے کہا دس روپے میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں۔ کہنے لگے آپ فکر نہ کریں بڑی بھاری جائیداد ہے اور میری تنخواہ اس میں سے بڑی آسانی کے ساتھ نکل آئے گی۔ میں نے اسی وقت بغیر پڑھے رجسٹر اس کے حوالے کر دیئے اور کہا کہ اگر آپ دس روپے پیدا کر سکیں تو لے لیجئے۔ ورنہ میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں۔ انہی دنوں قرآن کریم کے پہلے



انگریزی پارہ کی اشاعت کا سوال پیدا ہوا اس پارہ کے لئے میں اردو میں مضمون لکھتا تھا اور ماسٹر عبدالحق صاحب مرحوم اس کا انگریزی میں ترجمہ کرتے جاتے تھے وہ اتنا اعلیٰ ترجمہ کرنے والے تھے کہ آج تک یورپ سے خطوط آتے رہتے ہیں کہ آپ کے پہلے پارہ کی زبان نہایت شاندار ہے اور پھر وہ اتنی جلدی ترجمہ کرتے تھے کہ میں پیچھے رہ جاتا اور وہ مضمون کا ترجمہ کر کے لے آتے حالانکہ میں خود اتنا زود نویس تھا کہ بعض دفعہ ایک ایک دن میں پوری کتاب لکھ دیتا تھا ان دنوں مسجد مبارک کے نچلے کمرہ میں بیٹھ کر میں کام کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں بیٹھا مضمون لکھ رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے پوچھا تو پتہ لگا کہ ماسٹر عبدالحق صاحب آئے ہیں۔ میں نے کہا آپ کس طرح آئے ہیں کہنے لگے مضمون دیجئے۔ میں نے کہا ابھی تھوڑی دیر ہوئی میں آپ کو مضمون بھجوا چکا ہوں کہنے لگے اس کا ترجمہ تو میں ختم بھی کر چکا ہوں اب مجھے آگے مضمون دیجئے۔ میں نے کہا میرے پاس تو ابھی مضمون تیار نہیں کہنے لگے خیر میں اپنا کام ختم کر چکا ہوں آپ مضمون لکھ لیں تو مجھے بھجوادیں۔ بہر حال جب مضمون تیار ہو گیا تو ہم نے فیصلہ کیا کہ یہ پارہ ہم اپنے خاندان کی طرف سے چھپوادیں۔ مگر اس کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی ہمارا اندازہ یہ تھا کہ اس کے لئے چار ہزار روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ آخر سوچ کر میں نے یہ تجویز نکالی کہ ہم اپنی جائیداد کا کچھ حصہ بیچ دیتے ہیں۔ اس ذریعہ سے جو آمد ہوگی وہ قرآن کریم کے چھپوانے پر خرچ کر دی جائے گی۔ میں نے اپنے بھائیوں سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ ہماری طرف سے زمین بیچنے کی اجازت ہے۔ مگر اب میں ڈروں کہ چار ہزار روپیہ آ بھی سکتا ہے یا نہیں۔ میں نے اسی دوست کو بلوایا اور کہا کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ قرآن کریم ہمارے خاندان کے خرچ پر شائع ہو کیا اس کے لئے چار ہزار روپیہ اکٹھا ہو سکتا ہے۔ کہنے لگے کہ آپ کہیں تو بیس ہزار روپیہ بھی اکٹھا ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا بیس ہزار نہیں صرف چار ہزار روپیہ چاہئے۔ جب میں نے یہ بات کہی اس وقت کوئی گیارہ بجے ہوں گے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ روپیہ کب تک اکٹھا ہو سکتا ہے۔ کہنے لگے ظہر تک لا دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر میں انفضل کے دفتر میں گیا تو انہوں نے چار ہزار روپیہ کی تھیلی میرے سامنے لا کر رکھ دی اور کہا کہ ابھی اور بہت سے گاہک موجود ہیں۔ اگر آپ کہیں تو بیس پچیس ہزار روپیہ بھی آ سکتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ دینے پر آتا ہے تو اس طرح دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ پس مت سوچو کہ تمہاری اولادیں کیا کھائیں گی اور کہاں سے ان کے لئے رزق آئے گا۔ ہمیں تو یہ فکر رہتی ہے

کہ ہمیں جو کچھ خدا نے دیا ہے۔ یہ ہماری اولادوں کی تباہی کا موجب نہ ہو جائے۔ ہمیں یہ فکر نہیں کہ وہ کھائیں گے کہاں سے ہمیں تو یہ فکر ہے کہ وہ کہیں اپنے کھانے پینے میں ہی نہ لگ جائیں اور خدا اور اس کے دین کو بھلا نہ بیٹھیں میں نے بتایا ہے کہ شروع میں میری یہ حالت تھی کہ میں دس روپیہ کا نوکر بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ مگر اب سندھ کی زمینوں پر جو میرے ملازم کام کر رہے ہیں ان کی چار ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ ہے۔ کجا یہ کہ دس روپے کے نوکر پر میری جان نکلتی تھی اور کجا یہ کہ اب چار ہزار روپیہ ماہوار میں انہیں دیتا ہوں۔ یہ روپیہ آخر کہاں سے آیا۔ خدا نے ہی دیا۔ ورنہ میرے پاس تو کچھ نہیں تھا۔ جب ہم قادیان سے آئے ہیں اس وقت بیس بیس ہزار روپیہ پر ایک ایک کنال فروخت ہو رہی تھی اور اگر ساری جائیداد فروخت کرنے کا ہمیں موقع ملتا تو وہ کروڑوں روپیہ کی مالیت کی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ جب دینے پر آتا ہے تو ایسے ایسے رستوں سے دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں اپنے سب بچوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم اس روپیہ کو دیکھ کر کبھی یہ دھوکا نہ کھاؤ کہ یہ تمہاری کوشش اور جدوجہد کے نتیجے میں تمہیں حاصل ہو رہا ہے۔ تمہیں جو کچھ مل رہا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل مل رہا ہے۔ اگر آپ کا یہ دعویٰ نہ ہوتا کہ میں مامور ہوں اور آپ کی وجہ سے قادیان کو تقدس حاصل نہ ہوتا۔

تو کیا تم سمجھتے ہو کہ پھر بھی وہاں بیس بیس اور پچیس پچیس ہزار کو ایک ایک کنال فروخت ہوا کرتی۔ یہ قیمت اسی لئے بڑھی کہ لاہور اور سیالکوٹ اور گجرات اور بمبئی اور کلکتہ سے لوگ آئے اور وہاں انہوں نے اپنی رہائش کے لئے زمینیں خریدنی شروع کر دیں اور وہ اگر وہاں آکر آباد ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی وجہ سے۔ پس کبھی یہ خیال نہ کرو کہ تم اپنے روپیہ سے بڑھ رہے ہو۔ تمہیں خدا اپنے پاس سے رزق دے رہا ہے پس تم خدا کا شکر ادا کرو اور اس بات کو یاد رکھو کہ دنیا نے تم کو نہیں پالنا۔ خدا نے تم کو پالنا ہے تم اپنے اندر دین کی خدمت کا احساس پیدا کرو اور سمجھ لو کہ ہر دنیوی پیشہ کے ساتھ تم دین کی بھی خدمت کر سکتے ہو بشرطیکہ تم مشورہ کے لئے صحیح آدمی کا انتخاب کرو۔

(الفضل 22۔ اکتوبر 1955ء جلد 44/9 نمبر 247 صفحہ 11-12)

## حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؒ

یاد رکھو جب تک جماعت میں نسلًا بعد نسل ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو دین کی

اشاعت کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو جائیں اور اسلام کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانے کے لئے تیار ہوں تو اس وقت تک اسلام کو غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں چھوٹا تھا کہ میں نے بچپن کے چند دوستوں کے ساتھ مل کر ایک انجمن بنائی اور رسالہ ”تشیخ الاذہان“ ہم نے جاری کیا۔ میرے اس وقت کے دوستوں میں سے ایک چودھری فتح محمد صاحب ہیں جن کی لڑکی چوہدری عبداللہ خان صاحب کے گھر ہے۔ ایک دفعہ چوہدری عبداللہ خان صاحب کی بیوی مجھے کہنے لگیں کہ اباجی کو جب آپ نے ناظر اعلیٰ بنا دیا تو وہ گھر میں بڑا افسوس کیا کرتے تھے کہ ہم نے تو اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے وقف کیا تھا اور انہوں نے ہمیں کرسیوں پر لا کر بٹھا دیا ہے دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں جو مجھے لکھتے رہتے ہیں کہ واقف زندگی کی قدر ہونی چاہئے۔ باہر سے آنے والوں میں سے کوئی وکیل اعلیٰ ہو جاتا ہے اور کوئی ناظر اعلیٰ ہو جاتا ہے اور ہم مبلغ کے مبلغ ہی رہتے ہیں۔ (الفضل 22/1 اکتوبر 1955ء جلد 44/9 نمبر 247 صفحہ 6)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر خاندانی جائیداد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے اس وقت ہمارے پاس اپنے گزارے کا کوئی سامان نہ تھا۔ والدہ سے اس کے ہر بچے کو محبت ہوتی ہے لیکن میرے دل میں نہ صرف اپنی والدہ ہونے کے لحاظ سے حضرت ام المومنین کی عظمت تھی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ ہونے کی وجہ سے آپ کی دوہری عزت میرے قلب میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ جس چیز نے میرے دل پر خاص طور پر اثر کیا وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے ہیں۔ اس وقت آپ پر کچھ قرض تھا آپ نے یہ نہیں کیا کہ جماعت کے لوگوں سے کہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس قدر قرض ہے یہ ادا کر دو۔ بلکہ آپ کے پاس جو زیور تھا اسے آپ نے بیچ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرض کو فوراً ادا کر دیا۔ میں اس وقت بچہ تھا اور میرے لئے ان کی خدمت کرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ مگر میرے دل پر ہمیشہ یہ اثر رہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتنا محبت کرنے والا اور آپ سے تعاون کرنے والا ساتھی دیا پھر ہمارے لئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے

کچھ گزارہ مقرر کرنا چاہا میں نے اس بات کا پہلے بڑا مقابلہ کیا اور کہا کہ ہم ہر گزارہ نہیں لیں گے لوگ مجھے کہتے کہ آخر آپ کیا کریں گے تو میں یہی کہتا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمیں بھوکا رکھنا منظور ہے تو ہم بھوکے رہیں گے۔ مگر جماعت سے گزارہ کے لئے کوئی رقم نہیں لیں گے یہاں تک کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی۔ اس پر آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ میاں خدا کا ایک الہام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا اور میں نے اس الہام کے یہ معنی نکالے ہیں۔ اس لئے تم اس گزارہ کو قبول کر لو۔ چنانچہ میں نے وہ گزارہ قبول کر لیا۔ مگر وہ گزارہ اس سے بہت کم تھا جو آج کل ہماری اولادوں کو ملتا ہے۔ اس وقت مجھے ساٹھ روپے ماہوار ملا کرتے تھے اور ہم نہ صرف میاں بیوی تھے بلکہ اس وقت دو بچے بھی ہو چکے تھے اور ایک خادمہ بھی تھی۔

اس کے علاوہ میں انہی روپوں میں سے دس روپے کے قریب دینی کاموں میں خرچ کرتا تھا۔ گویا پچاس روپیہ میں ہم گزارہ کیا کرتے تھے لیکن میرے دل میں اس وقت یہ کبھی خیال پیدا نہیں ہوا کہ ہمیں گزارہ کم ملتا ہے۔ ہماری جائیداد بے شک تھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ جائیداد کی طرف توجہ نہیں کیا کرتے تھے اس لیے ہمیں بھی پتہ نہیں تھا کہ وہ جائیداد کیا ہے اور کتنی قیمت کی ہے۔ بعد میں وہ جائیداد خدا تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں روپیہ کی ثابت ہوئی اور باوجود اس کے کہ بہت سی جائیداد ہم بیچ کر کھا چکے ہیں اب بھی اگر سب بھائیوں میں وہ جائیداد تقسیم کی جائے تو ہر ایک کا لاکھ لاکھ، ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا حصہ نکل سکتا ہے۔ حالانکہ چار پانچ لاکھ روپیہ کی جائیداد ہم بیچ چکے ہیں۔ تو یہ چیز موجود تھی مگر ہمیں اس کا پتہ نہیں تھا اور نہ اس جائیداد کی قیمت کا ہمیں کوئی علم تھا۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جائیداد سے کوئی واسطہ رکھا اور نہ ہمیں اس کی طرف کوئی توجہ پیدا ہوئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے ذرائع سے روپیہ دینا شروع کر دیا جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے۔ لوگ جہاں مجھ پر مختلف اعتراضات کیا کرتے ہیں مگر میں ان اعتراضات کی پروا نہیں کیا کرتا وہاں مالی معاملات میں جب بھی مجھ پر کوئی اعتراض کیا گیا ہے میں نے دلیری سے کہا ہے کہ تم مجھ سے پائی پائی کا حساب لے لو۔ میں تمہیں بتانے کے لیے تیار ہوں کہ میری جائیداد کس طرح بنی ہے

اور یہ تمام باتیں زبانی نہیں بلکہ رجسٹروں اور تحریروں سے میں ثابت کر سکتا ہوں کہ میں نے جماعت کے روپیہ سے جائیداد نہیں بنائی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے خود ہی مجھ کو جائیداد دی ہے۔ چنانچہ آج بڑے سے بڑے دشمن کو بھی میں حساب دینے کے لیے تیار ہوں اور ثابت کر سکتا ہوں کہ میں نے جماعت کے روپیہ سے ہرگز کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے توقع سے بہت زیادہ جائیداد دی ہے۔ جس کا قیاس اور وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے پیشگوئی کے ذریعہ سے پہلے مجھے اس جائیداد کی خبر دی۔ پھر ایسے سامان کئے کہ معجزانہ رنگ میں وہ جائیداد مجھے مل گئی اور ہر قدم پر ایسے حالات پیدا ہوئے کہ جبراً وہ جائیداد مجھے لینی پڑی۔ کہیں کوئی مجبوری پیدا ہوئی اور اس کی وجہ سے جائیداد لینی پڑی اور کہیں کوئی مصلحت نظر آئی تو جائیداد لینی پڑی۔ بہر حال یاد رکھو خدا اپنے بندوں کو دیتا ہے اور ایسے طور پر دیتا ہے کہ بندہ لیتے لیتے تھک جاتا ہے۔ پھر کیوں وہ خدا پر یقین اور توکل نہیں کرتے اور دنیوی کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ پر توکل کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں ہونے کی وجہ سے جس طرح ہم تینوں بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی ہے کہ ہم نے اپنی زندگیاں دین کے لیے وقف کر دی ہیں اسی طرح وہ اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کے لیے وقف کر دیں، اپنی اولادوں کو خدا تعالیٰ کے لیے وقف کر دیں اور دنیوی کاموں کی بجائے دین کے کاموں اور اسلام کے احیاء میں حصہ لیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اول تو میں انہیں بتاتا ہوں خدا انہیں فاقہ نہیں دے گا۔ لیکن میں کہتا ہوں اگر خدائی مشیت کے ماتحت کسی وقت انہیں فاقہ بھی کرنا پڑے تو یہ فاقہ ہزاروں کھانوں سے زیادہ بہتر ہوگا۔ اس وقت دین پر ایک آفت آئی ہوئی ہے، اسلام ایک مصیبت میں مبتلا ہے اور اس کا وہی نقشہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں کھینچا کہ

بکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست

ہر کسے درکار خود با دین احمد کار نیست

پس اے ابنائے فارس! تم کو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا قرار دیا ہے اور بیٹا اسی وجہ سے قرار دیا

ہے تا آپ کے خاندان کو معلوم ہو کہ وہ خویثوں میں سے ہیں اور ان سے زیادہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ دین کی خدمت کریں گے۔ پس تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خویثوں میں سے ہو۔ تمہیں اوروں سے زیادہ دین کی خدمت کرنی چاہیے۔ مجھے تو اس بات کی کبھی سمجھ ہی نہیں آسکتی کہ اگر خدا نے دین کی خدمت کا کام کرتے ہوئے دنیوی لحاظ سے مجھے اپنے فضلوں سے حصہ دیا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میری اولاد یا اولاد در اولاد دین کی خدمت کا کام کرے اور وہ فاقہ سے مرتی رہے۔ اگر وہ مومنانہ رنگ اختیار کریں تو تھوڑے روپیہ میں بھی آسانی سے گزارہ کر سکتے ہیں۔

(الفضل 14/ مارچ 1944ء جلد 32 نمبر 61 صفحہ 11-12)

### خواجہ کمال الدین صاحب کی حق گوئی

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ میں ایک دو دفعہ یہ سوال پیش ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے لئے گزارہ کی کیا صورت کی جائے۔ میرے لئے تکلیف دہ امر یہ تھا کہ میں خود صدر انجمن احمدیہ کا ممبر تھا اور مجھے بھی وہاں جانا پڑتا تھا۔ اس وقت اور ممبر بعض دفعہ اس رنگ میں بات کرتے تھے کہ جس کو بعد میں سن کر بھی تکلیف ہوتی ہے۔ کجا یہ کہ انسان کے بیٹھے ہوئے کی جائے۔ مگر سوائے اس کے کہ میں سن کر خاموش رہتا۔ میرے لئے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایسی ہی باتیں ہو رہی تھیں جو تکلیف دہ تھیں۔ خواجہ کمال الدین مرحوم صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ مخالفت کے لحاظ سے وہ دوسروں سے چھپے نہیں تھے۔ گو جہاں تک میرا تجربہ ہے کینہ رکھنے کے لحاظ سے وہ مولوی محمد علی صاحب سے کم تھے اور یوں ان کی ناراضگی غالباً مولوی محمد علی صاحب سے بھی زیادہ پہلے کی تھی۔ مگر میں نے دیکھا ہے ان پر کبھی کبھی ایک دورہ آتا تھا جو روحانیت کے رنگ کا ہوتا تھا۔ مولوی محمد علی صاحب کی طرح ان کا فلسفیانہ مذاق نہیں تھا وہاں مولوی محمد علی صاحب تھے۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب تھے۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے اور یہ سب آپس میں اس موضوع پر باتیں کر رہے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کا کتنا گزارہ ہونا چاہئے۔ کوئی کہتا کہ اتنا گزارہ ہونا چاہئے اور کوئی کہتا کہ اتنا نہیں ہونا چاہئے۔ کوئی اخبار یا کوئی کتاب تھی جو خواجہ کمال الدین صاحب اس وقت لے کر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی توجہ اسی اخبار یا کتاب کی طرف تھی۔ میں حیران تھا کہ خواجہ صاحب کو تو اس بحث میں زیادہ حصہ لینا چاہئے تھا مگر کیا بات ہے کہ وہ خاموش ہیں۔

کوئی بیس منٹ یا نصف گھنٹہ باتیں ہوتی رہیں اور میں اپنے دل میں کڑھتا رہا۔ اتنے میں یکدم خواجہ صاحب نے اپنے منہ کے آگے سے وہ کتاب یا اخبار جو چیز بھی تھی ہٹادی اور میں نے دیکھا کہ ان کا رنگ اس وقت متغیر تھا۔ پھر وہ سر اٹھا کے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے یا رو کوئی بات بھی ہو۔ اس بات کو تم یاد رکھو کہ جو کچھ سلوک آج ہم حضرت مرزا صاحب کے بیوی بچوں سے کریں گے ہماری اولاد سے بھی خدا تعالیٰ وہی سلوک کرے گا۔ میں نے جب ان کا یہ فقرہ سنا تو میرے ذہن میں یہ بات اسی وقت میخ کی طرح گر گئی کہ یہ بات خواجہ صاحب کی اولاد کو دنیوی لحاظ سے بچالے گی۔ چنانچہ ان کی اولاد کے لئے خدا تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر ایسے سامان پیدا فرمائے۔ جنہیں سارا پنجاب غیر معمولی قرار دیتا ہے وہ اگر اس کی قدر کریں تو اور بھی ترقی کر سکتے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کا ایسا بدلہ دے دیا ہے کہ اگر ان کا خاندان حس رکھتا ہو تو اس سے بہت بڑی عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح باقی لوگ بھی جو ان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ اس سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ اچھی بھی اور بُری بھی۔ (الفضل 28/ اگست 1941ء جلد 29 نمبر 196 صفحہ 2)

### جہاں صداقت نظر آئے اسے قبول کرو

ہر شخص آزاد ہے جو کوئی ان کا لٹریچر پڑھنا چاہئے بے شک پڑھے بلکہ اگر اسے صداقت نظر آئے تو اسے قبول کرے اور اس صورت میں اس کا فرض ہے کہ قبول کرے۔ سچائی ہی ہے جو انسان کی نجات کا موجب ہو سکتی ہے قیامت کے دن میں کسی کے کام نہ آسکوں گا۔ اگر دین کے معاملہ میں کوئی شخص میری خاطر صداقت کو چھوڑتا ہے تو سخت غلطی کرتا ہے پس میں یہ کہہ کر بری ہوتا ہوں کہ جسے جہاں صداقت نظر آئے اسے قبول کرے اور اگر سب لوگ بھی مجھ سے الگ ہو جائیں تو مجھے اس کی پروا نہیں۔ اگر جو میں کہتا ہوں وہ سچ نہیں تو چاہے مجھ سے اختلاف کرنا پڑے سب کا فرض ہے کہ سچ کو قبول کریں اور یہ کہہ کر میں خدا تعالیٰ کے حضور بری ہوتا ہوں۔ مجھے انسانوں کی کوئی پروا نہیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی تو کسی نے کہا کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ میرے کان میں یہ بات پڑی میری عمر اُس وقت صرف انیس برس تھی۔ میں سیدھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لاش کے سر ہانے پہنچا اور وہاں کھڑے ہو کر خدا تعالیٰ سے اقرار کیا کہ اگر ساری جماعت بھی احمدیت کو چھوڑ جائے تو بھی میں

اکیلا دنیا میں اس کی اشاعت کروں گا اور اس کام کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ پس مجھے انسانوں کی کوئی پرواہ نہیں جب میں خلیفہ ہوا اور یہ لوگ قادیان کو چھوڑ کر چلے گئے اُس وقت خزانہ میں صرف اٹھارہ روپے تھے اور یہ حالت تھی کہ اشتہار تک چھاپنے کے لئے پیسے نہ تھے اللہ تعالیٰ مغفرت کرے حضرت میر ناصر نواب صاحب کی انہوں نے دار الضعفاء کے لئے چندہ جمع کیا ہوا تھا، جب انہیں معلوم ہوا کہ خزانہ خالی ہے اور اشتہارات چھاپنے کے لئے بھی پیسے نہیں ہیں تو وہ پانسو روپیہ لے کر میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ بطور قرض لے لیں اور کام شروع کریں۔ جب خدا تعالیٰ بھیجے گا تو واپس کر دیں تو یہ حالت تھی جب یہ لوگ چھوڑ کر گئے ہیں مگر آج خدا تعالیٰ کے فضل سے وہی حالت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شعر میں اپنی بیان کی ہے فرمایا:-

لَفَاطِثُ الْمَوَائِدِ كَانُ الْكُلِيِّ  
وَصِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَمَ الْاِهَالِيِّ

یعنی ایک زمانہ تھا کہ میں دسترخوان کے بچے ہوئے ٹکڑوں پر گزارہ کرتا تھا مگر آج خدا تعالیٰ خاندانوں کے خاندان میرے ذریعہ پال رہا ہے۔

یہی حالت آج خدا کے فضل سے ہماری ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ہمارے پاس اشتہار کے لئے بھی پیسے نہ تھے خزانہ میں صرف اٹھارہ 18 روپے تھے اور ہزاروں روپیہ کا قرض تھا۔ مگر آج سینکڑوں خاندانوں کی پرورش اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی ہے اور وہ لوگ مجھے دیئے اور ایسے ایسے لوگ میری بیعت میں داخل کئے کہ اس زمانہ میں اس کی مثال اور کہیں پائی نہیں جاتی۔ پھر میں کس طرح سمجھ سکتا ہوں کہ میری جماعت کے لوگوں کا مولوی محمد علی صاحب کی تقریر سننا میرے لئے خطرہ کا موجب ہوگا۔ مجھے کوئی ایسی مثال معلوم نہیں کہ کسی کے آباء اس کی بیعت میں شامل ہوئے ہوں مگر میری والدہ، نانا، بڑے بھائی، ماموں سب نے میری بیعت کی ہے۔ پھر اُستادوں نے کی، میرے وہ اُستاد جن سے میں قرآن کریم، حدیث، انگریزی، عربی پڑھتا رہا ہوں وہ میری بیعت میں شامل ہوئے اور یہ کسی انسان کا کام نہیں مجھ میں یہ ہمت کہاں تھی کہ میں ان سب کو اپنا مرید کر سکتا اور میں یہ کب جرأت کر سکتا تھا کہ دنیا کے سامنے کھڑا ہوں جب کہ نہ میری کوئی تعلیم تھی اور نہ لیاقت۔ جب میں پڑھتا تھا تو



استاد اور طالب علم سب ہنسی اڑاتے تھے کہ یہ پڑھائی میں نہایت کمزور ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو میری بیعت میں شامل کر دیا پھر جب میں خلیفہ ہوا تو سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے میرے سارے ہی آباء زندہ تھے۔ یعنی والدہ، نانا، نانی، ماموں، خسر، تائی، بڑے بھائی اور ان سب کو اللہ تعالیٰ نے میری بیعت میں شامل کر دیا۔ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کو بعض لوگ تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ جب ان کی سمجھ میں بات آگئی تو انہوں نے کہا کہ اب اور تو کوئی روک نہیں صرف شرم آتی ہے کہ چھوٹے بھائی کی بیعت کروں اور چھوٹے بھائی کے ہاتھ میں ہاتھ دوں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں تو لاہور والوں کی جماعت میں ہی شامل ہو جائیں۔ تو انہوں نے کہا کہ نہیں وہاں تو میں شامل نہیں ہوتا یہ کڑوا گھونٹ پی لوں گا۔ آخر وہ بیعت پر آمادہ ہوئے اب بتاؤ جس شخص پر اللہ تعالیٰ کے اتنے فضل ہوں۔ وہ کسی انسان سے کب ڈر سکتا ہے پیغامی کہتے ہیں کہ رُعب میں آگئے مگر یہ نہیں سوچتے کہ کون رُعب میں آ گیا اور کس کے رُعب میں آ گیا۔ ماں، نانا، نانی، ماموں، خسر استاد سب رُعب میں آ گئے۔ کیا والدہ ڈرتی تھیں کہ میرا بیٹا ہے اگر میں نے بیعت نہ کی تو پتہ نہیں کیا کرے گا؟ کیا نانا نانی اپنے نواسے سے ڈرتے تھے؟ کیا استاد رُعب میں آ گئے کہ ہمارا شاگرد ہے معلوم نہیں کس کس رنگ میں ہمارے علم کی پردہ دری کرے؟ آخر سوچنا چاہئے کہ یہ سب کس طرح میرے رُعب میں آ سکتے تھے اور مجھ سے ڈرنے کی وجہ کیا ہو سکتی تھی۔ اگر ان حالات میں بھی میرا کوئی رُعب تھا تو پھر وہی بات تھی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے آگ کی چنگاری دیکھی۔ وہ بظاہر تو آگ نظر آتی تھی مگر جس نے اس کی طرف آنکھ اٹھائی اس میں خدا کا جلوہ اُسے نظر آیا اور وہ وہیں گھائل ہو گیا۔ دیکھو میں نے ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے کتنی کوشش کی۔ انہوں نے لکھا کہ میں ان کا مضمون ”الفضل“ میں شائع کرادوں اور وہ میرا مضمون ”پیغام صلح“ میں شائع کرادیں گے اور ساتھ ہی لکھ دیا کہ وہ میرا جواب کبھی اپنے اخبار میں شائع نہ کریں گے لیکن میں نے ان کا مضمون ”الفضل“ میں شائع کرادیا۔ پھر میں نے ان کو یہ دعوت بھی دے دی کہ جلسہ سالانہ کے سوا عام دنوں میں وہ یہاں آ کر تقریریں کر لیں۔ میں مقامی دوستوں کو جمع کر دوں گا اور باہر بھی یہ اعلان کرادوں گا کہ جو دوست آ سکیں آجائیں۔ مگر انہوں نے اصرار شروع کر دیا کہ انہیں جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریریں کرنے دی جائیں۔ مضامین کے شائع ہونے کے متعلق اس خیال سے کہ لمبے مضامین

کا اخبارات میں شائع کرنا شاید نامناسب ہو میں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ میرے اور ان کے مضامین اکٹھے شائع ہو جائیں۔

(بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 261 تا 263)

## مامور کی باتوں پر عمل کرنا مومنوں کا فرض ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ایک جماعت جس کے دو لیڈر ہوں گے بہتان باندھے گی وہ لوگ جہاں بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے اور ان سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ پس اے لوگو! اس گروہ سے زینب کا تعلق پیدا کر کے اُسے بھی اس ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یاد رکھو کہ یہ فتنہ معمولی نہ ہوگا بلکہ آسمان پر بھی اس سے تہلکہ پڑ جائے گا پس اس کام کی جرأت نہ کرو۔

اوپر جو تشریح بیان کی جا چکی ہے اس سے باقی سب باتیں تو ظاہر ہیں البتہ لَا تَقْتُلُوا زَيْنَبَ کا حل رہ جاتا ہے کیا واقعہ میں اس الہام سے اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے؟ سو یاد رکھنا چاہئے کہ زینب کی شمولیت اس فتنہ میں شیخ مصری صاحب سے شادی کی وجہ سے ہوئی ہے اس لئے اب ہم ابتداء کی تاریخ کو دیکھتے ہیں کہ اس میں اس کا کیا حل ہے۔ سو ہمیں اس الہام کا ایک واضح شان نزول مل جاتا ہے جو یہ ہے کہ 1908ء کے شروع میں حافظ احمد اللہ خان صاحب مرحوم کی دو لڑکیوں کی شادی کی تجویز ہوئی جن میں سے بڑی کا نام زینب اور چھوٹی کا نام کلثوم تھا۔ زینب کے متعلق اور بھی بعض لوگوں کی خواہش تھی چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی شادی شیخ مصری صاحب سے ناپسند کی لیکن حسبِ عادت زیادہ زور نہیں دیا۔ انہی دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوا کہ لَا تَقْتُلُوا زَيْنَبَ کو ہلاک مت کرو۔ حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم نے دوسرے شخص کو کسی نہ کسی وجہ سے ناپسند کیا اور یہ خیال کیا کہ اس الہام کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشورہ غلط ہے وہاں شادی نہ کی جائے بلکہ مصری صاحب سے شادی کی جائے اور خیال کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رائے کو الہام نے رد کر دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات نہ مانی اور شیخ مصری صاحب سے شادی کر دی۔ چنانچہ یہ الہام 9 فروری 1908ء کو ہوا اور 17 فروری 1908ء کو شیخ مصری صاحب کا نکاح زینب

سے کر دیا گیا اور یہ تاریخ اس طرح محفوظ رہی کہ مصری صاحب کا نکاح دو اور نکاحوں سمیت اسی دن ہوا تھا جس دن کہ ہماری ہمیشہ مبارکہ بیگم کا نکاح ہوا تھا اور وہ 17 فروری تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات مان لو اور مصری صاحب سے نکاح نہ کرو ورنہ یہ نکاح اسے منافق بنانے کا نتیجہ پیدا کر دے گا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو شاید اس زینب کے متعلق اسے سمجھا ہی نہیں اور لڑکی کے باپ نے اُلٹ نتیجہ نکالا حالانکہ خدا تعالیٰ کا منشاء اس الہام سے یہ تھا کہ اس شخص سے ایک بھاری فتنہ پیدا ہونے والا ہے اس سے زینب کی شادی نہ کرو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات مان لو۔ پھر اس بات کے ثبوت موجود ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم کو یہی مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ جب مصری صاحب جماعت سے علیحدہ ہوئے ہیں تو پیر منظور محمد صاحب نے مجھے کہلا بھیجا کہ میرے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم کو کہا تھا کہ شیخ عبدالرحمن صاحب سے شادی نہ کی جائے مگر جب حافظ صاحب نے اس بات کو نہ مانا اور اسی جگہ لڑکی کی شادی کر دی تو مجھے سخت غصہ آیا اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ حضور خدا تعالیٰ کے مأمور ہیں اور خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب مأمور ایک بات کہہ دے تو تمام مومنوں کو چاہئے کہ اس پر عمل کریں مگر حافظ احمد اللہ صاحب نے حضور کی نافرمانی کی ہے اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا بات تو آپ نے جو کہی ہے یہ ٹھیک ہے مگر ایسے معاملات میں میں دخل نہیں دیا کرتا۔ جب یہ روایت مجھے پہنچی تو گواہی روایت میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا مگر چونکہ یہ اکیلی روایت تھی اس لئے مجھے اس بات کا فکر ہوا کہ کوئی اور گواہ بھی ہونا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ دوسرے دن کی ہی ڈاک میں مجھے ایک خط ملا جو منشی قدرت اللہ صاحب سنوریؒ کی طرف سے تھا۔ اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ 1915ء میں جب میں قادیان آیا تو اُس وقت مجھے کسی دوست سے قرآن پڑھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ میں نے حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم سے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا۔ ایک دن باتوں باتوں میں انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے اپنی لڑکی زینب کا رشتہ کسی اور شخص سے کرنے کا کہا تھا مگر انہی دنوں آپ پر یہ الہام نازل ہوا کہ لَا تَقْتُلُوا زَيْنَبَ جِسْمِهَا مِنْ غِلْطِي سے یہ سمجھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے صحیح نہیں اور میں نے شیخ مصری صاحب سے رشتہ کر دیا مگر اب شیخ مصری مجھے سخت تنگ کرتا ہے اور اس نے مجھے بڑی بڑی تکلیفیں پہنچانی شروع کر دی ہیں جس سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حکم نہ ماننے کا نتیجہ ہے چنانچہ مجھے بھی یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اولؑ کے زمانہ میں شیخ مصری صاحب نے بازار میں اپنے خسر کو مارا۔ جس پر حضرت خلیفہ اول مصری صاحب سے سخت ناراض ہو گئے اور میں نے کئی دن آپ کی منتیں کر کے انہیں معاف کروایا۔ پس اس الہام کے یہ معنی تھے کہ تم زینب کی شیخ مصری صاحب سے شادی مت کرو ورنہ اس کا ایمان بھی برباد ہو جائے گا۔ چنانچہ واقعات نے ثابت کر دیا کہ اس شادی سے اس کا ایمان بھی ضائع ہو گیا۔

اب دیکھو یہ کیسی زبردست پیشگوئی ہے جس کی طرف خود مصری صاحب نے توجہ دلائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ان کی بیوی کو یہ یاد تھا کہ ایسا الہام ہوا تھا اور میرے والد نے اسے میرے متعلق سمجھا تھا۔ اس طرح ان کا ذہن اس طرف گیا اور شاید جو کام ہم سے دیر میں ہو سکتا، وہ خود انہوں نے کر دیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح بکری نے چھری نکالی تھی کہتے ہیں کہ کوئی شخص تھا جس نے بکری ذبح کرنے کیلئے چھری نکالی مگر پھر کہیں رکھ کر بھول گیا اور اس پر بچوں نے کھلتے ہوئے مٹی ڈال دی اور وہ مٹی کے نیچے چھپ گئی۔ اُس نے چھری کو بہتیرا تلاش کیا مگر نہ ملی۔ وہ حیران سا کھڑا تھا کہ بکری نے پیر مارنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مٹی ہٹ گئی اور اُسے چھری نظر آ گئی جس سے اُس نے فوراً اُسے ذبح کر دیا۔ اُس وقت سے عرب میں یہ مثل مشہور ہو گئی ہے اور جب کوئی شخص اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کرتا ہے تو کہتے ہیں اس نے بالکل ایسا ہی کیا جس طرح بکری نے چھری نکال لی تھی۔

(مصری صاحب کے خلاف سے انحراف کے متعلق تقریر، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 577 تا 580)

### مامور کی بیعت میں شامل ہونا

پس جو چیز تحریک کا سواں حصہ ہے اس پر خواہ کس قدر جوش کے ساتھ عمل کیا جائے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اصل کام وہ ہے جو جماعت کو خود کرنا ہے روپیہ تو ایسے حصوں کے لئے ہے

جہاں پہنچ کر جماعت کام نہیں کر سکتی باقی اصل کام جماعت کو خود کرنا ہے۔ قرآن اور حدیث سے کہیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ کسی نبی نے مزدوروں کے ذریعہ فتح حاصل کی ہو۔ کوئی نبی ایسا نہ تھا جس نے مبلغ اور مدرس نوکر رکھے ہوئے ہوں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ ایک بھی مبلغ نوکر نہ تھا اب تو جماعت کے پھیلنے کی وجہ سے سہارے کے لیے بعض مبلغ رکھ لئے گئے ہیں۔ جیسے پہاڑوں پر لوگ عمارت بناتے ہیں تو اس میں سہارے کے لیے لکڑی دے دیتے ہیں تا لچک پیدا ہو جائے اور زلزلہ کے اثرات سے محفوظ رہے۔ پس ہمارا مبلغین کو ملازم رکھنا بھی لچک پیدا کرنے کے لیے ہے وگرنہ جب تک افراد جماعت تبلیغ نہ کریں، جب تک وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے اوقات دین کے لیے وقف ہیں، جب تک جماعت کا ہر فرد سرکوتھیلی پر رکھ کر دین کے لیے میدان میں نہ آئے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے علیحدہ کیا ہے تو اس کے متعلق بائبل میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس کے بھائیوں کی تلوار اس کے خلاف اٹھے گی اور اس کی تلوار ان کے خلاف۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نبی ہوگا کیونکہ نبی کے خلاف ہی ساری دنیا کی تلواں اٹھتی ہیں۔

پس جب تک کوئی شخص ساری دنیا کی تلواروں کے سامنے اپنا سر نہیں رکھ دیتا اس وقت تک اس کا یہ خیال کرنا کہ وہ اس مامور کی بیعت میں شامل ہے فریب اور دھوکا ہے جو وہ اپنی جان کو بھی اور دنیا کو بھی دے رہا ہے۔ ہماری جماعت کے زمیندار اور ملازم اور تاجر یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہوئے اور چند مبلغ ملازم رکھ کر کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ وہ خدا کی جماعت ہیں حالانکہ یہ حالت خدا کی جماعتوں والی نہیں اس صورت میں ہم زیادہ سے زیادہ ایک انجمن کہلا سکتے ہیں۔ خدائی جماعت وہی ہے جس کا ہر فرد اپنے آپ کو قربانی کا بکرا بنا دیا اور جس کا ہر ممبر موت قبول کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ یاد رکھو جو جماعت مرنے کے لئے تیار ہو جائے اسے کوئی نہیں مار سکتا اور نہ اس کے مقابلہ پر کوئی ٹھہر سکتا ہے۔ (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 6)

### حضرت مولانا احسن امر وہی صاحب اور پیغامی

میرے زمانہ خلافت میں جب پیغامی مولوی محمد احسن صاحب کو ورغلا کر لاہور لے گئے اور انہوں نے کہا میں نے ہی انہیں خلیفہ بنایا تھا اور اب میں ہی انہیں معزول کرتا ہوں تو اس کی وجہ سے جماعت میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ان کے متعلق ایک ریزولوشن پاس ہوا تو میں نے انہیں جماعت سے خارج کر دیا۔ اس موقعہ پر ایک دوست جو مخلص تھے مگر بات جلدی نہیں سمجھتے تھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یہ بڑے بزرگ صحابی ہیں۔ انہیں جماعت سے نہ نکالیں۔ اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ مولوی صاحب پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجھے جو خلیفہ ہوں معزول کر دیں اور مولوی محمد احسن صاحب کو جماعت میں رکھ لیں۔ اس پر وہ دوست کہنے لگے۔ اچھا اگر یہ بات ہے تو پھر نکال دیں۔

مولوی محمد احسن صاحب کی طبیعت بھی ایسی ہی تھی ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بسراواں کی طرف سیر کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کے کلام میں اور بندہ کے کلام میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ آپ نے اپنا ایک الہام سنایا اور فرمایا دیکھ لو یہ بھی ایک کلام ہے اور اس کے مقابل پر حریری کا بھی کلام موجود ہے۔ مولوی محمد احسن صاحب نے بات کا آخری حصہ غور سے نہ سنا اور الہام کے متعلق خیال کر لیا کہ یہ حریری کا کلام ہے اور کہنے لگے بالکل لغو ہے۔ بالکل لغو ہے لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ تو خدا تعالیٰ کا الہام ہے۔ تو مولوی محمد احسن صاحب کہنے لگے سبحان اللہ کیا ہی عمدہ کلام ہے۔ اسی قسم کی طبیعت اس دوست کی بھی تھی۔ جب ریزولوشن پاس ہوا تو وہ دوست کہنے لگے۔ یہ پرانے صحابی ہیں انہیں جماعت سے نہ نکالا جائے۔ مگر جب میں نے کہا کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ مجھے جو خلیفہ ہوں معزول کر دیا جائے اور انہیں جماعت میں رکھ لیا جائے تو وہ کہنے لگے۔ اچھا پھر انہیں جماعت سے نکال دیں۔ تو یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جنہیں قادیان کے رہنے والے بھی نہیں جانتے تھے۔ آپ کا نام دنیا کے ہر ملک میں پھیلا اور آج آپ کو ماننے والے دنیا کے کونہ کونہ میں پائے جاتے ہیں قادیان میں ایک سکھ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کے تایا مرزا غلام قادر صاحب تو بہت مشہور تھے اور ایک بڑے عہدہ پر فائز تھے۔ لیکن مرزا غلام احمد صاحب غیر معروف تھے۔ انہیں کوئی جانتا نہیں تھا۔ میرے والد ایک دفعہ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ سنا ہے آپ کا ایک اور بیٹا بھی ہے وہ کہاں ہے۔ انہوں نے کہا وہ تو سارا دن مسجد میں پڑا رہتا ہے اور قرآن پڑھتا رہتا ہے۔ مجھے اس کا بڑا فکر ہے کہ وہ کھائے گا کہاں سے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اسے سمجھاؤ کہ دنیا کا بھی کچھ فکر کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ کوئی نوکری کر لے۔ لیکن جب

بھی میں اس کے لئے کسی نوکری کا انتظام کرتا ہوں۔ وہ انکار کر دیتا ہے۔ چنانچہ میرے والد گئے اور بڑے مرزا صاحب کی بات ان کو پہنچائی وہ کہنے لگے والد صاحب کو تو یونہی فکر لگی ہوئی ہے میں نے دنیا کی نوکریوں کو کیا کرنا ہے۔ آپ ان کے پاس جائیں اور انہیں کہہ دیں کہ میں نے جس کا نوکر ہونا تھا ہو گیا ہوں۔ مجھے آدمیوں کی نوکریوں کی ضرورت نہیں۔ اس سگھ پر اس بات کا اس قدر اثر تھا کہ جب بھی وہ آپ کا ذکر کیا کرتا۔ تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ جاتے ایک دفعہ وہ چھوٹی مسجد میں آیا اور میرے پاس آ کر چیخیں مار کر رونے لگ گیا۔ میں نے کہا کیا بات ہوئی وہ کہنے لگا آج مجھ پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ میں آج بہشتی مقبرہ گیا تھا۔ جب میں مرزا صاحب کے مزار پر جا کر سجدہ کرنے لگا۔ تو ایک احمدی نے مجھے اس سے منع کر دیا۔ حالانکہ اس کا مذہب اور ہے اور میرا مذہب اور ہے۔ اگر احمدی قبروں کو سجدہ نہیں کرتے تو نہ کریں لیکن میں تو سگھ ہوں اور ہم سجدہ کر لیتے ہیں پھر اس نے مجھے منع کیوں کیا۔ غرض آپ بالکل خلوت نشین تھے اور جو لوگ آپ کے واقف تھے ان پر آپ کی عبادت اور زہد کا اتنا اثر تھا کہ وہ باوجود غیر مسلم ہونے کے وفات کے بعد بھی آپ کے مزار پر آتے رہے۔ جس طرح مولوی محمد احسن صاحب نے لاہور جا کر میرے متعلق کہا تھا کہ میں نے ہی انہیں خلیفہ بنایا ہے اور اب میں ہی انہیں معزول کرتا ہوں۔ اسی قسم کی بات مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہی تھی۔ دعویٰ سے پہلے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے مداح تھے۔ لیکن جب آپ نے دعویٰ کیا تو مخالف ہو گئے اور کہنے لگے۔ میں نے ہی مرزا صاحب کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی انہیں نیچے گراؤں گا۔ چنانچہ وہ تمام عمر آپ کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے اور لوگوں کو آپ کے پاس آنے سے روکنے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام رکھا پیرانامی ایک پہاڑیہ تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بطور خدمتگار رہتا تھا۔ اسے گنٹھیا کی بیماری تھی۔ اس کے رشتہ داروں کو علم ہوا کہ قادیان میں مفت علاج ہوتا ہے تو وہ اسے اٹھا کر قادیان لے آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا علاج کیا۔ اور جب وہ تندرست ہوا تو آپ کی خدمت میں ہی رہنے لگ گیا اور اپنے وطن واپس نہ گیا۔ وہ شخص اتنا اجڈ تھا کہ دو چار آنے لے کر دال میں مٹی کا تیل ملا کر پی لیا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسے کبھی کبھی بٹالہ بٹلی چھڑانے کے لئے بھیج دیا کرتے تھے اور بٹالہ سٹیشن پر روزانہ مولوی محمد حسین صاحب اس کے لئے جایا کرتے تھے کہ جو لوگ قادیان جا رہے ہوں انہیں درغلانے کی کوشش کریں۔

ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو قادیان جانے والا کوئی شخص نہ ملا۔ انہوں نے پیرے کو ہی پکڑ لیا اور کہنے لگے۔ پیرے کیا تیری عقل ماری گئی ہے۔ تو مرزا صاحب کے پاس کیوں بیٹھا ہے۔ وہ تو جھوٹا آدمی ہے۔ پیرا کہنے لگا مولوی صاحب میں تو جاہل ہوں اور پڑھا لکھا نہیں۔ لیکن ایک بات جانتا ہوں اور وہ یہ کہ مرزا صاحب اپنے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں اور لوگ آپ سے ملنے کے لئے دور دور سے آتے ہیں۔ بعض دفعہ وہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں یا مجھے ابھی فرصت نہیں اور لوگ پھر بھی آپ کے دروازہ کو نہیں چھوڑتے۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ آپ روزانہ یہاں آ کر لوگوں کو قادیان جانے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور شاید اس کوشش میں آپ کی جوتیاں بھی گھس گئی ہوں گی۔ مگر لوگ پھر بھی قادیان جاتے ہیں۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ مرزا صاحب ضرور سچے اور راست باز ہیں تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو خود بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوست تھے اور ان کے والد بھی آپ کے دوست تھے۔ انہوں نے بھی کہا تھا کہ میں نے اس شخص کو بڑھایا ہے اور اب میں ہی اس کو نیچے گراؤں گا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کے نام کو تو مٹا دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کو دنیا میں پھیلا دیا۔ بعد میں اس کا ایک بیٹا آریہ ہو گیا تھا۔ میں نے اسے قادیان بلایا اور اسے دوبارہ مسلمان کیا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے شکریہ کا خط بھی مجھے لکھا تو جماعت کانٹوں پر سے گذرتی ہوئی اپنی اس حیثیت کو پہنچی ہے اور یہ چیز بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال ہے۔ لیکن اس فضل کو دائمی طور پر حاصل کرنے کے لئے جماعت کو ہمیشہ دعاؤں میں لگے رہنا چاہئے۔ بے شک دنیا کی نظروں میں ہم نے عظیم الشان کام کیا ہے۔ لیکن ہمارا کام ابھی بہت باقی ہے۔ ہم نے ساری دنیا کو مسلمان بنانا ہے اور یہ کام بہت کٹھن ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہماری زندگی میں ہمیں وہ دن دکھائے۔ جب یہ کام پورا ہو جائے اور ساری دنیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے اور اسلام امریکہ میں بھی پھیل جائے۔ یورپ میں بھی پھیل جائے۔ روس میں بھی پھیل جائے۔ چین میں بھی پھیل جائے۔ ہندوستان میں بھی پھیل جائے۔ دلوں کا پھیرنا اسی کا کام ہے۔ کسی انسان کا کام نہیں۔ اس لئے ہمیں خدا تعالیٰ کے حضور ہی جھکنا چاہئے اور اس سے مدد طلب کرنی چاہئے کیونکہ مشکلات کو آسان کرنا اسی کا کام ہے۔



## میاں چراغ دین صاحبؒ سے پرانے تعلقات

مجھے میاں چراغ دین صاحبؒ مرحوم کی بات یاد ہے۔ وہ سنایا کرتے تھے کہ ان کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اتنے پرانے تعلقات تھے کہ وہ میری پیدائش کے موقعہ پر جو آپ کے دعویٰ مسیحیت سے دو سال قبل ہوئی۔ میرے عقیقے پر قادیان گئے تھے۔ آپ سنایا کرتے تھے کہ اس دن اتنی سخت بارش ہو رہی تھی۔ کہ اس کی وجہ سے ہم راستہ میں رک گئے پانی بہت زیادہ چڑھ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا تھا۔ ہم میں سے بعض کوشش کر کے قادیان پہنچ گئے اور بعض کو واپس لوٹنا پڑا۔ گویا اس خاندان کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق ساٹھ سال سے بھی زیادہ عرصہ کا ہے۔ ایسے خاندان کو تو روز بروز اپنے روحانی تعلقات میں بڑھنا چاہئے تھا نہ یہ کہ بجائے ترقی کرنے کے وہ آگے سے بھی گر جاتے۔

(خطبات محمود جلد 29 صفحہ 362)

## خدا تعالیٰ کا سلوک ہمیشہ تعلق کی بناء پر ہوتا ہے

”ڈاکٹر عبد الحمید صاحب چغتائی لاہور ایک پرانے مخلص احمدی خاندان میں سے ہیں۔ یعنی وہ میاں فیملی میں سے ہیں جن کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابتدائے دعویٰ سے مخلصانہ تعلقات رہے ہیں۔ میاں چراغ الدین صاحب مرحوم جن کے ڈاکٹر عبد الحمید صاحب پوتے ہیں اور لڑکی ان کی پڑپوتی ہے، وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اتنا پرانا تعلق رکھنے والے تھے کہ میری پیدائش پر جب میرا عقیقہ ہوا تو اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بھی لاہور سے بلوایا تھا۔ اس سے سمجھ لو کہ ان کے کتنے پرانے تعلقات تھے۔ میری پیدائش کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کا اعلان فرمایا تھا اور مسیحیت کا دعویٰ آپ نے اس کے قریباً سال ڈیڑھ سال بعد کیا۔ پس میری پیدائش پر انہیں عقیقہ کی تقریب میں لاہور سے بلانا اسی صورت میں ہو سکتا تھا جب وہ ساہا سال پہلے سے مخلصانہ تعلقات رکھتے ہوں۔ گویا میری عمر سے بھی زیادہ اس خاندان کے تعلقات کی عمر ہے۔ کم سے کم ہی سمجھ لیا جائے تو سات آٹھ سال پہلے کے تعلقات ضرور ثابت ہوتے ہیں۔

میری پیدائش 1889ء میں ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے سمجھنا چاہئے کہ ان کے تعلقات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے 1880ء سے چلے آرہے تھے گویا براہین کے زمانہ سے یا اس سے بھی پہلے کے تعلقات ہیں۔ پس اس نکاح میں ایک فریق تو وہ ہے جو میاں چراغ الدین صاحبؒ کے خاندان میں سے ہے۔ دوسرا فریق بھی ایسے ہی پرانے تعلقات والوں میں سے ہے۔ یعنی پیر مظہر الحق صاحبؒ جو لڑکے کے والد ہیں۔ یہ پیر افتخار احمد صاحب کے لڑکے ہیں اور پیر افتخار احمد صاحبؒ حضرت خلیفہ اولؒ کے سالے اور صوفی احمد جان صاحبؒ لدھیانوی کے لڑکے تھے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے ہی بشارت دی تھی۔ کہ آپ ایک دن مسیحیت کے منصب پر فائز ہونے والے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک خط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعویٰ سے پہلے ہی لکھا کہ ۔

ہم مریضوں کی ہے تم ہی پہ نگاہ  
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابھی دعویٰ نہیں فرمایا تھا لیکن روحانیت اور تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انکشاف فرما دیا۔ اور جبکہ اور لوگ دعویٰ کے بعد بھی مخالفت کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے انہیں دعویٰ سے پہلے ہی بتا دیا کہ ہم اسے مسیح بنانے لگے ہیں۔ دیکھو کتنا بڑا فرق ہوتا ہے روحانی نگاہ کا اور جسمانی نگاہ کا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخر ایک ہی چیز تھے دونہیں تھے۔ مگر ایک وجود دعویٰ کے بعد ہر قسم کے دلائل نہ دینے کے باوجود ہر قسم کے نشانات دکھانے کے باوجود مولویوں کی نظر میں کافر ٹھہرتا ہے۔ انہوں نے دعویٰ سنا، دلیلیں سنیں، نشانات دیکھے، معجزات دیکھے مگر پھر فتویٰ لگا دیا کہ یہ شخص کافر ہے۔ لیکن دوسرا آدمی جو روحانی تھا اس نے نہ دعویٰ سنا، نہ دلیلیں سنیں، نہ نشانات دیکھے، نہ معجزات دیکھے مگر اس کی آنکھوں نے بھانپ لیا کہ اس پر خدا تعالیٰ کے انوار نازل ہونے والے ہیں اور پیشتر اس کے کہ وہ دعویٰ کرتا اس نے کہا میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہ کتنا نمایاں فرق ہے جو دکھائی دیتا ہے۔ ایک آنکھ دعویٰ سے پہلے ہی دیکھ لیتی ہے اور دوسری آنکھ دعویٰ سننے اور دلائل سننے کے بعد بھی نہیں دیکھ سکتی۔ غرض ان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہایت اخلاص پر مبنی تھا۔ اور اسی وجہ سے جب حضرت خلیفہ اولؒ کو دوسری شادی کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے لئے اس جگہ رشتہ کرنا پسند فرمایا۔ غرض یہ

دونوں خاندان احمدیت سے پرانا تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اصل حقیقت تو یہ ہے کہ پرانا اور نیا سب نسبتی چیزیں ہیں۔ جب تک پیوند قائم رہے پرانا زیادہ برکت کا مستحق ہوتا ہے اور دنیا اس سے کم لیکن جب آئندہ نسل اپنے تعلقات کو منقطع کر لے۔ تو خدا نہ پرانے کا لحاظ کرتا ہے نہ نئے کا خدا تعالیٰ کا سلوک ہمیشہ تعلق کی بناء پر ہوتا ہے۔ (خطبات محمود جلد سوم صفحہ 652 تا 654)

### پسر موعود کی شناخت کا نشان

کل ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی ملی ہے۔ جو پیر سراج الحق صاحب نعمانیؒ کی کتاب ”تذکرۃ المہدی“ میں درج ہے۔ یہ کتاب 1921ء میں لکھی گئی تھی۔ اس میں پیر سراج الحق صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ ”خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے سلسلہ میں بھی سخت تفرقہ پڑے گا کہ فتنہ انداز اور ہوا و ہوس کے بندے جدا ہو جائیں گے۔ پھر خدا تعالیٰ اس تفرقہ کو مٹا دے گا۔ باقی جو کٹنے کے لائق اور راستی سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور فتنہ پرواز ہیں۔ وہ کٹ جائیں گے اور دنیا میں ایک حشر برپا ہوگا۔ وہ اول الحشر ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت و خون ہو گا کہ زمین خون سے بھر جائے گی۔ اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کرے گی۔ ایک عالم گیر تباہی آوے گی اور ان تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اس کے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ تم اس موعود کو پہچان لینا۔ یہ ایک بہت بڑا نشان پسر موعود کی شناخت کا ہے۔“ (تذکرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 3)

اب دیکھو منافقین کا موجودہ فتنہ 1956ء میں پیدا ہوا ہے اور یہ کتاب 1921ء کی چھپی ہوئی موجود ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا۔ وہ جھوٹ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات نہیں کہی۔ لیکن یہ جھوٹ کتنا سچا ہے کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کی طرح پورا ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی نہیں بلکہ ایک سچی پیشگوئی تھی۔ جو لفظاً لفظاً پوری ہو گئی ہے۔ اگر اس کے پورا ہو جانے کے بعد بھی کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو اُس کی مثال ویسی ہی ہوگی جیسے مشہور ہے کہ کوئی بزدل آدمی ایک جنگ میں زخمی ہو گیا۔ اُس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن بزدلی کی وجہ سے وہ ماننا نہیں چاہتا تھا کہ وہ واقع میں زخمی ہے۔ وہ بھاگتا

چلا جا رہا تھا اور زخم پر ہاتھ لگا کر کہتا جاتا تھا کہ یا اللہ! یہ خواب ہی ہو۔ یا اللہ! یہ خواب ہی ہو۔  
اسی طرح گو یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے لیکن آجکل کے منافق کہہ سکتے ہیں کہ خدا کرے یہ بات  
جھوٹ ہی ہو۔ (الفضل 16 نومبر 1956ء جلد 45/10 شمارہ 269 صفحہ 3)

### حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ کی بے مثال قربانی

سب انبیاء کی جماعتوں کو درجہ بدرجہ قربانی کرنی پڑتی ہے اس وقت جو لوگ یہاں بیٹھے  
ہیں ان میں سے اکثر ہیں جن کو اپنے وطن قربان کرنے پڑے۔ پھر اب قادیان میں حالات  
کچھ درست ہو گئے ہیں اور کچھ تجارتیں چل نکلی ہیں مگر جو لوگ ابتدائی زمانوں میں یہاں آئے  
ان کے گزارہ کی یہاں کوئی صورت نہ تھی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک  
اعلیٰ درجہ کی ملازمت عطا فرمائی تھی وہ چھوٹی تو آپ نے اپنے وطن میں پریکٹس شروع کی وہاں  
آپ کی بہت شہرت تھی۔ آپ کا وطن بھیرہ سرگودھا کے ضلع میں ہے۔ جہاں بڑے بڑے  
زمیندار ہیں اور ان میں سے اکثر آپ کے بڑے معتقد تھے۔ پس وہاں کام چلنے کا خوب امکان  
تھا لیکن آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملنے قادیان آئے چند روز بعد جب  
واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دنیا کا آپ بہت کچھ دیکھ  
چکے ہیں اب یہیں آ بیٹھے آپ نے اس ارشاد پر ایسا عمل کیا کہ خود سامان لینے بھی واپس نہ گئے  
بلکہ دوسرے آدمی کو بھیج کر سامان منگوا لیا۔ اس زمانہ میں یہاں پریکٹس چلنے کی کوئی امید نہ تھی بلکہ  
یہاں تو ایک پیسہ دینے کی حیثیت والا بھی کوئی نہ تھا مگر آپ نے کسی بات کی پروا نہیں کی۔ پھر  
بھی آپ کی شہرت ایسی تھی کہ باہر سے مریض آپ کے پاس پہنچ جاتے تھے اور اس طرح کوئی نہ  
کوئی صورت آمد کی پیدا ہو جاتی تھی۔ مگر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ کی قربانی ایسے رنگ کی  
تھی کہ کوئی آمد کا احتمال بھی نہ تھا نہ کہیں سے کسی فیس کی امید تھی نہ کوئی تنخواہ تھی اور نہ وظیفہ کسی  
طرف سے کسی آمد کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ مگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سیکرٹری کے  
طور پر کام کرتے تھے۔ اس وقت جتنے کام تمام محکمے کر رہے ہیں یہ سب وہ اکیلے کرتے تھے  
حالانکہ گزارہ کی کوئی صورت نہ تھی اور یہ بھی وَادِعِیْرِ ذِی زُرْعِے میں جان قربان  
کرنے والی بات ہے۔ (خطبات محمود جلد دوم صفحہ 261-260)

## قبولیت دعا کاراز

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے منہ سے کوئی چھوٹا سا جملہ بھی نکل جاتا ہے تو وہ تباہ ہو جاتے ہیں یہ مضمون بڑا وسیع ہے جس کا یہ خطبہ متحمل بیان نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم نے اسے کھول کر بیان کیا ہے۔ پس میں اس نادان معترض سے کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ نہ کرو۔ آپ اسی قسم کے نشان دکھانے آئے تھے اور ایسے بندے پیدا کرنا آپ کا ایک مقصد تھا۔ جن کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بڑے بڑے انقلابات پیدا کر دے آپ نے فرمایا ہے کہ:

چوپیش اور بروی کا ریک دعا باشد

اس کا مطلب یہی ہے کہ جو کام ساری دنیا نہیں کر سکتی وہ ایک دعا سے ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر دعا کو ضرور قبول کر لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صاحبزادہ مبارک احمد فوت ہوا مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہوئے آپ نے دعائیں بھی کیں مگر وہ فوت ہو گئے اور یہ بھی آپ کا ایک نشان ہے کیونکہ مرزا مبارک احمد صاحب کے متعلق آپ نے قبل از وقت بتا دیا تھا اور جب کوئی بات قبل از وقت کہہ دی جاتی ہے۔ تو وہ نشان بن جاتی ہے۔ پس نہ تو یہ ہوتا ہے کہ ہر دعا قبول ہو جاتی ہے اور نہ ہر رد ہوتی ہے۔ ہاں جو دعا وہ قبول کرنے کا فیصلہ کرے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اسے کوئی رد نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور

ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

بہر حال اللہ تعالیٰ کے جو فضل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ نازل ہوئے ان کا جاری رہنا ضروری ہے۔ پیغامیوں کا یہ حق تو ہے کہ کہہ دیں۔ یہ تمہارے ذریعہ جاری نہیں ہو سکتے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ وہ میرے مقابلہ پر اپنے امام یا لیڈر کو پیش کریں اور کہیں کہ اس کے ذریعہ ان فضلوں کا اظہار ہوتا ہے اور اگر واقعی خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ آئندہ کے امور کے متعلق خبریں ظاہر کرے اور اس کی دعاؤں کو غیر معمولی طور پر سنے۔ تو ہم مان لیں گے کہ ہم گو غلطی پر تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت ہے۔ مگر یہ لوگ تو دروازہ ہی

بند کرتے ہیں۔ کیا عجیب بات ہے کہ ان کے عقیدہ کے مطابق آنحضرت ﷺ آئے تو نبوت بند ہوگئی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے تو دعا کی قبولیت کا دروازہ بند ہو گیا اور اب کوئی تیسرا مامور آیا تو شاید ایمان کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا اور دنیا میں صرف کفر ہی کفر رہ جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی مہر تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام سے ثابت ہے رحمت کے دروازے کھول دیتی ہے مگر مولوی محمد علی صاحب نے ایک ایسی مہر ایجاد کی ہے کہ ہر بھلائی اور خیر کا دروازہ بند کیا جا رہا ہے۔ (خطبات محمود جلد 21 صفحہ 229-230)

### قبولیت دعا کی شرائط

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تمہیں چاہیے کہ تم میری باتیں مانو اور مجھ پر یقین رکھو اگر تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے تو میں تمہاری دعا کیسے سن سکتا ہوں؟ پس قبولیت دعا کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اول فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي تَمَّ مِيرِي بَاتِينَ مانو (۲) وَلْيُؤْمِنُوا بِي اور مجھ پر یقین رکھو۔ جو لوگ ان شرائط کو پورا نہیں کرتے وہ دیندار نہیں۔ وہ میرے احکام پر نہیں چلتے اس لئے میں بھی یہ وعدہ نہیں کرتا کہ میں ان کی ہر دعا سنوں گا۔ بیشک میں ان کی دعاؤں کو بھی سنتا ہوں مگر اس قانون کے ماتحت ان کی ہر دعا کو نہیں سنتا۔ لیکن جو شخص اس قانون پر چلتا ہے اور پھر دعائیں بھی کرتا ہے میں اس کی ہر دعا کو سنتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ بازار میں چند بنے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ کیا کوئی ایک پاؤ تل کھا سکتا ہو۔ وہ ایک پاؤ تل کھانا بہت بڑا کام سمجھتے تھے ان میں سے ایک نے کہا جو ایک پاؤ تل کھالے اس کو میں پانچ روپے انعام دوں گا۔ پاس سے ایک زمیندار گزر رہا تھا اس نے جب سنا کہ پاؤ تل کھانے پر شرط لگی ہوئی ہے تو اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی اس نے خیال کیا کہ بھلا ایک پاؤ تل کھانا کونسی بڑی بات ہے جس پر انعام دیا جائے۔ ضرور اس کے ساتھ کوئی اور شرط ہو گی۔ وہ آگے بڑھا اور پوچھا شاہ جی! ”تل سلیمان سمیت کھانے نے کہ بغیر سلیمان دے۔“ یعنی پھلیوں سمیت تل کھانے ہیں یا الگ کئے ہوئے بیج کھانے ہیں۔ اس زمیندار کے نزدیک تو پاؤ تل کھانا کوئی چیز نہ تھی لیکن وہ سب بنے تھے جو آدھا پھلکا کھانے کے عادی تھے۔ جب اس نے یہ کہا کہ شاہ جی کیا تل پھلیوں سمیت کھانے ہیں تو اس بنے نے کہا چوہدری صاحب آپ جائیے ہم تو آدمیوں کی باتیں کرتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جہاں یہ کہتا ہے کہ میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں۔ وہاں بھی وہ آدمیوں کا ہی ذکر کرتا ہے۔ جانوروں کا ذکر نہیں کرتا۔ وہ ہر پکارنے والے کی پکار کو نہیں سنتا وہ صرف اس شخص کی پکار کو سنتا ہے جسے یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ہی سب ذمہ داری نہیں بلکہ مجھ پر بھی کچھ ذمہ داری ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ اے خدا! فلاں کی لڑکی مجھے اُدھال کر لا دے یا فلاں کا مال مجھے دے دے یا میرے فلاں دشمن کی جان نکال دے تو خدا تعالیٰ اپنے آپ کو ان دُعاؤں کا مخاطب نہیں سمجھتا پس فرمایا فَلْيَسْتَجِيبُوا لِيْ فِيْ مَا كُنْتُمْ يَدْعُوْنَ میں ہر اس دعا کو سنتا ہوں جس کا کرنے والا پورے طور پر میرے احکام پر عمل کرے اور پھر اُسے مجھ پر پورا یقین بھی ہو۔ اور جو ایسا کرتے ہیں وہ غلط دُعا میں مانگتے ہی نہیں کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ اسی دُعا میں مانگتے تھے کہ اے خدا فلاں کا مال ظالمانہ طور پر ہمیں دیدے۔ پس خدا تعالیٰ بھی یہاں انسانوں کا ذکر کرتا ہے حیوانوں کا نہیں اور فرماتا ہے کہ میں دُعا میں سنتا ہوں لیکن اس کے لئے دو شرطیں ہیں اول دُعا کرنے والا پورے طور پر میرے احکام پر عمل کرے۔ دوم اسے مجھ پر یقین بھی ہو۔ جب اسے مجھ پر یقین ہوگا تو اس کا اعتماد بھی دعا کی قبولیت کے لئے اکسائے گا۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 406-405)

### حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ کا آپ سے عشق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مولوی عبدالکریم صاحبؒ کو خاص عشق تھا اور ایسا عشق تھا کہ اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس زمانہ کو دیکھا دوسرے لوگ اس کا قیاس بھی نہیں کر سکتے۔ وہ ایسے وقت میں فوت ہوئے جب میری عمر سولہ سترہ سال تھی اور جس زمانہ سے میں نے ان کی محبت کو شناخت کیا ہے اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہوگی۔ یعنی بچپن کی عمر تھی۔ لیکن باوجود اس کے مجھ پر ایک ایسا گہرا نقش ہے کہ مولوی صاحب کی دو چیزیں مجھے کبھی نہیں بھولتیں۔ ایک تو ان کا پانی پینا اور ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی محبت۔ آپ ٹھنڈا پانی بہت پسند کرتے تھے اور اسے بڑے شوق سے پیتے تھے اور پیتے وقت غٹ غٹ کی ایسی آواز آیا کرتی تھی کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کی نعمتوں کو جمع کر کے بھیج دیا ہے۔ اس زمانہ میں اس مسجد اقصیٰ کے کنویں کا پانی بہت مشہور تھا۔ اب تو معلوم نہیں لوگ کیوں اس کا نام نہیں لیتے۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ کہتے بھی کوئی ثواب کماؤ اور پانی لاؤ جب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود موجود ہوتے تو اور بات تھی۔ وگرنہ آپ سیڑھیوں پر آ کر انتظار میں کھڑے ہو جاتے اور پھر لوٹا لے کر منہ سے لگا لیتے۔

دوسرے آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں بیٹھے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ آپ کی آنکھیں حضور کے جسم میں سے کوئی چیز لے کر کھا رہی ہیں۔ اس وقت گویا آپ کے چہرے پر بشارت اور شگفتگی کا ایک باغ لہرا رہا ہوتا تھا۔ اور آپ کے چہرہ کا ذرہ ذرہ مسرت کی لہر پھینک رہا ہوتا تھا جس طرح مسکرا مسکرا کر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں سنتے اور جس طرح پہلو بدل بدل کر داد دیتے، وہ قابل دید نظارہ ہوتا۔ اگر اس کا تھوڑا سا رنگ میں نے کسی اور میں دیکھا تو وہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم تھے۔ غرض مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص عشق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی آپ سے ویسی ہی محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد ہمیشہ بیٹھ کر باتیں کرتے۔ لیکن مولوی صاحب کی وفات کے بعد آپ نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور اب بیٹھے نہیں۔ تو فرمایا کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی جگہ کو خالی دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔ حالانکہ کون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جی اور دوبارہ زندگی دینے والا یقین کرتا ہو۔

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 122-121)

### حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ اور ٹھنڈا پانی

ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ ہمیں پانی پی کر کتنا آرام اور کس قدر راحت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو ٹھنڈے پانی کی بڑی خواہش ہوا کرتی تھی اور ان کا پانی پینے کا نظارہ بھی ایسا ہوتا تھا۔ جو ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔

مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ کے صحابہ آپ کے ارد گرد ہوتے اور آپ مختلف باتیں بیان فرما رہے ہوتے۔ جب بات زیادہ لمبی ہو جاتی تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم فرماتے کہ بھئی کوئی بڑی مسجد کے کنوئیں سے جا کر پانی لے آئے۔ ان دنوں اس مسجد کے کنوئیں کا پانی بہت ٹھنڈا سمجھا جاتا تھا۔ اس پر کوئی نوجوان اٹھتا اور



وہ اس بڑی مسجد سے پانی لے کر پہنچ جاتا۔ مولوی عبدالکریم صاحبؒ لوٹے کو ہی منہ لگا لیتے اور پانی پینا شروع کر دیتے۔ ان کا پانی پینا خود اپنی ذات میں ایک بڑا خوشنکھن نظارہ ہوتا تھا اور جس لطف سے وہ پانی پیتے تھے۔ وہ مجھے آج تک نہیں بھولتا۔ وہ پانی کے بڑے بڑے گھونٹ بھرتے اور غڑپ غڑپ کی آواز سنائی دیتی اور بار بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے دو چار گھونٹ پی لیتے تو کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، پھر دو چار گھونٹ پیتے اور کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ غرض وہ پانی پینے میں ایسی راحت محسوس کرتے تھے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کی ساری نعمتیں اس کنوئیں کے پانی میں شامل کر دی گئی ہیں۔ یہ نتیجہ تھا اس قناعت کا جس کو جسم کی صحت کے متعلق قرآنی تعلیم کو مد نظر رکھتے ہوئے انہوں نے اپنا معیار مقرر کر لیا تھا۔

(خطبات محمود جلد 24 صفحہ 158)

### حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ کا اخلاص

میں اس موقع پر ہائی سکول کے طلباء سے بھی کہتا ہوں کہ انہیں ایسے خیالات سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ اسکول کے طلباء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑا اخلاص پایا جاتا ہے اور ان کی اخلاص بھری چٹھیاں میرے پاس آتی رہتی ہیں۔ لیکن پھر بھی میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان باتوں کی نقل نہ کریں جن کا نمونہ بعض شاہدین نے دکھایا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جامعۃ المہشرین کے بعض اساتذہ نے بھی مجھے لکھا تھا کہ شاہدین کی تنخواہیں بڑھادی جائیں پھر دیکھیں کہ جماعت میں وقف کی کتنی رغبت پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ دین کی خدمت کرنے والوں نے اپنے اپنے زمانہ میں بڑا کام کیا ہے۔ لیکن سلسلہ کی طرف سے انہیں کوئی تنخواہ نہیں ملا کرتی تھی۔ تم حضرت خلیفۃ المسیح اولؒ کی زندگی کو دیکھ لو حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ کو دیکھ لو ان لوگوں کو کوئی گزارہ نہیں ملتا تھا۔ مگر پھر بھی انہوں نے دین کی عظیم الشان خدمت کی مولوی عبدالکریم صاحبؒ اتنے پایہ کے عالم تھے کہ سارے ضلع سیالکوٹ میں آپ کے شاگرد پائے جاتے تھے۔ مگر ان کا یہ حال تھا کہ وہ جب ہجرت کر کے قادیان آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک کمرہ میں پڑے رہتے تھے۔ لنگر سے دو وقت کا کھانا آ جاتا تھا اور اس پر گزارہ کرتے تھے۔ کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ بعض دفعہ ان کی حالت دیکھ کر کوئی دوست انہیں کوٹ اور دوسرے کپڑے بنا دیتے اور وہ پہن لیتے۔ گویا بغیر کسی تنخواہ کے ساری عمر گزارہ کرتے

رہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرائیوٹ سیکرٹری بنے رہے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ کو دیکھا جائے۔ تو وہاں بھی ایسے لوگ نظر آتے ہیں۔ جو دنیا کو چھوڑ کر دین کے ہو گئے تھے اور عیسائیوں میں تو اب تک یہ نمونہ موجود ہے اور میں نے جماعت کے نوجوانوں سے یہی دریافت کیا تھا کہ اب وہ نمونہ کیوں قائم نہیں رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے لوگوں کو صرف ان لوگوں سے نمونہ حاصل کرنا چاہئے۔ جو سادہ ہیں اور دعائیں کرنا جانتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن سے مسلمانوں کا احیاء وابستہ ہے۔

(الفضل 18 فروری 1956ء جلد 45/10 نمبر 42 صفحہ 4)

### حضرت میر ناصر نواب صاحبؒ

مجھے یاد ہے کہ قادیان میں ایک دفعہ ایک شخص نے کچھ بے جا الفاظ مولوی عبدالکریم صاحبؒ مرحوم کے متعلق کہے۔ لوگوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ وہ شخص ضدی تھا لوگ اسے مارتے جاتے مگر وہ یہی کہتا جاتا کہ میں تو یہی کہوں گا۔ لوگ اسے پھر مارنا شروع کر دیتے اور یہ جھگڑا بڑھ گیا۔ ہم اس وقت چھوٹی عمر کے تھے۔ ہمارے لئے یہ ایک تماشہ بن گیا۔ وہ مارکھاتا جاتا اور کہتا جاتا کہ میں تو یہی کہوں گا۔ لوگ اسے مارتے یہاں تک کہ وہ اسے مار مار کر تھک گئے۔ ان دنوں ایک غیر احمدی پہلوان حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ کے پاس علاج کے لئے آیا ہوا تھا۔ (آپ اس وقت خلیفۃ المسیح نہیں تھے) اُس نے جب یہ شور سنا تو خیال کیا۔ میں کیوں اس ثواب سے محروم رہوں۔ مجھے بھی اس میں حصہ لینا چاہئے۔ چنانچہ وہ گیا اور اسے بھیمبھیری کی طرح اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ لیکن وہ گر کر یہی کہتا۔ میں تو یہی کہوں گا۔ ہمارے لئے یہ ایک تماشہ بن گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب معلوم ہوا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ کیا ہماری یہی تعلیم ہے۔ دیکھو لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں لیکن ہمارا اس سے کیا بگڑ جاتا ہے۔ اگر اس نے کچھ بے جا الفاظ مولوی عبدالکریم صاحبؒ کے متعلق بھی استعمال کر دیئے تو کیا ہو گیا اور تو اور ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحبؒ مرحوم نے جب یہ دیکھا۔ تو آپ وہاں گئے اور لوگوں سے کہا۔ یہ کیا لغو بات ہے کہ تم اس شخص کو مارنے لگ گئے ہو۔ مگر ابھی آپ یہ نصیحت کر رہی رہے تھے کہ اس شخص نے پھر وہی الفاظ دہرائے۔ جو اس نے مولوی عبدالکریم صاحبؒ مرحوم کے متعلق کہے تھے۔ اس پر میر صاحب نے خود بھی اسے دو چار تھپڑ لگا دیئے۔ تو بسا اوقات

انسان اس قسم کے بھی کام کر لیتا ہے جو لغو ہوتے ہیں۔ دراصل رو چلنے کی دیر ہوتی ہے۔ جب رو چل جائے۔ تو لوگ خود بخود اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

(الفضل 5 جون 1948ء جلد 3 نمبر 127 صفحہ 6)

## حضرت منشی اروڑے خان صاحبؒ کا آپ سے عشق

منشی اروڑے خان صاحبؒ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق تھا۔ وہ کپورتھلہ میں رہتے تھے اور کپورتھلہ کی جماعت کے اخلاص کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر تعریف فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے انہیں ایک تحریر بھی لکھ دی تھی جو انہوں نے رکھی ہوئی ہے کہ اس جماعت نے ایسا اخلاص دکھایا ہے کہ یہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بار بار درخواست کرتے کہ حضور کبھی کپورتھلہ تشریف لائیں۔ آپ نے بھی وعدہ کیا ہوا تھا کہ جب موقع ہوا آئیں گے۔ ایک بار جو فرصت ملی تو اطلاع دینے کا وقت نہ تھا۔ اس لئے آپ بغیر اطلاع دیئے ہی چل پڑے اور کپورتھلہ کے سٹیشن پر جب اترے تو ایک شدید مخالف نے آپ کو دیکھا جو آپ کو پہچانتا تھا۔ اگرچہ وہ مخالف تھا مگر بڑے آدمیوں کا ایک اثر ہوتا ہے۔ منشی اروڑا صاحبؒ سناتے ہیں کہ ہم ایک دکان پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ وہ دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا تمہارے مرزا صاحب آئے ہیں۔ یہ سن کر جوتی اور پگڑی وہیں پڑی رہی اور میں ننگے پاؤں اور ننگے سر سٹیشن کی طرف بھاگا۔ مگر تھوڑی دور جا کر خیال آیا کہ ہماری ایسی قسمت کہاں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ اطلاع دینے والا مخالف ہے، اس نے مخول نہ کیا ہو۔ اس پر میں نے کھڑے ہو کر اس کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، مذاق اڑاتا ہے۔ مگر پھر خیال آیا کہ شاید آ ہی گئے ہوں اس لئے پھر بھاگا۔ پھر خیال آیا کہ ہماری ایسی قسمت نہیں ہو سکتی اور پھر اسے کو سننے لگا۔ وہ کہے مجھے برا بھلا نہ کہو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اس پر پھر چل پڑا۔ غرضیکہ میں کبھی دوڑتا اور کبھی کھڑا ہو جاتا اسی حالت میں جا رہا تھا کہ سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لارہے ہیں۔ تو یہ جنون والا عشق ہے ایک طرف تو اتنی محبت ہے کہ ننگے پاؤں اور ننگے سر بھاگ اٹھے مگر پھر جب اپنے عاشق اور ان کے معشوق ہونے کا خیال آتا، تو دل کہتا کہ وہ ہمارے پاس کہاں آ سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے ہیں تو

کچھ عرصہ بعد منشی ارورے خان صاحبؒ قادیان آ گئے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ میں جوان سے ملنے کے لئے باہر آیا تو دیکھا ان کے ہاتھ میں دو تین اشرفیاں تھیں جو انہوں نے یہ کہتے ہوئے مجھے دیں کہ اماں جان کو دے دیں مجھے اس وقت یاد نہیں کہ وہ کیا کہا کرتے تھے۔ مگر اماں جان یا اماں جی بہر حال ماں کے مفہوم کا لفظ ضرور تھا اس کے بعد انہوں نے رونا شروع کیا اور چیخیں مار مار کر اس شدت کے ساتھ رونے لگے کہ ان کا تمام جسم کانپ رہا تھا۔ اگرچہ مجھے خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد انہیں رلا رہی ہے مگر وہ کچھ اس بے اختیاری سے رو رہے تھے کہ میں نے سمجھا کہ اس میں کسی اور بات کا بھی دخل ہے۔ غرضیکہ وہ دیر تک کوئی پندرہ بیس منٹ بلکہ آدھ گھنٹہ تک روتے رہے۔ میں پوچھتا رہا کہ کیا بات ہے۔ وہ جواب دینا چاہتے مگر رقت کی وجہ سے جواب نہ دے سکتے۔ آخر جب ان کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے کہا کہ میں نے جب بیعت کی، اس وقت میری تنخواہ سات روپیہ تھی اور اپنے اخراجات میں ہر طرح سے تنگی کر کے اس کے لئے کچھ نہ کچھ بچاتا کہ خود قادیان جا کر حضور کی خدمت میں پیش کروں اور بہت سارے پیسے میں پیدل طے کرتا تاکہ کم سے کم خرچ کر کے قادیان پہنچ سکوں۔ پھر ترقی ہو گئی اور ساتھ اس کے یہ حرص بھی بڑھتی گئی۔ آخر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضور کی خدمت میں سونا نذر کروں۔ جو تھوڑی سی تنخواہ میں سے علاوہ چندہ کے پیش کرنا چاہتا تھا لیکن جب تھوڑا تھوڑا کر کے کچھ جمع کر لیتا تو پھر گھبراہٹ سی پیدا ہوتی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھے اتنی مدت ہو گئی ہے، اس لئے قبل اس کے کہ سونا حاصل کرنے کے لئے رقم جمع ہو، قادیان چلا آتا اور جو کچھ پاس ہوتا، حضور کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آخر یہ تین پونڈ جمع کئے تھے اور ارادہ تھا کہ خود حاضر ہو کر پیش کروں گا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ گویا ان کے تیس سال اس حسرت میں گزر گئے۔ انہوں نے اس کے لئے محنت بھی کی لیکن جس وقت اس کی توفیق ملی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہو چکے تھے۔ بظاہر یہ کتنی چھوٹی سی بات ہے اس وقت بھی سلسلہ کے کاموں پر ڈیڑھ دو ہزار روپیہ ماہوار خرچ ہوتا تھا اور اب تو لاکھوں روپیہ سالانہ کا خرچ ہے اور ظاہر ہے کہ اس قدر اخراجات میں ان کے سونے کی کیا حیثیت ہو سکتی تھی۔ لیکن اس سے ان کے عشق کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک شخص اسی آرزو میں عمر گزار دیتا ہے کہ روپیہ جمع کر کے سونا نذر کرے۔ سوچنا چاہئے کہ آج کتنے ہیں جو اس سے ہزارواہ حصہ بھی عشق رکھتے ہیں۔ ایک شخص نے تیس سال تک کوشش کی۔ اب کتنے

ہیں جو سلسلہ کے لئے قربانی کرنے کے لئے ایک ماہ بھی اس خواہش میں گزارتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 178 تا 180)

## حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؒ شہید کی قادیان آمد

شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں آنے کو حج قرار دیا ہے۔ ایک واقعہ مجھے بھی یاد ہے صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؒ مرحوم شہید حج کے ارادہ سے کابل سے روانہ ہوئے تھے۔ وہ جب یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حج کے متعلق اپنے ارادہ کا اظہار کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اس وقت اسلام کی خدمت کی بے حد ضرورت ہے اور یہی حج ہے۔ چنانچہ پھر صاحبزادہ صاحب حج کے لئے نہ گئے اور یہیں رہے کیونکہ اگر وہ حج کے لئے چلے جاتے تو احمدیت نہ سیکھ سکتے۔ پس غیر مبائعین کا اعتراض فضول ہے۔ خدا تعالیٰ نے قادیان میں جو برکات رکھی ہیں اور خاص کر سالانہ جلسہ کی برکات ان کے لحاظ سے جلسہ میں شمولیت کو ایک قسم کا ظلی حج کہنا بالکل درست ہے۔

(بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد نمبر 12 صفحہ 576)

## حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؒ شہید کا مخالف پر غصہ

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ ایک عالم آیا آپ نے بات کرتے وقت معمولی طور پر ق کا حرف ادا کرتے ہوئے قرآن کہا تو وہ کہنے لگا مسیح موعود بنے پھرتے ہیں اور قرآن کہنا بھی نہیں آتا۔ ان دنوں صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؒ شہید آئے ہوئے تھے ان کا ہاتھ اس شخص کے منہ کی طرف اٹھنے ہی لگا تھا کہ آپ نے انہیں روک دیا اور پھر جب تک اس شخص سے گفتگو کرتے رہے صاحبزادہ صاحب کا ایک ہاتھ آپ نے پکڑے رکھا اور دوسرا حضرت مولوی عبدالکریمؒ کو پکڑے رکھنے کا اشارہ فرمایا اور وہ اس دوران غصہ سے لرزتے رہے لیکن وہ نادان کیا جانتا تھا کہ خدا تعالیٰ کو آپ کا سیدھا سادھا قرآن کہنا ہی پسند تھا۔“

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 470)

## قرآن 'ق' کی آواز کا فرق بیان کرنے کا اعتراض

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ آپ نے اسے تبلیغ کرنی شروع کی۔ تو باتوں باتوں میں آپ نے فرمایا۔ قرآن میں یوں آتا ہے۔ پنجابی لہجہ میں چونکہ 'ق' اچھی طرح ادا نہیں ہو سکتا اور عام طور پر لوگ قرآن کہتے ہوئے قاریوں کی طرح ق کی آواز گلے سے نہیں نکالتے۔ بلکہ ایسی آواز ہوتی ہے جو ق اور ک کے درمیان درمیان ہوتی ہے۔ آپ نے بھی قرآن کا لفظ اس وقت معمولی طور پر ادا کر دیا۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا بڑے نبی بنے پھرتے ہیں۔ قرآن کا لفظ کہنا تو آتا نہیں۔ اس کی تفسیر آپ نے کیا کرنی ہے۔ جو نبی اس نے یہ فقرہ کہا حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؒ شہید جو اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاً ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دوسری طرف مولوی عبدالکریم صاحبؒ مرحوم بیٹھے تھے۔ دوسرا ہاتھ انہوں نے پکڑ لیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر اسے تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ پھر آپ نے صاحبزادہ صاحب سے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس یہی ہتھیار ہیں۔ اگر ان ہتھیاروں سے بھی یہ کام نہ لیں تو۔ بتلائیں اور کیا کریں۔ اگر آپ یہی امید رکھتے ہیں کہ یہ بھی دلائل سے بات کریں اور صداقت کی باتیں ان کے منہ سے نکلیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو مجھے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا مجھے بھیجنا ہی بتا رہا ہے کہ ان لوگوں کے پاس صداقت نہیں رہی۔ یہی اوجھے ہتھیار ان کے پاس ہیں اور آپ چاہتے ہیں کہ یہ ان ہتھیاروں کو بھی استعمال نہ کریں۔

پھر دشمنان احمدیت کے ایسے ایسے گندے خطوط میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پڑھے ہیں کہ انہیں پڑھ کر جسم کا خون کھولنے لگتا تھا اور پھر یہ خطوط اتنی کثرت سے آپ کو پہنچتے کہ میں سمجھتا ہوں۔ اتنی کثرت سے میرے نام بھی نہیں آتے۔ میری طرف سال میں صرف چار پانچ خطوط ایسے آتے ہیں علاوہ ان کے جو بے رنگ آتے ہیں اور واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہر ہفتہ میں دو تین خط ایسے ضرور پہنچ جاتے تھے اور وہ اتنے گندے اور گالیوں سے پر ہوا کرتے تھے کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا۔ میں نے اتفاقاً ان خطوط کو ایک دفعہ پڑھنا شروع کیا۔ تو ابھی ایک دو خط ہی پڑھے تھے کہ میرے

جسم کا خون کھولنے لگ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تو آپ فوراً تشریف لائے اور آپ نے خطوط کا وہ تھیلا میرے ہاتھ سے لے لیا اور فرمایا انہیں مت پڑھو۔ اس قسم کے خطوط کے کئی تھیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جمع تھے۔ لکڑی کا ایک بکس تھا جس میں یہ تمام خطوط رکھتے چلے جاتے۔ کئی دفعہ آپ نے یہ خطوط جلائے بھی۔ مگر پھر بہت سے جمع ہو جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہی تھیلوں کے متعلق اپنی کتب میں لکھا ہے کہ میرے پاس دشمن کی گالیوں کے کئی تھیے جمع ہیں۔ پھر صرف ان میں گالیاں نہیں ہوتی تھیں بلکہ واقعات کے طور پر جھوٹے اتہامات اور ناجائز تعلقات کا ذکر ہوتا تھا۔ پس ایسی باتوں سے گھبرانا بہت نادانی کی بات ہے۔ یہ باتیں تو ہمارے تقویٰ کو مکمل کرنے کے لئے ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں ناراضگی اور جوش کی کون سی بات ہے۔ آخر برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی اس میں سے ٹپکتا ہے۔ دشمن کے دل میں چونکہ گند ہے اسی لئے گند ہی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں چاہئے کہ ہم نیکی و تقویٰ پر زیادہ سے زیادہ قائم ہوتے چلے جائیں اور اپنے اخلاق کو درست رکھیں۔ اگر دشمن کسی مجلس میں ہنسی اور تمسخر سے پیش آتا ہے۔ تو تم اس مجلس سے اٹھ کر چلے آؤ۔ یہی خدا کا حکم ہے۔ جو اُس نے ہمیں دیا مگر بیہودہ غصہ اور ناوابج غضب کا اظہار بیوقوفی ہے۔ اگر اس وقت جبکہ تم کمزور ہو اور تمہاری مثال دنیا کے مقابلہ میں بتیس دانتوں میں زبان کی سی ہے مخالفین کی حرکات پر تمہیں غصہ آتا ہے اور تم اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تو یاد رکھو جب ہمیں بادشاہت حاصل ہوگی اُس وقت ہمارے آدمی دشمنوں پر سخت ظلم کرنے والے ہوں گے۔ پس آج ہی اپنے نفوس کو ایسا مارو ایسا مارو کہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں یا تمہاری اولادوں کو بادشاہت دے تو تم ظلم کرنے والے نہ بنو اور تمہارے اخلاق اسلامی منہاج پر سُدھر چکے ہوں۔ اگر آج تم صبر سے بھی کام لیتے ہو تو دنیا کی نگاہ میں یہ کوئی خوبی نہیں کیونکہ کمزوری کے وقت ظلم کو برداشت کر لینا کوئی کمال نہیں ہوتا۔

(الفضل مورخہ 9 مارچ 1938ء جلد 26 نمبر 55 صفحہ 7-8)

## دہلی میں اولیاء کی قبروں پر دعا

اللہ تعالیٰ نشان نمائی کے لئے نبیوں سے تعلق رکھنے والی ہر چیز میں برکت رکھ دیتا ہے

اور لوگوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان برکات کو حاصل کریں۔ پس ان برکات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اخبار ”بدر“ میں بھی چھپا ہوا موجود ہے اور مجھے بھی اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ دہلی تشریف لے گئے۔ تو آپ مختلف اولیاء کی قبروں پر دُعا کرنے کے لئے گئے۔ چنانچہ خواجہ باقی باللہ صاحب، حضرت قطب صاحب، خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء۔ شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت خواجہ میر درد صاحب اور نصیر الدین صاحب چراغ کے مزارات پر آپ نے دعا فرمائی۔ اس وقت آپ نے جو کچھ فرمایا۔ وہ جہاں تک مجھے یاد ہے گوڈاڑی اس طرح چھپی ہوئی نہیں۔ یہ ہے کہ دلی والوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ ہم نے چاہا کہ ان وفات یافتہ اولیاء کی قبروں پر جا کر ان کے لئے ان کی اولادوں کے لئے اور خود دہلی والوں کے لئے دعائیں کریں۔ تاکہ ان کی روحوں میں جوش پیدا ہو اور وہ بھی ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دعائیں کریں۔ ڈاڑی میں صرف اس قدر چھپا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہم نے قبروں پر ان کے لئے بھی دعا کی اپنے لئے بھی دعا کی ہے اور بعض امور کے لئے بھی دعا کی ہے۔ (بدر 8 نومبر 1905ء)

اب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خالی ان لوگوں کے لئے دعا نہیں کی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قبر پر جا کر صرف مرنے والے کے لئے دُعا کرنی چاہئے۔ ان کا اس ڈاڑی سے رد ہوتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ہم نے ان کے لئے بھی دعا کی اور اپنے لئے بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور اور کئی امور کے لئے بھی۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑی ہے جو بدر میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تذکرۃ الشہادتین میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا۔ گورداسپور ایک مقدمہ پر جانے سے پیشتر اس کتاب کو مکمل کر لوں اور اسے اپنے ساتھ لے جاؤں۔ مگر مجھے شدید درد گردہ ہو گیا اور میں نے سمجھا کہ یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اس وقت میں نے اپنے گھر والوں یعنی حضرت ام المؤمنینؓ سے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہتی جائیں۔ چنانچہ اس وقت میں نے صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحبؒ شہید کی روح کو سامنے رکھ کر دعا کی کہ الہی اس شخص نے تیرے لئے قربانی کی ہے اور میں اس کی عزت کے لئے یہ



کتاب لکھنا چاہتا ہوں۔ تو اپنے فضل سے مجھے صحت عطا فرما۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔ (تذکرۃ الشہادۃ ص 72-73)

اب دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مقدمہ پر جا رہے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ اس سے پیشتر کتاب مکمل ہو جائے۔ مگر آپ سخت بیمار ہو گئے۔ اس پر آپ نے حضرت شہید مرحومؓ کی روح کو جو آپ کے خادموں میں سے ایک خادم تھے۔ اپنے سامنے رکھ کر دعا کی کہ الہی اس کی خدمت اور قربانی کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ کتاب لکھنی چاہی تھی تو مجھے اپنے فضل سے صحت عطا فرما اور پھر خدا نے آپ کی اس دعا کو قبول فرما لیا۔ چنانچہ آپ نے اس واقعہ کا ہیڈنگ ہی یہ رکھا ہے کہ ”ایک جدید کرامت مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی“۔ پس یہ چیزیں صلحاء و اتقیاء کے طریق سے ثابت ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس رنگ میں کئی بار دعائیں فرمائی ہیں۔ جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ مردہ کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ وہ ہمیں کوئی چیز دے گا۔ یہ امر صریح ناجائز ہے اور اسلام اسے حرام قرار دیتا ہے۔ باقی رہا اس کا یہ حصہ کہ ایسے مقامات پر جانے سے رقت پیدا ہوتی ہے۔ یا یہ حصہ کہ انسان ان وعدوں کو یاد دلا کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کئے ہوں دعا کرے کہ الہی اب ہمارے وجود میں تو ان کو پورا فرما۔ یہ نہ صرف ناجائز نہیں بلکہ ایک روحانی حقیقت ہے اور مومن کا فرض ہے کہ برکت کے ایسے مقامات سے فائدہ اٹھائے۔ مثلاً جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر دعا کے لئے جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ الہی یہ وہ شخص ہے جس کے ساتھ تیرا یہ وعدہ تھا کہ میں اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کروں گا۔ تیرا وعدہ تھا کہ میں اس کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ تیرا وعدہ تھا کہ اسلام کی فتح میں اس کے ہاتھ پر مقرر کروں گا۔ تیرا وعدہ تھا کہ شیطان اس کے ہاتھ سے آخری شکست کھائے گا۔ اے ہمارے رب! یہ تیرے وعدے اس شخص سے تھے جو اب مٹی کے ڈھیر تلے مدفون ہے اور اب ان وعدوں کا پورا کرنا ہمارے ہی ذمہ ہے۔ پس اے خدا! ہم تجھ سے ان وعدوں کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ ہم ان کاموں کے کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، ہم کمزور ہیں، ناطقت ہیں، گنہگار ہیں اور خطا کار ہیں، جماعت میں ابھی اتنی قربانی کا مادہ اور اس قدر فدائیت نہیں پائی

جاتی جس قدر قربانی اور فدائیت ان عظیم الشان کامیابیوں کے لیے ضروری ہے۔ تو اپنے فضل سے آسمان سے فرشتے نازل فرما، تو ہمارے قلوب کو صیقل فرما، تو آسمانی انوار سے ہمارے دل اور دماغ کو روشن فرما، تو ہم کو ایمان بخش اور ان لوگوں کو بھی ایمان بخش جو کروڑوں کی تعداد میں دنیا میں پائے جاتے ہیں، تو ہم کو سلسلہ پر استقامت عطا فرما اور ان لوگوں کو بھی سلسلہ میں داخل فرما جو کروڑوں کی تعداد میں ابھی اس سلسلہ کے نام سے بھی نا آشنا ہیں۔ تو اسلام کی فتح کا دن قریب سے قریب تر لا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بادشاہت کو دنیا میں قائم فرما دے۔ یہ دعا اگر کی جائے تو بتاؤ اس میں کونسا شرک ہے۔ یہ تو وہ خدا کا فیصلہ ہے جو وہ آسمان پر کر چکا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ یہ فیصلہ زمین پر بھی نافذ ہو۔ پس ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعا کے لیے جانا صرف اس لیے ہے کہ وہ نزولِ برکات کا مقام ہے اور اس لیے ہے کہ وہاں رقت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور اس طرح ہم آسانی سے خدا تعالیٰ کی غیرت کو بھڑکا سکتے ہیں۔

(الفضل 14 مارچ 1944ء جلد 32 نمبر 61 صفحہ 8، 7)

### نظام الدین اولیاء اور شاگرد

حضرت خلیفہ اولؒ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ میں نے یہ واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی سنا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے ایک شاگرد جو بعد میں ان کے خلیفہ بھی ہوئے۔ اپنی زندگی میں وہ ایک جگہ شراب پی رہے تھے۔ اتفاق سے حضرت نظام الدین بھی ادھر سے گزرے۔ دیکھا تو فرمایا حسن! یہ کیا؟ وہ مسکرائے اور ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے فسق نے آپ کے زہد سے کمی نہ کی۔ یعنی یہ حالت فسق ابھی بڑھی ہوئی ہے۔ آپ کے زہد کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ (خطبات محمود جلد 7 صفحہ 15)

### حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؒ شہید

میں اس بات کا قائل نہیں کہ کوئی شخص اس بات میں لگا رہے کہ قاری کی طرح وہ قرأت کر سکے لیکن جو کام آسانی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے اسے کیوں چھوڑا جائے۔ یہ کوشش کرنا کہ ہم اسے قاری کی طرح ہی ادا کریں درست نہیں کیونکہ اس کی طاقت ہمیں خدا نے نہیں بخشی میری مرحومہ بیوی ام طاہرہؒ بیان کیا کرتی تھیں کہ ان کے والد صاحب کو قرآن پڑھنے پڑھانے کا

بڑا شوق تھا انہوں نے اپنے لڑکوں کو قرآن پڑھانے کے لئے استاد رکھے ہوئے تھے اور لڑکی کو بھی قرآن پڑھنے کے لئے اس کے سپرد کیا ہوا تھا۔ ام طاہرہؓ بتایا کرتی تھیں کہ وہ استاد بہت مارا کرتے تھے۔ اور ہماری انگلیوں میں شاخیں ڈال ڈال کر ان کو دباتے تھے مارتے تھے پٹینے تھے اس لئے کہ ہم ٹھیک طور پر تلفظ کیوں ادا نہیں کرتے۔ ہم پنجابی لوگوں کا لہجہ ہی ایسا ہے کہ ہم عربوں کی طرح عربی کے الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ لاہور میں ایک میاں چٹوڑا کرتے تھے۔ وہ بعد میں چکڑالوی ہو گئے۔ ان کے پاس ایک عرب آیا اور وہ اس کو لے کر قادیان پہنچے۔ ان دنوں صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؒ شہید جوان دنوں علاقہ خوست کے ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ یہاں تک کہ امیر امان اللہ خان کے دادا حبیب اللہ خان کی رسم تاج پوشی بھی انہی سے ادا کروائی گئی تھی۔ وہ بھی قادیان آئے ہوئے تھے۔ وہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو تین دفعہ ”رض“ کا استعمال کیا آپ کا لہجہ اگرچہ درست تھا لیکن لکھنؤ کے آدمی جیسے اسے ادا کرتے ہیں آپ ویسے ادا نہیں کر سکتے تھے دو چار دفعہ آپ نے یہ لفظ استعمال کیا تو وہ عرب جو کئی سال سے لکھنؤ میں رہتا تھا اور اردو بولتا تھا اس نے کہا آپ کو کس نے مسیح موعود بنایا ہے۔ آپ کو تو ”رض“ بھی صحیح طور پر ادا کرنا نہیں آتا صاحبزادہ صاحب بڑے عالم تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ اس کی کیا حقیقت ہے۔ وہ غصے میں آ گئے اور اسے مارنے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ مولوی عبدالکریم صاحبؒ نے دیکھ لیا۔ آپ نے اسے چھڑانے کی کوشش کی۔ آپ چونکہ پھان تھے اور طاقت ور تھے اور مولوی عبدالکریم صاحبؒ اکیلے اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا دوسرا ہاتھ پکڑ لیا کیونکہ آپ کا خیال تھا کہ آپ اسے مار بیٹھیں گے۔ اب دیکھو اس عرب نے یہ کیسی لغو حرکت کی ہے۔ ہر ملک کا الگ الگ لہجہ ہوتا ہے۔ عرب خود کہتے ہیں کہ ہم ناطقین بالضاد ہیں۔ ہندوستانی اسے ادا نہیں کر سکتے ہندوستان میں ضاد کو قریب ترین ادا کرنے والوں میں سے ایک میں ہوں لیکن میں بھی یہ نہیں کہتا کہ میں اسے بالکل صحیح ادا کرتا ہوں۔ قریب ترین ہی ادا کرتا ہوں۔ ہندوستانی لوگ اسے دواد یا ضاد پڑھتے ہیں لیکن اس کے مخارج اور ہیں۔ پس جب خود عرب کہتا ہے کہ ہم ناطقین بالضاد ہیں اور کوئی خود صحیح طور پر ادا نہیں سکتا تو پھر اعتراض کی بات ہی کیا ہوئی۔

## امیر عبدالرحمان خان صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سُنایا کرتے تھے کہ امیر عبدالرحمان خان کا باپ افغانستان سے بھاگ گیا تھا اور امیر عبدالرحمان نے خود یہ بات واپس آ کر سُنائی کہ روس کو جاتے ہوئے جب وہ بخارا میں سے گزرے تو ایک گاؤں میں کسی بات پر گاؤں والوں نے بتایا کہ یہ بات تو بادشاہ کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے پوچھا کہ بادشاہ کہاں ہیں؟ تو گاؤں والوں نے بتایا کہ گھاس لینے گئے ہیں۔ وہ اُسی گاؤں کا بادشاہ تھا۔ تھوڑی دیر میں گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں۔ وہ ایک دُبلے پتلے گھوڑے پر سوار تھا ادھر سے امیر عبدالرحمان خان کے والد اپنے گھوڑے پر سوار اُس کی طرف گئے تو باوجود موٹا تازہ ہونے کے امیر کا گھوڑا ڈر گیا۔ اُس نے آواز دی کہ عبدالرحمان ذرا ادھر آنا۔ مگر امیر عبدالرحمان نے کہا کہ میں دو بادشاہوں کی لڑائی میں دخل نہیں دینا چاہتا۔ تو ایک صوبہ، ایک ضلع اور ایک تحصیل کا چھوڑ کر ایک گاؤں کے بادشاہ بھی ہوتے ہیں مگر پھر بھی وہ اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہم بادشاہ ہیں۔ بادشاہ سے اُوپر شہنشاہ ہوتا ہے وہ بھی دُنیا میں کئی کئی ہوتے ہیں۔

پچھلے زمانہ میں انگلستان، روس، جرمن اور ایسے سینیا کے بادشاہ شہنشاہ کہلاتے تھے اور اس طرح چار شہنشاہ بہ یک وقت دُنیا میں موجود تھے۔ جنگ کے بعد دو مٹ گئے اور طاقتور شہنشاہ ایک رہا۔ دوسرا ایسے سینیا کا شہنشاہ تھا جو بیچارہ کسی حساب میں نہ تھا۔ خدا تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا کہ حقیقی شہنشاہ ایک ہی رہے اس لئے اٹلی نے حبشہ کو فتح کر کے اپنے بادشاہ کا نام شہنشاہ رکھ دیا اور اس طرح اب پھر دو شہنشاہ ہو گئے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ نمبر 452)

## شاندار چیزیں ہی قوموں کو زندہ کرتی ہیں

انسان کو اپنے اندر صرف ایمان پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم اپنے ایمانوں کا جائزہ لو، سچائیوں پر قائم ہو جاؤ، راستی اور صداقت کو اپنا شعار بناؤ، خدا کے ذکر میں مشغول رہو، اس کی معرفت اپنے اندر پیدا کرو تا کہ خدا تم کو نظر آ جائے اور اسی دنیا میں وہ تم کو اپنا جلوہ دکھا دے۔ جب تک خدا نظر نہیں آتا دنیا کی مصیبتیں پہاڑ اور اس کے ابتلاء بے کنارہ سمندر نظر آتے ہیں۔ مگر جب خدا نظر آ جاتا ہے تو اسکی نگاہ میں یہ ساری چیزیں ہیچ ہو جاتی ہیں۔ تب ایک ہی چیز

اس کے سامنے ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا قول پورا ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے قول کے مقابلہ میں نہ حکومتیں کوئی حقیقت رکھتی ہیں نہ بادشاہتیں کوئی حقیقت رکھتی ہیں اور نہ جائیدادیں کوئی حقیقت رکھتی ہیں۔ وہ ہنستا ہوا جاتا اور اپنی قربانی پیش کر کے خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاتا ہے۔

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب ہمارے جیسے ہی ایک انسان تھے۔ کیا ان کے جسم میں حس نہیں تھی اور ہمارے اندر ہے؟ کیا ان کے بیوی بچے نہیں تھے اور ہمارے بیوی بچے ہیں؟ یہاں تو صرف عوام الناس کی شرارت ہے۔ اوپر کی گورنمنٹ کم سے کم منہ سے اب تک یہی کہتی چلی آرہی ہے کہ ہم اقلیتوں کا تحفظ چاہتے ہیں۔ مگر وہاں یہ حالت تھی کہ حکومت تک ان کی مخالف تھی۔ آخر بادشاہ نے ان کو بلا کر کہا دیکھیں مولوی صاحب! میرے دل میں آپ کا بڑا ادب ہے اور میں آپ کو چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن اگر یونہی چھوڑ دوں تو مولوی میرے مخالف ہو جائیں گے۔ آپ صرف اتنا کریں کہ جب آپ سے پوچھا جائے کہ کیا آپ قادیانی ہیں؟ تو آپ خواہ دل میں کچھ عقائد رکھیں زبان سے کہہ دیں کہ میں قادیانی نہیں ہوں اس طرح میں آپ کو آسانی سے چھوڑ سکوں گا۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؒ نے کہا بادشاہ! تمہیں جان کی قیمت معلوم ہوتی ہوگی مجھے تو اس کی کوئی قیمت معلوم نہیں ہوتی اور میں تو یہ قربانی پیش کرنے کے لئے ہی تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجھے تو پہلے بھی کہا گیا تھا کہ میں احمدیت کا اظہار نہ کروں مگر میں نے انکار کر دیا۔ دراصل گورنر جس کے سامنے وہ پہلی دفعہ پیش ہوئے وہ بھی ان کے شاگردوں میں سے تھا۔ جب آپ اُس سے ملے تو اس نے بھی کہا کہ آپ یہاں سے بھاگ جائیے ورنہ آپ کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا تمہاری ہتھکڑیاں کہاں ہیں لاؤ اور میرے ہاتھوں میں پہناؤ۔ مجھے تو آج رات خدا نے بتایا ہے کہ مجھے سونے کے کنگن ڈالے جائیں گے۔ پس میں اپنی موت سے نہیں ڈرتا۔ میں تو قوم کی نجات کے لئے اپنی جان پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پھر جب انہیں پتہ چلا کہ کیا گیا تو اُس وقت بھی ان کے دل میں اپنی قوم کا کوئی کینہ اور بغض نہیں تھا بلکہ سنگسار کرنے سے پہلے جب انہیں گاڑنے لگے اور گاڑتے اس لئے ہیں کہ پتھروں کے ڈر سے انسان بھاگ نہ جائے تو صاحبزادہ صاحبؒ نے کہا کہ میں بھاگتا تو نہیں مجھے گاڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر جب ان پر پتھر پڑنے لگے تو دیکھنے والوں کی گواہی ہے کہ صاحبزادہ صاحب بلند آواز سے یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ

اے میرے رب! میری قوم پر رحم کر کیونکہ وہ جہالت سے ایسا کر رہی ہے۔ یہ وہ شاندار چیزیں ہیں جو قوموں کو زندہ کیا کرتی ہیں۔ بے شک صاحبزادہ صاحبؓ مر گئے مگر کیا انہوں نے مرنا نہیں تھا۔ اگر وہ عام لوگوں کی طرح بستر پر مر جاتے تو کیا ہم ان کا ذکر کر کے جماعت میں جوش پیدا کر سکتے تھے؟ کیا ہم یہ کہتے کہ دیکھو فلاں مولوی نے بستر پر جان دی؟ اگر ہم ایسا کہتے تو کیا لوگوں پر اس کا کوئی بھی اثر ہوتا۔ وہ کہتے ایک مولوی تھا جو مر گیا۔ دنیا میں بہتیرے مولوی مرتے رہتے ہیں اگر وہ بھی مر گیا تو کیا ہوا۔ درحقیقت اس قسم کی قربانی ہی ہوتی ہے جو قوم کے نوجوانوں کو زندہ کیا کرتی ہے۔ بے شک ان میں کمزور بھی ہوتے ہیں مگر نوجوان جب اس قسم کے نمونہ کو دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کیسا اچھا انجام تھا آؤ ہم بھی ایسی ہی قربانی کریں۔

(خطبات محمود جلد 28 صفحہ 318 تا 319)

## آج کل اسلام کے ساتھ سلوک

ہر آدمی ایسی چیزوں اور عقائد کو جو رسم و رواج میں داخل ہیں الگ کر لیتا ہے اور کہتا ہے ان کو الگ کر لو باقی جو کچھ ہے وہ اسلام ہے کچھ عورتیں پردہ کی قائل نہیں ہیں وہ اس کو الگ کر لیتی اور کہتی ہیں اللہ کو چھوٹے چھوٹے امور میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے پردہ کو الگ کر دو باقی جو کچھ ہے وہ اسلام ہے ہمارے نوجوان جن کے لئے ڈاڑھی رکھنا مشکل ہے وہ کہہ دیتے ہیں یہ تو کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی باقی جو کچھ ہے وہ اسلام ہے۔ سود لینے والا کہہ دیتا ہے کہ بکنگ تو نہایت ضروری چیز ہے اس لئے سود کو چھوڑو باقی جو کچھ ہے اسلام ہے۔ غرض جس حکم کو وہ نہیں مانتا اس کے نزدیک وہ اسلام نہیں باقی امور اسلام میں داخل ہیں تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے۔ سود بھی اسلام میں داخل نہیں، نمازیں بھی اسلام میں داخل نہیں۔ ڈاڑھیاں رکھنا بھی اسلام میں داخل نہیں تو پھر کچھ بھی اسلام میں داخل نہیں۔

مثل مشہور ہے کہ کوئی بزدل آدمی تھا۔ اسے وہم ہو گیا تھا کہ وہ بہت بہادر ہے۔ وہ گودنے والے کے پاس گیا۔ پرانے زمانہ میں یہ رواج تھا کہ پہلوان اور بہادر لوگ اپنے بازو پر اپنے کریکٹر اور اخلاق کے مطابق نشان کھدوا لیتے تھے۔ یہ بھی گودنے والے کے پاس گیا

گودنے والے نے پوچھا تم کیا گدوانا چاہتے ہو۔ اس نے کہا میں شیر گدوانا چاہتا ہوں جب وہ شیر گودنے لگا تو اس نے سوئی چھوئی۔ سوئی چھونے سے درد تو ہونا ہی تھا۔ وہ دلیر تو تھا نہیں اس نے کہا یہ کیا کرنے لگے ہو۔ گودنے والے نے کہا شیر گودنے لگا ہوں۔ اس نے پوچھا شیر کا کون سا حصہ گودنے لگے ہو اس نے کہا دم گودنے لگا ہوں۔ اس آدمی نے کہا شیر کی دم اگر کٹ جائے تو کیا وہ شیر نہیں رہتا۔ گودنے والے نے کہا شیر تو رہتا ہے۔ کہنے لگا اچھا دم چھوڑ دو اور دوسرا کام کرو۔ اس نے پھر سوئی ماری تو وہ بول اٹھا اب کیا کرنے لگے ہو۔ اس نے کہا اب دایاں بازو گودنے لگا ہوں۔ اس آدمی نے کہا اگر شیر کا لڑائی یا مقابلہ کرتے وقت دایاں ہاتھ کٹ جائے تو کیا وہ شیر نہیں رہتا۔ اس نے کہا شیر تو رہتا ہے کہنے لگا۔ پھر اس کو چھوڑ دو اور آگے چلو۔ اسی طرح وہ بائیں بازو گودنے لگا تو کہا اسے بھی رہنے دو۔ کیا اس کے بغیر شیر نہیں رہتا۔ پھر ٹانگ گودنی چاہی تب بھی اس نے یہی کہا۔ آخر وہ بیٹھ گیا اس آدمی نے پوچھا کام کیوں نہیں کرتے گودنے والے نے کہا اب کچھ نہیں رہ گیا۔ یہی آج کل اسلام کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے لوگ اپنی مطلب کی چیزیں الگ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ باقی جو کچھ ہے وہ اسلام ہے ہمارے نانا جان فرمایا کرتے تھے کہ چھوٹی عمر میں میری طبیعت بہت چلبلی تھی۔ آپ میر درد کے نواسے تھے اور دہلی کے رہنے والے تھے۔ وہاں آم بھی ہوتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے جب والدہ، والد صاحب اور بہن بھائی صبح کے وقت آم چوسنے لگتے تو میں جو آم بیٹھا ہوتا اس کو کھٹا کھٹا کہہ کر الگ رکھ لیتا اور باقی آم ان کے ساتھ مل کر کھا لیتا۔ جب آم ختم ہو جاتے تو میں کہتا میرا تو پیٹ نہیں بھرا۔ اچھا میں یہ کھٹے آم ہی کھا لیتا ہوں اور سارے آم کھا جاتا۔ ایک دن میرے بڑے بھائی جو بعد میں میر درد کے گدی نشین ہوئے۔ انہوں نے کہا میرا بھی پیٹ نہیں بھرا۔ میں بھی آج کھٹے آم چوس لیتا ہوں۔ فرماتے تھے میں نے بہتیرا زور لگایا۔ مگر وہ باز نہ آئے۔ آخر انہوں نے آم چوسے اور کہا یہ آم تو بڑے بیٹھے ہیں۔ تم یونہی کہتے تھے کہ کھٹے ہیں۔ جس طرح وہ آم چوستے وقت بیٹھے آم الگ کر لیتے تھے اور باقی دوسروں کے ساتھ مل کر چوس لیتے تھے اور بعد میں کھٹے کھٹے کہہ کر وہ بھی چوس لیتے تھے۔ یہی حال آج کل کے مسلمانوں کا ہے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ کو نافذ کیا جائے۔ ان کا اگر یہ حال ہو تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو

اسلام کو جانتے ہی نہیں۔ وہ تو پھر ہڈیاں اور بوٹی کچھ بھی نہیں چھوڑیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے یہ لکھ لکھ کر کتابیں سیاہ کر ڈالی ہیں کہ اسلام کی تعلیم پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کیا مصیبت ہے انسان پورا ایک مہینہ روزے رکھتا جائے اگر معدہ خراب ہو جائے تب تو ہو کہ ایک آدھ دن کا روزہ رکھ لیا۔ مگر متواتر ایک مہینہ روزہ رکھتے جانا کونسی عقل کی بات ہے۔ (الفضل 11 اکتوبر 1961ء جلد 50/15 نمبر 235 صفحہ 3-4)

### سید عبداللطیف صاحب شہیدؒ کا ایک واقعہ

یہ ایک عام قانون ہے جس میں کافر و مومن کی بھی کوئی تمیز نہیں کہ کسی انسان کا ہاتھ کھانے سے نہیں روکا جاتا مگر جب خدا تعالیٰ کی تقدیر چلتی ہے تو ہاتھ رک بھی جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دفعہ کھانا لایا گیا آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا، لقمہ بنایا، اسے منہ کے پاس لے گئے مگر پھر اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ کھانا خدا تعالیٰ کے حکم سے بولا ہے اور اس نے کہا ہے کہ مجھ میں زہر ہے اور آخر میزبان نے مان لیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کرنے کی غرض سے اس میں زہر ڈالا تھا۔ تو دیکھو جب خدا تعالیٰ کی مشیت ہوئی وہی سامان جو روزانہ چلتے تھے یکدم بدل گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے خاص تقدیر جاری کر دی اور آپ کو اطلاع دے دی کہ اس کھانے میں زہر ہے اسے نہ کھایا جائے۔

اسی طرح سید عبداللطیف صاحب شہیدؒ کا ایک واقعہ ہے۔ جب آپ افغانستان کو واپس جا رہے تھے۔ تو لاہور میں کچھ تحائف وغیرہ خریدنے کے لئے ٹھہرے۔ انہی دنوں وہاں کسی احمدی کے لڑکا کے ولیمہ کی دعوت تھی۔ جس میں اس نے آپ کو بھی مدعو کیا۔ آپ تشریف لے گئے بہت سے اور دوست بھی موجود تھے۔ آپ کو احترام کے ساتھ بٹھایا گیا۔ جب کھانا شروع ہوا تو آپ نے بھی لقمہ اٹھایا۔ مگر پھر اسے پھینک دیا اور استغفار کرتے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔ بعض دوست آپ کے پیچھے گئے اور کہا کہ میزبان کی بہت دل شکنی ہوگی آپ اٹھ کر نہ جائیں اور کھانے میں شریک ہوں۔ مگر آپ نے کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ ”یہ کھانا سؤر ہے“۔ انہوں نے عرض کیا صاحب خانہ مسلمان اور احمدی ہے حلال کھانا پکایا گیا ہے۔ سؤر کا کیا مطلب۔ مگر آپ نے کہا کہ مجھے یہی الہام ہوا ہے اور میں یہ کھانا نہیں کھا سکتا۔ آخر جب تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ درحقیقت ولیمہ کا سوال ہی پیدا نہ ہوا تھا۔ ہماری شریعت کا حکم یہ



ہے کہ جب میاں بیوی آپس میں ملیں اور حقیقی صورت میں میاں بیوی کے تعلقات قائم ہو جائیں تو ولیمہ ہو۔ تا معلوم ہو جائے کہ بیوی پورے مہر کی حقدار ہو گئی ہے۔ چونکہ ایسی بات کا اعلان اور الفاظ میں نہیں کیا جاسکتا اس لئے شریعت نے اس کے لئے ولیمہ کا طریق مقرر کر دیا ہے تا آئندہ جھگڑا وغیرہ اگر کوئی پیدا ہو تو فیصلہ میں آسانی رہے۔ غرض اس وقت تحقیقات سے معلوم ہوا کہ گو ولیمہ کی دعوت کی گئی مگر درحقیقت ایسا فعل ہوا ہی نہ تھا اور لڑکے والوں نے شرم کے مارے ولیمہ کر دیا اور چونکہ ایسی دعوت ولیمہ شریعت کے منشاء کے خلاف تھی اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ کو اس سے روک دیا کیونکہ ایک اعلیٰ درجہ کے متقی انسان کے لئے تھوڑی سی بری بات بھی بڑی ہوتی ہے۔ اس لئے الہام میں آپ کے لئے اس کھانے کو سو رکھا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جہاں دخل دینا ہوتا ہے وہاں دے دیتا ہے۔

(الفضل 17 جولائی 1942ء جلد 30 نمبر 164 صفحہ 3-4)

### حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؒ اور مہاراجہ جموں

آپ (حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؒ) بہت بڑے بزرگ تھے اور اپنے زمانہ کے نیک لوگوں میں سے تھے۔ ایک دفعہ مہاراجہ جموں نے ان کو دعوت دی کہ آپ جموں آ کر میرے لئے دعا کریں مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہہ دیا۔ اگر آپ دعا کرانا چاہتے ہیں تو یہاں آ کر کرائیں..... اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت اور فیض سے ان کے سارے خاندان کو اور ان کے بہت سے مریدوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی توفیق دی۔ شہزادہ عبدالجمید صاحب (مبلغ ایران) بھی ان کے مریدوں میں سے تھے۔ جو افغانستان کے شاہی خاندان سے تھے اور شاہ شجاع کی نسل سے تھے۔

(الفضل مورخہ 30-27 مارچ 1928ء جلد 15 نمبر 76-77 صفحہ 9)

### تم مسیحا بنو خدا کے لئے

انسان کی طبیعت پر بیسیوں واقعات اکثر چھوڑ جاتے ہیں اور بعض اثرات نہایت گہرے اور تکلیف دہ ہوتے ہیں جو واقعہ کی شدت سے کم تکلیف دہ نہیں ہوتے۔ خصوصاً ان واقعات کے متعلق جو ہم نظر آتے ہیں یا جن میں تباہی بالکل قریب دکھائی دیتی ہو لیکن اللہ تعالیٰ

جو مصائب لاتا ہے ان میں کئی حکمتیں ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ان کا مقصد دلوں کو پاک کرنا ہوتا ہے۔ جماعت کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس قسم کے ابتلاؤں میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ بھی ایک تھا۔ اس وقت آپ سے اخلاص رکھنے والے بھی گھبرا گئے۔ یہ لوگ ہزاروں تھے بلکہ براہین احمدیہ کی شہرت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ لاکھوں آدمی آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ ایک کی تو شہادت بھی موجود ہے جو دعویٰ سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ یعنی صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؒ نے دعویٰ سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ  
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

یہ تو ایک دور بین ولی اللہ کی نظر تھی۔ مگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن کی نگاہ اتنی دور بین نہ تھی وہ بھی سمجھتے تھے کہ اسلام کی نجات آپ سے وابستہ ہے۔ مگر جب وہ ہتھیار آپ کو دیا گیا جس سے دشمن پامال ہو سکتا تھا، وہ آپ حیات دیا گیا جس سے مسلمانوں کی زندگی مقدر تھی تو بڑے بڑے مخلص آپ سے متنفر ہو گئے اور کہنے لگے۔ جسے ہم سونا سمجھتے تھے افسوس وہ تو پیتل نکلا۔ ایسے لاکھوں انسان یکدم بدن ہو گئے حتیٰ کہ جب آپ نے بیعت کا اعلان کیا تو پہلے روز صرف چالیس اشخاص نے بیعت کی۔ یا تو لاکھوں اخلاص رکھتے تھے اور پرانے لوگ سناتے ہیں کہ کس طرح بڑے بڑے علماء کہتے تھے کہ اسلام کی خدمت اسی شخص سے ہو سکتی ہے اور خود لوگوں کو آپ کے پاس بھیجتے تھے۔ حتیٰ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ براہین کے شائع ہونے پر میں مرزا صاحب کی زیارت کے لئے پیدل چل کر قادیان گیا اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جنہوں نے آخر میں اپنا سارا زور مخالفت میں صرف کر دیا۔ انہوں نے بھی لکھا کہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں کسی نے اسلام کی اس قدر خدمت نہیں کی جتنی اس شخص نے کی ہے۔

(الفضل مورخہ 15 مارچ 1934ء جلد 21 نمبر 110 صفحہ 6)

تمام علوم مجھے خدا نے عطا فرمائے

حدیثوں میں آتا ہے رسول کریم ﷺ کے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں آپ سے یہ بات دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ

جو باتیں کہہ رہے ہیں اُن کے کہنے کا آپ کو خدا نے حکم دیا ہے؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ رہا ہوں اس پر وہ اُسی وقت آپ پر ایمان لے آیا۔ (صحیح مسلم جلد اول کتاب الایمان) گویا اور دلیلوں سے تو اُس کی تسلی نہ ہوئی لیکن جب رسول کریم ﷺ نے قسم کھالی تو اس کی تسلی ہو گئی۔

تو جب ایک گروہ دنیا میں ایسا ہے جس کی قسم سے ہی تسلی ہو سکتی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ کے کلام میں قسم موجود نہ ہوتی تو ایسا گروہ صداقت کے قبول کرنے سے محروم رہ جاتا اور کلام الہی پر یہ اعتراض عائد ہوتا کہ وہ دعویٰ تو یہ کر رہا ہے کہ تمام لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے نازل ہوا مگر ایک طبقہ کے جائز مطالبہ کو اس میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی بعض ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور آ کر کہنے لگا کیا آپ قسم کھا کر مجھے لکھ کر دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسیح موعود بنایا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک ہفتہ کے بعد آنا۔ جب وہ ہفتہ کے بعد آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے ایک تحریر لکھ کر دی جس کا مضمون یہ تھا کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جو کچھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے یا اپنی تقریروں وغیرہ میں بیان کرتا ہوں یہ تمام علوم مجھے خدا نے عطا فرمائے ہیں اور خدا نے ہی مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان باتوں کو لوگوں کے سامنے پیش کروں اور اُسی کے حکم سے میں نے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا وعدہ کیا ہے۔ (ایک ہفتہ بعد آنے کی شرط غالباً آپ نے اس لئے لگائی تا اُس شخص کی سنجیدگی کا ثبوت مل جائے۔ ورنہ بعض لوگ تماشہ کے طور پر سوال کر دیتے ہیں آپ نے ایک ہفتہ کے بعد آنے کی شرط لگا کر امتحان کر لیا کہ وہ شخص سنجیدہ ہے اور وقت مقررہ پر پھر تکلیف اٹھا کر آیا ہے جب یہ امتحان ہو گیا تو آپ نے قسم تحریر فرمادی) تو ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو اور کسی دلیل کا متلاشی نہیں ہوتا۔ وہ کہتا ہے اگر یہ بات سچ ہے تو پھر اس پر قسم کھا جاؤ۔ اس قسم کی فطرت والوں کی اصلاح اور ہدایت کے لئے ضروری تھا کہ قرآن کریم میں قسمیں ہوتیں تاکہ یہ گروہ قبول ہدایت سے محروم نہ رہ جاتا۔

## دارالبیعت لدھیانہ

”میرے نزدیک یہ نہایت اہم معاملہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا ہے بلکہ لدھیانہ کو باب لد قرار دیا ہے جہاں دجال کے قتل کی پیشگوئی ہے۔ ایسے مقام کے لئے جہاں قادیان سے بیعت لینے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے گئے جماعت میں خاص احساس ہونا چاہئے۔ حضرت خلیفہ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے جب آپ سے بیعت لینے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا یہاں نہیں بیعت لی جائے گی پھر لدھیانہ میں بیعت لی۔ وہاں پیر احمد جان صاحب مرحوم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے پہلے ہی فوت ہو گئے وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو خدا نے دعوت سے پہلے ہی آپ پر ایمان لانے کی توفیق دی۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا۔

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ  
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے سب خاندان کو جمع کیا اور کہا حضرت مرزا صاحب مسیحیت کا دعویٰ کریں گے تم سب ایمان لے آنا۔ چنانچہ یہ سب خاندان ایمان لے آیا۔ پیر منظور محمد صاحب اور پیر افتخار احمد صاحب آپ کے لڑکے ہیں اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ان کی لڑکی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اس مقام کا خاص طور پر نقشہ بنایا جائے اور بیعت کے مقام پر ایک علیحدہ جگہ تجویز کی جائے اور نشان لگا دیا جائے اور اس موقع پر وہاں جلسہ کیا جائے۔ چالیس آدمیوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ بیعت لی تھی۔ ان سب کے نام اس جگہ لکھ دیئے جائیں۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 1931ء صفحہ 106-107)

## پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ آپ کے سامنے جنت کے انگوروں کا ایک خوشہ لایا گیا ہے اور پھر آپ کو بتایا گیا کہ یہ ابو جہل کے لئے ہے یہ خواب دیکھ کر آپ گھبرا کر اٹھ بیٹھے مگر درحقیقت اس کی تعبیر یہ تھی کہ اس کے لڑکے عکرمہ کو جنت ملے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ابو جہل کے لڑکے کو ایسا نیک کیا کہ اس نے دین کے لئے شاندار قربانیاں کیں۔ ایک جنگ کے موقع پر مسلمانوں کو سخت مشکلات کا سامنا ہوا۔ عیسائی تیر انداز تاک تاک کر مسلمانوں کی آنکھوں میں تیر مارتے تھے اور صحابہ شہید ہوتے جاتے تھے عکرمہؓ نے کہا مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا اور اپنی فوج کے افسر سے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ان پر حملہ کروں اور ساٹھ بہادروں کو ساتھ لے کر دشمن کے لشکر کے قلب پر حملہ کر دیا۔ اور ایسا شدید حملہ کیا کہ اُس کے کمانڈر کو جان بچانے کے لئے بھاگنا پڑا جس سے دشمن کے لشکر میں بھی بھگدڑ مچ گئی۔ یہ جاننا ایسی بہادری سے لڑے کہ جب اسلامی لشکر وہاں پہنچا تو تمام کے تمام یا تو شہید ہو چکے تھے یا سخت زخمی پڑے تھے۔ حضرت عکرمہؓ بھی سخت زخمی تھے۔ ایک افسر پانی لے کر زخموں کے پاس آیا اور اُس نے پہلے عکرمہؓ کو پانی دینا چاہا مگر آپ نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ بن عمر پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے اُس افسر سے کہا کہ پہلے سہیلؓ کو پانی پلاؤ پھر میں پیوں گا۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرا بھائی پیاس کی حالت میں پاس پڑا رہے اور میں پانی پی لوں۔ وہ سہیلؓ کے پاس پانی لے کر پہنچا تو اُن کے پاس حارث بن ہشام زخمی پڑے تھے۔ سہیلؓ نے کہا پہلے حارثؓ کو پلاؤ۔ وہ حارثؓ کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکے تھے۔ پھر وہ واپس سہیلؓ کے پاس آیا تو وہ بھی وفات پا چکے تھے اور جب وہ عکرمہؓ کے پاس پہنچا تو ان کی روح بھی پرواز کر چکی تھی۔

تو یہ عکرمہؓ ابو جہل کے لڑکے تھے۔ پس اگر کوئی شخص شریر ہو، بے دین اور جھوٹا ہو تو کون کہہ سکتا ہے کہ اُس کا بیٹا بھی ضرور اُس جیسا ہوگا۔ مگر خدا تعالیٰ کے کلام میں ایسی شہادتیں ہوتی ہیں جو اس کی صداقت کو واضح کر دیتی ہیں اور جس میں شہادت نہ ہو وہ ماننے کے قابل ہی نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی میں بھی دوسری پیشگوئیوں کی طرح بہت سی شہادتیں موجود ہیں۔ آپ نے ایسے وقت میں جب قادیان کے لوگ بھی آپ کو نہ جانتے تھے یہ پیشگوئی فرمائی۔ قادیان کے کئی بوڑھے لوگوں نے سُنایا ہے کہ ہم آپ کو جانتے ہی نہ تھے۔ ہم سمجھا کرتے تھے کہ غلام مرتضیٰ صاحب کا ایک ہی لڑکا مرزا غلام قادر ہے۔ تو ایسا شخص جو خود گنہگار ہو جسے اُس کے گاؤں کے لوگ بھی نہ جانتے ہوں یہ پیشگوئی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اولاد دے گا جو زندہ بھی رہے گی اور اُس کے لڑکوں میں سے ایک لڑکا ایسا ہوگا جو دنیا کے

کناروں تک شہرت پائے گا اور اُس کے ذریعہ اس کی تبلیغ بھی دنیا کے کناروں تک پہنچے گی کون ہے جو اپنے پاس سے ایسی بات کہہ سکے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ وہ لڑکا تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ اس کے یہ معنی بھی تھے کہ وہ اس پیشگوئی سے چوتھے سال میں پیدا ہوگا چنانچہ آپ نے یہ پیشگوئی 1886ء میں کی اور میری پیدائش 12 جنوری 1889ء کو ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 23 مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں پہلی بیعت لی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کا ہماری جماعت میں بھی اور باہر بھی بہت چرچا ہے اور عموماً یہ سوال کیا جاتا تھا کہ وہ لڑکا کون ہے؟ پیشگوئی میں اُس لڑکے کا نام محمود بھی بتایا گیا تھا اس لئے بطور تقاؤل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا نام محمود بھی رکھا اور چونکہ اُس کا نام بشیر ثانی بھی تھا اس لئے میرا پورا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا جہاں تک اولاد ہونے اور اُس کے زندہ رہنے کا تعلق تھا یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی اور ایک بیٹے کا نام محمود رکھنے کی بھی توفیق آپ کو ملی۔ مگر دنیا انتظار کر رہی تھی کہ یہ پیشگوئی کس لڑکے کے متعلق ہے چنانچہ آج میں یہی بتانے کے لئے لدھیانہ میں آیا ہوں۔

لدھیانہ کے ساتھ جماعت احمدیہ کا کئی رنگ میں تعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی بیعت اسی شہر میں لی۔ آپ کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحبؒ آپ کے پہلے خلیفہ ہوئے اور اُن کی شادی لدھیانہ میں ہی حضرت منشی احمد جان صاحبؒ مرحوم کے ہاں ہوئی تھی اور اس پیشگوئی میں جس لڑکے کا تعلق ہے وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُس بیوی کے بطن سے پیدا ہوا جو لدھیانہ میں بھی رہی ہیں۔

مجھے یاد ہے بچپن میں کچھ عرصہ میں بھی یہاں رہا ہوں۔ میں اُس وقت اتنا چھوٹا تھا کہ مجھے کوئی خاص باتیں تو اُس زمانہ کی یاد نہیں ہیں کیونکہ اُس وقت میری عمر دو اڑھائی سال کی تھی صرف ایک واقعہ یاد ہے اور وہ یہ کہ ہم جس مکان میں رہتے تھے وہ سڑک کے سر پر تھا اور سیدھی سڑک تھی میں اپنے مکان سے باہر آیا تو ایک چھوٹا سا لڑکا دوسری طرف سے آ رہا تھا۔ اُس نے میرے پاس آ کر ایک مری ہوئی چھپکلی مجھ پر پھینکی۔ میں اس قدر دہشت زدہ ہوا کہ روتا ہوا گھر کی طرف بھاگا۔ اُس بازار کا نقشہ مجھے یاد ہے وہ سیدھا بازار تھا گواہ میں نہیں جانتا کہ وہ کونسا تھا۔ ہمارا مکان ایک سرے

پر تھا تو میں نے کئی ماہ اپنے بچپن کی عمر کے یہاں گزارے ہیں۔ پس اس شہر کا کئی رنگ میں احمدیت کے ساتھ تعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحیت کے دعویٰ کا اعلان یہاں سے کیا پہلی بیعت یہاں سے شروع فرمائی، حضرت خلیفہ اولؓ کی شادی یہاں ہوئی اور پھر ان کی اُس بیوی سے جو اس شہر کی ہیں ایک لڑکی تھیں جن کے ساتھ میری شادی ہوئی، پھر میں نے بچپن کا کچھ زمانہ یہاں گزارا، ان باتوں کی وجہ سے میں نے مناسب سمجھا کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا اعلان بھی اس شہر میں کروں۔

(اہالیان لدھیانہ سے خطاب، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 258 تا 260)

### حضرت مولوی عبداللہ سنوریؒ صاحب

میاں عبداللہ صاحب سنوریؒ بھی اپنے اندر ایسا ہی عشق رکھتے تھے۔ ایک دفعہ وہ قادیان میں آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے کوئی کام لے رہے تھے۔ اس لئے جب میاں عبداللہ صاحب سنوریؒ کی چھٹی ختم ہو گئی اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جانے کے لئے اجازت طلب کی تو حضور نے فرمایا ابھی ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے مزید رخصت کے لئے درخواست بھجوادی۔ مگر محکمہ کی طرف سے جواب آیا کہ اور چھٹی نہیں مل سکتی۔ انہوں نے اس امر کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا تو آپ نے پھر فرمایا کہ ابھی ٹھہرو۔ چنانچہ انہوں نے لکھ دیا کہ میں ابھی نہیں آ سکتا۔ اس پر محکمہ والوں نے انہیں ڈسمس (DISMISS) کر دیا۔ چار یا چھ مہینے جتنا عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں رہنے کے لئے کہا تھا وہ یہاں ٹھہرے رہے۔ پھر جب واپس گئے تو محکمہ نے یہ سوال اٹھا دیا کہ جس افسر نے انہیں ڈسمس کیا ہے اس افسر کا یہ حق ہی نہیں تھا کہ وہ انہیں ڈسمس کرتا۔ چنانچہ وہ پھر اپنی جگہ پر بحال کئے گئے اور پچھلے مہینوں کی جو وہ قادیان میں گزار گئے تھے تنخواہ بھی مل گئی۔ اسی طرح منشی ظفر احمد صاحبؒ کپورتھلوی کے ساتھ واقعہ پیش آیا جو کل ہی ڈلہوزی کے راستہ میں میاں عطاء اللہ صاحب وکیل سلمہ اللہ تعالیٰ نے سنایا۔ یہ واقعہ الحکم 14 اپریل 1934ء میں بھی چھپ چکا ہے۔ اس لئے منشی صاحب کے اپنے الفاظ میں اسے بیان کر دیتا ہوں۔ ”میں جب

سررشتہ دار ہو گیا اور پیشی میں کام کرتا تھا تو ایک دفعہ مسلیں وغیرہ بند کر کے قادیان چلا آیا۔ تیسرے دن میں نے اجازت چاہی تو فرمایا ابھی ٹھہریں۔ پھر عرض کرنا مناسب نہ سمجھا کہ آپ ہی فرمائیں گے۔ اس پر ایک مہینہ گزر گیا۔ ادھر مسلیں میرے گھر میں تھیں کام بند ہو گیا اور سخت خطوط آنے لگے۔ مگر یہاں یہ حالت تھی کہ ان خطوط کے متعلق وہم بھی نہ آتا تھا۔ حضور کی صحبت میں ایک ایسا لطف اور محویت تھی کہ نہ نوکری کے جانے کا خیال تھا اور نہ کسی باز پرس کا اندیشہ آخر ایک نہایت ہی سخت خط وہاں سے آیا۔ میں نے وہ خط حضرت صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ پڑھا اور فرمایا لکھ دو ہمارا آنا نہیں ہوتا میں نے وہی فقرہ لکھ دیا۔ اس پر ایک مہینہ اور گزر گیا۔ تو ایک دن فرمایا کتنے دن ہو گئے۔ پھر آپ ہی گننے لگے اور فرمایا اچھا آپ چلے جائیں۔ میں چلا گیا اور کپور تھلہ پہنچ کر لالہ ہرچرن داس مجسٹریٹ کے مکان پر گیا تا کہ معلوم کروں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا منشی جی آپ کو مرزا صاحب نے نہیں آنے دیا ہو گا میں نے کہا ہاں تو فرمایا ان کا حکم مقدم ہے۔“

میاں عطاء اللہ صاحب کی روایت میں اس قدر زیادہ ہے کہ منشی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لکھ دو کہ ہم نہیں آسکتے تو میں نے وہی الفاظ لکھ کر مجسٹریٹ کو بھجوا دیئے۔ یہ ایک گروہ تھا جس نے عشق کا ایسا اعلیٰ درجے کا نمونہ دکھایا کہ ہماری آنکھیں اب پچھلی جماعتوں کے آگے نیچی نہیں ہو سکتیں۔ ہماری جماعت کے دوستوں میں کتنی ہی کمزوریاں ہوں کتنی ہی غفلتیں ہوں۔ لیکن اگر موسیٰ کے صحابی ہمارے سامنے اپنا نمونہ پیش کریں۔ تو ہم ان کے سامنے اس گروہ کا نمونہ پیش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح عیسیٰ کے صحابی اگر قیامت کے دن اپنے اعلیٰ کارنامے پیش کریں تو ہم فخر کے ساتھ ان کے سامنے اپنے ان صحابہ کو پیش کر سکتے ہیں اور یہ جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا۔ میری امت اور مہدی کی امت میں کیا فرق ہے۔ میری امت زیادہ بہتر ہے یا مہدی کی امت زیادہ بہتر۔ تو درحقیقت ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے فرمایا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح ہر قسم کی قربانیاں کرنے والے تھے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھ لو۔ اُن کو خدا نے چونکہ خود جماعت میں ایک ممتاز مقام بخش دیا ہے۔ اس لئے میں نے ان کا نام نہیں لیا۔ ورنہ ان کی قربانیوں کے واقعات بھی حیرت انگیز ہیں۔ آپ جب قادیان میں آئے۔ تو اس وقت بھیرہ میں آپ کی پریکٹس جاری تھی



مطب کھلا تھا اور کام بڑے وسیع پیمانے پر جاری تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب آپ نے واپس جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا۔ کیا جانا ہے آپ اسی جگہ رہیں۔ پھر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ خود اسباب لینے کے لئے بھی نہیں گئے۔ بلکہ کسی دوسرے آدمی کو بھیج کر بھیرہ سے اسباب منگوایا۔ یہی وہ قربانیاں ہیں جو جماعتوں کو خدا تعالیٰ کے حضور ممتاز کیا کرتی ہیں اور یہی وہ مقام ہے جس کے حاصل کرنے کی ہر شخص کو جدوجہد کرنی چاہئے۔ خالی فلسفیانہ ایمان انسان کے کسی کام نہیں آسکتا۔ انسان کے کام آنے والا وہی ایمان ہے جس میں عشق اور محبت کی چاشنی ہو۔ فلسفی اپنی محبت کے کتنے ہی دعویٰ کرے ایک دلیل بازی سے زیادہ ان کی وقعت نہیں ہوتی کیونکہ اس نے صداقت کو دل کی آنکھ سے نہیں بلکہ محض عقل کی آنکھ سے دیکھا ہوتا ہے۔ مگر وہ جو عقل کی آنکھ سے نہیں بلکہ دل کی نگاہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی صداقت اور شعائر اللہ کو پہچان لیتا ہے۔ اسے کوئی شخص دھوکا نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہ دماغ کی طرف سے فلسفہ کا ہاتھ اٹھتا ہے اور دل کی طرف سے عشق کا ہاتھ اٹھتا ہے۔

(الفضل 28/ اگست 1941ء جلد 29 نمبر 196 صفحہ 6-7)

### حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؒ کی بیعت

مولوی برہان الدین صاحبؒ نے حضرت صاحب سے جو پہلی دفعہ ملاقات کی ہے وہ بھی ایک لطیفہ ہی ہے۔ کہتے تھے کہ میں قادیان میں آیا لیکن حضرت صاحب گورداسپور میں تھے اس لئے وہاں گیا۔ جس مکان میں حضرت صاحب ٹھہرے ہوئے تھے اس کے ایک طرف باغ تھا۔ حامد علی (مرحوم) دروازہ پر بیٹھا تھا اس نے مجھے (مولوی صاحب کو) اندر جانے کی اجازت نہ دی مگر میں باغ میں چھپ چھپ کر دروازہ تک پہنچ گیا۔ آہستگی سے دروازہ کھول کر جو دیکھا تو حضرت صاحب ٹھل رے تھے اور جلدی جلدی لمبے لمبے قدم اٹھاتے تھے۔ میں جھٹ پیچھے کو مڑا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص صادق ہے جو جلدی جلدی ٹھل رہا ہے ضرور اس نے کسی دور کی منزل پر ہی پہنچنا ہے۔ تب ہی تو یہ جلدی جلدی چل رہا ہے۔ وہابی ہو کر مولوی صاحب کا اس قسم کا خیال کرنا عجیب ہی بات ہے ورنہ عموماً یہ لوگ خشک ہوتے ہیں۔

(الفضل 17 اپریل 1922ء جلد 9 نمبر 81 صفحہ 6)

## حضرت سیٹھ عبدالرحمن صاحب مدراسیؒ کا اخلاص

سیٹھ عبدالرحمن صاحب مدراسیؒ کے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں احمدی ہوئے ان میں بڑا اخلاص تھا اور خوب تبلیغ کرنے والے تھے ان کا ایک واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے درد سے سنایا کرتے تھے اور مجھے بھی جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو ان کے لئے دعا کی تحریک ہوتی ہے۔ ابتداء میں ان کی مالی حالت بڑی اچھی تھی اور اس وقت وہ دین کے لئے بڑی قربانی کرتے تھے۔ تین سو، چار سو، پانچ سو روپیہ تک ماہوار چندہ بھیجتے تھے۔ خدا کی قدرت وہ بعض کام غلط کر بیٹھے اور اس وجہ سے ان کی تجارت بالکل تباہ ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام انہیں کے متعلق ہوا۔

قادر ہے وہ بارگہ جو ٹوٹا کام بناوے

بنا بنایا توڑ دے کوئی اسکا بھید نہ پاوے

جب یہ الہام ہوا تو پہلے مصرعہ کی طرف ہی خیال گیا اور ”قادر ہے وہ بارگہ جو ٹوٹا کام بناوے“ سے یہ سمجھا گیا کہ سیٹھ صاحب کا کاروبار پھر درست ہو جائے گا۔ اور دوسرے مصرعہ ”بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پائے“ کی طرف ذہن نہ گیا کہ پہلے کام بن کر پھر بگڑ جائے گا بلکہ اسے ایک عام اصول سمجھا گیا سیٹھ صاحب کے کاروبار کو دکھا لگنے کے بعد دو تین سال حالت اچھی ہوگئی مگر پھر خراب ہوگئی اور یہاں تک حالت پہنچ گئی کہ بعض اوقات کھانے پینے کے لئے بھی ان کے پاس کچھ نہ ہوتا۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عجب محبت کے رنگ میں ان کا ذکر کیا۔ فرمایا سیٹھ عبدالرحمن حاجی اللہ رکھا صاحب کا اخلاص کتنا بڑھا ہوا تھا۔ پانچ سو روپے کی رقم تھی جو انہوں نے اس موقع پر بھیجی تھی۔ کسی دوست نے ان کی مشکلات کو دیکھ کر دو تین ہزار روپیہ انہیں دیا کہ کوئی تجارتی کام شروع کر دیں یا برتنوں کی دکان کھول لیں۔ اس میں سے پانچ سو روپیہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھجوا دیا اور لکھا مدت سے میں چندہ نہیں بھیج سکا۔ اب میری غیرت نے برداشت نہ کیا کہ جب خدا تعالیٰ نے مجھے ایک رقم بھجوائی ہے تو میں اس میں سے دین کے لئے کچھ نہ دوں۔ غرض خدمت دین کے لئے ان کا اخلاص بہت بڑھا ہوا تھا۔ (خطبات محمود جلد سوم صفحہ 542)

## حضرت سیٹھ عبدالرحمن مدراسیؒ کی مالی قربانیاں

دوسرا جنازہ میں ایک ایسے شخص کا پڑھوں گا۔ جو ایک ایسی جگہ فوت ہوا ہے کہ وہاں بھی بہت قلیل جماعت ہے اور فوت ہونے والا شخص ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جو اللہ کے فضل سے سارے کا سارا احمدی ہے۔

سیٹھ عبدالرحمن اللہ رکھا صاحبؒ کو ہماری جماعت کے اکثر دوست جانتے ہیں۔ ان کے بھائی سیٹھ علی محمد صاحب ہیں ان کے بھتیجے سیٹھ غلام حسین فوت ہو گئے ہیں۔ سیٹھ عبدالرحمان اللہ رکھاؒ کی اپنی تو کوئی اولاد نہیں ایک لڑکا تھا چار پانچ سال ہوئے وہ بھی فوت ہو چکا ہے۔ اب یہ ان کے بھائی کا لڑکا ہے۔ جو جوانی کے عالم میں فوت ہو گیا ہے۔ سیٹھ عبدالرحمان اللہ رکھاؒ وہ شخص ہیں کہ جن کو حضرت صاحب کی کتابیں پڑھنے والے خوب جانتے ہیں۔ حضرت صاحب کی کتابوں میں ان کا اکثر ذکر آتا ہے۔

مالدار لوگ عام طور پر بزدل ہوتے ہیں۔ لیکن انہوں نے حضرت صاحب کو قبول کیا ان پر مشکلات بھی آئیں۔ تکلیفیں بھی ان کو ہوئیں۔ ان پر ابتلاء بھی آئے لیکن باوجود اس کے ان کے اخلاص کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کے اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو بھی وہ حضرت صاحب کو قرض لے کر روپیہ بھیجتے رہتے۔ ایک دفعہ ان کو کاروبار میں سخت نقصان پہنچا اور سب کچھ نیلام ہو گیا۔ انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ تھوڑے عرصے کے بعد تین سو روپیہ انہوں نے حضرت صاحب کو بھیجا۔ حضرت صاحب نے فرمایا آپ کی تو یہ حالت تھی آپ نے روپیہ کیسا بھیجا۔ جس کے جواب میں انہوں نے عرض کی کہ میں نے کچھ روپیہ اپنی ضروریات کے لئے قرض لیا تھا۔ اس میں خدا کا بھی حق تھا سو میں نے وہ ادا کیا۔ ان کی محبت اور اخلاص کا اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ جو الہام مشہور ہے۔

قادر ہے وہ بارگا جو ٹوٹے کام بنا دے

بنے بنائے توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

یہ ان کے لئے ہی ہے ان کی اپنی اولاد کوئی نہیں۔ ان کے بھتیجے سیٹھ غلام حسین جن کا میں جمعہ کی نماز کے بعد جنازہ پڑھاؤں گا سب احباب اس میں شامل ہوں۔

## غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا

اب ہم غیر احمدی کے جنازہ کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کے متعلق قرآن شریف اور حضرت صاحب کا تعامل کیا بتاتا ہے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز ہے ان کو ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ جائز بات ہے اور جائز بھی ایسی جو شفقت علی الناس سے تعلق رکھتی ہے تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا تعامل بھی اس کی تصدیق کرے کیونکہ ایک بات ایسی ہوتی ہے جو جائز ہوتی ہے لیکن لوگوں کے ساتھ شفقت کرنے کا اس میں کوئی پہلو نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص کے لیے لٹھے کی قمیض پہننا جائز ہے اور اگر وہ ملل کی قمیض پہنے تو یہ بھی اس کے لیے جائز ہے لیکن اس میں کسی پر کوئی شفقت نہیں پائی جاتی۔ لیکن جنازہ پڑھنا اس قسم کا جائز ہے کہ اس میں سے دوسرے پر شفقت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ یہ دوسرے پر رحم کرنا اور اس کے لئے رحم کی دعا مانگنا ہے۔ انبیاء تو بڑے رحیم و کریم ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی نسبت فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلَىٰ حُلُقِي عَظِيْمٍ (القلم: 5)۔ تو ہر ایک وہ جائز بات جو شفقت علی الناس سے تعلق رکھتی ہے وہ انبیاء کے لیے بہت ضروری ہوتی ہے کیونکہ وہ آتے ہی اس لیے ہیں کہ دنیا سے محبت و پیار اور اُلفت اُٹھ جاتی ہے وہ آ کر اسے لوگوں میں پیدا کرتے ہیں۔ دشمنوں کو دوست بیگانوں کو یگانے اور پرایوں کو اپنے بناتے ہیں اور یہ انبیاء کے لیے ضروری بات ہوتی ہے۔ پس اگر غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز ہوتا اور ڈائری لکھنے والے نے آپ کی بات کو ٹھیک اور درست سمجھا ہوتا تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے تعامل سے بھی یہ بات ثابت ہوتی۔ یعنی کبھی غیر احمدی مرے ہوں اور حضرت صاحب ان کا جنازہ پڑھنے کے لیے گئے ہوں۔ اچھا یہ تو نہ سہی کہ حضرت صاحب کسی کا جنازہ پڑھنے کے لیے گئے ہوں لیکن بعض جگہیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ وہاں تو ضرور شفقت اور رحمت کو کام میں لانا پڑتا ہے۔ آؤ ہم ایسی جگہوں کو بھی دیکھیں کہ حضرت صاحب نے کسی کا جنازہ پڑھا ہے یا نہیں۔ ایسے قریبی رشتہ دار باپ بھائی اور بیٹا وغیرہ ہوتے ہیں۔ آپ کے بھائی باپ تو آپ کے دعویٰ سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے ہاں بیٹا آپ کی زندگی میں فوت ہوا ہے فضل احمد اس کا نام تھا۔ اس کی وفات پر مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر صحن میں ٹہلتے ہوئے فرماتے تھے کہ اس کو ہم سے بہت محبت تھی، اس نے کبھی ہماری مخالفت نہیں کی تھی؛ بیماری میں ہماری خدمت کیا کرتا تھا مگر چونکہ وہ غیر احمدی

تھا اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ میں نے پہلے ہی بتایا ہے کہ شفقت علی الناس تو نبی پر فرض ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک خادم مسجد فوت ہو گیا تو لوگوں نے یوں ہی اسے دفن کر دیا کہ رسول اللہ کو اس کے جنازہ کی کیا خبر کرنی ہے۔ جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو بڑے ناراض ہوئے کہ کیوں مجھے خبر نہیں دی گئی۔ تو جنازہ پڑھنا چونکہ شفقت علی الناس سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز ہوتا تو حضرت صاحب اپنے اس بیٹے کا ضرور جنازہ پڑھتے جس کی نسبت آپ نے فرمایا تھا کہ اس نے کبھی ہماری مخالفت نہیں کی تھی۔ بہت سے لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ ابتداء میں جب حضرت صاحب نے دعویٰ کیا ہے اور آپ پر پے در پے بیماری کے دورے ہوئے ہیں تو فضل احمد آپ کی بڑی خدمت کرتا رہتا تھا۔ پھر یہاں تک آپ کا فرمانبردار تھا کہ احمد بیگ والی پیشگوئی کے وقت جب حضرت مسیح موعودؑ نے اسے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو کیونکہ وہ ان سے تعلق رکھتی ہے تو اس نے طلاق لکھ کر حضرت صاحب کے پاس بھیج دی کہ اگر وہ آپ کے حکم پر عمل نہ کرے تو آپ اسے یہ طلاق نامہ بھیج دیں۔ تو حضرت صاحب سے اس کا تعلق بھی ایسا تعلق تھا کہ بڑے بڑے معاملات میں بھی اطاعت کرتا تھا یہ تو اس کا تعلق تھا۔ مگر باوجود اس کے جب وہ فوت ہوتا ہے تو آپ اس کے جنازہ پر نہیں جاتے اور نہ ہی کسی احمدی کو جانے کے لیے فرماتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد چہارم صفحہ 336 تا 337)

## میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے

کل ہی میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے فوت ہوئے ہیں انہوں نے 1895ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جس پر اب اکٹھ سال گزر چکے ہیں۔ گویا 1895ء کے بعد انہوں نے اکٹھ جلسے دیکھے۔ ان کے ایک لڑکے نے بتایا کہ والد صاحب کہا کرتے تھے کہ میں نے جس وقت بیعت کی اُس کے قریب زمانہ میں ہی میں نے ایک خواب دیکھا جس میں مجھے اپنی عمر پینتالیس سال بتائی گئی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو پڑا اور میں نے کہا حضور! بیعت کے بعد تو میرا خیال تھا کہ حضور کے الہاموں اور پیشگوئیوں کے مطابق احمدیت کو جو ترقیات نصیب ہونے والی ہیں انہیں دیکھوں گا مگر مجھے تو خواب آئی ہے کہ میری عمر صرف پینتالیس سال ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے طریق نرالے ہوتے ہیں۔ شاید وہ پینتالیس کو 90 کر دے۔ چنانچہ کل جو وہ فوت ہوئے تو اُن کی عمر پورے 90 سال کی تھی۔ اس طرح احمدیت کو جو ترقیات ملیں وہ بھی انہوں نے دیکھیں اور اکٹھے جلسے بھی دیکھے ان کے چار بچے ہیں جو دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ ایک قادیان میں درویش ہو کر بیٹھا ہے، ایک افریقہ میں مبلغ ہے، ایک یہاں مبلغ کا کام کرتا ہے اور چوتھا لڑکا مبلغ تو نہیں مگر وہ اب ربوہ آ گیا ہے اور یہیں کام کرتا ہے۔ پہلے قادیان میں کام کرتا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص مرکز میں رہے اور اس کی ترقی کا موجب ہو تو وہ بھی ایک رنگ میں خدمت دین ہی کرتا ہے۔ پھر ان کی ایک بیٹی بھی ایک واقف زندگی کو پایا ہی ہوئی ہے باقی بیٹیوں کا مجھے علم نہیں۔ بہر حال انہوں نے ایک لمبے عرصہ تک خدا تعالیٰ کا نشان دیکھا۔ جب پینتالیس سال کے بعد چھیا لیسواں سال گزرا ہوگا تو وہ کہتے ہوں گے میں نے خدا تعالیٰ کا ایک نشان دیکھ لیا ہے۔ میں نے تو پینتالیس کی عمر میں مرجانا تھا مگر اب ایک سال جو بڑھا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق بڑھا ہے۔ جب چھیا لیسویں کے بعد سینتالیسواں سال گزرا ہوگا تو وہ کہتے ہوں گے میں نے خدا تعالیٰ کا ایک اور نشان دیکھ لیا ہے۔ میں نے تو پینتالیس سال کی عمر میں مرجانا تھا مگر اب دو سال جو بڑھے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق بڑھے ہیں۔ جب سینتالیسویں سال کے بعد اڑتالیسواں سال گزرا ہوگا تو وہ کہتے ہوں گے میں نے خدا تعالیٰ کا ایک اور نشان دیکھ لیا ہے۔ میں نے تو پینتالیس سال کی عمر میں مرجانا تھا مگر اب تین سال جو بڑھے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق بڑھے ہیں۔ جب اڑتالیسویں سال کے بعد اُنچاسواں سال گزرا ہوگا تو وہ کہتے ہوں گے میں نے خدا تعالیٰ کا ایک اور نشان دیکھ لیا ہے۔ میں نے تو پینتالیس سال کی عمر میں مرجانا تھا مگر اب چار سال جو بڑھے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق بڑھے ہیں اور جب اُنچاسویں سال کے بعد پچاسواں سال گزرا ہوگا تو وہ کہتے ہوں گے میں نے تو پینتالیس سال کی عمر میں مرجانا تھا اب یہ پچاسواں سال گزر گیا ہے تو یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق گزرا ہے۔ گویا وہ پینتالیس سال تک برابر ہر سال یہ کہتے ہوں گے کہ میں نے خدا تعالیٰ کا نشان دیکھ لیا اور ہر سال جلسہ سالانہ پر ہزاروں ہزار احمدیوں کو آتا دیکھ کر اُن کا ایمان بڑھتا ہوگا۔ پس جلسہ سالانہ کو بڑی عظمت حاصل ہے۔ (الفضل 18 نومبر 1956ء جلد 10/45 نمبر 271 صفحہ 4-5)

## نمازوں کی لذت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک مجلس میں یہ ذکر ہو رہا تھا کہ کیا کسی نے گندم کی روٹی کھائی ہے۔ ان دنوں لوگ زیادہ تر باجرہ جو اور جو کھاتے تھے گندم شاذ ہی ملتی تھی اور اگر یہ پتہ لگ جاتا کہ کسی کے پاس گندم ہے تو سکھ اس سے چھین لیتے۔ تمام لوگوں نے کہا ہم نے تو گندم کی روٹی نہیں کھائی۔ صرف ایک شخص نے کہا کہ گندم کی روٹی بڑی مزیدار ہوتی ہے۔ دوسروں نے پوچھا کیا تم نے گندم کی روٹی کھائی ہے اس نے کہا میں نے کھائی تو نہیں لیکن گندم کی روٹی ایک شخص کو کھاتے دیکھا ہے۔ کھانے والا چٹارے لے لے کر کھاتا تھا۔ جس سے میں نے سمجھا کہ گندم کی روٹی بڑی مزیدار ہوتی ہے۔ اب گندم کی روٹی ایک مادی چیز ہے۔ کھانے والا چٹارے مارتا ہے تو دیکھنے والے کو بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس کا مزہ آرہا ہے۔ پھر اس کے چہرہ کے آثار اور اتار چڑھاؤ سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ روٹی بڑی مزیدار ہے۔ پھر بعض لوگ پلاؤ کھانے کے شوقین ہوتے ہیں۔ پلاؤ مل جائے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن روٹی سالن دیا جائے تو اُس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ لیکن نمازوں کے مزے کا کسی دوسرے کو پتا نہیں لگتا۔ کیونکہ ان کا مزہ اور لذت مخفی ہوتی ہے۔ جن مادی چیزوں کا مزہ مخفی نہیں ہوتا وہ ہر کوئی محسوس کر لیتا ہے۔

(الفضل 17 فروری 1955ء جلد 44 نمبر 41 صفحہ 3)

## نمازوں کا جمع کرنا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریق تھا کہ اگر امام اپنی ذمہ داریوں کی وجہ سے دیکھے کہ اب نمازوں کا جمع کرا دینا مناسب ہے تو وہ نماز جمع کرا سکتا ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ کے متعلق ثابت ہے کہ آپ نے بغیر کسی ایسی ظاہری وجہ کے جو لوگوں کو معلوم ہو۔ نمازیں جمع کرائیں اور آپ کے ساتھ صحابہ بھی نمازیں جمع کر لیتے تھے۔ اسی طرح سفر پر جاتے وقت جب رسول کریم ﷺ نمازیں جمع کرتے تو دوسرے لوگ بھی نمازیں اکٹھی پڑھتے۔ حالانکہ ان میں ایسے بھی ہوتے جو سفر پر جانے والے نہ ہوتے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیماری کی وجہ سے گھر میں نمازیں جمع کر لیتے۔ جن میں گھر کے اور لوگ بھی شامل ہو

جاتے۔ اعجاز مسیح کی تحریر کے وقت ستر دن تک ظہر و عصر کی نمازیں جمع ہوتی رہیں۔ حالانکہ نہ بارش ہوتی اور نہ کوئی اور وجہ تھی۔ مگر جب آپ جمع کرتے تو دوسرے بھی جمع کر لیتے تھے۔ پس یہ تو جائز ہے اور اگر میری طرف سے اعلان ہوتا کہ میں نمازیں جمع کروں گا تو لوگ انتظار کر سکتے تھے۔ پھر جمع دونوں وقت ہو سکتی ہیں۔ پہلے وقت میں بھی اور آخر وقت میں بھی۔

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 199)

### پورے طور پر خدا تعالیٰ کے بن جاؤ

بعض لوگ مرغا کھانے کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؒ میرے بچپن کے دوست ہیں۔ انہیں مرغے کی ٹانگ بڑی پسند ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بڑی پسند تھی۔ ایک دوست جو فوت ہو گئے وہ کہا کرتے تھے کہ اگر کسی کو ساری عمر مرغے کی ٹانگ ملتی رہے تو اسے اور کیا چاہئے لیکن مجھے پسند نہیں کیونکہ اس کی بوٹی میرے دانت میں پھنس جاتی ہے۔ بہر حال بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو لوگوں کو بہت مرغوب ہوتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ چیزیں انہیں مل جائیں تو وہ بڑے خوش قسمت ہیں۔ لیکن وہ چیزیں بہت ادنیٰ اور معمولی ہوتی ہیں اور پھر ان چیزوں کے حصول کے بعد بھی اور ہزاروں چیزوں کی احتیاج انسان کو باقی رہتی ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر خدا تعالیٰ پر ہمیں کامل یقین ہو اور اگر خدا ہمیں مل سکتا ہو تو پھر قطعی اور یقینی طور پر انسان کہہ سکتا ہے کہ اس کے بعد مجھے کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔ انبیاء علیہ السلام بڑے قیمتی وجود ہیں اور ان کی محبت انسان کے ایمان کا ایک ضروری جزو ہے لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی کو خدا مل جائے اور اسے انبیاء علیہ السلام نہ ملیں۔ انبیاء علیہ السلام تو اسے شوق سے ملیں گے اور کہیں گے کہ جو تمہارا محبوب ہے وہ ہمارا بھی محبوب ہے اور جب وہ تم سے محبت کرتا ہے تو ہم بھی تم سے محبت رکھتے ہیں۔ مذاہب عالم پر نظر ڈالنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے متعلق تمام مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ وہ مل سکتا ہے گو اس کے ملنے کی شکلیں ان کے نزدیک الگ الگ ہیں۔

(تعلق باللہ، انوار العلوم جلد 23 صفحہ 127)



## تم کسی کے بن جاؤ یا کوئی تمہارا بن جائے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر کسی صوفی کا یہ قول پنجابی میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ یا تو کسی کے دامن سے چمٹ جایا کوئی دامن تجھے ڈھانپ لے۔ یعنی اس دنیا کی زندگی ایسی طرز پر ہے کہ اس میں سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں کہ یا تو تم کسی کے بن جاؤ یا کوئی تمہارا بن جائے اور یہی طین سے پیدا کرنے کا مفہوم ہے۔ یعنی انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ یا تو وہ کسی کا ہو کر رہنا چاہتا ہے یا کسی کو اپنا بنا کر رکھنا چاہتا ہے دیکھ لو بچہ ابھی پوری طرح ہوش بھی نہیں سنبھالتا کہ کسی کے ہو جانے کا شوق اس کے دل میں گدگدیاں پیدا کرنے لگتا ہے۔ بلوغت تو کئی سالوں کے بعد آتی ہے۔ لیکن چھوٹی عمر میں ہی لڑکیوں کو دیکھ لو وہ کھیلتی ہیں تو کہتی ہیں کہ یہ میرا گڈا ہے اور وہ تیری گڈیا ہے۔ آؤ ہم گڈے گڈیا کا بیاہ رچائیں۔ میرے گڈے کے ساتھ تیری گڈیا کی شادی ہوگی اور فلاں کے گڈے کی شادی کرتی ہیں اور بڑی خوشی مناتی ہیں کہ ہمارے گڈے کی شادی ہوگئی یا ہماری گڈیا کا فلاں کے گڈے سے بیاہ ہو گیا۔ پھر وہ ماؤں کی نقلیں کر کے گڑیوں کو اپنی گود میں اٹھائے پھرتی ہیں۔ انہیں پیار کرتی ہیں اور جس طرح مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں۔ اسی طرح وہ ان کو اپنے سینے سے لگائے رکھتی ہیں کیونکہ ان کا دل چاہتا ہے کہ ہم کسی کی ہو جائیں۔ یا کوئی ہمارا ہو جائے۔ اسی طرح لڑکوں کو دیکھ لو جب تک بیاہ نہیں ہو جاتا ہر وقت ماں کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ لیکن جب بیاہ ہو جائے تو کہتے ہیں ماں تو جائے چولہے میں ہماری بیوی جو ہے وہ ایسی ہے اور ایسی ہے اور دن رات اس کی تعریفوں میں گزر جاتے ہیں۔ تو اللہ اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (العلق: 3) انسان کی فطرت میں ہم نے یہ مادہ رکھا ہے کہ وہ کسی نہ کسی کا ہو کر رہنا چاہتا ہے۔ اس کے بغیر اُس کے دل کو تسلی نہیں ہوتی۔

(تعلق باللہ، انوار العلوم جلد 23 صفحہ 136-137)

## حافظ یار محمد صاحب پشاوری

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک شخص حافظ محمد صاحب پشاور کے رہنے والے تھے۔ قرآن کریم کے حافظ تھے اور سخت جو شیلے احمدی تھے میرا خیال ہے

کہ وہ اہلحدیث رہ چکے تھے کیونکہ ان کے خیالات میں بہت زیادہ سختی پائی جاتی تھی۔ وہ ایک دفعہ جلسہ پر آئے ہوئے تھے اور قادیان سے واپس جا رہے تھے کہ راستہ میں خدا تعالیٰ کی خشیت کی باتیں شروع ہو گئیں۔ کسی شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی شان تو بہت بڑی ہے۔ ہم لوگ تو بالکل ذلیل اور حقیر ہیں پتہ نہیں کہ خدا ہماری نماز بھی قبول کرتا ہے یا نہیں، ہمارے روزے بھی قبول کرتا ہے یا نہیں، ہماری زکوٰۃ اور حج بھی قبول کرتا ہے یا نہیں۔ اس پر ایک دوسرا شخص بولا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی شان ہے۔ میں تو کئی دفعہ سوچتا ہوں کہ میں مومن بھی ہوں یا نہیں۔ حافظ محمد صاحب ایک کونہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ یہ باتیں سنتے ہی اس شخص سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو؟ کیا یہ سمجھتے ہو کہ تم مومن ہو یا نہیں؟ اس نے کہا میں تو یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں مومن ہوں یا نہیں۔ حافظ محمد صاحب کہنے لگے اچھا اگر یہ بات ہے تو آج سے میں نے تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھنی۔ باقیوں نے کہا حافظ صاحب! اس کی بات ٹھیک ہے۔ ایمان کا مقام تو بہت ہی بلند ہے۔ کہنے لگے اچھا پھر تم سب کے پیچھے نماز بند۔ جب تم اپنے آپ کو مومن ہی نہیں سمجھتے تو تمہارے پیچھے نماز کس طرح ہو سکتی ہے۔ غرض دوست پشاور پہنچے اور حافظ صاحب نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تم تو اپنے آپ کو مومن ہی نہیں سمجھتے۔ میں تمہارے پیچھے نماز کس طرح پڑھوں۔ آخر جب فساد بڑھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ حافظ صاحب ٹھیک کہتے ہیں۔ مگر یہ ان کی غلطی تھی کہ انہوں نے ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی ہی چھوڑ دی کیونکہ انہوں نے کفر نہیں کیا تھا لیکن بات ٹھیک ہے۔ ہماری جماعت کے دوستوں کا فرض تھا کہ وہ اپنے آپ پر حسن ظنی کرتے۔ جہاں تک کوشش کا سوال ہے انسان کو فرض ہے کہ وہ اپنی کوشش جاری رکھے اور نیکیوں میں بڑھنے کی کوشش کرے مگر یہ کہ مومن ہونے سے ہی انکار کر دے یہ غلط طریق ہے۔ پس مسئلہ ان کا ٹھیک ہے لیکن فعل ان کا غلط ہے۔ انہیں اپنے دوستوں کے پیچھے نماز نہیں چھوڑنی چاہیے تھی۔ صوفیاء نے بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیدہ و دانستہ جانتے بوجھتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ میں اپنے نفس کو ٹوٹا ہوں تو مجھے نظر نہیں آتا کہ اُس میں ایمان پایا جاتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

## خدا تعالیٰ بخش دے تو بخش دے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک نابینا حافظ تھے جن کا نام میاں محمد تھا وہ پشاور کے رہنے والے تھے۔ ان میں دین کا بڑا جوش تھا اور اتنے نڈر تھے کہ اُس قسم کا نڈر شخص دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔ اگر انہیں رات کے بارہ بجے بھی خیال آجاتا کہ لوگوں کو نماز کی تلقین کرنی چاہیے تو وہ دروازے کھٹکھٹا دیتے۔ اور اگر گھر والا باہر آتا تو اُسے کہتے میاں! کیا تم نماز پڑھا کرتے ہو یا نہیں؟ اُن کی دلیری اور جرأت کی وجہ سے بڑے بڑے لوگ بھی اُن سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ ایک افسر جو پشاور کے پولیٹیکل ایجنٹ ہونے والے تھے ایک دن انہوں نے ان کا دروازہ بھی کھٹکھٹا دیا۔ ملازم آیا اور پوچھا کون ہو؟ انہوں نے کہا حافظ محمد ہوں اور کلمہ حق پہنچانے آیا ہوں۔ پولیٹیکل ایجنٹ صاحب نے کہا کہ میں آج بہت تھکا ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا اگر مر گئے تو پھر کیا ہوگا؟ پولیٹیکل ایجنٹ نے بہانہ بنا کر کہ وہ کل سارا دن انہیں دیں گے اپنا چھٹکارا کرایا اور نوکروں کو تلقین کر دی کہ دوسرے دن انہیں کوٹھی کے قریب نہ آنے دیں۔ حافظ صاحب جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے تو ان کے اندر بھی وہی جوش موجزن رہا۔ ایک دفعہ وہ جلسہ سالانہ سے واپس گھر جا رہے تھے اور بھی کئی دوست ساتھ تھے کہ رستہ میں بحث شروع ہو گئی کہ ہم مومن ہیں یا نہیں۔ پرانے طریق کے مطابق ایک شخص نے کہا کیا ہم اتنا بڑا دعویٰ کر سکتے ہیں ہم تو گنہگار آدمی ہیں۔ خدا تعالیٰ بخش دے تو بخش دے اسی طرح دوسرے اور پھر تیسرے نے کہا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے بھی پرانے خیالات کی رو میں بہہ کر کہہ دیا کہ ہم کمزور اور گنہگار ہیں اگر خدا تعالیٰ بخش دے تو اُس کی ذرہ نوازی ہے حافظ صاحب نے کہا اچھا آج سے میں آپ میں سے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا کیونکہ قرآن کریم نے کہا ہے کہ نماز صرف مومن کے پیچھے پڑھنی چاہیے۔ مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آ کر شکایت کی۔ آپ نے فرمایا حافظ صاحب کو دوسروں کے پیچھے نماز تو نہیں چھوڑنی چاہیے تھی لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کی بات درست ہے۔ یہ انکسار کا موقع نہیں تھا بلکہ حقیقت کے اظہار کا موقع تھا۔ اگر کوئی شخص آپ لوگوں سے دریافت کرے کہ کیا آپ انسان ہیں؟ تو کیا آپ یہ کہہ دیں گے کہ تو بہ تو بہ میں کہاں انسان ہوں؟ اسی طرح جو امور ایک مومن کی شان کے شایاں ہیں اُن کا واضح طور پر اقرار کرنا چاہیے۔

## ہفتہ کے تمام دن بابرکت ہیں

فلاں دن منحوس ہے اور فلاں دن غیر منحوس ہے۔ یہ تو بڑی خرابی پیدا کرنے والا ہے اس پر انہوں نے کہا کہ آپ ہی نے تو کسی تقریب میں کہا تھا کہ منگل کے دن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شائد کوئی الہام ہوا تھا۔ یا کوئی اور وجہ تھی کہ آپ اسے ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کہا میں نے تو صرف ایک روایت کی تشریح کی تھی۔ یہ تو نہیں کہا تھا کہ منگل کا دن منحوس ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایک ایسی روایت منسوب کی جاتی ہے۔ اس لئے میں نے بتایا تھا کہ اگر اس روایت کو درست تسلیم کیا جائے تو شائد منگل کے دن سے آپ کو اس لئے تحویف کرائی گئی ہو کہ آپ کی وفات منگل کے دن ہونے والی تھی۔ مگر بعض لوگوں نے اس مخصوص بات کو جو محض آپ کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی وسیع کر کے اسے ایک قانون بنا لیا اور منگل کی نحوست کے قائل ہو گئے حالانکہ جو چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو اس کو منحوس قرار دینا یہ بڑی بھاری نادانی ہوتی ہے۔

اگر منگل کا دن منحوس ہوتا تو خدا تعالیٰ کو بتانا چاہیے تھا کہ اور تو سب دنوں میں میری صفات کام کرتی ہیں لیکن منگل کا دن چونکہ منحوس ہے اس لیے اس میں میری صفات کام نہیں کرتیں اور اگر خدا تعالیٰ نے کسی دن کی نحوست محسوس نہیں کی تو ہم یہ کریں، یہ ایسی باتیں ہیں جن سے وہم بڑھتا ہے اور زندہ قوموں کے افراد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کے وہموں میں مبتلا ہونے سے اپنے آپ کو بچائیں۔ ان وہموں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس کسی کو کوئی خاص نقصان کسی دن میں پہنچ جاتا ہے وہ اُس دن کو منحوس قرار دینے لگ جاتا ہے۔ فرض کرو کسی کو پیر کے دن کوئی شدید نقصان پہنچا ہے تو وہ کہنا شروع کر دے گا کہ میرا تجربہ یہ ہے کہ پیر کا دن منحوس ہوتا ہے کسی کو ہفتہ کے دن کوئی حادثہ پیش آیا تو وہ کہنا شروع کر دے گا کہ ہفتہ کا دن منحوس ہوتا ہے مثلاً کوئی حکومت ہفتہ کے دن شکست کھا جاتی ہے تو اُس کے افراد کے ذہنوں پر یہ بات غالب آجائے گی کہ ہفتہ کا دن منحوس ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ دیکھتے نہیں! ہم پر ہفتہ کے دن کیسی تباہی آئی تھی!! اسی طرح ہو سکتا ہے کہ کسی کو جمعرات کے دن کوئی حادثہ پیش آجائے تو وہ جمعرات کو اور کسی کو جمعہ کے دن کوئی حادثہ پیش آجائے تو وہ جمعہ کو منحوس کہنے لگ جائے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ سارے لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں گے اور کہیں گے کہ ہم کیا کریں گے ہمارا تو

نخواست پیچھا نہیں چھوڑتی اور دوسری قومیں ترقی کر جائیں گی۔

اگر کوئی کہے کہ دنوں میں اگر کوئی خاص برکت نہیں ہوتی تو رسول کریم ﷺ نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری قوم کے لیے جمعرات کے سفر میں برکت رکھی ہے۔ تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ وہاں ایک وجہ موجود ہے اور وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ تھا کہ جمعہ کے دن تمام لوگ شہر میں رہیں اور اکٹھے ہو کر نماز ادا کریں تاکہ جب لوگ اکٹھے ہوں تو وہ ایک دوسرے کی مشکلات کا علم حاصل کریں، اہم امور میں ایک دوسرے سے مشورہ لیں، اپنی ترقی کی تدابیر سوچیں اور یہ چیزیں اتنی اہم ہیں کہ ان کو ترک کر کے کسی کا سفر پر چلے جانا کسی صورت میں بھی درست نہیں ہو سکتا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کہیں سفر پر جانا چاہو تو جمعرات کو جاؤ تاکہ جمعہ کسی شہر میں ادا کر سکو اور یہ چیز ایسی ہے جس سے کوئی وہم پیدا نہیں ہوتا۔ محض جمعہ کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت دی ہے کہ اگر چھوٹا سفر ہے تو جمعرات کو کر لیا کرو اور اگر لمبا سفر ہے تو جمعہ کی نماز پڑھ کر کسی اور دن چلے جاؤ۔ پس اس حدیث میں کسی دن کی برکت پر زور نہیں دیا گیا بلکہ جمعہ کی نماز پر زور دیا گیا ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جمعہ کی نماز میں سارے شہر کا اکٹھا ہونا ضروری ہوتا ہے چاہے وہ دس لاکھ کا شہر ہو یا بیس لاکھ کا شہر ہو یا تیس لاکھ کا شہر ہو۔ اگر کوئی ایسا شہر ہے جس کے افراد ایک مقام پر اکٹھے نہیں ہو سکتے تو اسے مختلف حصوں میں بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے لیکن مسئلہ یہی ہوگا کہ ہر حلقہ کے تمام لوگ اپنے اپنے حلقہ میں نماز جمعہ کے لیے اکٹھے ہوں اور اس میں بہت سے دینی اور دنیوی فوائد ہیں۔ جب لوگ اکٹھے ہوں گے تو لازماً وہ ایک دوسرے کی مشکلات کا علم حاصل کریں گے، ایک دوسرے سے مشورے کریں گے، ایک دوسرے کی ترقی کی تدابیر کریں گے، اپنی تنظیم کو زیادہ موثر بنائیں گے، اپنی اخلاقی اصلاح کے لیے سکیمیں سوچیں گے، غرباء کی ترقی کے پروگرام تجویز کریں گے۔ غرض وہ قومی ترقی کے لیے اس اجتماع سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ گو افسوس ہے کہ آج کل مسلمانوں میں جمعہ کے اجتماع سے اس رنگ میں فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ اپنے اندر ہی دیکھ لو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب خطبہ ہو رہا ہو تو امام کی طرف منہ کر کے بیٹھو اور اُس کی باتوں کو توجہ سے سنو۔ مگر بعض لوگ اس وقت امام کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہیں اور پھر ذرا کوئی آہٹ آجائے یا چوہے کے ہلنے سے

ہی کھٹکا ہو جائے تو سب اُس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تا کہ چوہے کے ہلنے سے جو کھٹکا ہوا ہے اُس کی برکت سے وہ محروم نہ رہیں۔ گویا جمعہ کی جو غرض ہے کہ خطیب کی بات کو توجہ سے سنا جائے اور اُس سے فائدہ اُٹھایا جائے اُس سے بہت کم لوگ حصہ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری جماعت میں بھی یہ کمزوری پائی جاتی ہے اور کئی دفعہ انہیں ٹوکنا پڑتا ہے۔

باقی رہی وہ روایت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اگر وہ درست ہے تو اس نحوست سے مراد صرف نحوست تھی کہ آپ کی وفات منگل کے دن ہونے والی تھی۔ ورنہ جب خدا تعالیٰ نے خود تمام دنوں کو بابرکت کیا ہے اور تمام دنوں میں اپنی صفات کا اظہار کیا ہے۔ تو اس کی موجودگی میں اگر کوئی روایت اس کے خلاف ہمارے سامنے آئے گی تو ہم کہیں گے کہ یہ روایت بیان کرنے والے کو غلطی لگی ہے۔ ہم ایسی روایت کو تسلیم نہیں کر سکتے اور یا پھر ہم یہ کہیں گے کہ ہر انسان کو بشریت کی وجہ سے بعض دفعہ کسی بات میں وہم ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی کوئی وہم منگل کی کسی دہشت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہو گیا ہو۔ مگر ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ دن منحوس ہے۔ ہم اس روایت میں یا تو راوی کو جھوٹا کہیں گے اور یا پھر یہ کہیں گے کہ شائد بشریت کے تقاضا کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بارہ میں کوئی وہم ہو گیا ہو۔ ورنہ مسئلہ کے طور پر یہی حقیقت ہے اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے کہ سارے کے سارے دن بابرکت ہوتے ہیں۔ مگر مسلمانوں نے اپنی بد قسمتی سے ایک ایک کر کے دنوں کو منحوس کہنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامل طور پر نحوست اور ادا بار کے نیچے آ گئے۔

(الفضل 21 ستمبر 1960ء جلد 49/19 نمبر 217 صفحہ 2-3)

## چوری کی شکایت پر نصائح

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ کسی شخص نے شکایت کی کہ باورچی چوری کرتا ہے۔ وہ آپ کھانا کھا لیتا ہے تو اس کے بعد آٹھ دس روٹیاں گھر لے جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شکایت کرنے والے دوست سے کہا کہ آپ کی شکایت تو میں نے سن لی ہے۔ لیکن آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ ایک روٹی کے لئے وہ دو دفعہ تنور میں جھکتا ہے۔ سخت گرمی میں ہم نے اپنے دروازے بند کیے ہوتے ہیں۔ پردے

لٹک رہے ہوتے ہیں دستی نپکھے ہمارے ہاتھوں میں ہوتے ہیں اور یہ تنور میں جھکا جا رہا ہوتا ہے۔ آخر یہ بھی ہماری طرح ہی اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک کیوں نہ کیا؟ آخر اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک رنگ میں سزا تو مل رہی ہے۔ اسے اور کیا سزا دلانا چاہتے ہیں۔ تو اچھا آدمی ہمیشہ اچھے پہلو کو دیکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شکایت کرنے والے کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ سزا تو اسے روٹیاں چرانے سے بھی پہلے مل جاتی ہے کیونکہ ایک ایک روٹی کے لئے یہ دو دفعہ تنور میں اپنا سر جھکاتا ہے۔ پھر اس کی تعلیم اعلیٰ نہیں اگر تعلیم اچھی ہوتی تو لازماً اس کے اخلاق بھی اچھے ہوتے اور اچھا کاروبار اختیار کرتا جب ان میں سے کوئی بات بھی اسے حاصل نہیں تو اس پر اور کیا ناراض ہوتے ہو۔ ایسے شخص کو مارنا یا سزا دینا تو ایسا ہی ہے جیسے کہتے ہیں ”مرے کو مارے شاہ مدار۔“

غرض اس واقعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر اسی طرف گئی کہ ہماری موجودہ حالت خدا تعالیٰ کے انعاموں میں سے ایک بہت بڑا انعام ہے اور اس کے لئے وہی سزا کافی ہے جو اسے مل رہی ہے۔ کسی اور سزا کی اس کے لئے کیا ضرورت ہے۔ تو مومن کو ہمیشہ ہر چیز کا اچھا پہلو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور توہمات میں مبتلا ہو کر اپنی طاقتوں کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

(خطبات محمود جلد 35 صفحہ 164-163)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق

گو مثال تو ایک پاگل کی ہے پھر ایسے پاگل کی جو اب فوت ہو چکا اور گو وہ ایک ایسے پاگل کی مثال ہے جو میرا استاد بھی تھا مگر بہر حال اس سے عشق کی حالت نہایت واضح ہو جاتی ہے۔ ایک میرے استاد تھے جو سکول میں پڑھایا کرتے تھے بعد میں وہ نبوت کے مدعی بن گئے ان کا نام مولوی یار محمد صاحب تھا۔ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی محبت تھی کہ اس کے نتیجے میں ہی ان پر جنون کا رنگ غالب آ گیا۔ ممکن ہے پہلے بھی ان کے دماغ میں کوئی نقص ہو مگر ہم نے تو یہی دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت بڑھتے بڑھتے انہیں جنون ہو گیا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر پیشگوئی کو اپنی طرف منسوب کرنے لگے۔ پھر ان کا یہ جنون یہاں تک بڑھ گیا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب ہونے کی خواہش میں بعض دفعہ ایسی حرکات بھی کر بیٹھتے جو ناجائز اور نادرست

ہوتیں۔ مثلاً وہ نماز میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم پر اپنا ہاتھ پھیرنے کی کوشش کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی اس حالت کو دیکھ کر بعض آدمی مقرر کئے ہوئے تھے تاکہ جن ایام میں انہیں دورہ ہو وہ خیال رکھیں کہ کہیں وہ آپ کے پیچھے آ کر نہ بیٹھ جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی کہ جب آپ گفتگو فرماتے یا لیکچر دیتے تو اپنے ہاتھ کو رانوں کی طرف اس طرح لاتے جس طرح کوئی آہستہ سے ہاتھ مارتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اس طرح ہاتھ ہلاتے تو مولوی یار محمد صاحب محبت کے جوش میں فوراً کود کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچ جاتے اور جب کسی نے پوچھنا کہ مولوی صاحب یہ کیا تو وہ کہتے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اشارہ سے بلایا تھا۔ تو جہاں محبت ہوتی ہے وہاں یونہی اشارے بنائے جاتے ہیں۔ کجا یہ کہ اللہ تعالیٰ روزانہ بلائے اور بندہ کہے کہ ہم جمعۃ الوداع کے دن قضاء عمری پڑھ لیں گے اور اس طرح خدا تعالیٰ کی زیارت حاصل ہو جائے گی۔ پس یہ گو جمعۃ الوداع تو نہیں مگر مسلمان کا ہر جمعہ اپنے ساتھ برکات رکھتا ہے۔ (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 532-531)

### پروفیسر صاحب کا جواب

مجھے وہ نظارہ یاد ہے جس دن فیصلہ سنایا جانا تھا۔ ہماری جماعت میں ایک دوست تھے جن کو پروفیسر کہا جاتا تھا۔ پہلے وہ تاش وغیرہ کے کھیل اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتے تھے۔ اچھے ہوشیار آدمی تھے اور چار پانچ سو روپیہ ماہوار کمالیتے تھے مگر احمدی ہونے پر انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا اور معمولی دکان کر لی تھی۔

انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق تھا اور غربت کو اخلاص سے برداشت کرتے تھے ان کے اخلاص کی ایک مثال میں سناتا ہوں۔ انہوں نے لاہور میں جا کر کوئی دکان کی۔ جو گاہک آتے انہیں تبلیغ کرتے ہوئے لڑ پڑتے۔ خواجہ صاحب نے آ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شکایت کی۔ آپ نے محبت سے انہیں کہا کہ پروفیسر صاحب! ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ نرمی اختیار کرو، خدا تعالیٰ کی یہی تعلیم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سمجھاتے جاتے تھے اور پروفیسر صاحب کا چہرہ سرخ ہوتا جاتا تھا۔ ادب کی وجہ سے وہ بیچ میں تو نہ بولے مگر سب کچھ سن کر یہ کہنے لگے کہ میں اس نصیحت کو نہیں مان سکتا آپ کے پیر (یعنی آنحضرت ﷺ) کو



اگر کوئی ایک لفظ بھی کہے تو آپ مباہلہ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور کتابیں لکھ دیتے ہیں مگر ہمیں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیر کو اگر کوئی گالیاں دے تو چپ رہیں۔ بظاہر یہ بے ادبی تھی مگر اس سے ان کے عشق کا پتہ ضرور لگ سکتا ہے۔ جب فیصلہ سنانے کا وقت آیا تو لوگوں کو یقین تھا کہ مجسٹریٹ سزا ضرور دے دے گا اور بعید نہیں کہ قید کی ہی سزا دے۔ ادھر مخلصین کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آ سکتا تھا کہ آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس دن عدالت کی طرف سے بھی زیادہ احتیاط کی گئی تھی۔ پہرہ بھی زیادہ تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر تشریف لے گئے تو دوستوں نے پروفیسر صاحب کو باہر روک لیا کیونکہ ان کی طبیعت تیز تھی۔ مگر انہوں نے ایک بڑا سا پتھر ایک درخت کے پیچھے چھپا رکھا تھا اور جس طرح ایک دیوانہ چیخ مارتا ہے۔ زار زار روتے ہوئے دفعۃً درخت کی طرف بھاگے اور وہاں سے پتھر اٹھا کر بے تحاشہ عدالت کی طرف دوڑے اور اگر جماعت کے لوگ راستہ میں نہ روکتے تو وہ مجسٹریٹ کا سر پھوڑ دیتے۔ انہوں نے خیال کر لیا کہ مجسٹریٹ ضرور سزا دے دے گا اور اسی خیال کے اثر کے ماتحت وہ اسے مارنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 66-67)

### فلاسفر صاحب

ہماری جماعت میں ایک شخص ہوا کرتا تھا۔ جسے لوگ فلاسفر فلاسفر کہتے تھے۔ اب وہ فوت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔ اسے بات بات میں لطیفے سوجھ جاتے تھے۔ جن میں سے بعض بڑے اچھے ہوا کرتے تھے۔ فلاسفر اسے اسی لئے کہتے تھے کہ وہ ہر بات میں ایک نیا نکتہ نکال لیتا تھا۔ ایک دفعہ روزوں کا ذکر چل پڑا کہنے لگا مولویوں نے یہ محض ڈھونگ رچایا ہوا ہے کہ سحری ذرا دیر سے کھاؤ تو روزہ نہیں ہوتا۔ بھلا جس نے بارہ گھنٹے فاقہ کیا اس نے پانچ منٹ بعد سحری کھالی تو کیا حرج ہوا۔ مولوی جھٹ سے فتویٰ دیتے ہیں کہ اس کا روزہ ضائع ہو گیا۔ غرض اس نے اس پر خوب بحث کی۔ صبح وہ گھبرایا ہوا حضرت خلیفہ اولؑ کے پاس آیا۔ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ مگر چونکہ حضرت خلیفہ اولؑ ہی درس وغیرہ دیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کی مجلس میں بھی لوگ کثرت سے آیا جایا کرتے تھے۔ آتے ہی کہنے لگا کہ آج رات تو مجھے بڑی ڈانٹ پڑی ہے۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا؟ کہنے لگا رات کو میں یہ بحث کرتا رہا کہ مولویوں نے ڈھونگ رچایا ہوا ہے کہ روزہ دار ذرا سحری دیر سے کھائے تو اس کا روزہ نہیں ہوتا۔

میں کہتا تھا کہ جس شخص نے بارہ گھنٹے یا چودہ گھنٹے فاقہ کیا وہ اگر پانچ منٹ دیر سے سحری کھاتا ہے تو حرج ہی کیا ہے۔ اس بحث کے بعد میں سو گیا۔ تو میں نے رویاء میں دیکھا کہ ہم نے تانی لگائی ہوئی ہے (فلاسفر جولاہا تھا اس لئے خواب بھی اسے اپنے پیشہ کے مطابق ہی آئی) دونوں طرف میں نے کیلے گاڑ دیئے ہیں اور تانی کو پہلے ایک کیلے سے باندھا اور پھر میں اسے دوسرے کیلے سے باندھنے کے لئے لے چلا۔ جب کیلے کے قریب پہنچا تو دو انگلی ورے سے تانی ختم ہو گئی۔ میں بار بار کھینچتا تھا کہ کسی طرح اسے کیلے سے باندھ لوں مگر کامیاب نہ ہو سکا اور میں نے سمجھا کہ میرا سارا سوت مٹی پر گر کر تباہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ میری مدد کے لئے آؤ۔ دو انگلیوں کی خاطر میری تانی چلی دو انگلیوں کی خاطر میری تانی چلی اور یہی شور مچاتے مچاتے میری آنکھ کھل گئی۔ جب میں جاگا تو میں نے سمجھا کہ اس رویاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسئلہ سمجھایا ہے کہ دو انگلیوں جتنا فاصلہ رہ جانے سے اگر تانی خراب ہو سکتی ہے تو روزہ میں تو پانچ منٹ کا فاصلہ کہہ رہے ہو۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی کا روزہ کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔

(تعلق باللہ، انوار العلوم جلد 23 صفحہ 177)

### روزہ اور تانی

مجھے اس کے متعلق ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کچھ لوگوں میں روزوں کے متعلق بحث ہو رہی تھی کہ کس وقت روزہ رکھنا اور کس وقت افطار کرنا چاہئے۔ ایک شخص کا خیال تھا کہ جب ایک شخص خدا تعالیٰ کے لئے سارا دن بھوکا رہتا ہے تو اگر اس نے پوچھنے کے بعد کھانا کھا لیا بلکہ اگر رویت آفتاب کے بعد بھی چند گھونٹ پانی پی لیا یا کچھ کھانا کھا لیا تو اس میں کون سا حرج ہے۔ یہ کہنے والے کسی زمانہ میں جولاہوں کا کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ تانی کو خشک کرنے کے لئے ایک کیلے کے ساتھ باندھا اور دوسری طرف دوسرے کیلے سے باندھنے گیا لیکن تانی کیلے سے دو انگلی کے قریب کم رہ گئی لیکن کیلا کچھ دور تھا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہزار کوشش کی کہ کسی طرح تانی کیلے تک پہنچ جائے۔ مگر سب بے سود آ خر گھبرا کر میں نے رشتہ داروں کو آواز دی کہ دوڑ کر آؤ، دو انگلی کی وجہ سے میری تانی خراب ہو جائے گی اس پر آنکھ کھل گئی اور سمجھ آ گئی کہ چند منٹ آگے پیچھے روزہ رکھنے یا افطار کرنے کے متعلق میں جو کچھ بیان کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے متعلق آگاہ

کیا ہے۔ تو بعض باتیں بظاہر چھوٹی ہوتی ہیں لیکن بلحاظ نتائج نہایت اہم ہوتی ہیں۔ انہی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اوقات کے لحاظ سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں فرق کیا ہے؟ وہ دیر سے پڑھائی جاتی ہے اور یہ جلدی کیونکہ اس کے متعلق حکم ہے کہ نماز کے بعد قربانی کی جائے اور رسول کریم ﷺ کا اپنا دستور یہ تھا کہ آپ قربانی کے گوشت سے ہی کھانا شروع فرماتے۔ اس دن روزہ تو نہیں ہوتا لیکن نیم روزہ ضرور ہو جاتا تھا۔ آپ صبح کچھ نہیں کھاتے تھے اور پھر قربانی کے گوشت سے افطار کرتے تو عید الاضحیٰ کی نماز جلد ادا کی جاتی۔

(خطبات جلد دوم صفحہ 142 تا 143)

### فلاسفر صاحب کی تیز قدمی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دوست ہوا کرتے تھے۔ وہ میرے استاد بھی تھے۔ انہیں حساب میں بڑا ملکہ تھا۔ مگر ساتھ ہی ان کے دماغ میں بھی کچھ نقص تھا۔ انہیں یہ وہم ہو گیا تھا کہ محمدی بیگم والی پیشگوئی ان کے ذریعہ سے پوری ہوئی ہے اور اس وجہ سے وہ کئی ایسی حرکتیں کرتے رہتے تھے جو تکلیف دہ ہوا کرتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ بات کرتے وقت بعض دفعہ اپنی ران پر ہاتھ مارتے تھے۔ حدیثوں میں بھی پیشگوئی آئی ہے کہ مسیح موعود فخذ پر ہاتھ مار کر بات کرے گا۔ بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کبھی مجلس میں بات کرتے ہوئے ران کی طرف ہاتھ لانا تو انہوں نے جھٹ گود کر آگے آ جانا۔ لوگوں نے پوچھنا آپ کو کیا ہوا؟ وہ کہتے تمہیں معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درحقیقت مجھے اشارہ کیا تھا۔ اس طرح مجلس میں بہت بدمزگی پیدا ہو جاتی۔ ایک دفعہ تنگ آ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے کہہ دیا کہ آپ قادیان سے چلے جائیں۔ انہیں گوجنوں تھا مگر بہر حال عشق والا جنون تھا دشمنی والا جنون نہیں تھا۔ انہوں نے پہلے تو اڑنا شروع کیا کہ میں نہیں جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی کہ جب کوئی تحریر لکھتے نیچے ”خاکسار غلام احمد“ لکھا کرتے تھے۔ رقعہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے ذریعہ سے ہی بھجوایا تھا۔ میں نے انہیں رقعہ دیا تو کہنے لگے میں نہیں جانتا مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ کون ہوتا ہے میں اس حکم کی اطاعت کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں نے یہی بات حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جا کر کہہ دی۔ آپ نے قلم اٹھایا اور اپنے نام کے آگے مسیح موعود لکھ دیا۔ میں پھر وہ رقعہ لایا تو دیکھ کر کہنے لگے۔ اب تو بڑی مصیبت ہے اب تو قادیان سے جانا ہی پڑے گا چنانچہ وہ چل پڑے اس وقت ظہر کا وقت تھا۔ ظہر کے وقت وہ نکلے اور پیدل چل کر جالندھر گئے۔ جالندھر سے ہوشیار پور گئے۔ ہوشیار پور جا کر پھر قادیان واپس آئے۔ مگر قادیان کے قریب پہنچ کر پھر گھبراہٹ میں امرتسر یا لاہور چلے گئے اور تیسرے دن صبح ان سب مقامات کا چکر لگا کر قادیان واپس آگئے اور کہنے لگے آئندہ میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کیا جائے میں قادیان سے باہر نہیں رہ سکتا۔ غرض دو تین دن میں وہ قادیان سے جالندھر گئے جالندھر سے ہوشیار پور گئے۔ ہوشیار پور سے واپس آ کر پھر امرتسر یا لاہور گئے اور پھر واپس قادیان آگئے۔ گویا تقریباً دو تین سو میل کا سفر انہوں نے طے کر لیا۔ ان کی انہیں حرکتوں کی وجہ سے ایک دفعہ گورداسپور کے مقدمہ میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہیں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ روز مجھے دق کرتے ہیں ان کا کوئی انتظام کرنا چاہئے۔ چنانچہ وہ دوست جو ساتھ تھے انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ان سے کہا کہ قادیان سے ایک ضروری کتاب لانی ہے۔ آپ جائیں اور کتاب لے آئیں۔ گورداسپور سے قادیان سولہ میل کے قریب ہے۔ عشاء کے وقت وہ گئے اور رات کے بارہ بجے کتاب لے کر واپس آگئے۔ لوگوں نے تو یہ تدبیر اس لئے کی تھی کہ کسی طرح ان کو وہاں سے نکالیں مگر وہ راتوں رات پھر واپس پہنچ گئے۔ اس پر دوست پھر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ وہ ہنس کر کہنے لگے مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگوں نے مجھے کیوں بھجوا یا تھا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب میں کوئی شرارت نہیں کروں گا۔ غرض بیس میل سفر انہوں نے دو چار گھنٹوں میں کر لیا اور پھر یہ بھی نہیں کہ اس قدر سفر کے بعد وہ بارہ گھنٹے آرام کرتے ہوں۔ بلکہ جب بھی انہیں کسی اور کام کے لئے بھجوا یا جاتا فوراً تیار ہو جاتے تھے۔ تو دنیا میں بڑے بڑے تیز چلنے والے بھی پائے جاتے ہیں اور شدید ترین سست اور غافل بھی پائے جاتے ہیں۔ وہی بچہ جس کو دو قدم چلنے پر روٹی یا پھل یا فروٹ انعام کے طور پر دیا جاتا ہے۔ بعد میں ایک بڑا سیاح بن جاتا ہے اور دو تین سو میل دو چار دن میں پیدل سفر طے کر لیتا ہے اب غور کرو کہ اتنا تیز چلنے والا کون تھا؟ وہی تھا جو کل ایک قدم بھی انعام کے لالچ کے بغیر اٹھا سکتا تھا۔

## خوبصورتی کا پہچاننا آسان نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت خلیفہ اولؑ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ مرحوم کے درمیان آپس میں اسی بات پر بحث چھڑ گئی۔ حضرت خلیفہ اولؑ فرماتے کہ خوبصورتی کا پہچاننا آسان نہیں ہر شخص کی نگاہ حسن کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتی یہ صرف طبیب ہی پہچان سکتا ہے کہ کون خوبصورت ہے اور کون بدصورت۔ مگر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ کون سی مشکل بات ہے ہر آنکھ انسانی خوبصورتی کو پہچان سکتی ہے۔ حضرت خلیفہ اولؑ کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ بے شک ہر نگاہ حسن کو اپنے طور پر پہچان لیتی ہے مگر اس شناخت میں بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں اور طبیب ہی سمجھ سکتا ہے کہ کون واقعہ میں خوبصورت ہے اور کون محض اوپر سے خوبصورت نظر آ رہا ہے، اسی گفتگو میں حضرت خلیفہ اولؑ نے فرمایا۔ کیا آپ کے نزدیک یہاں کوئی مرد خوبصورت بھی ہے؟ انہوں نے ایک نوجوان کا نام لیا جو اتفاقاً اس وقت سامنے آ گیا تھا۔ کہنے لگے میرے خیال میں یہ خوبصورت ہے حضرت خلیفہ اولؑ نے فرمایا آپ کی نگاہ میں تو یہ خوبصورت ہے مگر دراصل اس کی ہڈیوں میں نقص ہے۔ پھر آپ نے اسے قریب بلایا اور فرمایا۔ میاں ذرا قمیص تو اٹھانا اس نے قمیص جو اٹھائی تو ٹیڑھی ہڈیوں کی ایسی بھیانک شکل نظر آئی کہ مولوی عبدالکریم صاحبؒ کہنے لگے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مجھے تو معلوم نہیں تھا کہ اس کے جسم کی بناوٹ میں یہ نقص ہے میں اس کا چہرہ دیکھ کر ہی اسے خوبصورت سمجھتا تھا۔ تو دراصل جسم میں بہت سے نقائص ہوتے ہیں۔ کئی لوگوں کے بدن پر گھنیر ہوتے ہیں کئی کی ہڈیاں ٹیڑھی ہوتی ہیں۔ بعض کے سینوں میں اتنا اتنا گڑھا ہوتا ہے کہ اس میں پاؤ بھر گوشت سما جائے اور جب کبھی وہ لوگوں کے سامنے کپڑے اتار کر نہانے لگیں یا کسی اور موقع پر انہیں قمیص اتارنی پڑے تو لوگوں پر ان کا عیب ظاہر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے لباس کو اتارا ہے اور اس کی یہ غرض مقرر کی ہے کہ یہ تمہارے عیبوں کو چھپاتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 154-155)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس سوال و جواب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جو دوست باہر سے آیا کرتے تھے، وہ

مشکل مسائل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کرتے اور اس طرح گفتگو کا موقع ملتا رہتا تھا اور بعض دوست تو عادتاً بھی سوال کر لیا کرتے اور جب بھی وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھتے کوئی نہ کوئی سوال پیش کر دیا کرتے۔ مجھے ان میں سے دو شخص جو اس کام کو خصوصیت سے کیا کرتے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ ایک میاں معراج دین صاحبؒ عمر جو آج کل قادیان میں ہی رہتے ہیں اور دوسرے میاں رجب الدین صاحبؒ جو خواجہ کمال الدین صاحب کے خسر تھے۔ مجھے یاد ہے مجلس میں بیٹھتے ہی یہ سوال کر دیا کرتے کہ حضور فلاں مسئلہ کس طرح ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مسئلہ پر تقریر شروع فرمادیتے۔ تو جو دوست باہر سے آتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اپنے مطالب پیش کرنے کے علاوہ مشکل مسائل دریافت کیا کریں تا کہ مجلس زیادہ سے زیادہ مفید ہو اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے۔

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 104)

## مجلس میں نہ آنے کو نفس کا بہانہ قرار دیا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں نہیں آتے تھے اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ مجھ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رعب اتنا زیادہ غالب ہے اور آپ کا ادب میرے دل میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ میں آپ کے سامنے بیٹھ نہیں سکتا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ایک دفعہ مجلس میں اس بات کے خلاف تقریر کی اور آپ نے فرمایا یہ نفس کا دھوکا ہے۔ چونکہ ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ میری مجلس میں نہ آنا ایک گناہ ہے اس لئے اس گناہ کے دکھ سے بچنے کے لئے انکے نفس نے یہ بہانا بنا لیا اور مجلس میں نہ آنے کا باعث انہوں نے ادب اور اعزاز اور رعب قرار دے دیا حالانکہ یہ نفس کی سستی اور غفلت کی علامت ہے۔ کیا دوسروں کے دلوں میں ادب اور اعزاز نہیں؟ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوری ایک مجلس اسی بات کے متعلق خرچ کی اور آپ نے مجلس میں نہ آنے کو نفس کا بہانہ قرار دیا۔ اسی طرح اس قسم کے لوگ یہ کہہ کر اپنے نفسوں کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے خدمتِ دین کے کاموں میں حصہ نہ لیا تو کیا ہوا ہم چندے سے سلسلہ کی زیادہ مدد کر رہے ہیں مگر یہ بھی ان کے نفسوں کا دھوکا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں اور بیعت کر چکے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ ان

کے لئے دین کا کام کرنا ضروری ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے۔ ان کے اپنے نفس کو اس دکھ اور تکلیف سے بچانے کے لئے (جو ضمیر کی لعنت و ملامت سے ہوتی ہے) یہ بہانہ تراش کر پیش کر دیتے ہیں کہ ہم چندے زیادہ دے رہے ہیں اور یہی دین کی خدمت ہے۔ چونکہ اس قسم کے لوگ دوسرے آدمیوں میں اپنی عزت قائم رکھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم جماعت کا صحیح اور کارآمد عضو ہیں اس لئے وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم زیادہ روپیہ کما کر زیادہ چندہ دیتے ہیں۔ حالانکہ دین کی خدمت کے لئے صرف دفتر کا وقت ہی ضروری نہیں۔

(خطبات محمود جلد 28 صفحہ 552-553)

### حضرت حکیم محمد حسین قریشیؒ صاحب کی خدمات

قریشی صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی صحابہ میں سے تھے اور ایسے مخلص تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ابتلاء سے انہیں بچا لیا جب پہلے پہل خلافت کا جھگڑا اٹھا تو خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے لاہور کی جماعت کو جمع کیا اور کہا کہ دیکھو سلسلہ کس طرح تباہ ہونے لگا ہے۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی خلافت کا زمانہ تھا جب میر محمد اسحاق صاحبؒ نے بعض سوالات لکھ کر دیئے تھے اور آپ نے جواب کے لئے وہ باہر کی جماعتوں کو بھجوا دیئے تھے اس وقت لاہور کی ساری کی ساری جماعت اس پر متفق ہو گئی تھی کہ دستخط کر کے حضرت خلیفہ اولؑ کو بھجوائے جائیں کہ خلافت کا یہ طریق احمدیہ جماعت میں نہیں بلکہ اصل ذمہ دار جماعت کی انجمن ہے۔ جب سب لوگ اس امر کی تصدیق کر رہے تھے۔ قریشی صاحب خاموش بیٹھے رہے۔ اور کہا کہ میں سب سے آخر میں اپنی رائے بتاؤں گا۔ آخر پران سے پوچھا گیا تو انہوں نے بڑے زور سے اس خیال کی تردید کی اور کہا کہ یہ گستاخی ہے کہ ہم خلیفہ کے اختیارات معین کریں۔ ہم نے ان کی بیعت کی ہے اس لئے ایسی باتیں جائز نہیں وہ آخری آدمی تھے۔ ان سے پہلے سب اپنی اپنی رائے ظاہر کر چکے تھے مگر ان کے اخلاص کا نتیجہ تھا کہ سب لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور خواجہ صاحب کے مؤید صرف وہ لوگ رہ گئے جو ان کے ساتھ خاص تعلقات رکھتے تھے۔ اسی طرح میری خلافت کے ابتدائی ایام میں بھی غیر مبائعین سے مقابلہ کرنے میں انہوں نے تندہی سے حصہ لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انہی کی معرفت لاہور سے سامان وغیرہ منگوایا کرتے تھے۔ حضور خط لکھ کر کسی آدمی کو دے دیتے جو اسے حکیم صاحب کے

پاس لے جاتا اور وہ سب اشیاء خرید کر دیتے گویا وہ لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایجنٹ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔ لاہور کی احمدیہ مسجد بھی انہی کا کارنامہ ہے دوسروں کا تو کیا کہنا میں خود بھی اس کا مخالف تھا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ یہ اتنا بڑا بوجھ ہے کہ جو لاہور کی جماعت سے اٹھایا نہ جاسکے گا۔ مگر انہوں نے پیچھے پڑ کر مجھ سے اجازت لی اور ایک بھاری رقم کے خرچ سے لاہور میں ایک مرکزی مسجد بنا دی۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 166-165)

### حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کی بیعت پر خوشی کا اظہار

اس وقت میں مرزا عزیز احمد صاحب کے نکاح کے اعلان کے لئے کھڑا ہوا ہوں جو کہ نصیرہ بیگم بنت میر محمد اسحاق صاحب سے قرار پایا ہے۔ مرزا عزیز احمد صاحب کو پچھلے عرصہ میں قادیان کم آتے رہے ہیں اور جب آتے بھی ہیں تو بہت کم لوگوں سے ملتے ہیں یہ نہیں کہ مجھ سے نہیں ملتے بلکہ باقی جماعت کے لوگوں سے سوائے چند اپنے احباب سے کم ملتے ہیں مگر ساری جماعت کے لوگ ان سے واقف ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہیں اور انہیں ایک فوقیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ جب ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب کو سلسلہ کے متعلق اظہار خیال کا موقع نہ ملا تھا اس وقت انہوں نے بیعت کی تھی۔ اگرچہ ان کی اس وقت کی بیعت میں اساتذہ کا بہت کچھ دخل تھا اور خود میرا بھی دخل تھا۔ میرے ذریعہ ہی ان کی بیعت کا پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا گیا تھا اور مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بیعت کے متعلق سن کر بہت خوش ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی والدہ سے بہت محبت تھی۔ جب خاندان میں بہت مخالفت تھی اور آنا جانا بھی بند تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے۔ عزیز احمد کی والدہ کئی بار آتی جاتی ہیں اور روتی رہتی ہیں کہ لوگوں نے خاندان میں یہاں تک تفرقہ ڈال دیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے مل بھی نہیں سکتے۔

دوسرا خاندان میر صاحب کا ہے جن سے ساری قادیان واقف ہے۔ واقف تو مرزا عزیز احمد صاحب سے بھی ہے مگر میں نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ وہ اس نقص کی اصلاح کر لیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ دوست اس نکاح کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں گے۔



میں پانچ ہزار روپیہ مہر پر اس نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔ (خطبات محمود جلد سوم صفحہ 271-272)

### بیعت حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؒ

غرض خدا تعالیٰ نے یہ ایک عجیب حیرت انگیز سلسلہ جاری کیا ہوا ہے جس کو سمجھنا انسانی عقل سے بالکل بالا ہے۔ آج جس لڑکے کا نکاح پڑھانے کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں وہ مجھ سے چھوٹے سے بھی چھوٹے بھائی کا لڑکا ہے اور جس لڑکی کا نکاح ہے وہ بھی بہر حال بڑی نہیں بلکہ اس سے بڑا ایک بھائی تھا جو فوت ہو چکا ہے۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ آ گیا ہے جبکہ کبھی ہم خطبہ پڑھنے والے نہ تھے۔ خطبہ سننے والے نہ تھے بلکہ خطبہ اگر سنتے تو سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔ مجھے یاد ہے۔ میں سکول کی طرف سے ایک دن آ رہا تھا۔ اس گلی میں سے گزر کر جس گلی میں سے گزر کر ہم مسجد میں آتے ہیں میرے سامنے قریباً میرا ہی ہم عمر ایک چھوٹا سا لڑکا گزر رہا تھا۔ میرے ساتھ اس وقت شیخ یعقوب علی صاحبؒ یا غالباً کوئی اور دوست تھے انہوں نے اس وقت اس لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میاں تیرا بھتیجا آ گیا ہے اس وقت کی عمر کے لحاظ سے بھتیجے کو نہ معلوم میں نے کیا سمجھا۔ مجھے یاد ہے۔ میں نے یہ الفاظ سنتے ہی ایک چھلانگ لگائی اور دوڑ کر گھر گیا۔ میرے لئے یہ فقرہ اس وقت ایسا ہی شرمناک تھا جیسے کسی کو کہہ دیا جائے کہ غلطی سے تم مجلس میں ننگے آ گئے ہو۔ میں بھی یہ فقرہ سنتے ہی دوڑ پڑا۔ انہوں نے کوشش کی کہ مجھے پکڑ کر ہم دونوں کو آپس میں ملا دیں۔ لیکن میں ان سے پکڑا نہیں گیا۔ کچھ دنوں کے بعد شیخ یعقوب علی صاحبؒ عرفانی اور غالباً قاضی امیر حسین صاحبؒ نے کوشش کر کے ہم دونوں کو اکٹھا کر دیا۔ اس وقت تک بوجہ اس اختلاف کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مرزا سلطان احمد صاحب میں تھا اور بوجہ اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرزا سلطان احمد صاحب سے ناراض رہتے تھے۔ ہم کبھی اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔ گھر اگرچہ ہمارے پاس پاس ہی تھے مگر مرزا سلطان احمد صاحب چونکہ باہر ملازم تھے اور ان کے بچے بھی باہر ان کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ اس لئے اپنے بھتیجے کو دیکھنے کا میرے لئے یہ پہلا موقع تھا۔ ان دونوں نے ہم کو اکٹھا کر دیا۔ اور پھر اس کے بعد بھی یہ دونوں ہم کو آپس میں ملاتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے میرے کانوں میں یہ بات ڈالنی شروع کی کہ اپنے ابا سے کہو کہ یہ بچہ بیعت کرنا چاہتا ہے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا ذکر کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

فرمایا۔ بچے نے کیا بیعت کرنی ہے۔ اس کو کیا پتہ کہ احمدیت کیا ہے اور ہم کس غرض کے لئے مبعوث ہوئے ہیں مگر یہ پھر بھی میرے پیچھے پڑے رہے اور مجھے کہتے رہے کہ جا کر کہو اس نے بیعت کرنی ہے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اجازت دی اور فرمایا اسے جا کر گھر میں لے آؤ۔ چنانچہ میں انہیں اپنے گھر لے گیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت کوئی تصنیف فرما رہے تھے۔ آپ نے اس بچے کو دیکھا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کوئی بات کی جو اس وقت مجھے یاد نہیں اور پھر ہم چلے آئے۔ اس کے یہ معنی تھے کہ گویا انہیں گھر میں آنے کا پاسپورٹ مل گیا۔ پھر میں بھی بڑا ہوا اور وہ بھی بڑے ہوئے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستی بیعت کر لی۔ پھر خدا کی قدرت وہ علی گڑھ گئے۔ 1907ء میں ایک سٹرائیک میں شریک ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر سخت ناراض ہوئے اور آپ نے بدر اور الحکم میں ان کے اخراج کا اعلان کر دیا۔ بعد میں ان کے ابا نے انہیں کہا کہ جاؤ اور معافی مانگو۔ چنانچہ انہوں نے معافی مانگی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں معاف کر دیا۔ (خطبات محمود جلد سوم صفحہ 506 تا 508)

### حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؒ اور علی گڑھ

علی گڑھ کالج کے منتظمین کے خلاف ایک مرتبہ لڑکوں نے مظاہرے کیے اور نعرے لگائے تو ہمارے بھتیجے مرزا عزیز احمدؒ بھی ان سے مل گئے۔ وہ اس وقت نوجوان تھے اور طالب علمی کی زندگی تھی۔ لڑکوں کو شکایت تھی کہ روٹی اچھی نہیں ملتی۔ اس لئے مظاہرے اور ہڑتال کرنے لگے اور مرزا عزیز احمد صاحبؒ بھی ان میں شامل ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فعل کو اس قدر ناپسند کیا کہ مرزا عزیز احمد صاحبؒ کو جماعت سے خارج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مرزا سلطان احمد صاحب کی مغفرت فرمائے۔ وہ گو اس وقت غیر احمدی تھے مگر جب سنا کہ مرزا عزیز احمد کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت سے خارج کر دیا ہے تو انہوں نے اپنے لڑکے سے کہا کہ میں تم سے خوش ہو کر تباہی بولوں گا جب تم پھر بیعت کر کے آؤ گے۔ خیر وہ ایک بچپن کا ابتلاء تھا جو جاتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھ دی۔ فراست دی اخلاص اور انہوں نے اپنی بہت سی اصلاح کر لی۔ تو اس قسم کے افعال سلسلہ کی روایات اور تعلیم کے بالکل خلاف ہیں اور ایک ایسے ہی فعل کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پوتے کو

جماعت سے خارج کر دیا تھا حالانکہ اس کا وہ فعل نظام سلسلہ کے خلاف نہ تھا بلکہ علی گڑھ کالج کے چند افسروں کے خلاف تھا۔ (خطبات محمود جلد 21 صفحہ 316-315)

### مولوی محمد حسین بٹالوی کے ذریعہ تبلیغ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دوست جو بہت بڑے شاعر تھے۔ لغت کی انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کی دو تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ریاست رام پوران کو اس کام کے لئے وظیفہ دیا کرتی تھی قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملے آپ نے ان سے پوچھا آپ کو ہمارے سلسلے کی طرف کیسے توجہ پیدا ہوئی؟ انہوں نے بڑی سادگی سے جواب دیا مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے ذریعہ سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کس طرح؟ انہوں نے عرض کیا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا رسالہ ”اشاعت السنۃ“ ہمارے ہاں آیا کرتا تھا میں یہ تو جانتا ہی تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بہت بڑی شہرت رکھنے والے اور سارے ہندوستان میں مشہور ہیں مگر ان کے رسالہ کو دیکھ کر بار بار میرے دل میں خیال آتا کہ اگر ان کے دل میں اسلام کا واقعی درد تھا تو انہیں چاہئے تھا کہ مدرسے جاری کرتے قرآن اور حدیث کے درس کا انتظام کرتے، لوگوں کو اسلامی احکام پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلاتے مگر انہیں یہ کیا ہو گیا ہے کہ سارے کام چھوڑ کر بس ایک بات کی طرف ہی متوجہ ہو گئے ہیں اور دن رات احمدیت کی مخالفت کرتے رہتے ہیں اس میں ضرور کوئی بات ہے۔ چنانچہ مجھے ان کی مخالفت سے تحقیق کا خیال پیدا ہوا اور میں نے کسی شخص سے اپنے اس شوق کا اظہار کیا اس نے مجھے ”درنہین“ پڑھنے کے لئے دی۔ میں نے اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں جب آپ کا کلام دیکھا تو میں نے کہا لو پہلا جھوٹ تو یہیں نکل آیا کہ کہا جاتا تھا مرزا صاحب رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتے ہیں حالانکہ جو عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے دل میں پایا جاتا ہے اس کی موجودہ زمانہ میں نظیر ہی نہیں ملتی۔ اس کے بعد میں نے مزید تحقیق کی اور آخر میں اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ احمدیت سچی ہے۔ اسی طرح ہر سال مجھے دس بیس خطوط ضرور ایسے آجاتے ہیں جن میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ جب ہم نے احمدیت کی مخالفت میں کتابیں پڑھیں تو ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہم جماعت احمدیہ کی کتابیں بھی پڑھ کر دیکھیں۔ چنانچہ ہم نے آپ

کی کتب کا مطالعہ کیا اور ہمیں معلوم ہوا کہ سچے عقائد وہی ہیں جو آپ کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ لوگوں کی طرف سے مخالفت میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ بالکل جھوٹ ہے اس لئے ہم آپ کی بیعت میں شامل ہوتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 145)

### مولوی محمد حسین بٹالوی سب سے بڑا معترف تھا

ایک فرانسیسی مصنف لکھتا ہے۔ میں نے بیسیوں کتابیں پڑھی ہیں جن میں لکھا ہے کہ محمد (ﷺ) جھوٹا ہے مگر میں ان کتابوں کو کیا کروں جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ محمد (ﷺ) ان لوگوں میں جو غریب، وحشی اور غیر تعلیم یافتہ ہیں ایک کچے مکان میں بیٹھا ہوا جو چھوٹا سا کمرہ ہے اور مسجد کے نام سے مشہور ہے اور جس کی چھت پر کھجور کی ٹہنیاں بغیر صاف کئے پڑی ہیں اور جب بارش ہوتی ہے تو اتنا پانی ٹپکتا ہے کہ سجدہ پانی میں کرنا پڑتا ہے، ایسے لوگوں میں جن میں سے کسی کے پاس بھی ساراٹن ڈھانکنے کے لئے کپڑا نہیں، یہ مشورہ کر رہا ہے کہ ساری دنیا کو کس طرح فتح کرنا چاہئے اور پھر ایسا کر کے بھی دکھا دیتا ہے۔ وہ مصنف کہتا ہے لاکھوں صفحات کے مقابلہ میں جب میں اس واقعہ کو دیکھتا ہوں تو سب باتیں حقیر معلوم ہوتی ہیں۔

اسی طرح جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کیا تھا اسی وقت امراء اور بادشاہ آپ کے ساتھ شامل ہو جاتے تو کیونکر ثابت ہوتا کہ آپ کو جو کامیابی حاصل ہوئی وہ خدا کا فعل تھا، وہ تو امراء اور بادشاہوں کا فعل سمجھا جاتا۔ مگر جب آپ نے دعویٰ کیا تو سب بھائی بند اور عزیز رشتہ دار آپ کے دشمن ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے بڑا دوست اور آپ کے علم اور معرفت کا سب سے بڑا معترف مولوی محمد حسین بٹالوی تھا اُس نے اعلان کر دیا کہ آپ کا دماغ بگڑ گیا ہے۔ میں نے اسے بڑھایا تھا، میں ہی اسے گراؤں گا۔ ساری دنیا کے علماء نے آپ کا مقابلہ کیا۔ عرب اور عجم سے آپ کے خلاف فتوے منگائے گئے مگر باوجود دنیا کی اس قدر مخالفت کے آپ اکیلے اٹھے اور کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ میرے ساتھ کوئی آدمی نہیں اور ساری دنیا میری دشمن بن گئی ہے مگر میں اُس آواز کو کیا کروں جو مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے سنائی دے رہی ہے کہ!

”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہیں کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔“

میں اُس آواز کا کس طرح انکار کر دوں۔ اُس وقت گورنمنٹ بھی آپ کی مخالف تھی اور تمام لوگ بھی دشمن تھے مگر نتیجہ کیا نکلا؟ وہ ایک طرف تھا اور ساری دُنیا دوسری طرف۔ مگر یہ اتنے لوگ اس کے شکار پکڑے ہوئے یہاں بیٹھے ہیں اور یہ تو اس جگہ کا نظارہ ہے باہر لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ نمبر 211)

### صبح کی نماز کے بعد استراحت فرمانا

صوفیاء میں یہ عام رواج رہا ہے کہ وہ صبح کی نماز کے بعد تھوڑی دیر کیلئے سو جایا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی یہی عادت تھی کہ آپ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد کچھ دیر تک استراحت فرماتے۔ (تفسیر کبیر جلد نمبر صفحہ 54)

### گول کمرہ پہلا مہمان خانہ

گول کمرہ..... جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ سے پہلے مہمانوں کے لئے اور اپنے آرام کے لئے بنوایا تھا۔ ہم چھوٹے چھوٹے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے اور اگر مجالس مسجد میں نہ فرماتے تو وہاں بیٹھتے۔ (الفضل 27 جولائی 1933ء جلد 21 نمبر 4 صفحہ 6)

### ہزاروں لوگ میرے دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں

ایسا عظیم الشان خزانہ جو کبھی ختم نہ ہو اور جس کا ملنا یقینی ہو اس کے لئے چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑ کر کوشش نہ کرنا کتنی بڑی نادانی تھی۔ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے سب کچھ چھین لیا اور اسی طرح صحابہؓ سے بھی چھین لیا مگر خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں انہوں نے کسی بات کی پرواہ نہ کی آخر خدا تعالیٰ نے ان کو سب کچھ دیا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی خدا تعالیٰ کے لئے سب کچھ چھوڑا اور باوجود اس کے کہ اپنے خاندان میں نصف حصہ کے مالک تھے آپ کی بھانج جنہیں خدا تعالیٰ نے بعد میں احمدی ہونے کی توفیق دی سمجھتی تھی کہ آپ مفت خورے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ دیا اس حالت کا نقشہ آپ نے اس طرح کھینچا ہے۔

لُفَاطًا الْمَوَائِدِ كَانَ أَكْلِي  
وَصِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَمَ الْأَهَالِي

کہ ایک زمانہ تھا جب میں دوسروں کے ٹکڑوں پر بسر اوقات کرتا تھا مگر اب خدا نے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ ہزاروں لوگ میرے دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اس کے لئے سب کچھ چھوڑتا ہے اسے وہ ضائع نہیں کرتا۔ پس کسی نقصان یا خوف کی وجہ سے تقویٰ کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 314، 313)

### ابتدائی عمر سے ہی کمزور صحت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحت شروع سے ہی اتنی کمزور تھی کہ بعض دفعہ بیماری کے حملوں کے وقت ارد گرد بیٹھنے والوں نے سمجھا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے آپ کہتے ہیں وہ زمانہ آنے والا ہے جب ماموریت کا دعویٰ کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ لوگ مخالفت کریں گے یہ بات بھی ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔

(حضرت مسیح موعود کے کارنامے۔ انوار العلوم جلد 10 صفحہ 120)

### ورزش صحت کیلئے ضروری ہے

پس خدام الاحمدیہ کا فرض ہے کہ اس قسم کی آوارگیوں کو خواہ وہ دماغی ہوں یا جسمانی روکیں اور دُور کریں۔ کھیلنا آوارگی میں داخل نہیں۔ ایک دفعہ مجھے رویا میں بتایا گیا ایک شخص نے خواب میں ہی مجھے کہا کہ فلاں شخص ورزش کر کے وقت ضائع کرتا ہے اور میں رویا میں ہی اسے جواب دیتا ہوں کہ یہ وقت کا ضیاع نہیں۔ جب کوئی اپنے قویٰ کا خیال نہیں رکھتا تو دینی خدمات میں پوری طرح حصّہ نہیں لے سکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے سبق دیا تھا کیونکہ مجھے ورزش کا خیال نہیں تھا تو ورزش بھی کام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مونگھریاں اور منگدر پھیرا کرتے تھے۔ بلکہ وفات سے سال دو سال قبل مجھے فرمایا کہ کہیں سے مونگھریاں تلاش کرو جسم میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے کسی سے لا کر دیں اور آپ کچھ دن انہیں پھیلاتے رہے بلکہ مجھے بھی بتاتے تھے کہ اس رنگ میں اگر پھیری جائیں تو زیادہ مفید ہیں۔ پس

ورزش انسان کے کاموں کا حصہ ہے۔ ہاں گلیوں میں بے کار پھرنا، بے کار بیٹھے باتیں کرنا اور بحثیں کرنا آوارگی ہے اور ان کا انسداد خدام الاحمدیہ کا فرض ہے۔ اگر تم لوگ دُنیا کو وعظ کرتے پھر لو لیکن احمدی بچے آوارہ پھرتے رہیں تو تمہاری سب کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ پس تمہارا فرض ہے کہ ان باتوں کو روکو، دکانوں پر بیٹھ کر وقت ضائع کرنے والوں کو منع کرو اور کوئی نہ مانے تو اُس کے ماں باپ، اُستادوں کو اور محلّہ کے افسروں کو رپورٹ کرو کہ فلاں شخص آوارہ پھرتا یا فارغ بیٹھ کر وقت ضائع کرتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 76)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خوراک

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہم نے دیکھا ہے۔ آپ کا یہ طریق تھا کہ جب آپ روٹی کھاتے تو روٹی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا توڑ کر اپنے منہ میں ڈال لیتے اور اس وقت تک کہ دانت اس کو چبا سکیں اچھی طرح چباتے رہتے۔ آپ کی عادت بڑا لقمہ لینے کی نہیں تھی بلکہ آپ ہمیشہ چھوٹا لقمہ لیتے اور جہاں اس پہلے لقمہ کو دیر تک چباتے رہتے وہاں روٹی کا ایک اور ٹکڑا لے کر اپنے ہاتھ میں ملتے چلے جاتے اور ساتھ ہی سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہتے جاتے کچھ دیر کے بعد اس میں سے کوئی ٹکڑا سالن لگا کر منہ میں ڈال لیتے اور روٹی کے باقی ٹکڑے دسترخوان پر پڑے رہتے دیکھنے والے بعض دفعہ کہا کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام روٹی کے ٹکڑوں میں سے حلال اور حرام ڈرے الگ الگ کرتے ہیں اور چونکہ روٹی کے بہت سے ٹکڑے آپ کے دسترخوان پر جمع ہو جاتے تھے اس لئے جب آپ کھانے سے فارغ ہو جاتے تو لوگ تبرک کے طور پر ان ٹکڑوں کو آپس میں تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 19)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کم خوراک تھے

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن ایک انتڑی سے کھاتا ہے تو کافر دس انتڑیوں سے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی غذا بہت کم تھی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے آپ بمشکل ایک پُھلکا کھاتے تھے۔ یہ نہیں کہ بھوکے رہ کر ایسا کرتے تھے بلکہ آہستہ آہستہ رغبت سے استغناء پیدا ہوتے ہوتے یہ عادت ہو گئی تھی اور توجہ اور خیالات کی رو کے اس طرف

سے ہٹ جانے سے آہستہ آہستہ کھانا بہت قلیل رہ گیا تھا۔

(خطبات محمود جلد 12 صفحہ 275)

## عربی ام اللسنہ

قرآن کریم تو ایک بہت بڑی چیز ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا آخری کلام ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن کریم نازل ہوا ہے خاتم النبیین اور سبب وُلْدِ آدَمِ ہیں لیکن عام باتوں میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بعض دفعہ ایسا تصرف کرتا ہے کہ اعتراض کرنے والے کو فوراً پکڑ لیتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عیسائی آیا اور اس نے کہا کہ آپ تو کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی زبان ام اللسنہ ہے۔ حالانکہ میکس مولر وغیرہ نے لکھا ہے کہ جو زبان ام اللسنہ ہوتی ہے وہ مختصر ہوتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ لوگ اس کو پھیلا دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم تو میکس مولر کے اس فارمولا کو نہیں مانتے کہ ام اللسنہ مختصر ہوتی ہے۔ مگر چلو بحث کو کوتاہ کرنے کے لئے ہم اس فارمولا کو مان لیتے ہیں اور عربی زبان کو دیکھتے ہیں کہ آیا وہ اس معیار پر پوری اترتی ہے یا نہیں۔ اس شخص نے یہ بھی کہا تھا کہ انگریزی زبان عربی زبان کے مقابلہ میں نہایت اعلیٰ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انگریزی نہیں جانتے تھے لیکن آپ نے فرمایا اچھا آپ بتائیں کہ انگریزی میں ”میرے پانی“ کو کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا ”مائی واٹر“۔ آپ نے فرمایا عربی زبان میں تو صرف ”مائی“ کہنے سے ہی یہ مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ مائی واٹر زیادہ مختصر ہے یا مائی۔ اب اگرچہ آپ انگریزی نہیں جانتے تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کی زبان پر ایسے الفاظ جاری فرمادیئے کہ معترض آپ ہی پھنس گیا اور وہ سخت شرمندہ اور لاجواب ہو گیا اور کہنے لگا کہ پھر تو عربی زبان ہی مختصر ہوئی۔ یہی حال قرآن کریم کا ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ آپ کو دشمنوں کے حملوں سے بچائے گا۔ یعنی ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کرتا رہے گا۔ جو قرآن کریم کو پڑھنے والے ہوں گے۔ اس سے سچا عشق رکھتے ہوں گے اور اس کی تفسیر کرنے والے ہوں گے۔ وہ دشمنوں کو ان کے حملوں کا ایسا جواب دیں گے کہ ان کا منہ بند ہو جائے گا۔ دوسرے اس نے قرآن کریم کے اندر ایسا مادہ رکھ دیا ہے کہ معترض جو بھی اعتراض کریں۔ اس کا جواب اس کے اندر موجود ہوتا ہے۔ گویا آپ کی حفاظت کے دو طریق ہیں۔ ایک انٹرنل (Internal) یعنی اندرونی ذریعہ ہے اور خود قرآن کریم میں یہ خصوصیت رکھ دی گئی ہے کہ اگر اُس کی کسی آیت پر اعتراض ہو تو دوسری آیات اس



اعتراض کو رد کر دیتی ہیں۔ اور دوسرا ذریعہ ایکسٹرنل (External) ہے۔ یعنی ایسے مومن پیدا ہوتے رہیں گے جو دشمنوں کے اعتراضات کو رد کرتے رہیں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ بیرونی اور اندرونی دونوں ذرائع سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

پھر فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ وہ کفار کو کامیابی کے مقام پر نہیں پہنچنے دیتا۔ وہ کسی طرح بھی حملہ کریں نتیجہ یہی ہوگا کہ یا تو خدا تعالیٰ اُن پر عذاب نازل کر کے انہیں تباہ کر دے گا یا مومنوں کو کھڑا کر دے گا جو اُن کے حملوں کا جواب دیں گے اور یا پھر وہ قرآن کریم میں پہلے سے ہی ایسا جواب رکھ دے گا جو دشمن کو جھوٹا ثابت کر دے گا۔ بہر حال کوئی ذریعہ بھی ہو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

(الفضل 22 نومبر 1956ء جلد 10/45 نمبر 274 صفحہ 2-3)

## قرآن میں ساری اخلاقی اور روحانی ضروریات موجود ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ قرآن نے دعویٰ کیا اور چیلنج دیا ہے کہ اس میں ساری اخلاقی اور روحانی ضروریات موجود ہیں۔ لیکن اگر اس کا کوئی حصہ غائب ہوا ہوتا تو ضرورت تھا کہ بعض ضروری اخلاقی یا روحانی امور کے متعلق اس میں کوئی ارشاد نہ ملتا لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس میں ہر ضرورت روحانی کا علاج موجود ہے اور اگر یہ سمجھا جائے کہ قرآن کریم کے ایک حصہ کے غائب ہو جانے کے باوجود اس کے مطالب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ تو پھر تو جن لوگوں نے اس میں کمی کی ہے وہ حق بجانب تھے کہ انہوں نے ایسے لغو حصہ کو نکال دیا جس کی موجودگی نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ قرآن کریم کے حُسن میں کمی کر رہی تھی۔ اگر وہ موجود رہتا تو لوگ اعتراض کرتے کہ اس حصہ کا کیا فائدہ ہے اور اسے قرآن کریم میں کیوں رکھا گیا ہے۔ مجھے اس عقیدہ پر ایک واقعہ یاد آ گیا۔ میں چھوٹا سا تھا کہ ایک دن آدھی رات کے وقت کچھ شور ہوا اور لوگ جاگ پڑے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک آدمی کو بھیجا کہ جا کر دیکھو کیا بات ہے۔ وہ ہنستا ہوا واپس آیا اور بتایا کہ ایک دانی بچہ جنا کر واپس آ رہی تھی کہ نانک فقیر اُسے مل گیا اور اُس نے اُس کو مارنا شروع کر دیا۔ اُس نے چیخنا چلانا شروع کیا اور لوگ جمع ہو گئے۔ جب انہوں نے نانک سے پوچھا کہ تو اسے کیوں مار رہا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ یہ میرے سرّین کاٹ کر لے آئی ہے اس لئے اسے مار رہا ہوں۔ لوگوں نے اُسے کہا کہ

تیرے سرّین تو سلامت ہیں انہیں تو کسی نے نہیں کاٹا۔ تو حیران ہو کر کہنے لگا۔ اچھا! اور دانی کو چھوڑ کر چلا گیا۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو قرآن کریم میں تغیر کے قائل ہیں۔ وہ غور نہیں کرتے کہ قرآن کریم آج بھی ایک مکمل کتاب ہے اگر اس کا کوئی حصہ غائب ہو گیا ہوتا تو اس کے کمال میں نقص آجاتا۔ (حضرت مسیح موعود کے کارنامے، انوار العلوم جلد 10 صفحہ 146)

### دشمن کے اعتراضات کے جواب دینا

سر سید احمد خاں صاحب نے بھی اپنے زمانہ میں عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کر دیا۔ جنہوں نے اتنے لمبے عرصے تک دشمن کا مقابلہ کیا کہ آپ کی وفات پر دشمنوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ آپ نے اسلام کا دفاع ایسے شاندار رنگ میں کیا ہے کہ آپ سے پہلے اور کسی مسلمان عالم نے اس طرح اسلام کا دفاع نہیں کیا۔ یہ ”وَ اللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ“ (المائدہ: 68) کا ہی کرشمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ تھا کہ اس نے آپ کو بہر حال بچانا ہے۔ جب دشمن نے تلوار سے حملہ کیا ہے تو اس نے اس کی تلوار کو کند کر دیا اور جب اس نے تاریخ سے حملہ کیا تو خدا تعالیٰ نے ایسے مسلمان کھڑے کر دیئے۔ جنہوں نے تاریخی کتب کی چھان بین کر کے دشمن کے اعتراضات کو رد کر دیا اور خود مخالفین کے بزرگوں کی تاریخیں کھول کر بتایا کہ وہ جو اعتراضات اسلام پر کر رہے ہیں۔ وہ ان کے اپنے مذہب پر بھی پڑتے ہیں اور جو حصہ قرآن کریم اور احادیث سے تعلق رکھتا تھا۔ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف کر دیا۔ ان دنوں بھی اسلام کے خلاف بمبئی سے ایک کتاب ”مذہبی رہنما“ شائع ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا ہوا۔

(الفضل 22/ نومبر 1956ء جلد 10/45 نمبر 274 صفحہ 4)

### خدا تعالیٰ مذاق نہیں کرتا

لوگ نئے مسائل مذہب میں داخل کر رہے ہیں اور انہیں یہ بھی محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کتنی شرم کی بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دوست مہرنبی بخش صاحب تھے۔ وہ بٹالہ کے رہنے والے تھے بعد میں احمدی ہوئے اور نہایت مخلص احمدی

ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ مسئلہ نکالا کہ عربی زبان امّ اللسانہ ہے یعنی سب زبانیں اسی سے نکلی ہیں۔ مہر نبی بخش صاحب نے اس مسئلہ کو لے لیا اور اسی کام میں مشغول ہو گئے کہ ہم لفظ کا عربی زبان سے نکلا ہوا ہونا ثابت کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو لغت کے واقف تھے صرف و نحو کے واقف تھے۔ زبان کے واقف تھے۔ آپ جو مسئلہ نکالتے تھے علم کی بنا پر نکالتے تھے۔ جب آپ نے یہ کہا تھا کہ سب کچھ قرآن کریم میں موجود ہے تو اس سے آپ کی یہ مراد تو نہیں تھی کہ قرآن کریم میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ بڑھی کا کام کس طرح کیا جائے یا اس میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ کھتی باڑی کے کیا اصول ہیں۔ سب کچھ سے مراد یہ تھا کہ تمام ضروریات دینیہ قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن مہر نبی بخش صاحب نے خیال کر لیا کہ سب کچھ قرآن کریم میں موجود ہے۔ چنانچہ کسی نے ان سے کہہ دیا کہ آلو اور مرچوں کا قرآن کریم میں کہاں ذکر ہے۔ وہ کہنے لگے۔ اللؤلؤ والمرجان (جس کے معنی موتی اور مونگا کے ہیں) آلو اور مرچیں ہی ہیں اور کیا ہے۔ پس ایک طرف تو اتنا اندھیر ہے کہ بعض کے نزدیک خدا تعالیٰ کے قول کی طرح فقہاء کا قول بھی نہیں بدلتا اور دوسری طرف لوگ تغیر و تبدل کرتے رہتے ہیں۔ تو اندھیر مچا دیتے ہیں کوئی اصول اور قاعدہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ اصل طریق وسطیٰ ہے۔ انسان کو تغیر قبول کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ لیکن تغیر پیدا کرنا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جب چاہتا ہے تغیر پیدا کرتا ہے اور جب وہ تغیر پیدا کرتا تو دنیا اسے تغیر پیدا کرنے سے روک نہیں سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک شخص قادیان آیا وہ مخلص احمدی تھا۔ اس نے کہا اگر حضرت مرزا صاحب کو کہا جاتا ہے کہ آپ ابراہیمؑ ہیں، نوحؑ ہیں، موسیٰؑ ہیں، عیسیٰؑ ہیں، محمدؐ ہیں۔ تو مجھے بھی خدا تعالیٰ ہر وقت ہی کہتا ہے کہ تو محمدؐ ہے۔ لوگ اسے سمجھانے لگے۔ تو اس نے کہا خدا تعالیٰ کی آواز مجھے آتی ہے وہ خود مجھے کہتا ہے کہ تو محمدؐ ہے۔ تمہاری دلیلیں مجھ پر کیا اثر کر سکتی ہیں۔ جب لوگ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے تو انہوں نے خیال کیا کہ بہتر ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خلیفہ اولؑ سے درخواست کی کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کر کے وقت لے دیں۔ حضرت خلیفہ اولؑ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا اور آپ نے فرمایا اچھا اس شخص کو بلا لو۔ چنانچہ وہ شخص حضور کی خدمت میں لایا گیا اور اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ مجھے ہر وقت یہ کہتا ہے کہ

تم محمد ہو۔ آپ نے فرمایا مجھے تو خدا تعالیٰ ہر وقت یہ نہیں کہتا۔ میں ابراہیم ہوں۔ موسیٰ ہوں۔ عیسیٰ ہوں۔ لیکن جب وہ کہتا ہے کہ تم عیسیٰ ہو تو وہ عیسیٰ والی صفات بھی مجھے دیتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ تم موسیٰ ہو تو موسیٰ والے نشانات بھی مجھے دیتا ہے۔ اگر وہ آپ کو ہر وقت محمد کہتا ہے تو کیا وہ آپ کو قرآن کریم کے معارف لطائف اور حقائق بھی دیتا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا دیتا تو کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا دیکھو سچے اور جھوٹے میں یہی فرق ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص سچے طور پر کسی کو مہمان بناتا ہے تو وہ اسے کھانے کو دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی کسی سے مذاق کرتا ہے تو وہ یونہی کسی کو بلا کر اس کے سامنے خالی برتن رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے یہ پلاؤ ہے یہ زردہ ہے۔ خدا تعالیٰ مذاق نہیں کرتا۔ شیطان مذاق کرتا ہے۔ اگر آپ کو محمد کہا جاتا ہے اور پھر قرآن کریم کے معارف لطائف اور حقائق نہیں دیئے جاتے۔ تو ایسا کہنے والا شیطان ہے۔ خدا نہیں۔ خدا تعالیٰ اگر کچھ کہتا ہے تو وہ اس کے مطابق چیز بھی انسان کے آگے رکھ دیتا ہے۔ اگر آپ کے سامنے کوئی چیز نہیں رکھی جاتی تو آپ یقین کر لیں کہ آپ کو محمد کہنے والا خدا نہیں شیطان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تغیر خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا تو لوگوں کی توجہ آپ ہی آپ، آپ کی طرف ہو گئی۔ یہ نہیں ہوا کہ کسی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنا ہو اور اس نے آپ کو کوئی اہمیت نہ دی ہو۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت بھی بتا رہی ہے کہ لوگ آپ کو اہمیت دیتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کو اپنے اندر استقلال پیدا کرنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں ایک عظیم الشان روحانی تغیر کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور عظیم الشان تغیر دلوں کی اصلاح سے ہی ہو سکتا ہے بیرونی اصلاح سے نہیں۔

(الفضل 2 فروری 1961ء جلد 50/15 نمبر 27 صفحہ 3-4)

## عربی زبان میں موسیقی پائی جاتی ہے

یہ عربی زبان کی ایک خوبی ہے کہ اس میں ایک موسیقی پائی جاتی ہے اور کسی زبان میں یہ بات نہیں اور عربی کی اس خوبی کا بہترین نمونہ قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ دنیا کی کوئی اور ایسی کتاب نہیں جس کی نثر تریل کے ساتھ پڑھی جاسکے جس طرح کہ قرآن کریم پڑھا جاسکتا ہے۔ اردو، انگریزی یا کسی اور زبان کی کوئی اور ایسی کتاب نہیں جس کی عبارت اس طرح پڑھی جاسکے جس طرح ہم تریل کے ساتھ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پڑھتے ہیں۔ اس کی

بجائے اگر انگریزی کی یہ عبارت ہم ترتیل کے ساتھ پڑھیں I will go there تو وہ اس قدر مضحکہ خیز ہو جائے گی کہ ہر سننے والا ہنس پڑے گا مگر عربی کے الفاظ ایسے ہیں کہ ان کا اتار چڑھاؤ بالکل نظم کا سا ہوتا ہے۔ اس کی حرکات اپنے اندر خصوصیات رکھتی ہیں اور جب تک ان کی اتباع نہ کریں یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا منہ چڑا رہے ہیں۔ اکسنت (ACCENT) پر جتنا زور عربی نے دیا ہے اور کسی زبان نے نہیں دیا۔ ہر لفظ کی اس کے اتار چڑھاؤ سے اچھی یا بری شکل بن جاتی ہے اور ان کی کمی بیشی سے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً ل کے معنی ضرور کے ہیں۔ لیکن اگر ذرا سا لمبا کر دیں اور لا کہیں تو اس کے معنی ”نہیں“ ہوں گے۔ تو حرکت کے ذرا چھوٹا بڑا کر دینے سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں یَتَّقُونَ اور یَتَّقُونَ کے الفاظ آتے ہیں۔ اور یَتَّقُونَ کے معنی ہیں وہ ڈرتے ہیں اور یَتَّقُونَ کے معنی ہو جائیں گے وہ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ تو زبر اور زیر کے فرق سے معنوں میں بہت سا فرق پڑ جائے گا۔

(خطبات محمود جلد 21 صفحہ 38-39)

## خدا تعالیٰ کی برکات کا نزول

دنیا کو جو چیز نظر آتی ہے وہ تمہارے اعمال ہیں۔ اگر تم میں دیانت نہیں پائی جاتی، کسی کی چیز کو واپس دینے میں تم بہانے بناتے ہو، کسی کو سودا دینے لگتے ہو تو کم تول کر دیتے ہو۔ تو تمہیں ہر شخص دیکھتا ہے اور تمہارے متعلق فیصلہ کرتا ہے کہ تمہارے اندرون کی کیا حالت ہے۔ دنیا کے لیے تم کس حد تک مفید ہو یا مضر ہو۔ آخر دو ہی صورتیں ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ سارا جھگڑا پیٹ کا ہے۔ اگر روٹی مل جائے تو سب کچھ ہے۔ مثلاً کمیونسٹ ہیں انہوں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ہماری اصل غرض پیٹ کا بھرنا ہے۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ خدا ہے، نبی ہے یا کوئی کتاب ہے۔ ان کے نزدیک عقائد، خوبصورت نظریات کے سوا اور کچھ نہیں۔ ان کے نزدیک یہ سب فضول باتیں ہیں۔ وہ محنت کر کے دو پیسے کمالیتے ہیں اور پیٹ بھر لیتے ہیں۔ یہی ان کی سب سے بڑی غرض ہے۔ دوسرے لوگ جو مذہب کو حقیقت دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ ہے تو ہمیں اُس نے کیا دیا ہے۔ بے شک ہمیں خدا تعالیٰ کی ہستی کی ضرورت ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ

موجود ہے تو اس نے ہمیں کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ ہم نے دوسروں سے لڑائیاں کیں، چند عقائد بنائے اور دوسروں سے جھگڑے مول لئے لیکن اس کا فائدہ کچھ بھی نہ ہوا۔ وہی دھوکا بازی، لڑائیاں، بغض، کینے، مار دھاڑ، فریب اور فساد دُنیا میں موجود ہیں۔ پھر ہمیں خدا تعالیٰ کا کیا فائدہ۔ اگر خدا ہوتا تو ہماری ان باتوں کا کوئی نتیجہ نکلتا۔ ٹھنڈے پانی کے قطرے سے جسم ٹھنڈا جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ پر ایمان لانے سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اگر کسی کو کھوٹا پیسہ بھی مل جائے تو وہ اُس سے بھی ایک چھٹانک چنے خرید لیتا ہے لیکن خدا پر ایمان لانے سے اتنا فائدہ بھی لوگوں کو حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک شخص تھا۔ اُس کے دماغ میں کوئی نقص پیدا ہو گیا تھا۔ انسان جس قوم سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ پاگل ہو جائے تو وہ اُسی قوم کی باتوں کی سی باتیں سوچتا ہے۔ مثلاً جس قوم میں الہام پر زور ہو اُس کا فرد پاگل ہونے پر الہامی باتیں ہی سوچتا ہے۔ احمدیہ جماعت میں میں نے دیکھا ہے کہ جس کسی کا دماغ خراب ہو جاتا ہے وہ نبی اور ولی بن جاتا ہے۔ ہمارے مدرسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے زمانہ میں ایک چپڑا سی تھا جس کا نام محمد بخش تھا۔ اس کے دماغ میں نقص پیدا ہوا تو اس نے کہنا شروع کر دیا کہ مجھے الہام ہوتا ہے۔ اس نے سکول کے لڑکوں سے کہا کہ مجھے مان لو۔ لڑکوں نے جواب دیا کہ ہم تمہیں کیوں مان لیں؟ وہ کہنے لگا تم نے مرزا صاحب کو بھی مانا ہے مجھے بھی مان لو۔ بعض لڑکوں نے کہا ہم نے مرزا صاحب کو اس لیے مانا ہے کہ آپ کے بعض نشانات دیکھے ہیں۔ اُس نے کہا میرے پاس بھی نشانات ہیں لڑکے باریکیاں نہیں سمجھتے۔ ایک لڑکے نے کہا مرزا صاحب انگریزی نہیں جانتے لیکن آپ کو انگریزی میں الہامات ہوتے ہیں۔ اس نے کہا مجھے بھی انگریزی میں الہام ہوتے ہیں۔ حالانکہ میں انگریزی نہیں جانتا۔ لڑکوں نے کہا اچھا کوئی الہام سناؤ۔ اس پر اُس نے کہا مجھے الہام ہوا ہے "آئی وَٹ وَٹ" (I what what) اُس نے "آئی" (I) اور "وَٹ" (What) کے الفاظ سنے تھے۔ لیکن اُسے یہ پتا نہیں تھا کہ ان الفاظ کے معنی کیا ہیں۔ لڑکوں نے اُس کا نام ہی آئی وَٹ وَٹ رکھ دیا۔ پس قدرتی طور پر ہر ایک شخص یہ سوچتا ہے کہ اگر ہمیں خدا ملا ہے تو ہمیں کیا فائدہ پہنچا ہے۔ وہ شخص پاگل تھا اُس نے کہا مجھے خدا مل گیا ہے۔ لیکن ایک بچے کو بھی اتنی عقل ہوتی ہے کہ اگر خدا ملے تو اُس سے کچھ فائدہ ہونا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک احمدی تھا وہ پاگل ہو گیا اُس نے صوفیاء کی باتیں سنی ہوئی تھیں۔ اس لیے جب اُس کا دماغ خراب ہوا تو اُس نے یہی باتیں کہنی شروع کر دیں کہ میں نبی ہوں، ولی ہوں، میں عرش پر نمازیں پڑھتا ہوں۔ وہ قادیان آ گیا تھا۔ اُس کے دماغ پر یہ اثر تھا کہ وہ بڑا آدمی بن گیا ہے۔ خدا تعالیٰ اُسے موسیٰ اور عیسیٰ کہتا ہے اس لیے وہ مسجد میں نہیں آتا تھا۔ مہمان خانہ میں ہی رہتا تھا۔ لوگوں نے اُسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ شخص بیمار ہو گیا ہے اور کہتا ہے خدا تعالیٰ مجھے کہتا ہے کہ تُو محمد بن گیا ہے، تُو موسیٰ بن گیا ہے، تُو عیسیٰ بن گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میاں! اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہیں الہام ہوتا ہے کہ تم محمد بن گئے ہو تو کیا وہ محمد بیت والی برکات بھی تمہیں دیتا ہے؟ یا جب وہ کہتا ہے کہ تم موسیٰ بن گئے ہو یا عیسیٰ بن گئے ہو تو جو باتیں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو ملی تھیں خدا تعالیٰ وہ باتیں تمہیں بھی دیتا ہے؟ وہ کہنے لگا خدا تعالیٰ دیتا تو کچھ نہیں صرف یہ کہتا ہے کہ تم محمد بن گئے ہو، تم موسیٰ بن گئے ہو، تم عیسیٰ بن گئے ہو۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے جو تمہیں ایسی باتیں کہتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی کو محمدؐ کہتا ہے تو وہ محمد ﷺ کی برکات بھی اُسے دیتا ہے۔ وہ اگر کسی کو موسیٰ اور عیسیٰ کہتا ہے تو موسیٰ اور عیسیٰ والی برکات بھی اُسے دیتا ہے۔

(المصلح 12 جولائی 1953ء جلد 6 نمبر 88 صفحہ 3-4)

## تکالیف کے وقت جھوٹے مدعی نبوت پیدا نہیں ہوتے

اللہ تعالیٰ کے قوانین بہت سے ہیں جو اس نے جاری فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب اس کی بارش نازل ہوتی ہے تو جہاں دانے اگتے ہیں، پھل اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، درخت بڑھتے اور کھیتیاں لہلہاتی ہیں جن سے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں، وہاں قسم قسم کی گندی روئیدگیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک میں ایک ایسی ہی روئیدگی بکثرت ہوتی ہے جسے پنجابی میں ”پد بہیرا“ کہتے ہیں۔ یہ اتنی جلدی پیدا ہو جاتا ہے کہ رات کو جس جگہ کچھ بھی نظر نہیں آتا بارش کے بعد دن چڑھنے تک وہاں بیسیوں ”پد بہیرے“ پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ بالعموم زوڑیوں یعنی میلے کے ڈھیروں پر اگتے ہیں۔ تو جہاں بارش کے بعد اچھی چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہاں گندی بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔

یہی قانون خدا تعالیٰ کا روحانی بارش کے متعلق ہے۔ جب انبیاء آتے ہیں تو ان کی بعثت کے ساتھ کئی کمزور طبیعت کے لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید محض دعویٰ کر دینے سے ہی انسان اپنی بات منواسکتا اور کامیاب ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ دانستہ اور بعض دفعہ نادانستہ طور پر ان مخفی خیالات کے ماتحت اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد قریب کے زمانہ میں ہی چھ سات مدعیان نبوت پیدا ہو گئے۔ جب تک تو آفات و مصائب کا زمانہ تھا اور مشکلات درپیش تھیں اس وقت تک کوئی مدعی نبوت نہ تھا۔ جب تک آپ مکہ میں تھے اور یہ نظارہ دکھائی دیتا تھا کہ مسلمانوں کو ماریں پڑ رہی ہیں، بایکٹا ہو رہے ہیں، گھر سے بے گھر کئے جاتے ہیں کوئی مدعی نبوت پیدا نہیں ہوا کیونکہ ان حالات میں دماغ میں یہ حسرت ہی پیدا نہیں ہو سکتی تھی کہ ہم بھی ایسے دعوے سے عزت حاصل کریں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے فتوحات حاصل ہوئیں، اسلام کو غلبہ عطا ہوا تو لالچی طبائع نے جھوٹ بنا کر یا اپنے گندے خیالات سے متاثر ہو کر یہ خیال کیا کہ ترقیات کی یہ آسان راہ ہے اور یہ بات ہی دراصل ایک بہت بڑا ثبوت ہوتا ہے اس بات کا کہ یہ مدعی یا تو بناوٹ سے کام لیتے اور جھوٹ بولتے ہیں اور یا اپنے لالچ اور حرص کے خیالات سے متاثر ہوتے ہیں اور انہی خیالات کے زیر اثر ان کو ایسے الہام بھی ہو جاتے ہیں۔ تکلیف کے زمانہ میں کسی ایسے مدعی کا نہ ہونا ان کے باطل پر ہونے کا زبردست ثبوت ہے۔

مکہ کے زمانہ میں کوئی ایسا مدعی نہ تھا اور کوئی اس زندگی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ ماریں کھائے، گھر سے نکالا جائے وغیرہ وغیرہ۔ اس وقت تک تو کسی کو یہ پتہ نہ تھا کہ رسول کریمؐ مدینہ میں جائیں گے، اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوگی اور آپ دشمنوں پر غلبہ پائیں گے۔ اس لئے کسی کے دل میں بھی یہ جوش نہ پیدا ہوتا تھا کہ آپ کی مثل بنا جائے۔ لیکن جب کامیابیاں شروع ہوئیں تو بعض پاجیوں نے تو خدا تعالیٰ پر جھوٹ بنا کر اور بعض لالچی طبائع نے اپنے دماغی خیالات کے زیر اثر الہام وغیرہ کی بناء پر ایسے دعوے کرنے شروع کر دیئے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا۔ آپ کے زمانہ میں بھی جس وقت تک تکالیف اور دکھوں کا زمانہ تھا کوئی مدعی نبوت پیدا نہیں ہوا لیکن جب کامیابیوں کا دور شروع ہوا تو کئی ایسے مدعی پیدا ہو گئے۔ بعض ایسے لوگوں نے جن کے نزدیک دنیوی عزت ہی اصل چیز ہوتی ہے یہ



سمجھ لیا کہ ہم بھی دعویٰ کرتے ہیں اور اس طرح عزت پا جائیں گے۔ یا بعض کو ان کے خیالات نے متمثل ہو کر ایسے خواب دکھائے کہ وہ سمجھنے لگے کہ واقعی وہ مامور ہیں۔ یہ خواب وہی حیثیت رکھتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ بلی کو چھچھڑوں کے خواب۔ چونکہ ان کے خیالات اس قسم کے ہوتے ہیں اس لئے ان کو خواب بھی ویسے ہی آنے لگتے ہیں۔ چراغ الدین جمونی اور ڈاکٹر عبدالحکیم وغیرہ ایسے ہی لوگوں میں سے تھے اور یہ سب اسی زمانہ کی پیداوار ہیں جب جماعت کامیابی کے رستہ پر چل پڑی تھی۔ 1892ء، 1893ء اور 1894ء میں کوئی ایسا مدعی نظر نہیں آتا۔ چونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب ماریں پڑتی تھیں، بائیکاٹ ہوتے تھے، دنیا کی لعن طعن سہنی پڑتی تھی۔ اس لئے کسی کو یہ لالچ اور حرص نہ پیدا ہوتی تھی کہ ہم بھی ایسا دعویٰ کریں لیکن کامیابی شروع ہوئی تو بعض لالچی طبائع نے اپنے خیالات کے نتیجہ میں آنے والے خوابوں کی بناء پر اور بعض نے جھوٹ ہی ایسے دعوے کرنے شروع کر دیئے۔ ایسے ہی ایک شخص کے متعلق ایک دوست نے مجھے ایک واقعہ سنایا جو اس نے خود ان سے بیان کیا تھا۔ یہ شخص بھی ان میں سے تھا جو بناوٹ سے دعویٰ نہیں کرتے بلکہ جن کے خیالات متمثل ہو کر الہام کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر اشتہار دے دیا کہ جو لوگ سمجھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات بے موقع ہوئی ہے وہ صحیح نہیں سمجھتے۔ مجھے الہام ہوا ہے کہ جماعت کو اس طرح ترقی ہونے والی ہے۔ حضرت خلیفہ اولؑ نے حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے اور یہ سمجھ کر کہ اس شخص نے جھوٹ تو بنایا نہیں وہ الہام بھی شائع کر دیئے۔ اس سے اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب تو میرے الہام خلیفہ وقت نے بھی شائع کر دیئے اس لئے ان کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی اور اس نے اپنی علیحدہ پڑی جمانی شروع کر دی اور اس نے خود اس دوست سے جس نے مجھے یہ بات سنائی کہا کہ ایک دفعہ انہی خیالات کی وجہ سے مجھے نماز میں ہنسی آ گئی۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ اس طرح مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتے ہیں۔ اب مجھے بھی تائید و نصرت الہی حاصل ہوگی اور ترقیات حاصل ہوں گی۔ میرا گاہوں بھی قادیان کی طرح ترقی کرے گا یہاں بھی لنگر خانہ ہوگا، انجمن قائم ہوگی، روپیہ آئے گا اور ہر طرف مجھے شہرت حاصل ہوگی۔ انہی خیالات میں اسے یہ یاد ہی نہ رہا کہ میں نماز میں کھڑا ہوں اور ہنسی آ گئی۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ اسے جو الہام وغیرہ ہوتے تھے وہ دراصل اس کی حرص اور

لاچ کا نتیجہ تھے۔ تو بعض لوگوں کو اپنے دماغی خیالات کے زیر اثر ایسے الہام بھی ہو جاتے ہیں جن کی بناء پر وہ ایسے دعوے کر دیتے ہیں اور بعض جھوٹ بولتے ہیں مگر یہ ہوتا اسی وقت ہے جب وہ سلسلہ کی کامیابی کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ یہ ایک کامیابی کا آسان راستہ ہے۔

(خطبات محمود جلد 22 صفحہ 296 تا 299)

## ایک عرب کی قادیان آمد

دلوں کا کھولنا کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے دلوں کو خدا ہی کھول سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک عرب آیا یہ لوگ چونکہ عام طور پر سوالی ہوتے ہیں وہ جب کچھ دنوں کے بعد یہاں سے جانے لگا تو حضرت مسیح موعودؓ نے کرایہ کے طور پر اسے کچھ دیا مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا میں نے سنا تھا آپ نے ما مور ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس لئے آیا تھا کچھ لینے کے لئے نہ آیا تھا۔ چونکہ یہ ایک نئی بات تھی کیونکہ اس علاقہ کا شاید اب تک کوئی ایسا شخص نہیں آیا جو سوالی نہ ہو اس بات کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا آپ کچھ دن اور ٹھہر جائیں وہ ٹھہر گیا اور بعض دوستوں کو آپ نے مقرر کیا کہ اسے تبلیغ کریں۔ کئی دن تک اس سے گفتگو ہوتی رہی مگر اسے کوئی اثر نہ ہوا آخر تبلیغ کرنے والے دوستوں نے حضرت مسیح موعودؓ سے عرض کیا یہ بڑا جوشیلا ہے سوالی لوگوں کی طرح نہیں اسے صداقت کی طلب معلوم ہوتی ہے اس کے لئے دعا کی جائے۔ آپ نے دعا کی اور آپ کو بتایا گیا اسے ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ خدا کی قدرت اسی رات کسی بات سے ایسا اثر ہوا کہ صبح اس نے بیعت کر لی اور پھر چلا گیا۔ حج کے موقع پر مجھے بتایا گیا کہ کئی قافلوں کو اس نے تبلیغ کی ایک قافلہ والے اسے مار مار کر بے ہوش کر دیتے تو ہوش آنے پر اٹھ کر دوسرے قافلہ کے پاس چلا جاتا اور تبلیغ کرتا۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی جب سینے کھولے تو کھلتے ہیں۔ ہماری ترقی کام کے مقابلہ میں بہت محدود ہے اور اس وقت تک محدود ہی رہے گی۔ جب تک ہم میں سے ہر ایک کو تبلیغ کے لئے وہ جنون نہیں پیدا ہو جاتا جس سے دنیا کا فتح ہونا وابستہ ہے ایک آگ لگی ہونی چاہئے اور لوگوں کے ہدایات پا جانے کے متعلق تڑپ ہونی چاہئے۔ جس سے وہ محسوس کریں کہ ہمارے دلوں میں ان کے لئے درد ہے۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 457)

## گالیاں سن کے دعا دو

مجھے یاد ہے یہ خیال نہیں کہ میں خود اس مجلس میں موجود تھا یا نہیں لیکن سنا ہے ایک دوست تھے جن کی طبیعت بہت تیز تھی انہوں نے لاہور میں دوکان کی۔ وہاں کسی شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں سخت کلمہ کہا وہ اس سے لڑ پڑے کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی شکایت کی۔ آپ نے نصیحت کی اور فرمایا ایسے موقع پر صبر سے کام لینا چاہئے اگر کوئی گالی بھی دے تو خاموش رہنا چاہئے۔ اس پر بجائے اس کے کہ وہ اس نصیحت سے فائدہ اٹھاتے طیش میں آ کر کہنے لگے۔ مجھے تو آپ خاموش رہنے کی نصیحت کرتے ہیں لیکن جب آپ کے پیر (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی) کے خلاف کوئی کچھ کہے تو آپ کتابیں لکھ لکھ کر شائع کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہنس پڑے۔ گو یہ جواب غلط تھا لیکن انسانی فطرت کی بڑھی ہوئی کیفیت کا ایک نظارہ تھا۔ انسانی فطرت ایسے وقت میں جوش میں آ جاتی ہے اور خدا کی پیدا کی ہوئی طاقتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض حالتوں میں جوش کا اظہار جائز ہوتا ہے ورنہ جب جوش کو انتہاء سے زیادہ دبایا جائے تو یا فساد پیدا ہوتا ہے یا بے غیرتی۔ پس میں نے اعلان کیا ہے اور اس پر قائم ہوں کہ ایسے لوگوں کو جوابات دیئے جائیں اور نہ صرف ان کو جوابات دیئے جائیں بلکہ ہمارے سلسلہ کے علماء کو چاہئے کہ اور بھی مختلف اعتراضات کے جوابات دیا کریں جو آریوں اور عیسائیوں کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں اور اسلام کی تائید میں مضامین لکھیں لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی کہتا ہوں کہ ہمارے اخلاق دوسروں سے بہت بلند و بالا ہونے چاہئیں۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 478، 479)

## ابوسعید عرب کا قادیان آنا

مجھے اس امر کی ایک مثال یاد آئی ہے کہ کس طرح بعض لوگ نرمی سے ہر قسم کا کام کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر ذرا سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہاں ایک شخص جو عرب کہلاتے تھے آئے۔ وہ رہنے والے تو برما کے تھے مگر عرب کہلاتے تھے۔ ابوسعید ان کا نام تھا۔ وہ یہاں رہے مگر بعد میں کچھ ابتلاء آیا۔ اور چلے گئے پھر سیاسی آدمی بن گئے اور ہندوستان سے شائد ترکی چلے گئے اور غالباً وہیں فوت ہو گئے۔

بہر حال پھر کبھی ان کا ذکر نہیں سنا۔ وہ بڑے اخلاص سے یہاں آئے تھے۔ مگر بعد میں بعض باتوں کی وجہ سے ابتلاء آ گیا۔ اور چلے گئے۔ جب آئے تو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گورداسپور میں ایک مقدمہ شروع ہو گیا۔ جو مولوی کرم دین کے مقدمہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اکثر گورداسپور جانا پڑتا تھا اور آپ بعض اوقات دس دس پندرہ پندرہ دن بلکہ مہینہ مہینہ وہاں رہتے تھے۔ وہ بھی ساتھ رہتے اور خواجہ کمال الدین صاحب اور دوسرے لوگ جو مقدمات کا کام کرتے تھے ان سے خوب خدمت لیتے تھے اور وہ بڑی خدمت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مجھے بعض لوگوں نے سنایا کہ وہ ان کے پاخانہ والے پاٹ بھی دھو دیتے تھے۔ حالانکہ وہ کسی زمانہ میں اچھے تاجر اور آسودہ حال آدمی رہ چکے تھے لیکن ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں تشریف فرما تھے میں بھی وہیں تھا۔ خواجہ صاحب آئے شاید اپنے لئے یا شاید ان کے ساتھ کوئی ایسا آدمی تھا جس سے وہ اچھا سلوک کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے آتے ہی کہا کہ عرب صاحب وہ چٹائی گھسیٹ کر ادھر لے آئیے مگر خواجہ صاحب کا لہجہ قدرے تحکمانہ تھا اور طریق خطاب میں کچھ حقارت کا رنگ بھی تھا۔ اس لئے ان کے جواب میں عرب صاحب نے باوجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ بڑے جوش سے کہا کہ کیا میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں۔ گویا جو شخص محبت سے پاخانہ تک اٹھا دیتا تھا جب اسے خطاب کرتے وقت حکومت کا رنگ آیا تو اس کی فطرت نے بغاوت کی اور اس نے بڑے جوش سے کہا کہ کیا میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں۔ اس کے بالمقابل بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ محبت سے نہیں مانتے۔ مگر جب ان کو مارا جائے تو بڑے فرمانبردار ثابت ہوتے ہیں۔ مگر جو نہی ان سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے فوراً بگڑ جاتے ہیں۔ اس کی بھی ایک مثال مجھے یاد آگئی ہے وہ شخص ابھی زندہ ہے جب وہ بچہ تھا اور غالباً یتیم تھا۔ ہمارے نانا جان مرحوم اس جوش میں کہ اسے پالیں گے اور اس طرح ثواب حاصل کریں گے اسے گھر میں لے آئے اور باوجودیکہ آپ کی طبیعت بڑی جوشیلی تھی ثواب حاصل کرنے کے شوق میں اس کی بہت خاطر و مدارت کرنے لگے۔ اسے کھلائیں، پلائیں، اس کے لئے بستر کریں اور پھر اسے سلائیں۔ ایک دو روز تو وہ ٹھیک طرح کھاتا پیتا رہا مگر تیسرے چوتھے روز اس نے بگڑنا شروع کیا۔ میر صاحب مرحوم اسے کہیں کھانا کھا لو تو وہ کہے میں نہیں کھاؤں گا۔

نماز کے لئے چلو تو کہہ نہیں جاؤں گا سچی کہ اس نے کھانا چھوڑ دیا۔ اب میر صاحب مرحوم کھانا لے کر بیٹھے ہیں کہ میاں کھا لو بڑی خوشامد کر رہے ہیں مگر وہ یہی کہتا جاتا ہے کہ نہیں میں نہیں کھاؤں گا۔ شام کے کھانے کا وقت اس طرح گزرا اور اس نے نہ کھایا۔ صبح ہوئی تو پھر آپ نے اسی طرح اس کی خوشامد شروع کی کہ میاں فضل الہی کھانا کھا لو تمہیں اچھے اچھے کپڑے بنوادیں گے، یہ لے دیں گے، وہ لے دیں گے مگر اس نے ایک نہ مانی اور اپنی ضد پر اڑا رہا اور اس طرح دوسرا وقت بھی فاقہ سے ہی رہا۔ تیسرا وقت آیا تو پھر یہی حالت رہی۔ بہت منت خوشامد کی مگر اس نے ایک نہ مانی۔ نانا جان مرحوم کی طبیعت جو شبلی تو تھی ہی آخر ان کو جلال آ گیا اور انہوں نے سوئی لے کر کہا کہ کھاتا ہے یا نہیں؟ جب اس نے دیکھا کہ آپ مارنے لگے ہیں تو جھٹ کہنے لگا کہ میں کھانا کھا لیتا ہوں۔ تین وقت کی منت و سماجت سے تو نہ کھایا مگر جب دیکھا کہ مار پڑنے لگی ہے تو جھٹ کھا لیا اور اس دن سے خوش رہنے لگا۔

(خطبات محمود جلد 22 صفحہ 133 تا 135)

### الیکز نڈرویب کے ذریعہ امریکہ میں تبلیغ

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں مہدی کی علامت یہ ہوگی۔ اس وقت سورج مغرب کی طرف سے چڑھے گا۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی اس بارہ میں بہت سے اشارے پائے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اقوام جو مسیح ناصرئ کو ماننے والی ہیں۔ ایک دن عیسائیت سے بیزار ہو کر اسلام کی طرف مائل ہونا شروع کر دیں گی اور پھر واقعات نے بھی ان پیشگوئیوں کو ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں امریکہ میں سب سے پہلے ایک انگریز نے اسلام قبول کیا۔ الیکز نڈر رسل ویب اس کا نام تھا اور امریکن ایبیمسی میں فلپائن میں کام کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انگریزی اشتہارات کی جب یورپ اور امریکہ میں اشاعت ہوئی تو اس کے دل میں اسلام قبول کرنے کی تحریک پیدا ہوئی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خط و کتابت شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اسلام کی اشاعت کے لئے اس نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ بعد میں وہ ہندوستان میں بھی آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس نے ملنے کی خواہش کی۔ مگر مولویوں نے اسے کہا کہ اگر تم مرزا صاحب سے ملے تو مسلمان تمہیں چندہ نہیں دیں گے۔ چنانچہ وہ ان کے بہکانے کے نتیجہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہ ملا۔ مگر آخر بہت مایوسی سے وہ یہاں سے واپس گیا کیونکہ اسے کہا گیا تھا کہ دوسرے مسلمان تمہاری بہت مدد کریں گے اور تمہیں اشاعت اسلام کے لئے بڑا چاندہ دیں گے۔ مگر دوسرے مسلمانوں نے اس کی کوئی مدد نہ کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے قریب اس نے آپ کو خط لکھا کہ میں نے آپ کی نصیحت کو نہ مان کر بہت دکھ اٹھایا ہے۔ آپ نے مجھے بروقت بتایا تھا کہ مسلمانوں کے اندر خدمت دین کا کوئی جوش نہیں پایا جاتا۔ مگر میں نے اسے نہ مانا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں آپ کی ملاقات سے محروم ہو گیا۔ بہر حال وہ آخر وقت تک مسلمان رہا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس کے مخلصانہ تعلقات قائم رہے۔ تو سب سے پہلا مسلمان امریکہ میں ہی ہوا تھا۔ اب بھی میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کی ترقی یورپین ملکوں کی نسبت امریکہ میں سب سے زیادہ ہو رہی ہے۔ بعض یورپین ممالک میں بھی احمدیت پھیل رہی ہے اور وہ بھی مغربی علاقے ہی ہیں۔ مگر امریکہ میں ترقی کے زیادہ آثار پائے جاتے ہیں۔

(الفضل 21/ اگست 1957ء جلد 46/11 نمبر 196 صفحہ 2)

## محبت الہی / تعلق باللہ

انسان کی فطرت میں محبت اور علاقہ کا مادہ رکھا ہے اور اس کی فطرت میں یہ بات مرکوز کر دی گئی ہے کہ وہ کسی کا ہو رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پنجابی کا ایک مصرع سنایا کرتے تھے۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ یا تو تو کسی کا ہو جا یا کوئی تیرا ہو جائے۔ پس خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ کے ایک یہ معنی بھی ہیں کہ ہم نے انسانی فطرت میں محبت اور علاقہ کا مادہ رکھا ہے۔ یعنی ہم نے اُسے ایسی حالت پر پیدا کیا ہے کہ وہ سوائے اس کے چین پا ہی نہیں سکتا کہ وہ کسی کا ہو رہے۔ بیشک جب تک اسے اصل چیز نہیں ملتی اُس وقت تک وہ کبھی بیوی کا ہو رہتا ہے کبھی بہن بھائی کا ہو رہتا ہے، کبھی ماں باپ کا ہو رہتا ہے، کبھی دوستوں کو ہو رہتا ہے اور اس طرح وہ درمیان میں بھولتا پھرتا ہے۔ مگر جب خدا تعالیٰ کے ملنے کا راستہ اُس پر کھل جاتا ہے۔ تو پھر وہ خدا تعالیٰ کا ہی ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم 324)

## حضرت اقدس کی بردباری

حضرت صاحب کی طبیعت میں کتنی بردباری تھی مگر آپ نے اس وجہ سے باہر لوگوں کے ساتھ کھانا کھانا چھوڑ دیا کہ ایک شخص نے کئی چیزیں ساگ، فرنی، زردہ، شوربا وغیرہ ملا کر کھایا۔

فرماتے تھے کہ اس سے مجھے اتنی نفرت ہوئی کہ تے آنے لگی۔ اس کے بعد آپ نے باہر کھانا کھانا چھوڑ دیا اور اس طرح لوگ اس فیض سے محروم ہو گئے جو آپ کے ساتھ کھانا کھانے کے وقت انہیں حاصل ہوتا تھا۔

پھر حضرت صاحب فرماتے اور میری طبیعت میں بھی یہ بات ہے اگر اُسترے سے سر کو منڈوا کر کوئی سامنے آئے تو بہت بُرا لگتا ہے اور مجھے تو اسے دیکھ کر سر درد شروع ہو جاتی ہے۔ تو ظاہری صفائی اور ظاہری حالت کے عمدہ ہونے کی بھی بہت ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو نفرت نہ پیدا ہو اور وہ بات کرنا تو الگ رہا دیکھنا بھی نہ چاہیں۔ (ہدایات زریں۔ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 585)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بال لمبے تھے

(ایک دفعہ مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے) نائب ایڈیٹر الفضل نے عرض کیا سنا ہے کہ حضرت صاحب کے بھی لمبے بال تھے اور کہ شیخ غلام احمد صاحب (نومسلم) کہا کرتے ہیں کہ 1881ء یا 1882ء میں میں نے جب لدھیانہ میں حضرت صاحب کو پہلے پہل دیکھا تھا اس وقت حضور کے بال لمبے تھے اور سر پر فقیرانہ وضع کی ٹوپی تھی۔ (اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) نے فرمایا ”ہاں حضرت صاحب کے بال لمبے تھے اور پہلے ہندوستانی ٹوپی استعمال فرماتے تھے اور گلاہ بھی پہنتے تھے۔ جو آج کل کا سا چھوٹا نہیں ہوتا تھا بلکہ لمبا ہوتا تھا اور غرارہ بھی استعمال فرماتے تھے۔ (الفضل 7 نومبر 1921ء جلد 9 نمبر 36 صفحہ 5)

### انگریزی اور عربی زبان کا مقابلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک مرتبہ ایک پادری آیا اس نے کہا کہ عربی زبان کوئی ایسی زبان نہیں کہ جس میں خدا کا کلام نازل ہو۔ یہ تو بدوؤں کی زبان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں خدا تعالیٰ کا کلام بیان کرنے کی جو استعداد عربی زبان میں ہے وہ کسی اور زبان میں نہیں مگر اس پادری کا دعویٰ تھا کہ انگریزی کا مقابلہ عربی زبان ہرگز نہیں کر سکتی۔ آپ نے اسے کہا کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو بیان کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ زبان ایسی ہو جو بڑے سے بڑا مضمون چھوٹے سے چھوٹے الفاظ میں ادا کر سکے۔ اس نے کہا ہاں انگریزی میں ہی یہ خصوصیت ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر ”میرا پانی“ کہنا ہو تو انگریزی میں کیا کہیں گے؟ اس نے کہا مائی واٹر۔ آپ نے فرمایا عربی میں صرف مائی کہہ دینا کافی ہوگا۔ گویا انگریزی میں واٹر

زائد ہے۔ آپ کا یہ فرمانا بالکل خدائی تصرف کے ماتحت تھا ورنہ آپ تو انگریزی جانتے ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کے منہ سے ایسا فقرہ کہلوادیا جس سے عربی کا اختصار انگریزی کے مقابلہ میں واضح ہو گیا۔ حالانکہ شاذ کے طور پر کوئی ایسا فقرہ بھی ہو سکتا ہے جس کا انگریزی ترجمہ عربی سے مختصر ہو مگر آپ کے منہ سے اسی فقرہ کا نکلنا تصرفِ الہی کے ماتحت تھا۔ پھر یہ بھی تصرف ہی کے ماتحت تھا کہ ایسا فقرہ آپ کے منہ سے نکلا کہ جس کا آدھا حصہ ہی عربی میں انگریزی کے پورے فقرے کے معنی دیتا ہے۔ تو عربی زبان میں کئی خصوصیات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی نثر ترتیل کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے اور زبانوں میں یہ بات نہیں۔ ان کو اگر اس رنگ میں پڑھا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ منہ چڑایا جا رہا ہے۔

(خطبات محمود جلد 21 صفحہ 39)

### ایمان تو بڑھیا کا سا ہونا چاہئے

یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک عورتوں میں بیداری نہ پیدا ہو اس وقت تک مردوں کے لئے ترقی کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ عورتوں کا ایمان بہت مستقل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو اتنا فکر نہیں دیا جتنے جذبات دیئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایمان تو بڑھیا کا سا ہونا چاہئے۔ سارا دن دلائل دیتے رہو سب کچھ سن سنا کر کہہ دے گی وہی بات ٹھیک ہے جو میں مانتی ہوں۔ مؤمن کو بڑھیا کی طرح تو نہیں ہونا چاہئے کہ کوئی بات تسلیم ہی نہ کرے لیکن اس کا ایمان ایسا ہونا چاہئے کہ کوئی چیز اسے ہلانہ سکے۔ غرض عورتوں کا ایمان قابل تعریف ہوتا ہے ان میں جہالت بھی زیادہ ہوتی ہے مگر ایمان میں بھی بہت پختہ ہوتی ہیں میں نے کئی بار سنایا ہے میراثی قوم کی ایک عورت تھی جو گانے بجانے کا کام کرتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں وہ یہاں اپنے لڑکے کو لائی جو عیسائی ہو گیا تھا اور گفتگو میں مولویوں کے منہ بند کر دیتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے نصیحت کی مگر وہ بھی کچھ ایسا پکا تھا کہ ایک دن موقع پا کر باوجود یکہ مسلول تھارات کو بھاگ گیا جب اس کی ماں کو پتہ لگا تو اس کے پیچھے گئی اور بٹالہ سے پکڑ کر پھر لے آئی۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رورور کہتی کہ ایک بار اسے کلمہ پڑھا دیں پھر خواہ مر ہی جائے۔ آخر خدا تعالیٰ نے اس کی زاری کو قبول کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس کا لڑکا مسلمان ہو گیا پھر مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا طبقہ یونہی نہیں



بنایا۔ جہاں فکر، جرأت اور بہادری کا تعلق مرد کے دماغ سے ہے وہاں صبر و استقلال کا تعلق عورت کے دماغ سے ہے۔

(بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 566)

## بس اللہ اور رسول کی باتیں تھیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ عورتوں میں کچھ مدت تک سلسلہ تقاریر جاری رکھا۔ ایک دن آپ کو خیال آیا کہ عورتوں کا امتحان لینا چاہئے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ ہماری باتوں کو سمجھتی ہیں یا نہیں۔ ایک عورت جو بڑی مخلصہ تھیں اور نابھہ کی رہنے والی تھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم ہماری تقریریں سنتی رہی ہو۔ اس نے کہا جی ہاں روزانہ تقریر سنتی رہی ہوں میں یہاں آئی ہی اس غرض کے لئے ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اچھا بتاؤ میں کیا بیان کرتا رہا ہوں۔ اس نے جواب دیا بس اللہ اور رسول کی باتیں تھیں اور کیا تھا۔ یہ جواب جو اس عورت نے دیا اس کی وجہ یہی تھی کہ اندرونی علم اس کے اندر نہیں تھا اس نے صرف خارجی علم پر انحصار رکھا اور سمجھا کہ میں بہت کچھ سمجھ رہی ہوں حالانکہ وہ کچھ بھی سمجھ نہیں رہی تھی۔ تو اندرونی علم کے بغیر کبھی کوئی شخص کسی بات کو صحیح طور پر دوسروں تک نہیں پہنچا سکتا جب بھی کوئی بات بیان کی جاتی ہے ہمیشہ اس کے کچھ پہلو چھوڑنے پڑتے ہیں اگر سارے پہلو بیان کئے جائیں تو چند باتوں میں ہی عمر گزر جائے اور علوم کا بہت سا حصہ نامکمل رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کبھی کسی شخص نے بیان کامل نہیں کیا جو کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ ایک بیج کے طور پر ہوتا ہے جس سے ہر شخص اپنی اپنی استعداد اور اپنی اپنی قابلیت کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 127-128)

## عورتوں میں درس

احمدیت کے مسائل جب تک بار بار ان کے سامنے بیان نہ کیے جائیں وہ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ احمدیت کیا چیز ہے۔ بلکہ بعض لوگ تو باوجود سمجھنے کے بھی نہیں سمجھ سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ عورتوں میں درس دینا شروع کیا۔ ایک خاتون جو کہ نابھہ سٹیٹ

سے آئی تھیں بڑے شوق کے ساتھ درس میں شریک ہوتیں۔ اور سب سے آگے بیٹھتیں۔ پندرہ بیس دن تک آپ ضرورت نبوت۔ مامورین کی صداقت کے دلائل۔ معیار صداقت اور وفات مسیح پر لیکچر دیتے رہے۔ پندرہ بیس دن کے بعد آپ کو خیال آیا کہ عورتوں کا امتحان لینا چاہئے۔ کہ وہ کچھ سمجھتی بھی ہیں یا نہیں۔ آپ نے اسی خاتون سے جو نابھہ سٹیٹ سے آئی ہوئی تھی۔ اور سب سے آگے بیٹھا کرتیں تھیں پوچھا کہ تم بتاؤ۔ میرے ان لیکچروں سے کیا سمجھی ہو۔ اس عورت نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ کہ ”کوئی نماز روزے دیاں گلاں ای کر دے ہووو گے۔ ہوو کی کہنا سی۔“ یعنی آپ کوئی نماز روزے کے متعلق ہی وعظ کرتے ہونگے۔ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عورت کا جواب سن کر آئندہ سے اس درس کو بند کر دیا۔ کہ جب یہ سمجھ ہی نہیں سکتیں تو ان میں درس دینا تو توضیح اوقات ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے اس عورت کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ذکر کیا کہ ایک مامور آیا تو انہوں نے کہا چلو ہم بھی مان لیتے ہیں۔ یا ہو سکتا ہے کہ ان کے خاوند احمدی ہوں اور اس وجہ سے وہ بھی ہو گئی ہوں۔ لیکن ان کو احمدیت کی تعلیم اور اس کے مسائل سے واقفیت ہی نہ تھی۔ اس لئے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیکچر کو سمجھ نہ سکی۔ پس جب تک ایسے لوگوں کی تربیت نہ کی جائے۔ اور ان کو مسائل سے آگاہ نہ کیا جائے۔ وہ علم و عرفان کی باتوں کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ وہ تو یہی سمجھیں گے کہ الف لیلیٰ سنائی جا رہی ہے جماعت میں علم پھیلانے کے لئے جماعت میں تنظیم پیدا کرنے کے لئے ہمیں دیہاتی مبلغوں کی اشد ضرورت ہے۔

(خطبات محمود جلد 28 صفحہ 19-20)

### نماز مغرب کے بعد مسجد میں قیام اور مہمانوں سے ملاقات

انبیاء کی جماعتوں کو بھی کچھ نہ کچھ تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ کبھی تو ان پر ایسے ایسے ابتلاء آتے ہیں کہ کمزور اور کچے ایمان والے لوگ مرتد ہو جاتے ہیں اور کبھی چھوٹی چھوٹی تکالیف پیش آتی ہیں مگر بعض کمزور ایمان والے ان سے بھی ٹھوکر کھاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے قادیان میں ایک دفعہ پشاور سے ایک مہمان آیا۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تھے اور مہمان آپ سے ملتے تھے اور جیسا کہ میں نے بتایا

ہے نبیوں سے ان کے متبعین کو خاص محبت اور اخلاص ہوتا ہے اور انہیں نبی کو دیکھ کر اور کچھ نظر ہی نہیں آتا اور وہ کسی اور بات کی پرواہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے مفتی محمد صادق صاحبؒ کی روایت ہے۔ جلسہ کے ایام میں ایک دفعہ جب حضرت صاحب باہر نکلے تو آپ کے ارد گرد بہت بڑا ہجوم ہو گیا۔ اس ہجوم میں ایک شخص نے حضرت صاحب سے مصافحہ کیا اور وہاں سے باہر نکل کر اپنے ساتھی سے پوچھا تم نے مصافحہ کیا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا اتنی بھیڑ میں کہاں جگہ مل سکتی ہے؟ اس نے کہا جس طرح ہو سکے مصافحہ کر خواہ تمہارے بدن کی ہڈی ہڈی کیوں نہ جدا ہو جائے یہ مواقع روز روز نہیں ملا کرتے چنانچہ وہ گیا اور مصافحہ کر آیا۔ غرض نبی کو دیکھ کر انسان کے دل میں ایک خاص قسم کا جوش موجزن ہوتا ہے اور وہ جوش اتنا وسیع ہوتا ہے کہ نبی کے خدمت گاروں کو دیکھ کر بھی ابل پڑتا ہے۔

جب حضرت مسیح موعودؑ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو لوگ آپ کے قریب بیٹھنے کے لئے دوڑ پڑتے۔ گو اس وقت تھوڑے ہی لوگ ہوتے تھے تاہم ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں سب سے قریب بیٹھوں۔ اس شخص کے مقدر میں چونکہ ابتلاء تھا اس لئے اسے خیال نہ آیا کہ میں کس شخص کی مجلس میں آیا ہوں۔ اس نے سنتیں پڑھنی شروع کیں اور اتنی لمبی کر دیں کہ پہلے تو کچھ عرصہ لوگ اس کا انتظار کرتے رہے۔ مگر جب انتظار کرنے والوں نے دیکھا کہ دوسرے لوگ ہم سے آگے بڑھتے جاتے ہیں اور قریب کی جگہ حاصل کر رہے ہیں تو وہ بھی جلدی سے آگے بڑھ کے حضرت صاحب کے پاس جا بیٹھے مگر ان کے جلدی کے ساتھ گزرنے سے کسی کی کہنی اسے لگ گئی۔ اس پر وہ سخت ناراض ہو کر کہنے لگا اچھا نبی اور مسیح موعودؑ ہے کہ اس کی مجلس کے لوگ نماز پڑھنے والوں کو ٹھوکر مارتے ہیں۔ اتنی سی بات پر وہ مرتد ہو کر چلا گیا۔ گویا جو چیز ایمان کی ترقی کا باعث ہے اور اب بھی ہو سکتی ہے۔ وہ اس کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو گئی اور اس کی مثال اس جماعت کی سی ہو گئی جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب روشنی ہوئی تو ان کا نور جاتا رہا آپ لوگ جو ان دنوں قادیان آئے ہیں۔ ان کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ کثرت ہجوم اور کام کرنے والوں کی قلت کی وجہ سے آپ لوگوں کو بہت سی تکالیف پہنچ جاتی ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے جلسہ کے قریب میرے خطبے جو اخبار میں چھپتے ہیں ان میں یہاں کے لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے۔ کہ وہ پوری کوشش اور سعی سے مہمان نوازی کریں اور حتی الامکان بہت کوشش کرتے ہیں مگر

پھر بھی اتنے بڑے نجوم کے انتظام میں وہ کہاں پورے اتر سکتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 544, 545)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کھانے کا ڈھنگ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کھانے کا ڈھنگ بالکل نرالا تھا میں نے کسی اور کو اس طرح کھاتے نہیں دیکھا آپ پھلکے سے پہلے ایک ٹکڑا علیحدہ کر لیتے اور پھر لقمہ بنانے سے پہلے آپ انگلیوں سے اُس کے ریزے بناتے جاتے اور منہ سے سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ کہتے جاتے اور پھر ان میں سے ایک چھوٹا سا ریزہ لے کر سالن سے چھو کر منہ میں ڈالتے۔ یہ آپ کی عادت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ دیکھنے والے تعجب کرتے اور بعض لوگ تو خیال کرتے تھے کہ شاید آپ روٹی میں سے حلال ذرے تلاش کر رہے ہیں لیکن دراصل اس کی وجہ یہی جذبہ ہوتا تھا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں اور خدا کا دین مصائب سے تڑپ رہا ہے۔ ہر لقمہ آپ کے گلے میں پھنستا تھا اور سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ کہہ کر آپ گویا اللہ تعالیٰ کے حضور معذرت کرتے تھے کہ تو نے یہ چیز ہمارے ساتھ لگا دی ہے ورنہ دین کی مصیبت کے وقت ہمارے لئے یہ ہرگز جائز نہ تھا۔ وہ غذا بھی ایک مجاہدہ معلوم ہوتا تھا، یہ ایک لڑائی ہوتی تھی ان لطیف اور نفیس جذبات کے درمیان۔ جو اسلام اور دین کی تائید کیلئے اُٹھ رہے ہوتے اور ان مطالبات کے درمیان جو خدا تعالیٰ کی طرف سے قانونِ قدرت کے پورا کرنے کیلئے قائم کئے گئے تھے مگر ہم جو رسول کریم ﷺ کی امت اور صحابہ کا نمونہ ہونے کے مدعی ہیں کیا یہ ہمارا فرض نہیں کہ وہی جرأت اور دلیری اپنے اندر پیدا کریں جو صحابہ کے اندر تھی۔ (خطبات محمود جلد 17 صفحہ 269-270)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام انتہائی کم خوراک تھے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کھانا کھایا کرتے تو بمشکل ایک پُھلکا آپ کھاتے اور جب آپ اُٹھتے تو روٹی کے ٹکڑوں کا بہت سا پُورہ آپ کے سامنے سے نکلتا۔ آپ کی عادت تھی کہ روٹی توڑتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے جاتے پھر کوئی ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے اور باقی ٹکڑے دسترخوان پر رکھے رہتے۔ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا کیوں کیا کرتے تھے مگر کئی دوست کہا کرتے کہ حضرت صاحب یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان روٹی

کے ٹکڑوں میں سے کون سا تسبیح کرنے والا ہے اور کون سا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس قسم کی بات سننی مجھے اس وقت یاد نہیں مگر یہ یاد ہے کہ لوگ یہی کہا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ** زمین و آسمان میں سے تسبیحوں کی آوازیں اُٹھ رہی ہیں اب کیوں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے جبکہ ہم اس تسبیح کی آواز کو سن ہی نہیں سکتے اور جس چیز کو ہم سن نہیں سکتے اس کے بتانے کی ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیا قرآن میں کہیں یہ لکھا ہے کہ جنت میں فلاں مثلاً عبدالرشید نامی ایک شخص دس ہزار سال سے بیٹھا ہوا ہے ہمارے لئے چونکہ اس کے ذکر سے کوئی فائدہ نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی باتیں نہیں بتائیں، پھر جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ** زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے تو اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ اے لوگو! تم اس تسبیح کو سنو۔ جب ہم کہتے ہیں کہ چاند نکل آیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ لوگ آئیں اور دیکھیں یا جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص گارہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چلو اور اس کا راگ سنو، اسی طرح جب خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ **يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ** زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس تسبیح کو سنو پس معلوم ہوا کہ یہ تسبیح ایسی ہے جسے ہم سن بھی سکتے ہیں۔ ایک تو سننا ادنیٰ درجہ کا ہے اور ایک اعلیٰ درجہ کا مگر اعلیٰ درجہ کا سننا انہی لوگوں کو میسر آ سکتا ہے جن کے ویسے ہی کان اور آنکھیں ہوں اسی لئے مومن کو یہ کہا جاتا ہے کہ جب وہ کھانا شروع کرے تو **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کہے کھانا ختم کرے تو **الْحَمْدُ لِلّٰهِ** کہے، کپڑا پہنے یا کوئی اور نظارہ دیکھے تو اسی کے مطابق تسبیح کرے۔ گویا مومن کا تسبیح کرنا کیا ہے؟ وہ ان چیزوں کی تسبیح کی تصدیق کرنا ہے۔ وہ کپڑے کی تسبیح اور کھانے کی تسبیح اور دوسری چیزوں کی تسبیح کی تصدیق کرتا ہے مگر کتنے ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں وہ رات دن کھاتے اور پیتے ہیں، پہاڑوں پر سے گزرتے ہیں، دریاؤں کو دیکھتے ہیں، سبزہ زاروں کا مشاہدہ کرتے ہیں، درختوں اور کھیتوں کو لہلہاتے ہوئے دیکھتے ہیں، پرندوں کو چچھاتے ہوئے سنتے ہیں مگر ان کے دلوں پر کیا اثر ہوتا ہے۔ کیا ان کے دلوں میں بھی ان چیزوں کے مقابلہ میں تسبیح پیدا ہوتی ہے اگر نہیں پیدا ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ان چیزوں کی تسبیح کو نہیں سنا مگر تم کہو گے کہ

ہمارے کانوں میں تسبیح کی آواز نہیں آتی۔ میں اس کے لئے تمہیں بتاتا ہوں کہ کئی آوازیں کان سے نہیں بلکہ اندر سے آتی ہیں۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 149، 150)

## ایک چچ سالن اور روٹی

اگر ضرورت کے مطابق کھانا پکایا جائے تو بہت کچھ کفایت ہو سکتی ہے۔ بخیل آدمی ہمیشہ اس طرح کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم تکلیف کے وقت بھی ایسا نہ کرو۔ لیکن لوگ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں قحط میں بھی اتنا آرام ملے جو تعیش اور آرام کے وقت میں بھی نہ ملتا ہو۔ پس قحط میں بھی ایسا انسان اپنے لئے خود تکلیف پیدا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر کوئی تکلیف نہیں آتی۔ پھر سالنوں کو بھی کم کیا جاسکتا ہے۔ روٹی تھوڑے سے سالن کے ساتھ بھی کھائی جاسکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک چچہ چائے کا سالن لے لیتے تھے اور روٹی کھا لیتے تھے۔ پس تم یہ چیزیں کم استعمال کرو تو تمہاری تکلیف کم ہو جائے گی۔ لیکن اگر تم قحط میں بھی ان چیزوں کو کم نہیں کرتے تو تم یہ امید کیسے کرتے ہو کہ جو چیز نہیں وہ تمہیں مل جائے جو چیز موجود نہیں وہ نہیں مل سکتی۔ ہم نے تحریک جدید کے اجراء کے ساتھ ساتھ کفایت کا سلسلہ اس لئے شروع کیا تھا کہ انسان پر قحط کا وقت بھی آتا ہے جب ایسا وقت آجائے تو وہ اشاعت اسلام میں سستی نہ کرے۔ وہ برابر چندے دے تا کام رکے نہیں۔ جب اسے سادگی کی عادت ہوگی تو لازماً خرچ بھی کم ہوگا اور جب خرچ کم ہوگا تو وہ قحط میں بھی چندے ادا کر سکے گا۔ لیکن جو شخص رفاہیت اور کھانے پینے میں تکلفات کا عادی ہے وہ شخص چندوں میں بھی سُست ہو جائے گا بے شک مومن تو ہر حالت میں مالی قربانی کرے گا لیکن جو کمزور ایمان والا ہے وہ سہولت کے دنوں میں تو چندہ دے گا لیکن جب قحط کی حالت ہوگی تو وہ چندوں میں سُستی کرے گا اور اس طرح اپنے ثواب کو کم کر لے گا۔ (الفضل 4 دسمبر 1952ء جلد 6/40 شماره 281 صفحہ 4)

## سیر کرنے کی عادت

اگر کسی کام کو جی نہ چاہے تو بیسیوں جہتیں نکال لی جاتی ہیں۔ مگر ایسا بھی ہوتا ہے کہ عذر موجود ہو مگر دیکھنے والے کو نظر نہ آئے دیکھا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عصر کے وقت

سیر کو تو چلے جاتے تھے مگر مسجد میں نہ آسکتے تھے۔ وجہ یہ کہ دل کی کمزوری کی وجہ سے دل کا دورہ ہو جاتا تھا۔ اس بیماری والا آدمی چل پھر تو سکتا ہے مگر مجمع میں بیٹھ نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ دل کی کمزوری کثرت کار کی وجہ سے تھی۔ اب بظاہر دیکھنے والا کہے گا کہ بیماری کا محض بہانہ ہے لیکن اگر اس قسم کی بیماری اسے ہو تو خود بیٹھ کر بھی نہیں بلکہ لیٹ کر نماز پڑھے گا۔ پس ایسی حالتیں ہوتی ہیں لیکن اگر کوئی بہانہ بناتا ہے تو یہ چالیس سال کی عمر کا بھی بنا سکتا ہے نوجوانی کی شرط نہیں ہے۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 329)

### نماز باجماعت کے قیام کے لئے کوششیں

کیا آپ لوگوں نے کبھی یہ خیال کیا ہے کہ آپ میں سے اکثر بلکہ سوائے پانچ دس کے باقی سب کے سب نماز روزہ اور دیگر احکام شریعت سے بالکل غافل ہیں اور آپ کی مساجد بالکل ویران پڑی رہتی ہیں اور کبھی پانچ دس نماز پڑھنے والے ہوتے ہیں بلکہ بہتوں سے لوگ دریافت کیا جاوے تو وہ مسائل طہارت اور صفائی سے بھی واقف نہ ہوں گے ابھی اس بات کے دیکھنے والے لوگ زندہ موجود ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؓ نے سلسلہ احمدیہ کے قیام سے پہلے یہاں کے لوگوں کی حالت دیکھ کر کہ وہ نماز کی طرف توجہ نہیں کرتے خود آدمی بھیج بھیج کر ان کو مسجد میں بلوانا شروع کیا تو ان لوگوں نے یہ عذر کیا کہ نمازیں پڑھنا امراء کا کام ہے۔ ہم غریب لوگ کمائیں یا نمازیں پڑھیں تو آپ نے یہ انتظام کیا کہ ایک وقت کا کھانا ان لوگوں کو دیا جاوے۔ چنانچہ چند دن کھانے کی خاطر چھپیں، تیس آدمی آتے رہے مگر آخر میں سُست ہو گئے اور صرف مغرب کے وقت کہ جس وقت کھانا تقسیم ہوتا تھا آجاتے جس پر آخر یہ سلسلہ بند کرنا پڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شوق دینی کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے تو ان کی مراد پوری کر دی۔ اس وقت ہماری جماعت کے پاس قادیان میں چار مساجد ہیں۔ جن میں سے دو نہایت عالی شان ہیں اور چاروں ہی پانچوں وقت نمازیوں سے پُر رہتی ہیں۔ مگر آپ لوگ بھی ویسے کے ویسے ہی ہیں یہی حال روزوں کا ہے۔ زکوٰۃ دینے والا تو شاید آپ لوگوں میں سے ایک بھی نہ ہوگا۔

(قادیان کے غیر از جماعت احباب کے نام پیغام، انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 75-76)

## بیماری کی حالت میں اہل خانہ کے ساتھ نماز باجماعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب بوجہ بیماری مسجد میں تشریف نہ لے جاسکتے تھے تو اکثر مغرب اور عشاء کی نماز گھر میں باجماعت ادا فرماتے تھے اور عشاء کی نماز میں قریباً بلاناغہ سورۃ یوسف کی یہ آیات تلاوت فرماتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ سے لے کر اَرْحَمُ الرَّحِمِينَ (یوسف: 92-84) تک کی آیات آپ اس قدر دردناک لہجہ میں تلاوت فرماتے کہ دل بے تاب ہو جاتا تھا۔ وہ آواز آج تک میرے کانوں میں گونجتی ہے اور شاید میں اب تک اس لہجہ کو صحیح طور پر نقل کر سکتا ہوں۔ اس کا موجب بھی وہی تھا کہ آپ کے اور آپ کی قوم کے درمیان بھی یوسف اور اس کے بھائیوں والا معاملہ گزر رہا تھا اگلی آیت کے متعلق مجھے شبہ ہے کہ آیا یہ بھی پڑھتے تھے یا نہیں اور یہ بھی شبہ ہے کہ سب آیات ایک ہی رکعت میں پڑھتے تھے یا دونوں رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھتے تھے۔

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 356)

## مسجد اقصیٰ کی ترقی کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے گھر ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔ جب قادیان میں مسجد اقصیٰ کے پاس ایک اونچا مکان ہندوؤں کا بننے لگا تو بعض دوستوں کو بہت بُرا محسوس ہوا اور انہوں نے کہا ایسا مکان مسجد کے ساتھ نہیں بننا چاہئے جو اس کی ترقی میں روک ہو۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا مسجد خدا کے فضل سے ترقی کرے گی اور بڑھ جائے گی اس لئے یہ مکان بھی مسجد کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ سننے والے موجود ہیں۔ اس مکان کا ایک حصہ خرید لیا گیا اور اب باقی حصہ بھی اسی ماہ میں خرید لیا گیا ہے۔ اب یہ مکان یا تو مسجد کے ساتھ شامل کر لیا جائے گا یا سلسلہ کے اور کاموں کے لئے استعمال ہوگا۔ (خطبات محمود جلد نمبر 13 صفحہ 147)

## مسجد مبارک کی اہمیت

باجماعت نماز قریب ترین مسجد میں پڑھنی چاہئے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کئی لوگ مسجد مبارک



کے پاس سے گزر کر بڑی مسجد میں چلے جاتے ہیں کیونکہ وہاں کسی قدر جلدی نماز ہو جاتی ہے ہم دوسری یا تیسری رکعت میں ہوتے ہیں کہ مدرسہ احمدیہ کے طالب علم نماز پڑھ کر واپس آ رہے ہوتے ہیں جن کے شور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اب واپس آ رہے ہیں کیونکہ وہ آتے ہوئے اس طرح شور مچاتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بھیڑوں کا گلہ آ رہا ہے ان کے آنے کے وقت ہم دوسری یا تیسری رکعت پڑھ رہے ہوتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کوئی پندرہ بیس منٹ کا آ گا پیچھا ہوتا ہے اس پندرہ بیس منٹ کے عرصہ کے لئے مسجد مبارک کے پاس سے گزر کر دوسری مسجد میں جانا کہاں تک ان کی روحانیت پر دلالت کرتا ہے۔ پس جو پندرہ بیس منٹ کے لئے مسجد مبارک کو چھوڑ کر جوان کے قریب بھی ہے۔ دوسری مسجد میں جاتے ہیں انہیں بھی اپنی روحانیت کی فکر کرنی چاہئے۔ ایسا شخص جو مسجد مبارک کو اس خیال سے چھوڑ کر کہ اس میں ذرا دیر سے نماز ہوتی ہے دوسری مسجد میں اس لئے جاتا ہے کہ اس میں نماز ذرا جلدی ہو جاتی ہے اسے اگر یہ معلوم ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مسجد کے متعلق کیا الہام ہیں اور کیسے کیسے وعدے خدا تعالیٰ کے اس کے متعلق ہیں تو وہ کبھی کسی دوسری مسجد میں جانے کا نام نہ لیتا خواہ نماز کی انتظار میں اسے آدھی رات ہی کیوں نہ ہو جاتی۔ پس اگر وہ حضرت مسیح موعودؓ سے بھی ایمان رکھتا ہے کہ خدا کے وعدے سچے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہے کہ خدا کے وعدے سچے ہیں اور حضرت مسیح موعودؓ سے بھی اس نے مسجد مبارک کے متعلق بعض وعدے کئے ہیں تو خواہ لنگڑا بھی ہوتا تو بھی تھا اور لجا بھی وہ ہوتا تو بھی پہنچتا اور ہرگز یہ بات گوارا نہ کرتا کہ وہ اس مسجد کو چھوڑ کر کسی اور مسجد میں جا کر نماز پڑھے۔ (خطبات محمود جلد 9 صفحہ 346)

### ہندو ڈیپٹی

خدا تعالیٰ کے مامور لوگوں کو سبق سکھانے کے لئے دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں۔ اس کی مثال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے یہ ملتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں دنیا میں جو بھی مصلح آتا ہے۔ وہ کسی اچھی قوم سے آتا ہے تاکہ لوگ اس سے نفرت نہ کریں اور جب خدا تعالیٰ نے ہر مصلح کے لئے اچھی قوم میں سے ہونے کی شرط رکھی ہے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کے کئی کئی ناک ہوں۔ کئی کئی ہاتھ ہوں۔ یا کئی کئی سر اور کئی کئی آنکھیں ہوں۔ اس سے تو لوگ ڈر جائیں گے اور ایسے مصلح کو دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے۔ اس سے فائدہ کیا اٹھائیں گے۔ اگر

اس کے کئی بڑے بڑے ناک ہوں گے تو وہ خیال کریں گے کہ یہ انسان نہیں بلکہ ہاتھی کی طرح کا کوئی جانور ہے۔ اگر اس کے کئی سر ہوں گے تو وہ کہیں گے یہ انسان نہیں بلکہ کوئی عجیب الخلقیت حیوان ہے اور اگر کئی کئی آنکھیں ہوں گی تو وہ کہیں گے یہ انسان نہیں بلکہ کوئی نئی قسم کا سانپ ہے اور وہ اس سے ڈر کر بھاگ جائیں گے۔ پھر میں بتاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی کئی ناک، کان اور آنکھیں ہونے کی فلاسفی بھی بیان فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ ان مصلحین کی فی الواقع اس قسم کی شکلیں تھیں بلکہ اگر تصویر میں یہ دکھایا گیا ہے کہ کسی مصلح کے کئی ناک تھے۔ تو اس کا یہ مطلب تھا کہ ان میں اس قدر قوت شامہ پائی جاتی تھی کہ وہ دور سے عیب روحانی کو سونگھ لیتے تھے اور جب ان کے بڑے بڑے کان دکھائے جاتے تھے تو اس کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ وہ دور سے فریادیوں کی فریاد سن لیتے تھے اور ان کی ضرورت کو پہچان لیتے تھے اور جب ان کی کئی آنکھیں دکھائی جاتیں تو اس کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ وہ حقیقت کو بہت جلد پہچان لیتے تھے۔ اس طرح تصویریری زبان میں کئی کئی ہاتھ بنانے کا یہ مطلب تھا کہ اس مصلح کے پاس ایسے دلائل و براہین تھے کہ ان سے دشمن مبہوت ہو جاتا تھا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہی قرآن کریم میں آتا ہے کہ فَجَبَّتْ اَلَّذِیْ كَفَرَ (البقرہ: 259) کافران کے دلائل و براہین سے مبہوت ہو گیا۔ غرض خواب میں میں اس ہندو کو یہ مثالیں دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ چوہدری اسد اللہ خان صاحب تو صرف خلاصہ بیان کر رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے مثالیں بیان نہیں کیں۔ اس پر وہ ہندو خاموش ہو گیا۔

اس رویاء میں سمجھتا ہوں کہ کسی زمانہ میں خدا تعالیٰ ہندوؤں میں بھی تبلیغ اسلام کا رستہ کھول دے گا۔ وہ لوگ اس قسم کے دیوتاؤں کے قائل ہیں۔ جن کے کئی کئی ہاتھ کئی کئی ناک اور کئی کئی آنکھیں ہوتی تھیں۔ لیکن ایک وقت آئے گا کہ خدا تعالیٰ ان پر یہ حقیقت کھول دے گا کہ وہ دیوتا بھی ہمارے جیسے انسان ہی تھے۔ صرف ان کی روحانی طاقتوں کو تصویریری زبان میں اس طرح دکھایا گیا ہے کہ گویا ان کے کئی کئی ہاتھ تھے، کئی کئی آنکھیں اور کئی کئی ناک تھے اور یہ روحانی طاقتیں سب بزرگوں کو دی گئی ہیں.....

مگر انہوں نے جس شکل میں اپنے بزرگوں کو پیش کیا ہے۔ اسے دیکھ کر تو انسان ڈر کر

بھاگنے لگتا ہے اور جب وہ کئی کئی ہاتھ دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ یہ کوئی تیندوا ہے جب کئی کئی سرد دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ یہ کوئی عجیب الخلق حیوان ہے۔ جب کئی کئی آنکھیں دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ یہ کوئی نئی قسم کا سانپ ہے۔ حالانکہ وہ ہمارے جیسے ہی انسان تھے۔ یہ غلط فہمی جس دن دور ہوگئی اور ہندوؤں کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ ان کے دیوتا اور بزرگ بھی انسان ہی تھے۔ تو وہ انسانوں سے سبق سیکھنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور صداقت کو قبول کرنا ان کے لئے کوئی مشکل نہیں رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دن حضرت خلیفہ اولؓ مسجد اقصیٰ سے قرآن کریم کا درس دے کر واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک ہندو ڈپٹی جس کا مسجد اقصیٰ کے ساتھ ہی ایک بڑا سا مکان تھا۔ بیٹھا ہوا تھا وہ آپ کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا حکیم صاحب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پوچھیں۔ اس نے کہا حکیم صاحب میں نے سنا ہے کہ مرزا صاحب بادام روغن اور پلاؤ بھی کھا لیتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا ڈپٹی صاحب ہمارے مذہب میں یہ سب چیزیں جائز ہیں اور لوگ انہیں کھا سکتے ہیں۔ مرزا صاحب کے لئے بھی ان طیب چیزوں کا کھانا جائز ہے۔ اس پر وہ حیران ہو کر کہنے لگا کیا فقروں کو بھی یہ چیزیں کھانا جائز ہیں۔ یعنی کیا بزرگوں کے لئے بھی ان چیزوں کا کھانا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہمارے مذہب میں فقروں کے لئے بھی پاک چیزیں جائز ہیں۔ بلکہ ان کے لئے دوسروں سے زیادہ پاک چیزیں کھانے کا حکم ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ یہ جواب تو شریفانہ تھا۔ جو حضرت خلیفہ اولؓ نے اس ڈپٹی کو دیا۔ لیکن ایک جواب خلیفہ رجب دین صاحبؓ نے بھی ایک مجسٹریٹ کو دیا تھا۔ وہ خواجہ کمال الدین صاحب کے خسر تھے۔ اور ان کی طبیعت بڑی تیز تھی۔ ایک دفعہ وہ کسی شہادت کے سلسلہ میں عدالت میں گئے۔ تو مجسٹریٹ جو ہندو تھا۔ ان سے کہنے لگا لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پلاؤ تو رمہ اور کباب بھی کھا لیتے ہیں۔ کیا یہ ٹھیک بات ہے۔ خلیفہ رجب دین صاحبؓ نے جواب دیا کہ اسلام میں تو یہ سب چیزیں حلال ہیں اور ان کا کھانا جائز ہے۔ لیکن اگر آپ کو یہ چیزیں پسند نہیں تو آپ بے شک پاخانہ کھالیا کریں۔ مجسٹریٹ کہنے لگا خلیفہ صاحب آپ تو ناراض ہو گئے انہوں نے کہا میں ناراض تو نہیں ہوا۔ میں نے تو صرف آپ کی بات کا جواب دیا ہے۔

اصل بات یہ ہے جو وساوس اور شہادت کسی قوم میں راسخ ہو چکے ہوتے ہیں۔ عام طور

پراس قوم کے لوگ دوسروں سے بھی انہی خیالات کی توقعات رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہندوؤں کی تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے خاموش ہو گیا ہوگا۔ ورنہ وہ ضرور پوچھتا کہ ہمارے ہاں تو بزرگوں کے دوسرے اور چار چار ناک اور کئی کئی آنکھیں ہوتی ہیں۔ مگر مرزا صاحب کا تو ایک ہی سر ایک ہی ناک اور دو ہی آنکھیں ہیں۔ پھر وہ اور آگے بڑھتا اور کہتا کہ ہمارے ہنومان کی تو دم بھی تھی۔ لیکن مرزا صاحب کی تو کوئی دم نہیں۔ پھر یہ کیسے مصلح ہو گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے اسے شرم آگئی اور اس نے یہ سوالات نہ کیے۔ ورنہ وہ یہ باتیں ضرور پوچھتا کیونکہ ہندوؤں میں اپنے بزرگوں کے متعلق اسی قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں اور انہوں نے تصوری زبان میں ان کے کئی کئی سر، کئی کئی آنکھیں، کئی کئی ناک اور کئی کئی ہاتھ دکھائے ہیں۔

(الفضل 16 نومبر 1956ء جلد 45/10 نمبر 269 صفحہ 5)

### محنت اور مشقت کی عادت

باوجود اس کے کہ آپ دنیا سے ایسے متنفر تھے۔ مگر آپ سست ہرگز نہ تھے بلکہ نہایت محنت کش تھے اور خلوت کے دلدادہ ہونے کے باوجود مشقت سے نہ گھبراتے تھے اور بار بار ایسا ہوتا تھا کہ آپ کو جب کبھی کسی سفر پر جانا پڑتا تھا تو سواری کا گھوڑا نوکر کے ہاتھ آگے روانہ کر دیتے اور آپ پیادہ ہی سفر کرتے تھے اور سواری پر کم چڑھتے اور یہ عادت پیادہ چلنے کی آپ کو آخر عمر تک تھی اور ستر سال سے متجاوز عمر میں جبکہ بعض سخت بیماریاں آپ کو لاحق تھیں اکثر روزانہ ہوا خوری کے لئے جاتے تھے اور چار پانچ میل روزانہ پھر آتے اور بعض اوقات سات میل پیدل پھر لیتے تھے اور بڑھاپے سے پہلے کا حال آپ بیان فرمایا کرتے تھے بعض اوقات صبح کی نماز سے پہلے کا حال آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات صبح کی نماز سے پہلے اٹھ کر (نماز کا وقت سورج نکلنے سے سوا گھنٹہ پہلے ہوتا ہے) سیر کے لئے چل پڑتے تھے اور وڈالہ تک پہنچ کر (جو بٹالہ کی سڑک پر قادیان سے قریباً ساڑھے پانچ میل پر ایک گاؤں ہے) صبح کی نماز کا وقت ہوتا تھا۔ (رسالہ ریویو آف ریلینجز اردو بابت ماہ نومبر 1916ء جلد 15 نمبر 11 صفحہ 403)

### رات دیر تک کام کرنے کی عادت

میں نے عام طور پر لڑکوں سے سوال کر کے دیکھا اور مجھے معلوم ہوا کہ کثرت سے

طالب علم ایسے ہیں جنہوں نے کبھی اخبار کو پڑھا ہی نہیں۔ کیا دنیا میں کبھی کوئی ڈاکٹر کام کر سکتا ہے۔ جسے معلوم ہی نہیں کہ مرضیں کون کون سی ہوتی ہیں میں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہے آپ راتوں کو بھی کام کرتے اور دن کو بھی کام کرتے اور اخبارات کا مطالعہ رکھتے۔ اسی تحریک کے دوران میں خود اکتوبر سے لے کر آج تک بارہ بجے سے پہلے کبھی نہیں سویا اور اخبار کا مطالعہ کرنا بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو میں نے اس طرح دیکھا ہے کہ جب ہم سوتے اس وقت بھی آپ جاگ رہے ہوتے اور جب ہم جاگتے تو اس وقت بھی آپ کام کر رہے ہوتے۔ جب انہیں پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے تو وہ دنیا میں کام کیا کر سکتے ہیں۔ میں نے جس سے بھی سوال کیا۔ معلوم ہوا کہ اس نے اخبار کبھی نہیں پڑھا اور جب بھی میں نے ان کی امنگ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تبلیغ کریں گے اور جب سوال کیا کہ کس طرح تبلیغ کرو گے تو یہ جواب دیا کہ جس طرح بھی ہو گا تبلیغ کریں گے۔ یہ الفاظ کہنے والوں کی ہمت تو بتاتے ہیں مگر عقل تو نہیں بتاتے۔ الفاظ سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ کہنے والا ہمت رکھتا ہے مگر یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کہنے والے میں عقل نہیں اور نہ وسعت خیال ہے۔ جس طرح ہو گا تو سو رکھا کرتا ہے۔ اگر سو رکھی زبان ہوتی اور اس سے پوچھا جاتا کہ تو کس طرح حملہ کرے گا تو وہ یہی کہتا کہ جس طرح ہو گا کروں گا۔ بس سو رکھا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ سیدھا چل پڑتا ہے آگے نیزہ لے کر بیٹھو تو وہ نیزہ پر حملہ کر دے گا، بندوق لے کر بیٹھو تو بندوق کی گولی کی طرف دوڑتا چلا آئے گا۔ پس یہ تو سو روں والا حملہ ہے کہ سیدھے چلے گئے اور عواقب کا کوئی خیال نہ کیا حالانکہ دل میں ارادے یہ ہونے چاہئیں کہ ہم نے دنیا میں کوئی نیک اور مفید تغیر کرنا ہے۔ مگر اس قسم کی کوئی امنگ میں نے نوجوانوں میں نہیں دیکھی اور اسی وجہ سے جتنے اہم اور ضروری کام ہیں وہ اس تبلیغی شعبہ سے پوشیدہ ہو گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جماعت ترقی نہیں کرتی۔ حالانکہ مبلغ کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا میں ایک آگ لگا دے۔ جہاں جائے وہاں دیا سلائی لگائے اور آگے چلا جائے۔ اگر مبلغ ایک جنگل کو صاف کرنے بیٹھے تو وہ اور اس کی نسلیں بھی ہزار سال میں ایک جنگل کو صاف نہیں کر سکتیں لیکن اگر وہ سوکھی لکڑیوں اور پتوں وغیرہ کو اکٹھا کر کے دیا سلائی لگاتا چلا جائے تو چند دنوں میں ہی تمام جنگل را کھ کا ڈھیر ہو جائے گا۔

## حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مشکلات

ہمیں اپنے نئے پروگرام شروع کرنے سے پہلے اپنے آپ کو وقت پر بیدار کر لینا چاہئے۔ مثلاً اب ہمارا نیا سال شروع ہوا ہے ہماری مشکلات پہلے سے زیادہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مشکلات ایک رنگ میں زیادہ تھیں اور ایک رنگ میں کم تھیں۔ دس پندرہ آدمی ایسے تھے۔ جو بوجھ برداشت کر کے اپنے کام چھوڑ کر قادیان آگئے تھے اور وہ آپ کے کام میں ہاتھ بٹا رہے تھے اور باقی امداد کرتے تھے۔ اس وقت مالی امداد کام کی نسبت زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ آج مالی امداد کی نسبت کام زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس وقت جماعت اگر خدا نخواستہ ناکام ہو جاتی تو خطرہ بہت کم تھا۔ اب خطرہ بہت زیادہ ہے کیونکہ جماعت میں سے ایک دو کا ایسا نکل آنا جن کو دنیا سر پھرے کہتی ہے۔ تم انہیں مستقل مزاج سمجھ لو زیادہ مشکل نہیں ایسے لوگ مل جاتے ہیں۔ شاہ دولے کے چاہوں کو دیکھ لو کتنے احمق ہوتے ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسے بیوقوف پائے جاتے ہیں۔ جو شاہ دولے کے چوہے بناتے رہتے ہیں۔ پس پہلے زمانہ میں صرف چند سر پھروں کی ضرورت ہوتی تھی اور وہ اکثر مل جاتے تھے۔ لیکن اب سینکڑوں اور ہزاروں سر پھروں کی ضرورت ہے اور اتنی تعداد میں سر پھرے ملنے مشکل ہیں۔ جماعت کی نسبت کے لحاظ سے اب کارکن زیادہ ہیں۔ پہلے کارکن کم تھے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مبلغ نہیں تھے۔ آپ کتابیں لکھتے تھے اور انہیں شائع کر دیتے تھے۔ شروع میں آپ کے پاس پریس تک نہیں تھا۔ آپ کی کتابیں عیسائیوں کی پریس میں چھپتی رہیں۔ بعد میں ایک مسلمان کے پریس میں چھپنے لگیں اور پھر اپنا پریس قائم ہوا جو صرف دستی پریس تھا۔ پس اس زمانہ میں اس لحاظ سے مشکلات زیادہ تھیں کہ ذرائع کم تھے۔ لیکن اس لحاظ سے مشکلات کم تھیں کہ کارکن تھوڑے تھے اور تھوڑے کارکنوں سے کام لینا آسان ہوتا ہے اس لحاظ سے جماعت اس زمانہ میں محفوظ تھی آج ذرائع بیشک زیادہ ہیں لیکن مشکلات بھی پہلے سے بڑھ گئی ہیں آج کام کرنے والوں کی نگرانی کی زیادہ ضرورت ہے۔

## بلا دلیل اعتراض نہیں کرنا چاہئے

مولوی عبداللہ صاحب غزنوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے قریب زمانہ میں ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں ان کا ایک لطیفہ ہے جس سے اُن کی عزت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ امرتسر میں ایک دفعہ لوگوں نے مولوی عبداللہ صاحب غزنوی سے مقابلہ کرنے کیلئے ایک بڑا بھاری عالم تیار کیا جو علومِ مرّوجہ میں خوب ماہر تھا۔ اس کے بعد وہ لوگ مولوی عبداللہ صاحب کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ آپ مجلس میں چلیے، آپ کی فلاں عالم سے بحث کرانی ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی بے شک عالم تھے مگر ایسے نہیں کہ انہوں نے صرف دُخوکی گرداںیں رٹی ہوئی ہوں۔ وہ ایک صوفی منش بزرگ تھے مگر لوگ چاہتے تھے کہ عربی کی ترکیبوں میں لا کر انہیں گرائیں اور ذلیل کریں۔ خیر وہ مجلس میں آگئے۔ لوگوں نے کہا مولوی صاحب یہ فلاں عالم صاحب آئے ہیں کیا یہ آپ سے کوئی سوال کریں؟ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی یہ عادت تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی عادت تھی کہ جب خاموش ہوتے تو سر نیچے ڈال کر یا سر کو ہاتھ کا سہارا دے کر بیٹھے رہتے اور ذکرِ الہی کرنے والے بالعموم ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ جب انہوں نے پوچھا کہ کیا یہ آپ سے کوئی سوال کریں؟ تو مولوی عبداللہ صاحب غزنوی نے فرمایا ”اگر نیت بخیر باشد“ یعنی اگر نیت نیک ہو تو بیشک وہ سوال کریں۔ وہ آدمی بھی گو بظاہر دُنویٰ علماء میں شامل تھا مگر اُس کے دل میں تقویٰ کی آگ جلتی تھی۔ جب انہوں نے کہا کہ اگر نیت بخیر باشد تو اُس نے سوال کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس وقت تو میں بحث کی نیت سے ہی آیا تھا۔ اور درحقیقت یہ جو اُس شخص میں تقویٰ پیدا ہوا مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی بات کے نتیجہ میں پیدا ہوا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ایک واقعہ ہے۔ شروع شروع میں مولوی محمد حسین صاحب جب مولوی ہو کر بٹالہ آئے تو ان کے خیالات بٹالہ کے رہنے والوں کو سخت گراں گزرے۔ آپ فرماتے کہ ایک دفعہ جب میں بٹالہ گیا تو چونکہ لوگوں کو میرے مذہبی جوش اور مذہبی تحقیق و تدقیق کا علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ عیسائیوں کے متعلق میں اکثر مضامین لکھتا رہتا ہوں اور صوفیاء کی میرے دل میں عزت ہے اس لئے بعض لوگ میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ سے ایک ضروری کام ہے، آپ ہمارے ساتھ فلاں مسجد میں چلیں۔ جب میں

وہاں گیا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بیٹھے تھے اور لوگوں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ آپ حنیفوں کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے بحث کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم حنیفوں کی طرف ہیں کیونکہ حنیفوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اوّل قرآن ہے اور پھر حدیث اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ جب لوگوں نے آپ کو مولوی محمد حسین صاحب سے بحث کرنے کیلئے آمادہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا مجھے ان کے مذہب کا پتہ نہیں، پہلے یہ اپنا عقیدہ بیان کریں اس کے بعد میں ان پر کوئی اعتراض کر سکتا ہوں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بیان کیا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی طرف سے جو قول ثابت ہو جائے وہ ہمیں تسلیم کر لینا چاہئے۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کیونکہ اگر رسول کریم ﷺ کی بات نہیں مانتی تو اور کس کی مانتی ہے؟ بہر حال جب آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کی یہ بات سنی تو فرمایا یہ بالکل ٹھیک ہے، میں اعتراض کس بات پر کروں۔ یہ سنتے ہی لوگ سخت غضب میں آگئے اور انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ہار گئے، ہار گئے۔ بس یونہی عالم بنے پھرتے تھے، ہمیں اب پتہ لگا کہ یہ عالم نہیں جاہل ہیں۔ آپ نے لوگوں کی ان تمام باتوں کو سنا مگر کوئی پرواہ نہ کی اور وہاں سے چلے آئے۔ واپسی کے وقت خدا تعالیٰ نے آپ پر الہام نازل کیا کہ چونکہ تو نے میری خاطر یہ ذلت برداشت کی ہے اس لئے

”تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہو اور وہ تجھے بہت برکت

دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

(تذکرہ صفحہ 8 ایڈیشن چہارم)

تو علماء حقیقی وہی ہیں جن کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہو مگر ان علماء میں سے بھی وہ لوگ جو اس مقام پر نہیں پہنچے ہوئے ہوتے جس مقام پر پہنچ کر خدا تعالیٰ انہیں اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ (۱۴۱) کے خطاب سے مخاطب کرتا ہے، بعض دفعہ ٹھوکر کھا جاتے اور پھر ایسے ذلیل ہو جاتے ہیں کہ ان کی ذلت کی کوئی انتہاء نہیں رہتی جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ شروع شروع میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتنی تعریف کی، اتنی تعریف کی کہ اسے دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے ایک پُر جوش مرید آپ کی تعریف کر رہا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ پر انہوں



نے جو ریویو کیا اس میں لکھا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد تیرہ سو سال کے عرصہ میں کسی ایک شخص نے بھی اپنے قول اور عمل سے اسلام کی اتنی خدمت نہیں کی جتنی حضرت مرزا صاحب نے کی ہے۔ مگر پھر وہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے جنہوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور تمام ہندوستان میں آپ کی مخالفت کی آگ بھڑکائی۔ محض اس لئے کہ میری ہتک ہوئی ہے، مجھ سے اپنے دعویٰ کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے مشورہ کیوں نہیں کیا۔ اور دراصل پہلا غصہ انہیں آپ پر یہی تھا۔ چنانچہ جب کسی شخص نے انہیں بتایا کہ آپ ایک ایسی کتاب لکھ رہے ہیں جس میں وفاتِ مسیح کا ذکر آتا ہے۔ تو مولوی محمد حسین بٹالوی کہنے لگے کہ ہم سے تو انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر اسی غصہ میں وہ سارے ہندوستان میں پھرے اور آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور کہا کہ میں نے ہی اس شخص کو اونچا کیا تھا اور اب میں ہی اسے نیچے گراؤں گا۔ مگر نتیجہ کیا نکلا؟ انہوں نے اپنی تمام طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ آپ کا مقابلہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے لئے ہاؤ ہوکا شور بھی مچالیا، آپ کو گالیاں بھی دی گئیں، آپ کو برا بھلا بھی کہا گیا۔ آپ کے خلاف لوگوں کو مشتعل بھی کیا گیا مگر آخر فتح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی حاصل ہوئی۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ ملتان کسی مقدمہ میں گواہی دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ میں نے اُس وقت خواہش کی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ میری عمر اُس وقت اتنی چھوٹی تھی کہ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے ملتان میں کیا کیا دیکھا۔ جب ہم واپس آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں بھی ایک دو دن ٹھہرے۔ اُنہی دنوں کسی دوست نے شہر کے اندر آپ کی دعوت کی۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ وہ کھانے کی دعوت تھی یا اُس دوست نے کسی اور تقریب پر آپ کو بلایا تھا۔ جس وقت آپ وہاں سے واپس آ رہے تھے تو وزیر خان کی مسجد یا سنہری مسجد کے قریب بہت بڑا جھوم اکٹھا ہو گیا۔ مفتی محمد صادق صاحب بھی اُن دنوں وہیں قریب رہتے تھے اور میاں تاج دین صاحب وہیں رہتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن میں سے کس دوست کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ بہر حال جب واپس آئے تو مسجد کے قریب بہت بڑا جھوم تھا اور جونہی لوگوں نے آپ کی گاڑی دیکھی انہوں نے تالیاں پیٹنی شروع کر دیں۔ بعض گالیاں دینے لگ گئے، بعض نے آپ کے خلاف نعرے لگائے اور شور سے آسمان سر پر اٹھالیا۔ شاید یہ نظارہ

میرے ذہن سے اُتر جاتا اور میں اس واقعہ کو بالکل بھول جاتا مگر بچپن کی عمر کے لحاظ سے ایک بات میں نے ایسی دیکھی کہ جس نے اس نظارہ کے نقوش کو بہت گہرے طور پر میرے دماغ پر ثبت کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڈھا شخص جس کی داڑھی ناف تک پہنچ رہی تھی، 75-80 سال اس کی عمر ہوگی، اُس کا قدمبا اور جسم ڈبلا پتلا تھا۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ پر زرد زرد پٹیوں باندھی ہوئی تھیں جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا ہاتھ زخمی ہے اور ہاتھ پہنچے کے آگے سے کٹا ہوا تھا۔ اپنے اس ٹنڈ کو دوسرے صحیح ہاتھ پر مار رہا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ ہائے ہائے مرزا، ہائے ہائے مرزا۔ اپنے بچپن کے لحاظ سے یہ نظارہ میرے لئے ایک عجیب نظارہ تھا کہ ایک شخص کا ہاتھ کٹا ہوا ہے اور اُس پر ہلدی وغیرہ اس نے باندھی ہوئی ہے مگر وہ اپنا ٹنڈ دوسرے ہاتھ پر مارتا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے ہائے ہائے مرزا، ہائے ہائے مرزا۔ بے شک یہ چیزیں ہوئیں اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان باتوں کو دیکھ کر خوش ہوئے اور وہ اپنے دل میں کہتے ہوں گے کہ دیکھا! ہم نے احمدیوں کا کیسا ناطقہ بند کیا، ان کو کیسا ذلیل اور کیسا رسوا کیا۔ مگر دنیا کی نگاہوں میں جو ذلت ہو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک عزت ہوتی ہے اور دنیا کی نگاہوں میں جو عزت ہو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ذلت ہوتی ہے۔ جس وقت وہ تمام لوگ ہنسی کر رہے تھے، جس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے ساری دنیا میں تبلیغ احمدیت کے راستے بند کر دیئے ہیں۔ اُس وقت ہر گالی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مل رہی تھی۔ وہ آپ کے انعامات اور خطابات اور القابات کی فہرست میں لکھی جا رہی تھی۔ آخر یہ ان گالیوں کا ہی نتیجہ ہے جو ہم یہاں بیٹھے ہیں اور کس بات کا نتیجہ ہے۔ پس وہ جتنا جتنا کہتے ہائے ہائے مرزا، ہائے ہائے مرزا یعنی نَعُوذُ بِاللّٰهِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مر گئے ہیں اور وہ آپ کا سیا پا کر رہے ہیں۔ اتنا ہی فرشتے کہتے آپ کو اور زندگی ملے آپ کو اور درجہ ملے اور آخر وہی بات پوری ہوئی جو خدا اور اُس کے فرشتوں نے کہی۔ وہ بات تو پوری نہ ہوئی جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہی تھی۔

تو دنیا کی طرف سے جو عزتیں آتی ہیں وہ کوئی ہستی نہیں رکھتیں۔ ہاں جو عزت خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے وہی حقیقی عزت ہوتی ہے اور وہ اُنہی کو ملتی ہے جو خدا تعالیٰ کی خشیت اپنے دل میں رکھتے ہوں۔ ظاہری نام کے رٹ لینے سے وہ عزت نہیں مل سکتی۔ تو انسان کیلئے دنیا میں ہر مقام پر گرنے کا خطرہ ہے سوائے اس کے کہ وہ ایسے مقام پر پہنچ جائے جہاں

خدا خود اسے محفوظ قرار دے دے اور کہہ دے کہ اب تیرے گرنے کا کوئی خطرہ نہیں۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 391 تا 394)

## کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے برکت حاصل کرو

لوگ مانیں یا نہ مانیں خدا تعالیٰ تمہیں ایک دن دنیا پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ اس نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً فرمایا ہے کہ

”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“

اور جب وہ وقت آئے گا کہ بادشاہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے تو وہ کون سے احمق ہوں گے جو تم سے برکت حاصل نہیں کریں گے۔ کپڑے تو بے جان چیز ہیں اور تم جاندار ہو۔ جب وہ وقت آئے گا کہ بادشاہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے تو آپ کے صحابہ اور تابعین اور پھر تبع تابعین سے بھی ان کے درجات کے مطابق برکت حاصل کی جائے گی۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے فاصلہ پر تھے۔ لیکن بغداد کے بادشاہ ان سے برکت ڈھونڈتے تھے بلکہ صرف انہی سے برکت نہیں ڈھونڈتے تھے بلکہ ان کے شاگردوں سے بھی برکت ڈھونڈتے تھے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو کہ طاقت مل جانے کے بعد تم کہیں ظلم نہ کرنے لگ جاؤ اور تمہاری امن پسندی ”عصمت بی بی از بے چادری“ والی نہ ہو۔ اگر تم طاقت ملنے پر ظالم بن جاؤ گے تو تمہاری آج کی نرمی بھی ضائع ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ کہے گا کہ اپنے تو تمہارے ناخن ہی نہیں تھے اس لئے تم نے سر کھجلا نا کیسے تھا۔ اب میں نے تمہیں ناخن دیئے ہیں تو تم نے سر کھجلا نا بھی شروع کر دیا ہے۔ پس تم خوشی منانے کے ساتھ ساتھ استغفار بھی کرتے رہو اور اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی دعائیں کرو کہ وہ اس آزادی کو سب کے لیے مبارک کرے۔ پھر جن لوگوں کے ہاتھ میں اس وقت ملک کی باگ ڈور ہے ان کے لیے بھی دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ انہیں سچی نیکی اور تقویٰ اور انکسار عطا کرے جو ایک مومن کا خاصا ہے۔ صحابہ کرام کو دیکھ لو باوجود اس کے کہ انہیں ہر قسم کی بڑائی حاصل تھی ان میں حد درجہ کا انکسار پایا جاتا تھا اور غرور سے وہ کوسوں دور رہتے تھے۔

(الفضل 13 اپریل 1956ء جلد 45/10 نمبر 8 صفحہ 4)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین متبرک انگوٹھیاں

آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ خود ہی اسلام کی اشاعت کے سامان پیدا کر رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام پورا ہوگا کہ ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“ بادشاہتیں تو آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہیں۔ لیکن ملک کا پریذیڈنٹ اور صدر بھی بادشاہ ہی ہوتا ہے۔ اگر روس کا صدر اور وزیر اعظم مسلمان ہو جائیں تو وہ بھی بادشاہ سے اپنی حیثیت میں کم نہیں اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ لیکن وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے اسی وقت برکت ڈھونڈیں گے۔ جب تم آپ کی کتابوں سے برکت ڈھونڈنے لگ جاؤ۔ جب تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سے برکت ڈھونڈنے لگ جاؤ گے تو خدا تعالیٰ ایسے بادشاہ پیدا کر دے گا جو کہ آپ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ لیکن ابھی تک تو صدر انجمن احمدیہ نے بھی انتظام نہیں کیا کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں کو محفوظ رکھا جائے۔ آخر بادشاہ برکت ڈھونڈیں گے تو کہاں سے ڈھونڈیں گے۔ صدر انجمن احمدیہ کو چاہئے تھا کہ وہ بعض ماہر ڈاکٹر بلائی۔ جو اس بات پر غور کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑے کس طرح محفوظ رکھے جاسکتے ہیں اور ان کپڑوں کو شیشوں میں بند کر کے اس طرح رکھا جاتا کہ وہ کئی سو سال تک محفوظ رہتے یا انہیں ایسے ممالک میں بھجوا یا جاتا۔ جہاں کپڑوں کو کیڑا نہیں لگتا۔ مثلاً امریکہ ہے۔ وہاں یہ کپڑے بھیج دیئے جاتے تا انہیں محفوظ رکھا جاسکتا اور آئندہ آنے والی نسلیں ان سے برکت حاصل کرتیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد والدہ صاحبہ کی خواہش تھی کہ عمر میں بڑا ہونے کی وجہ سے آپ کی اَلَيْسَ اللهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ والی انگوٹھی مجھے ملے۔ ہم تین بھائی تھے اور تین ہی انگوٹھیاں تھیں۔ مگر باوجود خواہش کے آپ نے قرعہ ڈالا اور عجیب بات یہ ہے کہ تین بار قرعہ ڈالا گیا اور تینوں دفعہ ہی اَلَيْسَ اللهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ والی انگوٹھی میرے نام نکلے۔ غَرَسْتُ لَكَ بَيْدَى رَحْمَتِي وَ قُدْرَتِي والی انگوٹھی میاں بشیر احمد صاحب کے نام نکلے اور تیسری انگوٹھی جو وفات کے وقت آپ کے ہاتھ میں تھی اور اس پر ”مولا بس“ لکھا ہوا تھا۔ تینوں دفعہ میاں شریف احمد صاحب کے نام نکلے اب دیکھو کہ کتنا خدائی تصرف ہے۔ ایک بار قرعہ ڈالنے میں غلطی ہو سکتی ہے۔ دوسری بار قرعہ ڈالنے میں بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ لیکن تین بار

قرعہ ڈالا گیا اور تینوں دفعہ میرے نام اَلْاَيْسُ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ والی انگوٹھی نکلی  
میاں بشیر احمد صاحب کے نام غَرَسْتُ لَكَ بِيَدِي رَحْمَتِي وَ قُدْرَتِي والی انگوٹھی نکلی اور  
میاں شریف احمد صاحب کے حصہ میں وہ انگوٹھی آئی جس پر مولا بس لکھا ہوا تھا۔

میں نے نیت کی ہوئی تھی کہ میں اَلْاَيْسُ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ والی انگوٹھی  
جماعت کو دے دوں لیکن میں اس وقت تک اسے کس طرح دے دوں۔ جب تک کہ وہ اس کی  
نگرانی کی ذمہ داری نہ لے۔ اگر وہ انگوٹھی میرے بچوں کے پاس رہے تو وہ کم سے کم اسے اپنی  
ملکیت سمجھ کر اس کی حفاظت تو کریں گے۔ لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ میں یہ انگوٹھی اپنے بچوں کو نہ  
دوں۔ بلکہ جماعت کو دوں۔ اس کے لئے میں نے ایک اور تجویز بھی کی ہے۔ کہ اس انگوٹھی کا  
کاغذ پر عکس لے لیا جائے۔ بعد اسے زیادہ تعداد میں چھپوا لیا جائے۔ پھر نگینہ والی انگوٹھیاں تیار  
کی جائیں۔ لیکن نگینہ لگانے سے پہلے گڑھے میں اس عکس کو دبا دیا جائے۔ اس طرح ان  
انگوٹھیوں کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی سے براہ راست تعلق ہو جائے گا۔ گویا  
اَلْاَيْسُ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ نگ بھی ہوگا اور وہ عکس بھی نگ کے نیچے دبایا ہوا ہوگا۔ پھر  
اس قسم کی انگوٹھیاں مختلف ممالک میں بھیج دی جائیں۔ مثلاً ایک انگوٹھی امریکہ میں رہے ایک  
انگلینڈ میں رہے۔ ایک سوئٹزرلینڈ میں رہے۔ اسی طرح ایک ایک انگوٹھی دوسرے ممالک میں  
بھیج دی جائے۔ تا اس طرح ہر ملک میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تبرک محفوظ رہے۔ پچھلے  
دنوں مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پرانی تحریر ملی تھی۔ میں نے وہ تحریر انڈونیشیا بھیج دی  
ہے۔ تا اس امانت کو وہاں محفوظ رکھا جائے۔ اور اس سے وہاں کی جماعت برکت حاصل کرے۔  
مگر الہام میں کپڑوں کا ذکر ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ الہام فرمایا تھا کہ ”بادشاہ تیرے  
کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“۔ اس لئے چاہئے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کے کپڑوں کو ایسی جگہوں پر بھجوا دیں۔ جہاں کیڑا نہیں لگتا۔ تاکہ وہ زیادہ لمبے عرصہ تک  
محفوظ رہیں۔ بہر حال نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ آگے آئیں۔ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اسلام  
کی خدمت کریں۔ تاکہ ان کو بھی یہ دن دیکھنا نصیب ہو کہ ان کے ذریعہ سے ملکوں کے ملک  
محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور اسلام کا جھنڈا وہاں گاڑ دیا جائے اور یہ  
معمولی بات نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی اور بڑی خوشی کی بات ہے۔“

(الفضل 8 فروری 1956ء جلد 10/45 نمبر 33 صفحہ 5)

## بعض اوقات شکست زیادہ بہتر ہوتی ہے

عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ چونکہ آپ نے خالصتاً خدا اور اس کے رسول کے لئے انکسار اور تذلل اختیار کیا اس لئے اس محسنِ مطلق نے نہ چاہا کہ آپ کے اس فعل کو بغیر اجر کے چھوڑے۔

تو بعض اوقات شکست زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ اس فتح سے جس میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی نہ ہو۔ یہ بات میں نے پہلے بھی کئی بار کہی ہے اور اب پھر اسے دہرا دیتا ہوں کہ غیر مبائعین کے مقابلہ پر ایسے ذرائع اختیار کرو۔ جو خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا موجب ہوں۔ میں نے بار بار سخت کلامی سے روکا ہے۔ مجھے سخت کلامی کبھی پسند نہیں۔ خواہ وہ میرے شدید سے شدید مخالف کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ بے شک بعض حقائق کے بیان کرنے میں بعض سخت الفاظ کا استعمال کرنا پڑتا ہے جو دوسرے کے لئے ناگوار ہوتے ہیں۔ مگر ان کے بیان میں بھی جہاں تک ممکن ہو سخت الفاظ سے بچنا چاہئے اور ایسے رنگ میں بات کو بیان نہ کیا جائے کہ دوسرا سمجھے کہ اس کے دل میں غصہ اور بغض ہے۔ جو یہ نکال رہا ہے ایک ہی بات کو سخت الفاظ میں بھی ادا کیا جاسکتا ہے اور اسی کو نرم الفاظ میں بھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ لاہور میں ایک خاندان فقیروں کا مشہور ہے۔ ہمارے خاندان کے ساتھ ان کے تعلقات پرانے چلے آتے ہیں ہمارے بڑے بھائی خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم اور اس خاندان کے آخری رئیس بھائی بھائی بنے ہوئے تھے۔ ان کے دادا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وزیر تھے اور وہ بہت بلند پایہ طبیب تھے اور اس وجہ سے بہت اثر رکھتے تھے۔ گو اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت اچھی نہ تھی۔ مگر انہیں طب کی وجہ سے اور ذاتی قابلیت کے باعث بہت رسوخ حاصل تھا۔ مسلمانوں کو اس زمانہ میں چونکہ مصائب کا شکار ہونا پڑتا تھا۔ اس لئے جس کسی کو کوئی مصیبت پیش آتی۔ ان کے پاس امداد کے لئے پہنچ جاتا تھا اور آپ ہر ایک کی کچھ نہ کچھ مدد کر دیتے اور جو تھوڑی بہت رقم ممکن ہوتی دے دیتے۔ اس زمانہ میں پیسہ کی بہت قیمت تھی۔ روپیہ کا دس دس من غلہ ملتا تھا۔ ایک دفعہ ان کے پاس کوئی محتاج آیا۔ وہ بیٹھے کام کر رہے تھے اور اپنے نوکر سے کہہ دیا کہ میاں اسے آٹھ آنہ کے پیسے دے دو۔ نوکر نے دیئے تو اس نے شور مچا دیا کہ اتنے بڑے آدمی ہو کر آپ مجھے صرف آٹھ

آنے دیتے ہو۔ حالانکہ اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے بھی یہ کافی تھے۔ روپیہ مہنگا تھا اور میرا خیال ہے کہ اس وقت وزیر کی تنخواہ بھی دو تین سو روپیہ ہی ہوتی ہوگی۔ لیکن باوجود اس کے کہ وہ محیر آدمی تھے اور جو حاجت مندا آتا۔ جو کچھ ممکن ہوتا اسے دے دیتے۔ مگر اس محتاج نے شور مچا دیا اور کام کرنا مشکل کر دیا۔ آپ نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ بعض نہ آیا اور کام میں حرج کرنے لگا۔ آخر مجبور ہو کر آپ نے نوکر سے کہا کہ اسے پولے پولے (نرم نرم) دھکے مار کر باہر نکال دو۔ گو وہ مجبور ہو گئے کہ دھکے مار کر اسے باہر نکالیں۔ مگر شرافت کی وجہ سے پولے پولے دھکے مارنے کی ہدایت بھی ساتھ ہی کر دی۔ تو انسان اگر نرمی اور محبت کو اپنا شعور بنا لے۔ تو لڑائی میں بھی ایسے الفاظ استعمال کئے جاسکتے ہیں کہ جو سخت نہ ہوں۔ جس طرح فقیر صاحب کی مثال میں نے دی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ سخت کلامی اخلاص پر دلالت نہیں کرتی۔

(خطبات محمود جلد 21 صفحہ 128 تا 129)

## حقیقی مبلغ کی خصوصیات

حقیقی مبلغ وہی ہوتا ہے جس کے دل میں ہار جیت کا کوئی سوال نہ ہو۔ جس کو ہر وقت یہ خیال رہے کہ اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل گرفت ہو۔ کئی دفعہ پہلے بھی یہ واقعہ سنا چکا ہوں کہ جس زمانہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی تعلیم حاصل کر کے بٹالہ آئے تھے۔ تو ان کے خلاف بہت شور تھا کہ پیروں فقیروں کے منکر ہیں۔ لوگ ان کی بہت مخالفت کرتے تھے۔ انہی دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے گئے بعض حنیفوں نے سوچا کہ ہمارے ایک حنفی عالم آگئے ہیں۔ ان کو مولوی محمد حسین صاحب کے مقابلہ پر لے چلیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ اپنے آپ کو حنفی کہا کرتے تھے۔ آپ سے لوگوں نے کہا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا چلتے ہیں۔ اگر کوئی بات ہوئی تو کریں گے۔ لوگ مجلس میں اکٹھے ہو گئے آپ بھی تشریف لے گئے۔ آپ فرماتے کہ ہم کو اہل حدیث کے متعلق زیادہ واقفیت اس زمانہ میں نہ تھی۔ اس لئے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے عقائد کیا ہیں تاکہ بحث سے پہلے یہ تو معلوم ہو کہ آپ کہتے کیا ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کھڑے ہو کر بیان کیا کہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ رسول کو مانتے ہیں۔ قرآن کو خدا تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں قرآن کریم کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں اور حدیث کو خیالی آراء پر مقدم کرتے ہیں۔ غالی اہل حدیثوں

کا عقیدہ تو اس سے سخت ہوتا ہے۔ مگر ممکن ہے مولوی محمد حسین صاحب نے مصلحت وقت کے تحت یہ بات کہہ دی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ باتیں سن کر فرمایا کہ یہ باتیں تو بالکل معقول ہیں میں ان کا جواب کیا دوں۔ چونکہ اس جواب سے حنیفوں کو کچھ ذلت محسوس ہوئی۔ اس لئے انہوں نے بہت برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور طنزیں کرنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے ہم وہاں سے آگئے اور خاص اللہ کے لئے بحث کو ترک کر دیا۔ رات کو خداوند کریم نے اپنے الہام اور مخاطبت میں اس ترک بحث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

”تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا۔ یہاں

تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“ (تذکرہ 8)

پس میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے جو مرنی تیار ہوں۔ وہ بھی تقویٰ کے ماتحت کام کریں۔ سنجیدگی کا دامن کبھی نہ چھوڑیں اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو ہمیشہ مد نظر رکھیں۔ ان کا مقصد بحث کبھی نہ ہو۔ بلکہ ایسا نمونہ پیش کریں کہ جو دوسروں میں خرابیاں ہیں دور ہو سکیں اور وہ ایسی سد سکندری کا کام دیں جو یا جوج ماجوج کے حملوں کو روک دے۔ پس اس کام کے متعلق اپنی زندگیاں وقف کرنے کی تحریک میں جماعت کے نوجوانوں کو کرتا ہوں۔

(خطبات محمود جلد 21 صفحہ 466-467)

## مامور کی بیعت میں شامل ہونا

پس جو چیز تحریک کا سوا حصہ ہے اس پر خواہ کس قدر جوش کے ساتھ عمل کیا جائے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اصل کام وہ ہے جو جماعت کو خود کرنا ہے روپیہ تو ایسے حصوں کے لئے ہے جہاں پہنچ کر جماعت کام نہیں کر سکتی باقی اصل کام جماعت کو خود کرنا ہے۔ قرآن اور حدیث سے کہیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ کسی نبی نے مزدوروں کے ذریعہ فتح حاصل کی ہو۔ کوئی نبی ایسا نہ تھا جس نے مبلغ اور مدرس نوکر رکھے ہوئے ہوں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ ایک بھی مبلغ نوکر نہ تھا اب تو جماعت کے پھیلنے کی وجہ سے سہارے کے لیے بعض مبلغ رکھ لئے گئے ہیں۔ جیسے پہاڑوں پر لوگ عمارت بناتے ہیں تو اس میں سہارے کے لیے لکڑی دے دیتے ہیں تا چک پیدا ہو جائے اور زلزلہ کے اثرات سے محفوظ رہے۔ پس ہمارا مبلغین کو ملازم رکھنا بھی



چک پیدا کرنے کے لیے ہے وگرنہ جب تک افراد جماعت تبلیغ نہ کریں، جب تک وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے اوقات دین کے لیے وقف ہیں، جب تک جماعت کا ہر فرد سرکوتھیلی پر رکھ کر دین کے لیے میدان میں نہ آئے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے علیحدہ کیا ہے تو اس کے متعلق بائبل میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس کے بھائیوں کی تلوار اس کے خلاف اٹھے گی اور اس کی تلوار ان کے خلاف۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نبی ہوگا کیونکہ نبی کے خلاف ہی ساری دنیا کی تلواres اٹھتی ہیں۔

پس جب تک کوئی شخص ساری دنیا کی تلواروں کے سامنے اپنا سر نہیں رکھ دیتا اس وقت تک اس کا یہ خیال کرنا کہ وہ اس مامور کی بیعت میں شامل ہے فریب اور دھوکا ہے جو وہ اپنی جان کو بھی اور دنیا کو بھی دے رہا ہے۔ ہماری جماعت کے زمیندار اور ملازم اور تاجر یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہوئے اور چند مبلغ ملازم رکھ کر کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ وہ خدا کی جماعت ہیں حالانکہ یہ حالت خدا کی جماعتوں والی نہیں اس صورت میں ہم زیادہ سے زیادہ ایک انجمن کہلا سکتے ہیں۔ خدائی جماعت وہی ہے جس کا ہر فرد اپنے آپ کو قربانی کا بکرا بنا دے اور جس کا ہر اک مبرموت قبول کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ یاد رکھو جو جماعت مرنے کیلئے تیار ہو جائے اسے کوئی نہیں مار سکتا اور نہ اس کے مقابلہ پر کوئی ٹھہر سکتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 6)

## وقفِ زندگی قربانی کا تقاضا کرتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جب وقفِ زندگی کا اعلان کیا تو گو وقفِ زندگی کی شرائط آپ نے خود نہیں لکھیں بلکہ میر حامد شاہ صاحب سے لکھوائیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو دیکھا اور کچھ اصلاح کے ساتھ پسند فرمایا۔ مجھے خوب یاد ہے ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ میں کوئی معاوضہ نہیں لوں گا چاہے مجھے درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑے میں گزارہ کروں گا اور تبلیغ کروں گا۔ یہی وہ طریق ہے جس سے صحیح طور پر تبلیغ ہو سکتی ہے۔ جب ہم اعداد و شمار سے کام لینے لگتے ہیں تو اخراجات کا اندازہ اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا کہ یہ اخراجات کس طرح پورے ہو

سکیں گے۔ پس اصل تبلیغ ہم اسی طرح کر سکتے ہیں اس کے بغیر اگر ہم تبلیغ کرنا چاہیں تو مجھے اس میں کامیابی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ چونکہ بہت سے دوستوں نے میرے اعلان پر اپنی زندگیوں کو سلسلہ کے لئے وقف کیا ہے اس لئے میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قربانی کا ارادہ اور عزم اپنے اندر پیدا کریں ورنہ سلسلہ کبھی کامیاب تبلیغ نہیں کر سکتا۔ اگر ایسے مبلغ آئیں جو بغیر کسی معاوضہ کے تبلیغ کے لئے نکل کھڑے ہوں تو ہمیں ان کے متعلق کوئی فکر نہیں ہوگا۔ مگر اب تو لوگ ادھر زندگی وقف کرتے ہیں اور ادھر ہمیں فکر پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ ہمارے پاس اتنا روپیہ بھی ہے یا نہیں کہ ہم ان کا وقف قبول کریں۔ لیکن اگر وہ ہم سے معاوضہ لئے بغیر نکل جائیں، سادہ لباس پہنیں اور سادہ خوراک استعمال کریں، اخلاص اور تقویٰ سے کام لیں تو نہ سلسلہ پر بار پڑ سکتا ہے اور نہ ان کو کوئی خاص پریشانی لاحق ہو سکتی ہے کیونکہ جب وہ اخلاص سے کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے کام میں برکت ڈال دے گا اور ان کے ارد گرد ایک جماعت پیدا کر دے گا۔ پھر وہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی موزوں مقام کا انتخاب کر کے وہاں بیٹھ جائیں اور لوگوں کو درس دینا شروع کر دیں۔ (زندگی وقف کرنے کی تحریک - انوار العلوم جلد 17 صفحہ 297-298)

### حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا وقف کرنا

سب سے پہلے ہمارے خاندان میں عزیزم مرزا ناصر احمد نے اپنے آپ کو وقف کیا تھا اور اس وقت تک اس نے اپنے وقف کو نباہا ہے۔ اب دوسرے نمبر پر عزیزم عباس احمد نے اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے وقف کیا ہے اور اس عزم اور ارادہ کے ساتھ باقاعدہ دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے کہ وہ اپنی زندگی دین کی خدمت میں لگائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے بعد ہمارے خاندان میں سے کس کس کو ایسے رنگ میں وقف کرنے کی توفیق ملے کہ ان کا وقف سلسلہ کے لئے فائدہ مند ہو اور جس کے حالات وقف کے مطابق ہوں تا وہ خود اپنے لئے اور جماعت کے لئے بھی ٹھوکر کا موجب نہ بن جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ساٹھ ستر سال پہلے یہ الہام شائع فرمایا تھا تَوْرٰی نَسْلًا بَعِيْدًا اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نشان کو ایسے رنگ میں پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں کہ روز بروز اس نشان کی اہمیت اور عظمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ بعض نشان اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جس وقت وہ شائع کئے جاتے ہیں تو بڑے ہوتے ہیں اور ان کی عظمت زیادہ

ہوتی ہے مگر جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اس نشان کی عظمت میں آہستہ آہستہ کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔ لیکن بعض نشان اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ابتداء میں چھوٹے ہوتے ہیں مگر زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ بڑے ہوتے چلے جاتے ہیں جوں جوں زمانہ گزرتا ہے اُن کی عظمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا کہ تَرَى نَسْلًا بَعِيْدًا اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف دو بیٹے تھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے ہاں کچھ اور بیٹے بیٹیاں پیدا ہوئیں اور پھر خدا تعالیٰ نے ان کو وسیع کیا اور اب ان بیٹوں اور بیٹیوں کی نسلیں الہام الہی کے ماتحت شادیاں کر رہی ہیں اور تَرَى نَسْلًا بَعِيْدًا کے نئے نئے ثبوت مہیا کر رہی ہیں۔

دُنیا میں نسلیں تو پیدا ہوتی ہی رہتی ہیں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ یہ کونسا نشان ہے نسلیں تو دُنیا میں اکثر آدمیوں کی چلتی ہی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کتنے آدمیوں کی نسلیں ہیں جو اُن کی طرف منسوب بھی ہوتی ہیں اور منسوب ہونے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ اکثر آدمیوں کی نسلیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اُن سے پوچھا جائے کہ تمہارے پردادا کا کیا نام تھا تو اُن کو پتہ نہیں ہوتا مگر تَرَى نَسْلًا بَعِيْدًا کا الہام بتا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل آپ کی طرف منسوب ہوتی چلی جاتی جائے گی اور لوگ اُنکیاں اٹھا اٹھا کر کہا کریں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ نسل آپ کی پیشگوئیوں کے ماتحت آپ کی صداقت کا نشان ہے۔ پس تَرَى نَسْلًا بَعِيْدًا میں صرف یہی پیشگوئی نہیں کہ آپ کی نسل کثرت سے ہو گی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت شان کا بھی اس رنگ میں اس پیشگوئی میں ذکر ہے کہ آپ کا مرتبہ اتنا بلند اور آپ کی شان اتنی ارفع ہے کہ آپ کی نسل ایک منٹ کے لئے بھی آپ کی طرف منسوب نہ ہونا برداشت نہیں کرے گی اور آپ کی طرف منسوب ہونے میں ہی ان کی شان اور ان کی عظمت بڑھے گی۔

پس اس پیشگوئی میں خالی اس بات کا بھی ذکر نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کثرت سے ہوگی بلکہ یہ بھی ذکر ہے کہ روز بروز بڑھے گی اور وہ خواہ کتنے ہی اعلیٰ مقام اور اعلیٰ مرتبہ تک جا پہنچے اور خواہ اُن کو بادشاہت بھی حاصل ہو جائے پھر بھی وہ اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرنے میں ہی فخر محسوس کرے گی۔ پس

تَرای نَسَلًا بَعِيدًا کے یہی معنی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری نسل تجھے کبھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں کرے گی اور تیری نسل کبھی اپنے دادا کو بھلانے کی کوشش نہیں کرے گی۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 606 تا 607)

### بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

اللہ تعالیٰ اپنے آخری موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں دنیا کو یہ دکھانا چاہتا ہے کہ لو بغیر جماعت کی خاص کے قربانیوں کے اور بغیر ترقی کے خاص سامانوں کے ہم اپنی طاقت اور قدرت سے ہی کام کر کے دکھا دیتے ہیں لیکن بہر حال خواہ جماعت کی قربانیوں کے بغیر یہ کام ہو۔ چونکہ یہ کام ہمارے ہاتھوں سے ہوگا اس لئے ہمیں عزت ضرور مل جائے گی اور مفت میں ہمیں ثواب ہو جائے گا یہ ایسی ہی بات ہے جیسے ایک تنکے سے خدا تعالیٰ کشتیوں کا کام لے لے۔ بے شک ایک تنکا اپنی ذات میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا لیکن جس تنکے میں خدا تعالیٰ یہ طاقت پیدا کر دے گا کہ وہ سہارا دے کر لوگوں کو دریا سے گزار دے اُس میں بھی ایک خوبی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں بھی ایک برکت پیدا ہو جاتی ہے اگر وہ تنکا دنیا میں محفوظ ہو تو یقیناً ہزاروں میل سے لوگ اس کی زیارت کرنے کے لئے آئیں اسی طرح ہمارے ہاتھ سے اگر یہ کام ہو جائے تو ہماری مثال گو ایک تنکے کی سی ہوگی۔ لیکن چونکہ خدا کا کام ہمارے ہاتھ سے ہوا ہوگا۔ اس لئے ہمارا وجود خدا تعالیٰ کی کرامت اور اس کی قدرت اور اس کی رحمت کا ایک مورد اور ذریعہ ہونے کی وجہ سے دنیا میں ایک نشان بن جائے گا۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کرتہ ایک نشان تھا۔ جس پر سُرنخی کے چھینٹے پڑے اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ بقیہ کپڑے نشان ہیں۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ یہ صاف ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کرتہ قربانی نہیں کر رہا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاچامہ قربانی نہیں کر رہا تھا بلکہ قربانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کر رہے تھے۔ وہ سوز و گداز سے بھری ہوئی دعائیں جو عرش سے ٹکرا رہی تھیں۔ وہ خدا کے نام کی اشاعت اور اس کی بلندی کے لئے دن رات کی کوششیں جو دنیا میں ہو رہی تھیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو پھیلانے اور آپ ﷺ کی عظمت سے دنیا کو روشناس کرانے کے لئے جدوجہد جو اس عالم میں جاری تھی۔ وہ تمام

جدوجہد، وہ تمام کوشش وہ تمام قربانی کرتے نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود کر رہے تھے۔ وہ رات دن کی کوفت جو مختلف علمی کتب لکھنے سے آپ کو ہوتی۔ وہ مخفی علوم جو آپ دنیا پر ظاہر کر رہے تھے۔ وہ چھپے ہوئے خزانے جن کو آپ زمین سے باہر نکال رہے تھے۔ وہ دولتیں جن پر لوگوں کے بخل کی وجہ سے زنگ لگ گیا تھا اور وہ سکے جن پر اس قدر میل جم چکی تھی کہ وہ پہچانے تک نہیں جاتے تھے۔ ان کو صاف کرنے اور دنیا میں پھیلانے اور لوگوں کے گھروں میں وہ مال و دولت پہنچانے اور ان کی روحانی غربت و افلاس کو دور کرنے اور انہیں ایمان کی دولت سے مالا مال کرنے کا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کر رہے تھے۔ آپ کا کرتہ یا جامہ یہ کام نہیں کر رہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ گویا جس نے یہ کام کیا اُس کے جسم کے ساتھ لگا ہوا کرتہ، اُس کی ٹانگوں کے ساتھ لپٹا ہوا جامہ اُسی کے سر پر رکھا ہوا عمامہ اس کی جیب میں پڑا ہوا رومال اور اس کے پاؤں میں پڑی ہوئی جوتی بھی برکت والی ہوگی کیونکہ جس شخص سے خدا نے کام لیا یہ چیزیں اُس کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ پس اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم اس کام کے مستحق ہیں۔ ہم اس کام کے اہل ہیں، ہم میں وہ خوبیاں نہیں جو اعلیٰ جماعتوں میں پائی جانی چاہئیں مگر چونکہ خدا نے ہمیں ایک درجہ دے دیا ہے۔ اس لئے اس کام کے ہونے کی وجہ سے ہمیں وہ برکات ملنی ضروری ہیں جو برکات ایسے کاموں سے وابستہ ہوتی ہیں لیکن بہر حال ہمارے لئے ان برکات کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستہ ہونا ضروری ہے۔ دیکھو وہی کرتہ برکت پا گیا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم سے جا ملا۔ اسی جامہ نے برکت حاصل کی جو آپ کی ٹانگوں میں لپٹا رہا۔ اسی گپڑی نے برکت حاصل کی جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہنا۔ وہی کُلاّءِ عزت کا مستحق ہوا جو آپ کے سر پر رہا۔ اسی ٹوپنی نے عزت حاصل کی جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر پر رکھا۔ وہی رومال برکت حاصل کر گیا جو آپ کی جیب میں پڑا رہا اور وہی جوتی برکت والی قرار پائی جو آپ کے پاؤں میں رہی۔ پس برکت حاصل کرنے کے لئے کم سے کم اتنا لگاؤ کا ہونا تو ہمارے لئے ضروری ہے، جس طرح کرتہ آپ کے جسم سے چٹا رہا، جس طرح جامہ آپ کی ٹانگوں سے لپٹا رہا، جس طرح رومال آپ کی جیب میں پڑا رہا، جس طرح عمامہ آپ کے سر پر دھرا رہا، جس طرح جوتی آپ کے پاؤں میں پڑی رہی۔ اسی طرح ہمارا فرض ہے کہ اگر ہم الہی برکات حاصل کرنا چاہتے

ہیں تو ہم دھونی رما کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد بیٹھ جائیں۔ اگر ہم اپنے آپ میں کرتے جیسی وابستگی پیدا کر لیں۔ اگر ہم اپنے آپ میں پاجامے جیسی وابستگی پیدا کر لیں۔ اگر ہم اپنے آپ میں ٹوپی جیسی وابستگی پیدا کر لیں۔ اگر ہم اپنے آپ میں عمامہ جیسی وابستگی پیدا کر لیں۔ اگر ہم اپنے آپ میں رومال جیسی وابستگی پیدا کر لیں۔ اگر ہم اپنے آپ میں جوتی جیسی وابستگی پیدا کر لیں۔ تبھی ہم برکتوں کے مستحق ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ بے شک ایک کرتہ میں ذاتی طور پر کوئی برکت نہیں ہو سکتی۔ مگر چونکہ وہ کرتہ آپ کے جسم سے لپٹا رہا۔ اس لئے برکت حاصل کر گیا۔ اسی طرح خواہ ہماری جماعت میں کس قدر کمزور یا پائی جاتی ہوں۔ جو لوگ مجازی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ لپٹے رہیں گے۔ وہ برکت حاصل کر لیں گے اور جو لوگ آپ کے ساتھ نہیں لپٹیں گے وہ برکت حاصل نہیں کریں سکیں گے۔ اول تو ہر شخص کو اپنے اندر ایسی خوبی پیدا کرنی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی برکات اور اس کے انوار کو حاصل کر سکے اور خود اس کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی رحمت کا ایک نشان بن جائے۔ لیکن جو شخص یہ خوبی اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا۔ اسے کم سے کم کرتہ اور پاجامہ اور رومال اور عمامہ کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ لپٹا تو رہنا چاہئے۔ ورنہ وہ ان برکات کو کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہیں۔

(الفضل مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۴۴ء جلد ۳۲ نمبر ۸۱ صفحہ ۲-۳)

## یہودہ اسکر یوٹی

تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام اور احمدیت کی اشاعت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو سدھارتے چلے جاؤ تاکہ دین کی خدمت کے لیے زیادہ سے زیادہ آدمی آگے آئیں۔ اگر تم دین کی خدمت کے لیے آگے نہیں آؤ گے اور اپنی نسلوں کو اس کام کے لیے تیار نہیں کرو گے تو خدا تعالیٰ اس کام کے لیے اور لوگ کھڑے کر دے گا کیونکہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے کسی انسان کا قائم کردہ نہیں۔ تمہیں سوچنا چاہیے کہ کیا تمہاری نظر میں احمدیت کی کوئی قیمت ہے یا تم اسے چند روپوں کے بدلہ میں بیچنے کے لیے تیار ہو؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہود اسکر یوٹی پر کتنا مذاق اڑایا ہے کہ اُس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تیس سٹکوں میں یہودیوں کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ اسلام تو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت زیادہ قیمتی ہے۔ اگر تم احمدیت کو جو حقیقی اسلام ہے سو یاد سو کے پھیر میں آ کر بیچنے کے لیے تیار ہو تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہی مذاق جو آپ نے یہود اسکر یوٹی سے کیا تھا تم پر چسپاں ہوتا ہے یا نہیں؟

(الفضل 26 فروری 1956ء جلد 10/45 نمبر 10 صفحہ 3)

## ملاو اہل کا علاج

ملاو اہل کے متعلق حضرت صاحب کا الہام تھا۔ ”یہود اسکر یوٹی“ ایک دفعہ اس کو سل ہو گئی تھی۔ علاج کرانے کے واسطے حضرت صاحب کے پاس آیا کرتا تھا۔ نہایت نازک حالت میں اس نے اقرار کیا تھا کہ اگر میں اچھا ہو گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا لیکن ابھی تک اچھا بھلا پھرتا ہے لیکن مسلمان نہیں ہوا۔

(الفضل مورخہ 4 مئی 1922ء جلد 9 نمبر 86 صفحہ 6)

## حضرت خلیفہ اولؑ کی مالی قربانیاں

حضرت خلیفہ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جموں میں ملازم تھے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خط میں انہیں لکھا کہ آپ کو اپنی آمد کا چوتھا حصہ جمع کرنا چاہئے اس سے کم نہیں۔ ہاں اگر زیادہ جمع کر سکیں تو یہ اور بھی زیادہ بہتر ہے۔..... اس کی وجہ آپ نے یہ لکھی کہ آپ اپنا روپیہ چونکہ دینی ضروریات پر خرچ کرتے ہیں اور ممکن ہے کل کوئی زیادہ اہم دینی معاملہ پیدا ہو جائے جس کے لئے روپیہ کی فوری ضرورت ہو اس لئے بہتر ہے کہ ابھی سے روپیہ جمع کرنا شروع کر دیں۔ تا زیادہ ثواب کا موقعہ آنے پر آپ کو یہ رنج نہ ہو کہ کاش میرے پاس روپیہ ہوتا اور میں اسے دین کے لئے دے سکتا۔

(الفضل 13 جنوری 1937ء جلد 25 نمبر 9 صفحہ 5)

## ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں

حضرت خلیفہ المسیح الاولؑ کے زمانہ میں ایک زمیندار شخص جس نے کبھی شہر نہیں دیکھا تھا اور نہ شہری تمدن سے واقف تھا ریاست کپورتھلہ کا رہنے والا تھا، ایک دفعہ یہاں آیا اور پھر لاہور اور امرتسر جانے کا اسے جو موقع ملا تو شہری زندگی دیکھ کر ایک دم اُس کی کایا پلٹ گئی اور اُس

کے دل میں یہ شوق سما یا کہ میں شہری طرز رہائش اختیار کروں۔ چنانچہ یہ جنون اُس میں یہاں تک بڑھا کہ وہ سینڈ کلاس کے بغیر ریل میں سفر نہیں کرتا تھا اور حالت یہ ہو گئی کہ جب وہ لاہور کے سٹیشن پر اترتا تو رومال یا چھتری فُلی کو دے دیتا اور کہتا میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے ایک دفعہ اُس سے پوچھا کہ تم یہ کیا کرتے ہو رومال اور چھتری تک خود اٹھا نہیں سکتے اور فُلی کو دے دیتے ہو؟ کہنے لگا یہ فیشن ہے اگر فُلی ساتھ نہ ہو تو انسان معزز نہیں سمجھا جاتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی ساری جائداد گرو پڑی پھر اس کے بعد اُس نے جائداد بیچ ڈالی، پھر اپنی بوڑھی ماں کو مار پیٹ کر اُس کا زیور بیچ ڈالا اور جب اس طرح بھی کام نہ چلا تو عیسائی ہو گیا چنانچہ وہ اب تک عیسائی ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ ایک سید ہا ساد ہا نیک طبع نوجوان تھا۔ اُس کا ایک لطیفہ مشہور ہے اُس نے ہمارا باغ ایک دفعہ ٹھیکے پر لیا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی بات ہے۔ ایک لڑکا جو بورڈنگ میں رہا کرتا تھا اب تو بہت نیک اور مخلص احمدی ہے لیکن اُس وقت بڑا شوخ مزاج ہوتا تھا۔ اُس نے ایک دو اور لڑکوں کو اپنے ساتھ ملا کر کہا آؤ رات کو ہم باغ میں چل کر میوے کھائیں۔ جب وہ میوے کھانے گئے تو اُس نے انہیں پکڑ لیا۔ باقی دو تو بھاگ گئے مگر یہ قابو آ گیا۔ شاید درخت پر تھا اور اُس سے اتر نہ سکا یا کوئی اور سبب ہوا بہر حال وہ پکڑا گیا۔ جب وہ پکڑا گیا تو اس شخص نے پوچھا بتا تیرا نام کیا ہے؟ اس کے نام میں عطر کا لفظ آتا تھا۔ پہلے تو اس نے بتانا چاہا اور اس کے منہ سے عطر نکل گیا پھر رُکا۔ پھر نام بتانے لگا تو عطر کا لفظ نکل گیا۔ مگر پھر اس نے اپنے آپ کو روکا اور چاہا کہ میں کوئی اور نام بتا دوں۔ اتفاقاً اس کا ایک دوسرا نام بھی تھا جو غیر معروف تھا یعنی فضل الدین اور اس کی وجہ سے بعض لوگ اسے فجا کہتے تھے۔ اُس نے آخر اپنا نام فجا بتا دیا۔ نام پوچھ کر اس شخص نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ کے ایک لڑکے نے رات باغ سے پھل چُرایا ہے؟ انہوں نے پوچھا اُس کا کیا نام تھا؟ وہ کہنے لگا اُس کا نام فجا ہے۔ وہ کہنے لگے اس نام کا تو کوئی لڑکا بورڈنگ میں نہیں۔ اُس نے کہا تو پھر سکول میں ہوگا۔ انہوں نے کہا سکول میں بھی فجا نام کا کوئی لڑکا نہیں۔ پھر انہوں نے حلیہ پوچھا تو اُس نے جو حلیہ بتایا اس سے انہیں شبہ پڑا اور انہوں نے اس لڑکے کا نام لیا۔ تو وہ کہنے لگا یہ نام نہیں اس کا نام فجا ہے۔ وہ کہنے لگے تمہیں کس طرح پتہ ہے کہ اس کا نام فجا ہے؟ وہ کہنے لگا اُس نے اپنا نام یہ بتایا تھا کہ عطر فجا۔ وہ کہنے لگے معلوم ہوتا ہے فجا اس نے تمہیں دھوکا دینے کیلئے بتایا ہے ورنہ اصل نام تو



اُس کا وہی ہے جو پہلے اس کے منہ سے نکل گیا تھا۔ تو اس قسم کی سادہ طبیعت کا وہ آدمی تھا لیکن بعد میں اسراف اور اپنے ہاتھ سے کام نہ کرنے کے نتیجہ میں اُس کا مال گیا، دولت گئی، عزت گئی اور آخر میں مذہب بھی چلا گیا۔ تو ہاتھ سے کام نہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اس سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتیں اور اچھے اچھے خاندان برباد ہو جاتے ہیں پھر اس کے نتیجہ میں غرباء ہمیشہ غربت کی حالت میں رہتے ہیں اور انہیں اپنی حالت میں تغیر پیدا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 59، 60)

### حضرت مجدد سرہندی کے ایک شعر کو ناپسند کرنا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شعر کو جو میں آگے بیان کروں گا۔ بہت ہی ناپسند کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے کہنے والے سے مجھے بڑی ہی محبت ہے مگر اس کا یہ قول مجھ پر بڑا گراں گزرتا ہے کیونکہ گو اس کا مضمون ایک رنگ میں درست ہے مگر لہجہ گستاخانہ ہے۔ حضرت مجدد سرہندی اپنی کسی محبت کے جوش میں کہہ گئے ہیں۔

پنجہ در پنجہ خدادارم

من چہ پروائے مصطفیٰ دارم

ارے میں نے تو خدا کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے مجھے محمد ﷺ کی کیا ضرورت ہے؟ درحقیقت اس کا مفہوم بالکل محدود تھا مگر شاعری نے اسے خراب کر دیا اگر وہ اسی مضمون کو نثر میں بیان کرتے تو نہایت عمدگی سے بیان کر سکتے تھے اور وہ مضمون یہی ہے کہ جہاں محبت کا تعلق ہوتا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ ہر شخص کے لئے اپنی محبت پیش کر دیتا ہے۔ چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا وجود کیوں نہ ہو۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں آدھی رات کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان سے اترتا اور اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور رمضان کے ایام میں تو وہ اور بھی قریب آ جاتا ہے۔“

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 433)

### اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا

میں آج جس نکاح کے اعلان کے لئے کھڑا ہوا ہوں وہ میرے لڑکے مرزا اظہر احمد کا ہے جو خان سعید احمد خان صاحب مرحوم (ابن کرنل اوصاف علی خاں صاحب مرحوم) کی

لڑکی قیصرہ خانم سعید سے قرار پایا ہے۔ قیصرہ خانم سعید پہلے ہماری دوہری رشتہ دار تھیں لیکن اب اس نکاح کی وجہ سے ان کا ہم سے تہرا رشتہ ہو گیا ہے۔ ان کا ایک رشتہ تو یہ ہے کہ وہ کرنل اوصاف علی خان صاحب کی پوتی ہیں اور کرنل اوصاف علی خاں صاحب نواب محمد علی خان صاحب کے بہنوئی اور خالہ زاد بھائی تھے۔ گویا یہ اس شخص کے بہنوئی کی پوتی ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لڑکی کا رشتہ دیا بلکہ بعد میں حضرت خلیقۃ المسیح الاولؑ کے زمانے میں ان کے بیٹے کو آپ کی دوسری لڑکی کا رشتہ دے دیا گیا۔ دوسرا رشتہ جس کی بناء خدا تعالیٰ کے ایک الہام پر ہے یہ ہے کہ یہ خان محمد خان صاحب کپور تھلوی کے بیٹے عبدالحمید خان صاحب کی نواسی ہیں۔ خان محمد خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت پرانے صحابی تھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں نہایت سست واقع ہوئی ہے۔ شاید ہی کوئی اور قوم ایسی ہو جو اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں اتنی سست ہو جتنی ہماری جماعت ہے عیسائیوں کو لے لو۔ انہوں نے اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں اتنی سستی سے کام نہیں لیا اور مسلمانوں نے تو صحابہؓ کے حالات کو اس تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اس موضوع پر بعض کتابیں کئی کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں لیکن ہماری جماعت باوجود اس کے کہ ایک علمی زمانہ میں پیدا ہوئی ہے۔ اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں سخت غفلت سے کام لے رہی ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ خان محمد خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابی تھے اور آپؑ سلسلہ سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ جب وہ یکم جنوری 1904ء کو فوت ہوئے تو دوسرے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے اور فرمایا آج مجھے الہام ہوا ہے کہ

”اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے۔“

حاضرین مجلس نے کہا کہ حضور کے اہل بیت تو خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ پھر یہ الہام کس شخص کے متعلق ہے۔ آپ نے فرمایا خان محمد خان صاحب کپور تھلویؓ کل فوت ہو گئے ہیں اور یہ الہام مجھے انہی کے متعلق ہوا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے الہام میں انہیں اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔

پھر ان کے متعلق یہ الہام بھی ہوا کہ

”اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا۔“

بہر حال ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعزیت

کرنا اور یہ کہنا کہ اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ روحانی رنگ میں اہل بیت میں ہی شامل تھے۔ پس قیصرہ خانم کا ہم سے یہ دوسرا رشتہ ہے کہ وہ اس شخص کے ایک بیٹے کی نواسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 677-678)

### حافظ محمد صاحب پشاوری

ایک حافظ محمد صاحب پشاوری ہماری جماعت میں ہوا کرتے تھے، اب تو وہ فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سَابِقُونَ میں سے تھے، کئی سال انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان رہنے کا موقع ملا، ان کی طبیعت میں بہت جوش تھا، اگر کسی کی ذرا سی غلطی بھی دیکھ لیتے تو جھٹ کہہ دیتے وہ منافق ہے۔ شیعوں کی طرح ان کا یہ خیال تھا کہ ہماری جماعت میں صرف اڑھائی مؤمن ہیں۔ ایک وہ، ایک حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول اور آدھے مولوی عبدالکریم صاحب، احمدیہ چوک میں سے ایک گندہ نالہ گزرا کرتا تھا اور اس پر ایک پھٹھ پڑا رہتا تھا اب تو وہاں سڑک بن گئی اور نواب صاحب کے مکانات تعمیر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں بیٹھ جانا اور ہاتھ اٹھا کر بڑے زور زور سے یہ دعائیں کرنا کہ خدایا! اپنے مسیح کو منافقوں سے بچا اس جماعت میں تو ہم صرف اڑھائی مؤمن رہ گئے ہیں۔ ایک دفعہ وہ پشاور جا رہے تھے ساتھ اور بھی احمدی تھے کسی نے رستہ میں کوئی بات جو کہی تو انہوں نے کہا کہ یہ بات یوں ہے۔ وہ کہنے لگا اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ یہ بات یوں ہے حافظ محمد صاحب کہنے لگے اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں کہتا ہوں اور میں مؤمن ہوں۔ وہ کہنے لگا یہ آپ نے بڑا بھاری دعویٰ کر دیا آپ کے اندر تکبر معلوم ہوتا ہے تو بہ کیجئے۔ وہ پوچھنے لگے کہ کیا آپ مؤمن نہیں؟ وہ کہنے لگا میں بھلا مؤمن کہاں ہوں میں تو گناہگار بندہ ہوں۔ یہ کہنے لگے اچھا اگر آپ مؤمن نہیں بلکہ گناہگار ہیں تو میں آپ کے پیچھے آئندہ نماز نہیں پڑھوں گا۔ ایک اور مولوی صاحب بھی ان میں موجود تھے ان سے پوچھا گیا تو وہ کہنے لگے میں بھی اپنے آپ کو مؤمن کہنے سے ڈرتا ہوں۔ یہ کہنے لگے اچھا جناب۔ اب آپ کے پیچھے بھی آئندہ سے نماز بند۔ کچھ عرصہ کے بعد جب دوبارہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے شکایت کی کہ حافظ صاحب الگ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے جب

پوچھا کہ کیا تم مؤمن ہو تو ہم نے کہا کہ ہم تو کنگرہ کا بندے ہیں اس پر حافظ صاحب نے ہمارے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ واقعہ سن کر فرمایا حافظ صاحب سچ کہتے ہیں جب کوئی اقراری مجرم ہو جائے تو اُس کے پیچھے نماز کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا جسے خدا تعالیٰ ایک مأمور کی شناخت کی توفیق دیتا ہے اور وہ پھر بھی کہتا ہے کہ میں مؤمن نہیں تو وہ آپ مجرم بنتا ہے اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی عدالت میں جا کر کہہ دے کہ میں چور ہوں یا ڈاکو ہوں پس جو شخص اپنے آپ کو چور اور ڈاکو کہتا ہے جس طرح وہ مجرم ہے اسی طرح چونکہ مؤمن اور متقی ہونا ایک ہی چیز ہے اس لئے جو شخص کہتا ہے کہ میں متقی نہیں اس کے پیچھے نماز کیوں پڑھی جائے۔ پس درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جو جماعتیں ہوں ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ مؤمن ہوں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ مملک ہوں، ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ قُدُّوس ہوں، ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ عَزِيز ہوں اور ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ حَكِيم ہوں۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 142، 143)

### طاعون کے ایام میں ردی اشیاء جلو ادیں

احباب کو چاہئے کہ وہ خاص طور پر اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر کسی جگہ ایسا چوہا نکلے تو بجائے گلی میں پھینکنے کے مٹی کا تیل ڈال کر اسے وہیں جلا دیا جائے۔ ایسے موقعوں پر تو یہ کرنا چاہئے کہ سب ردی چیزوں کو بھی جلا دیا جائے بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ پرانی پرانی چیزوں کو سنبھال کر رکھتے ہیں مثلاً ایک ٹوکری ہے جو بالکل شکستہ ہے کسی کام نہیں آ سکتی۔ لیکن ایک شخص اسے بھی سنبھالتا ہے کہ یہ فلاں وقت کام آئے گی۔ اب یا فلاں وقت وہ کام آئے گی یا وہ ہلاکت کا باعث بنے گی کیونکہ وہ دوسری ایسی ہی چیزوں میں اضافہ کا باعث ہوگی جو ردی ہوتی ہے اور جو اس قسم کے وبائی امراض کے پھیلنے کا باعث ہو جاتی ہے پس ایسی تمام ردی بات کو جلا دینا چاہئے اور ان کا مطلقاً لپچ نہیں کرنا چاہئے۔ کئی سالوں کی بات ہے جب طاعون پڑی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام ردی اشیاء جلو ادیں اور میں نے خود دیکھا کہ آپ نے چند بڑے بڑے بستے جن میں کاغذات وغیرہ تھے نکلوا کر جلا دیئے۔ انہیں میں ایک وہ بستہ بھی جلا دیا

جس میں گالیوں کے خطوط تھے۔ بعد ازاں جب لوگوں کو پتہ لگا کہ اب وہ خطوط تو ان کے پاس ہیں نہیں جن کا مختلف کتابوں میں ذکر ہے تو بعض نے اعتراض بھی کئے کہ وہ خطوط کہاں ہیں مگر آپ نے اس بات کی پرواہ نہ کی کیونکہ یہ خدا کے بنائے ہوئے قانون ہیں اور احتیاط ہر ایک کے لئے ضروری ہے اور اس احتیاط سے کام لینا ہر ایک کا فرض ہے۔ پس ردی سامان کو جلا دینا چاہئے اور بالکل اس بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کہ نقصان ہوتا ہے کیونکہ اول تو یہ نقصان نہیں کیونکہ یہ ردی ہی تو تھا۔ لیکن اگر کچھ نقصان ہو بھی تو بھی جان کے مقابلہ میں اس کی کیا حقیقت ہے۔ پس تمام ردی سامان جلا دینا چاہئے۔ چوہوں کو مارنا چاہئے۔ زہر کی گولیاں ڈال کر یا چوہے دان رکھ کر اور جہاں تک ہو سکے اس مکان کو چھوڑ دینا چاہئے۔ جس میں سے چوہے نکلے ہوں اور اس میں واپس نہ آیا جائے۔ جب تک کہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اب اس میں خطرہ نہیں۔

(خطبات محمود جلد نمبر 10 صفحہ 194-193)

## تاریخ دانی اور بزرگی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے یہ واقعہ سنا ہوا ہے۔ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص تھا جو بڑا بزرگ کہلاتا تھا۔ کسی بادشاہ کا وزیر اتفاقاً اس کا معتقد ہو گیا اور اس نے ہر جگہ اس کی بزرگی اور ولایت کا پراپیگنڈا شروع کر دیا اور کہنا شروع کر دیا کہ وہ بڑے بزرگ اور خدا رسیدہ انسان ہیں۔ یہاں تک کہ اس نے بادشاہ کو بھی تحریک کی اور کہا کہ آپ ان کی ضرور زیارت کریں۔ چنانچہ بادشاہ نے کہا اچھا میں فلاں دن اس کے پاس چلوں گا۔ وزیر نے یہ بات فوراً اس بزرگ کے پاس پہنچا دی اور کہا کہ بادشاہ فلاں دن آپ کے پاس آئے گا آپ اس سے اس طرح باتیں کریں تاکہ اس پر اثر ہو جائے۔ اور وہ بھی آپ کا معتقد ہو جائے معلوم نہیں وہ بزرگ تھا یا نہیں مگر بیوقوف ضرور تھا جب اسے اطلاع پہنچی کہ بادشاہ آنے والا ہے اور اس سے مجھے ایسی باتیں کرنی چاہئیں جن کا اس کی طبیعت پر اچھا اثر ہو۔ تو اس نے اپنے ذہن میں کچھ باتیں سوچ لیں اور جب بادشاہ اس سے ملنے کے لئے آیا تو وہ کہنے لگا۔ بادشاہ سلامت آپ کو انصاف کرنا چاہئے۔ دیکھئے مسلمانوں میں سے جو سکندر نامی بادشاہ گزرا ہے وہ

کیسا عادل اور منصف تھا اور اس کا آج تک کتنا شہرہ ہے۔ حالانکہ سکندر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے سینکڑوں سال پہلے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے ہو چکا تھا۔ مگر اس نے سکندر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد کا بادشاہ قرار دے کر اسے مسلمان بادشاہ قرار دے دیا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی سینکڑوں سال بعد ہوا تھا کیونکہ سکندر خلافت رابعہ کے زمانہ میں تو ہونے لگا تھا کیونکہ اس وقت خلفاء کی حکومت تھی۔ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس وقت حضرت معاویہؓ تمام دنیا کے بادشاہ تھے۔ بنو عباس کے ابتدائی ایام خلافت میں بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس وقت وہی روئے زمین کے حکمران تھے۔ پس اگر سکندر مسلمان تھا تو وہ چوتھی پانچویں صدی ہجری کا بادشاہ ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینکڑوں سال پہلے گزرا ہے تو وہ جو سینکڑوں سال پہلے کا بادشاہ تھا۔ اسے اس شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی امت میں سے قرار دے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اس سے سخت بدظن ہو کر فوراً اٹھ کر چلا گیا۔ تاریخ دانی بزرگی کے لئے شرط نہیں۔ مگر یہ مصیبت تو اس نے آپ سہیڑی۔ اسے کس نے کہا تھا کہ وہ تاریخ میں دخل دینا شروع کر دے تو تاریخ کا انکار اور ایسی تاریخ کا انکار جس کو غلط کہنے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو لوگوں کی نگاہ میں انسان کو گرا دیتا ہے۔

(الفضل 17 ستمبر 1938ء جلد 26 نمبر 215 صفحہ 2)

## عذاب نبی کی صداقت کا نشان

ہمارے زمانہ کے رسول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں اور آپ کی موجودگی میں عذاب نازل ہوئے۔ آپ کے زمانہ میں ہندوستان میں جب طاعون کا عذاب آیا تو آپ کے اپنے قبضہ میں بھی یہ عذاب نمودار ہوا۔ پھر آپ کے زمانہ میں زلزلے آئے اور وہ زلزلہ بھی آیا جو کہ قادیان میں بھی محسوس کیا گیا۔

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست نہیں کہ جہاں اور جس وقت نبی موجود ہو وہاں کوئی عذاب نہیں آتا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ عذابوں کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض وہ عذاب ہیں جو کہ نبی کے زمانہ میں ان کی قوم پر آتے ہیں اور اس وقت آتے ہیں جبکہ نبی ان میں موجود

ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں طاعون کا عذاب آیا اور قادیان میں بھی زور کے ساتھ طاعون پڑی۔ نیز زلزلہ بھی آپ کے زمانہ میں اور قادیان میں بھی آیا۔ اس میں اس قدر شدت تھی کہ اس وقت میں نے دروازہ کی کنڈی کھولنے کی کوشش کی مگر جب میں ہاتھ ڈالتا تو زلزلے کے جھٹکے سے کنڈی میرے ہاتھ سے دُور چلی جاتی اور میں بڑی مُشکل سے کنڈی کھول سکا۔ اس قسم کے عذاب اس وقت آیا کرتے ہیں جبکہ نبی موجود ہوتا ہے بلکہ رسول کی آمد کے ساتھ ہی ایسے عذاب آنے شروع ہو جاتے ہیں اور یہ نبی کی صداقت کے نشان بنتے ہیں۔ اس قسم کے عذابوں سے یہ نہیں ہوا کرتا کہ کوئی ایک بستی یا ایک مُلک سارے کا سارا تباہ ہو جائے بلکہ یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایسے عذاب میں مُبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض بچائے جاتے ہیں اور اس طرح اس رسول کی صداقت کا نشان ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب طاعون قادیان میں آئی اور ہمدت کے ساتھ آئی اور اس محلہ میں آئی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سکونتی مکان تھا اور آپ کے مکان کے ارد گرد کے مکانوں میں بہت سی اموات ہوئیں تو آپ کے مکان میں ایک چوہا بھی نہ مرا۔ حالانکہ حفظانِ صحت کی رو سے بوجہ اس کے کہ بہت سے لوگ آپ کے گھر میں اپنی حفاظت کے خیال سے جمع ہو گئے تھے وہاں مرض کا آجانا زیادہ قریب قیاس تھا مگر خدا تعالیٰ نے آپ کے گھر کو بالکل محفوظ رکھا اور اس طرح آپ کی صداقت کا نشان ظاہر کیا۔

الغرض اس قسم کے عذاب رسول کے وقت میں ہی آتے ہیں اور اس کے گرد و پیش میں آتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھتا ہے اور نبی کی صداقت کو نمایاں فرما دیتا ہے۔

(الفضل مورخہ 12 اکتوبر 1939ء جلد 27 نمبر 234 صفحہ 3)

## طاعون سے قادیان کی حفاظت

یہی حال زلزلہ کا ہے۔ اکثر زلزلے ایسے ہی ہوتے ہیں جو ساروں کی تباہی کا موجب نہیں ہوتے۔ کچھ لوگ مرتے ہیں تو کچھ بچ بھی جاتے ہیں۔ کوئٹہ کا زلزلہ نہایت ہی شدید تھا مگر پھر بھی کچھ لوگ بچ گئے۔ بہار کا زلزلہ نہایت خطرناک تھا مگر اس زلزلہ میں بھی بعض لوگ محفوظ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی جو زلزلہ آیا اس سے بیس ہزار آدمی صرف کانگڑہ میں ہلاک ہوئے تھے اور بعض قصبات میں ستر فیصدی تک لوگ ہلاک ہو گئے مگر

تیس فیصدی پھر بھی بچ گئے۔

پس اس قسم کے عذاب انبیاء کی موجودگی میں بلکہ ان کے سامنے بھی آسکتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ یہ فرق نہیں کرتا کہ نبی موجود ہے یا نہیں۔ ہاں نبیوں اور ان کی جماعت کو دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ رکھتا ہے جیسے زلزلہ آیا تو خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کے نتیجہ سے بہت حد تک محفوظ رکھا لیکن لاہور اور امرتسر میں بڑی موتیں ہوئیں۔ سینکڑوں عمارتیں گر گئیں اور سینکڑوں لوگ مر گئے مگر قادیان کو خدا تعالیٰ نے اس قسم کی تباہی سے محفوظ رکھا۔ تو آگے پیچھے زلزلے آئے۔ اردگرد زلزلے آئے حتیٰ کہ قادیان میں بھی زلزلہ آیا مگر بہت حد تک یہ مقام محفوظ رہا۔ اسی طرح طاعون کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں تھا کہ قادیان اس کے حملہ سے بالکل محفوظ رہے گا بلکہ یہ تھا کہ بہت حد تک اسکے حملہ سے احمدی محفوظ رہیں گے اور بہت حد تک اس کے حملہ سے قادیان بچا رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اردگرد کے دیہات میں طاعون سے بڑی موتیں ہوئیں۔ کسی گاؤں کے چالیس لوگ مر گئے کسی کے پچاس۔ حتیٰ کہ میں نے بتایا ہے ایک گاؤں بالکل اُجڑ گیا لیکن قادیان میں اس کا ایسا حملہ نہیں ہوا کہ ایک شور مچ جائے اور لوگ گھبرا کر بھاگنے لگ جائیں۔ زیادہ سے زیادہ یہاں ایک یا دو فیصدی موتیں ہوئیں۔

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 472)

### طاعون نے تباہی پھیلادی تو پھر مجھ پر ایمان کون لائے گا

ہمارا یہی اصول ہونا چاہئے کہ ہم کسی کے لئے بددعا نہ کریں۔ بلکہ ہمیں اپنے مخالفین کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ آخر انہوں نے ہی ایمان لانا ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں چوبارہ میں رہتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مکان کے نچلے حصے میں تھے کہ ایک رات نچلے حصے سے مجھے اس طرح رونے کی آواز آئی جیسے کوئی عورت دردزہ کی وجہ سے چلاتی۔ مجھے تعجب ہوا اور میں نے کان لگا کر آواز کو سنا۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کر رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ اے خدا طاعون پڑی ہوئی ہے اور لوگ اس کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ اے خدا اگر یہ سب لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا۔ اب دیکھو طاعون وہ نشان تھا جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ طاعون کے نشان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے بھی پتہ لگتا ہے۔ لیکن



جب طاعون آتی ہے تو وہی شخص جس کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے وہ آتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ اگر یہ لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا۔ پس مومن کو عام لوگوں کے لئے بددعا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ انہی کے بچانے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اگر وہ ان کے لئے بددعا کرے گا تو وہ بچائے گا کس کو؟ احمدیت قائم ہی اس لئے ہوئی ہے کہ وہ اسلام کو بچائے۔ احمدیت قائم ہی اس لئے ہوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو بچائے۔ انسان کی عظمت انہیں واپس دلائے۔ بنو عباس اور بنو امیہ کے زمانہ میں مسلمانوں کو جو شوکت اور عظمت حاصل تھی۔ آج وہی شوکت اور عظمت احمدیت مسلمانوں کو دینا چاہتی ہے مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتی ہے کہ بنو عباس اور بنو امیہ کی خرابیاں ان میں نہ آئیں۔

پس جن لوگوں کو اعلیٰ مقامات پر پہنچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے۔ ان کے لئے ہم بددعا کیسے کر سکتے ہیں۔ آخر تم سے زیادہ خدا تعالیٰ کی غیرت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں فرمایا ہے۔

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار  
کاخر کنند دعویٰ حب پیمرم

اس میں خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کو مخاطب کرتے ہوئے آپ کے منہ سے کہلاتا ہے۔ اے میرے دل تو ان لوگوں کے خیالات، جذبات اور احساسات کا خیال رکھا کرتا ان کے دل میلے نہ ہوں۔ یہ نہ ہو کہ تنگ آ کر بددعا کرنے لگ جائے۔ آخر ان کو تیرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور وہ اسی محبت کی وجہ سے جو انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تجھے گالیاں دیتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 33 صفحہ 222-221)

### بیت الدعاء

ہمارے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ راہنما ہے۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق کا ایک نمونہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے بیان فرمایا ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کی ترقی میں طاعون کا بڑا حصہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طاعون کے بڑے زور سے پھیلنے دیر تک قائم رہنے اور اس سے لاکھوں جانوں کے تلف ہونے

کی پیشگوئی فرمائی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء سابق کے کلام میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک ایسا مرض پھوٹے گا۔ پس جب ملک میں طاعون پھوٹا اور سخت زور سے پھوٹا تو دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوا اور ہزاروں لوگ جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ گویا طاعون کی شدت اس کا دیر تک رہنا اور لاکھوں جانوں کی اس سے ہلاکت۔ جماعت کی ترقی کا باعث ہوئی۔ پھر پیشگوئی کا پورا ہونا اپنی ذات میں خوشی کی بات ہے۔

مگر ایسے موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نمونہ پیش کیا۔ وہ عجیب اور مومنوں کے لئے اسوہ ہے۔ آپ نے مکان میں ایک جگہ بیت الدعا بنایا ہوا تھا۔ وہ اب بھی موجود ہے۔ چھوٹی سی جگہ ہے۔ جہاں دو آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ آپ رات یا دن کے وقت جب بھی دعا کرتے۔ بالعموم یہیں کرتے تھے۔ جب یہ جگہ تعمیر ہونے لگی تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہی کمرہ اس کی چھت پر اور بن جائے۔ تو میں بھی وہاں حضور کے ساتھ دعا میں شریک ہو جایا کروں۔ چنانچہ آپ نے اس کے اوپر بھی کمرہ بنوایا اور مولوی صاحب بھی وہاں جا کر دعا کیا کرتے تھے۔ مولوی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نیچے کے کمرہ سے رونے اور گریہ وزاری اور کراہنے کی آواز آرہی تھی۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی عورت دردزہ سے کرا رہی ہے۔ میں نے کان لگا کر سننا شروع کیا کہ کیا بات ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کر رہے ہیں اور گریہ وزاری کرتے ہوئے آہستہ آہستہ عرض کر رہے ہیں کہ الہی اگر تیرے بندے اسی طرح طاعون سے مرتے گئے تو پھر ایمان کون لائے گا۔ کتنے احمدی ہیں۔ جو کسی اندازی پیشگوئی کے پورا ہونے پر ایسا نمونہ دکھاتے ہیں۔ عام طور پر ایسے موقع پر ایک ہی پہلو سامنے ہوتا ہے۔ یعنی پیشگوئی پورا ہونے پر خوشی کا پہلو۔ مگر یہ طریق غلط ہے۔ یہ خوشی کا ہی موقع نہیں ہوتا۔ بلکہ متضاد جذبات کا وقت ہوتا ہے۔ ایک طرف تو خوشی ہوتی ہے کہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے اور دوسری طرف رنج کہ اللہ تعالیٰ کے بندے عذاب میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ پس ایسے وقت میں مومن کے دل میں متضاد جذبات پیدا ہونے چاہئیں۔

## صداقت کا نشان دیکھنے کی خواہش

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی بات ہے کہ امریکہ کا ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کے لئے قادیان آیا اور اُس نے کہا کہ آپ مجھے اپنی صداقت کا کوئی نشان دکھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا آپ خود میری صداقت کا ایک نشان ہیں۔ اس نے کہا یہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے اس وقت جب مجھے قادیان سے باہر کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ الہاماً بتایا تھا کہ یَاتُونَنِّ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ یعنی اللہ تعالیٰ دور دراز علاقوں سے تیرے پاس آدمی بھیجے گا اور وہ اتنی کثرت سے آئیں گے کہ جن راستوں پر وہ چلیں گے ان میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ اب آپ بتائیں کہ کیا میرے دعویٰ سے قبل آپ میرے واقف تھے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر آپ جو یہاں میرا دعویٰ سن کر آئے ہیں۔ تو الہی تصرف کے ماتحت ہی آئے ہیں۔ پس آپ خود میری صداقت کا ایک نشان ہیں۔ اسی طرح آپ لوگ جو یہاں جمع ہوئے ہیں۔ آپ میں سے بھی ہر فرد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے۔ کجا وہ زمانہ تھا کہ قادیان میں جب پہلا سالانہ جلسہ ہوا تو اس میں صرف پچھتر 75 آدمی شریک ہوئے اور کجا یہ زمانہ ہے کہ آج خدا تعالیٰ کے فضل سے نصف لاکھ سے زیادہ مخلصین اس جلسہ میں شریک ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے اور دنیا کے سامنے اس امر کا کھلے بندوں اعلان کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہو گیا مگر سلسلہ کی یہ عظیم الشان ترقی جہاں ہمارے دلوں کو خوشی سے لبریز کر دیتی ہے۔ وہاں غم و اندوہ کی ایک دردناک گنجی بھی اس میں ملی ہوئی ہے کیونکہ یہ خوشی جس مقدس انسان کے طفیل ہمیں میسر آئی وہ آج اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔ خود میرے احساسات کی تو یہ حالت ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے سلسلہ کی خدمت کی اور اس دنیا سے گزر گئے وہ مجھے آج تک نہیں بھولے۔ میری نظر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات آج بھی اسی طرح تازہ ہے۔ جس طرح اس دن تھی جس دن آپ کا وصال ہوا پھر میری نظر میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات آج بھی اسی طرح تازہ ہے جس طرح اس دن تھی جب آپ کا انتقال ہوا کیونکہ میرے نزدیک وہ شخص جو اپنے کسی احسان کرنے والے کو بھول جاتا ہے وہ پر لے درجہ کا محسن کش ہے۔

## یادیں بھلائی نہیں جاسکتیں

”میں نے جب کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ پڑھا ہے کہ آپ نے جب پہلی مرتبہ چلی سے پسے ہوئے باریک آٹے کی روٹی کھائی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے آپ کے آنسو بہہ پڑے تو اس وقت میری آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگ جاتے ہیں ایک عورت کہتی ہے میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ یہ بات کیا ہے کہ اتنی عمدہ روٹی کھا کر بھی آپ کے آنسو بہ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا جب میں نے اس روٹی کا ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈالا تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یاد آ گئے کیونکہ آپ کے زمانہ میں چکیاں نہیں تھیں ہم صرف سل بٹہ پر غلہ کوٹ کر اور پھونکوں سے اس کے چھلکے اڑا کر روٹی پکا لیا کرتے تھے۔ مجھے خیال آیا کہ اگر اس وقت بھی چکیاں ہوتیں اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ملائم اور باریک آٹے کی روٹی کھلاتی تو آپ کو کتنی راحت پہنچتی۔ میری حالت بھی ایسی ہی ہے۔ سلسلہ کی کوئی ترقی اور کوئی فتح نہیں۔ جو ایک رنگ میں میرے لئے غم کا ایک نیا سامان پیدا نہیں کرتی کیونکہ اس وقت مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ آج اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہوتے تو جو فتوحات اور کامیابیاں ہمیں حاصل ہو رہی ہیں ان کے پھول ہم آپ کے قدموں میں جا کر ڈال دیتے۔ مگر خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ لوگ جو اپنا خون بہا کر اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں ہلاک کر کے خدائی کھیت میں بیج ڈالتے ہیں وہ پھل کاٹتے وقت اس دنیا میں موجود نہیں ہوتے لیکن ہمارا دل ان کو کب بھلا سکتا ہے۔ ہم ان کی یاد کو کس طرح فراموش کر سکتے ہیں۔ ایک ایک کام جو ہمارے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔ ایک ایک علمی مسئلہ جو حل ہو رہا ہے۔ ایک ایک فیضان الہی جو ہم پر نازل ہو۔ انہی کی دعاؤں اور برکتوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے۔

(الفضل 2 جنوری 1962ء جلد 16/51 نمبر 1 صفحہ 3)

## علم غیب کی حقیقت

مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب ہم نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے پڑھنا شروع کیا۔ تو میرے ساتھ میر محمد اسحاق صاحب بھی شامل ہو گئے۔ ہم دونوں اس وقت بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ ان کی عمر کوئی دس سال کی تھی اور میری عمر بارہ سال کی تھی۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک پرانے

صحابیؓ کے ایک بیٹے ہوا کرتے تھے۔ جو پرانی طرز کے مولوی تھے اور ان کے خیالات بھی جاہل مولویوں والے تھے۔ کبھی بات ہونی اور ہم نے کہنا کہ علم غیب تو خدا کو حاصل ہے۔ تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دینا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عالم الغیب تھے۔ ہمیں چونکہ بچپن ہی سے شرک کے خلاف تعلیم ملی تھی۔ اس لئے ہم ان سے بحث شروع کر دیتے۔ میری طبیعت میں تو شرم اور ہچکچاہٹ تھی۔ اس لئے میں لمبی بحث نہ کرتا۔ مگر میر محمد اسحاق صاحب اس کے پیچھے پڑ جاتے۔ مگر وہ بار بار یہی کہتا کہ نہ نہ یہ نہ کہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم الغیب حاصل نہیں تھا۔ ایک دن میر محمد اسحاق صاحب نے اپنے سر سے ترکی ٹوپی اتاری اور اسے چکر دیا۔ جب انہوں نے ٹوپی ہلائی تو اس کا پھندنا ہلا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ بتاؤ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ ہے کہ اس کا پھندنا ہلا ہے۔ کہنے لگا ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے کہ اس کا پھندنا ہلا ہے۔ اس پر ہم سب ہنس پڑے مگر وہ بڑی سنجیدگی سے یہی سمجھتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھم سے لے کر اپنے زمانے تک اور اپنے زمانہ سے لے کر قیامت تک واقعہ ہونے والی ہر بات کا علم ہے۔ یہاں تک کہ اگر ٹوپی کا پھندنا ہلا ہے تو اس کا بھی آپ کو پتا ہے۔ (الفضل 5 جولائی 1956ء جلد 10/45 نمبر 155 صفحہ 3)

## طاغونی احمدی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کا ایک حصہ طاغونی احمدی ہے۔ یعنی ہزاروں ایسے لوگ ہماری جماعت میں شامل ہیں جو اگرچہ احمدیت قبول نہ کرنے کی حالت میں بھی احمدیت کو سچا سمجھتے تھے لیکن اگر طاغون نہ آتی تو وہ کہتے کہ ہمیں ظاہراً جماعت میں شامل ہونے کی کیا ضرورت ہے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم نے دل میں احمدیت کو سچا مان لیا مگر جب طاغون آئی اور اس نے احمدی اور غیر احمدی میں ممتاز فرق پیدا کرنا شروع کیا اور انہوں نے دیکھا کہ طاغون غیر احمدیوں کو کھائے چلی جا رہی ہے تو وہ کھلے طور پر احمدی کہلانے لگ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہنستے ہوئے اس حصہ جماعت کو طاغونی احمدی کہا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ شخص جس کا مقصد صرف یہ ہو کہ وہ دوزخ سے بچ جائے، اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے محفوظ رہے وہ طاغونی احمدی کی طرح نجاتی مومن تو کہلا سکتا ہے مگر حقیقی نہیں۔ حقیقی

وہی ہے جسے تقرب الہی کی خواہش ہو اور پھر وہ اس کے حصول کے لئے کوشش بھی کرے مگر یہ چیز تفصیلی ایمان کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 544)

### جو کچھ ہوگا دعاؤں سے ہوگا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ چاروں طرف ہمارے نشان ظاہر ہو رہے ہیں مگر لوگ اندھے ہو کر چلتے ہیں۔ تم ہی بتاؤ کہ کونسی سیکھنے والی بات باقی رہ گئی ہے اور کیوں تمہارا قدم عمل کی طرف نہیں اٹھتا، کس دن کا تمہیں انتظار ہے۔ میں حیران ہوں کہ جو لوگ اپنے وقتوں اور جانداؤں کی قربانیاں نہیں کر سکتے وہ اپنے نفوس کی قربانیاں کس طرح پیش کر دیں گے۔ یہ بات یاد رکھو کہ قومی عزت بغیر قربانیوں کے قائم نہیں ہو سکتی وہ لوگ جنہیں اپنی قومی عزت کا خیال نہیں اور وہ لوگ جن میں قومی غیرت موجود نہیں وہ انسان کہلانے کے مستحق نہیں۔ وہ دنیا میں ایسے ہی پھرتے ہیں جیسے گائیں اور بھیڑیں پھرتی ہیں وہ لوگ اپنی قوم کے لئے کسی فائدے کا موجب نہیں۔ ابتدائی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک روایا دیکھا کہ ایک لمبی نالی ہے جو کہ کئی کوس تک چلی جاتی ہے اور اس پر ہزار ہا بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک بھیڑ پر ایک قصاب بیٹھا ہے وہ بھیڑیں اس طرح لٹائی گئی ہیں کہ ان کا سر نالی کے کنارہ پر ہے کہ ذبح کرتے وقت ان کا خون نالی میں پڑے باقی حصہ ان کے وجود کا نالی سے باہر ہے اور ان تمام قصابوں کے ہاتھ میں ایک ایک چھری ہے جو کہ ہر ایک بھیڑ کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور آسمان کی طرف ان کی نظر ہے گویا خدا تعالیٰ کی اجازت کے منتظر ہیں وہ لوگ جو دراصل فرشتے ہیں بھیڑوں کے ذبح کرنے کے لئے مستعد بیٹھے ہیں محض آسمانی اجازت کی انتظار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں تب میں ان کے نزدیک گیا اور میں نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی۔

قُلْ مَا يَعْجَبُكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ لَعَنِي ان کو کہہ دے کہ میرا خدا تمہاری پرواہ کیا رکھتا ہے اگر تم اُس کی پرستش نہ کرو اور اُس کے حکموں کو نہ سنو۔ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ فرشتوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہمیں اجازت دی گئی ہے گویا میرے منہ کے لفظ خدا کے لفظ تھے۔ تب فرشتوں نے جو قصابوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے فی الفور اپنی بھیڑوں پر چھریاں پھیر دیں اور چھریوں

کے لگنے سے بھیڑوں نے ایک دردناک طور پر تڑپنا شروع کیا۔ تب ان فرشتوں نے سختی سے ان بھیڑوں کی گردن کی تمام رگیں کاٹ دیں اور کہا تم چیز کیا ہو گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ اس رویا میں اللہ تعالیٰ نے دنیا دار اور دنیا پرست لوگوں کی تشبیہ گوہ کھانے والی بھیڑوں سے دی ہے کہ ایسے لوگوں کی خدا تعالیٰ کو پرواہ ہی کیا ہے جس طرح بھیڑیں بغیر کسی درد کے ذبح کی جاتی ہیں اسی طرح ایسے لوگ ذبح کیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر رحم نہیں کھائے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی انہی لوگوں کی پرواہ کرتا ہے جو اس کی پرواہ کرتے ہیں۔ آخر رسول کریم ﷺ بھی آدمی ہی تھے کہ تمام دنیا کی مخالفت ان کو کوئی گزند نہ پہنچا سکی۔ بلحاظ بشریت کے دوسرے انسانوں کی طرح آپ بھی ایک بشر تھے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک انسان کے خلاف ایک گاؤں کے لوگ ہی ہو جائیں تو اس کا جینا دشوار ہو جاتا ہے لیکن تمام دنیا ایک طرف تھی اور آپ ایک طرف تھے اس کے باوجود دنیا آپ کا بال بھی بیکانہ کر سکی۔ ان لاکھوں لاکھ انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی غیرت نہ بھڑکی لیکن اس ایک انسان کے لئے خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آگئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا۔ **وَاللّٰهُ يَخْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** گویا یہ تمام دنیا کو ایک چیلنج تھا کہ تم ہمارے اس بندے کو چھیڑ کر تو دیکھو کہ تمہارا کیا حال ہوتا ہے میں اللہ جو تمام کائنات عالم کا مالک ہوں میں اس کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ بعض دفعہ دشمن آپ تک پہنچ بھی گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزانہ طور پر آپ کو بچایا کہ آج تک دنیا ان واقعات کو پڑھ کر حیران رہ جاتی ہے۔

(اب عمل اور صرف عمل کرنے کا وقت ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 377-378)

## دعاؤں کی عادت ڈالیں

لوگوں کے دلوں سے دعاؤں پر ایمان جاتا رہا ہے بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ بعض احمدیوں کی دعائیں بھی رسمی ہوتی ہیں۔ دوسرے احمدی دعا کرتے ہیں اس لئے وہ بھی شریک ہو جاتے ہیں مگر دعا قبول وہی ہوتی ہے جس کے ساتھ یقین ہو اور یہ مقام عارف کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ مومن کو تو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ تھے چلتے چلتے جب ان کا گھوڑا رکتا تو وہ سمجھ لیتے کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے۔ انسان کا نفس خدا تعالیٰ کی سواری کے لئے بمنزلہ گھوڑے کے

ہے اور جب وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو میرا گھوڑا بھی میری نافرمانی کرتا ہے تو عارف ہر چیز میں خدا تعالیٰ کا نشان دیکھتا ہے۔ مگر نادان بڑے بڑے نشانات سے بھی یونہی گزر جاتا ہے لیکن حق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مقام ایسا ہے کہ اس میں وہ ہر کافر و مومن کی دُعا سنتا ہے اور اس میں کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ (خطبات محمود جلد 20 صفحہ 359)

### مصیبت باعث راحت ہوتی ہے

میں سمجھتا ہوں کہ امت اسلامیہ کے لئے یہی مقدر ہے کہ جب کبھی بھی اس کے لئے مصائب اور مشکلات اور خطرات پیدا ہوں تو خدا تعالیٰ انہی خطرات میں سے اس کے لئے بہتری کے سامان پیدا کر دے۔

مولانا روم صاحب کا شعر ہے

ہر بلا کیس قوم را حق دادہ است  
زیر آں یک گنج ہا بہادہ است

جس کو ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی پڑھ کر فرمایا کرتے تھے۔ اگر کوئی قوم یا جماعت واقعہ میں مسلمان بن جائے تو اس کے تمام مصائب اور تمام خطرات جن میں وہ گرفتار ہو اس کے لئے موجب نجات و ترقی ہو جاتے ہیں اور اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی جس کا نتیجہ اس کے لئے سکھ نہیں ہوتا۔

(خطبات محمود جلد نمبر 9 صفحہ 166)

### ہستی باری تعالیٰ

یہ بھی ثابت ہے کہ دہریے بھی مرتے وقت یہی کہتے رہے ہیں کہ ہم خدا کی ہستی کا انکار نہیں کرتے۔ ممکن ہے کہ خدا ہو۔ چنانچہ ولایت میں ایک دہریے نے مرتے وقت بہت بڑی جائیداد اس بات کے لئے وقف کی کہ اس کے ذریعہ خدا کی ہستی پر بحث جاری رہے منکرین خدا کے متعلق تو اس قسم کی باتیں ثابت ہیں مگر خدا کے ماننے والوں میں سے کبھی کسی نے مرتے وقت نہیں کی کہ شاید خدا نہ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ ہمارے (ہمارے سے مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ہیں) ماموں میر محمد اسماعیل صاحبؒ کے ساتھ ایک دہریہ پڑھا کرتا تھا



ایک دفعہ زلزلہ جو آیا تو اس کے منہ سے بے اختیار رام رام نکل گیا۔ میر صاحب نے جب اس سے پوچھا کہ تم تو خدا کے منکر ہو پھر تم نے رام رام کیوں کہا؟ کہنے لگے غلطی ہو گئی یونہی منہ سے نکل گیا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ دہریے جہالت پر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو ماننے والے علم پر اس لئے مرتے وقت یا خوف کے وقت دہریہ یہ کہتا ہے کہ ممکن ہے میں ہی غلطی پر ہوں ورنہ اگر وہ علم پر ہوتا تو اس کی بجائے یہ ہوتا کہ مرتے وقت دہریہ دوسروں کو کہتا کہ خدا کے وہم کو چھوڑ دو کوئی خدا نہیں مگر اس کے الٹ نظارے نظر آتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کی ہستی کی یہ بہت زبردست دلیل ہے کہ ہر قوم میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔ (ہستی باری تعالیٰ۔ انوار العلوم جلد 6 صفحہ 286)

### حفظ مراتب کا خیال

ہر چیز کا خدا تعالیٰ نے ایک مرتبہ رکھا ہے اور اس مرتبہ کی حدود کے اندر اسے دیکھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیق

یہ قول اگرچہ ہے تو کسی اور کا مگر آپ اس کا بہت ذکر فرمایا کرتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تو ہر چیز کو اس کے دائرہ کے اندر نہیں رکھے گا بڑے کو بڑا اور چھوٹے کو چھوٹا نہیں سمجھے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو زندیق ہو جائے گا۔ پس شہادت کے مختلف دائرے ہیں ہو سکتا ہے ایک شخص ہندو ہو یا عیسائی ہو اور وہ اپنے مال یا جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی اس حدیث کے ماتحت شہید سمجھا جائے گا اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان اپنے مال و جان کی حفاظت میں مارا جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کے حضور اور بھی زیادہ درجہ ملے گا اور اگر ہندو اور عیسائی مارا جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اسے اجر سے محروم نہیں رکھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی بزدلی کو سخت ناپسند فرماتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 371)

### صحبت کا اثر

ایک دفعہ ایک سکھ طالب علم نے جو گورنمنٹ کالج میں پڑھتا تھا اور حضرت مسیح موعود

علیہ السلام سے اخلاص رکھتا تھا حضرت صاحب کو کہلا بھیجا کہ پہلے مجھے خدا پر یقین تھا مگر اب میرے دل میں اس کے متعلق شکوک پڑنے لگ گئے ہیں۔ حضرت صاحب نے اسے کہلا بھیجا کہ جہاں تم کالج میں بیٹھتے ہو اس جگہ کو بدل لو۔ چنانچہ اس نے جگہ بدل لی اور پھر بتایا کہ اب کوئی شک نہیں پیدا ہوتا جب یہ بات حضرت صاحب کو سنائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس پر ایک شخص کا اثر پڑ رہا تھا جو اس کے پاس بیٹھتا تھا اور وہ دہریہ تھا۔ جب جگہ بدل لی تو اس کا اثر پڑنا بند ہو گیا اور شکوک بھی نہ رہے تو بڑے آدمی کے پاس بیٹھنے سے بھی بلا اس کے کہ وہ کوئی لفظ کہے اثر پڑتا ہے اور اچھے آدمی کے پاس بیٹھنے سے بلا اس کے کہ وہ کچھ کہے اچھا اثر پڑتا ہے۔ پس دنیا میں خیالات ایک دوسرے پر اثر کر رہے ہوتے ہیں مگر ان کا پتہ نہیں لگتا۔

(ملائکہ اللہ۔ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 537)

### بچوں کو پگڑی پہننے کی تلقین

ایک شادی کے موقع پر ایک دفعہ مجھے لاہور جانا پڑا جو لوگ شادی میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے ان میں لاہور کے ایک مشہور اخبار کے ایڈیٹر بھی تھے..... کہنے لگے ہمیں آسٹریا کے مال کا بائیکاٹ کرنا چاہیے اور اس کی کوئی چیز نہ خریدنی چاہیے۔ میں اس وقت ٹوپی پہنے ہوئے تھا جو کہ اتفاقاً اٹلی کی بنی ہوئی تھی۔ وہ ایڈیٹر صاحب کہنے لگے کہ آسٹریا کی بنی ہوئی ٹوپیاں ہمیں نہیں پہننی چاہئے۔ میں نے کہا کہ میں تو اس خیال میں آپ سے متفق نہیں لیکن میری یہ ٹوپی تو اٹلی کی بنی ہوئی ہے۔ جس وقت کا یہ ذکر ہے اس وقت میں ٹوپی پہنا کرتا تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹوپی کو پسند نہیں فرمایا کرتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن میں نے ٹوپی پہنی تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ ہیں! تم نے عید کے دن بھی ٹوپی پہنی ہوئی ہے۔ میں نے اسی وقت جا کر ٹوپی اتار دی اور پگڑی باندھ لی (اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے بالکل ٹوپی کا استعمال ترک کر دیا) ایڈیٹر صاحب نے کہا کہ ہمیں ٹرکی کی مخالف سلطنتوں کی چیزوں کا ضرور بائیکاٹ کر دینا چاہئے میں نے کہا ہم ایک بائیکاٹ سے فارغ ہو لیں تو پھر اور کسی کا بھی بائیکاٹ کر لیں گے اس نے کہا آپ کس کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ میں نے کہا شیطان کا سارے ملکوں پر شیطان کی حکومت ہے اور یہ ہمارے حقوق دن بدن دبائے جا رہے

اور روز بروز ہمیں کمزور کر رہا ہے۔ کیا تمہیں اس کے بائیکاٹ کا فکّر نہیں۔ ہم تو جب اس کا بائیکاٹ کر لیں گے تو پھر اوروں کو دیکھا جائے گا۔

(برکات خلافت۔ انوار العلوم جلد 2 صفحہ 206-207)

## لمل کی پگڑی

فیشن بدلنے کا شوق ہوتا ہے اس لئے اگلے سال کپڑے کا کوئی نیا ڈیزائن بازار میں آجائے گا اور پہلا ڈیزائن غائب ہو جائے گا۔ بلکہ بعض دفعہ ایک عام استعمال میں آنے والی چیز بھی ایسی غائب ہو جاتی ہے کہ اسے تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً ہمارے ملک کے تجربہ نے یہ بتایا ہے کہ نمبر 26 کی لمل کی پگڑی اچھی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نمبر 26 کی لمل کی پگڑی ہی پہنا کرتے تھے اور میں بھی نمبر 26 کی لمل کی پگڑی ہی پہنتا ہوں۔ لیکن اب یہ لمل بازار سے غائب ہو گئی ہے اور اس کا حاصل کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اب کوئی واقف کار ملتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ کہیں سے نمبر 26 کی لمل لا دو کیونکہ اسی لمل کی پگڑی باندھنے کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ دوسری لمل موٹی ہو جاتی ہے اور اس کی پگڑی ہاتھ میں نہیں آتی اور یا پھر تپلی ہو جاتی ہے لیکن ابھی ایک نسل بھی نہیں گزری کہ یہ لمل بازار میں نہیں ملتی۔ بچپن میں جو لٹھا آپ لوگ پہنا کرتے تھے۔ وہ آج نہیں ملتا۔ جس لٹھے کے کپڑے تم اب پہنتے ہو۔ وہ تمہارے بڑھاپے کے وقت نہیں ہوگا۔ لیکن جہاں تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد فیشن بدل جاتا ہے۔ وہاں تمہارا پرانا طریق نہیں بدلتا۔ وہی زربفت آج پائی جاتی ہے۔ جو سینکڑوں سال پہلے لوگ پہنا کرتے تھے۔ وہی مخمل اور دمشقی آج پائی جاتی ہے۔ جو آج سے ہزاروں سال پہلے مستعمل تھی۔

(خطبات محمود جلد 33 صفحہ 307)

## مصروفیت کی وجہ سے لباس کی طرف توجہ نہیں رہتی

اگر کوئی شخص ان باتوں میں ہمہ تن مشغول ہو تو اسے یہ موقعہ ہی نہیں ملتا کہ وہ لباس کی درستی کی طرف توجہ کرے۔ میں نے دیکھا ہے کام کی کثرت کی وجہ سے کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ادھر میں کھانا کھا رہا ہوتا ہوں اور ادھر اخبار پڑھ رہا ہوتا ہوں۔ بیویاں کہتی بھی ہیں کہ اس وقت اخبار نہ پڑھیں کھانا کھائیں۔ مگر میں کہتا ہوں میرے پاس اور کوئی وقت نہیں۔ پھر کئی دفعہ لوگ

میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں آپ کے لباس میں یہ نقص ہے وہ نقص ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ مجھے تو اس بات کا احساس بھی نہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ اس کا کیوں خیال ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم نے دیکھا ہے گو مخالف اس پر ہنسی اڑاتے اور یہ کہتے ہیں کہ آپ نعوذ باللہ پاگل تھے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ کئی دفعہ بوٹ ٹیڑھا پہن لیتے۔ دایاں بوٹ بائیں پاؤں میں اور بائیں بوٹ دائیں پاؤں میں۔ وہ نادان نہیں جاتے کہ جس کا دماغ اور باتوں کی طرف شدت سے لگا ہوا ہو۔ اسے ان معمولی باتوں کی طرف توجہ کی فرصت ہی کب مل سکتی ہے۔ اسی طرح کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ آپ بٹن اوپر نیچے لگا لیتے۔ یعنی اوپر کا بٹن نچلے بٹن کے کاج میں اور نیچے کا بٹن اوپر کے بٹن کے کاج میں لگا دیتے۔ میرا بھی یہی حال ہے کہ دوسرے تیسرے دن بٹن اوپر نیچے ہو جاتے ہیں اور کوئی دوسرا بتاتا ہے تو درستی ہوتی ہے۔

گو بوٹ کے متعلق اب تک میرے ساتھ ایسا کبھی کوئی واقعہ نہیں ہوا کہ بائیں بوٹ میں نے دائیں پاؤں میں پہن لیا ہو اور دایاں بوٹ بائیں پاؤں میں اور اس کی وجہ شائد یہ ہے کہ میرے پاؤں پر بھنوری ہے اور ڈاکٹر نے مجھے بچپن سے ہی بوٹ پہننے کی ہدایت کی ہوئی ہے اور چونکہ بچپن سے ہی مجھے بوٹ پہننے کی عادت ہے۔ اس لئے ایسا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تو اکثر ایسا ہوا کہ چلتے چلتے آپ کو ٹھوکر لگتی اور کوئی دوسرا دوست بتاتا کہ حضور نے گر گالی الٹی پہنی ہوئی ہے اور آخر آپ نے انگریزی جوتی پہننی بالکل ترک کر دی۔ تو انسانی دماغ جب ایک طرف سے فارغ ہو تبھی دوسرا کام کر سکتا ہے۔ اگر ہم اپنے دماغ کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف لگا دیں تو اسلام کی ترقی کے کام ہم کب کر سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کھانے اور لباس میں انسان کو سادگی کا حکم دیا ہے۔ تاکہ وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھنے کی بجائے اہم امور کی طرف توجہ کرے۔

(الفضل 11 فروری 1938ء جلد 26 نمبر 35 صفحہ 5)

## لباس کی نہیں خوبیوں کی عزت

پچھلے سال شملہ میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ بعض لوگ جسم کو اکڑائے اور سر کو اٹھائے چلتے ہوئے نہایت بھونڈے معلوم ہوتے تھے۔

یورپین لباس سے عزت نہیں بلکہ ان کی خوبیوں کو حاصل کرنے میں عزت ہے۔ ان

لوگوں نے نقل کی نقل تو کی مگر بھونڈی اور فضول نقل کی۔ جوان کے لئے بجائے فائدہ مند ہونے اور ذلیل کن ہے کیونکہ انسان معزز کوٹ پتلون و ہیٹ سے نہیں بن جاتا اور نہ ہی یورپ کے لوگ اپنے لباس کی وجہ سے معزز ہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہیں۔ ان لوگوں کو اگر ان کی نقل کرنی تھی تو ان صفات کی کرتے جن سے وہ دنیا میں معزز ہیں۔ مثلاً دنیا ہی کو وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور اس کے لئے کوئی بڑی سے بڑی قربانی کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ لیکن اگر ان لوگوں کو کسی دور سفر پر جانے کے لئے کہا جائے۔ تو اول تو موجودہ زمانہ میں جہاز کے سفر کے خطرے کو رستے میں روک بنائیں گے۔ اور اگر جہاز کا سفر نہ ہو تو کسی ایسی جگہ کا سفر ہو جہاں ریل نہ جاتی ہو تو ریل کے نہ ہونے کا عذر کیا جائے گا۔ پھر اگر یورپ کے لوگوں کو مذہبی طور پر بھی دیکھا جائے۔ تو ان کی قربانیاں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ افریقہ کے وحشیوں نے سینکڑوں مشنری عورتوں کو بھون کر کھا لیا۔ مگر ایک کے بعد دوسری فوراً چلی جاتی اور عیسائیت کی اشاعت میں لگ جاتی اور اگر ایک کی ہلاکت کی خبر پہنچتی ہے۔ تو کئی درخواستیں آتی ہیں کہ ہم کو وہاں بھیجا جائے۔ چین میں اس وقت تک سات ہزار عیسائی مشنری قتل کیا گیا ہے۔ لیکن ایک مارا جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا چلا جاتا ہے۔ ان کی نقل کرنے والے محض لباس اور چال میں نقل اتارنے سے چاہتے ہیں کہ ان کی طرح عزت حاصل ہو جائے مگر اس سے یہ ممکن نہیں۔ عزت ان کی عمدہ صفات حاصل کرنے سے ہو سکتی ہے۔ بنگال اور مدراس کے لوگ تعلیم میں بہت ترقی کر گئے ہیں مگر اپنا لباس وہی رکھتے ہیں۔ بنگالی سرنگے اور دھوتی باندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ مفتی صاحبؒ جب مدراس گئے تو انہوں نے بتایا کہ چیف کورٹ کے جج بھی ننگے پیر بازروں میں پھرتے تھے۔ اور اس سے ان کی عزت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا کیونکہ انہوں نے اہل یورپ کی سیکھنے کی باتیں سیکھی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کوئی کوٹ پتلون نہیں پہنتے تھے۔ مگر خدا نے آپ کو کتنی عزت دی تو معلوم ہوا کہ لباس میں تقلید کرنے سے عزت حاصل نہیں ہوتی۔ پھر بعض لوگ بھیڑ کی طرح تقلید کرتے ہیں۔ اگر پوچھا جائے کہ یہ کام کیوں کرتے ہو تو کہیں گے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا۔ اگر کوئی عقل کی بات بتاؤ اور کہو کہ ایسا کرو تو کہیں گے ہم نہیں مان سکتے کیونکہ یہ ہمارے باپ دادا کے طریقہ کے خلاف ہے۔ یہ نہیں دیکھیں گے کہ کون

## کاپی الہامات

8 مارچ 1907ء کی بات ہے کہ رات کے وقت رویا میں مجھے ایک کاپی الہاموں کی دکھائی گئی اس کی نسبت کسی نے کہا کہ یہ حضرت صاحب کے الہاموں کی کاپی ہے اور اس میں موٹا لکھا ہوا ہے۔ عَسَىٰ اَنْ تَكُوْرَ هُوَا شَيْئًا وَّ هُوَا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ یعنی کچھ بعید نہیں کہ تم ایک بات کو ناپسند کرو لیکن وہ تمہارے لئے خیر کا موجب ہو۔ اس کے بعد نظارہ بدل گیا اور دیکھا کہ ایک مسجد ہے اس کے متولی کے برخلاف لوگوں نے ہنگامہ کیا ہے اور میں ہنگامہ کرنے والوں میں سے ایک شخص کے ساتھ باتیں کرتا ہوں۔ باتیں کرتے کرتے اس سے بھاگ کر الگ ہو گیا ہوں اور یہ کہا کہ اگر میں تمہارے ساتھ ملوں گا تو مجھ سے شہزادہ خفا ہو جائے گا۔ اتنے میں ایک شخص سفید رنگ آیا ہے اور اس نے مجھے کہا کہ مسجد کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے تین درجے ہیں۔ ایک وہ جو صرف نماز پڑھ لیس یہ لوگ بھی اچھے ہیں، دوسرے وہ جو مسجد کی انجمن میں داخل ہو جائیں، تیسرا متولی اس کے ساتھ ایک اور خواب بھی دیکھی وہ یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں.....

8 مارچ کو میں نے یہ رویا دیکھی تھی اور وہ اس طرح کہ جس رات کو میں نے یہ رویا دیکھی اسی صبح کو حضرت والد ماجد کو سنایا آپ سن کر نہایت متفکر ہوئے اور فرمایا کہ مسجد سے مراد تو جماعت ہوتی ہے شاید میری جماعت کے کچھ لوگ میری مخالفت کریں یہ رویا مجھے لکھوادے چنانچہ میں لکھواتا گیا اور آپ اپنی الہاموں کی کاپی میں لکھتے گئے۔ پہلے تاریخ لکھی پھر یہ لکھا کہ محمود کی رویا پھر تینوں رویا لکھیں ان تینوں رویا کے ارد گرد اس سے پہلے اور پچھلی تاریخوں کے الہام حضرت صاحب کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے موجود ہیں (کاپی لوگوں کو دکھائی گئی) اور یہ کاپی اب تک میرے پاس موجود ہے اور ہر ایک طالب حق کو دکھائی جاسکتی ہے جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستخط پہچانتے ہیں وہ گواہی دے سکتے ہیں کہ یہ سب کاپی حضرت صاحب کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اور کئی سال کے الہام اس میں درج ہیں اور یہ میری رویا بھی آپ ہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اس میں موجود ہے۔ یہ ایک ایسی شہادت ہے کہ کوئی احمدی اس کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ ایسے کھلے کھلے نشان کا جو شخص انکار کرے گا اسے ہر ایک صداقت کا انکار کرنا پڑے گا۔

(برکاتِ خلافت - انوار العلوم جلد 2 صفحہ 180 تا 183)

## دعاؤں کے لئے تعلق کی ضرورت ہے

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص عبدالصمد کھڑا ہے اور کہتا ہے ”مبارک ہو قادیان کی غریب جماعت تم پر خلافت کی رحمتیں یا برکتیں نازل ہوتی ہیں۔“ یہ بالکل درست ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے مقامات دیکھنے سے ایک رقت پیدا ہوتی ہے اور دعا کی تحریک ہوتی ہے اس لئے قادیان میں زیادہ آنا چاہئے۔ پھر دعاؤں کے لئے تعلق کی ضرورت ہے۔ حضرت صاحب کو میں نے دیکھا ہے مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ جتتے تھے اور میں خود بھی جتتا ہوں۔ حضرت صاحب بعض لوگوں کو کہہ دیا کرتے تھے کہ تم ایک نذر مقرر کرو میں دعا کروں گا۔ یہ طریق محض اس لئے اختیار کرتے تھے کہ تعلق بڑھے اس کے لئے حضرت صاحب نے بارہا ایک حکایت سنائی ہے کہ ایک بزرگ سے کوئی شخص دعا کرانے گیا اس کے مکان کا قبالہ گم ہو گیا تھا۔ انہوں نے کہا میں دعا کروں گا پہلے میرے لئے حلوا لاؤ۔ وہ شخص حیران تو ہوا مگر دعا کی ضرورت تھی حلوا لینے چلا گیا اور حلوائی کی دوکان سے حلوا لیا۔ وہ جب حلوا ایک کاغذ میں ڈال کر دینے لگا تو وہ چلا یا کہ اس کو پھاڑیوں نہیں یہ تو میرے مکان کا قبالہ ہے اسی لئے وہ دعا کرانا چاہتا تھا۔ غرض وہ حلوا لے کر گیا اور بتایا کہ قبالہ مل گیا تو اس بزرگ نے کہا میری غرض حلوا سے صرف یہ تھی کہ تعلق پیدا ہو۔ غرض دعا کے لئے ایک تعلق کی ضرورت ہے اور اس کے لئے اتنا ہی کہتا ہوں کہ خطوط کے ذریعہ یاد دلاتے رہو۔ تاکہ تم مجھ کو یاد رہو۔ (منصب خلافت۔ انوار العلوم جلد 2 صفحہ 50)

## نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھو

حضرت صاحب دو صحابیوں کے متعلق ایک بات سناتے تھے۔ میں نے تو ان کا حال کسی کتاب میں نہیں پڑھا مگر چونکہ حضرت صاحب سناتے تھے اس لئے بیان کرتا ہوں۔ ایک بازار میں گھوڑا بیچنے کے لئے لایا۔ دوسرے نے اس سے قیمت دریافت کی اس نے کچھ بتائی لیکن خریدنے والے نے کہا نہیں اسکی یہ قیمت ہے۔ اور جو اس نے بتائی وہ بیچنے والے کی بتائی ہوئی قیمت سے زیادہ تھی لیکن بیچنے والا کہے میں تو وہی قیمت لوں گا جو میں نے بتائی ہے اور

خریدنے والا کہہ نہیں میں یہی قیمت دوں گا جو میں نے قرار دی ہے۔ یہ تو صحابہؓ کا ایک معمولی واقعہ ہے۔ وہ لوگ تو ہر ایک نیکی کے میدان میں ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تم نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھو اگر ایک دین کا کوئی کام کرے تو تم کوشش کرو کہ اس سے بھی بڑھ کر کرو اور دوسرے کے مقابلہ میں اپنے نفس کو قربان کرو۔

(خطبات محمود جلد 5 صفحہ 445)

### ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے

بعض لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آتے اور کہتے کہ ہمارے گاؤں میں فلاں شخص ہے اگر وہ احمدی ہو جائے تو تمام گاؤں کے لوگ احمدی ہو جائیں گے حالانکہ ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ مان بھی لے تب بھی بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو نہیں مانتے اور تکذیب سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ ایک گاؤں میں تین مولوی تھے وہاں کے لوگ کہتے کہ اگر ان میں سے کوئی مرزا صاحب کو مان لے تو ہم سب کے سب مان لیں گے۔ ان میں سے ایک نے بیعت کر لی تو لوگوں نے کہہ دیا کہ ایک نے مان لیا تو کیا ہو اس کی تو عقل ماری گئی ہے ابھی دو نے نہیں مانا۔ پھر ایک اور نے بیعت کر لی تو پھر مخالفین نے یہی کہا کہ ان دونوں مولویوں کا کیا ہے ابھی ایک نے تو بیعت نہیں کی ہے۔ ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں لیکن جن لوگوں کا تجربہ وسیع نہیں ہوتا وہ اسی دھن میں لگے رہتے ہیں کہ فلاں شخص مان لے تو سب لوگ مان لیں گے مگر اکثر ایسا نہیں ہوتا۔ (خطبات محمود جلد 5 صفحہ 451-450)

### راست بازی اختیار کریں

یہ کتنا ظلم ہو گا کہ ایک احمدی خدا تعالیٰ سے محبت کی تو اُمید رکھتا ہو اور ایسی جماعت میں داخل ہو جس میں داخل ہونے سے دکھ اور تکالیف بڑھتی ہیں مگر عمل یہ ہو کہ اس رستی کو چھوڑ کر جس سے خدامتا ہے دوسری طرف لگ جائے۔ اس قسم کے اخلاق نہایت ادنیٰ ہوتے ہیں اور کفار میں بھی پائے جاتے ہیں۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئی بار سنا ہے کہ ایک انگریز پیرسٹر اٹلیکین نام تھا اسے اگر کسی مقدمہ کے دوران میں بحث کرتے کرتے بھی یہ ثابت ہو جاتا کہ جس کا کیس وہ ثابت کر رہا ہے وہ جھوٹا ہے تو اُس وقت عدالت سے چلا آتا اور اپنے



مَوَّل سے کہتا کہ آ کر اپنی فیس لے جانا۔ یہ کوئی نیکی نہ تھی بلکہ انسانیت کا یہ تقاضا تھا جو ایک بندے کو خدا ماننے والے سے ظاہر ہوتا تھا مگر اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ کے مامور پر ایمان لانے والوں کے اخلاق کتنے بلند ہونے چاہئیں۔ یہ کس قدر معیوب بات ہے کہ ایک شخص ایک من ترکاری بٹالہ سے لے آئے حالانکہ اس کی اجازت نہ ہو اور پھر بابو کو کچھ دے کر محصول کی ادائیگی سے بچ جائے۔ ایسا شخص ترکاری تو بے شک بٹالہ سے لے آیا اور محصول کے پیسے بھی بچالایا مگر ایمان بٹالہ میں ہی چھوڑ آیا۔

پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ان باتوں کو چھوڑ دیا جائے۔ ایسا کرنے والے آخر اس طرح کتنا مال کمالیتے ہیں۔ اس طرح مال نہیں ملا کرتا اللہ تعالیٰ جب کسی کو مال دینا چاہتا ہے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا خواہ وہ دیانتداری کے معیار کتنے سخت کیوں نہ کر دے۔ خدا تعالیٰ کسی نہ کسی طرح اسے دینے کے لئے کوئی نہ کوئی رستہ نکال ہی لیتا ہے اور جب وہ نہ دینا چاہے تو اس طرح کمایا ہوا مال کسی نہ کسی طرح نکل جاتا ہے۔ ایسے لوگوں میں سے کئی جماعت سے بھی نکل جاتے ہیں اور پھر شکایت کرتے ہیں کہ ہمارا بایکٹ کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کا بایکٹ کون کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے سزا ہوتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 324 تا 325)

## خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس حالت اور اس کیفیت کا اندازہ اس نوٹ سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے اپنی ایک پرائیویٹ نوٹ بک میں لکھا اور جسے میں نے نوٹ بک سے لے کر شائع کر دیا۔ وہ تحریر آپ نے دنیا کو دکھانے کے لئے نہ لکھی تھی کہ کوئی اس میں کسی قسم کا تکلف اور بناوٹ خیال کر سکے۔ وہ ایک سرگوشی تھی اپنے رب کے ساتھ اور وہ ایک عاجزانہ پکار تھی اپنے اللہ کے حضور جو لکھنے والے کے قلم سے نکلی اور خدا تعالیٰ کے حضور پہنچی۔ آپ نے وہ تحریر نہ اس لئے لکھی تھی کہ وہ دنیا میں پہنچے اور نہ پہنچ سکتی تھی اگر میرے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت کے ماتحت نہ ڈال دیتا اور میں اسے شائع نہ کر دیتا۔

اس تحریر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں

اے خدا! میں تجھے کس طرح چھوڑ دوں جبکہ تمام دوست و غمخوار مجھے کوئی مدد نہیں دے سکتے اس وقت تو مجھے تسلی دیتا اور میری مدد کرتا ہے۔ (مفہوم)

(افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1927ء، انوار العلوم جلد 10 صفحہ 60)

## دین کی خدمت میں اپنی زندگی گزارے

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک میراٹن آئی۔ اُس کا لڑکا عیسائی ہو گیا تھا اور وہ سل کا مریض بھی تھا۔ اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ میرا یہ اکلوتا لڑکا عیسائی ہو گیا ہے اور ساتھ ہی سل کی بیماری میں مبتلا ہے۔ آپ اسے تبلیغ بھی کریں تا یہ دوبارہ اسلام قبول کرے اور علاج بھی کریں۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کو اس کے علاج کے لیے ہدایت فرمائی اور خود اسے تبلیغ کرتے رہے۔ لیکن وہ اس قدر کٹر عیسائی تھا کہ آپ جتنی تبلیغ کرتے وہ اتنا ہی عیسائیت میں پکا ہوتا۔ ایک رات جبکہ اُس کی حالت زیادہ خراب تھی وہ آدھی رات کو بھاگا اور بٹالہ کی طرف چل پڑا۔ وہاں عیسائیوں کا مشن تھا۔ اُس کی ماں کو پتا لگ گیا۔ وہ رات کو گیارہ میل کے سفر پر چل پڑی اور قادیان سے 9,8 میل کے فاصلہ پر دوانی وال کے تکیہ کے پاس اُسے جالیا۔ مجھے یاد ہے جب وہ قادیان واپس آئی تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں پر روتی ہوئی گر گئی اور کہنے لگی میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ ایک دفعہ اسے کلمہ پڑھا دیں۔ پھر بے شک یہ مرجائے مجھے اس کی پروا نہیں لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ یہ عیسائی ہونے کی حالت میں مرے۔

دیکھو! اس میراٹن میں کتنا ایمان تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی اور جسمانی اولاد میں کم از کم اُس میراٹن جتنا ایمان تو ضرور ہونا چاہیے۔ اُس میراٹن کا بیٹا عیسائی ہو گیا تھا۔ مگر وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ عیسائی ہونے کی حالت میں مرے۔ اُس کی خواہش تھی کہ وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے پھر بے شک مرجائے۔ تم لوگ تو مسلمان گھروں میں پیدا ہوئے ہو۔ تمہارے لئے تو اور بھی ضروری ہے کہ تم ایک دفعہ دوسروں کو کلمہ پڑھا لو پھر بے شک مرجائے۔ تم وقف دروقف کی تحریک کرتے چلے جاؤ اور پھر ہر واقف یہ سوچے کہ آگے اُس کی اولاد

میں خدمتِ دین کے لیے کتنا جوش ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کی تھیں ان میں سے کئی ہیں جن کی اولاد نے اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لیے وقف نہیں کیں۔ صرف میری اولاد نے اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لیے وقف کی ہیں۔ خدا کرے کہ ان کا دین کی خدمت کے لیے یہ جوش قائم رہے اور آگے انکی اولاد در اولاد اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لیے وقف کرتی چلی جائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باقی اولاد کو بھی یہ سمجھ آجائے کہ پندرہ سو یا دو ہزار روپیہ ماہوار کمانا کوئی چیز نہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ انسان دین کی خدمت میں اپنی زندگی گزارے۔

باقی میرے ساتھ وقف کرنے والوں میں سے ایک چوہدری فتح محمد صاحب سیال تھے۔ چوہدری صاحب کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی کہ انہوں نے اپنے ایک لڑکے کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے بعد دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ دوسرے در صاحب تھے اگر ان کی اولاد میں سے کوئی لڑکا اچھا پڑھ جاتا تو وہ اُسے دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیتے۔ مگر کچھ ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ ابھی تک ان کی اولاد میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں ہوا کہ وہ دین کے لیے اپنی زندگی وقف کر سکے۔ باقی سب لوگوں کے خانے خالی ہیں۔ حالانکہ اسلام دنیا میں اُس وقت تک کبھی غالب نہیں آسکتا جب تک مسلسل اور متواتر ہم میں زندگیاں وقف کرنے والے لوگ پیدا نہ ہوں۔ (الفضل 29 اکتوبر 1955ء جلد 9/44 نمبر 253 صفحہ 4)

### سکھ لڑکا دہریت کے خیالات

خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے یہ لوگ باوجود ارادہ کے میری غیر حاضری میں کچھ نہ کر سکے بلکہ ان کی شرارت کا کھسکتے کھسکتے میری واپسی تک آ گیا۔ چنانچہ جو گواہیاں ملی ہیں وہ بتاتی ہیں کہ بات دراصل اس وقت شروع ہو گئی تھی جب میں ولایت گیا تھا لیکن وہ نکلی اس وقت جب میں واپس آ گیا تھا تا اگر کوئی کارروائی کی جائے تو میرا وجود اور میری دعائیں بھی اس کے ساتھ شامل ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے کہ جتنی گواہیاں ملی ہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ یہ فتنہ اس وقت اٹھایا گیا تھا۔ جب مجھ پر بیماری کا حملہ ہوا تھا۔ 26 فروری 1955ء کو مجھ پر بیماری کا حملہ ہوا تھا اور یہ باتیں مارچ 1955ء کی ہیں لیکن ظاہر ہوئیں 1956ء میں آ کر اور اب میں ان کا ہر طرح مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں..... حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں

جموں سے قادیان آ رہا تھا کہ ایک سیکھ لڑکا مجھے ملا اور اُس نے کہا میں پہلے بڑا نیک ہوا کرتا تھا لیکن اب میرے دل میں دہریت کے خیال پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ آپ مرزا صاحب سے میرا ذکر کریں اور اُن سے اس کا علاج دریافت کر کے مجھے بتائیں۔ وہ سیکھ لڑکا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بڑا معتقد تھا اور آپ کی کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ قادیان میں آ کر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے دائیں بائیں دہریت کے خیالات رکھنے والے لڑکے بیٹھتے ہیں۔ اُسے کہیں کہ وہ اپنی جگہ بدل لے۔ اُس کے خیالات درست ہو جائیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ فرمایا کرتے تھے میں نے اُس سیکھ لڑکے کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہنچا دیا۔ چنانچہ اُس نے اپنی جگہ بدل لی۔ جب میں دوبارہ قادیان آنے لگا تو مجھے نتیجہ معلوم کرنے کا شوق تھا۔ وہ میرے پاس آیا تو میں نے اُس سے دریافت کیا کہ اب کیا حال ہے؟ اُس نے کہا جس دن سے میں نے اپنی جگہ بدلی ہے میرے سارے وساوس دور ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

یہی بات یہاں ہے۔ اگر بعض لوگ کسی شخص کو اپنا دشمن خیال کریں اور اُس پر توجہ کرنا شروع کر دیں کہ وہ بیمار ہو جائے تو آہستہ آہستہ اُس کا دماغ اثر قبول کرنا شروع کر دیتا ہے اور وہ اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ مجھ پر بھی یہی اثر ہوا مگر 29 جولائی کو 5 بجے صبح مری میں اللہ کی طرف سے یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہوئے کہ ”الْحَمْدُ لِلَّهِ اللّٰهُ تَعَالٰی نے تو مجھے بالکل اچھا کر دیا مگر میں اپنی بدظنی اور مایوسی کی وجہ سے اپنے آپ کو بیمار سمجھتا ہوں۔“ یعنی مجھے اپنے نفس پر بدظنی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو پوری طرح جذب نہیں کرتا اور بیماری کے متعلق یہ مایوسی ہے کہ وہ ابھی دور نہیں ہوئی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بالکل صحت عطا فرمادی ہے۔ عجیب بات ہے کہ یہی بات مجھے جرمنی اور سوئٹزر لینڈ کے ڈاکٹروں نے کہی۔ ایک بہت بڑے ڈاکٹر نے مجھے کہا کہ آپ بالکل اچھے ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ میرے علاوہ یہاں کے سوائے ڈاکٹروں سے بھی اپنا معائنہ کرائیں تو وہ بھی کہیں گے کہ آپ بالکل اچھے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ آپ انہیں بتائیں کہ آپ پر فالج کا حملہ ہو چکا ہے۔ اگر آپ بتا دیں گے تو وہ بھی وہم کرنے لگ جائیں گے۔ پھر اُس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ

آپ غیر معمولی رنگ میں کام کر رہے تھے کہ یک دم آپ بیمار ہو گئے۔ اب اگرچہ آپ تندرست ہو گئے ہیں لیکن آپ کا دماغ بیماری کے خیال میں دب گیا ہے۔ اگر آپ اس خیال کو اپنے دماغ سے نکال دیں تو آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام میں بتائی ہے کہ میں بدظنی اور مایوسی کی وجہ سے اپنے آپ کو بیمار سمجھتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بالکل صحت عطا فرمادی ہے۔ چنانچہ یہ بالکل درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب بیماری کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ صرف کام کرنے کے بعد ایک کوفت سی میں اپنے جسم میں محسوس کرتا ہوں لیکن یہ ایک طبعی امر ہے کیونکہ جب انسان پر کسی بیماری کا حملہ ہو چکا ہو تو وہ جسمانی طور پر کمزور ہو جاتا ہے۔ پھر میری عمر بھی زیادہ ہو چکی ہے مگر یہ خدا تعالیٰ کا نشان ہی ہے کہ میں نے ان دنوں میں قرآن کریم کے بائیس پاروں کا ترجمہ مکمل کر لیا ہے اور امید ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے طاقت دی تو اگست کے آخر یا ستمبر کے شروع میں سارا ترجمہ ختم ہو جائے گا۔ اب ایک تندرست آدمی بھی اتنا علمی کام اتنے تھوڑے عرصہ میں نہیں کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے کرنے کی توفیق عطا فرمادی ہے اور یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دے دی ہے۔ آخر دنیا میں بڑے بڑے علماء موجود ہیں انہیں کیوں یہ توفیق نہیں ملتی کہ وہ اتنے قلیل عرصہ میں قرآن کریم کا ترجمہ کر دیں۔ اور پھر یہ ترجمہ معمولی ترجمہ نہیں بلکہ جب یہ چھپے گا تو لوگوں کو پتا لگے گا کہ یہ ترجمہ کیا ہے، تفسیر ہے۔ پس جو کام بڑے بڑے علماء پانچ سال کے عرصہ میں بھی نہیں کر سکتے تھے وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میں نے تھوڑے سے عرصہ میں کر لیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دے دی ہے اور خدا تعالیٰ کے تازہ الہام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مجھ سے سوال کرے کہ پھر اپنے آپ کو بیمار کیوں سمجھتے ہیں؟ تو مجھے اس کا یہی جواب دینا پڑے گا کہ میں صرف بدظنی اور مایوسی کی وجہ سے اپنے آپ کو بیمار سمجھتا ہوں ورنہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے مجھے تندرست کر دیا ہے۔

(الفضل 8 اگست 1956ء جلد 10/45 نمبر 184 صفحہ 3-4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرز اصلاح

حضرت صاحب کی اصلاح کا طرز بڑا لطیف اور عجیب تھا۔ ایک شخص آیا اس نے

باتوں ہی باتوں میں یہ بھی بیان کر دیا کہ ریلوے ٹکٹ میں اس رعایت کے ساتھ آیا ہوں آپ نے ایک روپیہ اس کی طرف پھینک کر مسکراتے ہوئے کہا اُمید ہے جاتے ہوئے ایسا کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ (جماعت قادیان کو نصح، انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 23)

### خدا تعالیٰ کے لئے غیرت

خدا نے تو تقدیر اس لئے بنائی ہے کہ خدا سے انسان کا تعلق مضبوط ہو مگر اس کا الٹا استعمال کرتے ہیں اگر بعض لوگوں کے گھروں میں کوئی موت ہو جائے۔ مثلاً کوئی بچہ مر جاوے تو وہ کہتا ہے کہ ”رہا تیرا پتر مرداتے تینوں پتا لگدا“ یعنی اے خدا تیرا لڑکا مرتا تو مجھے معلوم ہوتا کہ اس کا کس قدر صدمہ ہوتا ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ گویا خدا نے ان پر بڑا ظلم کیا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ خدا پر بھی ایسا ہی ظلم ہو۔ یہاں ایک شخص تھے بعد میں وہ بہت مخلص احمدی ہو گئے اور حضرت صاحب سے ان کا بڑا تعلق تھا مگر احمدی ہونے سے قبل حضرت صاحب ان سے بیس سال تک ناراض رہے۔ وجہ یہ کہ حضرت صاحب کو ان کی ایک بات سے سخت انقباض ہو گیا اور وہ اس طرح کہ ان کا ایک لڑکا مر گیا۔ حضرت صاحب اپنے بھائی کے ساتھ ان کے ہاں ماتم پرسی کے لئے گئے ان میں قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص آتا اور اس سے ان کے بہت دوستانہ تعلقات ہوتے تو اس سے بغل گیر ہو کر روتے اور چیخیں مارتے اسی کے مطابق انہوں نے حضرت صاحب کے بڑے بھائی سے بغل گیر ہو کر روتے ہوئے کہا کہ خدا نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت صاحب کو ایسی نفرت ہو گئی کہ ان کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ بعد میں خدا نے انہیں توفیق دی اور وہ ان جہالتوں سے نکل آئے۔ غرض تقدیر کے مسئلہ کے غلط سمجھنے کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے ہم پر یہ ظلم کیا، وہ ستم کیا اور اس طرح خدا کو گندی سے گندی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ (تقدیر الہی۔ انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 606-607)

### حضرت چوہدری رستم علی صاحبؒ کا اخلاص

بے شک ہماری جماعت میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے مالی لحاظ سے سلسلہ کی بہت بڑی خدمت کی ہے اور ہم اُن کی قدر کرتے ہیں لیکن جن لوگوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے لیے وقف کر دیں اور دن اور دن وہ خدمت سلسلہ میں مصروف رہے اُن کے وجود سے

ہمارے سلسلہ کو جو فائدہ پہنچا ہے وہ روپیہ کے ذریعہ خدمت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔ مجھے یاد ہے میری پندرہ سال کی عمر تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ اُن دنوں جو ڈاک آیا کرتی تھی وہ آپ کی بیماری کی وجہ سے میں ہی آپ کو پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک منی آرڈر آپ کے نام آیا جو -/180 روپیہ کا تھا اور ساتھ ہی خط تھا جس میں لکھا تھا کہ یہ روپیہ چندے کا نہیں بلکہ حضور کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش ہے۔ اس میں سے 80 روپے تو وہ ہیں جو میں ہمیشہ ماہوار حضور کو بھیجا کرتا ہوں اور 100 روپیہ زائد اس لیے ہے کہ پہلے میری تنخواہ -/180 روپیہ تھی جس میں سے 80 روپے میں حضور کو نذرانہ بھجوا دیا کرتا تھا۔ اب مجھے یکدم سب انسپکٹر پولیس سے ترقی دے کر پراسیکیوٹنگ انسپکٹر بنا دیا گیا ہے اور -/280 روپے تنخواہ مقرر کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے یکدم یہ 100 روپیہ جو ترقی ملی ہے محض حضور کے لیے ملی ہے اس لیے سو روپے وہ جو اب بڑھے ہیں اور 80 روپے وہ جو میں ہمیشہ بھجوا کرتا ہوں حضور کی خدمت میں نذرانہ کے طور پر بھجوا رہا ہوں اور چونکہ خدا نے مجھے -/180 سے -/280 روپیہ تک یکدم پہنچایا ہے اور یہ 100 روپیہ کی زیادتی میرے لیے نہیں بلکہ حضور کے لیے ہوئی ہے اس لیے میں آئندہ بھی ہمیشہ ایک 180 روپے ہی حضور کی خدمت میں بھجوا یا کروں گا۔ میں نے جب یہ خط پڑھا تو بڑا متاثر ہوا کہ ہماری جماعت میں اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے مخلص وجود پیدا کئے ہیں یہ چودھری رستم علی صاحبؒ تھے جو محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ اسی طرح میں نے کئی دفعہ سیٹھ عبداللہ بھائی کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔ اب تو پارٹیشن اور ہندوستانی گورنمنٹ کے مظالم کی وجہ سے ان کی تجارت ویسی نہیں رہی۔ لیکن ساری عمر ان کی یہی کیفیت رہی کہ جو روپیہ بھی ان کے پاس آتا وہ اسے سلسلہ پر خرچ کر دیا کرتے اور اب بھی وہ اسی رنگ میں قربانی کرتے جا رہے ہیں۔ پس بے شک ہماری جماعت میں ایسے افراد ہیں۔ جو مالی لحاظ سے سلسلہ کے کاموں میں غیر معمولی حصہ لیتے ہیں۔ لیکن ان افراد سے جو سلسلہ کو فائدہ پہنچا ہے۔ کیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تصنیف کے بھی برابر ہے یا سلسلہ کے قائم کرنے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو وقت صرف کیا۔ اگر اس وقت کو سلسلہ کے لئے صرف کرنے کی بجائے آپ اپنے زمیندارہ کام میں لگ جاتے۔ تو کیا سلسلہ کو اتنا ہی فائدہ پہنچتا۔ جتنا اب پہنچا ہے۔ یا میں ہی اگر اپنے زمیندارہ کام میں مشغول ہو جاتا۔ تو میرے ذریعہ سلسلہ کو وہ فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ جو اب پہنچا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں نے زمیندارہ کام بھی

کیا ہے۔ لیکن جب زمینوں کا کام اتنا بڑھا کہ میں نے سمجھا اب اگر میں نے اس کی طرف توجہ کی تو سلسلہ کے کام کو نقصان پہنچے گا تو میں نے میاں بشیر احمد صاحبؒ کو بلوایا اور زمین کے کاغذات ان کے سپرد کر دیئے اور خود میرے پاس جتنا وقت تھا وہ سارے کا سارا میں نے سلسلہ کے لئے وقف کر دیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں یہ کام خود بھی چلا سکتا تھا مگر ان کے سپرد کرنے سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ میں زمینوں کے کام سے فارغ ہو کر سلسلہ کے کاموں میں زیادہ تندہی سے مصروف ہو گیا پھر سندھ کی زمینیں ملیں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ملازموں سے کام لینے کی توفیق عطا فرمادی۔

(الفضل 22 اکتوبر 1955ء جلد 44/9 نمبر 247 صفحہ 4-5)

## جماعت کی مالی قربانیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام میں لنگر کو چلانے کے لئے بعض دفعہ آپ کو قرض لینا پڑتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تحریک کرنی پڑتی تھی کہ دوست چندہ کی طرف توجہ کریں اور مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کے لئے آٹھ دس ہزار روپیہ کی سالانہ ضرورت تھی۔ اس لحاظ سے ساری پونجی جو سلسلہ کو سالانہ ملتی تھی۔ 26 یا 27 ہزار کے قریب تھی اور یہ روپیہ بہت مشکل کے ساتھ جمع ہوتا تھا۔ لیکن اب یہ حالت ہے کہ میں فخر کے طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ سلسلہ کے ایک نشان کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ اب اکثر میرا سالانہ چندہ ہی تیس اور چالیس ہزار کے درمیان ہوتا ہے گویا اس زمانے کے تمام اخراجات میرے موجودہ چندوں سے پورے ہو سکتے تھے لیکن اس وقت ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے جماعت کو بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑتی تھیں اور یہ چیزیں جو اب ہمیں نظر آ رہی ہیں اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے بہت مشکل نظر آتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا۔ اس کے ماتحت آپ کو اس بات میں شبہ نہ تھا کہ ان کاموں کے لئے روپیہ آئے گا یا نہیں بلکہ آپ کو جس بات میں شبہ تھا وہ یہ تھی کہ اس روپیہ کو استعمال کرنے والے اس کو دیانت سے استعمال کریں گے یا نہیں۔ (الفضل 26 دسمبر 1946ء جلد 34 نمبر 301 صفحہ 1-2)

## خدمت دین کو اک فضل الہی جانو

شاکر وہ ہے جو فرض ادا کرنے پر پھولتا نہیں بلکہ وہ خدا کے حضور سجدے میں گر جاتا



ہے۔ چندہ دینے والوں میں سے بعض تو ایسے ہیں جو چندہ دے کر صدر انجمن یا خلیفۃ المسیح پر احسان کرتے ہیں بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں فرض ادا ہو گیا مگر ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم پر خدا کا احسان ہے کہ اس نے ہم سے یہ خدمت لی۔ مجھے اس زمانے کا ایک واقعہ یاد ہے کہ منی آڈروں میں سے جو حضرت صاحب کے نام آئے ایک کے کوپن پر لکھا تھا کہ یہ پندرہ روپیہ ارسال ہیں ایک روپیہ لنگر کے لئے اور باقی آپ خدا کے لئے اپنے نفس پر خرچ کریں اور مجھ پر احسان فرمائیں۔ پھر جب زلزلہ آیا اور حضرت اقدس باہر باغ میں تشریف لے گئے اور مہمانوں کی زیادہ آمد و رفت وغیرہ کی وجوہات سے لنگر کا خرچ بڑھ گیا تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ قرض لے لیں۔ فرماتے ہیں میں اسی خیال میں آ رہا تھا کہ ایک شخص ملا جس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس نے ایک پوٹلی میرے ہاتھ میں دیدی اور پھر الگ ہو گیا اس کی حالت سے میں ہرگز نہ سمجھ سکا کہ اس میں کوئی قیمتی چیز ہوگی لیکن جب گھر آ کر دیکھا تو دوسو روپیہ تھا حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی حالت سے ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنی ساری عمر کا اندوختہ لے آیا۔ پھر اس نے اپنے لئے یہ بھی پسند نہ کی کہ میں پہچانا جاؤں یہ شاکر کا مقام ہے۔

(مدارج التقویٰ۔ انوار العلوم جلد اول 381-380)

### چودھویں رات کا چاند

مومن کسی میدان میں بھی شکست کو تسلیم کر ہی نہیں سکتا اس لئے ہمارے اندر ترقی کی وہ روح ہونی چاہئیں کہ ہمارا زمیندار دوسرے زمیندار سے ہمارا لوہار دوسرے لوہار سے ہمارا ترکھان دوسرے ترکھانوں سے ہمارا پروفیسر دوسرے پروفیسر سے اور ہمارا وکیل دوسرے وکیل سے بڑھ کر ہو۔ جب ہم خدا تعالیٰ کی باتوں کو سمجھ اور سیکھ سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ دنیوی علوم دوسروں سے بہتر طور پر نہ سیکھ سکیں اور یہ اپنی سستی ہوگی اگر کوئی کوشش نہ کرے وگرنہ مومن کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس کی نظر بہت باریک چیزوں تک پہنچتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے چودھویں رات کے چاند کی روشنی میں کسے شبہ ہو سکتا ہے مگر پہلی رات کا چاند ہر ایک کو نظر نہیں آیا کرتا جو لوگ انبیاء پر ابتداء میں ایمان لاتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں جو پہلی رات کو چاند کو دیکھتے ہیں اور یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ ان کی نظر بہت تیز ہے۔ پس جو شخص پہلی رات کا چاند دیکھ سکتا ہے وہ دوسری، تیسری اور چوتھی کا کیوں نہ دیکھ سکے گا۔ روحانی علم اور

معرفت پہلی رات کا چاند ہے اور دنیوی علوم بعد کی راتوں کے۔ اگر ہم خدا کی باتیں سیکھ سکتے ہیں تو دنیوی علوم کیوں نہیں سیکھ سکتے ضرور سیکھ سکتے ہیں مگر مشکل یہی ہے کہ آنکھیں کھول کر دیکھتے نہیں ہمارے اندر یہ احساس ہونا چاہیے کہ ہر میدان میں دوسروں سے آگے نکل جائیں۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 65-64)

## خدا اور بندے کے کلام میں فرق

آج کل یہ کمال خیال کیا جاتا ہے کہ جب کوئی بات کر رہا ہو تو فوراً درمیان میں بول پڑیں جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ ہم خوب سمجھتے ہیں اور گویا ان لوگوں کی علمیت ظاہر ہوتی ہے مباحثوں اور مناظروں میں علماء ایسا کرتے ہیں اس سے غرض مخالف پر رعب ڈالنا ہوتی ہے لیکن ہر جگہ یہ بات درست نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا ایک الہام سنا کر کہنے لگے کہ خدا اور بندے کے کلام میں کیا فرق ہوتا ہے اور اس کے لئے آپ نے ایک حریری کا فقرہ پڑھا ایک صاحب فوراً درمیان میں بول پڑے اور انہوں نے پہلی بات پر تو غور نہ کیا اور اس فقرے کو الہام سمجھ کر کہنے لگے واقعی کیسی عمدہ عبارت ہے اور کیا فصاحت و بلاغت ہے لیکن جب حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ سُنیں تو سہی اور پھر آپ نے اس میں نقص بتلائے اور الہام کی اس پر فضیلت ثابت کی۔ غرض یہ طریق ہو گیا ہے کہ پورا کلام سنے بغیر لوگ نتیجہ نکالتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 6 صفحہ 526)

## اشتعال انگیزی سے بچنا چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ طاعون طعن سے نکلا ہے اور طعن کے معنی نیزہ مارنا ہیں۔ پس وہی خدا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت آپ کے دشمنوں کے متعلق قہری جلوہ دکھایا، وہی اب بھی موجود ہے اور اب بھی ضرور اپنی طاقتوں کا جلوہ دکھائے گا اور ہرگز خاموش نہ رہے گا۔ ہاں! ہم خاموش رہیں گے اور جماعت کو نصیحت کریں گے کہ اپنے نفسوں کو قابو میں رکھیں اور دنیا کو دکھا دیں کہ ایک ایسی جماعت بھی دنیا میں ہو سکتی ہے جو تمام قسم کی اشتعال انگیزیوں کو دیکھ اور سن کر امن پسند رہتی ہے۔

(حالات حاضرہ کے متعلق جماعت احمدیہ کو اہم ہدایات، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 511-512)

## طاعون جماعت کی ترقی کا ذریعہ

طاعون خدا کا ایک عذاب ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید کے لئے بھیجی گئی ہے اگر ہماری جماعت کی رفتار ترقی کو دیکھا جائے تو ثابت ہوگا کہ ساٹھ ستر فیصدی آدمی طاعون کی وجہ سے سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ مجھ کو یاد ہے کہ طاعون کے دنوں میں پان پان سو ہزار ہزار آدمی کی بیعت کے خطوط حضرت صاحب کے پاس روزانہ آتے تھے تو چونکہ یہ احمدیت کی صداقت کا ایک نشان ہے اور جب تک جماعت کی حفاظت نشان کے طور پر نہ ہو۔ یہ نشان کامل تجلی کے ساتھ ظاہر نہیں ہو سکتا اس لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ امتیازی طور پر ہماری جماعت کو اس مرض سے بچائے۔

(خطبات محمود جلد 6 صفحہ 56)

## کمزور بھائی کے لئے دُعا اور علیحدگی میں نصیحت

مامورین اور ان کی جماعتوں کے اندر ہمدردی اور رافت و رحمت کا ہونا بھی ضروری ہے اور یہ بھی دراصل ان کا ایک نشان ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جب کسی نے ذکر کیا کہ جماعت کے بعض لوگ روحانیت میں کمزور ہیں تو آپ نے فرمایا آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کے لئے دعا کریں۔ میری اپنی کیفیت تو یہ ہے کہ اگر میں کسی بھائی کو دیکھوں کہ شراب کے نشہ میں مخمور ہو کر نالی میں پڑا ہے تو اسے اٹھا کر گھر لے آؤں تا ہوش میں آنے پر وہ شرمندہ نہ ہو۔ پھر اسے ہوش میں لاؤں، علیحدگی میں نصیحت کروں اور اس کے لئے دعا کروں مامورین کی جماعتوں کے متعلق یہ رافت و رحمت بھی ایک نشان ہی ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ بتاتا ہے کہ اگر ایک طرف دنیا میں اس قدر بدکاری پھیلی ہوئی ہے جو ایسے عذابوں کا موجب ہے تو دوسری طرف ہمارے بندوں میں اس قدر نیکی بھی ہے کہ وہ مصیبت زدگان سے ہمدردی کرتے ہیں اور ہمارے مامور کے ذریعہ وہ اس قدر نیک ہو گئے ہیں کہ کفار سے بھی ہمدردی رکھتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 41)

## مخالفین کا مفت علاج

ہماری جماعت کے افراد پر کسی موقع پر بھی کسی صورت میں یہ الزام نہیں آنا چاہئے کہ

وہ ہندو، سکھ یا عیسائی سے حسن سلوک کا برتاؤ نہیں کرتے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ جہاں مسلمانوں کے حقوق کا سوال پیدا ہوگا۔ وہاں ہمیں مسلمانوں سے تعلق رکھنا پڑے گا کیونکہ علاوہ سیاسی اتحاد کے مذہبی لحاظ سے بھی ہمارا مسلمانوں سے سب سے بڑھ کر اتحاد ہے اور ہمارا ان سے ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ جسم کے دو ٹکڑے اور باوجود اس کے کہ وہ اسلام سے دور ہیں ایسے عقائد اختیار کئے ہوئے ہیں جو اسلام کی جڑوں پر پتھر کا حکم رکھتے ہیں۔ ہم انہیں نظر انداز نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے اور ہمارے فوائد بہت حد تک یکساں ہیں۔ مگر باوجود اس اتحاد کے جو ہمارا مسلمانوں سے ہے ہمیں سمجھنا چاہئے کہ ہم صلح و آشتی کے لئے پیدا کیئے گئے ہیں اور ہم نے نہ صرف لوگوں سے انصاف کرنا ہے بلکہ ان سے ہمدردی کرنی چاہئے اور ان کی تکالیف میں غمگساری بھی کرنی ہے۔ پس ہمیں ان لوگوں کے اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر کوشش کرنی چاہئے کہ ان سے زیادہ اعلیٰ نمونہ دکھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریق عمل تھا۔ ایک دوست نے سنایا کہ ایک دفعہ ہندوؤں میں سے ایک شدید مخالف کی بیوی سخت بیمار ہو گئی، طبیب نے اس کے لئے جو دوائیں تجویز کیں ان میں مشک بھی پڑتا تھا جب کہیں اور سے اسے کستوری نہ ملی تو وہ شرمندہ اور نادام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور آ کر عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس مشک ہو تو عنایت فرمائیں۔ غالباً اسے ایک یا دو رتی مشک کی ضرورت تھی مگر اس کا اپنا بیان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مشک کی شیشی بھر کر لے آئے اور فرمایا آپ کی بیوی کو بہت تکلیف ہے، یہ سب لے جائیں تو درحقیقت اخلاق فاضلہ ہی ایک ایسی چیز ہے جو دوسرے کے دل میں محبت پیدا کرتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 124)

## تریاق القلوب کی اشاعت

اس میں کوئی شک نہیں کہ تریاق القلوب اکتوبر 1902ء کو شائع ہوئی اور ریویو جون 1902ء کو بلکہ دفع البلاء جس سے ریویو میں مضمون لیا گیا ہے وہ تو اپریل 1902ء کو شائع ہوئی اور خود میں نے اپنے رسالہ القول الفصل میں تاریخ اشاعت کے لحاظ سے 1902ء تک ہی تریاق القلوب کی تیاری لکھی ہے لیکن چونکہ اس وقت اس امر کو با تفصیل لکھنے کی گنجائش نہ تھی اس لئے اس رسالہ میں وہی تاریخ لکھ دی گئی جو تریاق القلوب پر لکھی ہوئی تھی اور اگر میں ایسا نہ کرتا تو خوف تھا کہ بعض لوگ جھٹ جھٹ پر جھوٹ کا الزام لگا دیتے لیکن اب میں بتاتا ہوں کہ تریاق القلوب

اصل میں پہلے کی لکھی ہوئی کتاب ہے اور ریویو بعد کا مضمون جو دفع البلاء سے لیا گیا ہے اس کے بعد کا بلکہ ایک سال سے بھی زیادہ عرصہ بعد کا ہے اور اس کے لئے میرے پاس خدائے تعالیٰ کے فضل سے یقینی ثبوت ہیں بشرطیکہ کوئی شخص ان پر غور کرے اور ضد اور ہٹ سے کام نہ لے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ تریاق القلوب 1899ء سے لکھی جانی شروع ہوئی اور جنوری 1900ء تک بالکل تیار ہو چکی تھی لیکن چونکہ ان دنوں میں ایک وفد نصیبین جانے والا تھا اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک عربی رسالہ لکھنا شروع کر دیا اور اس کی اشاعت رک گئی 1902ء میں جب کہ کتب خانہ کا چارج حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کے ہاتھ میں تھا آپ نے حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول سے عرض کی کہ بعض کتب بالکل تیار ہیں لیکن اس وقت تک شائع نہیں ہوئیں آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کریں کہ ان کو شائع کرنے کی اجازت فرمادیں چنانچہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا اور حضورؑ نے اجازت دے دی تریاق القلوب ساری چھپ چکی تھی اور صرف ایک صفحہ کے قریب مضمون حضرت اقدسؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کاتب کے پاس بچا پڑا تھا اس کے ساتھ حضرت اقدسؑ نے ایک صفحہ کے قریب مضمون اور بڑھا دیا اور کل دو صفحہ آخر میں لگا کر کتاب شائع کر دی گئی۔

(حقیقۃ النبوة (حصہ اول)، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 365)

## نبی کی عمر سے مراد اس کی امت کی عمر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کتاب ”چشمہ معرفت“ لکھ رہے تھے تو آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ بعض دفعہ اُس کے مضامین دوسروں کو بھی سنا دیا کرتے تھے ایک دفعہ آپ نے حضرت نوحؑ کی 950 سالہ عمر پر آریوں کے اعتراض کے بارہ میں فرمایا کہ ہم نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ نبی کی عمر سے مراد اُس کی اپنی عمر نہیں ہوتی بلکہ اُس کی جماعت کی عمر ہوتی ہے۔ آپ یہ سنا ہی رہے تھے کہ حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب تشریف لے آئے۔ وہ کہنے لگے بات تو ٹھیک ہے مگر لوگ نیچریت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہوتے ہیں تو ہوں پھر کیا ہوا ہمیں تو جہاں بھی اسلام کی صداقت نظر آئیگی ہم اُسے پیش کریں گے خواہ کوئی اُس سے نیچریت کی طرف ہی کیوں نہ مائل ہو جائے۔ بہر حال قرآن مجید

میں جہاں کسی نبی کی زیادہ عمر کا ذکر آتا ہے۔ وہاں ایک فرد کی عمر مراد نہیں بلکہ اُس کی اُمت کی عمر مراد ہے۔  
(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 50)

## دُعا کے لئے تَضَرُّع

ہماری یہی خواہش ہونی چاہئے کہ ہم دلی اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لائیں اور اس کے فرائض کی بجا آوری میں کسی قسم کی تنگی اور کبیدگی محسوس نہ کریں۔ لیکن اگر ایک وقت یہ درجہ حاصل نہیں ہوتا تو انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ تصنع ہی سے فرائض سرانجام دے۔ آہستہ آہستہ وہ مقام بھی حاصل ہو جائے گا۔ جب دلی بشاشت کے ساتھ امور سرزد ہوں گے اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ دعا کے وقت حقیقی تضرع اس میں پیدا نہیں ہوتا تو وہ مصنوعی طور پر رونے کی کوشش کرے اور اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کے نتیجے میں حقیقی رقت بھی پیدا ہو جائے گی۔  
(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 166)

## دماغی کام کرنے والوں کی اعصابی حس تیز ہوتی ہے

میں نے کئی دوستوں کو دیکھا ہے اور توجہ بھی دلائی ہے کہ وہ دبانے بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ دیگر فنون کی طرح دباننا بھی ایک فن ہے اور ہر شخص اسے نہیں جانتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے دیکھا ہے کہ آپ بعض دفعہ دبانے والوں کی طرف سے تکلیف پہنچنے کی وجہ سے اٹھ کر چلے جاتے۔ کوئی ایسا دبانے والا بیٹھ جاتا کہ آپ کو کھجلی ہونے لگتی۔ آپ طبیعت کی شرم کی وجہ سے کہہ نہ سکتے کہ ایسا نہ کرو اور اٹھ کر اندر تشریف لے جاتے۔ جتنے لوگ دماغی کام کرنے والے ہوتے ہیں ان کی اعصابی حس بہت تیز ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجلی پیدا کرنے والی چیز برداشت نہ کر سکتے تھے۔ میرا بھی یہی حال ہے۔ پھر میری یہ حالت ہے کہ اگر میرے بدن پر ہاتھ رکھ دیا جائے تو میری حالت ناقابل برداشت ہو جاتی ہے اور دم گھٹنے لگتا ہے۔ ایسے موقع پر میں اکثر چلا جاتا ہوں۔ یا اگر کوئی ضروری کام ہو یا بات ہو رہی ہو تو اپنے نفس پر جبر کر کے منع کر دیتا ہوں۔  
(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 171)

لیکچر لاہور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں جب تقریر کرنے کے لئے کھڑے

ہوئے تو لاہور کا سب سے وسیع ہال آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور اس قدر اڑدہام تھا کہ دروازے کھول دیئے گئے بلکہ باہر قاتیں لگائی گئیں اور وہ بھی سامعین سے بھر گئیں۔ شروع میں تو جیسا کہ عام قاعدہ ہے آپ کی آواز ذرا مدہم تھی اور بعض لوگوں نے کچھ شور بھی کیا مگر بعد میں جب آپ بول رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے کوئی بگل بجایا جا رہا ہے اور لوگ مبہوت بنے بیٹھے تھے۔ تو آواز کی بلندی دینی خدمات کے اہم حالات میں سے ہے۔ پھر معلوم نہیں ہمارے دوست اس طرف کیوں توجہ نہیں کرتے یہ خیال کہ آواز بڑھ نہیں سکتی غلط ہے۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 251)

## دعا موت قبول کرنے کا نام ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ دعا موت قبول کرنے کا نام ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے ”جو منگے سومر رہے۔ جو مرے سو منگن جائے“، یعنی کسی سے سوال کرنا یا مانگنا ایک موت ہے اور موت وارد کئے بغیر انسان مانگ نہیں سکتا۔ جب تک وہ اپنے اوپر ایک قسم کی موت وارد نہیں کر لیتا وہ مانگ نہیں سکتا۔ پس دعا کا یہ مطلب ہے کہ انسان اپنے اوپر ایک موت طاری کرتا ہے کیونکہ جو شخص جانتا ہے کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں وہ کب مدد کے لئے کسی کو آواز دیتا ہے۔ کیا یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کپڑے پہننے کے لئے محلہ والوں کو آوازیں دیتا پھرے کہ آؤ مجھے کپڑے پہناؤ یا تھالی دھونے کے لئے دوسروں سے کہتا پھرے کہ مجھے تھالی دھلوؤ یا قلم اٹھانے کے لئے دوسروں کا محتاج بنے۔ انسان دوسروں سے اس وقت مدد کی درخواست کرتا ہے جب وہ جانتا ہے کہ یہ کام میں نہیں کر سکتا۔ ورنہ جس کو یہ خیال ہو کہ میں خود کر سکتا ہوں وہ دوسروں سے مدد نہیں مانگا کرتا۔ وہی شخص دوسروں سے مدد مانگتا ہے جو یہ سمجھے کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ سے بھی وہی شخص مانگ سکتا ہے جو اپنے آپ کو اس کے سامنے مرا ہوا سمجھے اور اس کے آگے اپنے آپ کو بالکل بے دست و پا ظاہر کرے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان میرے رستے میں جب تک مر نہ جائے اس وقت تک دعا دعا نہ ہوگی کیونکہ پھر تو بالکل ایسا ہی ہے کہ ایک شخص قلم اٹھانے کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہوا دوسروں کو مدد کے لئے آوازیں دے۔ کیا اس کا ایسا کرنا ہی نہ ہوگا۔ جب ایک شخص جانتا ہو کہ اس میں اتنی طاقت ہے کہ قلم اٹھا سکے تو اس کی مدد نہیں کرے گا۔ اسی طرح جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں خود فلاں کام کر سکتا ہوں وہ اگر اس کے

لئے دعا کرے تو اس کی دعا دراصل دعا نہیں ہوگی۔ دعا اسی کی دعا کہلانے کی مستحق ہوگی جو اپنے اوپر ایک موت طاری کرتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل ہیچ سمجھتا ہے۔ جو انسان یہ حالت پیدا کرے۔ وہی خدا کے حضور کامیاب اور اسی کی دعائیں قابل قبول ہو سکتی ہیں۔

(خطبات محمود جلد 9 صفحہ 104)

## ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں

جماعت کے دوست اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں میں نے دیکھا ہے کہ اکثر لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنا ذلت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ذلت نہیں بلکہ عزت کی بات ہے۔ ذلت کے معنی تو یہ ہوئے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض کام ذلت کا موجب ہیں اگر ایسا ہے تو ہمارا کیا حق ہے کہ اپنے کسی بھائی سے کہیں کہ وہ فلاں کام کرے جسے ہم کرنا ذلت سمجھتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے کام کرنا چاہیے۔ امراء تو اپنے گھروں میں کوئی چیز ادھر سے اٹھا کر ادھر رکھنا بھی عار سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے بیسیوں دفعہ برتن مانجھتے اور دھوتے دیکھا ہے اور میں نے خود بیسیوں دفعہ برتن مانجھے اور دھوئے ہیں اور کئی دفعہ رومال وغیرہ کی قسم کے کپڑے بھی دھوئے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ایک ملازم کو پاؤں دبانے کے لئے بلایا۔ وہ مجھے دبار ہاتھ کہ کھانے کا وقت ہو گیا۔ لڑکا کھانے کا پوچھنے آیا تو میں نے کہا دو آدمیوں کا کھانا لے آؤ۔ کھانا آنے پر میں نے اس ملازم کو ساتھ بٹھا لیا۔ لڑکا یہ دیکھ کر دوڑا دوڑا گھر میں گیا اور جا کر قہقہہ مار کر کہنے لگا حضرت صاحب فلاں ملازم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں۔ اسلامی طریق یہی ہے اور میں سفر میں یہی طریق رکھتا ہوں کہ ساتھ والے آدمیوں کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھا لیتا ہوں۔ (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 465)

## محنت سے ہر پیشہ سیکھا جاسکتا ہے

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام فجا تھا۔ اسے آپ نے کسی معمار کے ساتھ لگایا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ معمار بن گیا تھا۔ اس میں سمجھ بہت کم تھی۔ مگر مخلص اور دین دار تھا۔ وہ غیر احمدی ہونے کی حالت میں آیا تھا اور بعد میں احمدی ہو گیا تھا۔ اس کی عقل کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ بعض مہمان آئے اس وقت لنگر خانہ



کا کام علیحدہ نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر ہی سے مہمانوں کے لئے کھانا جاتا تھا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور قریشی محمد حسین صاحبؒ موجود مفرح غزبی قادیان آئے۔ ایک دوست اور بھی تھے۔ آپ نے ان کے لئے چائے تیار کروائی اور بچے کو کہا کہ وہ مہمانوں کو چائے پلا آئے اور اس خیال سے کہ وہ کسی کو چائے دینا بھول نہ جائے۔ یہ تاکید کی کہ دیکھو پانچوں کو چائے دینا چراغ پرانا ملازم تھا۔ اسے آپ نے بچے کے ساتھ کر دیا۔ جب دونوں چائے لے کر گئے۔ تو معلوم ہوا کہ مہمان حضرت خلیفہ مسیح اولؑ کے پاس ان کی ملاقات کے لئے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ چائے لے کر وہاں گئے۔ چراغ پرانا ملازم تھا۔ اس نے پہلے چائے کی پیالی حضرت خلیفہ مسیح اولؑ کے سامنے رکھی۔ لیکن بچے نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا نام نہیں لیا تھا۔ چراغ نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا اور کہنی ماری اور یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ بے شک آپ نے حضرت خلیفہ مسیح اولؑ کا نام نہیں لیا۔ لیکن آپ ان سب سے زیادہ معزز ہیں۔ اس لئے چائے پہلے آپ کے سامنے ہی رکھنی چاہیے۔ لیکن وہ یہی بات کہے جاتا تھا کہ حضرت صاحب نے صرف پانچ کے نام لئے تھے۔ ان کا نام نہیں لیا گویا وہ اس قدر کم عقل تھا کہ اتنی بات بھی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن وہ بہت جلد معمار بن گیا تھا۔ پس اگر لوگ ذرا بھی توجہ کریں تو اس قسم کے پیشے سیکھ سکتے ہیں اور نہ صرف ان کے ذریعہ روپیہ کمایا جاسکتا ہے بلکہ رفاه عامہ کے کاموں میں بھی حصہ لیا جاسکتا ہے۔ (الفضل 20 اکتوبر 1954ء جلد 43/8 نمبر 180 صفحہ 4)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں علم کا سمندر ہیں

مجھے تو یاد ہے جب میں سکول میں پڑھا کرتا تھا ہمیشہ مجھے کوئی نہ کوئی بیماری رہتی تھی اور مدرسہ سے بھی اکثر ناغے ہوتے مگر اس عمر میں ہی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھی ہیں۔ بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بستہ میں کوئی نئی کتاب رکھنی، تو وہیں سے کھسکا کر لے جانی اور شروع سے آخر تک اسے پڑھنا۔ بلکہ موجودہ عمر میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کم کتابیں پڑھی ہیں کیونکہ اب میرے علم کے استعمال کرنے کا وقت ہے۔ مگر چھوٹی عمر میں جب مدرسہ کی پڑھائی سے بوجہ بیماری فراغت ہوتی اور کام نہ ہوتا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں میں بہت پڑھا کرتا تھا اور درحقیقت حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں ہی علم کا سمندر ہیں۔ اس وقت جب کہ اکثر لوگ خود ہی مسیح کو وفات یافتہ کہہ رہے ہیں ان بحثوں میں کیا رکھا ہے کہ وفات مسیح کے یہ دلائل ہیں اور فلاں علامہ نے یہ لکھا اور فلاں امام نے یہ لکھا۔ کن چیزوں پر حصر کرنے کا نام علم رکھ لیا گیا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ بالکل بے کار چیزیں ہیں یہ بھی مفید چیزیں ہیں مگر ان کی مزید تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان کے لئے کافی ذخیرہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں آچکا ہے۔ اب ان سوالات سے ایسا ہی تعلق ہونا چاہئے تھا جیسا سیر فی الکتب کرتے ہوئے کوئی نئی بات آگئی تو اسے معمولی طور پر نوٹ کر لیا مگر اس پر اپنے دماغوں کو لگانے اور اپنی محنت کو ضائع کرنے کے کیا معنی ہیں۔ تمہیں اس سے کیا تعلق کہ فلاں امام نے کیا لکھا۔ تمہیں تو اپنے اندر ایک آگ پیدا کرنا چاہئے ایمان پیدا کرنا چاہئے، اخلاق پیدا کرنے چاہئیں، اُممگیں پیدا کرنی چاہئیں اور تمہیں سمجھنا چاہئے کہ تمہیں خدا نے کسی خاص کام کے لئے پیدا کیا ہے اور تم زمین میں اس کے خلیفہ ہو۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 39)

### مخالفین بھی ایمان لانے کا موجب ہو سکتے ہیں

جتنی زیادہ گالیاں دیتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہمیں ان پر رحم آتا ہے یہ طریق ہے جو سچے مومن کو اختیار کرنا چاہئے اور اسی کو اختیار کر کے کامیابی اور برکت حاصل ہو سکتی ہے یہ مت خیال کرو کہ دنیا تمہاری مخالف ہوگئی ہے۔ یہی گالیاں ہیں جو کھاد کا کام دیں گی اور انہیں گالیوں کی وجہ سے انہیں کے بھائی بندوں میں سے لوگ ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک بڑے ادیب جو محاورات اردو کی کتاب بھی چالیس جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور جس کا کچھ حصہ نواب صاحب رامپور نے شائع بھی کرایا تھا، قادیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو سلسلہ کی تبلیغ کس نے کی؟ انہوں نے کہا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے۔ بچپن کی وجہ سے مجھے اس جواب پر بڑی حیرت ہوئی اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کس طرح؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے جب مولوی محمد حسین صاحب کی تحریریں پڑھیں تو مجھے ان میں اس قدر غصہ اور دیوانگی نظر آئی کہ جب تک حقیقی خطرہ سامنے نہ ہو اس وقت تک وہ غصہ اور دیوانگی پیدا نہیں ہو

سکتی۔ پس میں نے اس وقت سمجھا کہ ضرور حضرت مرزا صاحب میں صداقت ہے۔ تب میں نے درمٹین وغیرہ پڑھی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ دشمن جو کچھ کہتے ہیں، غلط ہے۔ میں حضور کی بیعت کے لئے قادیان آیا تو اللہ تعالیٰ اس ذریعہ سے بھی شریف الطبع لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 71-70)

## کبھی انگریزوں کے آگے سر نہیں جھکایا

میری یہ عادت ہے کہ جب دشمن کی تلوار سر پر لٹک رہی ہو تو اس وقت میں اس کی بات نہیں مانا کرتا اور مجھے افسوس ہے کہ جب کبھی یہاں کے لوگوں نے مجھ سے صلح کرنے کی کوشش کی ہے تو ہمیشہ ایسی ہی صورت میں کہ پہلے کوئی ہم پر مقدمہ کر دیا یا فساد کھڑا کر دیا اور پھر چاہا کہ ہم سے سمجھوتہ کر لیں حالانکہ میں ایسے مواقع پر سمجھوتہ نہیں کیا کرتا میں ہمیشہ ایسے مواقع پر ہی سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار ہوا کرتا ہوں جب میرا ہاتھ دینے والا ہو اور ان کا ہاتھ لینے والا لیکن جب کوئی ڈنڈا لے کر میرے سر پر آچڑھے اور کہے کہ مجھ سے صلح کر لو تو پھر میں اس کی بات نہیں مانا کرتا۔

مجھے تعجب آتا ہے کہ میری عمر پچاس سال کے قریب ہونے کو آگئی، صرف چند ماہ اس میں باقی ہیں اور میں تمام عمر اسی قادیان میں رہا، یہیں پیدا ہوا، یہیں بڑھا، یہیں جوان ہوا اور یہیں پچاس سال کی عمر تک پہنچا مگر اب تک یہاں کے ہندوؤں اور سکھوں نے میری طبیعت کو نہیں سمجھا۔ میری طبیعت یہ ہے اور یہی طبیعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی تھی بلکہ دینی لحاظ سے گو حالت کچھ ہی ہو یہی طبیعت ہمارے دادا صاحب کی بھی تھی کہ وہ کسی سے دب کر صلح نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے خاندان نے دو حکومتوں کے تغیر کے وقت سخت نقصان اٹھایا ہے۔ جب سکھ آئے تب بھی اور جب انگریز آئے تب بھی کیونکہ یہ ہماری طبیعت کے خلاف ہے کہ ہم کسی کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہوں اسی لئے جب سکھ آئے تو نہ سکھوں کے آگے ہم جی حضور کرتے رہے اور نہ جب انگریز آئے تو انگریزوں کے آگے ہم نے جی حضور کیا۔ گو ہمارے خاندان نے سکھوں اور انگریزوں دونوں سے تعاون بھی کیا اور ان کی مدد بھی کی اور ان لوگوں سے زیادہ مدد کی جو جی حضور کرتے رہتے تھے مگر پھر بھی وہ کبھی انگریزوں کے آگے گردن جھکا کر کھڑے نہیں ہوئے۔ یہ ایک خاندانی اثر ہے جو میرے اندر پایا جاتا ہے

اور مذہب نے اسے اور زیادہ رنگ دے دیا ہے۔

(الفضل 24 نومبر 1938ء جلد 26 نمبر 271 صفحہ 5)

## صبر و تحمل

حضرت رسول کریم ﷺ کی فتح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فتح اور ان تمام انبیاء کی فتح جن کی تاریخیں محفوظ ہیں اور جن پر ایمان لانا ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ حلم، بردباری، محبت اور پیار سے ہی ہوئی ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں ایک شخص آیا اور آپ کو آتے ہی گالیاں دینے لگ گیا اور جب خوب گالیاں دے چکا اور بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا۔ تسلی ہوگئی یا کچھ اور بھی باقی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لے گئے تھے وہاں راستہ میں ایک شخص نے آپ کو دھکا دے دیا۔ لوگ اس کو مارنے لگے مگر آپ نے فرمایا نہیں اسے کچھ نہ کہو۔ اس نے تو اخلاص سے ہی دھکا دیا ہے وہ دراصل مدعی نبوت تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اس نے سمجھا ہے کہ ہم ظالم ہیں اور اس کا حق مار رہے ہیں اس لئے اس نے دھکا دے دیا۔ پیغمبر اسنگھ جو یہاں آیا کرتے تھے ان کا وہ بھائی تھا وہ سنایا کرتے تھے کہ میرا بھائی بعد میں ساری عمر شرمندہ رہا اور کہتا تھا۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کو دھکا دیا۔ تو اخلاقی نمونہ اور محبت کا اثر تو پاگلوں پر بھی ہو جاتا ہے۔ صحیح عقل والوں پر کیوں نہ ہوگا۔ (خطبات محمود جلد 13 صفحہ 108)

## دست بہ کارِ دل بہ یار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دست بہ کارِ دل بہ یار۔ جو لوگ دنیاوی کاموں کو چھوڑ کر مصلوں پر ہی بیٹھے رہتے ہیں وہ حقیقی عابد نہیں ہیں کیونکہ وہ خدا کی اکبریت کو چھوڑتے ہیں اور اکبریت کے بغیر خدا کی حقیقی عبادت نہیں ہو سکتی۔ پس عابد بننے کے لئے دنیا کی طرف ضرور نظر کرنی پڑے گی اور جو اس کو چھوڑ دے گا وہ خدا کو کبھی نہیں پاسکے گا۔ جو شخص دنیا کو چھوڑتا ہے وہ تقویٰ سے نہیں بلکہ جہالت سے ایسا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو حقیقی توحید کے سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیں ایسی بصیرت بخشے

کے ہمیں ہر بات میں اس کا جلال نظر آئے۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 257)

## کثرت سے مشک استعمال کرنا

قرآن کے متعلق یہ کہا گیا کہ اس کی گار بھی مشک ہے تو اس گار سے مراد قرآن کریم کی ظاہری تعلیم ہوگی پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کی ظاہری تعلیم بھی اچھی ہے اور اس کی باطنی تعلیم بھی اچھی ہے اس کی موٹی سے موٹی تعلیم جو کسی معاملہ کے متعلق ہو لے لو تو وہ مشک ہی مشک ہوگی اس سے تم قرآن کریم کی اعلیٰ درجہ کی روحانی تعلیمات کا اندازہ لگا سکتے ہو کہ وہ کیسی ہوں گی۔ تیسرے معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ جس طرح اس قرآن کی ابتداء اعلیٰ ہے اسی طرح اس کی انتہاء بھی اعلیٰ ہوگی۔ ابتداء میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان انسان اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام لے کر آیا اور آخری زمانہ میں مسیح موعود علیہ السلام اس کی اشاعت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوگا۔ گویا..... یہاں ایک لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشک بڑا پسند تھا اور آپ ہمیشہ اسے استعمال فرمایا کرتے تھے پس فرمایا کہ اس کا ختام بھی مشک پر ہوگا یعنی ایسے انسان پر جو کثرت سے مشک استعمال کرنے والا ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ بالعموم ایک ظاہری علامت شناخت کی بھی مقرر فرما دیتا ہے۔ جیسے ختم نبوت کے حقیقی معنوں کے ساتھ ایک نشان بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر بنا ہوا تھا۔

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 321-320)

صحابہ حضرت امہات المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دعا کی

درخواست کرتے تھے

صحابہؓ کا یہ طریق تھا کہ جب آتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور باقی امہات المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کرتے اور ان کی دعاؤں کے مستحق بنتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اور پھر بعد میں بھی کئی لوگ حضرت ام المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ نئے آنے والے لوگوں کو چونکہ اس قسم کی باتیں معلوم نہیں ہوتیں۔ پھر اتنے ہجوم میں یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ شاید حاضر ہونے کا موقع نہ

مل سکے اس لئے میں نے یہ بات یاد دلا دی ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سے ملنا چاہئے کئی ایسے ہوں گے جو پھٹے پرانے کپڑوں میں ہوں گے اور ان کے پاس سے کہنی مار کر لوگ گزر جاتے ہوں گے مگر وہ ان میں سے ہیں جن کی تعریف خود خدا تعالیٰ نے کی ہے ان سے خاص طور پر ملنا چاہئے اسی لئے میں نے منتظمین جلسہ سے کہا ہوا ہے کہ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام میں سے کسی کا لیکچر ”ذکر حبیب“ پر رکھنا چاہئے مگر اب کے نہیں رکھا گیا یہاں ”ذکر حبیب“ کا جلسہ ہفتہ وار ہوتا ہے جو بہت مفید ہے۔

(بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 579)

### تعلیم الاسلام ہائی سکول کے لئے کوششیں

مجھے خدا تعالیٰ نے ایسی ہی بینائی عطا کی ہے اور میری فطرت ہی ایسی ہے کہ مجھے شیطان میں بھی کئی خوبیاں نظر آتی ہیں اس لئے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی یہ سن سکتا ہوں کہ ہمارے اس سکول میں کوئی خوبی نہیں۔ لیکن یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ ان ایام میں یہ سکول اس مقصد کو پورا کر رہا ہے جس کے لئے اسے قائم کیا گیا تھا۔ اس سکول پر ایک زمانہ ایسا آیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے ایام میں بعض لوگوں نے کوشش کی کہ اس سکول کو توڑ کر صرف عربی کا ایک مدرسہ قائم رکھا جائے کیونکہ جماعت دو سکولوں کے بوجھ برداشت نہیں کر سکتی اور اس پر اتفاق جماعت اتنا زبردست تھا کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں شاید ڈیڑھ آدمی سکول کی تائید میں رہ گیا تھا ایک تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ تھے اور آدھا میں اپنے آپ کو کہتا ہوں کیونکہ اس وقت میں بچہ تھا لیکن میں سمجھتا ہوں جو جوش مجھے اس وقت سکول کے متعلق تھا وہ دیوانگی کی حد تک پہنچا ہوا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ چونکہ ادب کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بات نہ کر سکتے تھے اس لئے آپ نے مجھے اپنا ذریعہ اور ہتھیار بنایا ہوا تھا وہ مجھے بات بتا دیتے اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچا دیتا آخر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا کی اور باوجودیکہ بعض جلد باز دوستوں نے قریباً ہم پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور کہا کہ یہ دنیا دار لوگ ہیں کیونکہ انگریزی تعلیم کی تائید کرتے ہیں پھر بھی فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 481، 480)

## باقاعدہ اخبار پڑھا کرتے تھے

غرض یہ احساسات کا عجیب سلسلہ ہے۔ اس پر غور کرنے سے عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ ایک بات ایک کے لئے خوشی کی گھڑی اور راحت کی واحد ساعت ہوتی ہے مگر دوسرے کے لئے ماتم کا اثر رکھتی ہے اور بہت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو نہ کسی کی خوشی میں حصہ ہوتا ہے نہ غم میں۔ یہ مضمون مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک فقرے میں سکھایا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ باقاعدہ اخبار پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن 1907ء میں اخبار پڑھتے ہوئے مجھے آواز دی ”محمود“ یہ آواز اس طرح دی کہ جیسے کوئی جلدی کا کام ہوتا ہے۔ جب میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے خبر سنائی۔ ایک شخص (جس کا مجھ کو اس وقت نام یاد نہیں) مر گیا ہے۔ اس پر میری ہنسی نکل گئی اور میں نے کہا مجھے اس سے کیا حضرت صاحب نے فرمایا اس کے گھر میں تو ماتم پڑا ہوگا اور تم کہتے ہو مجھے کیا؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ تعلق نہ ہو اس کے رنج کا اثر نہیں ہوتا۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 162)

## اللہ تعالیٰ کی تصویر کو سامنے لانے کا واحد ذریعہ ذکر الہی

خالی رب، مالک، رحمان، رحیم کہنے سے اُس وقت تک کوئی فائدہ نہیں ہوتا جب تک تم ترجمہ کر کے اسے ذہن میں دہراؤ گے نہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں۔ جب تم انہیں بار بار دہراؤ گے تو وہ دماغ کی فلم پر آ جائیں گے اور ایک لفظ بار بار دماغ میں آنے کے بعد تصویر کا ایک حصہ بن جائے گا۔ پھر متعدد الفاظ سے خدا تعالیٰ کی ایک تصویر بن جائے گی اور پھر اُس تصویر سے خدا تعالیٰ کا وجود سمجھ لیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی کوئی صفت روحانی ماتھا بنا دے گی، کوئی صفت روحانی کان بنا دے گی، کوئی صفت روحانی آنکھ بنا دے گی اور اس طرح ایک تصویر بن جائے گی۔ بہر حال خدا تعالیٰ کی تصویر روحانی طور پر سامنے آئے گی جس سے تم یہ سمجھو گے کہ خدا تعالیٰ ایک حسین چیز ہے۔ اور جب تم یہ سمجھو گے کہ خدا تعالیٰ ایک حسین چیز ہے تو اس کی محبت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ اسی چیز کا نام ذکر الہی ہے۔ اس کا رواج ہماری جماعت میں نہیں دوسرے لوگوں میں اس کا رواج ہے۔ مثلاً پیروں اور فقیروں کی جماعتوں میں اس کا رواج عام طور پر پایا جاتا ہے لیکن انہوں نے اسے ایک کھیل بنا دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سپر کا واقعہ سنایا کرتے تھے۔ وہ سپر شکار کا بہت شوقین تھا۔ وہ ایک دن گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے لیے گیا اور بڑی کوشش کے بعد اس نے ایک ہرن مارا۔ جب اس ہرن کو تیر لگا تو وہ تیز دوڑا۔ سپر صاحب نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا آخر بڑی محنت کے بعد اسے پکڑنے میں کامیاب ہوئے۔ سپر صاحب کو غصہ تھا کہ میرا گھوڑا بہت تھک گیا ہے۔ وہ جب ہرن کو ذبح کرنے لگے تو اپنے خیال میں وہ تکبیر کہہ رہے تھے لیکن کہہ یہ رہے تھے سورا! تُو نے میرا گھوڑا مار دتا، سورا! تُو نے میرا گھوڑا مار دتا۔ اس کا نام انہوں نے ذکر الہی رکھ لیا تھا حالانکہ وہ لفظوں میں بھی نہیں ہو رہا تھا لیکن اُن کی تسبیح چلی جا رہی تھی۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ سنایا ہے کہ ہمارے ماموں مرزا علی شیر صاحب تھے۔ وہ ہماری سوتیلی والدہ کے بھائی تھے۔ شاید میاں عزیز احمد صاحب کی دادی کے حقیقی بھائی یا قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ قادیان میں آنے والوں کو ہمیشہ درغلاتے رہتے تھے اور کہا کرتے تھے دیکھو! میں مرزا صاحب کا قریبی رشتہ دار ہوں میں بھی انہیں نہیں مانتا۔ مرزا صاحب نے دکان بنا رکھی ہے۔ صرف دکان۔ مرزا علی شیر صاحب تسبیح خوب پھیرا کرتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ منگے پر منکا چلتا تھا۔ انہیں باغبانی کا شوق تھا اس لیے انہوں نے ایک باغیچہ لگایا ہوا تھا جس میں وہ سارا دن کام کرتے رہتے تھے۔ جہاں آجکل قادیان میں دور الضعفاء ہیں وہاں اُن کا باغیچہ تھا۔ درختوں سے انہیں عشق تھا اس لیے جونہی کسی نے کسی درخت کو چھو تو انہیں غصہ آیا اور وہ اُس کے پیچھے بھاگ پڑے۔ بچے شرارتیں کرتے ہیں۔ ہم تو بہت احتیاط کرتے تھے کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شدید مخالف تھے لیکن دوسرے بچے انہیں چھیڑا کرتے تھے۔ مثلاً کوئی بیدانہ کا درخت ہے تو بچوں نے پتھر مارنا اور اس طرح بیدانہ اُتار کر کھانا۔ ماموں علی شیر صاحب نے جب بچوں کو پتھر مارتے دیکھنا تو اُن کے پیچھے بھاگنا اور گالیاں دینا سورا، بد معاش! لیکن تسبیح کے منگے برابر چلتے جاتے تھے۔ ہم اُس وقت بھی حیران ہوتے تھے کہ انہوں نے تو تسبیح پر سو دفعہ خدا تعالیٰ کا نام لینا تھا لیکن اس میں سے پچاس دفعہ تو انہوں نے سورا اور بد معاش کہہ دیا ہے۔ اب انہوں نے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اصل ذکر الہی بھی چھوڑ دیا جائے۔ ہمارے ہاں ذکر الہی کا رواج نہیں۔ مسجد میں جاؤ تو وہاں آپس میں یہ گفتگو شروع ہوتی ہے کہ سنا ہے آپ نے بھینس خریدی ہے؟ کیسی ہے؟ کتنے کو لی؟ فلاں



جگہ آپ نے جانا تھا گئے نہیں؟ آپ کی ترقی کے معاملہ کا کیا بنا؟ وغیرہ وغیرہ۔ مسجدوں میں خدا تعالیٰ کا نام لو، مالک کا نام لو اور اُس کی مالکیت کو ذہن میں لاؤ، قدوس کا نام لو اور اُس کی قدوسیت کو ذہن میں لاؤ، ستار کا نام لو اور اُس کی ستاریت کو ذہن میں لاؤ، غفور کا نام لو اور اُس کی غفوریت کو ذہن میں لاؤ، غفار کا نام لو اور اس کی غفاریت کو ذہن میں لاؤ۔ جب تم تصویر ہی نہیں کھینچو گے تو خدا تعالیٰ کی محبت کس طرح پیدا ہوگی؟ محبت کے لیے ضروری ہے کہ یا تو کسی کا وجود سامنے ہو اور یا اس کی تصویر سامنے ہو۔

مثلاً اسلام نے یہ کہا ہے کہ جب تم شادی کرو تو شکل دیکھ لو اور جہاں شکل دیکھنی مشکل ہو وہاں تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ میری جب شادی ہوئی میری عمر چھوٹی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈاکٹر رشید الدین صاحبؒ کو لکھا کہ لڑکی کی تصویر بھیج دیں۔ انہوں نے تصویر بھیج دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ تصویر مجھے دے دی۔ میں نے جب کہا کہ مجھے یہ لڑکی پسند ہے تب آپ نے میری شادی وہاں کی۔

پس بغیر دیکھنے کے محبت ہو کیسے؟ یہ تو ایسی ہی چیز ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارے سامنے آئے اور تم آنکھوں پر ہاتھ رکھ لو اور پھر کہو کہ خدا تعالیٰ کی محبت ہو جائے وہ محبت ہو کیسے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر ہے

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی

حُسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

یعنی کچھ تو ہو۔ اگر محبوب خود سامنے نہیں آتا تو اُس کی آواز ہی سنائی دے۔ اس کے حُسن کی کوئی نشانی تو نظر آئے۔ یہ تصویر ہے خدا تعالیٰ کی۔ رب، رحمان، رحیم، لیلۃ یوم الدین، ستار، قدوس، مومن، مہیمن، سلام، جبار اور قہار اور دوسری صفات الہیہ یہ نقشے ہیں جو ذہن میں کھینچے جاتے ہیں۔ جب متواتر ان صفات کو ہم ذہن میں لاتے ہیں اور ان کے معنوں کو ترجمہ کر کے ذہن میں بٹھا لیتے ہیں تو کوئی صفت خدا تعالیٰ کا کان بن جاتی ہے، کوئی صفت آنکھ بن جاتی ہے، کوئی صفت ہاتھ بن جاتی ہے اور کوئی صفت دھڑ بن جاتی ہے اور یہ سب مل کر ایک مکمل تصویر بن جاتی ہے۔ یہ تصویر الفاظ سے نہیں بنتی بلکہ اُس حقیقت سے بنتی ہے جو اس کے پیچھے ہے۔ ان صفات کی تشریح کو دماغ میں لانے سے یہ دماغ کے اندر جمتی جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ

محبت الہی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کوشش کرنا کہ تصویر کو سامنے لائے بغیر محبت ہو جائے یہ حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تصویر کو سامنے لانے کا ذریعہ ذکر الہی ہے اور یہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ محبت الہی کا کوئی اور گُر بتاؤ تو یہ بیوقوفی ہوگی۔ کسی شخص کو یہ بتایا جائے کہ تم ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر فلاں صاحب کا اتنی دفعہ ذکر کیا کرو تو وہ کہے گا سُبْحَانَ اللّٰہ! کیا ہی عمدہ گُر ہے محبت الہی کے پیدا کرنے کا۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ ذکر الہی کیا کرو تو وہ کہے گا یہ بھی کوئی گُر ہے۔ یا اگر کسی کو کہا جائے کہ سر کے بل لٹک کر فلاں ورد کیا کرو تو وہ خوش ہو جائے گا۔ لیکن اگر کہیں ستار، غفار، رحمان اور رحیم کا ورد کرو تو وہ کہے گا یہ تو پرانی بات ہے۔

(خطبات محمود جلد 32 صفحہ 79 تا 81)

## جہاں رشتے تجویز ہوئے ہیں ان کے ہاں اولاد کتنی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ہماری شادیوں کی تجویز فرمائی تو سب سے پہلے یہ سوال کرتے کہ فلاں صاحب کے ہاں کتنی اولاد ہے وہ کتنے بھائی ہیں۔ آگے ان کے کتنی اولاد ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جس جگہ میاں بشیر احمد صاحبؒ کی شادی کی تحریک ہوئی۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ اس خاندان کی کس قدر اولاد ہے اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ سات لڑکے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام باتوں پر غور کرنے سے پہلے فرمانے لگے کہ بہت اچھا ہے۔ یہیں شادی کی جائے۔ میری اور میاں بشیر احمد صاحبؒ کی شادی کی تجویز اکٹھی ہی ہوئی تھی ہم دونوں کی شادی کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی دریافت فرمایا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ جہاں رشتے تجویز ہوئے ہیں ان کے ہاں کتنی اولاد ہے کتنے لڑکے ہیں، کتنے بھائی ہیں تو جہاں آپ نے اور باتوں کو دیکھا وہاں وُلُوْدًا کو مقدم رکھا۔ اب بھی بعض لوگ جو مجھ سے مشورہ لیتے ہیں میں ان کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ یہ دیکھو جہاں رشتے تجویز ہوئے ہیں ان کے ہاں کتنی اولاد ہے۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 396-397)

## جمعہ کے روز غسل کرنا اور نئے کپڑے بدلنا

ایک لڑکی میری عزیز کے ہاں نوکر تھی ایک دن انہوں نے اسے کہا کہ فلاں عطر اٹھا کر

لے آنا۔ وہ کہنے لگی بی بی! مجھے کبھی سمجھ نہیں آئی کہ یہ خوشبو و شبو کیا ہوتی ہے؟ جب اسے عطر سونگھایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے ناک میں خوشبو سونگھنے کی حس ہی نہیں تو جس طرح چہرہ پہلے ٹھیک ہو، پھر پوڈر خوبصورت معلوم ہوتا ہے، اسی طرح ناک ٹھیک ہو تب خوشبو کا لطف آتا ہے اور اگر کسی کی ناک درست نہ ہو اور تم اُسے باغوں میں بھی لے جاؤ تو اُسے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دنیا میں مینا بازار والے عطر دے سکتے ہیں مگر ناک نہیں دے سکتے۔ لیکن ہم کیا دیتے ہیں فَرُوْحُ ہم سب سے پہلے خوشبو سونگھنے اور اُس کو محسوس کرنے کی طاقت ناک میں پیدا کرتے ہیں۔ رَوْحُ کے معنی ہیں وَجْدَانُ الرَّائِحَةِ اور بھی معنی ہیں، لیکن ایک معنی یہ بھی ہیں پس فرمایا دنیا والے تو صرف عطر بیچتے ہیں مگر ہم پہلے لوگوں کو ایسا ناک دیتے ہیں جو عطروں اور خوشبوؤں کو محسوس کرے (رَوْحُ) میرے اپنے ناک کی حس غیر معمولی طور پر تیز ہے، یہاں تک کہ میں دُودھ سے پہچان جاتا ہوں کہ گائے یا بھینس نے کیا چارہ کھایا ہے۔ اسی لئے اگر میرے قریب ذرا بھی کوئی بدبو دار چیز ہو تو مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے اور جو لوگ میرے واقف کار ہیں وہ مسجد میں داخل ہوتے وقت کھڑکیاں وغیرہ کھول دیتے ہیں کیونکہ اگر بند ہوں تو میرا دم گھٹنے لگتا ہے، میں ہمیشہ کثرت سے عطر لگایا کرتا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کثرت سے عطر لگایا کرتے تھے مگر حضرت خلیفہ اول کو اس طرف کچھ زیادہ توجہ نہیں تھی۔ میں آپ سے بخاری پڑھا کرتا تھا، ایک دن میں آپ سے بخاری پڑھنے کے لئے جانے لگا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے فرمانے لگے کہاں چلے ہو؟ میں نے کہا مولوی صاحب سے بخاری پڑھنے چلا ہوں۔ فرمانے لگے، مولوی صاحب سے پوچھنا کیا بخاری میں کوئی ایسی حدیث بھی آتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن غسل فرماتے اور نئے کپڑے بدلا کرتے تھے اور خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب جمعہ کے دن بھی کام میں ہی مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ اذان ہو جاتی اور کئی دفعہ آپ وضو کر کے مسجد کی طرف چل پڑتے۔ آپ تھے تو میرے اُستاد مگر چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات کہی تھی اس لئے میں نے اُسی طرح آپ سے جا کر کہہ دیا۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی احتیاط کیا کرتے تھے، ہم تو اور کاموں میں بھول ہی جاتے ہیں۔

میں نے تاریخ اہلخفاء میں پڑھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا، اگر میں خلیفہ نہ ہوتا تو عطر کی تجارت کیا کرتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے ناک کی حس بھی تیز تھی اور اس امر میں بھی میری اُن کے ساتھ مشابہت ہے۔ تو ناک کی حس کا موجود ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی بھاری رحمت ہوتی ہے مگر دُنیا یہ حس کہاں دے سکتی ہے۔

(سیر روحانی (3)، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 374-373)

### مخالفا نہ ہوا میں جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہیں

پھر حضرت خلیفہ اولؓ کو ہم نے دیکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آپ ہمیشہ پیچھے ہٹ کر بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آپ پر نظر پڑتی تو آپ فرماتے مولوی صاحب آگے آئیں اور آپ ذرا کھسک کر آگے ہو جاتے۔ پھر دیکھتے تو فرماتے مولوی صاحب اور آگے آئیں اور پھر آپ ذرا اور آگے آجاتے۔ خود میرا بھی یہی حال تھا۔ جب حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات کا وقت قریب آیا اُس وقت میں نے یہ دیکھ کر کہ خلافت کیلئے بعض لوگ میرا نام لیتے ہیں اور بعض اس کے خلاف ہیں، یہ ارادہ کر لیا تھا کہ قادیان چھوڑ کر چلا جاؤں تا جو فیصلہ ہونا ہو میرے بعد ہو مگر حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ میں نہ جاسکا۔ پھر جب حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات ہو گئی تو اُس وقت میں نے اپنے دوستوں کو اس بات پر تیار کر لیا کہ اگر اس بات پر اختلاف ہو کہ خلیفہ کس جماعت میں سے ہو، تو ہم ان لوگوں میں سے (جو اب غیر مبائع ہیں) کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور پھر میرے اصرار پر میرے تمام رشتہ داروں نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ اس امر کو تسلیم کر لیں تو اول تو عام رائے لی جائے اور اگر اس سے وہ اختلاف کریں تو کسی ایسے آدمی پر اتفاق کر لیا جائے جو دونوں فریق کے نزدیک بے تعلق ہو اور اگر وہ یہ بھی قبول نہ کریں تو ان لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے اور میں یہ فیصلہ کر کے خوش تھا کہ اب اختلاف سے جماعت محفوظ رہے گی۔ چنانچہ گزشتہ سال حافظ غلام رسول صاحبؒ وزیر آبادی نے بھی حلفیہ بیان شائع کرایا تھا کہ میں نے حافظ صاحبؒ کو اُنہی دنوں کہا تھا کہ ”اگر مولوی محمد علی صاحب کو اللہ تعالیٰ خلیفہ بنا دے تو میں اپنے تمام متعلقین کے ساتھ ان کی بیعت کر لوں گا“ لیکن اللہ تعالیٰ نے دھکا دے کر مجھے آگے کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ جس کو بڑا بنانا چاہے وہ دنیا کے کسی کونہ میں پوشیدہ ہو، خدا تعالیٰ اُس کو نکال کر آگے لے

آتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس کیلئے میں پھر حضرت لقمانؑ والی مثال دیتا ہوں۔ حضرت لقمانؑ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

يٰبُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ حَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ كَمَا آتَىٰ بِهَا لُوطُ وَهُوَ لَأُولُو الْعُقُبِّ الْأُولَىٰ إِنَّ اللَّهَ لَكَنَظِيرٌ

کے برابر بھی کوئی چیز ہو اور وہ کسی پتھر میں پوشیدہ ہو یا آسمانوں اور زمین میں ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کو نکال کر لے آئے گا۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ اگر تمہارے دل میں ایمان ہو تو خدا تعالیٰ تمہیں خود اس کام پر مقرر کرے جس کے تم اہل ہو۔ تمہیں خود کسی عہدہ کی خواہش نہیں کرنی چاہئے۔ تو وہ لوگ جو خدمتِ خلق کو اپنا مقصود قرار دیتے ہیں وہی ہر قسم کی عزت کے مستحق ہیں۔

پھر اگر خدا تعالیٰ تمہیں خود مخدوم بنانا چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی اس میں روک نہیں بن سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو خدا تعالیٰ کے مسیح اور ما مور تھے اور پھر ایسے ما مور تھے جن کی تمام انبیاء نے خبر دی۔ اُن کا ذکر تو بڑی بات ہے۔ میں اپنے متعلق ہی شروع سے دیکھتا ہوں کہ مخالفتیں ہوتی ہیں اور اتنی شدید ہوتی ہیں کہ ہر دفعہ لوگ یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ اب کی دفعہ یہ مخالفانہ ہوائیں سب کچھ اڑا کر لے جائیں گی مگر پھر وہ اس طرح بیٹھ جاتی ہیں جس طرح جھاگ بیٹھ جاتی ہے۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ قائم کرنا چاہے اُس کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 205-204)

## حضرت خلیفہ اولؑ کا آپ سے عشق

حضرت خلیفہ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ جب آپ بہت جوش اور محبت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے تو ”مرزا“ کا لفظ استعمال کیا کرتے اور فرماتے۔

”ہمارے مرزا“ کی یہ بات ہے۔ ابتدائی ایام سے جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ابھی دعویٰ نہیں تھا۔ چونکہ آپ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلقات تھے۔ اس لئے اس وقت سے یہ لفظ آپ کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے۔ کئی نادان اس وقت اعتراض کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت مولوی صاحبؒ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کا ادب نہیں۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آپ کو لوگ عام طور پر مولوی صاحبؒ یا بڑے مولوی صاحبؒ کہا کرتے تھے) میں نے خود کئی دفعہ یہ اعتراض لوگوں کے منہ سے سنا ہے۔ اور حضرت مولوی صاحب کو اس کا جواب دیتے ہوئے بھی سنا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ اسی مسجد میں حضرت خلیفہ اولؒ جبکہ درس دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا بعض لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب نہیں کرتا۔ حالانکہ میں محبت اور پیار کی شدت کے وقت یہ الفاظ ادا کرتا ہوں۔ تو ظاہری الفاظ کو نہیں دیکھنا چاہئے۔ بلکہ ان الفاظ کے اندر حقیقت جو مخفی ہو اس کو دیکھنا چاہئے۔ جیسے میں نے بتایا ہے بعض الفاظ معمولی ہوتے ہیں مگر ان میں پیار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہوتا ہے اور بعض الفاظ اچھے ہوتے ہیں مگر ان کا مضمون نہایت برا ہوتا ہے ہمارے ملک میں عام طور پر جب کسی کو بیوقوف کہنا ہو تو اسے بادشاہ کہہ دیتے ہیں اور باتیں کرتے ہوئے اس سے کہتے ہیں۔ ”بادشاہ ہواے کی کہندے ہو۔“ یعنی تمہاری باتیں احمقوں کی سی ہیں۔

(الفضل 30/ جون 1938ء جلد 26 نمبر 147 صفحہ 3)

## حضرت خلیفہ اولؒ کا اخلاص

مجھے یاد ہے کہ ہم ابھی بچے ہی تھے تھوڑی آبادی کے گاؤں میں عموماً مزدور وغیرہ نہیں ملتے۔ شہروں میں مل جاتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لوگوں نے اپنے اپنے کاموں کے لئے ”کانے“ رکھے ہوئے ہوتے ہیں مگر یہ نہیں ہوتا کہ کسی وقت مزدور کی ضرورت ہو اور وہ مل جائے ابتدائی زمانہ میں چونکہ قادیان کی آبادی بہت کم تھی اس لئے قادیان میں بھی اس وقت یہی طریق رائج تھا۔ جب کوئی ایسا کام پڑ جاتا تھا جو گھر والوں سے نہیں ہو سکتا تھا تو اور لوگ آجاتے اور وہ کام کر دیتے کسی گھر میں اگر دو تین مہمان آجائیں تو ایک کھلی سی مچ جاتی ہے مگر وہاں تو ساٹھ ستر کے قریب مہمان رہتے تھے ان کی خدمت کے لئے مختلف سامانوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ کھانا پکوانے کی ضرورت ہوتی تھی۔ سودا وغیرہ لانے کی ضرورت ہوتی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کام صرف ہمارے خاندان کے افراد نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر یہی ہوا کرتا تھا کہ جماعت کے افراد مل ملا کر وہ کام کر دیا کرتے تھے۔ اس وقت طریق یہ تھا کہ اگر ایندھن آجاتا اور وہ اندر

ڈالنا ہوتا تو گھر کی خادمہ آواز دے دیتی کہ ایندھن آیا ہے۔ کوئی آدمی ہے تو وہ آجائے اور ایندھن اندر ڈال دے۔ پانچ سات آدمی جو حاضر ہوتے وہ آجاتے اور ایندھن اندر ڈال دیتے۔ دو تین دفعہ ایسا ہوا کہ کام کے لئے باہر خادمہ نے آواز دی مگر کوئی آدمی نہ آیا۔ ایک دفعہ لنگرخانہ کے لئے اپلوں کا ایک گڈا آیا۔ بادل بھی آیا ہوا تھا۔ خادمہ نے آواز دی تا کوئی آدمی مل جائے تو وہ اپلوں کو اندر رکھو ادے مگر اس کی آواز کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خلیفہ اولؓ اس وقت مسجد اقصیٰ سے قرآن کریم کا درس دے کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ اس وقت خلیفہ نہیں تھے۔ مگر علم دینیات، تقویٰ اور طب کی وجہ سے آپ کو جماعت میں ایک خاص پوزیشن حاصل تھی اور لوگوں پر آپ کا بہت اثر تھا۔ آپ درس سے فارغ ہو کر گھر جا رہے تھے کہ خادمہ نے آواز دی اور کہا کہ کوئی آدمی ہے تو آجائے بارش ہونے والی ہے۔ ذرا ایلے اٹھا کر اندر ڈال دے۔ لیکن کسی نے توجہ نہ کی۔ آپ نے جب دیکھا کہ خادمہ کی آواز کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ تو آپ نے فرمایا اچھا آج ہم ہی آدمی بن جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے ایلے اٹھائے اور اندر ڈالنے شروع کر دیئے۔ ظاہر ہے کہ جب شاگرد استاد کو ایلے اٹھاتے دیکھے گا تو وہ بھی وہی کام شروع کر دے گا۔ چنانچہ اور لوگ بھی آپ کا ساتھ کام کرنے لگ گئے اور ایلے اندر ڈال دیئے۔ مجھے یاد ہے میں نے دو تین مختلف مواقع پر آپ کو ایسا کرتے دیکھا اور جب بھی آپ ایلے اٹھانے لگتے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ مل جاتے۔

(الفضل 9 دسمبر 1948ء، جلد 2 نمبر 268 صفحہ 3-4)

### قصابوں کو میدان جنگ میں بھجوانا

مثلاً زخم پر پٹی باندھنا ہے۔ بظاہر انسان سمجھتا ہے کہ یہ معمولی بات ہے۔ حالانکہ یہ کام بھی بغیر مشق کے نہیں آ سکتا میرے گھٹنے میں ایک دفعہ درد ہوا۔ ڈاکٹر صاحب پٹی باندھ کر جائیں تو وہ دو دو دن تک بندھی رہے لیکن ایک دن پٹی میں نے خود باندھ لی اُس دن باہر نماز پڑھانے کے لئے جو گیا تو میں نے دیکھا کہ پٹی میرے پاؤں میں پڑی ہوئی ہے یا مثلاً دبانہ ہے لوگ اسے معمولی کام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کام بھی بغیر مشق کے نہیں آ سکتا۔

اب تو پہرے والے کسی کو آگے آنے نہیں دیتے لیکن اس سے پہلے دبانے کی مشق ہمیشہ مجھ پر ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے دیکھا ہے

آپ کئی دفعہ نماز کے بعد جلدی گھر تشریف لے جاتے۔ والدہ صاحبہ نے دریافت کرنا کہ اتنی جلدی آپ کیوں آگئے؟ تو آپ نے فرمانا ایک ایسا دبانے والا مجھے دبانے لگ گیا تھا کہ مجھے اس سے سخت تکلیف ہوئی مگر چونکہ مجھے منع کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی، اس لئے آپ ہی اُٹھ کر اندر چلا آیا۔ مجھے خود بھی کئی دفعہ اسی طرح کی تکلیف ہوئی ہے۔ حالانکہ یہی دبانے کا کمال جب کسی کو حاصل ہو جائے تو لوگ بڑے شوق سے اُسے دبانے کے لئے بلاتے ہیں۔ لاہور میں ایک یوروپین ڈاکٹر تھا، اب تو وہ ولایت چلا گیا ہے، وہ محض پندرہ روپیہ فیس اس بات کی لیا کرتا تھا کہ مریضوں کو دباتا اور اس عمدگی اور خوبی سے دباتا کہ محض دبانے سے کئی بیماریوں کا علاج کر دیتا۔ تو ہر چیز مشق سے آتی ہے، اس کے بغیر نہیں آسکتی۔ حکومتیں چونکہ ان باتوں کو جانتی ہیں، اس لئے وہ ہمیشہ اپنے سپاہیوں کو مشق کراتی رہتی ہیں۔ لیکن جو اپنے سپاہیوں کو مشق کرانا چھوڑ دیں، ان کا سوائے اس کے کیا نتیجہ ہو سکتا ہے کہ دشمن حملہ کر کے ان کے ملک پر قابض ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک بادشاہ کو خیال آیا کہ بلا ضرورت فوجوں پر جو روپیہ خرچ کیا جاتا ہے، اس کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ملک پر کبھی دشمن نے حملہ کیا تو سارے قصابوں کو بلا کر میدان جنگ میں بھیج دیا جائے گا کہ جاؤ دشمن کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور فوجیوں کو ملازمت سے برطرف کر کے گھر بھیج دیا۔ جب دشمنوں کو پتہ لگا کہ بادشاہ نے ایسا عقلمندی کا حکم دیا ہے تو جھٹ انہوں نے حملہ کر دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً قصابوں کو جمع کر کے میدان جنگ میں بھیج دیا جائے۔ جب قصاب میدان جنگ میں گئے اور دشمن نے انہیں تلواروں سے ہلاک کرنا شروع کیا، تو وہ یک دم بھاگ کر بادشاہ کے دربار میں پہنچے اور کہنے لگے انصاف، انصاف، دہائی، دہائی! بادشاہ نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا۔ حضور! وہاں کوئی انصاف نہیں ہو رہا۔ کہنے لگا کس طرح؟ انہوں نے کہا ہم باقاعدہ دو تین آدمی مل کر ان کے ایک آدمی کو پکڑتے اور اُسے لٹاتے ہیں، پھر چھری چلا کر اسے ذبح کرتے ہیں۔ مگر وہ اتنے میں ہمارے پچاس آدمی مار دیتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی انصاف کی بات ہے۔ تو مشق اور مسلسل مشق کے بغیر کوئی کام نہیں آسکتا اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ مجھے مشق کی ضرورت نہیں لیکن وقت پر میں کام کر لوں گا تو وہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے.....

(تحریک جدید کے مقاصد اور ان کی اہمیت، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 124-125)



## حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کا سیر میں ساتھ شامل ہونا

کسی چیز کی عادت یا مشق نہ ہونے کی وجہ سے انسان کو بہت سی مشکلات پیش آیا کرتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ میں جس قدر اخلاص تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن انہیں تیز چلنے کی عادت نہ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیر کیلئے تشریف لے جاتے تو حضرت خلیفۃ الاولؑ بھی ساتھ ہوتے مگر تھوڑی دور چل کر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تیز قدم کر لینے تو حضرت خلیفۃ الاولؑ نے قصبہ کے مشرقی طرف قصبہ کے باہر ایک بڑا درخت ہے اس کے نیچے بیٹھ جانا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیر سے واپس آنا تو پھر آپ کے ساتھ ہو لینا۔ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا کہ حضرت مولوی صاحب سیر کیلئے نہیں جاتے۔ آپ نے فرمایا وہ تو روز جاتے ہیں۔ اس پر آپ کو بتایا گیا کہ وہ سیر کیلئے ساتھ تو چلتے ہیں لیکن پھر بڑے نیچے بیٹھ جاتے ہیں اور واپسی پر پھر ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ حضرت خلیفۃ الاولؑ کو اپنے ساتھ سیر میں رکھتے اور جب آپ نے تیز ہو جانا اور حضرت خلیفۃ الاولؑ نے بہت پیچھے رہ جانا تو آپ نے چلتے چلتے ٹھہر جانا اور فرمانا مولوی صاحب فلاں بات کس طرح ہے۔ مولوی صاحب تیز تیز چل کر آپ کے پاس پہنچتے اور ساتھ چل پڑتے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام آگے نکل جاتے۔ تھوڑی دور جا کر پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹھہر جاتے اور فرماتے مولوی صاحب! فلاں بات اس طرح ہے۔ مولوی صاحب پھر تیزی سے آپ کے پاس پہنچتے اور تیز تیز چلنے کی وجہ سے ہانپنے لگ جاتے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو اپنے ساتھ رکھتے۔ تیس چالیس گز چل کر پھر مولوی صاحب پیچھے رہ جاتے اور آپ پھر کوئی بات کہہ کر مولوی صاحب کو مخاطب فرماتے اور وہ تیزی سے آپ سے آ کر مل جاتے۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ اس طرح مولوی صاحب کو تیز چلنے کی عادت ہو جائے۔ یہ صرف تیز چلنے کی مشق نہ ہونے کا نتیجہ تھا کہ مولوی صاحب آہستہ چلتے۔ چونکہ طب کا پیشہ ایسا ہے کہ اس میں عموماً انسان کو بیٹھار ہنا پڑتا ہے اور اگر باہر کسی مریض کو دیکھنے کیلئے جانے کا اتفاق ہو تو سواری موجود ہوتی ہے اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کو تیز چلنے کی

مشق نہ تھی۔ ورنہ اخلاص آپ میں جس قدر تھا، اس کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

۔ چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نور دین بودے  
لیکن مشق نہ ہونے کی وجہ سے منافق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ چل سکتے تھے حضرت مولوی صاحب نہیں چل سکتے تھے تو جب تک کسی قسم کی مشق نہ کی جائے کبھی وقت پر آ کر وہ کام نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے میں نے محسوس کیا کہ اگر جماعت مختلف قسم کی قربانیوں کے لئے تیار نہیں رہے گی اور قربانیوں کا اس پر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا تو مشکلات آنے پر اخلاص صرف مشغلہ بن کر رہ جائے گا۔ سلسلہ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔ پس میں نے ضروری سمجھا ہے کہ ایسی قربانیوں کی عادت ڈالی جائے جو جسمانی آرام اور آسائش پر اثر رکھنے والی ہوں مثلاً میں نے کہا ہے اپنے وطن کی قربانی کرو اور غیر ممالک میں اعلائے کلمہ اسلام کے لئے نکل جاؤ۔ (تحریک جدید کے مقاصد اور ان کی اہمیت، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 126-127)

### اپنی آمد کا ایک حصہ پس انداز کرنا ضروری ہے

اس وقت تحریک جدید کے امانت فنڈ کی طرف بھی میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ یہ ایک نہایت ضروری مدد ہے اور جن دوستوں نے ابھی تک اس میں حصہ نہیں لیا انہیں چاہئے کہ اس میں شامل ہو جائیں اپنی آمد کا ایک حصہ پس انداز کرنا ایسا ضروری ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی یہ طبیعت دیکھ کر کہ آپ کو جو کچھ ملتا ہے خرچ کر دیتے ہیں، اُس زمانہ میں جب آپ جموں میں ملازم تھے آپ کو لکھا کہ اپنی آمد کا چوتھا حصہ جمع کرتے جائیں۔ پس ہر شخص کے پاس کچھ نہ کچھ روپیہ جمع ہونا چاہئے کیونکہ ایسے کئی مواقع پیش آتے ہیں جب کہ روپیہ کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور اگر روپیہ پاس نہ ہو تو کئی قسم کے خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ تحریک جدید کے امانت فنڈ میں حصہ لیں۔ اس فنڈ میں روپیہ جمع کرانے کی وجہ سے کئی دوست ہمارے بے حد ممنون ہوئے ہیں کیونکہ اس عرصہ میں اچانک انہیں بعض سخت مشکلات پیش آ گئیں اور انہوں نے ہمیں لکھا کہ اگر آج ہمیں روپیہ نہ ملتا تو ہماری تباہی میں کوئی شبہ نہیں۔ چنانچہ گواہان امانت فنڈ کیلئے تین سال کی شرط تھی مگر جب ہمیں معلوم ہوا کہ انہیں حقیقی ضرورت درپیش ہے تو ہم نے ان کا روپیہ فوراً ادا کر دیا اور اس طرح وہ

بڑی بڑی مصیبتوں سے بچ گئے۔ پس دوستوں کو اس فتنہ کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور جو دوست ماہوار کچھ روپیہ جمع کرا سکتے ہوں انہیں بالالتزام روپیہ جمع کراتے رہنا چاہئے تاکہ ضرورت پر ان کے کام آسکے۔

(مصری صاحب کے خلافت سے انحراف کے متعلق تقریر، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 560، 561)

### حضرت خلیفہ اولؓ کی قربانیاں

حضرت خلیفہ اولؓ ایک مولوی کا قصہ سنایا کرتے تھے کہ اس نے ایک شادی شدہ لڑکی کا نکاح کسی دوسرے مرد سے پڑھ دیا لوگ حضرت خلیفہ مسیح اولؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے فلاں مولوی جو آپ نے ملنے آیا کرتا ہے۔ اس نے فلاں شادی شدہ لڑکی کا نکاح فلاں مرد سے پڑھ دیا ہے مجھے اس سے بڑی حیرت ہوئی اور میں نے کہا کہ اگر وہ مولوی صاحبؓ مجھے ملنے آئے تو میں ان سے ضرور دریافت کروں گا کہ کیا بات ہے چنانچہ جب مولوی صاحبؓ مجھے ملنے کے لئے آئے تو میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ کے متعلق میں نے فلاں بات سنی ہے میرا دل تو نہیں مانتا لیکن چونکہ یہ بات ایک معتبر شخص نے بیان کی ہے اس لئے میں اس کا ذکر آپ سے کر رہا ہوں کیا یہ بات درست ہے کہ آپ نے ایک شادی شدہ عورت کا ایک اور مرد سے نکاح کر دیا ہے وہ کہنے لگا مولوی صاحب تحقیقات سے پہلے بات کرنی درست نہیں ہوتی آپ پہلے مجھ سے پوچھتے تو میں کہہ دیتا کہ کیا بات ہوئی میں نے کہا اس لئے تو میں نے اس بات کا آپ سے ذکر کیا ہے اس پر وہ کہنے لگا۔ بے شک یہ درست ہے کہ میں نے ایک شادی شدہ عورت کا دوسری جگہ نکاح پڑھ دیا ہے۔ لیکن مولوی صاحب جب انہوں نے میرے ہاتھ پر چڑیا جتنا روپیہ رکھ دیا تو پھر میں کیا کرتا پس اگر حضرت خلیفہ مسیح الاولؓ کی اولاد کو حکومت پاکستان یہ لالچ دے دیتی۔ کہ مشرقی پاکستان یا مغربی پاکستان تمہیں دے دیا جائے گا۔ تو ہم سمجھ لیتے کہ یہ مثال ان پر صادق آ جاتی ہے جس طرح اس مولوی نے روپیہ دیکھ کر خلاف شریعت نکاح پر نکاح پڑھ دیا تھا۔ انہوں نے بھی لالچ کی وجہ سے جماعت میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہاں تو چڑیا چھوڑا نہیں کسی نے مردہ مچھر بھی نہیں دیا۔ حالانکہ یہ اولاد اس عظیم الشان باپ کی ہے۔ جو اس قدر حوصلہ کا مالک تھا کہ ایک دفعہ جب آپ قادیان آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا مجھے آپ کے متعلق الہام ہوا ہے کہ اگر آپ اپنے وطن گئے تو اپنی عزت کھو بیٹھیں گے اس

پر آپ نے وطن واپس جانے کا نام تک نہ لیا۔ اس وقت آپ اپنے وطن بھیرہ میں ایک شاندار مکان بنا رہے تھے جب میں بھیرہ گیا تو میں نے بھی یہ مکان دیکھا تھا اس میں آپ ایک شاندار ہال بنا رہے تھے تاکہ اس میں بیٹھ کر درس دیں اور مطب بھی کیا کریں موجودہ زمانہ کے لحاظ سے تو وہ مکان زیادہ حیثیت کا نہ تھا لیکن جس زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیحؒ اولؒ نے یہ قربانی کی تھی۔ اس وقت جماعت کے پاس زیادہ مال نہیں تھا۔ اس وقت اس جیسا مکان بنانا بھی ہر شخص کا کام نہیں تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے بعد آپ نے واپس جا کر اس مکان کو دیکھا تک نہیں بعض دوستوں نے کہا بھی کہ آپ ایک دفعہ جا کر مکان تو دیکھ آئیں لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیا ہے اب اسے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ایسے عظیم الشان باپ کی اولاد ایک مردہ چھڑ سے بھی حقیر چیز پر آگری۔

پھر دیکھو حضرت خلیفۃ المسیحؒ اولؒ تو اس شان کے انسان تھے کہ وہ اپنا عظیم الشان مکان چھوڑ کر قادیان آگئے لیکن آپ کے پوتے کہتے ہیں کہ قادیان میں ہمارے دادا کی بڑی جائیداد تھی جو ساری کی ساری مرزا صاحب کی اولاد نے سنبھال لی ہے حالانکہ جماعت کے لاکھوں آدمی قادیان میں جاتے رہے ہیں اور ہزاروں وہاں رہے ہیں اب بھی کئی لوگ قادیان گئے ہیں انہیں پتہ ہے کہ وہاں حضرت خلیفۃ المسیحؒ الاولؒ کا صرف ایک کچا مکان تھا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیحؒ اولؒ کی بڑی جائیداد تھی۔ مگر وہ جائیداد مادی نہیں بلکہ روحانی تھی جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے اور ہر احمدی کے دل میں آپ کا ادب و احترام پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر آپ کی اولاد خلافت کے مقابلہ میں کھڑی ہوگی تو ہر مخلص احمدی انہیں نفرت سے پرے پھینک دے گا اور ان کی ذرہ بھر بھی پروا نہیں کرے گا۔

(مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع 1956ء میں خطابات، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 418 تا 420)

### حضرت خلیفہ اولؒ کی بہن

حضرت خلیفہ اولؒ کی ایک بہن ایک پیر صاحب کی مرید تھیں۔ وہ قادیان میں آئیں اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی۔ جب واپس گئیں تو ان کے پیر صاحب کہنے لگے تجھے کیا ہو گیا کہ تو نے مرزا صاحب کی بیعت کر لی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نور الدین نے تجھ پر جادو کر دیا ہے۔ وہ آئیں تو حضرت خلیفۃ المسیحؒ اولؒ سے انہوں نے اس کا

ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اگر پھر کبھی پیر صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا تو انہیں کہنا کہ آپ کے عمل آپ کے ساتھ ہیں اور میرے عمل میرے ساتھ ہیں۔ میں نے تو مرزا صاحب کو اس لئے مانا ہے کہ اگر آپ کو نہ مانا تو قیامت کے دن مجھے جو تیاں پڑیں گی۔ آپ بتائیں کہ آپ اس دن کیا کریں گے۔ جب وہ واپس گئیں تو انہوں نے پیر صاحب سے جا کر یہی بات کہہ دی۔ وہ کہنے لگا یہ نور الدینؒ کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔ اسی نے تجھے یہ بات سمجھا کر میرے پاس بھیجا ہے۔ مگر تمہیں اس بارہ میں کسی گھبراہٹ کی ضرورت نہیں۔ جب قیامت کا دن آئے گا اور پل صراط پر سب لوگ اکٹھے ہوں گے۔ تو تمہارے گناہ میں خود اٹھالوں گا اور تم دگڑ دگڑ کرتے ہوئے جنت میں چلے جانا۔ انہوں نے کہا پیر صاحب ہم تو جنت میں چلے گئے۔ پھر آپ کا کیا بنے گا۔ وہ کہنے لگے جب فرشتے میرے پاس آئیں گے۔ تو میں انہیں لال لال آنکھیں نکال کر کہوں گا کہ کیا ہمارے نانا امام حسینؑ کی شہادت کافی نہیں تھی کہ آج قیامت کے دن ہمیں بھی ستایا جاتا ہے۔ بس یہ سنتے ہی فرشتے دوڑ جائیں گے اور ہم دگڑ دگڑ کرتے ہوئے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ غرض عیسائی جس کو خدا قرار دیتے ہیں وہ تو کہتا ہے کہ خدا یا یہ تیرے بندے ہیں آپ چاہیں تو انہیں سزا دے دیں اور چاہیں تو معاف کر دیں مگر مسلمان کہتے ہیں کہ ہم فرشتوں کو لال لال آنکھیں دکھائیں گے جس سے وہ ڈر کر بھاگ جائیں گے اور ہم دگڑ دگڑ کرتے ہوئے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ غرض مسلمان اس معاملہ میں عیسائیوں سے بھی آگے نکل گئے۔ الاما شاء اللہ وہ بزرگ جنہوں نے خدا تعالیٰ کی توحید کی اشاعت کے لئے رات دن کوششیں کیں اور اسلام کا جھنڈا بلند رکھا۔ (الفضل 27/ جون 1957ء جلد 46/11 نمبر 162 صفحہ 3-4)

### جماعت میں لاکھوں انسان صحابہ کا نمونہ ہیں

اللہ تعالیٰ کی جماعت کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ وہ عذاب یافتہ قوم ہے ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ عبدالحکیم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہی لکھا تھا کہ آپ کی جماعت میں مولوی نور الدین صاحب ہی ایک کامل انسان نظر آتے ہیں اور لوگ تو ایسے نہیں۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے یہی دیا کہ مجھے تو اپنی جماعت میں لاکھوں انسان ایسے نظر آتے ہیں جو صحابہ کا نمونہ ہیں اور تم ان خیالات سے توبہ کرو ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے آپ نے نہایت سختی سے اپنی جماعت کے عیوب بیان کئے ہیں تو

معالجہ والی نگاہ سے عیوب کا دیکھنا اور چیز ہوتی ہے اور اعتراض کی نیت سے عیوب کا دیکھنا بالکل اور چیز ہے۔ جتنے عیب میں اپنی جماعت میں دیکھتا ہوں غالباً اس دوست کو بھی اتنے عیب نظر نہیں آتے ہوں گے اور یقیناً نہیں آتے مگر جس نگاہ سے مجھے نظر آتے ہیں وہ اور ہے اور جس نگاہ سے انہیں نظر آتے ہیں وہ اور ہے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 110)

## افراد سے تو میں بنتی ہیں

اسلام لانے سے پہلے عمرو بن عاصؓ اور خالد بن ولیدؓ کی حیثیت ایک قبائلی سردار کی سی تھی لیکن جب یہ لوگ اسلامی لشکر میں شامل ہوئے تو انہوں نے ایسی شہرت اور عظمت حاصل کی کہ آسمان کے ستاروں سے بھی آگے نکل گئے۔ وہ صرف معلومہ دنیا کے کناروں تک ہی مشہور نہیں ہوئے بلکہ ان کی شہرت دنیا کی زندگی اور وقت کے ساتھ ساتھ پھیلتی چلی گئی اور آج تک ان کو نہایت عزت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ پس افراد سے تو میں بنتی ہیں اور قوموں سے افراد بنتے ہیں۔ اعلیٰ دماغوں کے مالک ذہین اور نیک انسان قوموں کو بہت زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں اور اعلیٰ اور نیک مقاصد اچھے اور ہوشیار لوگوں کے ہاتھ آ کر بہت زیادہ فائدہ مند ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے یہی سلوک کیا کہ آپ کے دعوے کے ابتداء میں ہی بعض ایسے افراد آپ پر ایمان لائے۔ جو کہ ذاتی جوہر کے لحاظ سے بہترین خدمات سر انجام دینے والے تھے اور اس کام میں آپ کی مدد کرنے والے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے سپرد کیا تھا اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ واقعہ میں وہ لوگ بہترین مددگار اور معاون ثابت ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی حضرت خلیفہ اول مولوی نور الدین صاحبؒ کی توجہ آپ کی طرف پھری اور آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ مسیحیت کیا تو نبوت کے متعلق بعض مضامین اپنی ابتدائی کتب فتح اسلام اور توضیح مرام میں بیان فرمائے۔ ایک شخص نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بدظنی رکھتا تھا۔ ان کتابوں کے پروف کسی طرح دیکھے تو وہ جموں گیا اور اس نے کہا۔ کہ آج میں نے مولوی نور الدین صاحبؒ کو مرزا صاحب سے ہٹا دینا ہے۔ اس وقت حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر چکے تھے۔ دعویٰ مسیحیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتح اسلام اور

توضیح مرام کی اشاعت کے زمانہ میں کیا۔ جو بیعت سے قریباً دو سال بعد ہوا اور انہیں میں مسئلہ اجرائے نبوت کی بنیاد رکھی۔ جب اس شخص نے آپ کی کتب میں نبوت کے جاری ہونے کے متعلق پڑھا تو اس نے کہا اب تو یقیناً مولوی نور الدین صاحبؒ مرزا صاحب کو چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ مولوی صاحب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ جب وہ یہ سنیں گے کہ مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آسکتا ہے تو وہ مرزا صاحب کے مرید نہیں رہیں گے۔ چنانچہ اس شخص نے اپنے ساتھ ایک پارٹی لی اور خراماں خراماں حضرت مولوی صاحبؒ کی طرف چلے۔ جب آپ کے پاس پہنچے تو اس شخص نے حضرت مولوی صاحب سے کہا۔ میں آپ سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے کہا فرمائیے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ اس شخص نے کہا اگر کوئی شخص کہے کہ میں اس زمانہ کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں نبوت جاری ہے۔ تو آپ اس کے متعلق کیا خیال کریں گے۔ اس شخص نے تو یہ خیال کیا تھا کہ میں ایک مولوی کے پاس جا رہا ہوں۔ لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں ایک مولوی کے پاس نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کے پاس جا رہا ہوں۔ جس سے اللہ تعالیٰ اپنے سلسلہ کا کام لینا چاہتا ہے۔

حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا۔ اس سوال کا جواب تو دعویٰ کرنے والے کی حالت پر منحصر ہے کہ آیا وہ اس دعویٰ کا مستحق ہے یا نہیں۔ اگر یہ دعویٰ کرنے والا انسان راستباز نہ ہوگا۔ تو ہم اسے جھوٹا کہیں گے اور اگر دعویٰ کرنے والا کوئی راستباز انسان ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ غلطی میری ہے۔ حقیقت میں نبی آسکتا ہے۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے تھے اس شخص نے جب میرا یہ جواب سنا۔ تو وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ چلو جی ایہہ بالکل خراب ہو گئے ہیں۔ اب ان سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اس پر میں نے اسے کہا۔ مجھے یہ تو بتا دو کہ بات کیا تھی تو اس نے کہا بات یہ ہے کہ آپ کے مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا الہام نازل ہوتا ہے اور میں ایک نبی کے مشابہ ہوں۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا بے شک مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ درست ہے۔ مجھے اس پر ایمان ہے۔ حضرت خلیفہ اولؓ اس زمانہ میں اچھی شہرت رکھتے تھے۔

آپ دلیری اور بہادری کے ساتھ کام کرنے والے تھے۔ اس کے علاوہ آپ بہت خیر انسان تھے۔ غریبوں کو تعلیم دلانے کا آپ کو بہت شوق تھا اور آپ غریب بیماروں کا علاج بھی

مفت کرتے تھے۔ اس طرح شروع شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسا ہمت والا اور عزت و شہرت رکھنے والا مددگار اور معاون عطا کر دیا۔ جس کا ملنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے مشہور مصنفین اور علمی طبقہ میں ایک مشہور و معروف انسان کو آپ پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی اور وہ مولوی محمد احسن صاحب امر وہی تھے۔ مولوی محمد احسن صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سناتے تھے کہ میں شروع میں سخت مخالف تھا اور مولوی بشیر احمد صاحب بھوپالوی اور میں نواب صدیق حسن خاں کے ساتھ مل کر کام کیا کرتے تھے۔ مولوی بشیر احمد صاحب بھوپالوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت تائید کرتے تھے۔ ایک دن گفتگو کرتے کرتے یہ طے پایا کہ مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق مباحثہ کیا جائے اور پہلے دونوں طرف کی کتابیں پڑھی جائیں اور ان کے دلائل معلوم کئے جائیں۔ مولوی بشیر احمد صاحب نے کہا کہ ہم الٹ کتابیں پڑھیں۔ مجھے چونکہ مرزا صاحب سے حسن ظنی ہے۔ اس لئے میں آپ کی مخالف کتابیں پڑھوں گا اور آپ مرزا صاحب کے خلاف ہیں اس لئے آپ مرزا صاحب کی کتابیں پڑھیں۔ اس طرح ہمیں دونوں طرفوں کے دلائل سے واقفیت ہو جائے گی۔

اس بحث کی تیاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھنی شروع کیں اور مولوی بشیر صاحب نے آپ کے خلاف جو کتب لکھی گئی تھیں ان کا مطالعہ شروع کیا چنانچہ جب مباحثہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ مولوی بشیر صاحب بھوپالوی سختی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کرتے اور میں سختی سے آپ کی تائید کرتا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ میں نے بیعت کر لی اور مولوی بشیر صاحب بھوپالوی احمدیت سے بہت دور چلے گئے۔ تیسرے وجود اس زمانہ میں مولوی عبدالکریم صاحب تھے۔ جہاں تک ظاہری علوم کا تعلق ہے۔ انہوں نے حضرت خلیفہ اول سے کچھ علوم پڑھے تھے۔ لیکن ان کی خداداد ذہانت اور ذکاوت ایسی تیز تھی کہ وہ مضامین اور معارف کو یوں پکڑتے تھے جیسے باز چڑیا کو پکڑتا ہے اور جس بات کو عام آدمی گھنٹہ بھر میں سمجھتا ہے وہ اسے سیکنڈوں میں سمجھ جاتے تھے۔ وہ معارف جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوتے تھے اور وہ دعویٰ جو کہ آپ نے کچھ عرصہ کے بعد کرنا ہوتا تھا۔ وہ کچھ دن پہلے ہی ان کی زبان پر جاری ہو جاتا تھا اور پھر بولنے میں انہیں ایسی مہارت



تھی اور ان کے کلام میں اتنی فصاحت تھی کہ ان کی تقریر سننے والا آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا آواز اتنی سریلی تھی کہ جب آپ قرأت کرتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ آسمان کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد گارہے ہیں۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت سے اتنی شدید محبت تھی کہ اس محبت کا اندازہ اس شخص کے سوا کوئی نہیں لگا سکتا۔ جس نے آپ کو دیکھا اور آپ سے باتیں کی ہوں۔ جب آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے جسم کے ذرے ذرے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت داخل ہو گئی ہے۔ لیکھرام کے قتل کے واقعہ کے متعلق ایک دفعہ وہ مسجد کے محراب میں کھڑے تقریر کر رہے تھے۔ میں اس وقت چھوٹا تھا۔ لیکن وہ نظارہ مجھے اب تک یاد ہے ان کے ہاتھ میں ایک بڑا سوٹا تھا۔ جسے پنجابی میں کھونڈ کہتے ہیں۔ انہوں نے لیکھرام کی شوخیوں اور دیدہ دلیریوں کا ذکر کیا اور پھر کہا کہ لیکھرام کی ان دیدہ دلیریوں کو دیکھ کر ایک دہلا پتلا انسان جو کہ ہر وقت بیمار رہتا ہے۔ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقابلہ کے لئے نکلا اور اس نے لیکھرام پر ایسے زور کے ساتھ حملہ کیا کہ اس بھڑوے جیہا آدمی نوں چک کے ایں ماریا کہ اس دانام یا نشان وی نہ رہیا۔ یعنی اسلام کے اس دبلے پتلے سپاہی نے ہندوؤں کے موٹے کپے جیسے پہلوان کو یوں اٹھا کر زمین پر گرایا کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ گویا انہوں نے اپنی بات کو واضح کرنے کے لئے اس روحانی مقابلے کو ایک جسمانی مقابلہ سے تشبیہ دی اور ایسے مزے کے ساتھ بیان کیا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ امیر حمزہ کی داستان بیان ہو رہی ہے۔ ان کے کلام کی فصاحت دلوں کو موہ لیتی تھی۔ حضرت مسیح موعود کا لیکچر اسلامی اصول کی فلاسفی انہوں نے ہی لاہور میں پڑھا تھا۔ لیکچر سننے والوں نے کہا کہ بے شک لیکچر لکھنے والے کی خوبیوں اور علمی قابلیت کا کسی بھی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن وہ شخص جس نے یہ لیکچر پڑھا۔ وہ بھی بہت قابل تعریف انسان تھا۔ اس کی آواز ایسی شیریں تھی کہ سامعین مسحور ہوئے جاتے تھے۔ جب مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہو گئے تو ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت گھبراہٹ ہوئی کیونکہ آپ نے آریہ سماج کے جلسہ کے لئے جو کہ لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ ایک لیکچر تیار کیا۔ آپ کو یہ فکر لاحق ہوا کہ اب اسے سنائے گا کون پہلے آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ جا کر یہ لیکچر سنائیں۔ جب یہ لیکچر چھپ گیا تو آپ نے مسجد میں حضرت خلیفہ اول کو فرمایا کہ آپ یہ

مضمون پڑھ کر سنائیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے مضمون پڑھنا شروع کیا۔ لیکن ابھی آپ نے چار پانچ منٹ ہی مضمون پڑھا ہوگا کہ آپ نے فرمایا مولوی صاحبؒ آپ رہنے دیں اب کوئی دوسرا آدمی پڑھے۔ اس کے بعد مرزا یعقوب بیگ صاحب نے پڑھنا شروع کیا۔ مگر ان کو بھی تھوڑی دیر کے بعد روک دیا۔ اس کے بعد شیخ یعقوب علی صاحبؒ عرفانی کو آپ نے پڑھنے کے لئے فرمایا۔ شیخ صاحب نے ایک آدھ منٹ تو بہت بلند آواز میں پڑھا۔ اور یہ خیال کیا گیا کہ وہ پڑھ لیں گے۔ لیکن تھوڑی دیر میں ہی ان کا گلہ بھڑا گیا اور آواز بیٹھ گئی۔ مجھے یاد ہے اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو بڑی مشکل ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؒ خوب پڑھا کرتے تھے۔ اب تو کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا۔ آخر حضرت خلیفہ اولؓ کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ آپ اس لیکچر کو پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول اور آپ کے بعد غالباً مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے مضمون پڑھا۔ لیکن لیکچر کا وہ اثر نہ ہوا جو مولوی عبدالکریم صاحبؒ کے پڑھنے سے ہوتا تھا۔

اسی طرح اس زمانہ میں ہماری جماعت میں کوئی اچھے پائے کا فلسفی اور منطقی دماغ رکھنے والا آدمی نہ تھا۔ سوا اللہ تعالیٰ نے مولوی سید سرور محمد شاہ صاحبؒ کو ہدایت دے دی اور وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ اس کے بعد آپ پشاور میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد قادیان کی محبت نے غلبہ کیا اور آپ قادیان تشریف لے آئے اور دستی بیعت کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی صاحب سے فرمایا۔ آپ یہیں رہ جائیں۔ چنانچہ آپ یہیں رہنے لگ گئے۔ بعض لوگوں نے زور دیا کہ مولوی صاحب کالج میں پروفیسر ہیں اور اچھی جگہ کام کر رہے ہیں۔ ان کی ملازمت سے سلسلہ کو فائدہ ہوگا اور ان کے ذریعہ تبلیغ ہوگی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اجازت لے کر واپس آ گئے اور قادیان میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ (الفضل 13 / جون 1947ء جلد 35 نمبر 139 صفحہ 2 تا 4)

حضرت مولانا نور الدین صاحبؒ

بے شک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔ جس

طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولوی نور الدینؒ کی بڑی تعریف کی ہے۔ مگر قرآن اس لئے نہیں اتر اٹھا کہ ابو بکرؓ کی عزت قائم کی جائے نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں یہ کہیں ذکر آتا ہے کہ ہم نے تجھے اس لئے مبعوث کیا ہے کہ تو نور الدینؒ کی عزت قائم کرے۔ ہاں جو سچائی اور حقیقت تھی اس کا آپ نے اظہار کر دیا۔ مثلاً آپ نے فرمایا۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دین بودے  
مگر یہ تو ایک سچائی ہے جو کہنی چاہئے تھی۔ جس نے قربانی کی ہو اس کی قربانی کا اظہار نہ کرنا ناشکری ہوتی ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایک مریض آیا اور اس نے ذکر کیا کہ مولوی صاحب سے میں نے علاج کروایا تھا جس سے مجھے بڑا فائدہ ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دن بیمار تھے۔ مگر جب آپ نے یہ بات سنی تو آپ اسی وقت اٹھ کر بیٹھ گئے اور حضرت اماں جانؒ سے فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہی مولوی صاحب کو تحریک کر کے یہاں لایا ہے اور اب ہزاروں لوگ ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اگر مولوی صاحب یہاں نہ آتے تو ان لوگوں کا کس طرح علاج ہوتا۔ پس مولوی صاحب کا وجود بھی خدا تعالیٰ کا ایک بڑا احسان ہے۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دین بودے  
تو آپ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کی ناشکری سے بچے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کو دیکھ لو آیا کسی الہام میں بھی یہ ذکر آتا ہے کہ اے مسیح موعود میں نے تجھے اس لئے مبعوث کیا ہے کہ تو نور الدینؒ کی عزت قائم کرے یا قرآن میں کوئی آیت ایسی ہے جس میں یہ ذکر آتا ہو کہ اے محمد رسول اللہ میں نے تجھے اس لئے بھیجا کہ تو ابو بکرؓ کی عزت قائم کرے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کے حق میں جو فقرات کہے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولوی نور الدین صاحب کے حق میں نہیں کہے۔ مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا. (بخاری جلد 2 باب فضائل اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی اگر خدا کے سوا کسی اور کو خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ابو بکرؓ کو اپنا خلیل بناتا لیکن حضرت خلیفہ اولؓ کی نسبت تو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف اتنا فرمایا کہ

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دین بودے

گویا اس میں آپ کا اور امت کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ خدا اور نور الدینؑ کا مقابلہ نہیں کیا گیا۔ مگر وہاں تو خدا اور ابوبکرؓ کا مقابلہ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کو خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ابوبکرؓ کو بناتا۔.....

پس بڑے آدمی کا بیٹا ہونا اسے سزا سے بچاتا نہیں بلکہ اور زیادہ عذاب کا مستحق بنا دیتا ہے۔ بشرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔ ہاں اگر وہ توبہ کر لے۔ تو پھر کہنے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص اس کی عزت کرتا ہے۔ لیکن جب خدا کسی کی عزت کو کھونا چاہے، تو پھر کوئی شخص اسے عزت نہیں دے سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا کہ اِنِّیْ مُہِیْنٌ مَنْ اَزَادَ اِهَانَتَکَ میں اس شخص کو ذلیل کروں گا۔ جو تیری ذلت اور اہانت کا ارادہ کرے گا۔ چنانچہ جب پادری مارٹن کلا راک نے آپ پر قتل کا مقدمہ کیا۔ تو مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھی جوش آ گیا۔ اور اس نے بھی اپنا نام گواہوں میں لکھوا دیا اور کہا کہ مرزا صاحب فسادی آدمی ہیں کوئی تعجب نہیں کہ انہوں نے کسی آدمی کو اسے قتل کرنے کے لئے بھجوا دیا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقدمہ کے لئے لاہور سے ایک غیر احمدی وکیل بلوایا جو اپنے کام میں بہت ہوشیار تھا۔ اس نے کریدنا شروع کیا کہ میں کیا جرح کروں۔ جس سے گواہ کی حیثیت مخدوش ہو جائے۔ آخر اسے معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی ماں اخلاقی لحاظ سے اچھی شہرت کی مالک نہیں تھی۔ لیکن بعد میں اس نے توبہ کر لی اور ان کے والد نے اس سے نکاح کر لیا۔ وکیل کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے کہا کہ اگر میں ثابت کر دوں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی ماں ڈومنی یا کنجی تھی تو اس کی گواہی کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اس کی اجازت نہیں دیتا اگر ماں میں کوئی نقص تھا تو اس کا مولوی محمد حسین بٹالوی پر کیا الزام آتا ہے۔ وہ کہنے لگا اگر جرح میں اس کی حیثیت کو گرایا نہ گیا تو خطرہ ہے کہ آپ کہیں قید نہ ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں اگر وہ ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا تو خدا خود اس کو پکڑے گا اور سزا دے گا مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی ماں کے گناہ کی وجہ سے ہم اس کو قصور وار قرار دے دیں۔ جیسے

کہ محمد بن ابی بکرؓ نے جو گناہ کیا۔ اس کی وجہ سے ابو بکرؓ پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔ یا جیسے حضرت خلیفہ اولؓ کی اولاد اگر کوئی برا کام کرے تو اس کی وجہ سے حضرت خلیفہ اولؓ پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔ بے شک یہ ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ مگر بیٹوں کے کسی فعل کی ماں باپ پر کیا ذمہ داری ہے۔ آخر نوٹ کے بیٹے کا قرآن کریم میں بھی ذکر آتا ہے۔ مگر کیا اس کے بعد ہمارا اختیار ہے کہ ہم حضرت نوٹ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو کافروں میں شامل ہو جائیں گے۔ بہر حال یہ واقعات ایسے ہیں جو تاریخ میں ہمیں پہلے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر شاہ نواز صاحب نے لکھا ہے کہ آپ کیوں گھبراتے ہیں حضرت عثمانؓ پر بھی ابو بکرؓ کے بیٹے نے ہی حملہ کیا تھا اور آج تک سب مسلمان اس پر لعنت کرتے ہیں۔

مجھے خوب یاد ہے۔ جب ہم حضرت خلیفہ اولؓ سے پڑھا کرتے تھے۔ تو جب بھی کر بلا کے واقعات کا ذکر آتا آپ آہ بھر کر فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے ہمیشہ اس بات کے تصور کا شدید صدمہ ہوتا ہے کہ امام حسینؓ پر کس شخص کے بیٹے نے حملہ کیا۔ آپ پر حملہ کرنے والا اس شخص کا بیٹا تھا۔ جو عشرہ مبشرہ میں شامل تھا.....

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھو آپ پر جب گورداسپور میں کرم دین کے ساتھ مقدمہ تھا تو آپ کے پاس رپورٹ پہنچی کہ آریوں نے مجسٹریٹ کو سزا دینے پر آمادہ کر لیا ہے اور ہمیں اس کے مقابلہ کے لئے کوئی تدبیر اختیار کرنی چاہیے یہ رپورٹ لانے والے خواجہ کمال الدین صاحب تھے آپ نے جب یہ بات سنی تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا خواجہ صاحب آپ گھبراتے کیوں ہیں خدا کے شیر پر ہاتھ ڈالنا کوئی آسان کام ہے؟ میں خدا کا شیر ہوں اگر وہ مجھ پر ہاتھ ڈالے گا تو میرا خدا اُسے سیدھا کر دے گا پس یہ باتیں روحانی طور پر تو بے حقیقت ہیں لیکن خدا کے سامنے جو اب دہی کے لحاظ سے بڑی اہم ہیں اور جماعت کو ان کی اہمیت سمجھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ (الفضل 2/ اگست 1956ء جلد 10/45 نمبر 179 صفحہ 2 تا 5)

### جو تئوں میں بیٹھ بیٹھ کر خلافت مل گئی

پشاور سے ایک احمدی قادیان میں آیا اور وہ میاں شریف احمد صاحبؒ سے ملنے کے لئے ان کے مکان پر گیا۔ اتفاقاً میں بھی اس وقت حجامت بنانے کے لئے ان کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ میاں صاحب اس وقت سو رہے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ میں تو حجامت

بنانے کے لئے آیا ہوں۔ انہیں اطلاع دے دی جائے۔ لیکن وہ دوست مجھے بڑے اصرار سے کہنے لگے کہ ان کی نیند خراب نہ کریں۔ لیکن میں نے نہ مانا اور میاں صاحب کو اطلاع بھجوا دی۔ جس پر انہوں نے مجھے بھی اور اس دوست کو بھی اندر بلا لیا۔ وہاں ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے انہیں کہا کہ اس پر بیٹھ جائیے۔ کہنے لگے میں نہیں بیٹھتا۔ میں نے سمجھا کہ شاید یہ چارپائی پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے میں ان کے لئے کرسی اٹھالایا۔ لیکن وہ کرسی پر بھی نہ بیٹھے اور دروازہ کے سامنے جہاں جوتیاں رکھی جاتی ہیں۔ وہاں پائیدان پر جا کر بیٹھ گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا۔ میں نے چارپائی دی لیکن آپ نہ بیٹھے۔ پھر کرسی دی تب بھی آپ نہ بیٹھے اور ایک ایسی جگہ جا کر بیٹھ گئے۔ جہاں بوٹ وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔

کہنے لگے میں تمہیں ایک قصہ سناؤں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی ہوں میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنے کے لئے آیا۔ آپ مسجد مبارک میں بیٹھے تھے اور دروازہ کے پاس جوتیاں پڑی تھیں۔ ایک آدمی سیدھے سادھے کپڑوں والا آگیا اور آکر جوتیوں میں بیٹھ گیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ کوئی جوتی چور ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی جوتیوں کی نگرانی شروع کر دی کہ کہیں وہ لے کر بھاگ نہ جائے۔ کہنے لگے اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے اور میں نے سنا کہ آپ کی جگہ کوئی اور شخص خلیفہ بن گیا ہے اس پر میں بیعت کرنے کے لئے آیا۔ جب میں نے بیعت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ وہی شخص تھا جس کو میں نے اپنی بیوقوفی سے جوتی چور سمجھا تھا۔ یعنی حضرت خلیفہ اولؑ اور میں اپنے دل میں سخت شرمندہ ہوا۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ جوتیوں میں آکر بیٹھ جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آواز دیتے تو آپ ذرا آگے آجاتے۔ پھر جب کہتے مولوی نور الدین صاحبؒ نہیں آئے۔ تو پھر کچھ اور آگے آجاتے۔ اس طرح بار بار کہنے کے بعد کہیں وہ آگے آتے تھے یہ قصہ سنا کر میں نے انہیں کہا میاں۔ آپ کے باپ نے جوتیوں میں بیٹھ بیٹھ کر خلافت لی تھی۔ لیکن تم زور سے لینا چاہتے ہو۔ اس طرح کام نہیں بنے گا۔ تم اپنے باپ کی طرح جوتیوں میں بیٹھو اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو۔ اس پر وہ چپ کر گیا۔ اور میری اس بات کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہم نے خود حضرت خلیفہ اولؑ کو دیکھا ہے۔ آپ مجلس میں بڑی مسکنت سے بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مجلس میں شادیوں کا ذکر ہو رہا تھا ڈپٹی محمد شریف صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہیں سناتے ہیں کہ

حضرت خلیفہ اولؑ اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے۔ یعنی آپ نے اپنے گھٹنے اٹھائے ہوئے تھے اور سر جھکا کر گھٹنوں میں رکھا ہوا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مولوی صاحب جماعت کے بڑھنے کا ایک ذریعہ کثرت اولاد بھی ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اگر جماعت کے دوست ایک سے زیادہ شادیاں کریں تو اس سے بھی جماعت بڑھ سکتی ہے۔ حضرت خلیفہ اولؑ نے گھٹنوں پر سے سر اٹھایا اور فرمایا حضور میں تو آپ کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اس عمر میں مجھے کوئی شخص اپنی لڑکی دینے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس پڑے تو دیکھو یہ انکسار اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب تھا جس کی وجہ سے انہیں یہ رتبہ ملا اب باوجود اس کے کہ آپ کی اولاد نے جماعت میں فتنہ پیدا کیا ہے۔ لیکن اب بھی جماعت آپ کا احترام کرنے پر مجبور ہے اور آپ کے لئے دعائیں کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں اس انکسار اور محبت کی جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھی وہ عظمت ڈالی ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کے بیٹوں نے مخالفت کی ہے پھر بھی ان کے باپ کی محبت ہمارے دلوں سے نہیں جاتی پھر بھی ہم انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے کیونکہ انہوں نے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننا جب ساری دنیا آپ کی مخالف تھی۔

(الفضل 27/ مارچ 1957ء جلد 46/11 نمبر 74 صفحہ 5،4)

## توکل کا مقام اور ہماری جائیداد

وقف کرنے کے معنی تو یہ ہیں کہ آدمی کھڑا ہو گیا اب اس نے ہلنا نہیں اس کی زبان بند ہے۔ مگر یہ عجیب وقف ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں چیز نہیں۔ میں دے تو دیتا ہوں مگر سوچتا ہوں کہ جسے کھانے پینے کے لئے میری مدد کی ضرورت ہے اُسے خدا تعالیٰ سے کیا تعلق ہے؟ واقفین کو ہم جو کچھ دیتے ہیں وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔ کیونکہ ان کی طلب کے بغیر ملتا ہے مگر یہ کہ اپنی خواہش ہو کہ مل جائے یہ خدا تعالیٰ پر توکل کے منافی ہے۔ توکل کی مثال تو یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ اولؑ ایک مرتبہ مطب میں بیٹھے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دلی میں تھے وہاں حضرت میر صاحبؒ سخت بیمار ہو گئے۔ تونج کا اتنا سخت حملہ ہوا کہ ڈاکٹروں نے کہا آپریشن ہونا چاہئے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بعض یونانی دواؤں

سے بغیر آپریشن کے بھی آرام ہو جاتا ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خلیفہ اولؑ کو تار دے دیا کہ جس حالت میں بھی ہوں آجائیں۔ آپ مطب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کوٹ بھی نہیں پہنا ہوا تھا۔ پیسے بھی پاس نہ تھے۔ آپ نے غالباً حکیم غلام محمد صاحب مرحوم امرتسری کو ساتھ لیا اور اسی طرح اٹھ کر چل پڑے۔ حکیم غلام محمد صاحب نے کہا کہ میں گھر سے پیسے وغیرہ لے آؤں۔ مگر آپ نے کہا کہ نہیں حکم یہی ہے کہ جس حالت میں ہو چلے آؤ سب لوگ جانتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اولؑ چلنے میں کمزور تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر کو جاتے تو آپ پیچھے رہ جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہو کر فرماتے مولوی صاحب کہاں ہیں اور حضرت خلیفہ اولؑ بعد میں آکر ملتے اسی طرح پھر پیچھے رہ جاتے اور پھر کھڑے ہو کر انتظار فرماتے۔ مگر آپ غالباً حکیم غلام محمد صاحب کو ساتھ لے کر پیدل بٹالہ پہنچے اسٹیشن پر جا کر بیٹھ گئے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ اب کرایہ وغیرہ کا کیا انتظام ہوگا۔ حضرت خلیفہ اولؑ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھو اللہ تعالیٰ خود کوئی انتظام کر دے گا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور دریافت کیا کہ کیا آپ حکیم نور الدین صاحبؒ ہیں۔ آپ نے کہا ہاں وہ شخص کہنے لگا کہ ابھی گاڑی آنے میں دس پندرہ منٹ باقی ہیں اور میں نے اسٹیشن ماسٹر سے کہہ بھی دیا ہے کہ ذرا آپ کا انتظار کرے میں بٹالہ کا تحصیلدار ہوں میری بیوی بہت سخت بیمار ہے۔ آپ ذرا چل کر اسے دیکھ آئیں آپ گئے مریضہ کو دیکھ کر نسخہ لکھا اور اسٹیشن پر واپس آ گئے۔ وہ شخص بھی ساتھ آیا اور کہا کہ آپ چل کر گاڑی میں بیٹھیں۔ میں ٹکٹ لے کر آتا ہوں اور وہ سیکنڈ کلاس کا ایک ٹکٹ اور ایک تھرڈ کلاس کا لے آیا اور ساتھ پچاس روپے نقد دیئے اور کہا کہ یہ حقیر ہدیہ ہے۔ اسے قبول فرمائیں۔ آپ دہلی پہنچے اور جا کر میر صاحب کا علاج کیا۔ یہ صحیح توکل کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ میرے بندے کا توکل صحیح ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ اس آزمائش کے لئے وہ فائقے دے ننگا کر دے موت کے قریب کر دے تا بندوں کو بتائے کہ میرے اس بندے کا انحصار توکل پر ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اسے لنگوٹی باندھنی پڑتی ہے دھجیاں لٹکنے لگتی ہیں اور بعض کو اس کی مدد کے لئے اس طرح ننگا دکھا کر الہام کرتا ہے۔ بعض کو لفظی الہام سے بھی مدد کا حکم دیتا ہے۔ مگر بعض کو اس کی حالت دکھا کر تحریک کرتا ہے۔ مگر توکل کے صحیح مقام پر جو لوگ ہوتے ہیں۔ وہ کسی سے منہ سے مانگتے نہیں۔ دنیا میں ہر ایک شخص کے ماں باپ فوت ہوتے ہیں اور



حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات بھی ہوئی۔ مگر ہمارے لئے مشکل یہ تھی کہ ہم سمجھتے ہی نہ تھے کہ آپ وفات پا جائیں گے۔ لوگوں کو اس کا احساس ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی روپیہ جمع کرتا ہے۔ کوئی بیمہ کراتا ہے اور کوئی اور انتظام کرتا ہے مگر ہم تو سمجھتے ہی نہیں تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو جائیں گے۔

ہم میں سے ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ میں پہلے فوت ہوں گا اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا جنازہ پڑھائیں۔ نوجوان احباب یہ درخواستیں کرتے تھے کہ حضور دعا کریں کہ ہم آپ کے ہاتھوں میں فوت ہوں اور آپ جنازہ پڑھائیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعامات دیکھ کر ہر شخص یہی خیال کرتا تھا کہ آپ کو زندہ رہنا چاہئے اور قلوب کی اس کیفیت کی وجہ سے نہ ہمیں اس کا خیال تھا اور نہ اس کے لئے کوئی تیاری تھی کہ آپ فوت ہو گئے۔ بعض رشتہ داروں نے والدہ صاحبہ کو تحریک کی (ہمارے نانا جان مرحومؓ نے ایسا مشورہ نہیں دیا مبادہ کوئی یہ خیال کرے) میں یہ تو نہیں کہتا کہ ورغلا یا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ نیک نیتی سے ہی کہہ رہے ہوں گے۔ مگر انہوں نے تحریک کی کہ آپ مطالبہ کریں کہ جو چندے آتے ہیں وہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہی آتے ہیں۔ اس لئے ان سے ہمارا حصہ مقرر ہونا چاہئے۔ میں اس وقت بچہ تھا مگر یہ مشورہ مجھے اتنا برا معلوم ہوا کہ میں نے کمرہ کے باہر ٹھلنا شروع کر دیا۔ کہ جو نبی مجھے موقع ملے میں والدہ سے اس کے متعلق بات کروں اور جب موقع ملا تو میں نے کہا کہ یہ چندہ کیا ہماری جائیداد تھی۔ یہ تو خدا تعالیٰ کے دین کے لئے ہیں ان میں سے حصہ لینے کا کسی کو کیا حق ہے۔ پھر بعض لوگ ایسے تھے کہ جو یہ مشورہ کر رہے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے لئے گزارہ مقرر کرنا چاہئے۔ چنانچہ ایک دوست نے مجھ سے آکر کہا کہ ہم نے یہ تجویز کی ہے کہ آپ کو گزارہ دیا جائے میں نے کہا کہ ہم اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم بندوں کے محتاج کیوں ہوں۔ اس وقت ہماری جائیداد بھی پراگندہ حالت میں تھی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی طرف توجہ نہ کی تھی اور بظاہر گزارہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ مگر میرے نفس نے یہی کہا کہ جو خدا انتظام کرے گا اسی کو منظور کروں گا۔ بندوں کی طرف کبھی توجہ نہ دوں گا۔ میرا جواب سن کر اس دوست نے کہا کہ پھر آپ لوگوں کے گزارہ کی کیا صورت ہوگی۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء زندہ

رکھنے کا ہوگا تو وہ خود انتظام کرے گا اور اگر اس نے مارنا ہے تو وہ موت زیادہ اچھی ہے جو اس کے منشاء کے ماتحت ہو۔ تو گویا میں نے یہ دونوں صورتیں رد کر دیں۔ حصہ والی تجویز تو شرعاً بھی ناجائز تھی۔ مگر میں نے دوسری صورت کو بھی منظور نہ کیا یہ ذاتی غیرت تھی۔ اب تیسرا پہلو سلسلہ کے لئے غیرت کا تھا اس کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ مرزا سلطان احمد کے دل میں مشورہ کی تحریک پیدا کی۔ آپ اس وقت غیر احمدی تھے آپ نے مناسب سمجھا کہ بڑے بھائی کی حیثیت میں مجھے مشورہ دیں اور شیخ یعقوب علی صاحب کو میرے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ سلسلہ سے کوئی رقم لینا منظور نہ کریں۔ یہ ہماری خاندانی غیرت کا سوال ہے۔ میرے نفس نے فوراً کہا کہ گو یہ مشورہ وہی ہے جو میرے دل نے دیا ہے۔ مگر اس وقت مشورہ دینے والا ایک ایسا شخص ہے جو گو میرا بڑا بھائی ہے مگر ہے غیر احمدی اور مذہب کی روح سے سب سے زیادہ قریبی رشتہ ہم مذہبوں کا ہوتا ہے۔ یہ میرے اور سلسلہ کے تعلقات میں کیوں دخل دیں۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی میں نے شیخ صاحب سے کہا کہ ان کا شکر یہ ادا کریں اور کہہ دیں کہ میرا اور سلسلہ کا جو تعلق ہے اس کے بارے میں میں خود ہی فیصلہ کرنا پسند کرتا ہوں۔ انہیں اس سے تعلق نہیں آخر حضرت خلیفۃ المسیح اول نے مجھے بلایا اور کہا کہ ہم آپ لوگوں کو اپنے پاس سے کچھ پیش نہیں کرتے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے جس کے ماتحت میں نے گذارہ کی تجویز کی ہے اور الہام میں رقم تک مقرر ہے اب سوال انسانوں کا نہ رہا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے دین کا آگیا اس لئے میں نے اس امر کو منظور کر لیا۔ جو گذارہ مقرر ہوا وہ ہمارے لئے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی تھا۔ گو اس زمانہ میں ہمارے بچے بھی اس میں گذارہ نہیں کر سکتے۔ مجھے اس وقت ساٹھ روپے ملتے تھے۔ جن میں سے میں دس روپیہ ماہوار تو تشیخ پر خرچ کرتا تھا۔ دو بچے تھے۔ بیوی تھی اور گو کوئی خاص ضرورت تو نہ تھی۔ مگر خاندانی طور طریق کے مطابق ایک کھانا پکانے والی اور ایک خادمہ بچوں کے رکھنے اور اوپر کے کام میں مدد دینے کے لئے میری بیوی نے رکھی ہوئی تھی۔ سفر اور بیماری وغیرہ کے اخراجات بھی اسی میں سے تھے پھر مجھے کتابوں کا شوق بچپن سے ہے جس وقت میری کوئی آمد سوائے اس کے کہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیڑوں کے لئے مجھے دیا کرتے تھے نہ تھی۔ تب بھی میں کتب خریدتا رہتا تھا۔ بلکہ اس سے پہلے جب کا بیوں کا غذا اور قلم وغیرہ کے لئے مجھے تین روپے ماہوار ملا کرتے تھے۔

اس میں سے بھی بچا کر کتابیں خریدتا رہتا تھا۔ اب تو میں نے دیکھا ہے۔ اچھی اچھی نوکریوں والے بھی نہیں خریدتے۔ مگر مجھے اس وقت بھی یہ شوق تھا۔ اس رقم سے جو بھی گزارہ کے لئے ملتی تھی اپنی علمی ترقی کے لئے اور مطالعہ کے لئے کتابیں بھی خریدتا رہتا تھا اور کافی ذخیرہ میں نے جمع کر لیا تھا۔ تو میں بتا رہا تھا کہ توکل کا صحیح مقام یہی ہے۔ بعض لوگ اب مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اتنی بیویاں ہیں اتنے بچے ہیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ ان بیوی بچوں کے لئے کیا میں نے کسی سے کچھ مانگا ہے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ نے نہ دیا۔ تو فاقے کر لیں گے مگر کسی سے مانگیں گے نہیں۔ میرا اصول ہمیشہ یہی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہی لینا ہے اور جو وہ بھیج دے اسی پر گزارہ کرنا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ وہ ایسی ایسی راہوں سے دیتا ہے کہ انسان گمان بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے آٹھ دس غیر احمدیوں سے اس قدر آمد ملتی ہے کہ شائد سب احمدیوں نے جو ہدایا دیئے ہوں ان کے برابر ہوگی۔ اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ کبھی انہوں نے اپنے نام کے اظہار کی خواہش بھی نہیں کی۔ بعض کو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کے ذریعہ تحریک کی۔ بعض کو دوسرے ذرائع سے بعض دنیوی کاموں میں اتنا روپیہ مل گیا کہ جس کا وہم بھی نہ تھا۔ مگر اصول میرا یہی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے تو دے اور اگر نہ دے تو انسان صبر سے کام لے اور بندوں کی طرف نگاہ نہ اٹھائے اور میں سمجھتا ہوں یہی توکل ہے یہ بھی نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی اچھی چیز بھیج دے تو انسان اسے پھینک دے یہ توکل نہیں گستاخی ہے اور نہ ہی یہ توکل ہے کہ انسان خود اپنے آپ کو وقف کرے اور پھر ضرورت پڑے تو مانگے یہ مانگنا خواہ خلیفہ سے بلکہ خواہ نبی سے ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ خواہ خاتم النبیین سے ہی کیوں نہ ہو توکل کے خلاف ہے۔ توکل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دے تو لے نہیں تو جو ہے اسی پر قناعت کرے اور سمجھے کہ اگر اللہ تعالیٰ مارنا ہی چاہتا ہے تو مار دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بزرگ کا قصہ سنایا کرتے تھے کہ وہ کسی گوشہ میں بیٹھے وعظ نصیحت کرتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو وہیں روزی پہنچا دیتا تھا۔ دور شہر سے باہر جگہ تھی۔ جہاں وہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ کئی دن گزر گئے اور کھانے کو کچھ نہ آیا یہ شائد اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا۔ انہوں نے کہا کہ اب شہر میں جا کر کسی دوست سے کچھ مانگنا چاہئے چنانچہ وہ گئے اور ایک دوست سے کہا کہ کچھ کھانے کو دو۔ اس نے تین روٹیاں اور کچھ سالن اوپر ہی ڈال کر دیدیا۔ یہ چل پڑے تو ساتھ ہی اس دوست کا کتابھی پیچھے پیچھے ہو

لیا وہ دم ہلاتا جاتا تھا اور پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس بزرگ نے سمجھا کہ اس روٹی میں اس کا بھی حق ہے۔ کیونکہ اس گھر کی نگرانی کرتا ہے اور اس نے ایک روٹی پر سالن کا تیسرا حصہ ڈال کر اسے ڈال دی۔ کتے نے وہ کھالی اور پھر پیچھے پیچھے چل پڑا۔ بزرگ نے خیال کیا کہ بے شک اس کا حق زیادہ حصہ ہے کیونکہ یہ اس گھر کا محافظ ہے اور ایک روٹی پر سالن کا ایک اور حصہ ڈال کر اس کے آگے پھینک دی مگر کتا وہ کھا کر بھی پیچھے چل پڑا۔ ادھر اس بزرگ کو خود سخت بھوک لگی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ تو بڑا بے حیا ہے میں تین میں سے دو روٹیاں تجھے دے چکا ہوں مگر پھر بھی پیچھا نہیں چھوڑتا۔ یہ کہنا تھا کہ معاشقہ کی حالت پیدا ہوئی۔ وہ دنیا کی حالت کو بالکل بھول گئے۔ کتے کی روح مٹھل ہو کر ان کے سامنے آئی اور کہا کہ تم مجھے بے حیا کہتے ہو حالانکہ میں تو کتا ہوں اور تم انسان ہو۔ مجھے سات سات فاقے اس گھر میں آئے اور میں نے اس ڈیوڑھی کو نہیں چھوڑا۔ مگر تمہیں تین دن کا فاقہ آیا اور تم چھوڑ کر شہر کو آ گئے۔ بتاؤ بے حیا میں ہوں یا تم ہو۔ یہ بات سن کر ان کی آنکھیں کھل گئیں اور تیسری روٹی بھی معاً سالن سمیت کتے کے آگے پھینک دی۔ جب واپس اپنے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص نہایت پر تکلف کھانے لئے بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کہاں چلے گئے تھے۔ میں انتظار میں تھا تو توکل کا مقام یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے اور توکل کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ خدا تعالیٰ کی جستجو کرنے والوں کے لئے سامان کرنے منع ہیں۔ سامان بھی کئے جاسکتے ہیں۔ تجارت۔ نوکری۔ زراعت وغیرہ سب کام کرنے جائز ہیں مگر نظر خدا تعالیٰ پر ہی ہونی چاہئے کہ وہی سب ضروریات پوری کرے گا.....

حضرت خلیفہ اول کے اسی سفر کا واقعہ ہے جس کا میں اوپر ذکر چکا ہوں آپ سنایا کرتے تھے کہ میرے پاس دو صدریاں تھیں جو بہت قیمتی تھیں اور مجھے ان پر بہت ناز تھا۔ گویا بڑی دولت تھی۔

مگر ایک روز میں اس حجرہ سے جہاں ٹھہرا ہوا تھا باہر گیا تو کسی نے ان میں سے ایک چرائی۔ آپ فرماتے مجھے صدمہ تو بہت ہوا مگر مجھے خیال آیا کہ جس چیز کی نگرانی میں نہیں کر سکتا اُسے رکھنے کا کیا فائدہ اور دوسری خود لے جا کر خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دی۔ اس کے بعد وہ لوگ آئے جو شہزادہ کے علاج کے لئے آپ کو لے گئے۔ تو توکل کے یہ معنی نہیں کہ انسان دنیوی سامان نہ کرے بلکہ یہ ہیں کہ نظر خدا تعالیٰ پر ہو۔ اس کے سوا نظر کسی پر نہ ہو۔

## طبیہ کالج کی ضرورت

طب کے متعلق باقاعدہ طور پر کام شروع نہیں کیا گیا لیکن مبلغ جو باہر جاتے ہیں انہیں طب پڑھانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ایک الگ طبی سکول جاری کر دیا جائے گا یا مدرسہ احمدیہ کی ایک شاخ کھول دی جائے گی اور یہ کام خصوصاً اس لئے شروع کیا جائے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس سے تعلق تھا اور حضرت خلیفہ اولؓ تو ایک بلند پایہ طبیب بھی تھے۔ غرض طب سلسلہ احمدیہ سے خاص تعلق رکھتی ہے بچپن میں عموماً میری صحت خراب رہتی تھی ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم قرآن شریف اور بخاری کا ترجمہ اور طب پڑھ لو۔ چنانچہ میں نے طب کی تین چار کتابیں پڑھیں بھی۔ تو طب کے متعلق میرا خیال ہے کہ اسے جاری کیا جائے۔ فی الحال مبلغین کو طب پڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔

(ہر پیشہ سیکھنے کی کوشش کی جائے، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 209)

## قادیان کے شب و روز

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ قادیان میں ایک شخص آیا اور ایک دن ٹھہر کر چلا گیا۔ جنہوں نے اسے بھیجا تھا انہوں نے خیال کیا یہ قادیان جائے گا اور وہاں کچھ دن ٹھہر کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں سنے گا وہاں کے حالات دیکھے گا تو اس پر احمدیت کا کچھ اثر ہوگا۔ مگر جب وہ صرف ایک دن ٹھہر کر واپس چلا گیا تو ان بھجنے والوں نے اس سے پوچھا کہ تم اتنی جلدی کیوں آگئے؟ وہ کہنے لگا تو بہ کرو جی وہ بھی کوئی شریفوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید کسی کے نمونے کا اچھا اثر نظر نہیں آیا ہوگا جس سے اس کو ٹھوکر لگی ہوگی۔ انہوں نے پوچھا کہ آخر کیا بات ہوئی جو تم اتنی جلدی چلے آئے۔ ان دنوں قادیان اور بٹالہ کے درمیان یکے چلا کرتے تھے۔ اس نے کہا میں صبح کے وقت قادیان پہنچا، مہمان خانہ میں مجھے ٹھہرایا گیا، میری تواضع اور آؤ بھگت کی گئی، ہم نے کہا سندھ سے آئے ہیں راستہ میں تو کہیں حقہ پینے کا موقع نہیں ملا اب اطمینان سے بیٹھ کر حقہ پیئیں گے اور آرام کریں گے۔ ابھی ذرا حقہ آنے میں دیر تھی کہ ایک شخص نے کہا بڑے مولوی صاحبؓ (حضرت خلیفہ اولؓ کو لوگ بڑے مولوی صاحب کہا کرتے تھے) اب حدیث کا درس دینے لگے

ہیں پہلے درس سن لیں پھر حقہ پینا۔ ہم نے کہا۔ چلو اب قادیان آئے ہیں تو حدیث شریف کا بھی درس سن لیں۔ حدیث کا درس سن کر آئے تو ایک شخص نے کہا۔ کھانا بالکل تیار ہے پہلے کھانا کھالیں۔ ہم نے کہا ٹھیک بات ہے کھانے سے فارغ ہو کر پھر اطمینان سے حقہ پیئیں گے۔ ابھی کھانا کھا کر بیٹھے ہی تھے کہ کسی نے کہا ظہر کی اذان ہو چکی ہے ہم نے کہا اب آئے ہیں چلو قادیان میں نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ ظہر کی نماز پڑھ چکے تو مرزا صاحبؒ بیٹھ گئے اور باتیں وہاں شروع ہو گئیں۔ ہم نے کہا چلو مرزا صاحبؒ کی گفتگو بھی سن لیں کہ کیا فرماتے ہیں پھر چل کر حقہ پیئیں گے۔ وہاں سے باتیں سن کر آئے اور آ کر پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر اطمینان سے بیٹھے اور حقہ سلگایا کہ اب تو سب طرف سے فارغ ہیں اب تسلی سے حقہ پیتے ہیں لیکن ابھی دو کش بھی حقے کے نہ لگائے تھے کہ کسی نے کہا عصر کی اذان ہو چکی ہے نماز پڑھ لو۔ حقہ کو اسی طرح چھوڑ کر ہم عصر کی نماز کو چلے گئے عصر کی نماز پڑھی تو خیال تھا کہ اب تو شام تک حقہ کے لئے آزادی ہوگی کہ کسی نے کہا بڑے مولوی صاحب مسجد اقصیٰ میں چلے گئے ہیں اور وہاں قرآن کریم کا درس ہوگا۔ ہم نے سمجھا تھا کہ اب شام تک حقہ پینے کا موقع ملے گا۔ پر خیر۔ اب آئے ہیں تو قرآن کریم کا درس بھی سن ہی لیتے ہیں۔ بڑی مسجد میں گئے درس سنا اور سن کر واپس آئے تو مغرب کی اذان ہوگئی اور حقہ اسی طرح دھرا رہا اور ہم مغرب کی نماز کے لئے چلے گئے، نماز پڑھ کر پھر مرزا صاحب بیٹھ گئے اور ہم بھی مجبوراً بیٹھ گئے کہ مرزا صاحب کی باتیں سن لو۔ آخر وہاں سے آئے اور سوچا کہ اب شاید حقہ پینے کا موقع ملے لیکن کھانا آ گیا اور کہنے لگے کھانا کھا لو پھر حقہ پینا۔ شام کا کھانا بھی کھالیا اور خیال کیا کہ اب تسلی سے حقہ کے لئے بیٹھیں گے کہ عشاء کی اذان ہوگئی اور لوگ کہنے لگے نماز پڑھ لو۔ خیر عشاء کی نماز کے لئے بھی چلے گئے۔ نماز پڑھ کر خدا کا شکر کیا کہ اب تو اور کوئی کام نہیں رہا۔ اب پوری فرصت ہے اور حقہ پیتے ہیں لیکن ابھی حقہ سلگایا ہی تھا کہ پتہ لگا کہ باہر سے آنے والے مہمانوں کو عشاء کے بعد بڑے مولوی صاحبؒ کچھ وعظ و نصیحت کیا کرتے ہیں۔ اب بڑے مولوی صاحب وعظ کرنے لگ گئے وہ ابھی وعظ کر رہے تھے کہ سفر کی کوفت اور تنکان کی وجہ سے ہم کو بیٹھے بیٹھے نیند آگئی پھر پتہ نہیں کہ ہم کہاں ہیں اور ہمارا حقہ کہاں ہے۔ صبح جو اٹھا تو میں تو اپنا بستر اٹھا کر وہاں سے بھاگا کہ قادیان میں شریف انسانوں کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں۔ (خطبات محمود جلد سوم صفحہ 498-497)

## تازہ وحی معلوم کرنے کے لئے جستجو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی کے متعلق یہ کیفیت تھی کہ احمدی دن چڑھتے ہی عاشقوں کی طرح ادھر ادھر دوڑنے لگتے تھے کہ معلوم کریں حضور کو رات کیا وحی ہوئی ہے ادھر میں نکلا اور مجھ سے پوچھنے لگے یا کوئی اور بچہ نکلا تو اس سے دریافت کرنے لگے کہ آج کی تازہ وحی کیا ہے آپ کو کیا الہام ہوا ہے اور ہماری یہ حالت تھی کہ ادھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لئے تشریف لے گئے اور ہم نے جھٹ جا کر کاپی اٹھا کر دیکھا کہ دیکھیں تازہ الہام کیا ہے یا پھر خود مسجد میں پہنچ کر آپ کے دہان مبارک سے سنا۔

(خطبات محمود جلد اول صفحہ 314-313)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس

ہمارے کانوں میں ابھی تک وہ آوازیں گونج رہی ہیں جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے براہ راست سنیں۔ میں چھوٹا تھا مگر میرا مشغلہ یہی تھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھا رہتا اور آپ کی باتیں سنتا۔

ہم نے (ان مجالس میں) اس قدر مسائل سنے ہیں کہ جب آپ کی کتابوں کو پڑھا جاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمام باتیں ہم نے پہلے سنی ہوئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ آپ دن کو جو کچھ لکھتے دن اور شام کی مجلس میں آ کر بیان کر دیتے تھے اس لئے آپ کی تمام باتیں ہم کو حفظ ہیں اور ہم ان مطالب کو خوب سمجھتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منشاء اور آپ کی تعلیم کے مطابق ہیں۔ (سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 113)

## صدر انجمن احمدیہ کا اجلاس

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں صدر انجمن احمدیہ کے اجلاس میں جب مختلف معاملات پر بحث ہوتی تو بسا اوقات خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب ایک طرف ہوتے اور بعض دوسرے دوست دوسری طرف۔ ان میں سے شیخ رحمت اللہ صاحب، مولوی محمد احسن صاحب امر وہی سے عمر میں صرف پانچ سال چھوٹے تھے۔ مگر میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ جب آپس میں کسی بات پر بحث شروع ہو جاتی تو

مولوی محمد احسن صاحب امر وہی، شیخ رحمت اللہ صاحب کو مخاطب کر کے کہتے کہ تم تو ابھی کل کے بچے ہو، تمہیں کیا پتہ کہ معاملات کو کس طرح طے کیا جاتا ہے۔ میرا تجربہ تم سے زیادہ ہے۔ اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی درست ہے۔ حالانکہ مولوی محمد احسن صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب کی عمر میں صرف چار پانچ سال کا فرق تھا۔ مگر چار پانچ سال کے تفاوت سے ہی انسان یہ خیال کرنے لگ جاتا ہے کہ مجھے اس بات کا حق حاصل ہے کہ دوسروں پر حکومت کروں۔ مجھے حق حاصل ہے کہ میں دوسروں کو نصیحت کا سبق دوں اور ان کا فرض ہے کہ وہ میری اطاعت کریں اور جو کچھ میں کہوں اس کے مطابق عمل بجالائیں۔ پس ایسی صورت میں اگر کوئی نوجوان کسی بوڑھے کو نصیحت کرے گا تو یہ صاف بات ہے کہ بجائے نصیحت پر غور کرنے کے اس کے دل میں غصہ پیدا ہوگا کہ یہ نوجوان مجھے نصیحت کرنے کا کیا حق رکھتا ہے اس طرح بجائے بات ماننے کے وہ اور بگڑ جائے گا۔

(سبیل الرشاد جلد اول صفحہ 97-98)

### حقیقی ایمان

ایک ماں کو اس کے بچہ کی خدمت کے لئے اگر صرف دلائل دیئے جائیں اور کہا جائے کہ اگر تم خدمت نہیں کرو گی تو گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو یہ دلائل اُس پر ایک منٹ کے لئے بھی اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ وہ اگر خدمت کرتی ہے تو صرف اس جذبہٴ محبت کے ماتحت جو اس کے دل میں کام کر رہا ہوتا ہے اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ایمان العجائز ہی انسان کو ٹھوکروں سے بچاتا ہے۔ ورنہ وہ لوگ جو حیل و حجت سے کام لیتے ہیں اور قدم قدم پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں حکم کیوں دیا گیا ہے اور فلاں کام کرنے کو کیوں کہا گیا ہے وہ بسا اوقات ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور اُن کا رہا سہا ایمان بھی ضائع ہو جاتا ہے لیکن کامل الایمان شخص اپنے ایمان کی بنیاد مشاہدہ پر رکھتا ہے۔ وہ دوسروں کے دلائل کو تو سُن لیتا ہے مگر اُن کے اعتراضات کا اثر قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کو اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوتا ہے۔ منشی اروڑے خان صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی تھے اُن کا ایک لطیفہ مجھے یاد ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے بعض لوگوں نے کہا کہ اگر تم مولوی ثناء اللہ صاحب کی ایک دفعہ تقریر سن لو تب تمہیں پتہ لگے کہ مرزا صاحب سچے ہیں یا نہیں وہ کہنے لگے میں نے ایک دفعہ اُن کی تقریر سنی۔ بعد میں لوگ مجھ سے پوچھنے لگے اب بتاؤ کیا



اتنے دلائل کے بعد بھی مرزا صاحب کو سچا سمجھا جا سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ میں نے تو مرزا صاحب کا مونہہ دیکھا ہوا ہے۔ اُن کا مونہہ دیکھنے کے بعد اگر مولوی ثناء اللہ صاحب دو سال بھی میرے سامنے تقریر کرتے رہیں تب بھی اُن کی تقریر کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا اور میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ جھوٹے کا مونہہ تھا۔ بے شک مجھے اُن کے اعتراضات کے جواب میں کوئی بات نہ آئے میں تو یہی کہوں گا کہ حضرت مرزا صاحب سچے ہیں۔ غرض حکمت کا معلوم ہونا ایک کامل مؤمن کے لئے ضروری نہیں ہوتا کیونکہ اُس کا ایمان عقل کی بناء پر نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے احکام کی حکمت سمجھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں جس کا ایمان صرف دلائل کی حد تک ہو اسے حکمت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ غرض ایمان کامل مشاہدہ کی بنا پر ہوتا ہے اور ایمان ناقص حکمت کی بنا پر کامل الایمان لوگوں کے لئے نبی کا تلاوت آیات اور تزکیہ ہی کافی ہوتا ہے۔ وہ آیات کی حکمت اور اس کی غرض معلوم کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے وہ نبی کی آواز کافی سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کے لئے دیوانہ وار کام شروع کر دیتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 280-279)

### حضرت منشی اروڑے خان صاحبؒ کی محبت کا عالم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی کا نام اروڑہ تھا۔ بعض لوگ جن کے بچے عام طور پر فوت ہو جاتے ہیں۔ وہ بچہ کو میلے کو ڈھیر پر گھسیٹتے ہیں کہ شاید وہ اس طرح بچ جائے اور پھر ان کا نام اروڑہ رکھ دیا جاتا ہے۔ ان منشی صاحب کا نام بھی اسی طرح ان کے والدین نے اروڑہ رکھا تھا۔ مگر وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اروڑہ نہ تھے۔ ماں باپ نے ان کا نام اس لئے رکھا تھا کہ شاید میلے کے ڈھیر پر پڑ کر ہی یہ بچہ زندہ رہے مگر اللہ تعالیٰ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں ڈال کر نہ صرف جسمانی موت سے بلکہ روحانی موت سے بھی بچانا چاہتا تھا۔ ماں باپ نے اسے گند کی نذر کرنا چاہا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس کے پاک دل کو دیکھا اور اسے اپنے لئے قبول کیا چنانچہ اس نے انہیں ایمان نصیب کیا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابی بنے اور ایسے مخلص کہ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایسے اخلاص کے بغیر نجات کی امید رکھنا فضول بات ہے۔ ان لوگوں نے اپنے

اخلاص کا ثبوت ایسے رنگ میں پیش کیا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہ لوگ محبت پیار کے مجسمے تھے۔ منشی اروڑہ صاحبؒ مرحوم نے مجھے خود ایک واقعہ سنایا کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ لیا تھا کہ آپ کبھی کپورتھلہ تشریف لائیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ابتدائی زمانہ میں دو ریاستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت کا موقعہ نصیب ہوا ایک کپورتھلہ اور دوسری پٹیالہ۔ مجھے افسوس ہے کہ پٹیالہ نے اپنا معیار قائم نہ رکھا۔ بعد میں کئی فتنوں میں پٹیالہ کا کوئی نہ کوئی حصہ ہوتا رہا ہے۔ (یہ ضمنی بات میں نے اس لئے کہہ دی کہ پٹیالہ کی جماعت کو توجہ ہو اور وہ اپنے معیار کو قائم رکھنے کی کوشش کرے کیونکہ محض ماں باپ کی وجہ سے کوئی ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں کر سکتا) تو کپورتھلہ کی جماعت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خواہش کی کہ حضور وہاں تشریف لائیں آپ نے وعدہ فرمایا۔ منشی اروڑہ صاحبؒ مرحوم نے سنایا کہ ایک دفعہ وہ ایک دوکان پر بیٹھے تھے۔ اس زمانہ میں کپورتھلہ میں ریل نہ جاتی تھی۔ شائد پھگواڑہ سے ٹانگوں پر لوگ جاتے تھے۔ منشی صاحبؒ مرحوم ایک دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک شدید دشمن سلسلہ جو ہمیشہ احمدیوں کے ساتھ برائی کیا کرتا تھا آیا اور ان سے کہا کہ تمہارے مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آئے ہیں اور اڈے پر کھڑے ہیں۔ منشی صاحبؒ اس وقت دوکان پر بیٹھے آرام سے باتیں کر رہے تھے۔ پگڑی اور جوتی اتاری ہوئی تھی۔ جب اس دشمن نے یہ خبر سنائی تو اسی طرح اٹھ کر دوڑ پڑے تھوڑی دور گئے۔ تو خیال آیا کہ یہ شخص ہمیشہ ہمیں چڑایا کرتا ہے۔ یہ بھی اس نے تمسخر نہ کیا ہو۔ اس لئے پندرہ بیس قدم دوڑنے کے بعد ٹھہر گئے۔ اور اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ تو بڑا خبیث ہے ہمیشہ ستاتا ہے۔ یہ بھی تو نے جھوٹ بولا ہوگا۔ ورنہ ہماری قسمت ایسی کہاں کہ حضور تشریف لائیں۔ مگر اس نے کہا نہیں میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میں انہیں اٹکوں کے اڈے پر کھڑا چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ پھر دوڑ پڑے مگر پھر پندرہ بیس قدم دوڑ کر پھر کھڑے ہو گئے اور پھر اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور آخر میں کہا کہ ہماری قسمت ایسی کہاں کہ حضور تشریف لائیں اور اسی طرح تین چار مرتبہ کیا۔ تھوڑی دور بھاگتے اور پھر کھڑے ہو کر اسے کوسنے لگتے کہ اتنے میں سامنے سے حضرت صاحب تشریف لاتے ہوئے دکھائی دیئے۔

منشی صاحبؒ مرحوم شائد مجسٹریٹ یا سیشن جج کی پیشی میں تھے۔ مہینہ میں ایک بار

ضرور قادیان آجاتے تھے اور چونکہ ایک چھٹی سے فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے۔ جب تک ساتھ ہفتہ کا کچھ وقت نہ ملے اس لئے جس دن ان کے قادیان آنے کا موقع ہوتا۔ تو ان کا افسردہ فتر والوں سے کہہ دیتا کہ آج جلدی کام ختم ہونا چاہئے کیونکہ منشی جی نے قادیان جانا ہے۔ اگر وہ نہ جاسکے تو ان کے دل سے ایسی آہ نکلے گی کہ میں برباد ہو جاؤں گا اور اس طرح ہمیشہ ان کو ٹھیک وقت پر فارغ کر دیتا۔ افسر گو ہندو تھا مگر آپ کی نیکی، تقویٰ اور قبولیت دعا کا اس پر ایسا اثر تھا کہ وہ آپ ہی آپ ان کے لئے قادیان آنے کا وقت نکال دیتا اور کہتا کہ اگر یہ قادیان نہ جاسکے تو ان کے دل سے ایسی آہ نکلے گی کہ میں نہیں بچ سکوں گا۔

تو انسان جیسا اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرتا ہے۔ ویسا ہی وہ اس سے کرتا ہے۔ پس جس رنگ میں انسان اپنے دل کو اس کے لئے پگھلاتا ہے۔ اسی رنگ میں اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ دنیا سے مارتی ہے گالیاں دیتی ہے اسے دبانے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر وہ ہر دفعہ دبائے جانے کے بعد گیند کی طرح پھرا بھرتا ہے۔ ایسے مومنوں کو ہر طرح کی روکوں کے باوجود اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے اور یہی حقیقی جماعت ہوتی ہے جو ترقی کرتی ہے۔ پس اپنے دلوں کو ایسا ہی بناؤ اور ایسی محبت سلسلہ کے لئے پیدا کرو۔ پھر دیکھو تمہیں اللہ تعالیٰ کس طرح بڑھاتا ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں ان کو تو مانگنا بھی نہیں پڑتا۔ بعض وقت وہ ناز کے انداز میں کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ خود بخود ان کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہی میں نے یہ واقعہ بھی سنا ہے کہ ایک بزرگ تھے ایک دفعہ ان پر ایسی حالت آئی۔ کہ وہ سخت مصیبت میں تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ دعا کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے کہا کہ اگر میرا رب مجھے نہیں دینا چاہتا تو میرا دعا کرنا گستاخی ہے۔ جب اس کی مرضی نہیں تو میں کیوں مانگوں اس صورت میں تو میں یہی کہوں گا کہ مجھے نہ ملے اور اگر وہ دینا چاہتا ہے تو میرا مانگنا بے صبری ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ دعا کرتے ہی نہیں۔ بلکہ کبھی کبھی کامل مومنوں پر ایسی کیفیات آتی ہیں کہ وہ کہتے ہیں۔ اچھا ہم مانگیں گے نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ہماری ضرورت کو پورا کرے گا۔ مگر یہ مقام یونہی حاصل نہیں ہوتا۔ یہ مت خیال کرو کہ تم یونہی بیٹھے رہو۔ اپنے قلوب میں محبت نہ پیدا کرو۔ نمازوں میں خشوع و خضوع پیدا نہ کرو۔ صدقہ و خیرات اور چندوں میں غفلت کرو۔ جھوٹ اور فریب سے کام لیتے رہو اور پھر بھی

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے وارث ہو جاؤ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔.....

میں نے کئی دفعہ پہلے بھی سنایا ہے کہ قاضی امیر حسین صاحبؒ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی تھے۔ احمدی ہونے سے قبل وہ کٹر وہابی تھے اور اس وجہ سے کئی باتیں ظاہری آداب کی وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب حضور باہر تشریف لاتے تو دوست کھڑے ہو جاتے تھے۔ قاضی صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ یہ جائز نہیں بلکہ شرک ہے اور اس بارہ میں ہمیشہ بحث کیا کرتے تھے کہ اگر آج ہم میں ایسی باتیں موجود ہیں تو آئندہ کیا ہوگا۔ وہ میرے استاد تھے میری خلافت کا زمانہ آیا۔ تو ایک دفعہ میں باہر آیا تو وہ معاً کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا قاضی صاحب یہ تو آپ کے نزدیک شرک ہے۔ اس پر وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ خیال تو میرا یہی ہے۔ مگر کیا کروں رکنا نہیں جاتا۔ اس وقت بغیر خیال کے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ میں نے کہا بس یہی جواب ہے آپ کے تمام اعتراضات کا۔ جہاں بناوٹ سے کوئی کھڑا ہو۔ تو یہ بے شک شرک ہے۔ مگر جب آدمی بے تاب ہو کر کھڑا ہو جائے۔ تو یہ شرک نہیں۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بعض امور ایسے ہیں جنہیں تکلف اور بناوٹ شرک بنا دیتے ہیں۔ فرماتے تھے۔ اپنے ایک بھائی کی وفات پر حضرت عائشہؓ نے بے اختیار چیخ ماری اور منہ پر ہاتھ مار لئے کسی نے ان سے دریافت کیا کہ کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا بے اختیاری میں ایسا ہو گیا میں نے جان کر نہیں کیا تو قاضی صاحب کی یہ بات مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ یا تو وہ بحث کیا کرتے تھے اور یا خود کھڑے ہو گئے۔ یہ قلبی حالت ہی اصل حالت ہے جو بات بے ساختگی میں آپ ہی آپ ہو جائے وہی اصل نیکی ہے، اس سے نیچے جو نیکی ہے وہ نیکی تو ہے مگر سہارے کی محتاج ہے۔ اصل نیکی وہی ہے جو آپ ہی آپ ہو اور ارادہ سے بھی پہلے کام ہو جائے۔

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 886 تا 889)

## اذان دینا بڑے ثواب کا کام ہے

احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کہا کرتے تھے کہ یا اللہ! ابو بکرؓ کو میرے ساتھ رکھ۔ قرآن کریم اس معیت کی شہادت اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے الفاظ میں دیتا ہے۔ یہ معیت بوجہ سابق بالا ایمان ہونے کے تھی۔ پھر ان سے اتر کر دیگر صحابہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ

وغیر ہم تھے۔ وہ لوگ بمنزلہ ایسی زمین کے تھے جن میں اسلام کا بیج بویا گیا اور بعد میں آنے والے اس وقت آئے جب پھل آ گیا۔ السَّبْتُونَ الْأَوَّلُونَ وہی لوگ تھے جو اس وقت آئے جب اسلام کا پودا لگایا جا رہا تھا اور جب ساری دنیا سے اکھیڑنے کے درپے تھی گو نہیں کہہ سکتے کہ بعد میں آنے والے پھل کھانے کو آئے مگر آئے اس وقت جب پھل آچکا تھا۔

یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا ہے۔ ان پر چند لوگ اس وقت ایمان لائے جب آپ کا ساتھ دینا ہلاکت تھا ایسے ہی لوگ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کے مثل تھے۔ انہوں نے اپنے قلوب کو پیش کیا کہ ان میں احمدیت کا بیج بویا جائے اور احمدیت کا پودا نشوونما پائے پھر اور لوگ آئے مگر وہ پہلے لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے سوائے اس کے کہ وہ تقویٰ میں اس قدر ترقی کر جائیں کہ ان کے دل کا غم ان کے بعد زمانی سے بھاری ہو جائے۔

پہلے آنے والے لوگوں میں سے ایک سید قاضی امیر حسین صاحبؒ بھی تھے وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اُس وقت جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی الفاظ نبی اور محدث وغیرہ کی تشریح کر رہے تھے کہتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں۔ دوسرے لوگوں سے بھی اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی کہتے۔

پہلے پہل وہ قادیان میں سات روپیہ ماہوار پر آئے اب تو اس تنخواہ پر چپڑا سی بھی نہیں ملتا۔ ان کی طبیعت بہت تیز تھی جلد غصہ آجاتا تھا حضرت خلیفہ اولؓ کے سامنے تو غصہ کا اظہار بھی کرنے لگ جاتے تھے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہمیشہ مؤدب رہتے۔ مجھے اُن کا ایک لطیفہ یاد ہے، یہاں ایک افغان مہاجر تھے جو مسجد میں اذان دیا کرتے تھے اُن کی آواز بھاری تھی ایک روز قاضی صاحب نے اُن کو اپنے پاس محبت سے بٹھالیا وہ کہتا تھا میں نے سمجھا مجھے کچھ انعام دینے لگے ہیں مگر پاس بٹھانے کے بعد کہا دیکھو جس وقت تم اذان کہتے ہو اُس وقت خدا اور فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ آج کل بھی ہماری دونوں مسجدوں میں اس قسم کے مؤذن ہیں کہ اُن کو مؤذن نہیں کہہ سکتے۔ اس مسجد کے مؤذن تو اس طرح اذان دیتے ہیں جیسے کوئی بند ٹوکری میں بیٹھ کر بولتا ہے۔ اذان دینا بڑا ثواب کا کام ہے اور بڑے بڑے آدمی اذان دیا کرتے تھے حضرت عمرؓ نے کہا تھا اگر میں خلیفہ نہ ہوتا تو اذان دیا کرتا۔ یہاں مولوی عبدالکریمؒ صاحب بھی اذان دیا کرتے تھے۔ ہم بھی مؤذن تھے۔ ہم چند آدمی بڑے شوق

سے اذان دیتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات ایک نے اذان کہہ دی ہوتی تو دوسرا بھی کہہ دیتا اس طرح کبھی کبھی اس مسجد میں نماز کے لئے تین تین اذانیں ہو جاتیں۔ مجھے یاد ہے مولوی عبدالکریم صاحبؒ نے ایک دفعہ اس پر بہت ڈانٹا۔ میں نے مولوی عبدالکریم صاحبؒ کو اور حضرت خلیفہ اولؒ کو بھی اذان کہتے دیکھا ہے مگر اب سمجھا جاتا ہے کہ جو دریاں وغیرہ جھاڑنے پر مقرر ہو وہی اذان بھی دے دیا کرے۔ اس مسجد مبارک کی اذان تو بعض دفعہ دکاندار بھی نہیں سنتے۔ صبح کے وقت جب کہ لوگ ابھی خواب کی حالت میں ہوتے ہیں ایسی اذان کچھ معنی نہیں رکھتی۔ میں اگرچہ پاس ہی سوتا ہوں بعض اوقات میں بھی بمشکل جاگتا ہوں۔ مجھے خیال آتا ہے کہ اگر قاضی امیر حسین صاحبؒ اس وقت زندہ ہوتے تو ایسے مؤذن کو کتنی لعنتیں ملتیں۔ قاضی صاحبؒ میں جوش تھا مگر اپنی غلطی معلوم ہونے پر دَب بھی جاتے تھے۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ نمبر 332 تا 333)

## امام موسیٰ رضا کی رہائی

جہاں دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص پایا جاتا ہو۔ وہاں وہ آپ ہی آپ ان لوگوں کی حفاظت کرتا ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہوا ہے کہ ایک دفعہ غالباً ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک بزرگ جو اہل بیعت میں سے تھے اور جن کا نام موسیٰ رضا تھا۔ اس بہانہ سے قید کر دیئے گئے کہ ان کی وجہ سے فتنہ کے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ ایک دفعہ آدھی رات کے وقت ایک شخص ان کے پاس قید خانہ میں رہائی کا حکم لے کر پہنچا۔ وہ بہت حیران ہوئے کہ میں تو سیاسی قیدی تھا۔ پھر اس طرح میری فوری رہائی کس طرح ہوگئی۔ وہ بادشاہ سے ملے تو اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آپ نے مجھے اس طرح یکا یک رہا کر دیا۔ اس نے کہا کہ وجہ یہ ہوئی کہ میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے آ کر مجھے جگایا ہے۔ خواب میں ہی میری آنکھ کھلی تو پوچھا آپ کون ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہارون الرشید یہ کیا بات ہے کہ تم آرام سے سو رہے ہو اور ہمارا بیٹا قید خانہ میں ہے۔ یہ سن کر مجھ پر ایسا رعب طاری ہوا کہ اسی وقت رہائی کے احکام بھجوائے۔ انہوں نے کہا کہ اس روز مجھے بھی قید خانہ میں بڑا کرب تھا۔ اس سے پہلے مجھے بھی کبھی رہائی کی خواہش پیدا نہ ہوئی تھی۔ (خطبات محمود جلد 19 صفحہ 890 تا 891)

## منتقی ال محمدؐ کی عصمت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے ایک واقعہ سنا ہوا ہے کہ ہارون الرشید نے امام موسیٰ رضاؑ کو کسی وجہ سے قید کر دیا اور اُن کے ہاتھوں اور پاؤں میں رسیاں باندھ دی گئیں۔ اُس زمانہ میں سپرنگ دار گدی لیلے تو نہ تھے عام روئی کے گدی لیلے ہوتے تھے ہارون الرشید اپنے محل میں آرام دہ گدیوں پر سو یا ہوا تھا کہ اُس نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور آپؐ کے چہرہ پر غضب کے آثار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہارون الرشید! تم ہم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو مگر تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم تو آرام دہ گدیوں پر گہری نیند سو رہے ہو اور ہمارا سچا شدت گرما میں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے قید خانہ کے اندر پڑا ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر ہارون الرشید بیتاب ہو کر اُٹھ بیٹھا اور ایک کمانڈر کو ساتھ لے کر اُسی جیل خانہ میں گیا اور اپنے ہاتھ سے اُن کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیاں کھولیں۔ انہوں نے ہارون الرشید سے کہا آپ تو اتنے مخالف تھے اب کیا بات ہوئی کہ خود چل کر یہاں آ گئے۔ ہارون الرشید نے اپنا خواب سُنایا اور کہا میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ میں اصل حقیقت کو نہ جانتا تھا۔ اب دیکھو اُس زمانہ میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کے زمانہ میں کتنا بڑا فاصلہ تھا۔ ہم نے کئی بادشاہوں کی اولادوں کو دیکھا ہے کہ وہ در بدر دھکے کھاتی پھرتی ہیں۔ میں نے خود دہلی میں ایک سقہ دیکھا جو شاہانِ مغلیہ کی اولاد میں سے تھا۔ وہ لوگوں کو پانی پلاتا پھرتا تھا مگر اس میں اتنی حیا ضرورت تھی کہ مالکتا کچھ نہ تھا۔ دوسری طرف حضرت علیؑ کی اولاد کو دیکھو کہ اتنی پشتیں گزرنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ ایک بادشاہ کو رویا میں ڈراتا ہے اور اُن سے حُسن سلوک کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اگر حضرت علیؑ کو اس اعزاز کا پتہ ہوتا اور اُن کو غیب کا علم حاصل ہوتا اور وہ محض اس عزت افزائی کے لئے اسلام قبول کرتے تو ان کا ایمان صرف سودا اور دوکانداری رہ جاتا کسی انعام کا موجب نہ بنتا۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 26)

## حضرت سید فضل شاہ صاحبؒ

ڈاکٹر سید عنایت اللہ شاہ صاحب ایک نہایت ہی پرانے احمدی خاندان میں سے ہیں ان کے والد سید فضل شاہ صاحبؒ حضرت صاحب کے نہایت ہی مکرم صحابی تھے اور عام طور پر حضرت صاحب کی خدمت کیا کرتے تھے اور اکثر قادیان میں آتے جاتے تھے۔ سیدنا ناصر شاہ صاحبؒ

اور سیر جو بعد میں شاید ایس ڈی او ہو گئے تھے ان کے بھائی تھے۔ ان میں بھی بڑا اخلاص تھا اور وہ بھی حضرت صاحب کو بہت پیارے تھے اور وہ بھی اپنے اخلاص کی وجہ سے اپنے بھائی کو کہا کرتے تھے کہ کام کچھ نہ کرو، قادیان جا کر بیٹھے رہو، حضرت صاحب سے ملاقات کیا کرو، مجھے کچھ ڈائریاں بھیج دیا کرو، کچھ دعاؤں کے لئے کہتے رہا کرو، اخراجات میں بھیجا کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرتے رہتے تھے۔ محض اسی وجہ سے کہ وہ قادیان میں حضرت صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک وحی جس کے شروع میں اللہ جی آتا ہے اور جو خاص ایک رکوع کے برابر ہے۔ وہ ایسی حالت میں نازل ہوئی جب کہ حضرت صاحب کو درگزر کی شکایت تھی اور وہ (سید فضل شاہ صاحب) آپ کو دہا رہے تھے۔ گویا ان کو یہ خاص فضیلت حاصل تھی کہ ان کی موجودگی میں دباتے ہوئے حضرت صاحب پر وحی نازل ہوئی اور وحی بھی اس طرز کی تھی کہ کلام بعض دفعہ اونچی آواز سے آپ کی زبان پر بھی جاری ہو جاتا تھا۔ مجھے یاد ہے ہم چھوٹے بچے ہوتے تھے کہ ہم بے احتیاطی سے اس کمرہ میں چلے گئے جس میں حضرت صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے اوپر چادر ڈالی ہوئی تھی اور سید فضل شاہ صاحب مرحوم آپ کو دہا رہے تھے ان کو محسوس ہوتا تھا کہ وحی ہو رہی ہے۔ انہوں نے اشارہ کر کے مجھے کہا یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ ہم باہر آ گئے۔ بعد میں پتہ لگا کہ بڑی لمبی وحی تھی جو نازل ہوئی تھی۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 673)

### حضرت منشی اروڑہ صاحب کا عشق:

میں نے کئی دفعہ اس زمانہ کے ایک عاشق کا بھی قصہ سنایا ہے۔ منشی اروڑہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشاق میں سے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ کوشش کرتے تھے کہ ہر جمعہ یا اتوار کو قادیان پہنچ جایا کریں۔ چنانچہ انہیں جب بھی چھٹی ملتی یہاں آ جاتے اور کوشش کرتے کہ اپنے سفر کا ایک حصہ پیدل طے کریں تاکہ کچھ رقم بچ جائے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ اُن کی تنخواہ اس وقت بہت تھوڑی تھی۔ غالباً پندرہ بیس روپے تھی اور اس میں وہ نہ صرف گزارہ کرتے بلکہ سفر خرچ بھی نکالتے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی نذرانہ پیش کرتے۔ میں نے



ان کا ہمیشہ ایک ہی کوٹ دیکھا ہے۔ دوسرا کوٹ پہنتے ہوئے میں نے ان کو ساری عمر میں نہیں دیکھا۔ انہوں نے تہہ بند باندھا ہوا ہوتا تھا اور معمولی سا کرتہ ہوتا تھا۔ ان کی بڑی خواہش یہ ہوتی تھی کہ وہ آہستہ آہستہ کچھ رقم جمع کرتے رہیں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں نذرانہ عقیدت کے طور پر پیش کر دیں۔ رفتہ رفتہ وہ اپنی دیانت سے ترقی کرتے چلے گئے اور تحصیلدار ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے کچھ مہینوں یا ایک سال کے بعد وہ قادیان میں آئے اور مجھے اندر کسی نے آکر کہا کہ منشی ارڑہ صاحبؒ دروازہ پر آپ کو ملنے کے لئے آئے ہیں۔ میں باہر گیا انہوں نے جلدی سے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب میں سے (مجھے اچھی طرح یاد نہیں) تین یا چار پونڈ سونے کے نکالے اور نکال کر میرے سامنے کیے۔ جونہی انہوں نے پونڈ دینے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ ان پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ وہ چیخیں مار کر رونے لگ گئے اور انہوں نے اس طرح تڑپنا شروع کر دیا جس طرح ذبح کیا ہوا بکرا تڑپتا ہے میری عمر اس وقت چھوٹی تھی انیس سال عمر تھی۔ میں انہیں اس حالت میں دیکھ کر گھبرا گیا کہ نامعلوم انہیں کیا ہو گیا ہے۔ مگر میں چُپکا کھڑا رہا۔ وہ روتے رہے، روتے رہے اور روتے رہے کئی منٹ رونے کے بعد جب وہ اپنے نفس کو قابو کر سکے یعنی اتنا قابو کہ ان کے گلے میں سے آواز نکل سکے۔ تو نہایت ہی کرب اور اندوہ سے انہوں نے مجھے کہا کہ میری بد قسمتی دیکھو کہ ساری عمر میرے دل میں یہ خواہش رہی کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے سونا تحفہ کے طور پر پیش کروں۔ مگر اس کی توفیق نہ ملی۔ مگر اب جو میں سونا پیش کرنے کے قابل ہوا۔ تو وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ یہ کہہ کر ان پر پھر وہی حالت طاری ہو گئی اور ذبح کئے ہوئے بکرے کی طرح تڑپنے لگے اور میں جواب ان کے جذبات سے واقف ہو چکا تھا۔ اپنے جذبات کو بصد مشکل دبا کر ان کے سامنے کھڑا رہا۔ تو اگر واقعہ میں دنیا کی یہ نعمتیں کوئی نعمتیں ہیں اور اگر واقعہ میں ان سے ہمیں کوئی حقیقی آرام پہنچ سکتا ہے۔ تو ایک مومن کا دل ان کو استعمال کرتے وقت ضرور دکھتا ہے کہ اگر یہ نعمتیں ہیں تو پھر یہ اس قابل تھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتیں اور پھر آپ کے بعد آپ کے ظل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملتیں میں چھوٹا ہی تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مجھے شکار کا شوق پیدا ہو گیا۔ ایک ہوائی

بندوق میرے پاس تھی۔ جس سے میں شکار مار کر گھر لایا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ کھانا کم کھایا کرتے تھے اور آپ کو دماغی کام زیادہ کرنا پڑتا تھا اور میں نے خود آپ سے یا کسی اور طبیب سے یہ سنا ہوا تھا کہ شکار کا گوشت دماغی کام کرنے والوں کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اس لئے میں ہمیشہ شکار آپ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہی نہیں کہ اس زمانہ میں میں نے خود کبھی شکار کا گوشت اپنے لئے پکوا یا ہو۔ ہمیشہ میں شکار مار کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دے دیا کرتا تھا۔ تو جب انسان کو اپنے محبوب سے محبت کامل ہوتی ہے۔ تو پھر یا تو وہ کسی چیز کو راحت ہی نہیں سمجھتا اور یا اگر راحت سمجھتا ہے تو کہتا ہے۔ یہ اس کے محبوب کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم کے بڑے بڑے معارف اپنے فضل سے کھولے ہیں۔ مگر بیسیوں مواقع مجھ پر ایسے آئے ہیں جبکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نقطہ مجھ پر کھولا گیا۔ تو میرے دل میں اس وقت بڑی تمنا اور آرزو یہ پیدا ہوئی کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے زمانہ میں یہ نقطہ مجھ پر کھلتا۔ تو میں ان کے سامنے پیش کرتا اور مجھے ان کی خوشنودی حاصل ہوتی اصل مقام تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی ہے۔ حضرت خلیفہ اولؑ کا خیال مجھے اس لئے آیا کرتا ہے کہ انہوں نے مجھے قرآن شریف پڑھایا اور انہیں مجھ سے بے حد محبت تھی اور ان کی یہ خواہش ہوا کرتی تھی کہ میں قرآن پر غور کروں اور اس کے مطالب نکالوں تو یہ چیزیں جو ہیں ہمارے لئے حقیقی راحت کا موجب نہیں ہو سکتیں بلکہ اگر ہمارے عشق وابستہ ہیں بعض ایسی ہستیوں سے جو اب دنیا میں موجود نہیں تو یہ نعمتیں بجائے راحت کے ہمارے لئے تکلیف کا موجب ہو جاتی ہیں۔ جب بھی جلسہ ہوتا ہے اور لوگ دور دور سے جمع ہوتے ہیں میرے قلب پر اس وقت رقت طاری ہو جاتی ہے اس خیال سے کہ سلسلہ کی یہ عظمت اور یہ شان اور اس کی یہ ترقی ہم لوگ جن کا اس ترقی میں کوئی بھی ہاتھ نہیں وہ تو دیکھ رہے ہیں مگر وہ شخص جس کے ذریعہ سے یہ سب کام ہوا اور جس نے اس کی خاطر سب دنیا سے تکلیفیں سہیں وہ انہیں نہیں دیکھ رہا۔

(خطبات محمود جلد 24 صفحہ 167 تا 169)

میں نے حضرت مرزا صاحبؒ کا منہ دیکھا ہوا ہے

ہمارے منشی اروڑے خان صاحبؒ جو کپورتھلہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہایت پرانے مخلصوں اور آپ کے عاشقوں میں سے تھے۔ انہوں نے

مجھے خود سنایا کہ ایک دفعہ ہمارے علاقہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب آگئے۔ میرے بعض دوست میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ آج کل بڑا عمدہ موقعہ ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب آئے ہوئے ہیں۔ آپ بھی چلیں اور ان کی کچھ باتیں سن لیں وہ کہنے لگے میں نے پہلے تو انکار کیا۔ مگر وہ اصرار کرتے چلے گئے اور آخر ان کے اصرار پر میں مولوی صاحب کے پاس چلا گیا مولوی صاحب آدھ گھنٹہ تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف دلیلیں دیتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے کہا۔ مولوی صاحب آپ بے کار گلا پھاڑ رہے ہیں۔ آپ دلیلیں دے رہے ہیں اور میں نے مرزا صاحب کا منہ دیکھا ہوا ہے۔ ان کا منہ دیکھنے کے بعد میں ان کو جھوٹا کہہ ہی نہیں سکتا۔ آپ خواہ رات اور دن دلیلیں دیتے رہیں۔ آپ کی ان دلیلوں کا اثر مجھ پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ کی باتیں سب سنی سنائی ہیں اور میری دیکھی ہوئی ہیں۔ میں نے جس شخص کے متعلق تجربہ کر لیا ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اگر اس کے متعلق آپ لاکھ دلیلیں بھی دیں گے۔ تو میں آپ کو ہی جھوٹا کہوں گا انہیں جھوٹا نہیں کہہ سکتا یہی بات اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائی ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُيِّمْتُمْ فِئَةٌ فَاثْبُتُوا (الانفال: 46)** اے مومنو جب دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو۔ تو اگر تم نے دلیل سے مانا ہے۔ تو تمہارے لئے گھبرانے کی کوئی بات ہے۔ میں نے دیکھا ہے کئی لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خواب دیکھ کر ایمان لائے تھے۔ اب اگر کوئی شخص کسی مولوی کی تقریر سن کر آپ کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو وہ خود اپنے عمل سے اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ وہ شیطان کا چیلہ تھا جس نے اسے غلط راستہ پر چلا دیا۔ اسی طرح ہماری جماعت میں ہزاروں لوگ ایسے ہیں۔ جو خوابیں دیکھ کر میری بیعت میں شامل ہوئے۔ اب اگر کوئی شخص کسی نالائق بھکاری اور فقیر کی باتیں سن کر دھوکا میں آجاتا ہے یا اس لئے دھوکا میں آجاتا ہے کہ خلیفہ اولؑ کا بیٹا ایسا کہہ رہا ہے۔ تو ہر انسان اسے کہے گا کہ اے بیوقوف کیا تجھے خدا نے نہیں کہا تھا کہ یہ شخص سچا ہے۔ اے بیوقوف اگر صداقت وہی ہے جس کا تو اب اظہار کر رہا ہے تو تو نے اپنی خواب کیوں شائع کرائی تھی۔

اے کذاب جب تو نے مجھے یا الفضل والوں کو خواب بھجوائی تھی۔ تو صرف اس لئے بھجوائی تھی کہ تجھے یقین تھا کہ یہ خواب تجھے خدا نے دکھائی ہے۔ اے کذاب اب تو اپنے خدا کو جھوٹا کہتا ہے اور خلیفہ اولؑ کی اولاد کو سچا سمجھتا ہے۔ خلیفہ اولؑ تو خود خدا کے غلام تھے۔ تجھے شرم

نہیں آتی کہ تو خدا کے مقابلہ میں کس کو پیش کر رہا ہے۔ خدا کے مقابلہ میں تو مرزا صاحب کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ خدا کے مقابلے میں تو نوح اور ابراہیم اور موسیٰ کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر وہ خواب خدا کی طرف سے تھی۔ تو اے نالائق تو اب اسے رد کیوں کرنے لگا ہے اور کیوں اپنے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرنے لگا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت میں تین قسم کے آدمی پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جنہوں نے مولوی صاحب (خلیفہ اول رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے مجھے مانا ہے۔ وہ مولوی صاحب سے عقیدت رکھا کرتے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ مولوی صاحب احمدی ہو گئے ہیں۔ تو وہ بھی احمدی ہو گئے اور انہوں نے بیعت کر لی اور ایک وہ طبقہ ہے۔ جو تعلیم یافتہ ہے اس نے جب دیکھا کہ ایک منظم جماعت موجود ہے۔ تو اس نے کہا آؤ ہم بھی اس جماعت میں داخل ہو جائیں تاکہ ان کی وجہ سے سکول اور کالج کھولے جائیں اور تیسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے دلائل اور نشانات کو دیکھ کر میری صداقت کو تسلیم کیا ہے۔ میں صرف ان لوگوں پر اعتبار کرتا ہوں۔ جو میرے الہامات اور نشانات کو دیکھ کر مجھ پر ایمان لائے ہیں۔ جنہوں نے مولوی صاحب کی وجہ سے مجھے مانا ہے۔ وہ اگر مولوی صاحب کی کوئی ایسی بات دیکھیں گے جو انہیں ناپسند ہوگی تو ہو سکتا ہے کہ وہ مرتد ہو جائیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو اس لئے ہماری جماعت میں داخل ہوئے ہیں کہ یہ ایک منظم جماعت ہے۔ ہم مل کر سکول اور کالج کھولیں گے وہ جس دن یہ دیکھیں گے کہ میرے سچے تابع کسی حکمت کے ماتحت سکولوں اور کالجوں پر کسی اور چیز کو ترجیح دے رہے ہیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ وہ مرتد ہو جائیں۔ میں صرف ان کو ترجیح دیتا ہوں جو خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے میرے دلائل اور نشانات کو دیکھ کر مجھ پر ایمان لائے ہیں۔ جو لوگ مولوی صاحب کی وجہ سے ایمان لائے ہیں۔ ان کا ایمان مولوی صاحب پر ہے مجھ پر نہیں۔ جو لوگ ایک تنظیم اور جتھہ بندی کو دیکھ کر جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ ان کا ایمان بھی واسطے کا ایمان ہے اور مجھے واسطے کے ایمان کی ضرورت نہیں۔ میں ایسے لوگوں کو اپنی جماعت میں نہیں سمجھتا۔ میری جماعت میں سچے طور پر وہی لوگ داخل ہیں۔ جنہوں نے خدا کے نشانوں کی وجہ سے اور اس کی رضا کے لئے مجھے قبول کیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت تک جن لوگوں نے اس فتنہ میں حصہ لیا ہے۔ وہ نہایت ہی ذلیل اور گھٹیا قسم کے ہیں۔ ایک بھی ایسی مثال نہیں پائی جاتی کہ

جماعت کے صاحب علم اور تقویٰ اور صاحبِ کشف لوگوں میں سے کوئی شخص فتنہ میں مبتلا ہوا ہو سارے کے سارے خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے پاؤں پر کھڑے رہے۔

(الفضل 31 اگست 1956ء جلد 10/45 نمبر 204 صفحہ 3)

## آنحضرت ﷺ کی عزت کے قیام کی دھن

عارضی غیرت بھی دنیا میں بڑے بڑے کام کرا لیتی ہے جیسے بغداد کے برائے نام بادشاہ سے کرا دیا مگر یہ غیرت ایمان کی علامت نہیں۔ اگر ایمانی غیرت ہوتی تو اسلام کے دن اُسی وقت پھر جاتے مگر انہوں نے عورت کو چھڑا یا اور پھر سو گئے۔ ایسی عارضی غیرت سے اسلام زندہ نہیں ہو سکتا۔ اسلام اُس غیرت سے زندہ ہوتا ہے جو کبھی مٹ نہ سکے۔ اُس آگ سے زندہ ہو سکتا ہے جو کبھی سرد نہ ہو سکے جب تک کہ سارے جہاں کو جلا کر راکھ نہ کر دے۔ اُس زخمی دل سے ہو سکتا ہے جو کبھی اندمال نہ پائے، اُسے وہ دیوانہ زندہ کر سکتا ہے جس کی دیوانگی پر ہزار فرزانگیاں قربان کی جا سکیں۔ یہی دیوانگی پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ اور اسی روح کو آپ کی زندگی میں ہم نے مشاہدہ کیا۔ آپ کے اندر سوتے، جاگتے، اُٹھتے، بیٹھتے، کھاتے، پیتے، چلتے پھرتے ہم نے دیکھا کہ ایک آگ تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ محمد رسول ﷺ کی عزت کو دنیا میں دوبارہ قائم کیا جاسکے۔ آج نادان اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول کریم ﷺ کی ہتک کی۔ مگر ہمیں تو معلوم ہے کہ آپ کو کس طرح ہر وقت آنحضرت ﷺ کی عزت قائم کرنے کی دھن لگی رہتی تھی۔ مجھے ایک بات یاد ہے جو گو اُس وقت تو مجھے بُری ہی لگی تھی مگر آج اس میں بھی ایک لذت محسوس کرتا ہوں۔ ہمارے بڑے بھائی میرزا سلطان احمد صاحب مرحوم ایک دفعہ باہر سے یہاں آئے۔ ابھی تک انہوں نے بیعت کا اعلان نہیں کیا تھا۔ میں اُن سے ملنے گیا میرے بیٹھے بیٹھے ہی ڈاک آئی۔ اُس زمانہ میں تو بین مذاہب کے قانون کا مسودہ تیار ہو رہا تھا۔ اس سے بات چل پڑی تو مرزا سلطان احمد صاحب کہنے لگے اچھا ہوا بڑے مرزا صاحب فوت ہو گئے۔ (وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑے مرزا صاحب کہا کرتے تھے) ورنہ سب سے پہلے وہ جیل جاتے کیونکہ انہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ کی توہین کو برداشت نہیں کرنا تھا۔ اُس وقت تو یہ بات مجھے بُری لگی

کیونکہ اس میں بے ادبی کا پہلو تھا مگر اس سے اُس محبت کا اظہار ضرور ہوتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ سے تھی۔ تو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کو دیکھا۔ آپ ایک آگ میں کھڑے تھے وہی آگ آپ نے ورثہ میں ہمیں دی ہے اور جس احمدی میں وہ آگ نہیں وہ آپ کا صحیح روحانی بیٹا نہیں۔

میں کہہ رہا تھا کہ ایک سال کا عرصہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی گئیں اور کہا گیا کہ فرعون کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے گا۔ گالیاں تو آپ کو ہمیشہ ہی دی جاتی ہیں مگر یہ آواز قادیان میں سخت گستاخی اور دل آزار طریق پر اٹھائی گئی۔ ہمارے کانوں نے اسے سنا اور ہمارے دلوں کو اس نے زخمی کر دیا۔ اور جماعت میں ایک عام جوش اور اس کے نتیجے میں کام کرنے کا ایک عام ولولہ پیدا ہو گیا مگر میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ زخم ابھی تک ہرا ہے یا مندمل ہو رہا ہے؟ جس کا زخم مندمل ہو رہا ہے وہ سمجھ لے کہ وہ اُس ایمان کو نہیں پاسکا جو کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ لیکن اگر آج بھی ہرا ہے، آج بھی تم قربانی کے لئے اُسی طرح تیار ہو، آج بھی اپنی گردن آستانہ الہی پر اُسی طرح کٹوانے پر آمادہ ہو تو سمجھو کہ تمہارے اندر ایمان موجود ہے۔ اچھی طرح یاد رکھو کہ ایمان جنون اور موت ایک ہی چیز ہے سوائے اس کے کہ دُنوی جنون میں عقل ماری جاتی ہے اور صحیح مذہبی جنون میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس اپنے دلوں کو ٹٹولو اور دیکھو کہ تمہارے دل کی آگ کی وہ حالت تو نہیں جو لوہے کی ہوتی ہے۔ جب اُسے آگ میں ڈالا جاتا ہے، جب اُسے آگ سے نکالا جائے تو سرد ہو جاتا ہے۔ خدا کی محبت کی آگ ایسی نہیں کہ اس کے بغیر ایمان قائم رہ سکے۔ اس آگ میں مؤمن کا دل ہر وقت پگھلا رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کر کے بہت سی باتیں دور کر دی ہیں۔ اسی مقام قادیان میں گو حقیقتاً اس کی زمین میں نہیں ایک سال ہوا کہ احرار اصحابِ فیمل کی طرح آئے اور ان کے صدر نے اعلان کیا کہ فرعون کی تخت الٹ دیا جائے گا لیکن تمہاری کوشش اور محنت کے بغیر۔ آج کہاں ہے وہ تخت جس پر بیٹھ کر جماعت کے متعلق یہ الفاظ کہے گئے تھے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 654-655)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

صرف وہی تحریریں پیش ہونی چاہئیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذاتی ہوں کیونکہ ان

کے متعلق ایک لحظہ کے لئے بھی ہمیں یہ خیال نہیں آ سکتا کہ ان میں رسول کریم ﷺ کی ہتک کی گئی ہے۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں خود اپنے کانوں سے سنیں آپ کے طریق عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کی پاکیزہ زندگی کا روز و شب مشاہدہ کیا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پڑھی جائیں یا نہ پڑھی جائیں ہم تو ہر تحریر کو مد نظر رکھتے ہوئے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان خیالات کو مد نظر رکھتے ہوئے جن کو ظاہر ہونے کا موقع نہیں ملا ہر وقت قسم کھانے کے لئے تیار ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول کریم ﷺ کی توہین نہیں کی۔ بھلا آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی کوئی شبہ رہ سکتا ہے۔ منشی اروڑے خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور صحابی گزرے ہیں کپورتھلہ میں تحصیلدار تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے مولوی ثناء اللہ صاحب کپورتھلہ یا کسی قریب کے مقام پر گئے تو ان کے دوست انہیں بھی مولوی صاحب کی تقریر سنانے لے گئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تقریر میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراضات کئے تو منشی اروڑے خان صاحب کے ساتھی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بعد میں انہیں کہا آپ نے دیکھا مرزا صاحب پر کیسے کیسے اعتراض پڑتے ہیں۔ منشی صاحب کہنے لگے تم ساری عمر اعتراض کرتے رہو میں نے تو اپنی آنکھوں سے مرزا صاحب کو دیکھا ہے انہیں دیکھنے کے بعد اور ان کی سچائی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد میں کس طرح تمہاری باتیں مان سکتا ہوں۔ ہماری جماعت میں ابھی تک سینکڑوں نہیں ہزاروں وہ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں وہ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے آپ کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں وہ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عشق کا معائنہ کیا جو آپ کو رسول کریم ﷺ کی ذات سے تھا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں وہ لوگ زندہ ہیں جن کے دلوں میں رسول کریم ﷺ سے محبت و عشق کی لہریں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام اور آپ کی قوتِ قدسیہ سے پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد اگر ساری دنیا بھی متفق ہو کر یہ کہتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول کریم ﷺ کی ہتک کی تو بجز اس کے ہمارا کوئی جواب نہیں ہو سکتا کہ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ اور ہم ہر وقت ہر میدان میں یہ قسم کھانے کے لئے تیار ہیں کہ خدا تعالیٰ کی شدید سے شدید لعنت ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر نازل ہو اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شتم بھرنے بھی رسول کریم ﷺ کی ہتک کی ہو یا رسول کریم ﷺ کی ہتک کو کبھی برداشت کیا ہو یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عاشق اس اُمت میں پیدا ہوا ہو۔ پس اس کے لئے ہمیں کسی قسم کی شرط کی ضرورت نہیں، لمبی بخشش کرنے کی حاجت نہیں۔ اگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے پڑھنا چاہتے ہیں تو بیس پچیس منٹ اس کے لئے کافی ہیں اور اتنا وقت انہیں دے دیا جائے گا۔ اور اتنے ہی وقت میں ہم جواب دیدیں گے اور اگر وہ زیادہ وقت کی خواہش کریں تو جس قدر مناسب وقت کی ضرورت ہو ان کو دے دیا جائے گا اور اسی قدر وقت میں ہم جواب دے دیں گے۔

پھر یہ غلط ہے کہ میں اس مباہلہ میں شامل نہیں ہوں گا، میں ضرور شامل ہوں گا۔ یہ بھی غلط ہے کہ میرے بیوی بچے شامل نہیں ہوں گے وہ بھی ضرور شامل ہوں گے خواہ مجلس میں وہ شریک ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح میرے بھائی بھی شامل ہوں گے، سلسلہ کے ناظر شامل ہوں گے اور کم سے کم پانچ سو یا ہزار افراد بھی شامل ہوں گے۔ اگر مباہلہ میں لوگوں کو شریک کرنے کے لئے دقت پیش آئے تو انہیں آ سکتی ہے جن کی نمائندگی کا دعویٰ بے حقیقت ہے۔ میرے پاس تو جماعتوں اور افراد کی تاریخیں آ رہی ہیں کہ ہمیں اس مباہلہ میں ضرور شریک کیا جائے۔ پس ہمارے لئے کسی قسم کی گھبراہٹ کی بات نہیں۔ (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 581 تا 583)

## عاشق کا اپنے معشوق کی طرف جانا

ایک عاشق کا اپنے معشوق کی طرف جانا تھا اور دیکھ لو اس کا کیا رنگ تھا۔ جب تک نماز روزہ اور دوسری عبادت میں یہ رنگ پیدا نہیں ہوتا۔ اس وقت تک ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک شخص چندہ دیتا ہے مگر دل میں کہتا ہے کہ یہ ایک فرض قوم کی طرف سے لگایا گیا ہے۔ اس لئے اسے ادا کرتا ہوں۔ اس کا چندہ ادا کرنے کا رنگ اور ہوگا۔ لیکن ایک دوسرا شخص جو خدا تعالیٰ کی طرف بڑھنے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کا جوش اپنے دل میں رکھتا ہے۔ وہ اسے خدا کے قرب کا ایک ذریعہ سمجھ کر ادا کرے گا۔ اس لئے اسے ادا کرتے وقت اس کے دل میں امنگ اور جوش اور اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا ہوگی۔ وہ یہ محسوس کرے گا کہ اس کے ذریعہ میں خدا تعالیٰ کے اور قریب ہوں گا۔ اسی طرح جو شخص روزہ اسی کا نام سمجھتا ہے۔ کہ سحری کھالی اور پھر شام کو کھانا کھا لیا اس کی حیثیت صرف ایک مزدور کی سی ہے۔ جس کے سر پر ٹوکری رکھ دی گئی کہ فلاں جگہ پہنچا دے اور ظاہر ہے کہ مزدور کا سر پر ٹوکری اٹھانا اور رنگ رکھتا ہے۔ لیکن ایک شخص جس کا اکلوتا لڑکا سخت بیمار ہے۔ وہ گھر سے باہر اس کے لئے دوائی لانے کی غرض سے نکلتا ہے۔ تو اسے ایک



طیب مل جاتا ہے۔ جو اسے کہتا ہے کہ یہ دوائی لے جا کر اپنے بیٹے کو کھلا دو۔ وہ ایک منٹ میں تندرست ہو جائے گا۔ فکر کیوں کرتے ہو۔ وہ بھی ایک بوجھ اٹھا کر گھر کو لوٹتا ہے۔ مگر اس کے بوجھ اٹھانے اور مزدور کے بوجھ اٹھانے میں فرق ہے۔ مزدور تو سمجھتا ہے کہ میں نے یہ بوجھ فلاں جگہ پہنچانا ہے اور اس کے عوض دو آنے لینے ہیں اور بوجھ اس کی کمر کو توڑ رہا ہوتا ہے۔ مگر دوسرا سمجھتا ہے میں بوجھ نہیں بلکہ اپنے لڑکے کی زندگی اٹھائے لئے جا رہا ہوں۔ یہی حالت مومن کی ہوتی ہے جب وہ روزہ رکھتا ہے۔ تو یہ نہیں سمجھتا کہ میں بھوکا رہ رہا ہوں۔ بلکہ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ دل میں جوش اور امنگ پیدا ہوتی ہے اور امیدیں وسیع ہوتی ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید آج کا روزہ ہی اس پر وہ کو اٹھا دے جو میرے اور میرے خدا کے درمیان ہے اور جس کے اٹھنے کے بعد میرا خدا مجھے مل جائے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ شام کو مایوس ہی ہو جائے مگر دوسرے دن پھر وہ اسی شوق سے اٹھتا ہے اور پھر اسی جوش اور شوق کے ساتھ روزہ رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مومن کی مثال کیمیا گر کی ہوتی ہے۔ کیمیا گر بھی بار بار سونا بنانے کی کوشش کرتا ہے اور جب نہیں بنتا تو سمجھتا ہے۔ کہ میری غلطی سے نہیں بن سکا۔ آنچ کی کسر رہ گئی اور مجھ سے غلطی ہو گئی اور وہ پھر کوشش کرتا ہے اور پھر ناکام رہنے کے باوجود پھر کرتا ہے۔ اسی طرح مومن نماز پڑھتا ہے کہ اس کا خدا اسے مل جائے۔ مگر جب نہیں ملتا تو وہ مایوس ہو کر چھوڑ نہیں دیتا بلکہ پھر پڑھتا ہے۔

(الفضل 6 اکتوبر 1942ء جلد 30 نمبر 233 صفحہ 4)

## حضرت منشی اروڑے خان صاحبؒ کے اخلاص و قربانی کی مثال

مجھے وہ نظارہ نہیں بھولتا اور نہیں بھول سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک دن باہر سے مجھے کسی نے آواز دے کر بلوایا اور خادمہ یا کسی بچے نے بتایا کہ دروازہ پر ایک آدمی کھڑا ہے اور وہ آپ کو بلا رہا ہے میں باہر نکلا تو منشی اروڑے خان صاحبؒ مرحوم کھڑے تھے۔ وہ بڑے تپاک سے آگے بڑھے مجھ سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد انہوں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے اپنی جیب سے دو یا تین پونڈ نکالے اور مجھے کہا کہ یہ امان جان کو دے دیں اور یہ کہتے ہی ان پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ وہ چیخیں مار کر رونے لگ گئے اور ان کے رونے کی حالت اس قسم کی تھی کہ

یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے بکرے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ میں کچھ حیران سا رہ گیا کہ روکیوں رہے ہیں مگر میں خاموش کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ وہ خاموش ہوں تو ان سے رونے کی وجہ دریافت کروں۔ اسی طرح وہ کئی منٹ تک روتے رہے نشی اروڑے خان صاحب مرحوم نے بہت ہی معمولی ملازمت سے ترقی کی تھی پہلے کچھری میں وہ چپڑاسی کا کام کرتے تھے۔ پھر اہلمد کا عہدہ آپ کو مل گیا۔ اس کے بعد نقشہ نویسی ہو گئے۔ پھر اور ترقی کی تو سررشتہ دار ہو گئے اس کے بعد ترقی پا کر نائب تحصیلدار ہو گئے اور پھر تحصیلدار بن کر ریٹائر ہوئے۔ ابتداء میں ان کی تنخواہ دس پندرہ روپے سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ جب ان کو ذرا صبر آیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ روئے کیوں ہیں۔ وہ کہنے لگے میں غریب آدمی تھا مگر جب بھی مجھے چھٹی ملتی میں قادیان آنے کے لئے چل پڑتا تھا۔ سفر کا بہت سا حصہ پیدل ہی طے کرتا تھا۔ تاکہ خدمت کے لئے کچھ پیسے بچ جائیں مگر پھر بھی روپیہ ڈیڑھ روپیہ خرچ ہو جاتا۔ یہاں آ کر جب امراء کو دیکھتا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے بڑا روپیہ خرچ کر رہے ہیں تو میرے دل میں خیال آتا کہ کاش! میرے پاس بھی روپیہ ہو اور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بجائے چاندی کا تحفہ لانے کے سونے کا تحفہ پیش کروں۔ آخر میری تنخواہ کچھ زیادہ ہو گئی (اس وقت ان کی تنخواہ شاید بیس پچیس روپیہ تک پہنچ گئی تھی) اور میں نے ہر مہینے کچھ رقم جمع کرنی شروع کر دی اور میں نے اپنے دل میں یہ نیت کی کہ جب یہ رقم اس مقدار تک پہنچ جائے گی جو میں چاہتا ہوں۔ تو میں اسے پونڈوں کی صورت میں تبدیل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پھر کہنے لگے۔ جب میرے پاس ایک پونڈ کے برابر رقم جمع ہو گئی۔ تو وہ رقم دے کر میں نے ایک پونڈ لے لیا۔ پھر دوسرے پونڈ کے لئے رقم جمع کرنی شروع کر دی اور جب کچھ عرصہ کے بعد اس کے لئے رقم جمع ہو گئی۔ تو دوسرا پونڈ لے لیا۔ اس طرح میں آہستہ آہستہ کچھ رقم جمع کر کے انہیں پونڈوں کی صورت میں جمع کرتا رہا۔ اور میرا منشاء یہ تھا۔ کہ میں یہ پونڈ حضرت مسیح موعود کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کروں گا۔ مگر جب میرے دل کی آرزو پوری ہو گئی اور پونڈ میرے پاس جمع ہو گئے تو یہاں تک وہ پہنچے تھے کہ پھر ان پر رقت کی حالت طاری ہو گئی اور وہ رونے لگ گئے۔ آخر روتے روتے انہوں نے اس فقرہ کو اس طرح پورا کیا کہ جب پونڈ میرے پاس جمع ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ یہ اخلاص کا کیسا شاندار نمونہ ہے کہ ایک شخص چندے بھی دیتا ہے۔ قربانیاں بھی کرتا ہے۔ مہینے میں ایک دفعہ نہیں بلکہ

تین تین دفعہ جمعہ پڑھنے کے لئے قادیان پہنچ جاتا ہے۔ سلسلہ کے اخبار اور کتابیں بھی خریدتا ہے۔ ایک معمولی سی تنخواہ ہوتے ہوئے جبکہ آج اس تنخواہ سے بہت زیادہ تنخواہیں وصول کرنے والے اس قربانی کا دسواں بلکہ بیسواں حصہ بھی قربانی نہیں کرتے۔ اُس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ امیر لوگ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سونا پیش کرتے ہیں۔ تو میں ان سے پیچھے کیوں رہوں چنانچہ وہ ایک نہایت ہی قلیل تنخواہ میں سے ماہوار کچھ رقم جمع کرتا اور ایک عرصہ دراز تک جمع کرتا رہتا ہے۔ نا معلوم اس دوران میں اس نے اپنے گھر میں کیا کیا تنگیاں برداشت کی ہوں گی۔ کیا کیا تکلیفیں تھیں جو اس نے خوشی سے جھیلی ہوں گی۔ محض اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اشرفیاں پیش کر سکے۔ مگر جب اس کی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو اس رنگ میں خوشی حاصل کرنے سے محروم کر دیتی ہے۔ جس رنگ میں وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ منشی ارڑے خان صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بعض غیر احمدی دوستوں نے کہا۔ تم ہمیشہ ہمیں تبلیغ کرتے رہتے ہو۔ فلاں جگہ مولوی ثناء اللہ صاحب آئے ہوئے ہیں تم بھی چلو اور ان کی باتوں کا جواب دو۔ منشی ارڑے خان صاحب مرحوم کچھ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ دورانِ ملازمت ہی جو انہیں پڑھنے لکھنے کی مشق ہوئی وہی انہیں حاصل تھی۔ وہ کہنے لگے جب ان دوستوں نے اصرار کیا۔ تو میں نے کہا اچھا چلو۔ چنانچہ وہ انہیں جلسہ میں لے گئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے احمدیت کے خلاف تقریر کی اور اپنی طرف سے خوب دلائل دیئے جب وہ تقریر کر کے بیٹھ گئے۔ تو منشی ارڑے خان صاحب سے ان کے دوست کہنے لگے کہ بتائیں ان دلائل کا کیا جواب ہے۔ منشی ارڑے خان صاحب فرماتے تھے۔ میں نے ان سے کہا یہ مولوی ہیں اور میں ان پڑھ آدمی ہوں۔ ان کی دلیلوں کا جواب تو کوئی مولوی ہی دے گا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہوئی ہے وہ جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک واقعہ سنایا۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ہنسے اور مجلس میں بیٹھے ہوئے دوسرے دوست بھی بہت محظوظ ہوئے۔ منشی روڑے خان صاحب شروع میں قادیان بہت زیادہ آیا کرتے تھے۔ بعد میں چونکہ بعض اہم کام ان کے سپرد ہو گئے۔ اس لئے جلدی چھٹی ملنا ان کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ قادیان اکثر آتے رہتے تھے۔ ہمیں یاد ہے جب ہم چھوٹے بچے ہوا کرتے تھے تو ان

کا آنا ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ جیسے کوئی مدتوں کا پچھڑا ہوا بھائی سا لہا سال کے بعد اپنے کسی عزیز سے آکر ملے۔ کپورتھلہ کی جماعت میں سے نشی اروڑے خان صاحبؒ۔ نشی مظفر احمد صاحبؒ اور نشی محمد خان صاحبؒ جب بھی آتے تھے تو ان کے آنے سے ہمیں بڑی خوشی ہوا کرتی تھی۔ غرض اس دوست نے بتایا کہ نشی اروڑے خان صاحبؒ تو ایسے آدمی ہیں کہ یہ مجسٹریٹ کو بھی ڈرا دیتے ہیں۔ پھر اس نے سنایا کہ ایک دفعہ انہوں نے مجسٹریٹ سے کہا میں قادیان جانا چاہتا ہوں مجھے چھٹی دے دیں۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس وقت وہ سیشن جج کے دفتر میں لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا قادیان تو میں نے ضرور جانا ہے۔ مجھے آپ چھٹی دے دیں وہ کہنے لگا کام بہت ہے اس وقت آپ کو چھٹی نہیں دی جاسکتی۔ وہ کہنے لگے بہت اچھا آپ کا کام ہوتا رہے۔ میں تو آج سے ہی بد دعا میں لگ جاتا ہوں۔ آپ اگر نہیں جانے دیتے تو نہ جانے دیں۔ آخر اس مجسٹریٹ کو کوئی ایسا نقصان پہنچا کہ وہ سخت ڈر گیا اور جب بھی ہفتہ کا دن آتا وہ عدالت والوں سے کہتا کہ آج کام ذرا جلدی بند کر دینا کیونکہ نشی اروڑے خان صاحبؒ کی گاڑی کا وقت نکل جائے گا۔ اس طرح وہ آپ ہی جب بھی نشی صاحب کا قادیان آنے کا ارادہ ہوتا انہیں چھٹی دے دیتا اور وہ قادیان پہنچ جاتے۔

(الفضل 28 اگست 1941ء جلد 29 نمبر 196 صفحہ 6 تا 4)

### حضرت نشی ظفر احمد صاحبؒ کی وفات

میں اس وقت نشی ظفر احمد صاحبؒ کی وفات اور ان کے جنازہ کا ذکر کر رہا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے جنازہ میں کتنے لوگ شامل ہوئے کیونکہ مجھے اس کے متعلق کچھ بتایا نہیں گیا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے ابتدائی ایام میں آپ پر ایمان لائے آپ سے تعلق پیدا کیا اور ہر قسم کی قربانیاں کرتے ہوئے اس راہ میں انہوں نے ہزاروں مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ ان کی وفات جماعت کے لئے کوئی معمولی صدمہ نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک ایک مومن کو اپنی بیوی، اپنے بچوں، اپنے باپ، اپنی ماں، اور اپنے بھائیوں کی وفات سے ان لوگوں کی وفات کا بہت زیادہ صدمہ ہونا چاہئے اور یہ واقعہ تو ایسا ہے کہ دل اس کا تصور کر کے سخت درد مند ہوتا ہے کیونکہ نشی ظفر احمد صاحب ان آدمیوں میں سے آخری آدمی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے ساتھ ابتدائی ایام میں اکٹھے رہے اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ یہ رتبہ پنجاب کی دوریاستوں کو ہی حاصل ہوا ہے۔ پٹیالہ میں میاں عبداللہ صاحبؒ سنوری کو خدا تعالیٰ نے یہ رتبہ دیا اور کپورتھلہ میں منشی اروڑے خان صاحبؒ، عبدالجید خان صاحبؒ کے والد منشی محمد خان صاحبؒ اور منشی ظفر احمد صاحبؒ کو یہ رتبہ ملا۔ یہ چار آدمی تھے جن کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دعویٰ ماموریت اور بیعت سے بھی پہلے کے تعلقات تھے اور اس قسم کے خادمانہ تعلقات تھے کہ ایک منٹ کے لئے بھی دور رہنا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ پس ایسے لوگوں کی وفات ایک بہت بڑا اور اہم مسئلہ ہوتا ہے اور ان لوگوں کے لئے دعا کرنا ان پر احسان کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنے اوپر احسان ہوتا ہے کیونکہ جو شخص ان لوگوں کے لئے دعا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کا بدلہ دینے کے لئے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس دعا کرنے والے کے لئے دعا کریں اور یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ تمہاری دعا سے خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی دعا زیادہ سنی جائے گی.....

غرض جو دعا وہ دوسرے کے لئے کرتا ہے خدا تعالیٰ کے فرشتے وہی ساتھ ساتھ اس کے لئے بھی کرتے جاتے ہیں۔ یہی حال جنازہ کی دُعا کا ہے جو مرنے والے کے لئے آخری دعا ہوتی ہے۔ اس میں بھی خدا تعالیٰ کے فرشتے بہت زیادہ جوش کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنے والوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ پس جب کوئی شخص جنازہ پر دعا مانگتا ہے تو وہ صرف اس کے لئے دعا نہیں کر رہا ہوتا بلکہ وہ ایک سودا کر رہا ہوتا ہے۔ جس میں یہ خود بہت زیادہ فائدہ میں رہتا ہے۔ وہ میت کے لئے دعا کرتا ہے اور فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ نے وفات پائی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنازہ پڑھایا تو آپ بہت دیر تک ان کے لئے دعا فرماتے رہے اور جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ آج ہم نے اپنی ساری جماعت کے لوگوں کا جنازہ پڑھا دیا۔ میں سمجھتا ہوں اس کا بھی یہی مفہوم تھا کہ آپ نے فرشتوں والا کام کیا یعنی جس طرح فرشتے جب کسی کو اپنے بھائی کے لئے دُعا کرتے اور دیکھتے ہیں۔ تو خود اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ جماعت کے لوگ خدا تعالیٰ کے ایک نیک بندے کی وفات پر اس کے لئے یہ دُعا کر رہے ہیں کہ خدا اس کے مدارج کو بلند کرے اسے اپنے قرب میں جگہ دے اور اسے اپنی رضا کا مقام عطا کرے تو آپ نے بھی ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگنی شروع کر دی کہ اے خدا تو ان دعا کرنے

والوں کے مدارج کو بھی بلند فرمایا نہیں اپنے قرب میں جگہ دے اور انہیں اپنی رضاء کی نعمت سے متمتع فرما۔ گویا فرشتوں والا معاملہ آپ نے اپنی جماعت کے تمام افراد سے کیا اور اس طرح سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے حصہ مل گیا۔ غرض یہ دعا معمولی نہیں ہوتی۔ (الفضل 28، اگست 1941ء، جلد 23، نمبر 196، صفحہ 2-3)

### مطالعہ کتب اور خواجہ کمال الدین صاحب

خواجہ کمال الدین صاحب کی کامیابی کی بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کر کے ایک لیکچر تیار کرتے تھے۔ پھر قادیان آ کر کچھ حضرت خلیفہ اولؑ سے پوچھتے اور کچھ دوسرے لوگوں سے اسی طرح ایک لیکچر مکمل کر لیتے۔ پھر اسے لے کر ہندوستان کے مختلف شہروں کا دورہ کرتے اور خوب کامیاب ہوتے وہ کہا کرتے تھے کہ اگر بارہ لیکچر آدمی کے پاس تیار ہو جائیں۔ تو اس کی غیر معمولی شہرت ہو سکتی ہے۔ انہوں نے ابھی سات لیکچر تیار کیے تھے کہ ولایت چلے گئے۔ لیکن وہ ان سات لیکچروں سے ہی بہت مقبول ہو چکے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک لیکچر بھی اچھی طرح تیار کر لیا جائے کیونکہ وہ خوب یاد ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا لوگوں پر اچھا اثر ہو سکتا ہے۔ پہلے زمانہ میں اسی طرح ہوتا تھا کہ صرف میر کا الگ استاد ہوتا تھا۔ نحو میر کا الگ استاد ہوتا تھا۔ کچی روٹی کا الگ استاد ہوتا تھا اور کچی روٹی کا الگ استاد ہوتا تھا اور چاہئے بھی اسی طرح کہ جو لیکچر ہوں۔ ان کو مضامین خوب تیار کر کے دیئے جائیں اور وہ باہر جا کر وہی لیکچر دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سلسلہ کے مقصد کے مطابق تقریریں ہوں گی اور ہمیں یہاں بیٹھے بیٹھے پتہ ہوگا کہ انہوں نے کیا بولنا ہے۔ اصل لیکچر وہی ہوں گے۔ اس کے علاوہ اگر مقامی طور پر ضرورت ہو تو تائیدی لیکچروں کے طور پر وہ کسی اور مضمون پر بھی بول سکتے ہیں۔ (الفضل 7، نومبر 1945ء، جلد 33، نمبر 161، صفحہ 3)

### حضرت مفتی فضل الرحمن صاحبؒ

پس بجائے اس کے کہ دوست مشکلات کے وقت گھبرائیں یا کسی تشویش میں مبتلا ہوں انہیں اس بات کی عادت ڈالنی چاہئے کہ ادھر کوئی مصیبت آئی اور ادھر انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا..... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں مفتی فضل الرحمن صاحبؒ کے بچے

مر جایا کرتے تھے۔ بعد میں ان کی اولاد چلی ہے۔ حضرت خلیفہ مسیح اولؑ کی لڑکی ان سے بیاہی ہوئی تھی۔ جب بھی ان کا بچہ بیمار ہوتا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاتیں اور دعا کی درخواست کرتیں۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ بچہ فوت ہو جاتا۔ جب ایک دو دفعہ ایسا ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا۔ دیکھو جو چیز ٹوٹ جاتی ہے اس کی مرمت کی جاتی ہے۔ تمہارے بچے بھی مرمت کے لئے خدا تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب بچے فوت ہو جاتے تو وہ کہتیں کوئی بات نہیں۔ وہ مرمت کے لئے خدا تعالیٰ کے پاس گئے ہیں۔ پھر ایسا ہوا کہ ان کی اولاد زندہ رہنی شروع ہوئی بلکہ دوسری بیوی سے بھی اولاد ہوئی اور زندہ رہی اور اب تو شاید مفتی صاحبؒ کی اولاد دو درجن کے قریب ہے۔ اس رنگ میں اگر یقین پیدا ہو جائے تو کوئی تشویش نہیں ہوتی۔ اس قسم کے یقین کی موجودگی میں اگر کوئی مار کھا بھی لے تو وہ محبت والی مار ہوگی۔

(الفضل 23/ جون 1954ء جلد 43/8 نمبر 83 صفحہ 4)

## مشہور عالم دین کی بیعت

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک عالم دین جو صرف ونحو کے تبحر عالم تھے اور سارے ہندوستان میں اُنکی علمیت کا شہرہ تھا۔ وہ بہت سادہ طبع تھے اور اگر انہیں کوئی ایسا شخص دیکھتا جو اُن کو پہلے سے نہ جانتا تو وہ یہی سمجھتا کہ یہ گھاس کاٹ کر آئے ہیں۔ اُن کا نام مولوی خان ملک صاحب تھا۔ وہ کہیں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے متعلق خبر سُن کر قادیان آئے اور آپ کی باتیں سُن کر ایمان لے آئے۔ واپسی پر جب وہ لاہور پہنچے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ مولوی غلام احمد صاحب سے ملتے چلیں۔ مولوی غلام احمد صاحب شاہی مسجد میں درس دیتے تھے اور وہ مولوی خان ملک صاحب کے شاگرد رہ چکے تھے۔ مولوی غلام احمد صاحب بھی بہت مشہور عالم تھے اور چونکہ لاہور کے لوگ اچھے متمول تھے اس لئے مولوی غلام احمد صاحب کی مالی حالت بہت اچھی تھی اور سینکڑوں طالب علم اُن کے پاس پڑھتے تھے۔ جب مولوی خان ملک صاحب شاہی مسجد میں پہنچے تو وہاں کے طلباء کو تو اس بات کا علم نہ تھا کہ یہ کس پایہ کے آدمی ہیں انہوں نے اُن کے معمولی لباس اور ظاہری صورت سے یہ اندازہ لگایا کہ یہ کوئی معمولی آدمی ہیں۔ مولوی غلام احمد صاحب نے مولوی خان ملک صاحب سے پوچھا۔ فرمائیے۔ کہاں سے تشریف لارہے ہیں۔ انہوں نے کہا قادیان سے ”انہوں نے

حیران ہو کر پوچھا۔ قادیان سے؟“ انہوں نے کہا ہاں قادیان سے۔ انہوں نے کہا کیوں؟ کہنے لگے مرزا صاحب کا مرید ہونے کے لئے گیا تھا انہوں نے کہا آپ اتنے بڑے عالم ہیں آپ نے اُن میں کیا خوبی دیکھی کہ اُن کے مرید ہونے کے لئے چلے گئے۔ مولوی خان ملک صاحب نے پنجابی میں اُنہیں کہا کہ ”تُوں اپنا کَم کرتیوں تے قَالَ یَقُولُ وی چنگی طرح نہیں آوند۔“ یعنی تُو اپنا کام کرتے تھے تو ابھی قَالَ یَقُولُ بھی اچھی طرح نہیں آتا۔ چونکہ مولوی غلام احمد صاحب بھی بڑے مشہور عالم تھے اس لئے جب مولوی خان ملک صاحب نے یہ الفاظ کہے تو مولوی غلام احمد صاحب کے شاگردوں کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے مولوی خان ملک صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ بڈھے! تُو نے یہ کیا بات کہی ہے۔ مولوی غلام احمد صاحب نے اُن کو منع کیا اور کہا خاموش رہو جو کچھ کہہ رہے ہیں بالکل ٹھیک ہے۔ غرض مولوی خان ملک صاحب مرحوم کو صرف ونحو پر اتنا عبور تھا اور وہ اپنے فُن میں اتنے ماہر تھے کہ تمام ہندوستان میں اُن کا شہرہ تھا اور اس کی بعض تصانیف کے متعلق لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ان کتب کا لکھنے والا چار پانچ سو سال پہلے کا کوئی عالم ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 288، 289)

### حضرت میر مہدی حسن صاحبؒ

انگریزوں میں یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ ہر چیز کے معیار کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میر مہدی حسن صاحب بھی اس طرز کے آدمی تھے۔ میر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں چھپوائی کے انچارج تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی کتاب کی کاپی چھپتی تو وہ بڑے غور سے پڑھتے۔ اگر فل سٹاپ بھی غلط جگہ لگا ہوتا تو اُس کاپی کو تلف کر دیتے اور نئی لکھواتے۔ اس طرح کام کرنے والے دو چار دن تک جب تک کہ نئی کاپی تیار نہ ہوتی یونہی بیٹھے رہتے۔ پھر جب وہ تیار ہوتی تو پھر وہ دیکھتے اور اگر کوئی غلطی دیکھتے تو پھر اسے تلف کر دیتے اور اُس وقت تک کتاب چھپنے نہ دیتے جب تک کہ اُنہیں یقین نہ آتا کہ اب اس میں کوئی غلطی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دریافت فرماتے کہ اتنی دیر کیوں لگائی۔ تو وہ کہتے حضور ابھی پروف میں بڑی غلطیاں ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی صاف اور اچھی چیز چاہتے تھے اس لئے آپ کبھی بھی اس بات کا خیال نہ فرماتے کہ مزدور اور کام کرنے والے یونہی بیٹھے ہیں اور مفت کی تنخواہیں کھا رہے ہیں بلکہ آپ کی بھی یہی خواہش



ہوتی کہ لوگوں کے سامنے اچھی چیز پیش ہو۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ بھی عادت تھی کہ کتاب میں ذرا نقص ہوتا تو اس کو پھاڑ دینا اور فرمانا دوبارہ لکھو۔ کاتب نے پھر کتاب لکھنی اور اگر کہیں ذرا بھی نقص ہوتا تو اسے پھاڑ دینا اور جب تک اچھی کتابت نہ ہوتی اُس وقت تک مضمون چھپنے کے لئے نہ دینا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن سے کتابت کرواتے تھے وہ شروع میں تو احمدی نہیں تھے لیکن بعد میں احمدی ہو گئے اُن کا لڑکا بھی احمدی ہے۔ ان میں یہ خوبی تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدر پہچانتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کی قدر پہچانتے تھے۔ باوجود غیر احمدی ہونے کے جب بھی حضرت صاحب کو کتابت کی ضرورت ہوتی انہوں نے قادیان آ جانا۔ اس زمانے میں تنخواہیں کم ہوتی تھیں پچیس روپے ماہوار اور روٹی کے لئے الاؤنس ملتا تھا۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جب کام ختم ہونے کے قریب پہنچتا تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آنا اور کہنا حضور! سلام عرض کرنے آیا ہوں مجھے اب گھر جانے کی اجازت دیں۔ آپ نے فرمانا کیوں اتنی جلدی کیا پڑی ہے۔ انہوں نے کہنا حضور! ضرور جانا ہے۔ آپ نے فرمانا ابھی تو کچھ کتابت باقی ہے کہنا حضور! روٹی پکانی پڑتی ہے۔ اس پر سارا دن صرف ہو جاتا ہے، روٹی پکایا کروں یا کتابت کیا کروں، سارا دن روٹی پکانے میں لگ جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمانا آپ کی روٹی کا میں لنگر خانہ سے انتظام کروا دیتا ہوں۔ اس طرح اُن کو 35 روپے تنخواہ مل جاتی اور روٹی مفت۔ کچھ دن کے بعد انہوں نے پھر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنا حضور! سلام عرض کرنے آیا ہوں جانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ حضرت صاحب نے پوچھنا کیوں کیا بات ہے؟ کہنا حضور! لنگر کی روٹی بھی کوئی روٹی ہے دال الگ پانی الگ اور نمک ہے ہی نہیں اور کسی وقت اتنی مرچیں ڈال دینی کہ آدمی کو سوکھی روٹی کھانی پڑے یہ روٹی کھا کر کوئی انسان کام نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمانا اچھا بتاؤ کیا کروں؟ انہوں نے کہنا اس کے لئے کچھ رقم الگ دے دیا کریں اس مصیبت سے تو خود روٹی پکانے کی مصیبت اٹھانا بہتر ہے میں خود روٹی پکالیا کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دس روپے اور بڑھادینے اور کہنا لو اب آپ کو 45 روپے ملا کریں گے۔ پھر انہوں نے دس دن کے بعد آ جانا اور کہنا حضور! سلام عرض کرنے آیا ہوں مجھے گھر جانے کی اجازت دیں۔ یہاں سارا دن روٹی پکاتا رہتا ہوں کام کیا کروں۔ آپ نے فرمانا پھر کیا کریں؟ کہنا حضور! لنگر خانے میں انتظام کروا دیں۔ آپ نے فرمانا اچھا تمہیں 45 روپے ملتے رہیں

گے اور کھانا بھی لنگر خانے میں لگوا دیتا ہوں۔ انہوں نے واپس آ کر پھر کام شروع کر دینا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر آ جانا اور کہنا حضور! سلام عرض کرنے آیا ہوں جانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ حضور نے پوچھنا کیا بات ہے؟ کہنا حضور! لنگر کی روٹی تو مجھ سے نہیں کھائی جاتی بھلا یہ بھی کوئی روٹی ہے آپ مجھے دس روپے روٹی کے لئے دے دیں میں خود انتظام کر لوں گا۔ حضرت صاحب نے دس روپے بڑھا کر 55 روپے کر دیئے۔ چونکہ وہ حضرت صاحب کی طبیعت سے واقف تھے انہوں نے اپنے لڑکے کو سکھایا ہوا تھا کہ میں تیرے پیچھے پیچھے ڈنڈا لے کر بھاگوں گا اور تو شور مچاتے ہوئے حضرت صاحب کے کمرے میں گھس جانا اور اس طرح کہنا۔ چنانچہ باپ نے ڈنڈا لے کر اُس کے پیچھے بھاگنا اور اُس نے شور مچاتے اور چیختے چلاتے ہوئے حضرت صاحب کے کمرے میں گھس جانا اور کہنا حضور! مار دیا مار دیا۔ اتنے میں اس کے والد نے آ جانا اور کہنا باہر نکل تیری خبر لیتا ہوں۔ حضرت صاحب نے یہ حالت دیکھ کر پوچھنا کیا بات ہے کیوں چھوٹے بچے کو مارتے ہو؟ کہنا حضور! سات آٹھ دن ہوئے اس کو جوتی لے کر دی تھی وہ اس نے گم کر دی ہے۔ اس وقت میں خاموش رہا پھر لے کر دی وہ بھی گم کر دی۔ اب مجھ میں طاقت کہاں ہے کہ اس کو اور جوتی لے کر دوں میں اسے سزا دوں گا۔ اگر آج سزا نہ دی تو کل پھر جوتی گم کر دے گا۔ حضرت صاحب نے فرمانا میاں! بتاؤ جوتی کتنی کی تھی؟ کہنا حضور! تین روپے کی۔ حضرت صاحب نے فرمانا اچھا یہ تین روپے لے لو اور اس کو کچھ نہ کہو۔ انہوں نے تین روپے لے کر واپس آ جانا چار دن نہ گزرنے تو پھر لڑکے نے شور مچاتے ہوئے حضرت صاحب کے کمرے میں گھس جانا اور انہوں نے لاٹھی لے کر اُس کے پیچھے پیچھے آنا اور کہنا باہر نکل، اُس دن تو حضرت صاحب کے کہنے پر چھوڑ دیا تھا آج تو تجھے نہیں چھوڑنا۔ حضرت صاحب نے پوچھنا کیا بات ہے کیوں اس بچے کو مارتے ہو؟ اُس نے کہنا حضور! اُس دن تو میں نے آپ کے کہنے پر چھوڑ دیا تھا آج اسے نہیں چھوڑنا آج پھر یہ جوتی گم کر آیا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمانا اسے نہ مارو جوتی کی قیمت مجھ سے لے لو۔ پھر انہوں نے جو رقم بتانی وصول کر کے لے جانی اور کہنا حضور! میں نے اس دفعہ چھوڑنا تو نہیں تھا لیکن آپ کے فرمانے پر چھوڑ دیتا ہوں۔ غرض اس طرح انہوں نے کرتے رہنا لیکن کتابت ایسی اچھی کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ اُن ہی سے اپنی کتابیں لکھوایا کرتے تھے اور یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کسی معمولی کاتب سے کتاب لکھوا کر خراب کی جائے کیونکہ اس طرح

کتاب کا معیار لوگوں کی نظروں میں کم ہو جاتا ہے۔ بہر حال ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کرے اور نہ صرف وہ خوبیاں حاصل کرے جو انگریزوں میں پائی جاتی ہیں بلکہ اُن سے بھی بہتر خوبیاں اپنے اندر پیدا کرے تاکہ ہماری جماعت کا معیار بلند ہو اور لوگوں پر ہمارا رعب قائم ہو۔

(مسلمانوں نے اپنے غلبہ کے زمانہ میں اخلاق کا اعلیٰ نمونہ دکھایا، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 227 تا 230)

### حضرت میر عنایت علی صاحبؒ کی طبیعت نرم تھی

فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ میر عنایت علی صاحبؒ لدھیانوی حیدرآباد سندھ میں وفات پا گئی ہیں۔ حیدرآباد اور کوٹری کے بہت تھوڑے احمدی احباب جنازہ میں شامل ہوئے۔ مرحومہ نہایت مخلص خاتون تھیں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے 1900ء میں بیعت کی لیکن درحقیقت ان کا تعلق احمدیت سے بہت پرانا تھا۔ ان کے خاوند میر عنایت علی صاحبؒ لدھیانوی اُن چالیس آدمیوں میں سے تھے جنہوں نے لدھیانہ کے مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلے دن بیعت کی۔ ان کی بیوی بھی درحقیقت اُسی دن سے احمدیت سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی طبیعت تیز تھی میر عنایت علی صاحبؒ کی طبیعت نرم تھی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی صحابہ میں سے تھے، بہت دعائیں کرنے والے اور مستجاب الدعوات تھے۔ میاں بیوی کا اختلاف ہو جاتا تھا تو اکثر میر صاحب کو ایک طعنہ دیتی تھیں جو نہایت پُر لطف ہے۔ بات یہ ہوئی کہ بیعت کرنے والوں کی ترتیب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمائی تھی اُس کے لحاظ سے میر صاحب کی بیعت غالباً ساتویں نمبر پر تھی لیکن میر صاحب اپنے ایک رشتہ دار یا دوست خواجہ علی صاحب کو جو پرانے بزرگوں میں سے ایک ہیں بلانے چلے گئے۔ انہیں ڈھونڈنے میں دیر لگ گئی۔ اس وجہ سے اُن کی بیعت بجائے ساتویں نمبر کے غالباً 37 ویں نمبر پر ہوئی۔ تو جب بھی میاں بیوی کی لڑائی ہوتی بیوی خاوند کو ہمیشہ یہ طعنہ دیتی تھیں کہ تمہاری حیثیت تو یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کے لئے تمہیں ساتواں نمبر ملا تھا لیکن تم اپنی بیوقوفی کی وجہ سے 37 ویں نمبر پر پہنچے۔ پس مرحومہ درحقیقت پرانا تعلق رکھنے والی خاتون تھیں ظاہری بیعت گو دیر سے کی ہو۔

## بندہ کا خدا تعالیٰ پر کوئی حق نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ کسی شخص کا بیٹا مر گیا اور اُس کا ایک دوست تعزیت کے لئے اُس کے پاس گیا تو وہ چیخ مار کر رو پڑا اور کہنے لگا خدا نے مجھ پر بڑا بھاری ظلم کیا ہے گویا نعوذ باللہ اُس کا کوئی حق خدا تعالیٰ نے مار لیا تھا جس کا اُسے شکوہ پیدا ہوا۔ مگر سوچنا چاہئے کہ وہ کون سا حق ہے جو بندہ نے خدا تعالیٰ پر قائم کیا ہے۔ مجھے ہمیشہ تعجب آتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنی نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج اور تقویٰ و طہارت پر فخر کیا کرتے ہیں وہ تو کسی تکلیف کے موقع پر چلا اُٹھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر ظلم کیا لیکن ہندوستان کا وہ مشہور شاعر جو دین سے بالکل ناواقف تھا ایک سچائی کی گھڑی میں باوجود شراب کا عادی ہونے کے کہہ اٹھا کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

غور کرنا چاہئے کہ جو چیز بھی انسان کے پاس سے جاتی ہے۔ وہ آتی کہاں سے تھی؟  
ذرا اپنی حیثیت کو تو دیکھو وہ کونسی چیز ہے جسے اپنی کہہ سکتے ہو۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 599)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا ابتدائی زمانہ

اے میرے عزیزو! آپ کی زندگی کا پہلا دور ختم ہوتا ہے اور نیا دور شروع کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ پہلے دور کی مثال ایسی تھی جیسے چٹان پر ایک لیپ روشن کیا جاتا ہے تاکہ وہ قریب آنے والے جہازوں کو ہوشیار کرتا رہے اور تباہی سے بچائے لیکن نئے دور کی مثال اس سورج کی سی ہے جس کے گرد دنیا گھومتی ہے اور جو باری باری ساری دنیا کو روشن کرتا ہے۔ بیشک آپ کی تعداد قادیان میں تین سو تیرہ ہے لیکن آپ اس بات کو نہیں بھولے ہوں گے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان میں خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے کام کو شروع فرمایا تو اس وقت قادیان میں احمدیوں کی تعداد صرف دو تین تھی۔ تین سو آدمی یقیناً تین سے زیادہ ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے وقت قادیان میں آبادی گیارہ سو تھی۔ گیارہ سو

اور تین کی نسبت 1/366 کی ہوتی ہے۔ اگر قادیان کی آبادی بارہ ہزار سمجھی جائے تو موجودہ احمدیہ آبادی کی نسبت باقی قادیان کے لوگوں سے 1/36 ہوتی ہے۔ گویا جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کام شروع کیا اس سے آپ کی طاقت دس گنا زیادہ ہے۔ پھر جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کام شروع کیا اس وقت قادیان سے باہر کوئی احمدیہ جماعت نہیں تھی لیکن اب ہندوستان میں بھی بیسیوں جگہ پر احمدیہ جماعتیں قائم ہیں۔ ان جماعتوں کو بیدار کرنا اور منظم کرنا ایک نئے عزم کے ساتھ کھڑا کرنا اور اس ارادہ کے ساتھ ان طاقتوں کو جمع کرنا کہ وہ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کو ہندوستان کے چاروں گوشوں میں پھیلا دیں یہ آپ لوگوں کا ہی کام ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد چہارم صفحہ 388,389)

### احساس کا فرق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کسی شہر میں چند شہری آپس میں ذکر کر رہے تھے کہ تل بہت گرم ہوتے ہیں۔ ایک پاؤ تل کوئی نہیں کھا سکتا۔ اگر کھائے تو فوراً بیمار ہو جائے۔ یہ ہونہیں سکتا کہ کوئی پاؤ تل کھائے اور بیمار نہ ہو جائے۔ اس گفتگو کے دوران ایک نے کہا اگر کوئی اتنے تل کھائے تو میں اسے پانچ روپے انعام دوں۔ کوئی زمیندار وہاں سے گزر رہا تھا۔ اور زمیندار بھی کوئی اکھڑ زمیندار تھا۔ وہ نہایت تعجب اور حیرت سے ان کی یہ باتیں سنتا رہا اور خیال کر رہا تھا کہ عجیب بات ہے ایسے مزے کی چیز کھانے پر پانچ روپے انعام بھی ملتے ہیں۔ اس نے آگے بڑھ کر پوچھا ٹہنیوں سمیت کھانے ہیں یا بغیر ٹہنیوں کے یہ اس نے اس لئے پوچھا کہ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ بغیر ٹہنیوں کے پاؤ بھر تل کھانے سے پانچ روپے انعام کیونکر دیں گے۔ گویا وہ ٹہنیوں سمیت بھی کھانے کے لئے تیار تھا۔ حالانکہ باتیں کرنے والے اتنے تل کھانا ناممکن خیال کر رہے تھے۔ اب ان دونوں کے احساس میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ایک تو وہ ہیں کہ پاؤ بھر تل کھانے ناممکن خیال کرتے ہیں اور ایک وہ ہے کہ جو جمع ٹہنیوں کے کھانے کے لئے تیار ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ بغیر ٹہنیوں کے تو یہ بہت معمولی مزے کی بات ہے۔ اس پر کب پانچ روپے انعام مل سکتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 9 صفحہ 85-86)

### سُنّت کی پابندی کی کوشش

ایک دعوت میں میں نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے پانی پینے سے روکا تو اس نے کہا

کہ حضرت صاحب بھی بائیں ہاتھ سے پانی پیا کرتے تھے حالانکہ حضرت صاحب کے ایسا کرنے کی ایک وجہ تھی اور وہ یہ کہ آپ بچپن میں گر گئے تھے جس سے ہاتھ میں چوٹ آئی اور ہاتھ اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ اس سے گلاس تو اٹھا سکتے تھے مگر منہ تک نہ لے جاسکتے تھے۔ مگر سنت کی پابندی کے لئے آپ گو بائیں ہاتھ سے گلاس اٹھاتے تھے مگر نیچے دائیں ہاتھ کا سہارا بھی دے لیا کرتے تھے۔ (الفضل 17 اگست 1922ء جلد 10 نمبر 13 صفحہ 3)

### نماز باجماعت کی پابندی

جس شخص کا باپ پانچ وقت نماز اپنے گھر پر ادا کرتا ہے اُس کے بچے کے دل میں نماز باجماعت کا احساس پیدا نہیں ہو سکتا۔ باپ تو اس لئے نہیں جاتا کہ جگہ نہیں ہوتی مگر جب جگہ بن جاتی ہے تو بیٹا اس لئے نہیں جاتا کہ اُس کا باپ نہیں جاتا تھا۔ اُسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ باپ کس وجہ سے گھر پر نماز پڑھا کرتا تھا وہ اس کے عمل سے ایک غلط نتیجہ اخذ کرتا ہے اور اس طرح اپنے لئے ٹھوکر کا سامان پیدا کر لیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا جب آپ پانی پیتے تو گلاس آپ کو بائیں ہاتھ سے اٹھانا پڑتا تھا۔ منہ کے قریب آ کر آپ گلاس کو اپنا دایاں ہاتھ بھی لگا دیتے تھے۔ بعض نئے احمدی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بائیں ہاتھ سے پانی پیتے دیکھتے تو وہ سمجھتے کہ مولوی یونہی کہتے رہتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے کھانا پینا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعامل تو بتاتا ہے کہ بائیں ہاتھ سے بھی پانی پینا جائز ہے اور وہ خود بھی ایسا کرنے لگ جاتے تھے۔ بعض لوگ جن پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر پڑ جاتی تھی آپ اُن کو ٹوک دیتے تھے لیکن سینکڑوں لوگ ایسے بھی ہوتے تھے جن پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر نہیں پڑتی تھی اور وہ یہ نیا مسئلہ سمجھ کر اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے کہ اسلام میں کھانے پینے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کرنا ضروری نہیں اور یہ بات اتنی عام ہوئی کہ حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں ایک دفعہ ہمارے نانا میر ناصر نواب صاحبؒ نے یہ طریق جاری کیا کہ ہفتہ میں ایک دن سب دوست اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا کریں۔ شیخ رحمت اللہ صاحبؒ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں بہت رہے تھے لیکن ایک دن کھانا کھاتے ہوئے انہوں نے بائیں ہاتھ سے گلاس اٹھایا اور پانی پی لیا۔ میر ناصر نواب صاحبؒ

چونکہ وہابی رہ چکے تھے اور وہ ان باتوں کو برداشت نہیں کر سکتے تھے انہوں نے شیخ رحمت اللہ صاحبؒ کو ٹوکا اور کہا کہ دائیں ہاتھ سے پانی پینا چاہیے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب نے کہا میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے کہ آپ بائیں ہاتھ سے پانی پیتے تھے۔ میر صاحب نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں ہاتھ کی ہڈی جوانی میں ٹوٹی تھی اور کمزور ہو گئی تھی اس لئے آپ بائیں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بائیں ہاتھ سے پانی پینا جائز ہے۔ حضرت خلیفہ اولؒ بھی اُس وقت کھانے میں موجود تھے۔ آپ نے بھی تصدیق فرمائی کہ میر صاحب کی بات درست ہے۔ اب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فوت ہوئے بھی کئی سال گزر گئے تھے مگر ایک قریب رہنے والا شخص بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ چونکہ آپ بائیں ہاتھ سے پانی پیتے ہیں اس لئے اسلام میں بائیں ہاتھ سے کھانا پینا منع نہیں۔ اسی طرح جو ماں باپ اپنے گھروں میں نمازیں پڑھیں گے جب مسجدیں بن جائیں گی تب بھی ان کے بچے نمازوں میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ وہ کہیں گے کہ جب ہمارا باپ اپنے گھر پر نمازیں پڑھتا رہا تو ہم مسجد میں کیوں جائیں۔

پس جب آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی ہے کہ آپ جامع مسجد بنائیں تو اب آپ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے اپنے محلہ میں چاہے چھوٹی سے چھوٹی مسجد بنانی پڑے بنالیں۔ اس طرح مساجد میں نماز باجماعت ادا کریں۔ (الفضل 22 ستمبر 1950ء جلد 4/38 شماره 218 صفحہ 4)

## نماز باجماعت کی عادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نماز اتنی پیاری تھی کہ جب کبھی بیماری وغیرہ کی وجہ سے آپ باہر تشریف نہ لاسکتے اور گھر میں ہی نماز ادا کرنی پڑتی تھی تو والدہ صاحبہ یا گھر کے بچوں کو ساتھ ملا کر نماز باجماعت پڑھا کرتے۔ (خطبات محمود جلد 13 صفحہ 538)

## حضرت معاویہؓ کو نماز کا اجر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت معاویہؓ کی صبح کے وقت آنکھ نہ کھلی اور جب کھلی تو دیکھا کہ نماز کا وقت گزر گیا ہے اس پر وہ سارا دن روتے رہے۔ دوسرے دن انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی آیا اور نماز کے لئے اٹھاتا ہے۔ انہوں

نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں شیطان ہوں جو تمہیں نماز کے لئے اٹھانے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا تجھے نماز کے لئے اٹھانے سے کیا تعلق؟ یہ بات کیا ہے؟ اس نے کہا کل جو میں نے تمہیں سوتے رہنے کی تحریک کی اور تم سوتے رہے اور نماز نہ پڑھ سکے اس پر تم سارا دن روتے رہے خدا نے کہا اسے نماز باجماعت پڑھنے سے کئی گنا بڑھ کر ثواب دے دو۔ مجھے اس بات کا صدمہ ہوا کہ نماز سے محروم رکھنے پر تمہیں اور زیادہ ثواب مل گیا۔ آج میں اس لئے جگانے آیا ہوں کہ آج بھی کہیں تم زیادہ ثواب نہ حاصل کر لو۔ تو شیطان تب پیچھا چھوڑتا ہے جب کہ انسان اس کی بات کا توڑ کرتا رہے۔ اس سے وہ مایوس ہو جاتا ہے اور چلا جاتا ہے۔

(ملائکہ اللہ، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 552)

### محبت سے ایمان بڑھتا ہے

حضرت موسیٰ کے قصہ میں اس کی مثال موجود ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس قصہ کو بارہا بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ جب مصر سے نکلے تو راستہ میں عمالیت سے مقابلہ آن پڑا۔ ان کے بادشاہ کو خطرہ ہوا کہ ہم شکست کھا جائیں گے ان کے ہاں ایک بزرگ تھا۔ بادشاہ نے اس سے دعا کی درخواست کی۔ اس نے دعا کی تو خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ موسیٰ خدا کا نبی ہے۔ اس کے خلاف دعا نہیں کرنی چاہئے۔ اس نے بادشاہ کو کہہ دیا کہ موسیٰ کے خلاف دعا نہیں ہو سکتی جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ میری کوئی بات کارگر نہیں ہوتی۔ تو اس نے وہی چال چلی۔ جو آدم کو جنت سے نکلوانے کے لئے شیطان نے چلی تھی کہ حوا کے ذریعہ پھسلا یا تھا۔ اسی طرح اس نے بہت سے زیورات وغیرہ تیار کرائے اور موسیٰ کے برخلاف دعا کرانے کے لئے اس بزرگ کی بیوی کو دیئے۔ اس نے تحریک کی مگر اس بزرگ نے جواب دیا کہ موسیٰ خدا کا مقرب ہے اس لئے اس کے خلاف بدعا نہیں ہو سکتی۔ میں نے کی تھی۔ مگر وہاں سے جواب مل گیا، لیکن وہ مصر ہوئی اور کہا کہ کیا ضرور ہے کہ اب بھی وہی حالات ہوں۔ تم بدعا تو کرو۔ آخر وہ رضا مند ہو گیا۔ اس کو ایک جگہ لے گئے اس نے کہا کہ یہاں سینہ نہیں کھلتا اور اسی طرح دو تین جگہ گیا۔ آخر چونکہ اس کا ایمان جانا تھا۔ اس نے بدعا کی۔ کہتے ہیں کہ جونہی اس نے بدعا کی۔ موسیٰ کی قوم میں تباہی پڑ گئی۔ کیونکہ اس کے پہلے ایمان کا کچھ تو اثر ہونا تھا اور ادھر اس کا ایمان کبوتر کی شکل میں اڑ گیا۔ بیشک یہ ایک قصہ ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ



جس طرح کبوتر ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اسی طرح ایمان اس کے دل سے نکل گیا۔ پس چونکہ ایمان محنت سے آتا ہے اور جاتا ایک فقرہ میں ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ انسان ہر وقت ہوشیار رہے۔ (خطبات محمود جلد 6 صفحہ 340-341)

### حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا خواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ پیر عبدالقادر جیلانی نے خواب میں دیکھا ان کا ایک مرید کسی کافرہ عورت کے پیچھے مرتد ہو گیا ہے چونکہ وہ مرید ان کا محبت خاص تھا اس کے لئے آپ نے بہت دعائیں کیں مگر ہر دفعہ یہی الہام ہوا کہ یہ تقدیر مبرم ہے ٹل نہیں سکتی مگر آپ پھر بھی یہی دعا کرتے رہے کہ خدایا تو اگر چاہے تو اسے بھی ٹال سکتا ہے آخر جب ان کی دعا انتہاء کو پہنچ گئی تو انہیں الہام ہوا ہم نے تیری دعا بھی قبول کر لی اور تقدیر کو بھی پورا کر دیا صبح انہوں نے اس مرید کو بلایا اور اس سے کہا میں نے آج تک تمہیں بتایا نہیں لیکن اب بتاتا ہوں کہ اس طرح خواب دیکھا تھا اور دعائیں کرتا رہا یہ جواب ملتا رہا لیکن آج یہ الہام ہوا ہے تم بھی بتاؤ آخر کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا بات یہ ہے میں ایک یہودن پر عاشق تھا وہ کہتی تھی کہ تو اگر یہودی ہو جائے تو تیری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ عشق کے جذبہ کی وجہ سے میرے دل میں بھی یہ خیال آتا تھا کہ یہودی ہو جاؤں اور قریب تھا کہ اسلام کو خیر باد کہہ کر یہودی ہو جاؤں کہ آج رات وہ خواب میں مجھ سے ملی اور مجھے اس سے یکدم نفرت ہو گئی۔ گویا اس طرح اللہ تعالیٰ نے دونوں باتیں پوری کر دیں روایا کو بھی اور دعاؤں کو بھی۔ اسی طرح یہاں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ رویا بھی پورے کر دیئے جو دوستوں نے میری موت کے متعلق دیکھے تھے اور پھر ان دعاؤں کو بھی قبول کر لیا۔ (خطبات محمود جلد 12 صفحہ 434)

### حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا لباس

میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ایک ایک ہزار دینار کا لباس پہنا کرتے تھے۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ نادان نہیں جانتا کہ میں اُس وقت تک کوئی کپڑا پہنتا ہی نہیں ہوں جب تک خدا تعالیٰ مجھے نہیں کہتا کہ اے عبدالقادر! تجھے میری ہی قسم کہ یہ کپڑا پہن اور میں نہیں کھاتا جب تک خدا تعالیٰ مجھے نہیں کہتا کہ عبدالقادر! تجھے میری ہی قسم کھا اور تم کو یاد ہوگا کہ 1933ء کی عید الفطر کے خطبہ کے موقع پر میں نے اپنا ایک روایا سنایا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڑا

ہجوم ہے میں اس میں بیٹھا ہوں اور ایک دو غیر احمدی بھی میرے پاس بیٹھے ہیں۔ کچھ لوگ مجھے دبارہے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص جو سامنے کی طرف بیٹھا تھا، اُس نے آہستہ آہستہ میرا ازار بند پکڑ کر گرہ کھولنی چاہی۔ میں نے سمجھا اس کا ہاتھ اتفاقاً لگا ہے اور میں ازار بند پکڑ کر اُس کی جگہ پر اٹکا دیا۔ پھر دوبارہ اس نے ایسی ہی حرکت کی اور میں نے پھر یہی سمجھا کہ اتفاقاً اُس سے ایسا ہوا ہے۔ تیسری دفعہ پھر اس نے ایسا ہی کیا تب مجھے اس کی بدینتی کے متعلق شبہ ہوا اور میں نے اسے روکا نہیں جب تک کہ میں نے دیکھ نہ لیا کہ وہ بالارادہ ایسا کر رہا ہے تا جب میں کھڑا ہوں تو ننگا ہو جاؤں اور لوگوں میں میری سبکی ہو۔ تب میں نے اُسے ڈانٹا اور کہا تو جانتا نہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے عبدالقادر بنایا ہے (یہ خواب جیسا کہ ظاہر ہے موجودہ فتنہ پر بوضاحت دلالت کرتا ہے)۔

پس میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بالکل سید عبدالقادر جیلانی والا ہے۔ وہ میرے لئے اپنی قدر تیں دکھاتا ہے مگر نادان نہیں سمجھتا۔ یہ زمانہ چونکہ بہت شُبہات کا ہے اس لئے میں تو اس قدر احتیاط کرتا ہوں کہ دوسروں سے زیادہ ہی قربانی کروں۔ پس یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کو دیکھتے ہوئے میں انسانوں پر انحصار نہیں کر سکتا اور تم بھی یہ نصرت اس طرح حاصل کر سکتے ہو کہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ اور ایسا کرنے میں صرف خلیفہ کی اطاعت کا ثواب نہیں بلکہ موعود خلیفہ کی اطاعت کا ثواب تمہیں ملے گا اور اگر تم کامل طور پر اطاعت کرو تو مشکلات کے بادل اڑ جائیں گے، تمہارے دشمن زیر ہو جائیں گے اور فرشتے آسمان سے تمہارے لئے ترقی والی نئی زمین اور تمہاری عظمت و سطوت والا نیا آسمان پیدا کریں گے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ کامل فرمانبرداری کرو۔ جب تم سے مشورہ مانگا جائے مشورہ دو ورنہ چُپ رہو، ادب کا مقام یہی ہے۔ لیکن اگر تم مشورہ دینے کے لئے بیتاب ہو بغیر پوچھے بھی دے دو مگر عمل وہی کرو جس کی تمہیں ہدایت دی جائے۔ ہاں صحیح اطلاعات دینا ہر مومن کا فرض ہے اور اس کے لئے پوچھنے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ باقی رہا عمل اس کے بارہ میں تمہارا فرض صرف یہی ہے کہ خلیفہ کے ہاتھ اور اُس کے ہتھیار بن جاؤ، تب ہی برکت حاصل کر سکو گے اور تب ہی کامیابی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی توفیق بخشنے۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 379، 380)

کوئی تو خانہ خدا کے لئے بھی چھوڑ دینا چاہیے

ہر وہ شخص جو ان سامانوں سے کام نہیں لیتا جو خدا تعالیٰ نے اس کو بخشے ہیں اور کہتا ہے

کہ میں اپنا کام خدا پر چھوڑتا ہوں وہ جھوٹا ہے وہ خدا سے تمسخر کرتا ہے اور ہر وہ شخص جو سامانوں سے کام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اب فلاں کام میں ہی کروں گا وہ بھی جھوٹا ہے کیونکہ وہ اپنے کاموں میں خدا تعالیٰ کا دخل تسلیم نہیں کرتا۔ کام آسان ہوں یا مشکل آخر ان کی کنجی خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک بات میں نے بارہا سنی ہے۔ آپ ترکیہ کے سلطان عبدالحمید خان کا جو معزول ہو گئے تھے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ سلطان عبدالحمید خان کی ایک بات مجھے بڑی ہی پسند ہے۔ جب یونان سے جنگ کا سوال اٹھا تو وزراء نے بہت سے عذرات پیش کر دیئے۔ دراصل سلطان عبدالحمید خان کا منشاء تھا کہ جنگ ہو مگر وزراء کا منشاء نہیں تھا اس لئے انہوں نے بہت سے عذرات پیش کئے۔ آخر انہوں نے کہا۔ جنگ کے لئے یہ چیز بھی تیار ہے اور وہ چیز بھی تیار ہے لیکن کسی اہم چیز کا ذکر کر کے کہہ دیا کہ فلاں امر کا انتظام نہیں ہے۔ مثلاً یوں سمجھ لو کہ انہوں نے کہا (اور غالباً یہی کہا ہوگا) کہ تمام یورپین طاقتیں اس وقت اس بات پر متحد ہیں کہ یونان کی امداد کریں اور اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جب وزراء نے اپنا مشورہ پیش کیا اور مشکلات بتائیں اور کہا کہ فلاں چیز کا انتظام نہیں تو سلطان عبدالحمید نے جواب دیا کہ کوئی خانہ تو خدا کیلئے بھی چھوڑنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سلطان عبدالحمید کے اس فقرہ سے بہت ہی لطف اٹھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس کی یہ بات بہت ہی پسند ہے۔ تو مومن کیلئے اپنی کوششوں میں سے ایک خانہ خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑنا ضروری ہوتا ہے۔ درحقیقت سچی بات یہ ہے کہ مومن کبھی بھی ایسے مقام پر نہیں پہنچتا بلکہ دراصل کوئی شخص بھی ایسے مقام پر نہیں پہنچتا جب وہ کہہ سکے کہ اب کوئی رستہ کمزوری کا باقی نہیں رہا اور اگر کوئی انسان کہے کہ میں اپنا کام ایسا مکمل کر لوں کہ اس میں کوئی رخنہ اور سوراخ باقی نہ رہے تو یہ حماقت ہوگی۔ مگر اُسی طرح یہ بھی حماقت ہے کہ انسان اسباب کو بالکل نظر انداز کر دے۔ اس وقت یورپین قومیں پہلی حماقت میں مبتلا ہیں اور مسلمان دوسری حماقت میں۔ (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 542-541)

### مومن کو ایمان کا نمونہ دکھانا چاہئے

حضرت اقدس علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جب ترکوں نے بغداد پر حملہ کیا تو اٹھارہ لاکھ آدمی انہوں نے قتل کئے اور ایسی تباہی مچائی جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ پھر فرماتے تھے کہ ایک

شخص ایک ولی اللہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ دعا کریں کیونکہ مسلمان تباہ اور ہلاک ہو رہے ہیں اور کفار نے تمام بڑے بڑے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے تو اس وقت اس نے کہا کہ میں جب آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوں تو ملائکہ کی طرف سے یہ آواز آتی ہے۔ اَيْهَا الْكُفَّارُ! اُقْتُلُوا الْفَجَّارَ۔ اے کافرو! ان فاجروں کو مارو۔ حالانکہ ان دونوں فریقوں میں بڑا فرق تھا۔ ایک خدا کو ماننے والے تو دوسرے اس کے منکر۔ ایک رسولوں اور اس کی کتابوں کو ماننے والے مگر دوسرے اس سے متنفر۔ ایک دین کو ماننے والے اور دوسرے اس سے بیزار۔ ایک قرآن کو ماننے والے اور دوسرے اس کو مٹانے والے۔ اس میں کیا بھید ہے۔ یہی تو ہے کہ کفار گو ایسے ظاہر دشمن ہیں کہ جن کے دل میں ذرا بھی ایمان نہیں وہ تو خدا کا انکار کرتے ہیں مگر یہ باوجود ماننے کے پھر نہیں مانتے اور دین سے خارج ہیں۔ مسلمان کہتے تو تھے کہ ہم میں ایمان ہے مگر دراصل ان میں ایمان نہ تھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کہتے تھے مگر پھر ناکام و نامراد تھے یہی بات تو تھی کہ ان کے ایمانوں میں دنیا کی محبت مل گئی تھی اور خدا تعالیٰ سے پورا تعلق نہیں رہا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خالص ایمان رکھ کر خدا تعالیٰ کو نہیں پکارتے تھے بلکہ ان کا آہ و زاری کرنا کسی خاص مدعا اور مقصد کے لئے تھا وہ خدا کی عبادت کرتے تھے لیکن درحقیقت ان کی عبادت کسی خاص غرض کے لئے ہوتی تھی۔

پس مومن کو چاہئے کہ یک طرفہ تعلق رکھے اور ہر رنج دکھ تکلیف اور آرام میں غرض بہر حال خدا تعالیٰ سے راضی ہو۔ بہت مسلمان جب کہ ان سے کہا جاتا ہے کہ تم نماز روزہ ادا کرو تو کہہ دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو دیا کیا ہے جو اتنی مشقت میں پڑیں۔ حالانکہ وہ احمق نہیں جانتے کہ جس منہ سے وہ یہ جواب دیتے ہیں اور جس دماغ سے سوچتے ہیں وہ بھی تو خدا ہی کا دیا ہوا تو ہے جب اس کے اس قدر احسان اور انعامات ہم پر ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم اس کی شکرگزاری میں نہ لگ جائیں۔ مولانا رومیؒ نے خاص ایمان والے انسان کے متعلق ایک عجیب قصہ لکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس لقمان بطرز غلام رہتے تھے ان کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان سے بڑا تعلق تھا اور جو کچھ وہ کھاتا انہیں ساتھ شامل کرتا۔ ایک دفعہ بے فصل خربوزہ ان کے پاس آیا تو اس نے اس کی قاشیں کاٹ کر حضرت لقمان کو دیں تو انہوں نے اسے بڑے شوق سے کھایا پھر ایک اور دی اسے بھی بڑے شوق سے کھایا۔ آخر اس شخص کو بھی یہ خیال آیا کہ بڑے ہی مزے کی یہ چیز ہوگی جسے لقمان اتنے مزے اور شوق سے کھاتا ہے۔ جب اس

نے خود ایک قاش لے کر منہ میں ڈالی تو وہ نہایت تلخ تھی اس نے کہا لقمان یہ تو بڑی تلخ اور کڑوی ہے تم اسے اس مزے اور شوق سے کھا رہے ہو تو حضرت لقمان نے جواب میں کہا کہ جس کے ہاتھ سے ہزاروں میٹھی چیزیں کھائی ہیں اگر ایک دفعہ کڑوی اور تلخ کھالی تو کون سا حرج ہو گیا۔ اس شخص کے احسانات حضرت لقمان پر اتنے کیا ہوں گے لیکن انہوں نے اس کی ایسی قدر کی کہ اس کی دی ہوئی تلخ شے کو بھی میٹھا سمجھ کر کھا لیا۔ پھر خدا تعالیٰ کے اس قدر احسانات کے ہوتے ہوئے بھی جن کا کوئی حساب نہیں مومن کو کس ایمان کا نمونہ دکھانا چاہئے اور اگر کبھی اس کے لئے تکلیف برداشت کرنی پڑے تو کس خوشی سے اس کو قبول کرنا چاہئے۔

(خطبات محمود جلد چہارم صفحہ 514 تا 515)

### سلطان عبدالحمید کا توکل

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سلطان عبدالحمید کی ایک بات کا اکثر ذکر فرماتے اور فرمایا کرتے کہ اُس کی یہ بات مجھے بہت ہی پیاری لگتی ہے۔ باوجود اس کے کہ آپ ترکوں کی حالت پر شاکی تھے کہ وہ دین کی طرف توجہ نہیں کرتے مگر اس بات کو آپ بہت ہی پسند فرماتے تھے کہ جب جنگ یونان یا شاید کوئی اور جنگ ہونے لگی تو سلطان نے اپنے جرنیلوں کو مشورہ کے لئے بلایا وہ لوگ چونکہ غدار تھے اور یورپ کی سلطنتوں سے رشوتیں لے چکے تھے اس لئے انہوں نے کہا کہ فلاں سامان ہے، فلاں ہے اور پھر آخر میں کسی اہم چیز کا نام لے کر کہہ دیا کہ وہ نہیں۔ مطلب یہ تھا کہ اس کے نہ ہونے کی صورت میں سلطان لڑائی پر کیسے آمادہ ہوگا۔ لیکن سلطان نے ان کی یہ بات سن کر کہا کہ کوئی خانہ تو خدا کے لئے بھی خالی رہنے دو اور چلو لڑائی شروع کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ سلطان کی یہ بات مجھے بہت پسند ہے۔ تو جنگِ بدر کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اس کا خانہ خالی رہے اور کوئی مقام ایسا ہو جہاں سے وہ اپنے دشمنوں پر حملہ کر سکے۔ مسلمان تو چاہتے تھے کہ سب کچھ ہم ہی کریں لیکن خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ میرا بھی حصہ ہو اور اس طرح گویا مومن اور خدا میں محبت کی بحث تھی ہاں جو لوگ مخلص نہیں ہوتے وہ یہی کہتے ہیں کہ سارا خدا کرے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہہ دیا کہ فَادْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا لَهُمْ نَاقِدُونَ ﴿۲۵﴾ (المائدہ: 25) جاؤ اور تیرا رب لڑتے پھرو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ لیکن خالص مسلمانوں نے کہا ہم موسیٰ کے صحابہ والا

جواب نہیں دیں گے بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 591-592)

## روحانی جماعتیں توکل خدا تعالیٰ پر رکھتی ہیں

روحانی جماعتوں کا تعلق مادیات سے نہیں ہوتا۔ روحانی جماعتیں اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اس کی نصرت پر انحصار رکھتی ہیں۔ جب کبھی بھی روحانی کہلانے والی جماعتیں مادی اشیاء پر نظر کرتی ہیں اور ان سے اُمید رکھتی ہیں تو اُن کی طاقت کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اور جب کبھی بھی وہ خدا تعالیٰ پر نظر رکھتی ہیں اور اُس پر توکل رکھتی ہیں تو اُن کی روحانی طاقت کے علاوہ مادی طاقت بھی ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ سلطان عبدالحمید جو ترکوں کے بادشاہ تھے اور عارضی طور پر اُن کے زمانہ میں مسلمانوں کو بھی ترقی ہوئی اُس کی ایک بات مجھے بہت پسند ہے۔ جب ملک کی نوجوان پارٹی نے انہیں معزول کر کے اپنا سکہ جمالیہ تو اور گرد کی حکومتوں نے ترکی حکومت کو کمزور کر دیا۔ عرب لوگ بھی بدظن ہو گئے کیونکہ سلطان عبدالحمید کا سلوک اُن سے اچھا تھا۔ ان سے پہلے عرب شاکی تھے کہ ترک ان سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ سلطان عبدالحمید نے انہیں تعلیم دلانا شروع کی، انہیں کالجوں میں تعلیم دلوا کر فوجی اور دوسرے اہم کاموں پر لگایا اور ترکی حکومت میں انہیں داخل کرنا شروع کیا۔ ترک سمجھتے تھے کہ سلطان عبدالحمید عربوں کو آگے لا کر ترکوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اس لیے ان کی یہ پالیسی درست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ سلطان عبدالحمید بہت اچھا آدمی تھا اور اُس کی ایک بات مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ ایک جنگ کے متعلق جو شاید یونان والی جنگ تھی یا کوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ جب اُس کے آثار پیدا ہوئے تو سلطان عبدالحمید نے تمام وزراء اور بڑے افسروں کی ایک کانفرنس بلائی کہ اس صورتِ حالات میں ترکی حکومت کو دب کر صلح کر لینا چاہیے یا جنگ کرنی چاہیے۔ ترکی کے بعض جرنیل یورپین حکومتوں کے خریدے ہوئے تھے، وہ جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن وہ یہ کہنے کے لیے بھی تیار نہیں تھے کہ ہم جنگ کے لیے تیار نہیں۔ جب سلطان عبدالحمید نے اُن سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے کہا فلاں چیز بھی ٹھیک ہے، فلاں چیز بھی ٹھیک ہے لیکن فلاں

خانہ خالی ہے۔ اس طرح انہوں نے چاہا کہ وہ ملک اور بادشاہ کے سامنے نیک نام ہو جائیں کہ انہوں نے جنگ کے خلاف مشورہ نہیں دیا بلکہ سب حالات بتا کر سلطان عبدالحمید پر یہ بات چھوڑ دی ہے۔ اصل مطلب یہ تھا کہ بعض کمزور پہلو دیکھ کر وہ خود ہی لڑائی نہ کرنے کا فیصلہ کرے۔ سلطان عبدالحمید نے اُن کا مشورہ سن کر جواب دیا کہ سارے کام انسان ہی نہیں کرتا خدا تعالیٰ بھی کچھ کام کرتا ہے۔ اگر آپ نے سب خانے پُر کر دیئے ہیں اور صرف ایک خانہ خالی ہے تو وہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو اور جنگ لیے تیار ہو جاؤ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت گرے ہوئے زمانہ میں بھی مسلمان توکل سے خالی نہیں تھے اور یہ واقعہ یونانی جنگ کا ہے اور غالباً یہ اسی سے متعلق ہے۔ تو اس میں ترکوں کو اتنی شاندار فتح حاصل ہوئی کہ تمام یورپ حیران رہ گیا اور وہ ترکی حکومت میں دخل دینے سے کترانے لگا۔

حقیقت یہی ہے کہ سارے کام بندے نہیں کرتے کچھ کام خدا تعالیٰ بھی کرتا ہے۔ ہمارے اور دوسرے مذاہب کے درمیان یہی لڑائی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ زندہ ہے اور وہ انسان کے کاموں میں اُسی طرح دخل دیتا ہے جیسے وہ پہلے دیا کرتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان کی سب تدابیر ناکام ہو جاتی ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف رُخ کرتا ہے تو اسے باوجود ظاہری سامان نہ ہونے کے کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ نپولین نے کتنی تیاریاں کی تھیں، قیصر نے کتنی تیاریاں کی تھیں، مسولینی نے کتنی تیاریاں کی تھیں لیکن وہ ناکام ہوئے۔ انور پاشا اور اُس کی پارٹی نے کتنی تیاریاں کی تھیں لیکن وہ ناکام ہوئے اور ایک دھنکارا ہوا شخص مصطفیٰ کمال پاشا آگے آ گیا۔ بیشک وہ بھی دیندار نہیں تھا لیکن انور پاشا پر یہ الزام تھا کہ اُس نے ایسے بادشاہ کو جس کے زمانہ میں اسلام نے ترقی کی تھی معزول کیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا کا یہ قصور نہیں تھا۔ اُس نے بیشک خلافت کو توڑا لیکن اس نے اس خلافت کو توڑا جس نے پہلے سے قائم شدہ خلافت کو برخواست کیا تھا اور اس کا مقابلہ کیا تھا۔ اس لیے وہ باغی سے مقابلہ کرنے والا کہلاتا ہے۔ دراصل اس آخری زمانہ میں جو خلافت تھی یہ اصل خلافت نہیں تھی۔ اصل خلافت خلفائے راشدین والی خلافت ہی تھی۔ سارے مسلمان متفق ہیں کہ خلافت راشدہ حضرت علیؓ پر ختم ہو گئی ہے۔ بیشک بعد میں آنے والے بادشاہوں کو بھی خلفاء کہا گیا لیکن وہ خلفائے راشدین نہیں تھے۔ وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ اگر بادشاہ کو خلیفہ نہ کہا تو پکڑے جائیں گے۔ اس لیے انہوں نے پہلی خلافت کو خلافت راشدہ کا نام دے دیا اور اس طرح بادشاہوں کا منہ بند کر دیا۔

غرض عام بادشاہوں کو خلیفہ ہی کہا جاتا تھا لیکن جس خلافت کا ذکر قرآن کریم میں ہے وہ مسلمانوں کی اصطلاح میں خلافتِ راشدہ کہلاتی ہے اور اس بات پر سارے مسلمان متفق ہیں کہ خلافتِ راشدہ حضرت علیؓ پر ختم ہو چکی ہے۔ ہاں! اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد نئے سرے سے قائم ہوئی ہے۔ لیکن یہ خلافت روحانی ہے دنیوی سلطنت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ چونکہ مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک باغی کا مقابلہ کیا اس لیے وہ جیت گیا اور انور پاشا اور اُس کی پارٹی ہار گئی۔ اس نے تُرکی کی پہلی حکومت کو جس میں اسلام کو کچھ نہ کچھ ترقی ہوئی تھی تنزل نہیں ہوا تھا توڑنا چاہا۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے اُسے توڑ دیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے اس حکومت کو دوبارہ کھنڈرات سے قائم کیا۔ پھر اس کا نام خلافت نہیں رکھا۔ اس نے ایک دنیوی حکومت قائم کر دی جو انور پاشا کی حکومت سے زیادہ بہتر، مضبوط اور تُرکوں اور عربوں کے لیے مضبوطی کا موجب تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُس کی مدد کی اور اللہ تعالیٰ ایسے مواقع پر ہر ایک کی مدد کیا کرتا ہے۔ جن لوگوں نے انگریزی تاریخیں پڑھی ہیں اور پھر سارے جھگڑوں کا مطالعہ کیا ہے جو پہلی جنگِ عظیم میں چرچل اور دوسرے وزراء میں پڑ گئے تھے وہ جانتے ہیں کہ دراصل چرچل ہی تُرکی میں فوج اتارنے کا ذمہ دار تھا۔ انگریزی حکومت نے تُرکی میں فوجیں اتار دیں۔ تُرکی نے اُن کا مقابلہ کیا اور پھر یونانیوں کو جن کو اتحادیوں نے تُرکی کے ملک پر قابض کر دیا تھا گاجرمولی کی طرح کاٹ دیا۔

غرض انور اور مصطفیٰ کمال سے دو الگ الگ سلوک بتاتے ہیں کہ سلطان عبدالحمید کے ساتھ ایک حد تک خدائی مدد تھی۔ بیشک وہ روحانی بادشاہ نہیں تھا وہ ایک دنیوی بادشاہ تھا لیکن اُس نے اسلام کی خدمت کی۔ اس لیے اُس نے خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لیا۔ اس نے اسلام کی سچے دل سے مدد کی تو خدا تعالیٰ نے بھی اُس کی مدد کی اور ایک طاقت ور دشمن کے مقابلہ میں اسے فتح عطا فرمائی۔ (خطبات محمود جلد 32 صفحہ 158-155)

## نیت کا ثواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ فرماتے ایک بزرگ تھے وہ ایک اور بزرگ کو جو دریا کے پار رہا کرتے تھے روز کھانا دینے جایا کرتے تھے ایک دن بیمار ہو گئے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا آج تم کھانا پکا کر دریا کے پار فلاں بزرگ کے پاس لے جانا



اور اسے کھلانا۔ اس نے کہا۔ دریا سے کس طرح گزروں گی۔ انہوں نے کہا دریا پر جا کر کہنا۔ اے دریا! فلاں (اپنا نام بتا کر) آدمی کی خاطر جس نے کبھی اپنی بیوی سے صحبت نہیں کی مجھے راستہ دے دے۔ اس نے کہا یہ تو جھوٹ ہے اتنے بچے موجود ہیں اور تم کہتے ہو کبھی صحبت نہیں کی۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا تم اسی طرح کہہ دینا تمہیں رستہ مل جائے گا اس نے جا کر اسی طرح کہا تھوڑی دیر بعد ایک کشتی آگئی اور وہ سوار ہو کر دریا سے پار ہو گئی کھانا کھلانے کے بعد کہنے لگی میں نے آنے کے وقت تو دعا سیکھ لی تھی اب کیا کروں، کیونکر پار اُتروں۔ بزرگ نے کہا یہ معمولی بات ہے دریا پر جا کر کہنا۔ مجھے اس شخص کی خاطر (اپنا نام بتا کر) رستہ دے دے جس نے کبھی اپنے منہ میں ایک دانہ بھی نہیں ڈالا (حالانکہ ابھی ابھی اس کے سامنے کھانا کھا چکے تھے) اس نے کہا یہ جھوٹ ہے۔ کہنے لگے تمہیں کیا تم اسی طرح کہنا۔ اس نے جا کر کہا کشتی آگئی اور وہ پار اتر گئی۔ گھر جا کر اس نے اپنے خاوند سے کہا۔ آج دو جھوٹوں کے ذریعہ دعا قبول ہوتی دیکھی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ نہ ہم نے کبھی نفس کی خاطر صحبت کی اور نہ انہوں نے کبھی نفس کے لئے کھانا کھایا۔ ہم نے تعلق رکھا تو اس لئے کہ خدا نے کہا اور انہوں نے کچھ کھایا تو اس لئے کہ خدا نے حکم دیا۔ پس نہیں کا مطلب یہ نہیں کہ وہ فعل نہیں ہوا بلکہ یہ کہ اپنی خواہش اور لذت اس میں نہ تھی تو کامل توحید اس وقت ہوتی ہے کہ تمام چیزوں سے لذت کھینچ کر ایک ہی لذت باقی رہ جاتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی چیز میں مزا نہیں آتا۔ نمکین چیز نمکین نہیں معلوم ہوتی اور میٹھی چیز میٹھی نہیں لگتی بلکہ یہ ہے کہ انسان ہر ایک چیز اس لئے کھاتا ہے کہ خدا نے حکم دیا ہے مطلب تو دونوں کا حاصل ہو جاتا ہے جو اس نیت سے کھاتا ہے کہ خدا کا حکم ہے وہ بھی لذت حاصل کرتا ہے اور جو اپنے نفس کی خاطر کھاتا ہے وہ بھی مزا پاتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 8 صفحہ 434-433)

## ذکر الہی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی بزرگ کا یہ مقولہ سُنایا کرتے تھے کہ ”دست درکار و دل بایار“ یعنی انسان کے ہاتھ تو کاموں میں مشغول ہونے چاہئیں لیکن اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اسی طرح ایک بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ میں کتنی دفعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کروں۔ تو انہوں نے کہا کہ ”محبوب کا نام لینا اور

پھر گن گن کر۔ تو اصل ذکر وہی ہے جو ان گنت ہو۔ مگر ایک معین وقت مقرر کرنے میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ انسان اس وقت اپنے محبوب کے لئے اور کاموں سے بالکل الگ ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ دونوں حالتیں ضروری ہیں اس لئے صحیح طریق یہی ہے کہ معین رنگ میں بھی ذکر الہی کیا جائے اور غیر معین طور پر بھی اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے اور اُس کے فضلوں اور احسانات کا بار بار ذکر کیا جائے۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 309)

## تسبیح دل سے نکلتی ہے

”مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ بعض دفعہ ہم تسبیح کہتے ہیں تو ایک ہی دفعہ کی تسبیح میں ہمیں خدا تعالیٰ کا اس قدر قرب حاصل ہو جاتا ہے کہ دوسرا انسان ہزاروں ہزار دفعہ ویسی تسبیح کر کے بھی اس سے اتنا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ میں اس مجلس میں نہیں تھا۔ کسی ہمارے ہم عمر نے یہ بات سن لی۔ وہ مجھے ملے تو انہوں نے تعجب سے کہا۔ پتہ نہیں اس میں کیا راز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معلوم نہیں کس تسبیح کا ذکر کیا ہے۔ اس نے مجھ سے ذکر کیا تو یہ بات فوراً میرے ذہن میں آگئی کہ ایک تسبیح دل سے نکلتی ہے۔ اور ایک تسبیح زبان سے نکلتی ہے جب تسبیح زبان سے نکلتی ہے تو یک دم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہے اور جو تسبیح زبان سے نکلتی ہے وہ خواہ کوئی انسان ہزاروں دفعہ دہرائے وہ وہیں کا وہیں بیٹھا رہتا ہے۔ میں نے اسے کہا میں سمجھ گیا ہوں جو تسبیح دل سے نکلتی ہے۔ اس کا اثر فوراً ظاہر ہو جاتا ہے اور جو صرف زبان سے نکلتی ہے اس کا کوئی اثر پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ہنس پڑے اور کہا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ آپ نے بھی کس طرح ایک اہم بات کو چٹکیوں میں اڑا دیا۔ غرض جو چیز سہل الحصول ہو اسے لوگ چھوڑ دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی جنت منتر مل جائے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے ملنے کے لئے کسی جنت منتر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ان فطرتی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر انسان میں پائی جاتی ہیں جس طرح لوگ اپنے ماں باپ اور بیٹے بیٹی اور بھائی بہنوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں جس طرح لوگ کسی کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں وہی طریق خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے ہیں تم اپنے ارد گرد دیکھ لو کہ لوگ ایک دوسرے کے کس طرح دوست بنتے ہیں۔

## مصائب کے وقت ایمان بڑھنا چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ بد قسمتی سے مسلمانوں میں یہ رواج پڑ گیا ہے کہ وہ نماز کے بعد دعا کرتے ہیں حالانکہ وہ دعا کا وقت نہیں ہوتا۔ دنیا میں تم کسی افسر سے کچھ مانگتے ہو تو اُس وقت مانگتے ہو جب ملاقات کا وقت ہوتا ہے نہ کہ ملاقات کے بعد۔ اسی طرح خدا تعالیٰ سے مانگنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب تم اُس کے دربار میں گئے ہوتے ہو۔ جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو۔ اگر وہ موقع تم ہاتھ سے ضائع کر دیتے ہو تو بعد میں دعا کرنا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح جب مشکلات آتی ہیں، مصائب آتے ہیں تو خدا تعالیٰ مومن کے قریب آجاتا ہے اور یہ وقت دعا کی قبولیت کا ہوتا ہے۔ اگر تم اُس وقت کو ضائع کر دیتے ہو تو تمہیں خدا تعالیٰ پر کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ تمہاری دعائیں سنے گا؟ جب ہم نے اُس وقت خدا تعالیٰ سے کچھ نہ مانگا جب وہ ہمارے قریب تھا تو اُس وقت کس طرح مانگیں گے جب وہ دُور ہوگا۔ بہترین وقت خدا تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کا وہی ہوتا ہے جب تم مشکلات اور مصائب میں پڑے ہوتے ہو۔ مشکلات اور مصائب کے وقت تمہارا ایمان بڑھنا چاہیے اور تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ تمہاری دعائیں سنے گا۔ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ وہ تمہارے زیادہ قریب آ گیا ہے۔ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ اس کے وصال کا وقت آ گیا ہے۔ جب ایک عورت کو اُس کا گم شدہ بچہ مل جاتا ہے تو وہ خوشی میں دنیاؤ ما فیہا سے غافل ہو جاتی ہے۔ تو جب تمہیں خدا تعالیٰ مل جائے تو تمہیں تمہارا دشمن نظر ہی کیوں آئے۔ جب تمہیں خدا تعالیٰ مل جائے گا تو تم محسوس ہی نہیں کرو گے کہ کوئی شخص تم سے دشمنی کرتا ہے کیونکہ تم خدا تعالیٰ کی گود میں ہو گے۔

میں نے بسا اوقات دیکھا ہے کہ جب کسی غریب ماں کے بچہ کو کوئی دوسرا بچہ مارتا ہے تو وہ اپنی ماں کی گود میں بھاگ جاتا ہے اور پھر اُسے گھورتا ہے اور کہتا ہے آ تو سہی!! حالانکہ اُس کی ماں خود فقیر ہوتی ہے اور مارنے والا کسی امیر خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنی ماں کی گود میں چلا جاتا ہے تو اُسے تسلی ہو جاتی ہے کہ وہ محفوظ ہو گیا ہے۔ پھر کتنی شرم کی بات ہے کہ تم خدا تعالیٰ کی گود میں جاؤ اور پھر دشمن سے ڈرو۔ کون ہے جو تمہارا کچھ بگاڑ سکتا ہے یا کون سی قوم ہے جو تمہارے مقابلہ میں کھڑی ہو سکتی ہے؟ دنیا کی سب قومیں، دنیا کی سب طاقتیں، دنیا

کی سب حکومتیں خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ وہ جس کا بھی چاہے دل بدل سکتا ہے، اور تمہارے دشمن خواہ کتنا ہی جتھا رکھتے ہوں تمہارے مقابل میں ہیج ہیں کیونکہ تم خدا تعالیٰ کی گود میں ہو اور جو تلوار لے کر تمہارے سامنے کھڑا ہوتا ہے وہ تم پر حملہ نہیں کرتا خدا تعالیٰ پر حملہ کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ لوگوں کے دل تمہاری تائید میں پھرا دے گا اور سچائی کو لوگوں پر ظاہر کر دے گا۔ اور یہ مصائب کے بادل فضل کی ہواؤں سے بکھر جائیں گے اور انشاء اللہ تم امن میں آ جاؤ گے۔“

(خطبات محمود جلد 33 صفحہ 241-242)

### عورتوں میں لیکچر دینا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ عورتوں میں ان کی تربیت کے لئے مختلف لیکچر دینے شروع کر دیئے اور کئی دن تک آپ لیکچر دیتے رہے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ ہمیں عورتوں کا امتحان بھی لینا چاہئے تا معلوم ہو کہ وہ ہماری باتوں کو کہاں تک سمجھتی ہیں۔ باہر سے ایک خاتون آئی ہوئی تھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔ بتاؤ مجھے آٹھ دن لیکچر دیتے ہو گئے ہیں۔ میں نے ان لیکچروں میں کیا بیان کیا ہے وہ کہنے لگی یہی خدا اور رسول کی باتیں آپ نے بیان کی ہیں اور کیا بیان کیا ہے۔ آپ کو اس جواب سے اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ نے لیکچروں کا سلسلہ بھی بند کر دیا اور فرمایا ہماری عورتوں میں ابھی اس قسم کی غفلت پائی جاتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ابھی وہ بہت ابتدائی تعلیم کی محتاج ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی روحانی باتیں سننے کی ان میں استعداد ہی نہیں۔ یہی بعض مردوں کا حال ہے۔ اس کے مقابلہ میں صحابہؓ کو دیکھو۔ وہ کس طرح رات اور دن رسول کریم ﷺ کی باتوں کو سنتے اور پھر ان پر عمل کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات کو لیا اور دنیا میں نہ صرف اس کو پھیلا دیا بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا.....

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں ہیں۔ ان کو پڑھنا اور ان سے فائدہ اٹھانا بھی جماعت کے اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ مگر یاد رکھو صرف لذت حاصل کرنے کے لئے تم ایسا مت کرو۔ بلکہ فائدہ اٹھانے اور عمل کرنے کی نیت سے تم ان امور کی طرف توجہ کرو۔ تم لذت حاصل کرنے کے لئے سارا قرآن پڑھ جاؤ تو تمہیں کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن

اگر تم اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرتے ہوئے اس کی محبت کے جوش میں ایک دفعہ بھی سُبْحَانَ اللّٰہ کہہ لو۔ تو وہ تمہیں کہیں کا کہیں پہنچا دے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ مجلس میں بیان فرمایا کہ بعض دفعہ ہم تسبیح کرتے ہیں تو ایک تسبیح سے ہی ہم کہیں کے کہیں جا پہنچتے ہیں۔ میں اس مجلس میں موجود نہیں تھا۔ ایک نوجوان نے یہ بات سنی تو وہ وہاں سے اٹھ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ خبر نہیں آج حضرت صاحب نے یہ کیا کہا ہے۔ وہ صاحب تجربہ نہیں تھا مگر میں اس عمر میں بھی صاحب تجربہ تھا۔ حالانکہ میری عمر اس وقت سترہ اٹھارہ سال کی تھی۔ میں نے جب اس سے یہ بات سنی تو میں نے کہا ہاں ایسا ہوتا ہے وہ کہنے لگا کس طرح میں نے کہا کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ میں نے اپنی زبان سے ایک دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہا تو مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میری روحانیت اڑ کر کہیں سے کہیں جا پہنچی ہے۔ وہ یہ سنتے ہی نہایت تحقیر سے کہنے لگا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہ۔

اس کی وجہ یہی تھی کہ اس نے کبھی سنجیدگی سے سُبْحَانَ اللّٰہ کے مضمون پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ اسے سارا سارا دن سُبْحَانَ اللّٰہ کہہ کر کچھ نہیں ملتا تھا۔ مگر میں اپنے ذاتی تجربہ کی وجہ سے جانتا تھا کہ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جب میں نے سُبْحَانَ اللّٰہ کہا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ پہلے میں اور تھا اور اب میں کچھ اور بن گیا ہوں دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی مضمون کو کس عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حالانکہ میں نے اس وقت تک بخاری نہیں پڑھی تھی۔ مگر میرا تجربہ صحیح تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ۔ دو کلمے ایسے ہیں کہ رُحْمَن کو بہت پیارے ہیں۔ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ زبان پر بڑے ہلکے ہیں۔ انسان ان الفاظ کو نہایت آسانی کے ساتھ نکال سکتا ہے۔ کوئی بوجھ اسے محسوس نہیں ہوتا۔ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ۔ لیکن قیامت کے دن جب اعمال کے وزن کا سوال آئے گا۔ تو وہ بڑے بھاری ثابت ہوں گے اور جس پلڑے میں ہوں گے اسے بالکل جھکا دیں گے۔ وہ کیا ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہ وَبِحَمْدِہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِيمِ۔ مجھے ان کلمات کے پڑھنے کی بڑی عادت ہے اور میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ ایک ایک مرتبہ ہی ان کلمات کو کہنے سے میری روح اڑ کر کہیں کی کہیں جا پہنچتی ہے۔ تو اصل چیز یہی ہے کہ ہم سنجیدگی سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر غور کریں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تم صحابہؓ کو بھی خواہش سے نہیں بن سکتے۔ تم میرے متعلق خواہ کس قدر سمجھو کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے

مشابہت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت ہے۔ تمہیں خالی ایسا اعتقاد صحابیت کے مقام تک نہیں پہنچا سکتا۔ صحابہ تم بھی بنو گے جب تم اپنی قوت عملیہ سے کام لو گے۔ (خطبات محمود جلد 25 صفحہ 118 تا 121)

### قصہ ریچھ سے دوستی کا

ہماری جماعت کا فرض ہے کہ اخلاق کو دنیا میں قائم کرے اس لئے اس حالت کو تبدیل کرنے کی کوشش کرنا ہمارا فرض ہے ممکن ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوں جو کہہ دیں کہ یہ لوگ اپنے ملک کی خیر خواہی کر رہے ہیں ہمیں انہیں برا کہنے کی کیا ضرورت ہے مگر یہ خیر خواہی ویسی ہی ہے جیسے ایک قصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ کسی شخص کی ریچھ کے ساتھ دوستی تھی اور جس طرح لوگ کرتے اور دوسرے جانوروں کو سدھالیتے ہیں اُس نے اسے سدھایا ہوا تھا۔ اس شخص کی ماں سو رہی تھی اور ریچھ بیٹھا اس کی کھلیاں اڑا رہا تھا ایک مکھی بار بار آ کر بیٹھتی تھی جسے وہ بار بار اڑانے سے تنگ آ گیا آخر اُس نے ایک پتھر اٹھا کر مارا جس سے ماں بھی مر گئی۔ پس یہ خیر خواہی بھی اس ریچھ کی خیر خواہی سے مشابہ ہے۔ اگر حکومت کے حصول کے لئے ضمیر کو تباہ کر لیا جائے تو آئندہ نسل چوروں، ڈاکوؤں اور فریبیوں کی پیدا ہوگی۔

(خطبات محمود جلد نمبر 12 صفحہ 548)

### پرانی حکایتیں سبق حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہیں

دوستی کے معنی یہ ہیں کہ ایک انسان دوسرے دوست کے کام آئے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کی عارضی تکلیف کو دائمی تکلیف پر مقدم کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص کار ریچھ سے دوستانہ تھا۔ اس نے اسے پالا تھا یا کسی مصیبت کے وقت اس پر احسان کیا تھا۔ اس وجہ سے وہ اس کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ یہ گویا ایک حکایت ہے جو حقیقت بیان کرنے کی غرض سے بنائی گئی ہے۔ اگرچہ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ آدمی ریچھ وغیرہ جانوروں کو پال کر اپنے ساتھ ہلا لیتا ہے۔ مگر جب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی حکایت روایت کرتا ہوں تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ یہ حقیقت بیان کرنے کی غرض سے ایک قصہ ہے یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تادمین یہ اعتراض نہ کرے کہ یہ ایسے بے وقوف لوگ ہیں کہ سمجھتے ہیں ریچھ انسانوں کے پاس آ کر بیٹھتے ہیں۔ یہ پرانی حکایتیں سبق حاصل

کرنے کے لئے ہوتی ہیں اور ان سے مراد ایسے خصائل رکھنے والے انسان ہوتے ہیں۔ مثلاً پرانی حکایتوں میں بادشاہ کے دربار کو شیر کا دربار اور اس کے امراء و وزراء کو دوسرے جانوروں کی صورت میں پیش کیا جاتا تھا اور اس طرح وہ بادشاہ بھی جس کے متعلق بات ہوتی نہایت مزے لے لے کر پڑھتا۔ خیر تو ریچھ اس آدمی کا دوست تھا اور اس کے پاس آتا تھا۔ ایک دن اس کی والدہ بیمار پڑی تھی اور وہ پاس بیٹھا پتکھا ہلا رہا اور مکھیاں اڑا رہا تھا۔ اتفاقاً سے کسی ضرورت کے لئے باہر جانا پڑا اور اس نے ریچھ کو اشارہ کیا کہ تم ذرا مکھیاں اڑاؤ میں باہر ہو آؤں ریچھ نے اخلاص سے یہ کام شروع تو کر دیا مگر انسان اور حیوان کے ہاتھ میں فرق ہوتا ہے اور حیوان ایسی آسانی سے ہاتھ نہیں ہلا سکتا جتنی آسانی سے انسان ہلا سکتا ہے۔ وہ مکھی اڑائے لیکن وہ پھر آ بیٹھے پھر اڑائے پھر آ بیٹھے۔ اس نے خیال کیا مکھی کا بار بار آ کر بیٹھنا میرے دوست کی ماں کی طبیعت پر بہت گراں گزرتا ہوگا۔ چنانچہ اس کا علاج کرنے کے لئے اس نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور اسے دے مارا تا مکھی مر جائے۔ مکھی تو مر گئی مگر ساتھ ہی اس کے دوست کی ماں بھی کچلی گئی۔ یہ ایک مثال ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض نادان کسی سے دوستی کرتے ہیں مگر دوستی کرنے کا ڈھنگ نہیں جانتے۔ وہ بعض دفعہ خیر خواہی کرتے ہیں مگر ہوتی دراصل تباہی ہے۔ اگر اپنے دوست کے سچے خیر خواہ ہوتے تو بے ایمانی کی طرف نہ لے جاتے بلکہ اگر اسے اس طرف مائل بھی دیکھتے تو اسے روکتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستی کا نقشہ کیا خوب کھینچا ہے۔ فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا بات ہے کیا ہم ظالم کی مدد بھی کیا کریں۔ آپؐ نے فرمایا جب تو ظالم کا ہاتھ ظلم سے روکے تو تو اس کی مدد کرتا ہے۔ گویا فرمایا اصل مدد کے معنی یہ نہیں کہ کسی کی منشاء کے مطابق چلتے جاؤ بلکہ یہ ہیں کہ اس کے فائدہ کے لئے اس کے خلاف بھی چلنا پڑے تو چلو اور بجائے اس کے کہ اس کے ساتھ مل کر ظلم کرو اسے بھی اس سے روکو اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اسے تباہ کرتے ہو۔ پس صحیح دوستی وہی ہے جو سمجھ اور عقل سے ہو۔ (خطبات محمود جلد 13 صفحہ 205-204)

تلوار کے زخم سے زبان کا زخم بہت زیادہ شدید ہوتا ہے

تم تجربہ کر کے دیکھ لو گندے اخلاق کے آدمی کو ذرا دق کرو، فوراً گالیاں دینا شروع کر دے گا۔ لیکن اگر وہ تلوار چلانے والا ہوگا تو گالیاں نہیں دے گا بلکہ لڑنے لگ جائے گا اسی لئے جو

تو میں قتل کرتی ہیں ان میں گالیاں دینے کی عادت کم ہوتی ہے اور جو قتل نہیں کرتیں ان میں گالیاں دینے کی عادت زیادہ ہوتی ہے۔ پس درحقیقت گالی قتل کے قائم مقام ہوتی ہیں اور اس میں کیا شبہ ہے کہ بعض دفعہ گالی کا زخم تلوار کے زخم سے بہت سخت ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ کوئی ریچھ تھا، اس کا ایک آدمی سے دوستانہ تھا۔ اس کی بیوی ہمیشہ اسے طعن کیا کرتی تھی کہ تو بھی کوئی آدمی ہے، تیرا ریچھ سے دوستانہ ہے۔ ایک دن اس کی دلا زار گفتگو اس قدر بڑھ گئی اور ایسی بلند آواز سے اس نے کہنا شروع کیا کہ ریچھ نے بھی سن لیا۔ ریچھ نے تب ایک تلوار لی اور اپنے دوست سے کہا۔ یہ تلوار میرے سر پر مار (اس گفتگو کے متعلق حیرت نہیں ہونی چاہئے یہ صرف ایک کہانی ہے یہ بتانے کے لئے کہ کوئی آدمی ریچھ کی شکل کا ہوتا ہے اور کوئی انسان کی صورت کا) اس شخص نے بہتیرا انکار کیا۔ مگر ریچھ نے کہا کہ ضرور میرے سر پر مار۔ آخر اس نے تلوار اٹھائی اور ریچھ کے سر پر ماری۔ وہ لہو لہان ہو گیا اور جنگل کی طرف چلا گیا۔ ایک سال کے بعد پھر اپنے دوست کے پاس آیا اور کہنے لگا، میرا سر دیکھ کہیں اس زخم کا نشان ہے؟ اس نے دیکھا تو کہیں زخم کا کوئی نشان دکھائی نہ دیا۔ تب ریچھ نے کہا بعض جنگل میں بوٹیاں ہوتی ہیں۔ میں نے علاج کیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ لیکن تیری بیوی کے قول کا زخم آج تک ہرا ہے۔ تو بعض اوقات تلوار کے زخم سے زبان کا زخم بہت زیادہ شدید ہوتا ہے اور یہ تلوار ایسا زخم لگاتی ہے جو کبھی بھولنے میں نہیں آتا۔ پس گولو ہے کی تلوار چھین لی گئی لیکن چونکہ اخلاق درست نہ تھے اس لئے انہوں نے ایسی تلوار تلاش کی جو پر امن حکومت میں رہتے ہوئے مخالف پر چلا سکیں اور چونکہ لوہے کی تلوار ان سے لے لی گئی تھی اس لئے انہوں نے زبان کی تلوار چلانی شروع کر دی۔

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 32-31)

### کہانیاں سنانا، تعلیم کا بہترین ذریعہ

بچپن کی حالت کے لئے جو لوازم مخصوص ہیں کوئی بچہ خواہ بڑا ہو کر نبی ہونے والا ہو وہ بھی ان میں سے ضرور گزرے گا اور اس کی یہ حالت بعد کی زندگی میں اُس کے لئے کسی اعتراض کا موجب نہیں ہو سکتی۔ پس اس عمر میں ورزش کے ذریعہ بچہ کی تربیت اشد ضروری ہے اور اسے کلی طور پر دماغی کام میں لگا دینا خطرناک ہوتا ہے اس زمانہ میں اس کی صحیح تربیت کا طریق وہی



ہے جو اسے کھیل کود سکھائے پہلے تو جب وہ بہت چھوٹا ہو کہانیوں کے ذریعہ اس کی تربیت ضروری ہوتی ہے۔ بڑے آدمی کے لئے تو خالی وعظ کافی ہوتا ہے۔ لیکن بچپن میں دلچسپی قائم رکھنے کے لئے کہانیاں ضروری ہوتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ کہانیاں جھوٹی ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ کبھی حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان فرماتے کبھی حضرت نوحؑ کا قصہ سناتے اور کبھی حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بیان فرماتے مگر ہمارے لئے وہ کہانیاں ہی ہوتی تھیں۔ گو وہ تھے سچے واقعات ایک حاسد و محسود کا قصہ الف لیلہ میں ہے وہ بھی سنایا کرتے تھے۔ وہ سچا ہے یا جھوٹا بہر حال اس میں ایک مفید سبق ہے۔ اسی طرح ہم نے کئی ضرب الامثال جو کہانیوں سے تعلق رکھتی ہیں آپ سے سنی ہیں پس بچپن میں تعلیم کا بہترین ذریعہ کہانیاں ہیں۔ گو بعض کہانیاں بے معنی اور بے ہودہ ہوتی ہیں۔ مگر مفید اخلاق سکھانے والی اور سبق آموز کہانیاں بھی ہیں اور جب بچہ کی عمر بہت چھوٹی ہو تو اس طریق پر اسے تعلیم دی جاتی ہے پھر جب وہ ذرا ترقی کرے تو اس کے لئے تعلیم و تربیت کی بہترین چیز کھیلیں ہیں کتابوں کے ساتھ جن چیزوں کا علم دیا جاتا ہے۔ کھیلوں سے عملی طور پر وہی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر کہانیوں کا زمانہ کھیل سے نیچے کا زمانہ ہے۔ لیکن کوئی عقل مند کبھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے بچوں کو کہانیاں سنانا یا کہانیاں بتانا کلی طور پر کسی جاہل کے سپرد کر دیا جائے یا بچوں ہی کے سپرد کر دیا جائے بلکہ اس کام پر ہر قوم کے بڑے بڑے ماہرین فن لگے رہتے ہیں دنیا کے بہترین مصنف جو لاکھوں روپے سالانہ کماتے ہیں وہ کہانیاں ہی لکھتے ہیں۔

(الفضل 28 / مارچ 1939ء جلد 27 نمبر 71 صفحہ 2)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو کہانیاں بھی سنایا کرتے تھے

ورزش کے شعبہ کو مفید بلکہ مفید ترین بنایا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس میں تین باتوں کا خیال رکھا جائے۔ ایک تو یہ کہ وہ آئندہ زندگی میں بھی مفید ثابت ہونے والی ہوں نہ صرف بچپن میں بلکہ بڑے ہو کر بھی فائدہ دینے والی ہوں۔ بچپن میں کھیل کا جو فائدہ ہوتا ہے وہ بھی حاصل ہو، جسم بھی مضبوط ہو اور ذہن بھی ترقی کرے۔ بچپن میں جو کہانیاں بچوں کو سنائی جاتی ہیں۔ ان کا مقصد ایک تو یہ ہوتا ہے۔ کہ بچہ شور نہ کرے اور ماں باپ کا وقت ضائع نہ کرے۔

لیکن اگر وہ کہانیاں ایسی ہوں جو آئندہ زندگی میں بھی فائدہ دیں۔ تو یہ کتنی اچھی بات ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ کہانیاں سنانے کا جو فائدہ اس وقت ہوتا ہے۔ وہ بھی ان سے حاصل ہوتا تھا۔ اگر اس وقت آپ وہ کہانیاں نہ سناتے۔ تو پھر ہم شور مچاتے اور آپ کام نہ کر سکتے تھے۔ پس یہ ضروری ہوتا کہ ہمیں کہانیاں سنا کر چپ کرایا جاتا اور یہی وجہ تھی کہ رات کے وقت ہماری دلچسپی کو قائم رکھنے کے لئے آپ بھی جب فارغ ہوں۔ کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ تاہم سو جائیں اور آپ کام کر سکیں۔ بچہ کو کیا پتہ ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ کتنا بڑا کام کر رہے ہیں۔ اسے تو اگر دلچسپی کا سامان مہیا نہ کیا جائے۔ تو وہ شور کرتا ہے اور کہانی سنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچے سو جاتے ہیں اور ماں باپ عمدگی سے کام کر سکتے ہیں اور کہانیوں کی یہ ضرورت ایسی ہے جسے سب نے تسلیم کیا ہے۔ گو وہ عارضی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت اس کا فائدہ صرف اتنا ہوتا ہے کہ بچہ کو ایسی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ مجھو کر سو جاتا ہے۔ ماں باپ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمارا وقت ضائع نہ ہو۔ اس لئے وہ اسے لٹا کر کہانیاں سناتے ہیں۔ یا ان میں سے ایک سے سناتا ہے اور دوسرا کام میں لگا رہتا ہے۔ یا پھر ایک سناتا ہے اور باقی خاندان آرام سے کام کرتا ہے۔ اگر اس وقت فضول اور لغو کہانیاں بھی سنائی جائیں۔ تو یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر ہم اس پر خوش نہیں ہوتے۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ ایسی کہانیاں اسے سنائیں کہ اس وقت بھی فائدہ ہو یعنی ہمارا وقت بچ جائے اور پھر وہ آئندہ عمر میں بھی اُسے فائدہ پہنچائیں اور جب کہانیوں کے متعلق یہ کوشش کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ کھیل کے معاملہ میں بچوں کو یونہی چھوڑ دیں۔

(الفضل 28/ مارچ 1939ء، جلد 27 نمبر 71 صفحہ 3-4)

### بچوں کو سبق آموز کہانیاں سنانا

بچپن میں ہمیں کہانیاں سننے کا بہت شوق تھا۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہتے تو آپ ہمیں ایسی کہانیاں سناتے جنہیں سن کر عبرت حاصل ہوتی۔ انہی کہانیوں میں سے ایک کہانی مجھے اس وقت یاد آگئی جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے میں نے سنا۔ آپ فرماتے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان اس وجہ سے آیا کہ لوگ اُس وقت بہت گندے ہو گئے تھے اور گناہ کرنے لگ گئے تھے۔ وہ جوں جوں اپنے گناہوں میں بڑھتے

جاتے خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ان کی قیمت گرتی جاتی۔ آخر ایک دن ایک پہاڑی کی چوٹی پر کوئی درخت تھا اور وہاں گھونسلمے میں چڑیا کا ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا اُس بچے کی ماں کہیں گئی اور پھر واپس نہ آسکی شاید مر گئی یا کوئی اور وجہ ہوئی کہ نہ آئی۔ بعد میں اس چڑیا کے بچے کو پیاس لگی اور وہ پیاس سے تڑپنے لگا اور اپنی چونچ کھولنے لگا تب خدا تعالیٰ نے یہ دیکھ کر اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور زمین پر پانی برسائو اور اتنا برسائو کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر جو درخت ہے اُس کے گھونسلمے تک پہنچ جائے تاکہ چڑیا کا بچہ پانی پی سکے۔ فرشتوں نے کہا خدایا! وہاں تک پانی پہنچانے میں تو ساری دنیا غرق ہو جائے گی۔ خدا تعالیٰ نے جواب دیا کوئی پرواہ نہیں اس وقت دنیا کے لوگوں کی میرے نزدیک اتنی بھی حیثیت نہیں جتنی اُس چڑیا کے بچے کی حیثیت ہے۔ اس کہانی میں یہی سبق سکھایا گیا ہے جو بالکل درست ہے کہ صداقت اور راستی سے خالی دنیا ساری کی ساری مل کر بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک چڑیا کے بچے جتنی حیثیت نہیں رکھتی۔ تو پھر بتاؤ کہ ایک یا چند انسانوں کی صداقت کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 678، 679)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو لطائف بھی سنایا کرتے تھے

اخلاقی تعلیم وہ ہے جو قرآن سکھاتا ہے کہ اگر مار کھانے میں فائدہ ہو تو مار کھا اور اگر مارنے میں فائدہ ہو تو مار بہر حال جس سے دنیا کو فائدہ پہنچتا ہو جس سے لوگوں میں امن قائم ہوتا ہو جس سے دوسرے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہو وہ کام کرنے مار کھانا اچھا ہے نہ مارنا اچھا ہے ہاں وہ چیز اچھی ہے جو اپنے موقع پر کی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ کہیں شیر اور بھیڑیا میں بحث ہوگئی کہ سردی پوہ ہوتی ہے یا ماگھ میں۔ خوب لڑے شیر کہے پوہ میں ہوتی ہے، بھیڑیا کہے ماگھ میں ہوتی ہے۔ آخر بڑی دیر بحث کرنے کے بعد انہوں نے کہا گیدڑ کو بلاؤ اور اس سے فیصلہ چاہو۔ گیدڑ بیچارہ آیا اس کے لئے وہ بھی مار کھنڈ تھا اور یہ بھی مار کھنڈ۔ اس کی بات کہے تو وہ مارے۔ اس کی بات کہے تو یہ مارے۔ آخر کہنے لگا ٹھہر جاؤ سوچ لوں۔ سوچ سوچ کر کہنے لگا۔

۔ سنو سنگھ سردار بگھیڑا راجی

نہ پالا پوہ نہ پالا ماگھ پالا واجی

یعنی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو سردی ہو جاتی ہے۔ ورنہ سردی نہ پوہ میں ہے نہ ماگھ میں۔ ربوہ میں تو یہی ہوتا ہے کہ ہوا چلتی ہے تو ہم ٹھٹھرنے لگ جاتے ہیں اور ہوا بند ہوتی ہے تو رات کے وقت دروازے کھول دیتے ہیں۔ تو اصل چیز یہی ہے کہ کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اس کے منہ پر جب تک تھپڑ نہ ماریں۔ اس کی اصلاح نہیں ہوتی اور کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ مارنا اس کے مضر ہو جاتا ہے۔ (الفضل 4 مئی 1960ء جلد 14/49 نمبر 100 صفحہ 3)

### حضرت اماں جان بچوں کو کہانیاں سنایا کرتی تھیں

ہم جب بچے تھے تو حضرت اماں جان ہمیں کہانی سنایا کرتیں تھیں کہ ایک جولہا کہیں کھڑا تھا کہ گولا اٹھا اور وہ اس کی لپیٹ میں اڑتے اڑتے کسی شہر کے پاس آگرا۔ اس شہر میں ایک نیم پاگل بادشاہ رہا کرتا تھا اور اُس کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ کئی شہزادوں نے رشتہ کی درخواست کی مگر اس نے سب درخواستوں کو رد کر دیا اور کہا کہ میں اپنی لڑکی کی شادی کسی فرشتہ سے کروں گا جو آسمان سے اترے گا کسی اور کو رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ جوں جوں دن گزرتے گئے لڑکی کی عمر بھی بڑی ہوتی گئی ایک دن وہ جولہا بگولے کی لپیٹ میں جو اُس شہر کے قریب آ کر ننگ دھڑنگ گرا تو لوگ دوڑتے ہوئے بادشاہ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ حضور! آسمان سے فرشتہ آ گیا ہے اب اپنی لڑکی کی شادی کر دیں۔ بادشاہ نے اپنی لڑکی کی جولہا سے شادی کر دی وہ پہاڑی آدمی تھا نرم نرم گدیوں اور اعلیٰ اعلیٰ کھانوں کو وہ کیا جانتا تھا اُسے تو سب سے بہتر یہی نظر آتا تھا کہ زمین پر ننگے بدن سوئے اور روکھی سوکھی روٹی کھالے مگر جب بادشاہ کا داماد بنا تو اُس کی خاطر تواضع بڑھنے لگی نوکر کبھی اس کے لئے پلاؤ پکائیں، کبھی زردہ پکائیں، کبھی مرغ تیار کریں، پھر جب بستر پر لیٹے تو نیچے بھی گدے ہوتے اور اوپر بھی اور کئی خادم اسے دبانے لگ جاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنی ماں سے ملنے کے لئے آیا ماں نے اُسے دیکھا تو گلے سے چمٹا لیا اور رونے لگی کہ معلوم نہیں اتنے عرصہ میں اس پر کیا کیا مصیبتیں آئی ہوں گی۔ جولہا بھی چیخیں مار مار کر رونے لگ گیا اور کہنے لگا اماں! میں تو بڑی مصیبت میں مبتلا رہا ایک ایک دن گزارنا میرے لئے مشکل تھا کوئی ایک تکلیف ہو تو بیان کروں میرے تو پور پور میں دکھ بھرا ہوا ہے۔ اماں! کیا بتاؤں مجھے صبح شام لوگ کیڑے پکا کر کھلاتے (چاول جو اسے کھانے کے لئے دیئے جاتے تھے اُن کا نام اُس نے کیڑے رکھ دیا) پھر وہ نیچے بھی روٹی رکھ دیتے اور اوپر بھی اور

مجھے مارنے لگ جاتے یعنی دبانے کو اُس نے مارنا قرار دیا اس طرح ایک ایک کر کے اُس نے سارے انعامات گننا شروع کئے ماں نے یہ سنا تو چیخیں مار کر رونے لگ گئی اور کہنے لگی ”ہے پُت تجھ پہ یہ یہ دُکھ“ یعنی اتنی چھوٹی سی جان اور یہ یہ مصیبتیں۔ یہی حال بعض واقفین کا ہے کہ جماعتیں ان کو گلے لپٹاتی ہیں سینہ سے لگاتی ہیں اور کہتی ہیں ”ہے پُت تجھ پہ یہ یہ دُکھ“۔ بہر حال ہمیں واقف چاہئیں مگر بُزدل اور پاگل واقف نہیں بلکہ وہ ہر قسم کے شدائد کو خوشی کے ساتھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں جہاں واقفین میں سے اس حصہ کی مذمت کرتا ہوں وہاں میں دوسرے حصہ کی تعریف کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے نوجوانوں میں ایسے واقفین زندگی بھی ہیں جنہیں ہر قسم کے خطرات میں ہم نے ڈالا مگر انہوں نے ذرا بھی پرواہ نہیں کی، وہ پوری مضبوطی کے ساتھ ثابت قدم رہے اور انہوں نے دین کی خدمت کے لئے کسی قسم کی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

(تحریک جدید کی اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 288 تا 290)

## اندھے کی کہاوٹ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ کوئی اندھا تھا۔ جورات کے وقت کسی دوسرے سے باتیں کر رہا تھا ایک اور شخص کی نیند خراب ہو رہی تھی۔ وہ کہنے لگا حافظ جی سو جاؤ۔ حافظ صاحب کہنے لگے۔ ہمارا سونا کیا ہے۔ چپ ہی ہو جانا ہے۔ مطلب یہ کہ سونا آنکھیں بند کرنے اور خاموش ہو جانے کا نام ہوتا ہے۔ میری آنکھیں تو پہلے ہی بند ہیں۔ اب خاموش ہی ہو جانا ہے اور کیا ہے۔ تو مومن کے لئے یہ حالات تکلیف کا موجب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے میں تو پہلے ہی ان حالات کا عادی ہوں۔ جیسے مومن کو دنیا مارنا چاہتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے مجھے مار کر کیا لوگے۔ میں تو پہلے ہی خدا کے لئے مرا ہوا ہوں۔ دنیا موت سے گھبراتی ہے۔ مگر ایک مومن کو جب دنیا مارنا چاہتی ہے۔ تو وہ کچھ بھی نہیں گھبراتا۔ اور کہتا ہے۔ میں تو اسی دن مر گیا تھا۔ جس دن میں نے اسلام قبول کیا تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ آگے میں چلتا پھرتا مردہ تھا اور اب تم مجھے زمین کے نیچے دفن کر دو گے۔ میرے لئے کوئی زیادہ فرق پیدا نہیں ہوگا۔ پس اگر لوگ اسلام کے احکام کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرنے کی کوششیں کریں تو وہ یقیناً اس قسم کے حالات کے مقابلہ کے لئے پہلے سے تیار ہیں۔ (الفضل 23 مئی 1943ء جلد 31 نمبر 121 صفحہ 6)

## بچوں کو کہانیاں سنانا

گویا والدین کی غفلت کی وجہ سے جماعت کی آئندہ نسل تباہ ہو رہی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ بیوقوف اور جاہل ماؤں کے قدموں میں بھی جنت ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر مائیں اپنے بچوں کی صحیح تربیت کریں اور انہیں اسلامی اخلاق سکھائیں تو وہ انہیں جنتی زندگی کا وارث بنا سکتی ہیں لیکن اگر وہ اپنے بچوں پر مناسب دباؤ نہیں ڈالتیں، وہ ان کی تربیت نہیں کرتیں تو ان کی اگلی نسل جنت سے دور ہو جائے گی۔ گویا بچوں کو جنت یا دوزخ میں ڈالنا ماں باپ کے اختیار میں ہے۔ پس ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خدا تعالیٰ کے احکام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے باخبر رکھیں، صحابہؓ کی فضیلت اُن پر واضح کریں، بزرگوں کا تذکرہ اُن کے سامنے کرتی رہیں۔ اور اگر ضرورت سمجھیں تو کہانیوں کے ذریعہ خدا اور رسول کی باتیں ان کے ذہن نشین کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کبھی کبھی ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ بیٹھ جاؤ میں تمہیں کہانی سناتا ہوں۔ وہ کہانی کیا ہوتی تھی یہی بزرگوں کے واقعات ہوتے تھے جن کا نام کہانی رکھ لیا جاتا تھا اور ہم دلچسپی سے اُسے سنتے تھے بلکہ بعض دفعہ ہم پیچھے پڑ جاتے تھے کہ ابھی کہانی پوری نہیں ہوئی۔ غرض اس طرح بھی دینی باتیں سکھائی جاسکتی ہیں۔ اگر بچوں کو یہ کہا جائے کہ آؤ تمہیں نماز سکھائیں تو وہ اسے سبق سمجھ لیتے ہیں لیکن اگر یوں کہا جائے کہ ایک بزرگ تھے، وہ نبیوں کے سردار تھے، وہ خدا کی بڑی عبادت کیا کرتے تھے اور پھر بتایا جائے کہ وہ یوں عبادت کرتے تھے تو اس طرح بچوں کو ساری نماز یاد ہو جائے گی اور پھر وہ اسے کہانی کی کہانی سمجھیں گے۔ اسی طرح تاریخ اسلامی، آداب اور اخلاق وغیرہ بچوں کو سکھائے جائیں۔ اسی لیے میں نے کتابوں کا ایک کورس مقرر کیا تھا اور جماعت کے علماء کو توجہ دلائی تھی کہ وہ بچوں کے لیے تربیتی مسائل پر مختلف کتب لکھیں۔ اس وقت سات آٹھ پروفیسر جامعۃ البعثین میں ہیں، چار پانچ جامعہ احمدیہ میں ہیں۔ یہ گیارہ آدمی اگر ہر چھ ماہ میں ایک کتاب بھی لکھتے تو اڑھائی سال میں پچیس کتابیں لکھ لیتے۔ ہائی سکول میں تیس کے قریب استاد ہیں، کالج میں بیس پروفیسر یا لیکچرار ہیں، ساٹھ کے قریب مبلغ ہیں۔ گویا ایک سو دس یہ ہیں۔ اگر یہ لوگ ایک ایک کتاب فی سال بھی لکھتے تو

تین سال میں تین سوتیں کتابیں لکھ لیتے۔ بچوں کے لیے کتابیں لکھنا کونسی مشکل بات ہے۔ لیکن یہ لوگ یہ تو کوشش کرتے ہیں کہ یونیورسٹی انہیں پرچے دیکھنے کے لیے بھیج دے اور انہیں کچھ پیسے مل جائیں لیکن اس طرف توجہ نہیں کرتے کہ وہ علمی اور اخلاقی اور تربیتی کتابیں لکھیں حالانکہ ہم نے بھی ان کے معاوضہ میں ایک رقم مقرر کی ہوئی ہے۔

(خطبات محمود جلد 32 صفحہ 153-152)

### اندھا دھند قانون بنا دینا درست نہیں ہوتا

پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور سمجھ سوچ سے کام لیتے ہوئے ہر کام کو پہلے سے زیادہ عہدگی کے ساتھ چلانے کی کوشش کرو۔ اندھا دھند قانون بنا دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا جب تک کسی قانون کے متعلق یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ واقعی مفید ہے اور ہر جگہ جاری کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اندھا دھند قانون بنانے والوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مثل سنایا کرتے تھے کہ ایک مُلا تھا اور اُس کے ساتھ اُس کا کنبہ بھی تھا وہ دریا کے کنارے کشتی پر سوار ہونے کے لئے آئے ملاح اُن کے لئے کشتی لینے گیا کشتی چونکہ کنارے کے پاس ہی تھی مُلا نے دیکھا کہ ملاح کے ٹخنوں تک پانی آتا ہے اور دریا کی چوڑائی اتنی ہے اس لحاظ سے زیادہ سے زیادہ پانی کمر تک آجائے گا حالانکہ دریا کے متعلق اس قسم کا اندازہ لگانا حد درجے کی حماقت ہے کیونکہ دریا میں اگر ایک جگہ ٹخنے تک پانی ہو تو اُس کے ساتھ ہی ایک فٹ کے فاصلہ پر بانس کے برابر ہو سکتا ہے مگر اُس مُلا نے اربعہ سے نتیجہ نکالا کہ پانی کمر تک آئے گا۔ یہ خیال کرتے ہوئے اُس نے کشتی کا خیال چھوڑ دیا اور سب بیوی بچوں کو لے کر دریا عبور کرنے لگا۔ ابھی تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ پانی بہت گہرا ہو گیا اور سب غوطے کھانے لگے خود تو وہ تیرنا جانتا تھا اس لئے اُس نے اپنی جان بچالی مگر بیوی بچے سب ڈوب گئے۔ دوسرے کنارے پر پہنچ کر پھر اربعہ لگانے لگا کہ شاید پہلے میں نے اربعہ لگانے میں کوئی غلطی کی ہے لیکن دوبارہ وہی نتیجہ نکلا تو وہ کہنے لگا کہ ”اربعہ نکلا جوں کا توں کنبہ ڈوبا کیوں“۔ پس بعض حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں اربعہ نہیں لگایا جاسکتا ہر ایک چیز کا اندازہ الگ الگ طریقہ پر کیا جاتا ہے اور ہر ایک بیماری کا علاج الگ الگ ہوتا ہے، خالی قانون بنانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا جب تک حالات کو مد نظر نہ رکھا جائے۔

(مجلس خدام الاحمدیہ کا تفصیلی پروگرام، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 204)

## بھیڑیے اور بکری کی مثال

مشہور ہے کہ ایک بھیڑیا اور بکری کا بچہ ایک ندی پر پانی پی رہے تھے۔ بھیڑیا اس طرف تھا جس طرف سے پانی آرہا تھا۔ بھیڑیے نے جب اس کا نرم نرم گوشت دیکھا تو اس کا جی چاہا کہ اسے کھالے چنانچہ اس نے غصہ سے اسے کہا کہ تم میرے پانی کو گدلا کیوں کر رہے ہو؟ بکری کے بچے نے کہا کہ حضور! میں پانی گدلا نہیں کر رہا کیونکہ پانی تو آپ کی طرف سے آرہا ہے۔ اس پر بھیڑیے نے اس کے زور سے تھپڑ مارا اور یہ کہتے ہوئے اُسے چیر پھاڑ دیا کہ کم بخت! آگے سے جواب دیتا ہے۔ گویا پہلے اس نے ایک غلط دلیل دی اور جب اسے اپنی غلطی کی طرف توجہ دلائی گئی تو اس نے دوسرا بہانہ بنا لیا کہ آگے سے جواب دیتا ہے اور اسے مار ڈالا۔

یہی حال احمدیت کے دشمنوں کا ہے۔ جب ان کے سوالوں کا ہماری جماعت کے دوست جواب دیتے ہیں تو وہ شور مچا دیتے ہیں کہ ہمیں اشتعال دلاتے ہیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تو مولویوں نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار ان لوگوں سے کہا کہ میرا کیا قصور ہے میں تو اسلام کی تعلیم ہی پیش کرتا ہوں۔ مگر مولوی اپنی مخالفت میں بڑھتے چلے گئے۔ چنانچہ 1891ء میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے سارے ملک کا دورہ کیا اور مولویوں سے کفر کا فتویٰ لے کر شائع کروایا۔ جس میں آپ کو کافر، مرتد، دجال، نمرود، شداد، فرعون اور ابلیس وغیرہ کہا گیا۔ پھر یہ بھی کہا گیا کہ ان کی عورتیں بھگالینا جائز ہے۔ ان کی اولاد ولد الزنا ہے اور ان کو مسجدوں میں داخل ہونے دینا منع ہے۔ بلکہ قبرستانوں میں ان کو دفن کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ غرض جو کچھ ممکن تھا وہ انہوں نے کیا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی فرمایا کہ میں تو اسلام کو زندہ کرنے کے لیے آیا ہوں۔ تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟ میں تمہارا کیا بگاڑتا ہوں؟ مگر اس پر بھی لوگ باز نہ آئے اور وہ متواتر دس سال تک گالیاں دیتے چلے گئے۔ اس پر 1901ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان فرمایا کہ اس حدیث کے مطابق کہ ایک مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ مجھے کافر قرار دینے والے خود کافر ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر مولویوں نے پھر شور مچا دیا کہ ہم پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور یہی شور اب تک مچایا جا رہا ہے۔ کوئی نہیں سوچتا کہ پہلے فتوے لگانے والے کون تھے اور انہوں نے ہم کو کیا کچھ کہا۔ ہم نے



تو اس کا 1/80 حصہ بھی کسی کو کچھ نہیں کہا۔ جس قدر کہ ان مولویوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں کہا ہے مگر پھر بھی یہ سیخ پا ہوئے جاتے ہیں۔ اگر ہم کو کافر، دجال، ملحد، ابلیس، شداد، فرعون اور ابو جہل وغیرہ کہنا اُن کے لیے جائز ہو گیا تھا۔ تو کیا ان کے ایسا کہنے سے اشتعال پیدا نہ ہوتا تھا؟ حقیقت یہی ہے کہ ان لوگوں کو اپنی کثرت اور طاقت پر گھمنڈ ہے۔ جیسے بیٹھریے نے بکری کے بچے کو کہا تھا کہ آگے سے جواب دیتا ہے؟ وہی سلوک ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

(المصلح کراچی 13 اکتوبر 1953ء جلد 6 نمبر 163 صفحہ 3)

### چھوٹے بچوں کی دلداری

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک لڑکی تھی۔ جو اب فوت ہو گئی ہے۔ اُس کی آنکھیں کمزور تھیں۔ اُس کے والد کثرت سے قادیان آتے تھے اور اکثر ہمارے گھروں میں ہی رہتے تھے۔ اُس کی آنکھ کا پوٹا جھکا ہوا تھا اور وہ بڑی کوشش سے پوٹے اٹھا کر دیکھ سکتی تھی اور بڑی عمر تک اس کا یہی حال تھا۔ میں نے اسے ادھیڑ عمر تک دیکھا ہے۔ اُسے پہلے سے تو آرام تھا لیکن پھر بھی وہ بڑی مشکل سے دیکھتی تھی۔ چونکہ اُس کی آنکھوں میں نقص تھا اور وہ دوسرے کو دیکھ نہیں سکتی تھی اس لیے وہ بچپن میں سمجھتی تھی کہ لوگ بھی اُسے نہیں دیکھتے۔ اُن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ضروری کتاب لکھ رہے تھے۔ آپ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ بچے آپ کو ستائیں نہیں تاکتاب کا مضمون خراب نہ ہو۔ ہم تو ایسی عمر کے تھے کہ یہ بات سمجھ سکتے تھے۔ میری عمر اُس وقت پندرہ سولہ سال کی تھی، میاں بشیر احمد صاحب دس گیارہ سال کے تھے اور میاں شریف احمد صاحب آٹھ نو سال کے تھے۔ اس لیے ہم تو سمجھ سکتے تھے کہ ہمارے وہاں جانے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام میں حرج واقع ہوگا۔ لیکن ہماری چھوٹی بہن امتہ الحفیظ بیگم جو میاں عبداللہ خاں صاحب سے بیابھی ہوئی ہیں ڈیڑھ دو سال کی تھیں وہ یہ بات نہیں سمجھ سکتی تھیں۔ اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مٹھائی منگوا کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ جب امتہ الحفیظ بیگم باتیں شروع کر دیتیں تو آپ انہیں مٹھائی دے دیتے اور وہ باہر آ جاتیں۔ اس طرح آپ اپنے وقت کا بچاؤ کر لیتے تھے۔ ہماری بہن کا نام تو امتہ الحفیظ بیگم ہے لیکن اس وقت ”بیجی بیجی“ کہا کرتے تھے۔ اُس لڑکی نے جب یہ بار بار سنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بیجی مٹھائی لے لو تو خیال کیا کہ میں بھی

مٹھائی لاؤں۔ اُس نے خیال کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میری طرح دیکھتے تو ہیں نہیں۔ اس لیے انہیں پتا نہیں لگے گا کہ میں کون ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی چھوٹی بہن کو ساتھ لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئی اور ہاتھ پھیلا کر کہنے لگی حضرت صاحب جی! میں کچھ بھی ہوں مجھے مٹھائی دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے مٹھائی دے دی۔ لیکن بعد میں گھر میں بتایا کہ یہ سمجھتی ہے کہ اُس کی طرح ہمیں بھی نظر نہیں آتا۔ اپنی وفات سے کوئی ایک سال پہلے وہ لڑکی میرے پاس ملنے آئی تو میں نے اُسے کہا کیا تمہیں اپنے بچپن کا لطیفہ یاد ہے؟ تو اُس نے کہا ہاں خوب یاد ہے۔ کیونکہ اُس کے ماں باپ اور رشتہ دار وغیرہ اُسے وہ لطیفہ ساری عمر یاد دلاتے رہے تھے۔ یہی حالت عام لوگوں کی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں سارے لوگ ہی اندھے ہیں اور کوئی اُن کے عیب کو نہیں دیکھ رہا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 583 تا 584)

### حضرت خدیجہؓ کی مالی قربانیاں

رسول کریم ﷺ خود بے شک کسی بڑی جائداد کے مالک نہ تھے لیکن حضرت خدیجہؓ ایک مالدار عورت تھیں۔ انہوں نے نکاح کے بعد تمام مال رسول کریم ﷺ کی نذر کر دیا تھا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مکہ کے بڑے بڑے امراء بھی ایسے ہی ہوں گے جیسے گاؤں کے امراء ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔ مکہ میں بڑے بڑے مالدار لوگ بھی تھے۔ ان کے مالدار ہونے کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جنگ حنین کے لئے رسول کریم ﷺ نے مکہ کے ایک کافر رئیس سے تیس ہزار درہم قرض لئے اور کئی ہزار نیزہ قرض لیا اور اسی شخص سے کئی سو زرہیں قرض لیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی لکھ پتی آدمی تھا اور ہمارے اس زمانہ کے لحاظ سے کروڑ پتی تھا کیونکہ اس زمانہ میں روپے پیسے کی بہت قدر تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ مجھے ایک بڑھے سکھ نے سنایا کہ اس نے آٹھ آنے میں گائے خریدی تھی اور مجھے بھی اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے بچپن کے زمانہ میں مہینہ بھر کی صفائی کی اجرت خاکروب کو چار یا آٹھ آنہ دی جاتی تھی اور اب ایک بوری ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھوائی جائے تو مزدور اس کی مزدوری آٹھ آنے مانگتے ہیں۔ لیکن اُس وقت خاکروب آٹھ آنے خوشی سے لے لیتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ غلہ اور دوسری کھانے پینے کی

چیزیں بہت سستی تھیں۔ ایک روپے کا دس پندرہ من غلہ اور چار پانچ سیر گھی آجاتا تھا۔ ایک روپیہ کا ڈیڑھ سیر تو میری ہوش میں بھی تھا۔ جب چار پانچ سیر روپے کا گھی سیر ڈیڑھ سیر ہو گیا۔ تو لوگوں میں شور مچ گیا کہ گھی کا قحط پڑ گیا ہے۔ لیکن اب پانچ روپے سیر تک رہا ہے۔ پس آجکل روپے کی قیمت اس وقت کے ایک آنے سے بھی کم ہے۔ اس لحاظ سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جس کے پاس اس وقت ایک لاکھ روپیہ تھا آج کے لحاظ سے اُس کے پاس بیس پچیس لاکھ روپیہ تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی ان لوگوں میں سے تھیں جو کہ مکہ میں مالدار سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے اپنی تمام جائیداد اور روپیہ رسول کریم ﷺ کو دے دیا تھا۔ اس کے علاوہ رسول کریم ﷺ کو کچھ مکان وغیرہ ورثہ میں بھی ملے تھے۔ لیکن ہجرت کرنے کی وجہ سے وہ سب آپ کو چھوڑنے پڑے۔ جب مکہ فتح ہوا تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کس مکان میں ٹھہریں گے؟ آپ نے جو جواب دیا وہ ایسا دردناک تھا کہ اس کو پڑھ کر انسان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو کس قدر مالی قربانیاں کرنی پڑیں۔ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی جگہ مکہ میں چھوڑی ہے کہ ہم اس میں ٹھہریں؟ ہمارے خیمے وہاں لگاؤ جہاں کفار مکہ نے قسمیں کھائی تھیں کہ ہم محمد (رسول اللہ ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو تباہ کر دیں گے۔ کتنی بڑی قربانی ہے جو رسول کریم ﷺ نے کی۔ ہمارے چندے ان قربانیوں کے مقابل پر کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 447 تا 448)

## روزہ۔ ملازمہ

ہم بچپن میں ایک قصہ سنا کرتے تھے۔ جسے سن کر ہنسا کرتے تھے۔ حالانکہ درحقیقت وہ ہنسنے کے لئے نہیں۔ بلکہ رونے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اور اس میں موجودہ مسلمانوں کا ہی نقشہ کھینچا گیا تھا۔ مگر اس قصہ کے بنانے والے نے اشارے کی زبان مسلمانوں کی حالت کو بیان کیا تا کہ مولوی اس کے پیچھے نہ پڑ جائیں۔ وہ قصہ یہ ہے کہ کوئی لونڈی تھی۔ جو سحری کے وقت باقاعدہ اٹھا کرتی مگر روزہ نہیں رکھتی تھی۔ مالکہ نے سمجھا کہ شاید یہ کام میں مدد دینے کے لئے اٹھتی ہے۔ مگر چونکہ وہ روزہ نہیں رکھتی تھی اس لئے مالکہ نے خیال کیا کہ اسے خواہ مخواہ سحری کے وقت تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اس وقت کا کام میں کر لیا کروں گی۔ چنانچہ دو چار دن کے بعد مالکہ اس سے کہنے لگی۔ لڑکی تو سحری کے وقت نہ اٹھا کر ہم خود اس وقت کام کر لیا کریں

گے۔ تمہیں اس وقت تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات سن کر اس لڑکی نے نہایت حیرت کے ساتھ اپنی مالکہ کے چہرہ کی طرف دیکھا کہ یہ مجھ سے کیا کہہ رہی ہے اور کہنے لگی بی بی نماز میں نہیں پڑھتی روزہ میں نہیں رکھتی۔ اگر سحری بھی نہ کھاؤں تو کافر ہی ہو جاؤں۔ درحقیقت یہ تصویری زبان میں مسلمانوں کی حالت ہی بیان کی گئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اگر کسی مسلمان کو کہا جائے کہ میاں جمعۃ الوداع سے کیا بنتا ہے۔ تم کیوں خواہ مخواہ اس کے لئے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتے ہو۔ تو وہ حیرت سے تمہارے منہ کو دیکھنے لگ جائے گا اور کہے گا بھائی جان یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ روزانہ نمازوں کے لئے میں مسجد میں نہیں جاتا۔ روزے میں نہیں رکھتا۔ اگر جمعۃ الوداع بھی نہ پڑھوں تو کافر ہی ہو جاؤں۔ پس یہ بھی ایک ہنسی ہی ہے کہ ایک وقت آ کر نماز پڑھ لی اور سمجھ لیا کہ ہمارے سب فرائض ادا ہو گئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا میں نے کئی دفعہ ذکر کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کئی دفعہ ذکر فرمایا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں **قَضَىٰ نَحْبَهُ** والی آیت جو آتی ہے۔ اس آیت کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ واقعہ بیان کیا کرتے تھے۔ بلکہ اس آیت کا شان نزول بھی بعض لوگ اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ بدر کی جب لڑائی ہوئی تو صحابہ نے اس جنگ میں بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ ایسی قربانیاں کہ ان واقعات کو پڑھ کر دل ان کی محبت سے لبریز ہو جاتا ہے۔

(الفضل 17/ اکتوبر 1942ء جلد 30 نمبر 242 صفحہ 4، 5)

### محنت سے کام آسان ہو جاتا ہے

میں نے اپنی جماعت کے دوستوں کو بارہا اس امر کی طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنے فرائض کو صحیح طور پر کبھی سرانجام نہیں دے سکتے جب تک وہ یہ پختہ عزم نہ کر لیں کہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے اسے ہم نے جلد سے جلد اور اچھے طریق پر سرانجام دینا ہے یہ کہنا کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں اس سے کوئی تغیر پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ تغیر ”اگر چاہیں“ سے نہیں بلکہ چاہنے اور پھر عمل کرنے سے ہوا کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک امیر آدمی تھا اس کا ایک بڑا لنگر تھا۔ جس سے محتاج لوگ کثیر تعداد میں روزانہ کھانا

کھاتے تھے۔ لیکن بڑی خرابی یہ تھی کہ بد نظمی بہت زیادہ تھی خود اس میں نگرانی کی رغبت نہیں تھی اور ملازم خائن اور بددیانت تھے۔ کچھ تو سودالانے والے بہت مہنگا سود لاتے تھے اور کم مقدار میں لاتے تھے اور کچھ استعمال کرنے والے اپنے گھروں کو لے جاتے تھے اور پھر کھانا تیار کرنے والے کچھ خود کھا جاتے تھے۔ کچھ اپنے رشتہ داروں کو کھلا دیتے تھے اور کچھ ادھر ادھر ضائع کر دیتے تھے۔ اسی طرح سٹور روم کھلے رہتے تھے اور ساری رات کتے اور گیدڑ وغیرہ سامان خوراک کھاتے اور ضائع کرتے رہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بہت مقروض ہو گیا اور بیس سال کی بد نظمی کے بعد اسے بتایا گیا کہ تم مقروض ہو چکے ہو۔ اُس کی طبیعت میں سخاوت تھی۔ اس لئے لنگر کا بند کرنا اس نے گوارا نہ کیا۔ لیکن ادھر قرض کے اتارنے کی بھی فکر تھی۔ اس نے اپنے دوستوں کو بلایا۔ اپنا نقص تو کوئی بتاتا نہیں۔ ان سب نے کہا کہ سٹور روم کا کوئی دروازہ نہیں ساری رات گیدڑ اور کتے وغیرہ سامان خوراک خراب کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے بہت سارا سامان ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر سٹور روم کو دروازہ لگا دیا جائے۔ تو بہت حد تک بچت ہو سکتی ہے۔ اُس نے حکم چلایا کہ دروازہ لگا دیا جائے۔ چنانچہ وہ لگا دیا گیا۔ یہ کہانیوں میں سے ایک کہانی ہے اور کہانیوں میں کتے اور گیدڑ بھی بولا کرتے ہیں۔ رات کو کتوں اور گیدڑوں نے سٹور روم کو دروازہ لگا ہوا دیکھا۔ تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اچانک کوئی بڑھا خرانٹ گیدڑ یا کتا آیا اور اس نے ان سے دریافت کیا کہ تم شور کیوں مچاتے ہو۔ اس کی جنس کے افراد نے کہا کہ سٹور روم کو دروازہ لگ گیا ہے۔ ہم کھائیں گے کہاں سے۔ ہمارے تو علاقہ کے سارے کتے اور گیدڑ یہیں سے کھاتے تھے۔ اس نے کہا یونہی تم رونے اور شور مچانے میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ جس شخص نے بیس سال تک اپنا گھر لٹتے دیکھا اور اس کا کوئی انتظام نہ کیا۔ اس کے سٹور روم کا بھلا دروازہ کس نے بند کرنا ہے۔ اس لئے گھبراؤ نہیں۔

اس کہانی میں یہی بتایا گیا ہے۔ کہ ”اگر چاہیں“ اور ”چاہیں“ میں بہت فرق ہے کتوں اور گیدڑوں نے شور مچایا کہ اگر اس نے چاہا اور دروازہ بند کر دیا تو ہم کیا کھائیں گے۔ کہاں سے اور خرانٹ کتے یا گیدڑ نے کہا اس نے چاہنا ہی نہیں پھر شور کیسا۔

پس اگر ہماری جماعت کے افراد نے چاہنا ہی نہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر وہ چاہیں تو بڑے سے بڑا مشکل کام بھی دنوں میں کر سکتے ہیں۔ ہماری بچپن کی کہانیوں میں الہ دین

کے چراغ کی کہانی بہت مشہور تھی۔ الہ دین ایک غریب آدمی تھا۔ اسے ایک چراغ مل گیا۔ وہ جب اس چراغ کو رگڑتا تھا تو ایک جن ظاہر ہوتا تھا۔ جس کو وہ جو کچھ کہتا وہ فوراً تیار کر کے سامنے رکھ دیتا۔ مثلاً اگر وہ اسے کوئی محل بنانے کو کہہ دیتا۔ تو وہ آناً فاناً محل تیار کر دیتا۔ بچپن میں تو ہم یہی سمجھتے تھے کہ الہ دین کا چراغ ایک سچا واقعہ ہے۔ لیکن جب بڑے ہوئے تو ہم نے سمجھا کہ یہ محض ایک واہمہ اور خیال ہے۔ لیکن اس کے بعد جب ہم جوانی سے بڑھاپے کی طرف آئے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ الہ دین کا چراغ ضرور ہوتا ہے۔ لیکن وہ تیل کا چراغ نہیں ہوتا بلکہ عزم اور ارادہ کا چراغ ہوتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ وہ چراغ بخش دے وہ اس کو حرکت دیتا ہے اور بوجہ اس کے کہ عزم اور ارادہ خدا تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ گن کہتا ہے اور کام ہونے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح جب اس کی اتباع میں اسکے مقرر کردہ اصول کے ماتحت، اس کے احکام پر عمل کرتے ہوئے۔ اس سے دعائیں کرتے ہوئے اور اس سے مدد مانگتے ہوئے۔ کوئی انسان گن کہتا ہے تو وہ ہو جاتا ہے۔ غرض بچپن میں ہم الہ دین کے چراغ کے قائل تھے۔ لیکن جوانی میں ہمارا یہ خیال متزلزل ہو گیا مگر بڑھاپے میں ایک لمبے تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ الہ دین کے چراغ والی کہانی سچی ہے۔ لیکن یہ ایک تمثیلی حکایت ہے اور چراغ پیتل کا نہیں بلکہ عزم اور ارادہ کا چراغ ہے۔ جب اسے رگڑا جاتا ہے تو خواہ کتنا بڑا کام کیوں نہ ہو وہ آناً فاناً ہو جاتا ہے۔ (الفضل 24 جنوری 1962ء جلد 51/16 نمبر 20 صفحہ 3،2)

## بخیل عورت کی مثال

کلکتہ کے ایک دوست نے پانچ ہزار روپیہ دیا ہے مگر وہ ایک فرد ہیں جماعت ان کے چندہ کو اپنے چندہ میں شمار کر کے یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ کلکتہ کی جماعت کا بحیثیت جماعت کالج کا چندہ نہ ہونے کے برابر ہے ایسے افراد کے چندوں کو شمار کر کے جماعتوں کا یہ سمجھ لینا کہ انہوں نے کافی رقم دے دی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ ایک عورت کسی شادی میں شامل ہوئی وہ بخیل تھی مگر اس کی بھابھ حوصلہ والی تھی۔ اس عورت نے ایک روپے کا تحفہ دیا مگر اس کی بھابھ نے بیس روپے کا جب وہ واپس آئیں تو کسی نے اس بخیل عورت سے پوچھا کہ تم نے شادی کے موقع پر کیا خرچ کیا تو اس نے کہا میں نے اور بھابھ نے اکیس روپے دیئے تو بعض افراد کے خاص چندوں کو

جماعتوں کا اپنی طرف منسوب کرنا ایسا ہی ہوتا ہے جیسا اس بخیل عورت کا یہ کہنا کہ میں نے اور بھابھ نے اکیس روپے دیئے ہیں۔ ان چندوں کو نکال کر اگر دیکھا جائے تو جماعتوں کی آنکھیں کھل جائیں کہ انہوں نے کتنی کوتاہی کی ہے۔

(خطبات محمود جلد 25 صفحہ 395-396)

## بھوکے کیلئے ایک لقمہ کافی نہیں

دنیا میں قوموں پر کئی شکلوں میں مشکلات اور کئی صورتوں میں ابتلاء آتے رہتے ہیں مگر ان سب کا جواب صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ استقلال اور بہادری سے ایسی مشکلات کا مقابلہ کیا جائے مگر یہ روح بھی پیدا ہو سکتی ہے جب نوجوان اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے ان کے مطابق کام بھی کریں یعنی جتنی زیادہ ذمہ داریاں ہوں اتنا ہی زیادہ کام بھی کیا جائے کیونکہ جب تک اندازے کے مطابق کام نہ کیا جائے وہ کبھی نتیجہ خیز نہیں ہوا کرتا۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی دفعہ ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے کہ کسی بھوکے کے منہ میں صرف ایک لقمہ روٹی کا دے دینے سے اس کی بھوک دور نہیں ہو سکتی اور کسی پیاسے کے منہ میں ایک قطرہ پانی ڈال دینے سے اس کی پیاس نہیں رک سکتی۔ یعنی جب تک بھوکے کو اتنی غذا نہ مہیا کی جائے۔ جس سے اس کا پیٹ بھر سکے یا جب تک ایک پیاسے کو اتنا پانی نہ دیا جائے جس کو وہ سیر ہو کر پی سکے۔ اس وقت تک نہ وہ بھوکا اور نہ ہی وہ پیاسا بھوک اور پیاس کی تڑپ کو دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی صحت قائم یا بحال ہو سکتی ہے۔

(الفضل 16 مئی 1961ء جلد 50/15 نمبر 112 صفحہ 3)

## ایک کبڑی کی مثال

کئی لوگ جب بدلہ لینا چاہتے ہیں تو بددعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا بیڑا غرق ہو تو اچھا ہے۔ بلکہ بعض تو مجھے خط لکھتے ہیں کہ فلاں نے ہمیں دکھ دیا ہے دعا کریں کہ اس کا بیڑا غرق ہو۔ میں انہیں لکھتا ہوں کہ تمہیں تو اس سے غرض ہے کہ تمہارا فائدہ ہو جائے۔ اس بات سے کیا فائدہ کہ دوسرے کا بیڑا غرق ہو مگر وہ اس پر ضرور مصر رہتے ہیں کہ ہم تو تب خوش ہوں گے جب دشمن کا بیڑا غرق ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک کبڑی کی مثال سنایا کرتے تھے کہ اس سے کسی نے

پوچھا کہ آیا تو یہ چاہتی ہے کہ تیری کمر سیدھی ہو جائے یا باقی لوگ بھی کبڑے ہو جائیں۔ تو جیسا کہ بعض طبیعتیں ضدی ہوتی ہیں۔ اس نے آگے سے یہ جواب دیا کہ مدتیں گزر گئیں کہ میں کبڑی ہی رہی اور لوگ میرے کبڑے پن پر ہنستے اور مذاق کرتے رہے اب تو یہ سیدھا ہونے سے رہا۔ مزہ تو جب ہے کہ یہ لوگ بھی کبڑے ہوں اور میں بھی ان پر ہنس کر جی ٹھنڈا کروں۔

اسی طرح کی بعض حاسد طبیعتیں ہوتی ہیں کہ انہیں اس سے غرض نہیں ہوتی کہ ان کی تکلیف دور ہو جائے بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ دوسرا تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔ حالانکہ اگر نادان سوچیں تو انسان سے ہزاروں غلطیاں روزانہ ہوتی ہیں اور اس کے دل میں بغض اور کینہ کپٹ نہ ہو۔

(خطبات محمود جلد 24 صفحہ 94)

### بچپن کی خواہش

کسی قوم کی ترقی سے پہلے اس کے خیالات میں ترقی پیدا ہو جاتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی قومیں اور ذلیل قومیں معمولی معمولی باتوں پر تسلی پا جاتی ہیں مگر بڑھنے والی قومیں ہمیشہ اپنے حوصلوں کو بلند رکھا کرتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک چوہڑا تھا جو اصطبل وغیرہ میں اور ہمارے گھر میں کام کرتا تھا۔ فرماتے تھے ایک دفعہ بچپن میں ہم نے کھیلتے ہوئے ہمجولیوں سے دریافت کرنا شروع کیا کہ تمہاری کیا خواہش ہے؟ پھر اسی بچپن کی عمر کے لحاظ سے اس سے بھی ہم نے دریافت کیا کہ تمہاری کیا خواہش ہے اور کس چیز کو سب سے زیادہ تمہارا دل چاہتا ہے اس نے جواب دیا کہ میرا دل اس بات کو چاہتا ہے کہ تھوڑا تھوڑا بخار چڑھا ہو، ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہو، سردی کا موسم ہو، میں لحاف اوڑھے چارپائی پر لیٹا ہوں اور دو تین سیر بھنے ہوئے چنے میرے سامنے رکھے ہوں اور میں انہیں ٹھونکتا جاؤں یعنی ایک ایک کر کے کھاتا جاؤں۔ یہ تھی اُس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش۔ کسی سننے والے نے کہا تم نے اس میں بخار کی شرط کیوں لگائی ہے؟ تو اس نے کہا اس لئے کہ پھر مجھے کوئی کام کیلئے نہیں بلائے گا۔ کسی فارسی شاعر نے بھی کہا ہے کہ

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

جتنی ہمت کسی فرد میں ہوتی ہے اتنے ہی بلند اس کے خیالات ہوتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 46، 47)



## دنیا کے اکثر جھگڑے بیہودہ ہوتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے ایک لطیفہ سنا ہوا ہے جو شاید مقاماتِ حریری یا کسی اور کتاب کا قصہ ہے آپ فرمایا کرتے کہ کوئی مہمان کسی جگہ نہانے کے لئے گیا حمام کے مالک نے مختلف غلاموں کو خدمت کے لئے مقرر کیا ہوا تھا اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت مالک موجود نہ تھا جب وہ نہانے کے لئے حمام میں داخل ہوا تو تمام غلام اسے آ کر چمٹ گئے اور چونکہ سر کو آسانی سے ملا جاسکتا ہے اس لئے یکدم سب سر پر آ گرے، ایک کہے یہ میرا سر ہے، دوسرا کہے یہ میرا سر ہے، اس پر آپس میں لڑائی شروع ہو گئی اور ایک نے دوسرے کے چاقو مار دیا جس سے وہ زخمی ہو گیا شور ہونے پر پولیس آئی اور معاملہ عدالت تک پہنچ گیا عدالت کے سامنے بھی ایک غلام کہے یہ میرا سر تھا، دوسرا کہے میرا سر تھا عدالت نے نہانے والے سے پوچھا تو وہ کہنے لگا حضور یہ تو بے سرتھے ان کی باتوں پر تو مجھے تعجب نہیں تعجب یہ ہے کہ آپ نے بھی سوال کر دیا حالانکہ سر نہ اس کا ہے نہ اُس کا، سر تو میرا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ مثال اس لئے دیا کرتے تھے کہ دنیا کے جھگڑے بیہودہ ہوتے ہیں میرا کیا اور تیرا کیا۔ غلام کا تو کچھ بھی نہیں ہوتا وہ تو جب اپنے آپ کو کہتا ہے کہ میں عبد اللہ ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب اس کا کچھ نہیں سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہے، اس کے بعد میرے تیرے کا سوال ہی کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ قرآن مجید پڑھ کر دیکھ لو اس میں رسول کریم ﷺ کا نام بھی عبد اللہ رکھا گیا ہے جیسا کہ آتا ہے لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ تُوخَدَاتَعَالَى كَا غَلَامِ هَوْتِ هَوْنِ هَمَارَى كُوْنَى چيزِ نَهْنِي رَهْتِي بَلَكِه سَب كَچھ خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اسی لئے قرآن مجید نے بالوضاحت بتایا ہے کہ ہم نے مؤمنوں سے مال و جان لے لی دوست، عزیز، رشتہ دار سب جان کے ماتحت آتے ہیں اور باقی مملوکات مال کے ماتحت آتی ہیں اور یہی دو چیزیں ہوتی ہیں جن کا انسان مالک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے یہ دونوں چیزیں مؤمنوں سے لے لیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں یہ جھگڑے نہیں ہونے چاہئیں کہ یہ چیز میری ہے اور وہ اس کی۔ تم اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے زور لگاؤ اور چھوڑ دو ان باتوں کو کہ تم کہو فلاں پرینڈنٹ کیوں بنا فلاں کیوں نہ بنا، فلاں سیکرٹری کیوں ہوا فلاں کیوں نہ ہوا، یا جب تک فلاں شخص امام نہ بنے ہم فلاں کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ مجھے افسوس ہے کہ کئی دفعہ اس قسم کی شکایات پہنچ جاتی ہیں کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں ہم

فلاں احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے حالانکہ میں نے یہ بات کہ کسی احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا مت چھوڑواتی دفعہ دہرائی ہے کہ میں سمجھتا ہوں اگر ایک طوطا میرے پاس ہوتا تو وہ بھی یہ ضرور سیکھ جاتا کہ اختلاف کی بناء پر کسی احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی کبھی نہیں چھوڑنی چاہئے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 270، 271)

## احمدیت ضرور غالب ہو کر رہے گی

ہم احرار کو مٹا دیں گے مگر جب میں نے اس فقرہ کا جواب سوچا تو ان میں سے کوئی فقرہ میرے ذہن میں نہ آیا میں نے سوچا اگر کہوں ایسا کر کے تو دیکھو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے کمزور نہیں حالانکہ میرے نفس میں کوئی طاقت نہیں دوسرا جواب یہ تھا کہ ہم تم کو مٹا دیں گے اس کے متعلق میں نے سوچا کہ میں یہ کہنے والا کون ہوں کیا پتہ ہے کہ ہم کسی کو مٹا سکیں گے یا نہیں۔ پس میں نے اُس وقت وہی جواب دیا جو اس کا سچا جواب ہے کہ مٹانا یا قائم رکھنا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے اگر وہ ہمیں مٹانا چاہے تو آپ لوگوں کو کسی کوشش کی ضرورت ہی نہیں لیکن اگر وہ ہمیں قائم رکھنا چاہے تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور تقویٰ ہی ہے جو انسان کو ایسے دعووں سے بچاتا ہے کہ میں یہ کر دوں گا وہ کر دوں گا ایسے دعوؤں کا کیا فائدہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ قادیان میں یا شاید کسی اور جگہ سخت ہیضہ پھوٹا۔ ایک جنازہ کے موقع پر ایک شخص کہنے لگا یہ لوگ تو خود مرتے ہیں ہیضہ پھیلا ہوا ہے مگر لوگ کھانے پینے سے باز نہیں آتے خوب پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں یہ خیال بھی نہیں کرتے کہ ہیضہ کے دن ہیں دیکھو ہم تو صرف ایک پھلکا کھاتے ہیں مگر یہ کم بخت ٹھونستے جاتے ہیں۔ دوسرے روز ایک اور جنازہ آیا کسی نے پوچھا کس کا ہے؟ تو ایک شخص کہنے لگا ایک پھلکا کھانے والے کا۔ پس اس قسم کے دعوؤں کا کیا فائدہ کہ ہم یوں کر دیں گے وُوں کر دیں گے ہاں اللہ تعالیٰ جو کہتا ہے وہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یوں ہو جائے گا۔ انکسار کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ جو کہتا ہے اسے بھی چھپائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَآ غِلْبَتَ لَنَا وَاَوْ رُسُلِيْ ہم نے فرض کر لیا ہے کہ ہم اور ہمارے رسول غالب ہوں گے اب اگر کوئی یہ کہے کہ ہم تمہیں پیس دیں گے تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر تو میری طاقت کا سوال ہے تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اگر یہ الفاظ احمدیت کے متعلق کہے گئے ہیں تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا احمدیت ضرور غالب ہو کر رہے گی۔ خواہ میرے ہاتھوں سے یا کسی اور کے ہاتھوں سے۔

خدا تعالیٰ کے وعدوں پر ہمیں اتنا یقین ہے کہ جتنا اپنی جان پر بھی نہیں۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 343-344)

## دوسرے کو اس کا حق دلانا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ ایک صحابی اپنا گھوڑا دوسرے صحابی کے پاس فروخت کرنے کیلئے لایا اور اُس کی قیمت مثلاً دو سو روپیہ بتائی دوسرے صحابی نے کہا کہ میں اس قیمت پر گھوڑا نہیں لے سکتا کیونکہ اس کی قیمت دُگنی ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو گھوڑوں کی قیمت سے واقفیت نہیں لیکن مالک نے زیادہ قیمت لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب میرا گھوڑا زیادہ قیمت کا نہیں تو میں کیوں زیادہ قیمت لوں اور اس پر ان کی تکرار ہوتی رہی یہاں تک کہ ثالث کے ذریعہ سے انہوں نے فیصلہ کرایا۔ یہ اسلامی روح تھی جو ان دو صحابیوں نے دکھائی۔

اسلام کا حکم یہی ہے کہ ہر شخص بجائے اپنا حق لینے اور اس پر اصرار کرنے کے دوسرے کے حق کو دینے اور اُسے قائم کرنے کی کوشش کرے جس وقت یہ روح قائم ہو جائے اُس وقت ساری سڑاٹکیں آپ ہی آپ بند ہو جاتی ہیں مگر کم سے کم نیکی یہ ہے کہ جب کسی کی طرف سے اپنے حق کا سوال پیدا ہو تو وہ حق اُسے دے دیا جائے۔ یہ غیر اسلامی روح ہے کہ چونکہ دوسرے کے حق پر ہم ایک لمبے عرصہ سے قائم ہیں اور اس حق کو اپنا حق سمجھنے کی ایک عادت ہمیں ہو گئی ہے اس لئے ہم دوسرے کو وہ حق نہیں دے سکتے۔ اسلامی روح یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرے کا حق ہو اور یہ اس پر عرصہ سے قبضہ جمائے بیٹھا ہو تو اُس کے دل میں اور بھی ندامت پیدا ہونی چاہئے کہ میں نے اتنا عرصہ ناجائز طور پر دوسرے کے حق کو غصب کیا اور اس سے فائدہ اٹھاتا رہا۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 137-138)

## دنیا میں محبت کا بہترین مظاہرہ

یہ الہی نصرت تھی جس نے اُس وقت جب انسانی تدابیر بیکار ہو چکی تھیں آسمان سے نازل ہو کر رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو نجات دی۔ پس آسمانی نصرت اُسی وقت آتی ہے جب ساری تدابیر انتہاء کو پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں اور کامیابی کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ جب وہ دنیا دار نگاہوں میں مصحکہ خیز اور روحانی نظروالوں کیلئے رقت انگیز ہو جاتی ہیں اُس وقت خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلتے ہیں مگر اس کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ بندہ چلائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں محبت کا بہترین مظاہرہ وہی ہوتا ہے جو ماں کو اپنے بیٹے سے ہوتا ہے۔ بسا اوقات ماں کی چھاتیوں میں دودھ خشک ہو جاتا ہے مگر جب بچہ روتا ہے تو دودھ اُتر آتا ہے۔ پس جس طرح بچے کے رونے بغیر ماں کی چھاتیوں میں دودھ نہیں اُتر سکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی رحمت کو بندہ کے رونے اور چلانے سے وابستہ کر دیا ہے۔ جب بندہ چلا تا ہے تو رحمت کا دودھ اُترنا شروع ہوتا ہے اس لئے جیسا کہ میں نے بتایا تھا ہمیں چاہئے کہ اپنی طرف سے انتہائی کوشش کریں مگر وہ کوشش نہیں جو منافق مراد لیا کرتے ہیں اور اس کے بعد جس حد تک زیادہ سے زیادہ دعاؤں کو لے جاسکتے ہیں لے جائیں۔ پچھلے سال میں نے سات روزے مقرر کئے تھے مگر چونکہ فتنہ ابھی جاری ہے، شرارت کا سلسلہ بند نہیں ہوا، مخالفوں نے اللہ تعالیٰ کی تنبیہ سے عبرت حاصل نہیں کی اور گزشتہ عذاب سے اپنی اصلاح نہیں کی اس لئے آؤ ہم پھر خدا تعالیٰ کے حضور چلا آئیں۔ تا جس طرح بچہ کے رونے سے ماں کی چھاتیوں سے دودھ اُتر آتا ہے آسمان سے ہمارے رب کی نصرت نازل ہو اور وہ روکیں اور مشکلیں جو ہمارے رستہ میں ہیں دور ہو جائیں۔ بعض مشکلات ایسی ہیں جن کا دور کرنا ہمارے اختیار میں نہیں۔ ہم دشمن کی زبان کو بند نہیں کر سکتے اور اُس کے قلم کو نہیں روک سکتے۔ اُن کی زبان اور قلم سے وہ کچھ نکلتا رہتا ہے جسے سننے اور پڑھنے کی ہمیں تاب نہیں۔ ہم نے بارہا حکومت کو توجہ دلائی ہے مگر اُس کے کان ہماری بات سننے سے بہرے ہیں۔ وہی باتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہی جاتی ہیں اگر کسی اور کے متعلق کہی جاتیں تو مُلک میں آگ لگ جاتی۔ مگر وہ باتیں متواتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہی جاتی ہیں لیکن کہنے والوں کی کوئی گرفت نہیں کی جاتی۔ حتیٰ کہ ہمیں تو یہاں تک رپورٹ پہنچی ہے کہ بعض مخالفوں کے حلقوں میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہمیں افسروں نے یقین دلایا ہے کہ احمدیوں کے خلاف جو چاہو لکھو کوئی گرفت نہ ہوگی۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 153-152)

## تقویٰ و طہارت پیدا کرو

بعض صحابہ کہتے ہیں کہ ہم جب رسول کریم ﷺ کو دعائیں کرتے دیکھتے تو ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ ایک ہنڈیا جوش سے اُبل رہی ہے۔ پس اپنے نفوس کی اصلاح کی طرف توجہ کرو اور تقویٰ و طہارت پیدا کرو اور مت سمجھو کہ تم نیک کام کر رہے ہو کیونکہ نیک سے نیک کام میں

بھی بے ایمانی پیدا ہو سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ نہ معلوم کیا بات ہے کہ آج کل لوگ حج کر کے آتے ہیں تو ان کے قلوب میں آگے سے زیادہ رعونت اور بدی پیدا ہو چکی ہوتی ہے یہ نقص اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ حج کے مفہوم کو نہیں سمجھتے اور بجائے روحانی لحاظ سے کوئی فائدہ اٹھانے کے محض حاجی بن جانے کی وجہ سے تکبر کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک بڑھیا سردی کے دنوں میں رات کے وقت اسٹیشن پر تنہا بیٹھی تھی کہ کسی نے اُس کی چادر اٹھالی جب اسے سردی لگی اور اُس نے چادر اوڑھنی چاہی تو اسے گم پایا۔ یہ دیکھ کر وہ آواز دے کر کہنے لگی ”بھائی حاجیا! میری تے اکو چادر سی میں پالے مر جاواں گی۔ تُو ایہہ تے مینوں واپس کر دے“۔ یعنی بھائی حاجی! میری تو ایک ہی چادر تھی اس کی مجھے ضرورت ہے وہ مجھے واپس کر دے۔ یہ سن کر جس نے چادر اٹھائی تھی شرمندہ ہوا اور اس نے اُس کی چادر اس کے پاس رکھ دی مگر ساتھ ہی اُس نے پوچھا تجھے یہ پتہ کس طرح لگا کہ چادر چرانے والا کوئی حاجی ہے؟ وہ کہنے لگی کہ اس زمانہ میں اس قدر سنگدلی حاجی ہی کرتے ہیں۔

پس یہ مت خیال کرو کہ ہم نیک کاموں میں لگے ہوئے ہیں، یہ مت خیال کرو کہ ہم نیک ارادے رکھتے ہیں کتنا ہی نیک کام انسان کر رہا ہو اس میں سے بدی پیدا ہو سکتی ہے اور کتنا ہی نیک ارادہ انسان رکھتا ہو وہ اس کے ایمان کو بگاڑ سکتا ہے کیونکہ ایمان ہمارے اعمال کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رحم کے نتیجہ میں آتا ہے۔ پس تم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے رحم پر نگاہ رکھو اور تمہاری نظر ہمیشہ اُس کے ہاتھوں کی طرف اٹھے کیونکہ وہ سوالی جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے اٹھنے کے بعد میرے لئے اور کوئی دروازہ نہیں کھل سکتا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کر لیتا ہے۔ پس تمہاری نگاہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھنی چاہئے جب تک تم اپنی نگاہ اس کی طرف رکھو گے تم محفوظ رہو گے کیونکہ جس کی خدا تعالیٰ کی طرف نگاہ اٹھ رہی ہو اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر جو نبی نظر کسی اور کی طرف پھیری جائے اور انسان اس کے دروازہ سے قدم اٹھالے پھر خواہ کتنے ہی نیک ارادے رکھے اور کتنے ہی اچھے کام کرے اس کا کہیں ٹھکانہ نہیں رہتا بلکہ وہ شیطان کی بغل میں ہی جا کر بیٹھتا ہے۔

## رستم کا خوف

رعب ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے سامنے کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رستم کے متعلق ایک قصہ سناتے تھے کہ اس کے گھر ایک دفعہ چور آیا اور رستم سے اسکی لڑائی شروع ہو گئی جسے گرا کر وہ چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور مارنے لگا اس پر رستم نے سمجھا کہ اسے معلوم نہیں کہ میں کون ہوں اس لئے اس نے کہا رستم آ گیا رستم آ گیا۔ یہ سن کر چور بھاگ گیا اصل رستم کو تو اس نے گرا لیا مگر اسکے نام سے بھاگ گیا۔ یہ رعب ہی تھا تو رعب ایک ایسی چیز ہے کہ اسی کی بناء پر حکومتیں قائم رہتی ہیں اور جس حکومت کے رعب میں فرق آ جائے وہ خواہ کسی قدر طاقت رکھتی ہو کچھ نہیں کر سکتی نہ امن قائم رکھ سکتی ہے اور نہ فساد و فتنہ روک سکتی ہے۔

(اطاعت اور احسان شناسی، انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 10)

## حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی ایک دوسرے پر سبقت

ایک دفعہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے درمیان کسی بات پر تکرار ہو گئی بھائیوں بھائیوں میں بھی بعض دفعہ ناراضگی کی کوئی بات ہو جاتی ہے۔ حضرت امام حسنؑ کی طبیعت بہت سلجھی ہوئی اور نرم تھی۔ لیکن حضرت امام حسینؑ کی طبیعت میں جوش پایا جاتا تھا ان میں جو جھگڑا ہوا اس میں حضرت امام حسینؑ کی طرف سے زیادتی ہوئی۔ لیکن حضرت امام حسنؑ نے صبر سے کام لیا۔ اس جھگڑے کے وقت بعض اور صحابہؓ بھی موجود تھے۔ جب جھگڑا ختم ہو گیا تو دوسرے دن ایک شخص نے دیکھا کہ حضرت امام حسنؑ جلدی جلدی کسی طرف جا رہے ہیں۔ اس نے ان سے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ حضرت حسنؑ کہنے لگے میں حسینؑ سے معافی مانگنے چلا ہوں وہ کہنے لگا کیا آپ معافی مانگنے چلے ہیں؟ میں تو خود اس جھگڑے کے وقت وہاں موجود تھا اور میں جانتا ہوں کہ حسینؑ نے آپ کے متعلق سختی سے کام لیا۔ پس یہ ان کا کام ہے کہ وہ آپ سے معافی مانگیں نہ یہ کہ آپ ان سے معافی مانگنے چلے جائیں۔ حضرت حسنؑ نے کہا۔ یہ ٹھیک ہے میں اسی لئے تو ان سے معافی مانگنے جا رہا ہوں کہ انہوں نے مجھ پر سختی کی تھی کیونکہ ایک صحابیؓ نے مجھے سنایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا جب دو شخص آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں سے جو پہلے صلح کرتا ہے وہ جنت میں دوسرے سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوگا۔ میرے

دل میں یہ بات سن کر خیال پیدا ہوا کہ کل میں نے حسینؑ سے برا بھلا سنا اور انہوں نے مجھ پر سختی کی۔ اب اگر حسینؑ معافی مانگنے کے لئے میرے پاس پہلے پہنچ گئے اور انہوں نے صلح کر لی تو میں دونوں جہان سے گیا کہ یہاں بھی مجھ پر سختی ہوگئی اور اگلے جہان میں بھی میں پیچھے رہا۔ چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مجھ پر جو سختی ہوگئی ہے وہ تو ہوگئی۔ اب میں ان سے پہلے معافی مانگ لوں تا کہ اس کے بدلہ میں مجھے جنت تو ان سے پانچ سو سال پہلے مل جائے۔ یہ خواہش تھی جو انہیں نیکیوں میں ترقی کرنے کی طرف لے جاتی تھی۔ بات سننا اور کان سے نکال دینا یہ کوئی مفید طریق نہیں۔ ہزار بات سننے اور عمل نہ کرنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ انسان ایک بات سننے اور اس پر عمل کرے۔

(خطبات محمود جلد 25 صفحہ 341-340)

### صرف زبان سے اطاعت کا دعویٰ کرنا کوئی بات نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک واقعہ سنایا کرتے تھے فرماتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں، مجھے صحیح یاد نہیں چوری ہوگئی اور ان کا کچھ زیور پڑا گیا۔ ان کا ایک نوکر تھا وہ شور مچاتا پھرے کہ ایسے کم بخت بھی دنیا میں موجود ہیں جو خدا تعالیٰ کے خلیفہ کے ہاں چوری کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے۔ وہ چوری کرنے والے پر بے انتہاء لعنتیں ڈالے اور کہے خدا اس کا پردہ فاش کرے اور اسے ذلیل کرے۔ آخر تحقیقات کرتے کرتے پتہ لگا کہ ایک یہودی کے ہاں وہ زیور گرور رکھا ہوا ہے۔ جب اُس یہودی سے پوچھا گیا کہ یہ زیور کہاں سے تمہیں ملا؟ تو اس نے اسی نوکر کا نام بتلایا جو شور مچاتا اور چور پر لعنتیں ڈالتا پھرتا تھا۔ تو منہ سے لعنتیں ڈال دینا یا زبان سے فرمانبرداری کا دعویٰ کرنا کوئی چیز نہیں عمل اصل چیز ہوتی ہے۔ ورنہ منہ سے اطاعت کا دعویٰ کرنے والا سب سے زیادہ منافق بھی ہو سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ لوگ جنہوں نے تحریک جدید میں وعدہ کیا اور پھر اُسے پورا نہیں کیا منافق ہیں مگر کئی تھے جنہوں نے پہلے سال وعدہ کیا اور پھر وعدہ پورا بھی کیا مگر دوسرے سال کی تحریک میں آکر رہ گئے۔ ایسے لوگ یک سالہ مومن تھے اُن کی دوڑ پہلے سال میں ہی ختم ہوگئی دوسرے سال کی دوڑ میں وہ شریک نہ ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پہلے سال شور مچاتے تھے کہ جو قربانی لینی ہے ابھی لے لو۔ ایسے تمام لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے اسی لئے تحریک جدید

کے متعلق تین سال کی شرط لگا دی تھی تا وہ جو پہلے یا دوسرے قدم پر تھک کر رہ جانے والے ہیں وہ پیچھے ہٹ جائیں اور خالص مؤمن باقی رہ جائیں۔ ایمان اور اخلاص کے سانس بھی مختلف ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں فلاں اونٹنی دس میل دوڑ سکتی ہے، فلاں اونٹنی بیس میل اور فلاں سو میل۔ ایمان کی بھی دوڑیں ہوتی ہیں اور ایمان کی دوڑ میں وہی جیتتے ہیں جن کیلئے کوئی حد بندی نہ ہو۔ ہمیں نہ یک سالہ مؤمن کام دے سکتے ہیں نہ دو سالہ مؤمن بلکہ وہی کام دے سکتے ہیں جو بغیر کسی شرط کے ہمیشہ قربانیوں کیلئے تیار رہنے والے ہوں۔ (خطبات محمود جلد 17 صفحہ 516-517)

### فرشتوں کے ساتھ تعلق پیدا کریں

پس اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو تمہارا فرض ہے کہ تم فرشتوں کو اپنی مدد کے لیے بلاؤ اور ان سے کام لو۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خود سنا ہے کہ جب کوئی بادشاہ یا امیر کسی جگہ جاتا ہے تو اس کا اردلی بھی ساتھ جاتا ہے۔ اسے اندر جانے کی اجازت طلب نہیں کرنی پڑتی۔ مثلاً اگر وائسرائے کسی گورنر کو بلائے تو وہ بلاوے پر جائے گا۔ مگر اس کا اردلی گورنر جنرل کے گھر پر بغیر کسی دعوت کے جائے گا۔ گورنر کی دعوت میں اس کے محافظ اور خادم شامل ہوں گے۔ اس لئے تمہاری حالت کتنی بھی ادنیٰ ہو۔ اگر تم فرشتوں سے تعلقات پیدا کر لو تو وہ جہاں بھی جائیں گے تم ان کے ساتھ جاؤ گے۔ تم ان کے اردلیوں اور چڑھیوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ اگر وہ لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں جائیں گے۔ تو تم بھی ان کے ساتھ جاؤ گے۔ پس تم اس عظیم الشان طاقت کو سمجھو۔ جسے خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے بنایا ہے۔ تمہاری قوت روحانیت کے ساتھ وابستہ ہے تم اسے مضبوط بنانے کے لئے فرشتوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعلقات پیدا کرو۔ تا تمہیں لوگوں کے قلوب تک پہنچ حاصل ہو جائے۔ اگر تمہیں لوگوں کے قلوب تک پہنچ حاصل ہو جائے تو سارے پردے دور ہو جائیں گے اور جہاں خدا تعالیٰ کا نور پہنچے گا تم بھی وہاں پہنچ جاؤ گے۔ پس تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور جس شوق سے تم یہاں آئے ہو اسے پورا کرنے کے سامان پیدا کرو۔ اس طرح نہ ہو کہ جس طرح کشتی دیکھنے کے لئے کچھ لوگ پہلے آجاتے ہیں۔ تم بھی یہاں آگئے ہو۔ تمہارا یہاں آنے کا مقصد وہی ہے جو السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ کا مقصد ہوتا ہے۔ اور سابق کا اصل مقام یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب بنے۔ پس اپنے پہلے آنے کی لاج رکھتے ہوئے تم اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا مقرب بناؤ



اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کرو تا تمہارا یہاں آنا خدا تعالیٰ اور دوسرے لوگوں کی نظر میں مقبول ہو۔ (الفضل 9 جنوری 1955ء جلد 44/9 نمبر 8 صفحہ 3)

### خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے

دوستوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ہر انسان کے قریب ہوں اور یہ کہ میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں اور جس کے قریب خدا تعالیٰ ہو وہ اکیلا نہیں ہو سکتا۔ بیشک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشفی حالت میں اپنے بازو پر یہ تحریر فرمایا کہ ”میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے“ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اکیلے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی نظروں میں تو میں اکیلا ہوں لیکن حقیقتاً خدا میرے ساتھ ہے۔ اگر خدا کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص اپنے آپ کو اکیلا کہتا ہے تو اس کی مثال اُس بیوقوف کی سی ہوگی جو اپنے باپ کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ رستہ میں ڈاکہ پڑا اور چور اُن کا مال لوٹ کر لے گئے۔ جب کسی نے اُس سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اُس نے کہا ”چورتے لاٹھی دو جتنے میں تے باپو اکلے“۔ پس جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کہتا میں اکیلا ہوں تو یہ اس کی بیوقوفی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ کے یہ معنی ہیں کہ دنیا کی نظروں میں تو میں اکیلا ہوں لیکن خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تھا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ ابوبکر! گھبرانے کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو دس بارہ لفتنگوں کی کیا طاقت ہے کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچا سکیں۔ خدا تعالیٰ انہیں خود تباہ کر دے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف میں جو کہا گیا ہے کہ میں اکیلا ہوں اس کا یہی مطلب ہے کہ دنیا کو تو نظر نہیں آتا کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے لیکن خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر وہ مجھ پر حملہ کریں گے تو وہ دیکھ لیں گے کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے میں کامیاب و کامران ہوں گا اور وہ ناکام اور ذلیل ہوں گے۔

(الفضل یکم مارچ 1957ء جلد 46/11 نمبر 52 صفحہ 4-5)

### وہم کا کوئی علاج نہیں

ہر زمانہ میں سینکڑوں ہزاروں لوگ ایسے ہوتے رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ دنیا میں قوت واہمہ ہی اصل چیز ہے۔ اس کے سوا دنیا میں کسی اور چیز کا کوئی وجود ہے ہی نہیں۔ ایک قوت

واہمہ ہے جو آپ ہی آپ خیال دوڑاتی ہے اور اس کے اس خیال دوڑانے کے ماتحت مختلف وجود اپنے آپ کو محسوس کرنے لگتے ہیں ورنہ اس کے سوا دنیا میں نہ کوئی سورج ہے، نہ چاند ستارے اور نہ ستارے اور نہ ہی انسان موجود ہے جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ آندھی چلتی ہے تو آگے چلتی جاتی ہے اسی طرح ایک وہم سے دور پیدا ہوتا جاتا ہے ایسے لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے دربار میں گیا اور کہا کہ یہ دنیا سب وہم ہی وہم ہے۔ آپ بھی وہم ہیں۔ میں بھی وہم ہوں۔ بادشاہت اور حکومت بھی وہم ہے۔ بادشاہ اسے بہت عرصہ تک سمجھاتا رہا کہ یہ بات درست نہیں اور اس سے خوب بحث مباحثے ہوتے رہے۔ مگر وہ اپنی رائے پر قائم رہا۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ اسے کسی ایسی آزمائش میں ڈالنا چاہئے کہ اس کا یہ خیال دور ہو۔ ایک دن اس نے اپنا دربار اوپر کی منزل میں منعقد کیا اور سب درباریوں اور امراء وغیرہ کو اوپر ہی بلوا لیا۔ مگر اسے نیچے ہی رہنے دیا۔ اس کے بعد جانوروں کے افسروں کو حکم دیا کہ ایک مست ہاتھی لاکر وہاں چھوڑ دیں اور ایک سیڑھی اوپر کی منزل پر آنے کے لئے لگی رہنے دی۔ جب ہاتھی آیا اور نظر ماری۔ تو اسے وہاں ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا اور معاً اس پر حملہ آور ہوا۔ وہ شخص ادھر ادھر جان بچانے کے لئے بھاگتا رہا۔ مگر جدھر وہ جاتا۔ ہاتھی پیچھے جاتا۔ آخر وہ گھبرا کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ بادشاہ نے اسے دیکھ کر کہا۔ تم گھبرا کر اوپر کیوں چڑھنے لگے یہ تو محض وہم ہے۔ ہاتھی بھی وہم ہے اور تم پر اس کے حملہ کا خیال بھی وہم ہے اور جب سب کچھ وہم ہے تو بھاگتے کیوں ہو۔ وہ بھی کوئی ہوشیار اور چالاک آدمی تھا۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ سیڑھیوں پر چڑھ کون رہا ہے۔ یہ بھی وہم ہی ہے۔ تو اس قسم کے لوگوں کا کوئی علاج دنیا میں نہیں۔ یہ درحقیقت مریض ہوتے ہیں اور قوت فیصلہ ان میں نہیں ہوتی۔ اس لئے جو بات سنتے ہیں اس کے متعلق آسان طریق یہی نظر آتا ہے کہ کہہ دیں یہ وہم ہے۔ ان کی مثال اس کبوتر کی طرح ہوتی ہے۔ جو آنکھیں بند کر کے سمجھ لیتا ہے کہ اب بلی اس پر حملہ نہ کر سکے گی۔

(الفضل 18/ جون 1941ء جلد 29 نمبر 135 صفحہ 3)

ہر چیز کا سبب ایک نہیں ہوتا

واقعات سے موجدات کو دریافت کرنا کوئی محفوظ طریق نہیں ہوتا۔ ہم ایک واقعہ دیکھتے

ہیں اور بغیر اس کے کہ اصل سبب ہمیں معلوم ہو۔ ہم اس کا ایک سبب فرض کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب ہمارے لئے یہ جائز ہو گیا ہے کہ ہم وہ سبب ہر جگہ بیان کرتے پھریں۔ حالانکہ ایک قسم کا نتیجہ ہمیشہ ایک ہی سبب کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک ہی قسم کے نتیجہ کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ پیٹ درد ایک مرض ہے۔ جو بالعموم لوگوں کو ہوتا رہتا ہے۔ مگر ہر پیٹ درد ایک ہی کھانے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ بیسیوں کھانے ایسے ہیں جن کے کھانے سے پیٹ درد ہو جاتا ہے۔ پھر بیسیوں دردیں ایسی بھی ہیں۔ جو کھانے سے تعلق ہی نہیں رکھتیں۔ کسی کو چوٹ لگ جائے تو اس سے بھی پیٹ درد ہو جائے گا۔ معدہ کے اعصاب میں حدت اور تیزی پیدا ہو جائے۔ تو اس سے بھی پیٹ درد ہو جائے گا۔ تیزابی مادہ معدہ میں بڑھ جائے تو اس سے بھی پیٹ درد ہو جائے گا۔ خلو معدہ سے بھی پیٹ درد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اور بیسیوں اسباب ہیں۔ جن کے نتیجہ میں پیٹ درد پیدا ہو جاتا ہے۔ اب اگر کوئی سمجھے کہ پیٹ درد محض ثقیل غذا کھانے سے ہوتا ہے اور جب کسی کے متعلق یہ سنے کہ اسے پیٹ درد ہے تو یہ کہنا شروع کر دے کہ ضرور اس نے ثقیل غذا کھائی ہوگی۔ تو یہ نادانی ہوگی۔ اسی طرح ہیضہ زیادہ کھانا کھانے سے بھی ہو جاتا ہے اور ہیضہ خالی معدہ رہنے سے بھی ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہیضہ پڑا۔ ایک شخص ہیضہ میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ جب اس کی نعش آئی اور جنازہ پڑھا جانے لگا تو ایک شخص بغیر اس بات کا کوئی خیال کئے کہ اس کے رشتہ داروں کو تکلیف ہوگی۔ صفوں میں ادھر ادھر دوڑتا پھرے۔ اور شور مچاتا پھرے کہ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ لوگوں کی عقل کو کیا ہو گیا۔ بس وہ کھانے بیٹھتے ہیں تو غذا ٹھونسٹے چلے جاتے ہیں اور اس بات کا کوئی خیال نہیں کرتے کہ زیادہ کھا لیا تو ہیضہ ہو جائے گا۔ بس اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے کھانے کا فکر رہتا ہے۔ اور پھر اتنا کھائیں گے کہ حلق تک غذا ٹھونس لیں گے۔ کوئی یہ خیال نہیں کرتا کہ اپنی صحت کا بھی خیال رکھا جائے۔ ہم تو ہمیشہ ایک پھلکا کھاتے ہیں۔ ہم تو ہمیشہ ایک پھلکا کھاتے ہیں۔ ہمیں ہیضہ کیوں نہیں ہوتا۔ بس وہ ادھر ادھر دوڑتا پھرے اور بار بار یہ الفاظ کہتا جائے۔ دوسرے دن پھر ایک جنازہ آیا کسی نے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے کوئی دل جلا پاس کھڑا تھا وہ کہنے لگا یہ اسی ایک پھلکا کھانے والے کا جنازہ ہے۔ بات یہ ہوئی کہ دوسرے ہی دن اس ایک پھلکے کا شور مچانے والے کو بھی ہیضہ ہو گیا اور وہ فوت ہو گیا۔ تو ہر چیز کا سبب ایک

نہیں ہوتا۔ بلکہ مختلف اسباب ہوتے ہیں کیونکہ ایک نتیجہ کئی موجبات سے نکل سکتا ہے۔

(الفضل 30/ جون 1938ء جلد 16 نمبر 147 صفحہ 5)

## قصائیوں کو فوج میں بھرتی کرنا

میں اپنے منصب اور مقام کے لحاظ سے تو نہ مشرقی ہوں نہ مغربی نہ عورتوں کا ایجنٹ ہوں نہ مردوں کا مگر اس کے اس لطیفہ میں مجھے مزا آیا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی جواب کا موقع دے دیا۔ ہمیں چاہئے کہ قربانی کیلئے ہر وقت تیار رہیں اور تیاری کرتے رہیں ورنہ وقت آنے پر فیل ہو جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی ایک مثال سنایا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ نے کہا، سپاہیوں کا کیا فائدہ ہے خواہ مخواہ بیٹھے تنخواہ لیتے ہیں، سب سپاہی موقوف کر دیئے جائیں۔ جب قریبی ملک کے بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو اس نے جھٹ حملہ کر دیا۔ اب اس نے مقابلہ کی یہ تجویز کی کہ سب قصائیوں کو بھیجا جائے تاکہ حملہ آور فوج کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ انہیں بھیجا گیا مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ بھاگے ہوئے آئے کہ حضور بہت ظلم ہو گیا۔ وہ لوگ تو نہ رگ دیکھتے ہیں نہ پٹھا، ہم تو چار چار آدمی مل کر پہلے ایک آدمی کو لٹاتے ہیں اور پھر قاعدہ کے ساتھ اسے ذبح کرتے ہیں مگر وہ لوگ اتنے عرصہ میں ہمارے بیس آدمی مار ڈالتے ہیں ہم فریادی ہو کر آئے ہیں کہ کوئی انتظام کیا جائے۔ پس جو قوم دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار نہیں رہتی، اس کا وہی حال ہوا کرتا ہے جو ان قصائیوں کا ہوا۔ تمہارا مقابلہ بھی ان لوگوں سے ہے جو نہ رگ دیکھتے ہیں نہ پٹھا، اور جب تک تم بھی ان کے مقابلہ کے لئے اچھی طرح تیار نہ ہو گے کامیابی نہیں ہو سکتی اس لئے تکالیف کو برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ سادہ غذا کھاؤ اور جو اس ہدایت سے منہ موڑے، تم اُس سے منہ موڑ لو اور اس سے صاف کہہ دو کہ آج سے میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں۔

(احرار اور منافقین کے مقابلہ میں ہم گرز کوئی کمزوری نہیں دکھائیں گے، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 19)

## تجسس کی عادت نہیں ہونی چاہئے

بیعت کی شرطوں میں اب جھوٹ سے بچنے کے عہد کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ پہلے بیعت کے الفاظ یہ تھے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی مگر اب اس کے ساتھ یہ زیادہ کر دیا گیا

ہے کہ میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ پس تم اپنے دلوں میں یہ اقرار کرو کہ جھوٹ نہیں بولوں گی۔ جھوٹ کے یہ معنی نہیں کہ تم ہر ایک کو اپنی بات بتلاؤ۔ مثلاً اگر کسی چور کی بیوی تمہارے پاس راز لینے آتی ہے تو تم اس سے کہہ سکتی ہو کہ میں نہیں بتاتی جاؤ نکل جاؤ۔ یہ جھوٹ نہیں ہوگا لیکن یہ ضرور جھوٹ ہوگا کہ تم اسے اصل جگہ چھپا کر دوسری جگہ بتاؤ۔ پس آج تمام احمدی عورتیں کان کھول کر سن لیں کہ عورت کی بیعت میں یہ عہد شامل ہے اور جو جھوٹ بولے گی وہ خود اپنی بیعت کی شرط کو توڑنے والی قرار پائے گی۔ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا پھر مؤمن کی یہ علامت بتلائی کہ جب وہ کوئی لغو بات دیکھتا ہے تو اس کے پاس سے گزر جاتا ہے لیکن یہ بات نہایت ہی افسوسناک ہے کہ عورت ہمیشہ لغویات کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ مثلاً بلاوجہ دوسری سے پوچھتی رہتی ہے کہ یہ کپڑا کتنے کا لیا، یہ زیور کہاں سے بنوایا اور جب تک اس کی ساری ہسٹری معلوم نہ کر لے اسے چین نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ ایک عورت نے انگوٹھی بنوائی لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اس نے تنگ آ کر اپنے گھر کو آگ لگا دی۔ لوگوں نے پوچھا کچھ بچا بھی؟ اس نے کہا سوائے اس انگوٹھی کے کچھ نہیں بچا۔ ایک عورت نے پوچھا بہن تم نے یہ انگوٹھی کب بنوائی تھی؟ یہ تو بہت خوبصورت ہے۔ وہ کہنے لگی اگر یہی بات تم پہلے پوچھ لیتیں تو میرا گھر کیوں جلتا۔ یہ عادت عورتوں سے ہی مخصوص نہیں بلکہ مردوں میں بھی ہے۔ السَّلَامُ عَلَیْكُمْ کے بعد پوچھنے لگ جاتے ہیں کہ کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جاؤ گے؟ کیا کام ہے؟ آمدنی کیا ہے؟ بھلا دوسرے کو اس معاملہ میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ انگریزوں میں یہ کبھی نہیں ہوتا کہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں کہ تو کہاں ملازم ہے؟ تعلیم کتنی ہے؟ تنخواہ کیا ملتی ہے؟ وہ کبھی کریدنے کا خیال نہیں کرتے۔

(مستورات سے خطاب، انوارالعلوم جلد 15 صفحہ 397)

## نمائش کی عبادت

حقیقت یہ ہے کہ سچائی کے لیے کسی بڑی نمائش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سچائی انسان کے عمل سے ثابت ہو جاتی ہے اور خواہ کتنا ہی کسی کو دبایا جائے، کتنا ہی کسی کو مٹایا جائے اگر اس کے دل میں نور ہو تو وہ کبھی چھپ نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص کے دل میں ریاء تھا اُس نے مسجد میں رات دن عبادت شروع کر دی تاکہ کسی طرح وہ

لوگوں میں ولی مشہور ہو جائے لیکن باوجود سارا دن عبادت کرنے کے اور ہر وقت مسجد میں رہنے کے جب وہ باہر نکلتا تو لڑکوں نے اُس سے مذاق کرنا اور عورتوں نے بھی اس کی طرف انگلیاں اٹھا کر کہنا کہ یہ بڑا منافق انسان ہے۔ اس کے دل کے کسی گوشہ میں بھی ایمان نہیں پایا جاتا۔ محض ریاء کاری کے لیے نمازیں پڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ چھ سات سال گزر گئے وہ برابر لوگوں میں بزرگ اور ولی مشہور ہونے کے لیے نمازیں پڑھتا رہا اور لوگ اُسے منافق اور ریاء کار کہتے رہے۔ آخر سات سال گزرنے پر اُسے خیال آیا کہ میں نے تو اپنی عمر برباد کر دی۔ جس چیز کو حاصل کرنے کے لیے میں نمازیں پڑھتا رہا وہ اب تک مجھے حاصل نہیں ہوئی۔ میں چاہتا تھا کہ لوگوں میں ولی مشہور ہو جاؤں مگر لوگ مجھے منافق اور ریاء کار کہتے رہے۔ اب میں اس بے ایمانی کو چھوڑتا ہوں اور خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ جنگل میں چلا گیا۔ اس نے وضو کیا اور پھر نماز میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الہی! اتنے عرصہ تک میں نے بناوٹی ولی بننے کی کوشش کی۔ مگر نہ میں بناوٹی ولی بنا اور نہ ہی مجھے تُو ملا۔ اب دنیا والے مجھے جو چاہیں کہیں مجھے ان کی پروا نہیں میں صرف تیری رضا کے لیے عبادت کروں گا اور صرف تجھ سے تعلق رکھوں گا۔ اس کے بعد وہ مسجد میں آیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سچے دل سے عبادت شروع کر دی۔ ابھی اُس کے اس عزم پر چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ لوگ اس کی طرف انگلیاں اٹھا کر اشارہ کرنے لگے کہ یہ تو بڑا بزرگ ہے۔ اس کے چہرے سے تو خدا تعالیٰ کا نور ظاہر ہوتا ہے تو جب کوئی خدا کا ہو جائے تو لوگ اُسے تبلیغ سے خواہ کتنا روکیں آپ ہی آپ تبلیغ ہوتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا منہ بتا رہا ہوتا ہے کہ اُس پر خدائی نور چمک رہا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو اُس کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ مگر خدا آپ لوگوں کے دلوں میں تحریک کرتا ہے اور انہیں ہدایت کے قبول کرنے کے لیے کھینچ کر لے آتا ہے۔ اور جب خدا کسی کو آپ تحریک کرے تو اُو رکون ہے جو اُسے روک سکے۔ یہ لوگ زید کو کہہ سکتے ہیں کہ تم کسی کو مت تبلیغ کرو اور زید اس ہدایت کی پابندی کرے گا۔ لیکن جب خدا کسی سے کہے گا کہ جا اور زید سے جا کر پوچھ کہ یہ کیا بات ہے؟ تو وہ اُس شخص کو زید کے پاس آنے سے کس طرح روک سکیں گے۔ وہ تو کہے گا کہ مجھے خدا نے تمہاری طرف بھیجا ہے میں اُس وقت یہاں سے نہیں ہلوں گا جب تک میں تم سے یہ دریافت نہ کر لوں کہ وہ کیا چیز ہے جو تم دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہو۔

## اللہ تعالیٰ تو بہ قبول کرتا اور پہلے سے زیادہ رحم کرتا ہے

دنیا کی ہر چیز خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے انسان کا دل و دماغ اس کے ظاہری اور باطنی حالات پر وہی قبضہ رکھتا ہے اور حالات کا صحیح علم بھی اسی کو ہو سکتا ہے۔ بسا اوقات ہم ظاہری حالات کو دیکھ کر غلطی کر جاتے ہیں اور ان سے غلط نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ پس ہم اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کا بیان سننے بغیر کوئی رائے قائم نہیں کریں گے لیکن اس میں کیا شبہ ہے کہ اگر فی الواقعہ ہمارا ایک بھائی ایک غلطی کا مرتکب ہوا ہے تو وہ اور بھی زیادہ ہمارے رحم اور ہماری ہمدردی کا مستحق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک مثال بیان کی ہے فرماتے تھے۔ کسی شخص کے دو بیٹے تھے اس نے اپنا مال ان میں بانٹ دیا۔ چھوٹا بیٹا اپنا سارا مال لے کر دور دراز چلا گیا اور وہاں اس نے سارا مال بد چلنی میں ضائع کر دیا۔ آخر وہ ایک شخص کے ہاں چرواہے کے طور پر ملازم ہو گیا۔ اس حالت میں اس نے خیال کیا میرے باپ کے کتنے ہی مزدوروں کو روٹی افراط سے ملتی ہے مگر میں یہاں بھوکا مر رہا ہوں کیوں نہ میں اس کے پاس جا کر یہ کہوں کہ مجھے بھی اپنے مزدوروں کی طرح رکھ لے۔ اس پر وہ اپنے باپ کے پاس گیا باپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسے گلے لگا لیا اور نوکروں سے کہا خوب موٹا تازہ پھچھڑالا کر ذبح کرو تا کہ ہم کھائیں اور خوشی منائیں۔ جب اس کا دوسرا بیٹا آیا تو اسے یہ بات بہت بُری لگی اس نے اپنے باپ سے کہا میں اتنے برس سے تیری خدمت کر رہا ہوں اور کبھی تیری حکم عدولی نہیں کی مگر تو نے کبھی ایک بکری کا بچہ بھی نہ دیا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ خوشی مناتا لیکن جب تیرا یہ بیٹا آیا جس نے تیرا مال عیش و عشرت میں ضائع کر دیا تو اس کے لئے تو نے پلاہوا پھچھڑالا ذبح کرایا۔ باپ نے کہا تو ہمیشہ میرے پاس ہے اور جو کچھ میرا ہے وہ تیرا ہی ہے لیکن تیرے اس بھائی کے آنے پر اس لئے خوشی منائی گئی کہ یہ مردہ تھا اب زندہ ہوا اکھویا ہوا تھا اب ملا ہے۔

پس جو شخص کسی غلطی کا ارتکاب کرتا ہے۔ جب وہ غلطی کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور جاتا، اس کے آگے جھکتا اور اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوئے ندامت کا اظہار کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول کرتا اور پہلے سے زیادہ اس پر رحم کرتا ہے۔ اسی اصل کے ماتحت خدا تعالیٰ کے بندے بھی اپنے بھائیوں سے سلوک کرتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے کسی بھائی سے غلطی ہوئی۔ کوئی قصور سرزد ہوا تو اس غلطی کا دلیری سے اعتراف کرتے ہیں یہ نہیں کہ

بھائی کی غلطی کی وجہ سے اس پر پردہ ڈالتے اور اسے چھپانا شروع کر دیتے ہیں۔

(بعض اہم اور ضروری امور، خطبات محمود جلد 12 صفحہ 589)

## سکھوں کا ظلم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ امرتسر میں کسی سکھ نے ایک مسلمان کو خط دیا کہ پڑھ دو۔ اس وقت سکھ کی قابلیت یہ سمجھی جاتی تھی کہ وہ پڑھا ہو، انہ ہو اور سکھ مختلف بہانوں سے لوگوں سے خط پڑھواتے تاکہ اگر کوئی پڑھ دے تو یہ اس کے مسلمان ہونے کی علامت ہوگی اور اسے مار دیا جائے جسے خط پڑھنے کے لئے دیا گیا اس نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ سکھ نے کہا۔ نہیں۔ ضرور پڑھ دو۔ اس نے کہا۔ میں بالکل نہیں پڑھا ہوا۔ سکھ نے کہا اگر تم پڑھے ہوئے نہیں تو یہ بالکل کا لفظ کہاں سے سیکھ لیا تم ضرور پڑھے ہوئے ہو یہ کہہ کر اس نے تلوار سے اس کا سراڑا دیا۔ (انوار العلوم جلد نمبر 12 صفحہ 589)

## اندھا دھند تقلید نہیں کرنی چاہئے

سب سے پہلی بات جو انسان کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ انسانیت کو قائم رکھے اور ایسے طریق پر قائم رہے کہ جباریت کا رنگ نہ اختیار کرے پس مومن کو چاہئے کہ وہ ان تینوں صفات کو قائم رکھے یعنی اس میں انسانیت بھی ہو اچھے برے میں تمیز بھی ہو اور اندھا دھند نقل بھی نہ کی جائے بلکہ اپنے آپ کو ایسے رنگ میں قوم کے ساتھ ملائے کہ قوم کے ساتھ ملا بھی رہے اور اس کا اپنا وجود بھی الگ نظر آئے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بالکل سست بچھنے بن جاتے ہیں۔ خواہ کچھ ہی بات ہو وہ ”سچ ہے“ ”سچ ہے“ کہتے اور اپنی رائے اور اپنے ارادے کو دبا کر ضائع کر دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک راجہ نے ایک دفعہ بیٹنگن کھائے تو اسے بہت ہی مزہ آیا۔ وہ جب دربار میں آیا تو کہنے لگا۔ بیٹنگن کیا ہی اچھی چیز ہے۔ اس کا ایک مصاحب تھا اس نے بھی بیٹنگن کی تعریف کرنی شروع کر دی کہ اور تو اور اس کی شکل ہی دیکھئے کیسی عمدہ ہے۔ سر تو ایسا ہے جیسے کسی پیر نے سبز پگڑی باندھ رکھی ہو، نیلگوں لباس تو آسمان کی رنگت کو مات کر رہا ہے، پودے کے ساتھ لٹکا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی شہزادہ جھولا جھول رہا ہے۔ اور طبی طور پر جتنی اس کی خوبیاں تھیں ساری کی ساری رگن ڈالیں۔ یہ باتیں سن کر راجہ کو اور شوق پیدا ہوا اور اس نے کچھ دن بیٹنگن کھائے، بیٹنگن چونکہ گرم



ہوتے ہیں اس لئے انہوں نے ”حدّث“ پیدا کی تو راجہ نے ایک دن کہا بینگن بہت بری شے ہے۔ اس پر اسی مصاحب نے اس کی برائیاں بیان کرنی شروع کر دیں۔ کہنے لگا شکل تو دیکھئے۔ کالا مونہہ نیلے پاؤں ہیں اس سے بھی زیادہ اور کیا اس کی برائی ہو سکتی ہے کہ الٹا لٹکا ہوا ہے۔ جیسے کسی نے پھانسی پر لٹکایا ہو۔ چونکہ ہر شے کی کچھ خوبیاں اور کچھ برائیاں ہوتی ہیں اس موقع پر اس مصاحب نے اس کی تمام وہ برائیاں جو طبی طور پر تھیں بیان کیں۔ پاس بیٹھنے والوں میں سے کسی نے کہا یہ کیا؟ اس نے جواب دیا۔ میں راجہ کا نوکر ہوں نہ بینگن کا۔ ایسے لوگ جو ست بچنے ہوتے ہیں جس مجلس میں جاتے ہیں ویسے ہی ہو جاتے ہیں اگر وہ جماعت کے لوگوں سے ملتے ہیں تو وہی کام کرنا شروع کر دیتے ہیں جو جماعت کے افراد کر رہے ہوتے ہیں وعظ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ تبلیغ کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ مضامین نو لیسے شروع کر دیتے ہیں لیکن جب دوسروں میں جاتے ہیں تو انہیں کے سے ہو جاتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد نمبر 10 صفحہ 78)

## راجہ کا غلام ہوں بینگن کا نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک راجہ نے ایک دفعہ بینگن کی بھجیا کھائی۔ جو اسے بڑی مزیدار معلوم ہوئی۔ وہ دربار میں آیا اور کہنے لگا بینگن بڑی اچھی چیز ہے۔ آج میں نے اس کی بھجیا کھائی ہے جو بڑی مزیدار تھی۔ اس پر ایک درباری کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا حضور بینگن تو عجیب چیز ہے۔ جس وقت یہ پودے کے ساتھ لٹکا ہوا ہوتا ہے تو بالکل یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی صوفی ایک کونہ میں سر نیچے اور پیر اونچے کر کے خدا کی عبادت میں مشغول ہو اور پھر حضور اگر طب کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں تو حضور کو معلوم ہوگا کہ اس میں بڑی بڑی خوبیاں ہیں۔ چنانچہ اس نے ایک ایک کر کے بینگن کی خوبیاں بیان کرنی شروع کر دیں۔ اس کے بعد چند دن متواتر جو راجہ نے بینگن استعمال کیے تو اسے بوا سیر ہو گئی۔ اس پر وہ دربار میں آ کر کہنے لگا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ بینگن بڑی اچھی چیز ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی نقص ہیں۔ میں نے چند بینگن کھائے تو مجھے بوا سیر ہو گئی ہے اس پر وہی درباری پھر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ حضور بینگن بڑی خراب چیز ہے۔ طب کی کتابوں میں اس کا یہ نقص بھی لکھا ہے وہ نقص بھی لکھا ہے۔ طب کی کتابوں میں آخر ہر چیز کے فوائد کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اور

نقصانات کا بھی۔ اس نے نقصانات بتانے شروع کر دیئے کہ اس میں یہ بھی خرابی ہوتی ہے اور وہ بھی خرابی ہوتی ہے اور پھر کہنے لگا۔ حضور اس کی شکل بھی دیکھئے کتنی منحوس ہوتی ہے۔ جس وقت یہ کجخت پودے کے ساتھ لٹکا ہوا ہوتا ہے۔ تو بالکل یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کسی چور کے ہاتھ منہ کا لے کر کے اسے کسی صلیب پر لٹکا ہوا ہوتا ہے درباریوں نے بعد میں اسے بڑی ملامت کی اور کہا کہ تو بڑا بے حیا ہے۔ اس دن تو بینگن کی اتنی تعریف کر رہا تھا اور آج تو نے اس کی مذمت شروع کر دی وہ کہنے لگا۔ میں راجہ کا نوکر ہوں۔ بینگن کا نہیں۔ اسی طرح ہم بھی خدا کے نوکر ہیں مولویوں کے نہیں۔ اگر خدا کسی وجہ سے ہمارا ساتھ دینے لگتا ہے تو چاہے وہ کتنی چھوٹی وجہ ہو۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی کہ وہ چھوٹی وجہ ہے۔ اگر ایک چھوٹی وجہ سے ہی خدا ہمارے ساتھ ہو گیا ہے اور اس کی تائید ہمارے شامل حال ہو گئی ہے۔ تو ہمیں اس وجہ کے چھوٹا ہونے کی کوئی پروا نہیں ہوگی۔ کیونکہ ہمارا اصل مقصود خدا ہے۔ اور ہم خدا کے نوکر ہیں مولویوں کے نہیں۔ جب خدا ہمارے ساتھ ہو گیا تو ہماری غرض پوری ہو گئی۔ اب ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ دنیا ہمیں اچھا کہتی ہے یا برا کہتی ہے۔ اگر خدا ہمارے ساتھ ہے تو دنیا کی مخالفت ہماری نگاہ میں ایک ذرا بھر بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ (الفضل 8/ جون 1957ء جلد 46/11 نمبر 136 صفحہ 4)

### علم مجلس بھی نہایت ضروری ہے

مبلغ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ علم مجلس سے واقف ہو اور کسی بات کے متعلق ایسی لاعلمی کا اظہار نہ کرے جو بیوقوفی کی حد تک پہنچی ہوئی ہو۔ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک بادشاہ تھا جو کسی پیر کا بڑا معتقد تھا اور اپنے وزیر کو کہتا رہتا تھا کہ میرے پیر سے ملو۔ وزیر چونکہ اس کی حقیقت جانتا تھا اس لئے ٹلاتا رہتا۔ آخر ایک دن جب بادشاہ پیر کے پاس گیا تو وزیر کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ پیر صاحب نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ بادشاہ سلامت دین کی خدمت بڑی اچھی چیز ہے سکندر بادشاہ نے دین اسلام کی خدمت کی اور وہ اب تک مشہور چلا آتا ہے یہ سن کر وزیر نے کہا دیکھئے حضور! پیر صاحب کو ولایت کے ساتھ تاریخ دانی کا بھی بہت بڑا ملکہ ہے۔ اس پر بادشاہ کو اس سے نفرت ہو گئی۔ حضرت صاحب یہ قصہ سنا کر فرمایا کرتے تھے کہ علم مجلس بھی نہایت ضروری ہے۔ جب تک انسان اس سے واقف نہ ہو دوسروں کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آداب مجلس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے مثلاً ایک مجلس مشورہ کی ہو رہی ہو اور کوئی

بڑا عالم ہو مگر اس مجلس میں جا کر سب کے سامنے لیٹ جائے تو کوئی اس کے علم کی پرواہ نہیں کرے گا اور اس کی نسبت لوگوں پر بہت برا اثر پڑے گا۔ پس یہ نہایت ضروری علم ہے اور مبلغ کا اس کو جاننا بہت ضروری ہے۔ ہر ایک مبلغ کو چاہئے کہ وہ جغرافیہ، تاریخ، حساب، طب، آداب گفتگو، آداب مجلس وغیرہ علوم کی اتنی اتنی واقفیت ضرور رکھتا ہو۔ جتنی مجلس شرفاء میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں تھوڑی سی محنت سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے ہر علم کی ابتدائی کتابیں پڑھ لینی چاہئیں۔ پھر واقعات حاضرہ سے واقفیت ہونی چاہئے۔ مثلاً کوئی پوچھے کہ مسٹر گاندھی کون ہے اور مبلغ صاحب کہیں میں تو نہیں جانتا تو سب لوگ ہنس پڑیں گے اور اسے حقیر سمجھیں گے اس لئے ایسے واقعات سے جو عام لوگوں سے تعلق رکھتے ہوں اور روزمرہ ہو رہے ہوں ان سے واقفیت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

(ہدایات زریں۔ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 584 تا 585)

### سلسلہ کی کتابوں میں علم کا بڑا ذخیرہ موجود ہے

میں سمجھتا ہوں کہ ربوہ سے سوسو دو سو میل کے اندر جتنے لوگ ہیں ان کو تو یہ اقرار کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی طرح ہم نے تین چار دفعہ مہینہ میں ضرور پہنچنا ہے۔ وہ ہر اتوار کو آ پہنچتے تھے۔ مفتی محمد صادق صاحب کو تو تم نے دیکھا ہے۔ ان کی صحت کتنی کمزور ہے مگر وہ کمزور شخص ہر اتوار کو بٹالہ سے بارہ میل پیدل چل کر قادیان آ پہنچتا تھا۔ اسی طرح نشی ارورے خاں صاحب مرحوم کپور تھلہ سے چلتے تھے اور قادیان آتے تھے۔ اُس وقت ان کی تنخواہ صرف پانچ چھ روپے ہوتی تھی۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے تو وہ آئے اور آ کر مجھے پیغام بھیجا کہ ملنا ہے۔ میں باہر آیا تو انہوں نے مصافحہ کیا اور تین یا چار اشرفیاں میرے ہاتھ میں دے دیں اور پھر رونے لگے۔ میں نے سمجھا کہ شاید حضرت صاحب کی وفات کی وجہ سے رور ہے ہیں مگر ان کی چیخیں نکلتی چلی گئیں اور ہچکی بندھ گئی۔ میں نے سمجھا کہ اس کے علاوہ کچھ اور بات بھی ہے اور انہیں کوئی اور واقعہ یاد آیا ہے۔ میں اُن کو تسلی دیتا چلا جاؤں کہ صبر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مشیت تھی۔ آخر بڑی مشکل سے چپ ہوئے۔ مگر چپ کر کے دوبارہ ہچکی لی اور رونے لگ گئے۔ میری طبیعت بھی کچھ گھبرائی مگر میں نے صبر کیا۔ آخر کہنے لگے میری ہمیشہ خواہش ہوتی تھی کہ میں حضرت صاحب کو سونا نذرانہ کے طور پر پیش

کروں۔ میں سارا مہینہ پیسے جمع کرتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے قادیان بھی ضرور جانا ہے مگر پیدل جاؤں گا تو پیسے جمع کروں گا اس لئے کہ حضرت صاحب خدا تعالیٰ کے بڑے مقرب اور مسیح موعود ہیں اُن کو نذرانہ دینا ہے تو سونا دینا ہے مگر سونا کبھی نہیں ہوتا تھا۔ باوجودیکہ میں پیدل آتا تھا پھر بھی روپے بنتے تھے سونا نہیں بنتا تھا (اس وقت وہ تحصیلدار ہو گئے تھے مگر ریاستوں میں تحصیلداروں کی تنخواہ بھی کم ہوتی ہے۔ بہر حال اُن کی تنخواہ اُس وقت اتنی تھی کہ وہ قربانی کر کے سونا بنا سکتے تھے) انہوں نے یہ کہا اور پھر پچکی لی اور پھر چیخیں مار کر رونے لگ گئے۔ پھر کہنے لگے ”ساری عمر جوڑ جوڑ کے اِیس انتظار وچ رہے کہ حضرت صاحب نوں ملاں گے تے سونا نذرانہ دیاں گے۔ جب تک حضرت صاحب رہے سونا نہیں لہیا۔ جدوں سونا لہیا تے حضرت صاحب نہیں رہے“ پھر مجھے پتا لگا کہ اس شخص کے دل میں کتنا اخلاص اور کتنی محبت تھی۔ تو چاہئے کہ تم بھی صحابہ والا رنگ اختیار کرو، زیادہ سے زیادہ ربوہ آؤ اور زیادہ سے زیادہ مجھ سے مل کر اور دوسرے دوستوں سے مل کر کوشش کرو کہ تمہارا علم بڑھے۔ اور پھر سلسلہ کی کتابیں خریدو اور ان کو پڑھو۔ ہمارے سلسلہ کی کتابوں میں علم کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں اور سلسلہ کی دوسری کتابیں پڑھے اس کے مقابلہ میں دنیا کا کوئی آدمی نہیں ٹھہر سکتا۔ (متفرق امور، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 216 تا 217)

### مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات

پیدائش دنیا کے نزدیک ایک ہی نکتہ رکھتی ہے یعنی خوشی کا کسی کی پیدائش پر تھوڑے لوگ خوش ہوتے ہیں اور کسی کی پیدائش پر زیادہ لیکن آسمان کے فرشتے کسی کی پیدائش پر اگر ان کے لئے رونا ممکن ہو تو آنسو بہاتے یا دوسرے الفاظ میں اپنے رنج کا اظہار کرتے ہیں اور کسی کی پیدائش پر خواہ دنیا کے لوگ خوشی نہ منائیں فرشتے بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہیں یہی حال موت کا ہے موت کے وقت بھی دنیا کے ہر انسان کے رشتہ دار اور دوست تھوڑے ہوں یا بہت رنج محسوس کرتے ہیں۔ ایک ڈاکو مرتا ہے تو اس کے بیوی خوش نہیں آتے کہ ہمارا باپ ڈاکو تھا، قاتل تھا، فتنہ و فساد پھیلاتا تھا، اچھا ہوا کہ وہ مر گیا بلکہ اُن کی اسی طرح چیخیں نکل جاتی ہیں جس طرح بڑے سے بڑے محسن اور نیک باپ کے بچوں کی اُس کی وفات پر نکل جاتی ہیں اور وہ دنیا کے لئے اس کی موت کو ایسا ہی خطرناک سمجھتے ہیں جیسے کسی بڑے سے بڑے مصلح کی وفات کو بلکہ شاید اس سے زیادہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات ہوئی تو چونکہ ان کے دور حکومت میں امن قائم ہوا تھا۔ اور وہ طوائف الملوکی جو پہلے پھیلی ہوئی تھی جاتی رہی تھی اس لئے سکھوں کے علاوہ جوان کے ہم مذہب اور ہم قوم تھے ہندو اور مسلمان بھی عام طور پر یہ سمجھتے تھے کہ اب ان کی وفات کے بعد پھر فتنے پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔ اس لئے لوگوں میں ایک کہرام مچا ہوا تھا اور ہر شخص کے آنسو رواں تھے۔ جن کے زیادہ گہرے تعلقات تھے وہ چیخیں مار رہے تھے۔ فرماتے تھے کہ کوئی چوہڑا لاہور کے قریب سے گزرا اور اس نے جب دیکھا کہ ہر شخص ماتم کر رہا ہے تو اس نے کسی سے پوچھا کہ آج لاہور والوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جس کو دیکھو رو رہا ہے۔ جس کو دیکھو رو رہا ہے اس نے کہا۔ تمہیں پتہ نہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ فوت ہو گئے ہیں۔ وہ بڑی حیرت کا اظہار کر کے کہنے لگا۔ اچھا! رنجیت سنگھ مر گیا ہے اور اس پر لوگ رو رہے ہیں۔ پھر کہنے لگا۔ ”باپو ہوراں جیسے مر گئے تے رنجیت سنگھ بچار اکس شماروچ“۔ یعنی جب میرے باپ جیسا آدمی مر گیا تو رنجیت سنگھ بھلا کس شمار میں تھا۔ اب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ذریعہ بے شک امن قائم ہوا تھا۔ مگر چونکہ اس چوہڑے کا جو تعلق اپنے باپ سے تھا وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے نہیں تھا۔ اور سیاسی فوائد کو وہ سمجھنے کے قابل نہیں تھا اس لئے اس کے نزدیک سب سے بڑی رنج کی بات اپنے باپ کی وفات تھی۔ اسی طرح کئی بادشاہ بڑے ظالم ہوئے ہیں۔ مثلاً ہلاکو خاں بڑا ظالم مشہور ہے۔ مگر جب ہلاکو مرا ہوگا تو کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی بیوی اور بچوں کو دوسروں کی بیویوں اور بچوں سے کم صدمہ ہوا ہوگا۔ یقیناً نہیں ہلاکو خاں کی وفات پر ویسا ہی صدمہ ہوا ہوگا۔ جیسے نوشیروان عادل کی وفات پر اس کے بیوی بچوں کو ہوا تھا۔ حالانکہ نوشیروان عدل کی وجہ سے مشہور ہے اور ہلاکو خاں ظلم کی وجہ سے مگر دونوں کے بیوی بچوں کو یکساں صدمہ ہوا ہوگا۔ بلکہ ممکن ہے ہلاکو خاں کی بیوی بچوں کو احساسات کے زیادہ تیز ہونے کی وجہ سے نوشیروان کے بیوی بچوں سے بھی زیادہ صدمہ ہوا ہو۔ مگر آسمان پر یہ بات نہیں جس طرح پیدائش پر دنیا میں سارے بندے خوش ہوتے ہیں گو کسی کی پیدائش پر تھوڑے لوگ خوش ہوتے ہیں اور کسی کی پیدائش پر زیادہ لوگ خوش ہوتے ہیں مگر آسمان پر یہ بات نہیں۔ وہاں کسی کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور کسی کی پیدائش پر رنج کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح موت کا حال ہے۔ موت پر سب لوگ رنج کا اظہار کرتے ہیں گو کسی کی موت پر

تھوڑے لوگ رنج کا اظہار کرتے ہیں اور کسی کی موت پر زیادہ لوگ رنج کا اظہار کرتے ہیں مگر آسمان پر یہ بات نہیں۔ وہاں کسی کی موت پر رنج کا اظہار کیا جاتا اور کسی کی موت پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ پھر یہ جذبہ بھی اموات کے لحاظ سے نسبتی طور پر تقسیم ہو جاتا ہے اور فرشتوں کا رنج اور ان کی خوشی بعض دفعہ مرکب ہو جاتی ہے۔ یعنی فرشتے صرف رنج یا صرف خوشی کا اظہار نہیں کرتے بلکہ ان کی خوشی اور ان کا رنج ملا جلا ہوتا ہے۔ مثلاً جب کوئی بد قسمت اور گنہگار انسان مرتا ہے یا ایسا ظالم انسان مرتا ہے جس نے دنیا کے امن کو برباد کیا ہوا ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کے ملائکہ خوش بھی ہوتے ہیں کہ بندوں کو اس ظالم انسان سے نجات ملی اور وہ رنج بھی کرتے ہیں کہ اپنے مولا کو راضی کرنے کے سے پہلے وہ شخص مر گیا۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کے بزرگ اور نیک لوگ فوت ہوتے ہیں اور دنیا میں ان کی وفات کی وجہ سے کھرام مچا ہوا ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کے فرشتے ان کی صحبت کے خیال سے خوشی منا رہے ہوتے ہیں۔ موت کیا ہے؟ موت اس دنیا سے اگلے جہان میں جانے کا ایک دروازہ ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 171-173)

### تجارت کا پیشہ اختیار کرنا چاہئے

ہندوؤں میں بھی تنظیم ہے۔ ہندوؤں میں سے اگر کوئی شخص بیکار ہو تو وہ کبھی متفکر نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پیشے بہت ہیں۔ ایک جگہ نہیں۔ تو دوسری جا کر کوئی کام شروع کر دوں گا اور اگر دوسری جگہ بھی نہیں تو کہیں اور جا کر کوئی پیشہ اختیار کر لوں گا لیکن اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو دیکھو اگر کوئی مسلمان بے کار ہو جائے تو ایک آدھ جگہ ملازمت کی کوشش کرے گا اگر وہ ناکام رہا تو سوائے بھیک مانگنے کے وہ کسی دوسرے پیشہ کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوگا۔

میں ابھی طالب علم تھا عبدالرحمن صاحب کا غانی مرحوم جن کا اخبارات میں اٹھرا کی گولیوں کا اشتہار چھپا کرتا تھا وہ بھی طالب علم تھے، وہ مجھ سے پہلے سے پڑھ رہے تھے اس لئے وہ مجھ سے سینئر تھے ہم حضرت خلیفہ اول سے طب پڑھتے تھے ایک دن مطب میں ہم بیٹھے ہوئے تھے حضرت خلیفہ اول ہمیں کوئی طب کی کتاب پڑھا رہے تھے اُس وقت حضرت خلیفہ اول خلیفہ نہ تھے یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی بات ہے۔ حضرت خلیفہ اول نے کسی شخص کا پچاس ساٹھ روپے قرض دینا تھا آپ نے عبدالرحمن صاحب کا غانی کو بلایا اور کہا کہ

ہاتھ بڑھاؤ یہ روپیہ لے جاؤ اور فلاں آدمی کو جا کر دے آؤ۔ عبدالرحمن صاحب کا غانی نے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے وہ روپے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے مگر ہم نے دیکھا کہ روپے لیتے وقت عبدالرحمن صاحب کا غانی کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور وہ کچھ متوحش سے نظر آنے لگے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے کہا دیکھو مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ چونکہ پچاس یا ساٹھ روپیہ انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا اس لئے روپیہ پکڑتے وقت ان کے ہاتھ کانپنے لگے، صرف اس خیال سے کہ اگر یہ روپیہ رستہ میں کہیں گم ہو جائے یا گر جائے تو میں اتنا روپیہ کہاں سے ادا کروں گا۔ آپ نے فرمایا ایک ہندو بولا وہ اس کو میں اگر ایک لاکھ روپیہ بھی دوں تو وہ دھوتی کے کسی کونے میں دبا کر اطمینان سے لے جائے گا اور اُس کو خیال بھی نہ ہوگا کہ میں کیا لئے جا رہا ہوں۔ تو ہندو اگر بے کار بھی ہوگا تو اسے فکر نہ ہوگی مگر اس کے مقابلہ میں ایک مسلمان کو سخت تکلیف کا سامنا ہوگا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ مسلمانوں نے تجارت جیسے منافع بخش پیشے کو چھوڑ دیا، اگر مسلمان تجارت کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

(ہمارے ذمہ تمام دنیا کو فتح کرنے کا کام ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 446، 447)

## سچے مومن کی مثال

وہ لوگ جو تھوڑی سی قربانی کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ دے دیا اور وہ اپنے آپ کو تھکا ہوا پاتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے بہادر سپاہی کس طرح کہلا سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا بہادر سپاہی وہ ہے جو اپنی ہر چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آواز پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو اور ہر وقت پا بہ رکاب رہتا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے مومن کی مثال سچے دوست سے دیتے تھے آپ سنایا کرتے تھے کہ کوئی امیر آدمی تھا اس کے لڑکے کے کچھ اوباش لڑکے دوست تھے باپ نے اُسے سمجھایا کہ یہ لوگ تیرے سچے دوست نہیں ہیں محض لالچ وغیرہ کی خاطر تمہارے پاس آتے ہیں ورنہ ان میں سے کوئی بھی تمہارا وفادار نہیں مگر لڑکے نے اپنے باپ کو جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی سچا دوست شاید میسر نہیں آیا اس لئے آپ سب لوگوں کے متعلق یہی خیال رکھتے ہیں مگر میرے دوست ایسے نہیں وہ بہت وفادار ہیں اور میرے لئے جان تک قربان کرنے کو تیار ہیں۔ باپ نے پھر سمجھایا کہ سچے دوست کا ملنا بہت مشکل ہے ساری عمر میں مجھے ایک ہی سچا

دوست ملا ہے لیکن وہ لڑکا اپنی ضد پر قائم رہا کچھ عرصے کے بعد اس نے گھر سے خرچ کے لئے کچھ رقم مانگی تو باپ نے جواب دیا کہ میں تمہارا خرچ برداشت نہیں کر سکتا تم اپنے دوستوں سے مانگو میرے پاس اس وقت کچھ نہیں۔ دراصل اُس کا باپ اس کے لئے موقع پیدا کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کا امتحان لے جب باپ نے گھر سے جواب دے دیا اور تمام دوستوں کو معلوم ہو گیا کہ اسے گھر سے جواب مل گیا ہے تو انہوں نے آنا جانا بند کر دیا اور میل ملاقات بھی چھوڑ دی آخر تنگ آ کر خود ہی ان کو ملنے کے لئے ان کے گھروں پر گیا۔ جس دوست کے دروازہ پر دستک دیتا وہ اندر سے ہی کہلا بھیجتا کہ وہ گھر میں نہیں ہے کہیں باہر گئے ہوئے ہیں یا وہ بیمار ہیں اس وقت مل نہیں سکتے۔ سارا دن اُس نے چکر لگایا مگر کوئی دوست ملنے کے لئے باہر نہ نکلا آخر شام کو گھر واپس لوٹ آیا۔ باپ نے پوچھا بتاؤ دوستوں نے کوئی مدد کی وہ کہنے لگا سارے ہی حرام خور ہیں کسی نے کوئی بہانہ بنا لیا ہے اور کسی نے کوئی۔ باپ نے کہا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ یہ لوگ وفادار نہیں ہیں اچھا ہوا تمہیں بھی تجربہ ہو گیا ہے۔ اب آؤ میں تمہیں اپنے دوست سے ملاؤں وہ پاس ہی کسی چوکی میں سپاہی کے طور پر ملازم تھا یہ باپ بیٹا اُس کے مکان پر پہنچے اور دروازہ پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی کہ میں آتا ہوں لیکن کافی دیر ہو گئی اور وہ دروازہ کھولنے کے لئے نہ آیا۔ لڑکے کے دل میں مختلف خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے اُس نے باپ سے کہا ابا جی! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دوست بھی میرے دوستوں جیسا ہی ہے۔ باپ نے کہا کچھ دیر انتظار کرو آدھا گھنٹہ گزر چکنے کے بعد اُس نے دروازہ کھولا گلے میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی، ایک ہاتھ میں ایک تھیلی اٹھائی ہوئی تھی اور دوسرے ہاتھ سے بیوی کا بازو پکڑے ہوئے تھا، دروازہ کھولتے ہی اُس نے کہا معاف فرمائیے آپ کو بہت تکلیف ہوئی میں جلدی نہ آسکا۔ میرے جلدی نہ آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے جب دروازہ پر دستک دی تو میں سمجھ گیا کہ آج کوئی خاص بات ہے کہ آپ خود آئے ہیں ورنہ آپ کسی نوکر کو بھی بھجوا سکتے تھے، میں نے دروازہ کھولنا چاہا تو مجھے یکدم خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مصیبت آئی ہو یہ تین چیزیں میرے پاس تھیں ایک تلوار اور ایک تھیلی جس میں میرا ایک سال کا اندوختہ جو کہ پانچ سو روپے کے قریب ہے اور میری بیوی خدمت کے لئے آئی ہے کہ شاید آپ کے گھر میں کوئی تکلیف ہو اور یہ دیر جو ہوئی ہے وہ اس تھیلی کے کھودنے میں ہوئی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ ممکن ہے کوئی ایسی مصیبت ہو جس میں کوئی جانناز کام آسکتا ہو اس لئے میں نے تلوار ساتھ لے لی ہے کہ اگر جان کی ضرورت ہو تو میں جان پیش کر سکوں، پھر میں نے



خیال کیا کہ گو آپ امیر آدمی ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی مصیبت ایسی ہو جس سے آپ کا مال ضائع ہو گیا ہو اور میں روپیہ سے آپ کی مدد کر سکوں تو میں نے یہ تھیلی ساتھ لے لی ہے اور پھر میں نے خیال کیا کہ بیماری وغیرہ انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے ہو سکتا ہے کہ آپ کے گھر میں کوئی تکلیف ہو تو میں نے بیوی کو بھی ساتھ لے لیا ہے تاکہ وہ خدمت کر سکے۔ اس امیر آدمی نے کہا میرے دوست! مجھے اس وقت کسی مدد کی ضرورت نہیں اور کوئی مصیبت اس وقت مجھ پر نہیں آئی بلکہ میں صرف اپنے بیٹے کو سبق سکھانے کے لئے اس وقت آیا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ یہ سچی دوستی ہے اور اس سے بڑھ کر سچی دوستی انسان کو اللہ تعالیٰ سے قائم کرنی چاہئے کہ وہ اپنی جان اور مال اور اپنی ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار رہے جس طرح دوست کبھی مانتے ہیں اور کبھی منواتے ہیں اسی طرح انسان کا فرض ہے کہ وہ صدق دل کے ساتھ اور شرح صدر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں کرتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کتنی باتیں مانتا ہے رات دن ہم اس کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اُس نے جو چیزیں ہماری راحت اور آرام کے لئے بنائی ہیں ہم ان کو استعمال کرتے ہیں، آخر کس حق کے ماتحت ہم ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری کتنی خواہشوں کو پورا کرتا ہے اور اگر کوئی ایک آدھ دفعہ اپنی خواہش کے خلاف ہو جائے تو کس طرح لوگ اللہ تعالیٰ سے بدظن ہو جاتے ہیں اصل تعلق یہ ہے جو عُسْر اور یُسْر دونوں حالتوں میں استوار رہے اور اس میں کوئی فرق نہ آئے۔

(اب عمل اور صرف عمل کرنے کا وقت ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 382 تا 384)

### سچے دوست کی پہچان

خدا کی رحمتیں ہوں اس شخص پر اس نے عشق کا ایک ایسا نمونہ قائم کیا کہ قیس اور مجنوں کا عشق اگر اس میں کوئی حقیقت تھی بھی اس کے عشق کے مقابل پر مرجھا کر رہ جاتا ہے۔ اس حقیقی محبت کے مظاہرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں دلیلیں نہیں پوچھی جاتیں۔ وہاں انسان پہلے اطاعت کا اعلان کرتا ہے پھر یہ سوچتا ہے کہ میں اس حکم پر کس طرح عمل کروں۔ یہی کیفیات انبیاء کی ہوتی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا پہلا کلام اترتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے دلوں میں اتنی ہوتی ہے کہ وہ دلیل بازی نہیں کرتے اور جب خدا کی آواز ان کے کانوں میں پہنچتی ہے۔ تو وہ یہ نہیں کہتے کہ اے ہمارے رب کیا تو ہم سے ہنسی کر رہا ہے کہاں ہم اور کہاں یہ کام۔

بلکہ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب بہت اچھا اور یہ کہہ کر کام کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد سوچتے ہیں کہ اب انہیں کیا کرنا چاہئے۔ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رات کیا۔ خدا نے کہا اٹھ اور دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا ہو اور وہ فوراً کھڑے ہو گئے اور پھر سوچنے لگے کہ اب میں یہ کام کس طرح کروں گا۔ پس آج سے پچاس سال پہلے کی وہ تاریخی رات جو دنیا کے آئندہ انقلابات کے لئے زبردست حربہ ثابت ہونے والی ہے۔ جو آئندہ بننے والی نئی دنیا کے لئے ابتدائی رات اور ابتدائی دن قرار دی جانے والی ہے۔ اگر ہم اس رات کا نظارہ سوچیں تو یقیناً ہمارے دل اس خوشی کو بالکل اور نگاہ سے دیکھیں۔ ہم میں سے کتنے ہیں۔ جو یہ سوچتے ہیں کہ یہ خوشی انہیں کس گھڑی کے نتیجے میں ملی یہ مسرت انہیں کس پل کے نتیجے میں حاصل ہوئی اور کس رات کے بعد ان پر کامیابی و کامرانی کا یہ دن چڑھا۔ یہ خوشی اور یہ مسرت اور یہ کامیابی و کامرانی کا دن ان کو اس گھڑی اور اس رات کے نتیجے میں ملا جس میں ایک تن تنہا بندہ جو دنیا کی نظروں میں حقیر اور تمام دنیوی سامانوں سے محروم تھا۔ اسے خدا نے کہا کہ اٹھ اور دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا ہو اور اس نے کہا اے میرے رب میں کھڑا ہو گیا۔ یہ وہ وفاداری تھی۔ یہ وہ محبت کا صحیح مظاہرہ تھا۔ جسے خدا نے قبول کیا اور اس نے اپنے فضل اور رحم سے اس کو نوازا۔ رونا اور ہنسا دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہیں لیکن محبت کی گفتگو میں اور محبت کے کلاموں میں یہ باتیں آہی جاتی ہیں۔ پس میں کہتا ہوں اگر خدا کے لئے بھی رونا ممکن ہوتا۔ اگر خدا کے لئے بھی ہنسا ممکن ہوتا۔ تو جس وقت خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ میں تجھے دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کرتا ہوں اور آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور آپ نے یہ سوچا تک نہیں کہ یہ کام مجھ سے ہوگا کیونکر؟ اگر اس وقت خدا تعالیٰ کے لئے رونا ممکن ہوتا۔ تو میں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا رو پڑتا اور اگر خدا کے لئے ہنسا ممکن ہوتا۔ تو وہ یقیناً ہنس پڑتا۔ وہ ہنستا بظاہر اس بیوقوفی کے دعویٰ پر جو تمام دنیا کے مقابلہ میں ایک نحیف و ناتواں وجود نے کیا اور وہ رو پڑتا اس جذبہ محبت پر جو اس تن تنہا روح نے خدا کے لئے ظاہر کیا۔ یہی سچی دوستی تھی جو خدا کو منظور ہوئی اور اسی رنگ کی سچی دوستی ہی ہوتی ہے جو دنیا میں کام آیا کرتی ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہی واقعہ سنا ہوا ہے کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو ہمیشہ یہ نصیحت کیا کرتا تھا کہ تم جلدی لوگوں کو دوست بنا

لیتے ہو۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں سچے دوست کا ملنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے اور وہ کہتا کہ آپ کو غلطی لگی ہوئی ہے۔ میرے دوست سب سچے ہیں اور خواہ مجھ پر کیسی ہی مصیبت کا وقت آئے۔ یہ میری مدد سے گریز نہیں کریں گے۔ اس نے بہتیرا سمجھایا مگر بیٹے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ باپ نے کہا کہ میں ساٹھ ستر سال کی عمر کو پہنچ گیا۔ مگر مجھے تو اب تک صرف ایک ہی دوست ملا ہے اور وہ بھی فلاں غریب شخص جسے اس کا بیٹا تحارت سے دیکھا کرتا تھا اور اپنے باپ سے کہا کرتا کہ آپ اتنے بڑے ہو کر اس سپاہی سے کیوں محبت رکھتے ہیں اور باپ ہمیشہ یہی کہتا کہ مجھے تمام عمر میں اگر کوئی سچا دوست ملا ہے تو یہی ہے آخر ایک دن اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم میری بات نہیں مانتے تو تجربہ کر لو اور اپنے دوستوں سے جا کر کہو کہ میرے باپ نے مجھے اپنے گھر سے نکال دیا ہے۔ میرے پاس رہنے کی کوئی جگہ نہیں۔ میرے لئے رہائش اور خوراک کا انتظام کر دو۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ وہ ایک ایک کے پاس گیا۔ مگر جس دوست کے پاس بھی جاتا۔ وہ پہلے تو کہتا کہ آپ نے بڑی عزت افزائی فرمائی۔ سنائیے آپ کا کیسے آنا ہوا اور جب یہ کہتا کہ میرے باپ نے مجھے نکال دیا ہے۔ اب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ تاکہ آپ میری رہائش وغیرہ کا انتظام کر دیں۔ تو وہ یہ سنتے ہی کوئی بہانہ بنا کر اندر چلا جاتا۔ غرض اسی طرح اس نے سارے دوستوں کا چکر لگا لیا اور آخر باپ کے پاس آ کر کہا کہ آپ کی بات ٹھیک نکلی۔ میرے دوستوں میں سے ایک بھی تو نہیں جس نے مجھے منہ لگایا ہو۔ باپ نے کہا اچھا تم نے اپنے دوستوں کا تو تجربہ کر لیا۔ اب آج کی رات میرے دوست کا بھی تجربہ کر لینا۔ چونکہ وہ امیر آدمی تھا۔ اس لئے وہ اپنے دوست کے مکان پر نہیں جایا کرتا تھا۔ اکثر وہی اس کے مکان پر آ جاتا۔ مگر اس رات وہ اچانک بیٹے کو ساتھ لے کر اپنے دوست کے مکان پر گیا اور دروازہ پر دستک دی۔ آدمی رات کا وقت تھا اس نے پوچھا کون۔ اس نے اپنا نام بتایا کہ میں ہوں۔ وہ کہنے لگا۔ بہت اچھا ذرا ٹھہریئے میں آتا ہوں۔ یہ باہر انتظار کرنے لگ گئے۔ مگر کافی وقت گزر گیا اور وہ اندر سے نہ نکلا۔ یہ دیکھ کر بیٹا کہنے لگا جناب آپ کا دوست بھی آخرویا ہی نکلا۔ باپ کہنے لگا ذرا ٹھہرو۔ مایوس نہ ہو۔ دیر لگانے کی کوئی وجہ ہوگی۔ آخر کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد وہ دوست باہر نکلا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ اس نے گلے میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ میں روپوں کی تھیلی تھی اور دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور کہنے لگا معاف کیجئے مجھے دیر ہو گئی۔

اصل بات یہ ہے کہ جب مجھے آپ کی آواز آئی تو میں نے سمجھا کہ ضرور کوئی بڑا کام ہے جس کے لئے آپ رات کو میرے پاس آئے ہیں۔

میں نے سوچا کہ آخر آپ کو مجھ سے اس وقت کیا کام ہو سکتا ہے اور میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ دنیا میں مصیبتیں آتی رہتی ہیں اور بعض دفعہ بڑے بڑے امیر آدمی بھی بلا میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ پس میں نے سمجھا کہ شاید کوئی بیمار ہے جس کی خدمت کے لئے مجھے بلایا ہے۔ اس لئے میں نے فوراً اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چل۔ ممکن ہے کسی خدمت کی ضرورت ہو۔ پھر میں نے سوچا ممکن ہے کسی دشمن سے مقابلہ ہو جس میں میری جان کی ضرورت ہو۔ سو اس خیال کے آنے پر میں نے تلوار نکال کر گلے میں لٹکالی کہ اگر جانی قربانی کی ضرورت ہو تو میں اس کے لئے بھی حاضر ہوں۔ پھر میں نے سوچا کہ آپ امیر تو ہیں ہی۔ مگر بعض دفعہ امراء پر بھی ایسے اوقات آجاتے ہیں کہ وہ روپوں کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ پس میں نے سوچا کہ شاید اس وقت آپ کو روپوں کی ضرورت ہو۔ میں نے ساری عمر تھوڑا تھوڑا جمع کر کے کچھ روپیہ حفاظت سے رکھا ہوا تھا اور اسے زمین میں ایک طرف دبا دیا تھا۔ اس خیال کے آنے پر میں نے زمین کو کھود کر اس میں سے تھیلی نکالی اور اب یہ تینوں چیزیں حاضر ہیں۔ فرمائیے آپ کا کیا ارشاد ہے؟

دنیا کی زبان میں یہ دوستی کی نہایت ہی شاندار مثال ہے اور انسان ایسے جذبات کو دیکھ کر بغیر اس کے کہ وہ اپنے دل میں شدید ہیجان محسوس کرے نہیں رہ سکتا۔ مگر اس دوستی کا اظہار اس دوستی کے مقابلہ میں کچھ بھی تو نہیں۔ جو نبی اپنے خدا کے لئے ظاہر کرتے ہیں۔ وہاں قدم قدم پر مشکلات ہوتی ہیں۔ وہاں قدم قدم پر قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں۔ اور وہاں قدم قدم پر مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پس نبیوں کا جواب اپنے خدا کو ویسا ہی ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بہت بڑھ کر جیسے اس غریب آدمی نے امیر آدمی کو دیا۔ بے شک اگر ہم معقولات کی نظر سے اس کو دیکھیں اور منطقی نقطہ نگاہ سے اس پر غور کریں۔ تو اس غریب آدمی کی یہ حرکت ہنسی کے قابل نظر آتی ہے کیونکہ اس امیر کے ہزاروں نوکر چا کر تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے اس کی بیوی نے کیا زائد خدمت کر لینی تھی۔ اسی طرح وہ لاکھوں کا مالک تھا۔ اس کو سو ڈیڑھ سو روپیہ کی تھیلی کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی اور خود اس کے کئی پہر دار اور محافظ تھے۔ اس کو اس دوست کی تلوار کیا نفع پہنچا سکتی تھی مگر محبت کے جوش میں اس نے یہ نہیں سوچا کہ میری یہ تلوار کیا کام دے گی۔ میرا تھوڑا سا روپیہ کیا فائدہ دے گا اور میری بیوی کیا خدمت سرانجام دے سکے گی۔ اس نے اتنا ہی سوچا

کہ جو کچھ میرے پاس ہے۔ وہ مجھے حاضر کر دینا چاہئے۔ ایسے ہی بیوقوفی کے واقعات میں مجھے بھی اپنا ایک واقعہ یاد ہے۔ کئی دفعہ اس واقعہ کو یاد کر کے میں ہنسا بھی ہوں اور بسا اوقات میری آنکھوں میں آنسو بھی آگئے ہیں۔ مگر میں اسے بڑی قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا کرتا ہوں اور مجھے اپنے زندگی کے جن واقعات پر ناز ہے۔ ان میں وہ ایک حماقت کا واقعہ بھی ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک رات ہم سب صحن میں سو رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا کہ آسمان پر بادل آیا۔ اور زور سے گرجنے لگا۔ اسی دوران میں قادیان کے قریب ہی کہیں بجلی گر گئی۔ مگر اس کی کڑک اس زور کی تھی کہ قادیان کے ہر گھر کے لوگوں نے یہ سمجھا۔ کہ یہ بجلی شاید ان کے گھر میں ہی گری ہے۔ ہمارے مدرسہ میں ہی ایک واقعہ ہوا۔ جس کو یاد کر کے لڑکے مدتوں ہنستے رہے اور وہ یہ کہ فخر الدین ملتانی جو بعد میں مرتد ہو گیا۔ وہ اس وقت طالب علم تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں رہا کرتا تھا۔ جب بجلی کی زور سے کڑک ہوئی تو اس نے اپنے متعلق سمجھا کہ بجلی شاید اس پر گری ہے اور وہ ڈر کے مارے چار پائی کے نیچے چھپ گیا اور زور زور سے آواز دینے لگا کہ بی بی بی۔ بجلی کا لفظ اس کے مونہہ سے نکلتا ہی نہیں تھا۔ ڈر کے مارے بی بی کہنے لگ گیا۔ پہلے تو سارے ہی لڑکے بھاگ کر کمروں میں چلے گئے۔ مگر پھر تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے۔ تو اسے چار پائی کے نیچے چھپا ہوا پایا اور دیکھا کہ وہ بی بی بی کر رہا ہے۔ آخر پوچھا تو اس کے ہوش ٹھکانے آئے اور کہنے لگا مجھ پر بجلی گر پڑی ہے۔ تو وہ اتنی زور کی کڑک تھی۔ کہ ہر شخص نے یہ سمجھا کہ اسی کے قریب بجلی گری ہے۔ اس کڑک کی وجہ سے اور کچھ بادلوں کی وجہ سے تمام لوگ کمروں میں چلے گئے۔ جس وقت بجلی کی یہ کڑک ہوئی۔ اس وقت ہم بھی جو صحن میں سو رہے تھے۔ اٹھ کر اندر چلے گئے مجھے آج تک وہ نظارہ یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اندر کی طرف جانے لگے۔ تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر پر رکھ دیئے کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے۔ ان پر نہ گرے۔ بعد میں جب میرے ہوش ٹھکانے آئے۔ تو مجھے اپنی اس حرکت پر ہنسی آئی کہ ان کی وجہ سے تو ہم نے بجلی سے بچنا تھا۔ نہ یہ کہ ہماری وجہ سے وہ بجلی سے محفوظ رہتے میں سمجھتا ہوں۔ میری وہ حرکت ایک مجنون کی حرکت سے کم نہیں تھی۔ مگر مجھے ہمیشہ خوشی ہوا کرتی ہے۔ کہ اس واقعہ نے مجھ پر بھی اس محبت کو ظاہر کر دیا جو مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھی۔ بسا اوقات انسان خود بھی نہیں جانتا کہ مجھے دوسرے سے کتنی محبت ہے۔ جب اس قسم کا کوئی واقعہ ہو تو اسے بھی اپنی محبت کی وسعت اور اس کی گہرائی

کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ تو جس وقت محبت کا انتہائی جوش اٹھتا ہے۔ عقل اس وقت کام نہیں کرتی۔ محبت پرے پھینک دیتی ہے عقل کو اور محبت پرے پھینک دیتی ہے فکر کو۔ اور وہ آپ سامنے آ جاتی ہے۔ جس طرح چیل جب مرغی کے بچوں پر حملہ کرتی ہے۔ تو مرغی بچوں کو جمع کر کے اپنے پروں کے نیچے چھپا لیتی ہے اور بعض دفعہ تو محبت ایسی ایسی حرکات کر دیتی ہے کہ دنیا اسے پاگل پنہ کی حرکات قرار دیتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ جنون دنیا کی ساری عقلوں سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے اور دنیا کی ساری عقلیں اس ایک مجنونانہ حرکت پر قربان کی جاسکتی ہیں کیونکہ اصل عقل وہی ہے جو محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ نبی کو بھی جب آواز آتی ہے کہ خدا زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا خدا۔ خدا عزت و شوکت کو پیدا کرنے والا خدا۔ بادشاہوں کو گدا اور گداؤں کو بادشاہ بنانے والا خدا۔ حکومتوں کو قائم کرنے اور حکومتوں کو مٹانے والا خدا، دولتوں کے دینے اور دولتوں کو لے لینے والا خدا، رزق کے دینے اور رزق کو چھیننے والا خدا۔ زمین و آسمان کے ذرہ ذرہ اور کائنات کا مالک خدا آواز دیتا ہے۔ ایک کمزور ناتوان اور ایک نحیف انسان کو کہ میں مدد کا محتاج ہوں۔ میری مدد کرو۔ تو وہ کمزور اور ناتوان اور نحیف بندہ عقل سے کام نہیں لیتا۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ حضور کیا فرما رہے ہیں؟ کیا حضور مدد کے محتاج ہیں۔ حضور تو زمین و آسمان کے بادشاہ ہیں۔ میں کنگال غریب اور کمزور آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ وہ یہ نہیں کہتا۔ بلکہ وہ نحیف وزار اور کمزور جسم کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ کون ہے جو ان جذبات کی گہرائیوں کا اندازہ کر سکتا ہے۔ سوائے اس کے جس کو محبت کی چاشنی سے تھوڑا بہت حصہ ملا ہو۔ آج سے پچاس سال پہلے اسی خدا نے پھر یہ آواز بلند کی اور قادیان کے گوشہ تنہائی میں پڑے ہوئے ایک انسان سے کہا کہ مجھے مدد کی ضرورت ہے۔ مجھے دنیا میں ذلیل کر دیا گیا ہے۔ میری دنیا میں کوئی عزت نہیں میرا دنیا میں کوئی نام لیوا نہیں۔ میں بے یار و مددگار ہوں۔ اے میرے بندے میری مدد کر اس نے یہ نہیں سوچا کہ یہ کہنے والا کون ہے اور جس سے خطاب کیا جاتا ہے وہ کون ہے۔ اس کی عقل نے یہ نہیں کہا کہ مجھے بلانے والے کے پاس تمام طاقتیں ہیں۔ میں بھلا اس کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ اس کی محبت نے اس کے دل میں ایک آگ لگا دی اور وہ دیوانہ وار جوش میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ میرے رب میں حاضر ہوں۔ میرے رب میں حاضر ہوں۔ میرے رب میں بچاؤں گا۔

## گزشتہ قصور کی سزا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک دفعہ اپنے باورچی کو محض اس جرم میں کہ کھانے میں اُس نے کچھ نمک زیادہ ڈال دیا تھا ایک سو کوڑے لگانے کی سزا دی۔ عزیز الدین ایک مسلمان اُن کے وزیر تھے وہ بڑے نرم دل تھے کہنے لگے۔ یہ بادشاہ کی شان سے بعید ہے کہ کھانے میں ذرا سا نمک زیادہ ہو جائے تو وہ اس پر چڑ کر ایک سو کوڑے لگانے کا حکم دے دے مہاراجہ کہنے لگا۔ وزیر صاحب! آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں اسے نمک کی زیادتی پر یہ سزا دے رہا ہوں اس نے میرا ایک سو بکرا کھایا ہوا ہے اور ایک ایک بکرے پر ایک ایک ڈرے کی سزا میں اسے دے رہا ہوں۔ کھانے میں نمک کی زیادتی محض ایک بہانہ ہے۔ اس ذریعہ سے تو مجھے اس کو گزشتہ قصوروں کی سزا دینے کا موقع مل گیا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 389)

## بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دوستی اور محبت کرنی چاہیے

ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا گریہ رکھا ہے کہ تقویٰ سے وابستہ رہیں اپنے اندر بیداری اور تقویٰ پیدا کرو ہم دنیوی باتوں سے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ دوست، علم، جتنہ کوئی چیز ہمیں کامیاب نہیں کر سکتی دنیا میں ہم سے بہت زیادہ یہ چیزیں رکھنے والے موجود ہیں۔ ہم تو ایسی صورت میں ترقی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ہمارے آگے آگے چلتے جائیں کہ ان کے لئے راستہ چھوڑ دو راستہ چھوڑ دو پس تم اپنے نفوس میں تقویٰ خوف الہی اور بیداری پیدا کرو تم میں سے کتنے ہیں جو تہجد کی نماز پڑھتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر لو تو خود بخود ہی سب کام ہوتے جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص کسی سفر پر جانے لگا تو اس نے اپنا کچھ روپیہ قاضی کے پاس بھرا امانت رکھوایا۔ عرصہ کے بعد واپس آ کر اس نے جب روپیہ مانگا تو قاضی کی نیت بدل گئی اور اس نے کہا میاں عقل کی دوا کرو نسا روپیہ اور کیسی امانت۔ میرے پاس تم نے کب روپیہ رکھوایا تھا۔ اس نے کوئی تحریر وغیرہ تو لی نہیں تھی کیونکہ وہ سمجھتا تھا قاضی صاحب کی ذات ہی کافی ہے۔ مگر قاضی صاحب نے کہا کہ اگر کوئی روپیہ رکھ گئے تھے تو لاؤ ثبوت پیش کرو، کوئی رسید دکھاؤ کوئی گواہ لاؤ۔ اس نے بہت یاد دلایا مگر وہ یہی کہتا گیا کہ تمہارا دماغ پھر گیا ہے۔ میں نے کوئی روپیہ نہیں لیا۔

آخر اس نے بادشاہ کے پاس شکایت کی۔ بادشاہ نے کہا کہ عدالت کے طور پر تو میں تمہارے خلاف فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں کیونکہ کوئی تحریر نہیں، گواہ نہیں، ہاں ایک ترکیب بتاتا ہوں اگر تم سچے ہو تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ فلاں دن ہمارا جلوس نکلے گا اور قاضی بھی اپنی ڈیوڑھی کے آگے موجود رہے گا تم بھی کہیں اس کے پاس کھڑے ہو جانا۔ میں تمہارے پاس پہنچ کر تمہارے ساتھ بے تکلفی سے بات چیت شروع کروں گا کہ تم ہمیں ملنے کیوں نہیں آتے اتنے عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی اور تم کہنا کہ یونہی کچھ پریشانیاں سی تھیں اس لئے حاضر نہیں ہو سکا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور جلوس کے دن قاضی صاحب کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ آیا تو بادشاہ نے قاضی کی بجائے اس شخص سے مخاطب ہو کر بات شروع کر دی اور کہا تم کہاں چلے گئے تھے، عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی اس نے اپنے سفر کا حال بتایا۔ پھر بادشاہ نے پوچھا واپسی پر کیوں نہیں ملے۔ اس نے جواب دیا کہ یونہی بعض پریشانیاں تھیں، کچھ وصولیاں وغیرہ کرنی تھیں۔ بادشاہ نے اسے کہا نہیں تمہیں ضرور ملنا چاہئے، جلدی جلدی آیا کرو۔ جب بادشاہ کا جلوس گزر گیا تو قاضی صاحب نے اس سے کہا کہ میاں ذرا بات تو سنو۔ تم اس دن آئے تھے اور کسی امانت کا ذکر کرتے تھے۔ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں، عقل اچھی طرح کام نہیں کرتی، کچھ اتا پتا بتاؤ تو یاد آئے۔ اس نے پھر وہی باتیں یاد دلائیں جو پہلے کئی بار یاد دلا چکا تھا۔ اس پر قاضی صاحب کہنے لگے۔ اچھا فلاں قسم کی تھیلی تمہاری ہی ہے وہ تو پڑی ہے لے جاؤ، اور لا کر روپیہ اسے دے دیا۔ یہ قصہ سنا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی مخالفت سے کیا ڈرنا۔ کوئی بڑے سے بڑا جرنیل بھی تو تلواروں اور گولیوں وغیرہ سے ہی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ مگر یہ ساری چیزیں ہمارے خدا کی ہیں۔ اگر وہ کہے کہ اس طرف وار نہ کرو تو کون کر سکتا ہے۔ پس بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنی چاہئے، اس سے محبت کرنی چاہئے، ڈر سے یا مرنے مارنے سے کام نہیں بنتا۔ ترقی کی یہی راہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ میں دے دے اور جس طرف وہ لے جانا چاہے، چلتا جائے۔ (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 273 تا 275)

### مہمان کا احسان جو چوری نہیں کی

غرض انسان کے لئے جنت و دوزخ پیدا کرنا خود اس کے اختیار میں ہوتا ہے چاہے تو وہ اپنے لئے دوزخ پیدا کرے اور چاہے تو جنت۔ جنت کے حاصل کرنے کے لئے قربانیوں کی



ضرورت ہوتی ہے اور یہ قربانیاں کرنے والے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بہتیرے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو قربانیاں تو کرتے نہیں البتہ قربانیاں بنا لیا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک آدمی نے کسی شخص کی دعوت کی اور اپنی طاقت کے مطابق اس کی تواضع میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ جب مہمان جانے لگا تو اس سے معذرت کرنے لگا کہ میری بیوی بیمار تھی کچھ اور بھی مجبوریاں بتلائیں اس لئے آپ کی پوری طرح خدمت نہیں کر سکا اُمید ہے آپ درگزر فرمائیں گے یہ سن کر مہمان کہنے لگا میں جانتا ہوں تم کس غرض سے کہہ رہے ہو تمہارا منشاء یہ ہے کہ میں تمہاری تعریف کروں اور تمہارا احسان مانوں لیکن تم مجھ سے یہ اُمید نہ رکھو بلکہ تمہیں میرا احسان ماننا چاہئے۔ میزبان نے کہا نہیں میرا ہرگز یہ منشاء نہیں میں واقعی شرمسار ہوں کہ پوری طرح آپ کی خدمت نہیں کر سکا اگر آپ کا مجھ پر احسان ہے تو وہ بھی فرما دیجئے میں اس کا بھی شکریہ ادا کر دوں۔ اس پر مہمان نے کہا تم خواہ کچھ ہو میں تمہارے دل کی منشاء کو خوب جانتا ہوں لیکن یاد رکھو تم نے تو مجھے کھانا ہی کھلایا ہے۔ میرا تم پر بہت بڑا احسان ہے۔ تم ذرا اپنے کمرہ کو دیکھو کئی ہزار کا سامان اس میں پڑا ہے جب تم میرے لئے کھانا لینے اندر گئے تھے میں چاہتا تو دیا سلائی دکھا کر یہ سب کچھ جلا دیتا تم ہی بتلاؤ ایک پیسہ کا بھی سامان باقی رہ جاتا مگر میں نے ایسا نہیں کیا کیا میرا احسان کم ہے۔ یہ سن کر میزبان نے کہا واقعی آپ نے بہت بڑا احسان کیا میں اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دیکھو لو ایک تو انسان ایسا بھی ہوتا ہے کہ بجائے محسن کا احسان پہچانے اور اس کا شکریہ ادا کرنے کے یہ سمجھتا ہے کہ میں احسان کر رہا ہوں۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 591-592)

## دعا اور خرگدا کی مثال

دعا کے ساتھ عجز و انکسار بھی نہیں ہوتا تو ایسی دعا بھی نہیں سنی جاتی جس کے ساتھ عجز و انکسار نہ ہو پھر اگر عجز و انکسار ہو لیکن دعا میں اصرار نہ ہو تو بھی دعا قبول ہونے سے رہ جاتی ہے ایسا شخص دعا تو مانگتا ہے مگر ایک دفعہ اور جب دیکھتا ہے کہ اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تو پھر اسے مانگنا چھوڑ دیتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ بعض وقت خدا تعالیٰ اس کو دیتا ہے جو اس طرح مانگتا ہے کہ اگر وہ ساری عمر بھی نہ دے تو یہ ساری عمر ہی مانگتا چلا جائے سوائے اس صورت کے کہ

خدا تعالیٰ منع کر دے کہ ایسی دعا نہ مانگو۔ جو شخص اس طرح اصرار کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔ اسی کو ملتا ہے پس اصرار ایک ایسی چیز ہے کہ دعا کے لئے ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ گدا اگر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک نرگدا اور دوسرے خرگدا۔ نرگدا وہ ہوتا ہے جو کسی کے دروازے پر جا کر آواز دیتا ہے کچھ دو اور کسی نے کچھ ڈال دیا تو لے لیا نہیں تو دو تین آوازیں دے کر آگے چلے گئے۔ مگر خرگدا وہ ہوتا ہے کہ جب تک نہ ملے ملتا نہیں۔ اس قسم کے گدا اگر لئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتے اور ایسے گدا اگر بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بھی آ کر ایک شخص بیٹھا کرتا تھا وہ نہیں اٹھتا تھا جب تک کچھ لے نہ لیتا وہ بیٹھا رہتا تھا جب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر نہیں نکلتے اور اسے کچھ دے نہ دیتے۔ پھر بعض اوقات وہ رقم مقرر کر دیتا کہ اتنی لینی ہے اور اگر حضرت صاحب اس سے کم دیتے تو وہ ہرگز نہ لیتا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ مہمان اسے اتنی رقم پوری کر دیتے تھے کہ چلا جائے۔ میں نے دیکھا اگر اس کے منہ سے کوئی رقم نکل گئی کہ یہ لینی ہے اور وہ پوری نہ ہوتی تو وہ جاتا نہ تھا جب تک رقم پوری نہ کر دی جاتی اور اگر حضرت صاحب بیمار ہوتے تو تب تک نہ جاتا جب تک صحت یاب ہو کر آپ باہر تشریف نہ لاتے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے دعا کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان خرگدا بنے اور مانگتا چلا جائے اور خدا کے حضور دھونی رما کے بیٹھ جائے اور ٹلے نہیں جب تک کہ خدا کا فعل ثابت نہ کر دے کہ اب اس کے متعلق دعا نہ کی جائے۔

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 200)

### قانون قدرت کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا

ہمارے ملک میں مثل مشہور ہے کہ ”جان دے چوردی لنگوٹی ہی سہی“ یعنی جاتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔ اگر چور چوری کر کے بھاگا جا رہا ہو اور تم اس سے اور کچھ نہیں چھین سکتے تو اس کی لنگوٹی ہی چھین لو آخر کچھ نہ کچھ تو تمہارے ہاتھ آ جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک فقیر تھا جو اکثر اُس کمرے کے سامنے جہاں پہلے محاسب کا دفتر تھا بیٹھا کرتا تھا۔ جب اُسے کوئی آدمی احمدیہ چوک میں سے آتا ہوا نظر آتا تو کہتا ایک روپیہ دیدے، جب آنے والا کچھ قدم آگے آجاتا تو کہتا اٹھنی ہی سہی۔ جب وہ کچھ اور آگے آتا تو کہتا چونی ہی سہی،

جب اُس کے مقابل پر آجاتا تو کہتا دو آنے ہی دے دے، جب اس کے پاس سے گزر کر دو قدم آگے چلا جاتا تو کہتا ایک آنہ ہی سہی، جب کچھ اور آگے چلا جاتا تو کہتا ایک پیسہ ہی دیدے، جب کچھ اور آگے چلا جاتا ہے تو کہتا دھیلا ہی سہی، جب جانے والا اُس موڑ کے قریب پہنچتا جہاں سے مسجد اقصیٰ کی طرف مڑتے ہیں تو کہتا پکوڑا ہی دیدے، جب دیکھتا کہ آخری ٹکڑ پر پہنچ گیا ہے تو کہتا مریج ہی دے دے۔ وہ روپیہ سے شروع کرتا اور مریج پر ختم کرتا۔ اسی طرح کام کرنے والوں کو بھی یہی سمجھنا چاہئے کہ کچھ نہ کچھ تو ہمارے ہاتھ آجائے۔ اگر پہلی دفعہ سو میں سے ایک کی طرف توجہ کرے گا تو اگلی دفعہ دو ہو جائیں گے اس سے اگلی دفعہ چار ہو جائیں گے اور اس طرح آہستہ آہستہ بڑھتے چلے جائیں گے پس کام کرو اور پھر نتیجہ دیکھو۔ جب دُنوی کام بے نتیجہ نہیں ہوتے تو کس طرح سمجھ لیا جائے کہ اخلاقی اور روحانی کام بغیر نتیجہ کے ہو سکتے ہیں لیکن جن کے من حرامی ہیں وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو کام کرتے ہیں لیکن نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کہنے سے اُن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے تو اپنی طرف سے پوری محنت کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ ہم سے دشمنی نکال رہا ہے۔ یہ کہنا کس قدر حماقت اور بیوقوفی کی بات ہے۔ گویا اپنی کمزوریوں اور خامیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو کام ہم کرتے ہیں اُس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ لیکن اچھے یا بُرے نتیجہ کا دار و مدار ہمارے اپنے کام پر ہوتا ہے۔ کسی شخص نے 1/10 حصہ کسی کام کے لئے محنت کی تو قانون قدرت یہی ہے کہ اُس کا 1/10 نتیجہ نکلے۔ اب اس کے 1/10 حصہ نکلنے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کی وجہ سے 1/10 حصہ نتیجہ نکلا ورنہ اُس نے محنت تو زیادہ کی تھی۔ قانون قدرت کسی محنت کو ضائع نہیں کرتا لیکن شرارتی نفس یہ کہتا ہے کہ میں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا تھا لیکن اللہ میاں اپنا فرض ادا کرنا بھول گیا اس سے بڑا کفر اور کیا ہو سکتا ہے۔ پس جہاں تک محنت اور کوشش کا سوال ہے نتائج ہمارے ہی اختیار میں ہیں۔ اگر نتیجہ اچھا نہیں نکلتا تو سمجھ لو کہ ہمارے کام میں کوئی غلطی رہ گئی ہے۔ کوشش کرنی چاہئے کہ ہر کام کے نتائج کسی معین صورت میں ہمارے سامنے آسکیں۔ (مجلس خدام الاحمدیہ کا تفصیلی پروگرام، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 201، 202)

## لاالچی پیر کا قصہ

ایسے ذکروں سے روحانی صفائی نہیں ہوتی بلکہ وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارا ذکر عرش تک

پہنچتا ہے۔ ان میں بھی روحانی صفائی نہیں ہوتی۔ اس پر انہوں نے سنایا کہ یہ بات بالکل درست ہے۔ ایک شخص تھا جو کہتا تھا کہ میں نے سب درجے طے کر لیے ہیں مگر باوجود اس کے لوگوں سے غلہ اور دانے مانگتا پھرتا تھا میں اس کی نسبت یہ خیال کرتا تھا کہ جب یہ اس مقام پر پہنچا ہوا ہے تو پھر کیوں لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتا پھرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک شخص کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو خاص درجہ تک پہنچا ہوا سمجھتا تھا۔ مگر ایک دفعہ ایک مرید کے ہاں گیا اور جا کر کہا۔ لاؤ میرا ٹیکس (یعنی نذرانہ) قحط کا موسم تھا۔ مرید نے کہا کچھ ہے نہیں۔ معاف کیجئے۔ پیر صاحب بہت دیر تک لڑتے جھگڑتے رہے اور آخر کوئی چیز بکوائی اور روپیہ لے کر جان چھوڑی۔ تو اس قسم کی کمزوریاں اور گند ان لوگوں میں دیکھے جاتے ہیں جو بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔

(ذکر الہی، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 495-494)

### گورنمنٹ کے شبہات کا ازالہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور کے ہی ایک اعلیٰ افسر کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ وہ ای۔ اے۔ سی تھا اور وہابی عقیدہ کا تھا۔ ان ایام میں وہابیوں کے متعلق گورنمنٹ کو کچھ شبہات تھے ان ڈپٹی صاحب کے متعلق کسی نے ڈپٹی کمشنر سے جا کر رپورٹ کر دی کہ فلاں شخص وہابی ہے اس پر ڈپٹی کمشنر نے ان کو بلا کر پوچھا مجھے رپورٹ پہنچی ہے کہ آپ وہابی ہیں۔ میں تو آپ کے متعلق ایسا خیال نہیں کرتا۔ اس پر انہوں نے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے میں ہرگز وہابی نہیں ہوں۔ میرے متعلق آپ کے پاس کسی نے غلط رپورٹ کی ہے اس وقت کے وہابیوں اور دوسرے لوگوں میں بڑا امتیاز یہ تھا کہ وہابی کچیوں وغیرہ کے نچوانے کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ ان ڈپٹی صاحب نے ڈپٹی کمشنر کے پاس سے واپس آ کر بڑی دعوت کی اور کچیاں نچوائیں تا ڈپٹی کمشنر اور لوگوں کو یقین ہو جائے کہ وہ وہابی نہیں ہیں۔ پس جب تعلیم یافتہ لوگ اپنے افسروں کو خوش کرنے کے لئے اپنے عقائد تک کو چھوڑ بیٹھتے ہیں تو جو لوگ غیر تعلیم یافتہ ہوں ان پر اپنے افسروں اور حکاموں کا اور بھی زیادہ اثر اور رعب ہوگا۔ لیکن مسلمان ان جھوٹی رپورٹوں پر جو عیسائی مشنریوں کی طرف سے اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں خوشیاں مناتے ہیں کہ اسلام خود بخود افریقہ اور دوسرے ممالک میں ترقی کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہندوستان میں تو

اسلام پھیلتا نہیں پھر افریقہ کے وحشیوں میں خود بخود کس طرح پھیل رہا ہوگا۔ یہاں ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں جن میں سے اکثر تعلیم یافتہ بھی ہیں اور پھر ان میں بہت سے مولوی بھی ہیں جو تبلیغ اسلام کے مدعی ہیں۔ لیکن یہاں پر کس قدر اسلام پھیل رہا ہے۔ پھر افریقہ کے وحشیوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد اتنی نہیں ہے۔ لوگ سخت جاہل ہیں۔ وہاں پر کس طرح خود بخود پھیل رہا ہے۔

آج مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے کیوں گر رہے ہیں اور ان پر کیوں تنزل آ رہا ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ عیسائیوں کی رپورٹوں پر خوش ہوتے رہتے ہیں اور اسلام کی اشاعت کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہیں کرتے اور طریقہ تبلیغ سے بالکل ناواقف ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں کیا وجہ تھی کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اسلام بہت ترقی کر رہا تھا۔ سو اس کا یہی باعث تھا کہ صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ کس طرح تبلیغ کی جاتی ہے اور وہ محض علماء پر انحصار نہیں رکھے ہوئے تھے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک شخص مبلغ تھا اور اسلام کی اشاعت کو وہ اپنا فرض منصبی خیال کرتے تھے۔

(خطبات محمود جلد 9 صفحہ 124-125)

### جالینوس سے مناسبت

اگر یہاں نماز کے چور اور نماز کے سست موجود ہیں تو دوسری طرف وہ بھی تو موجود ہیں جو میل ڈیڑھ ڈیڑھ میل سے چل کر مسجد میں آتے ہیں۔ وہ کیوں کمزوروں کے پیچھے لگتے ہیں اور کیوں ان کے پیچھے نہیں لگتے جو میل ڈیڑھ ڈیڑھ ڈیڑھ میل دور سے آتے ہیں اور اپنے اخلاص اور اپنے ایمان میں ہر لحظہ ترقی کر رہے ہیں مگر ان کی رغبت ان کی طرف تو ہے جو نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔ مگر ان سے ان کی کوئی مناسبت پیدا نہیں ہوتی جو ماسوا فاصلہ کے تکلیفوں کو بھی برداشت کرتے ہیں مگر اپنے ایمان میں اور اپنے اخلاص میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہونے دیتے اور نمازیں مسجدوں میں پڑھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ جالینوس ایک جگہ کھڑا تھا۔ ایک دیوانہ دوڑتا ہوا آیا اور آ کر اس سے چمٹ گیا۔ جب جالینوس کو اس نے چھوڑا تو اس نے کہا میری فصد نکلو او۔ اس پر لوگوں نے پوچھا۔ فصد کیوں کھلواتے ہو؟ کہنے لگا یہ دیوانہ جو آ کر مجھ کو چمٹ گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں بھی کوئی رگ جنون کی

ہے کہ یہ اوروں کو چھوڑ کر مجھ سے آچٹا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرے اندر جنون کی رگ ہے جس سے اس دیوانہ کو مناسبت ہوئی اور وہ میری طرف کھنچا آیا تو ایسے آدمیوں کا ادھر جھکنا اور ان کے پیچھے چلنا جو نمازوں میں سست ہیں بتاتا ہے کہ انہیں بھی سست لوگوں سے مناسبت ہے۔

(خطبات محمود جلد 9 صفحہ 349-348)

## بہت سی بیماریاں نیم پختہ کھانا کھانے سے لاحق ہوتی ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا۔ آپ کسی عورت کا قصہ بیان فرماتے کہ اس کا ایک ہی لڑکا تھا۔ وہ لڑائی پر جانے لگا تو اس نے اپنی ماں کو کہا کہ آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جو میں اگر واپس آؤں تو تحفہ کے طور پر آپ کے لئے لیتا آؤں اور آپ اسے دیکھ کر خوش ہو جائیں۔ ماں نے کہا اگر تو سلامت آجائے تو یہی بات میرے لئے خوشی کا موجب ہو سکتی ہے۔ لڑکے نے اصرار کیا اور کہا آپ ضرور کوئی چیز بتائیں۔ ماں نے کہا۔ اچھا اگر تم میرے لئے کچھ لانا ہی چاہتے ہو تو روٹی کے جلے ہوئے ٹکڑے جس قدر زیادہ لاسکو لے آنا میں انہی سے خوش ہو سکتی ہوں۔ اس نے اسکو بہت معمولی بات سمجھ کر کہا کہ کچھ اور بتائیں لیکن ماں نے کہا بس یہی چیز مجھے سب سے زیادہ خوش کر سکتی ہے۔ خیر وہ چلا گیا۔ جب روٹی پکاتا تو جان بوجھ کر اسے جلاتا تا جلے ہوئے ٹکڑے زیادہ جمع ہوں روٹی کا اچھا حصہ تو خود کھا لیتا اور جلا ہوا حصہ ایک تھیلے میں ڈالتا جاتا۔ کچھ مدت کے بعد جب گھر آیا تو اس نے جلے ہوئے ٹکڑوں کے بہت سے تھیلے اپنی ماں کے آگے رکھ دیئے۔ وہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اس نے کہا ماں! میں نے آپ کے کہنے پر عمل تو کیا ہے مگر مجھے ابھی تک معلوم نہیں ہوا کہ یہ بات کیا تھی؟ ماں نے کہا اس وقت جبکہ تم گئے تھے اس کا بتانا مناسب نہ تھا اب بتاتی ہوں اور وہ یہ کہ بہت سی بیماریاں انسان کو نیم پختہ کھانا کھانے کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہیں میں نے جلے ہوئے ٹکڑے لانے کا اس لئے کہا کہ تم ان ٹکڑوں کے لئے روٹی کو ایسا پکاؤ گے کہ وہ کسی قدر جل بھی جائے۔ جلی ہوئی کو رکھ دو گے اور باقی کھا لو گے اس سے تمہاری صحت بہت اچھی رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ کیا چھوٹی سی بات تھی لیکن درحقیقت اس کے بچہ کو بچانے کا موجب ہو گئی۔ سپاہی چونکہ جلدی جلدی کھانا پکا کر کھا لیتے ہیں اور اس طرح اکثر کچا رہتا ہے اسی لئے انہیں پیش اور محرقہ وغیرہ امراض اکثر لاحق رہتی ہیں۔ اُس کی ماں نے ایسی بات بتائی جو بظاہر تو بہت معمولی تھی مگر جب اُس نے اس پر عمل کیا تو بہت بڑا فائدہ اٹھایا

یعنی اس سے اُس کی صحت سلامت رہی۔ (خطبات محمود جلد 5 صفحہ 189-188)

## بار بار قادیان آؤ

ایک نصیحت میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جلسہ سالانہ کے بغیر بھی دوستوں کو قادیان آتے رہنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے جو بار بار قادیان نہیں آتا اس کے ایمان کے متعلق مجھے خطرہ ہے۔ ادھر یہاں کی بودوباش کو آپ نے ضروری قرار دیا ہے۔ پس احباب کو چاہئے کہ قادیان کو زندگی میں وطن بنانے اور مرکز مدفن بنانے کی کوشش کریں۔ اسی کے ماتحت میں نے ایک تحریک کی ہے کہ مکانات بنوانے کے لئے ایک کمیٹی بنائی جائے جس میں شامل ہونے والوں کے لئے پچیس روپیہ کا ایک حصہ رکھا گیا ہے۔ دوست اس کمیٹی میں شریک ہوں حصہ ڈالیں اور یہاں مکان بنوائیں۔ (بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 581-580)

## قصہ ایک خطیب کا

بہت لوگوں کے نزدیک کسی مقرر کا کمال یہ ہوتا ہے کہ جس کا خلاصہ وہ ان الفاظ میں بیان کیا کرتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا صاحب کمال ہے کہ اس نے اتنی دیر تک تقریر کی لیکن وہ اس کی تقریر کی طرف توجہ نہیں کریں گے خواہ وہ اتنے عرصہ میں بکواس ہی کرتا رہا ہو یا اس نے اس عرصہ میں قرآن کریم کے معارف کے دریا بہا دیئے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک خطیب کا ذکر سناتے تھے کہ وہ لیکچر کے لئے کھڑا ہوا اس کا مضمون رقت والا تھا ایک شخص آیا اور کھڑا ہو گیا اس کے ہاتھ میں تنگڑی (زمینداروں کا وہ سہ شاخہ آلہ جس سے وہ بھوسہ وغیرہ درست کرتے ہیں) تھی جتنے حاضرین تھے ان پر تو اس تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا لیکن وہ زمیندار تھوڑی ہی دیر بعد رونے لگ گیا۔ واعظ کی جو شامت آئی اور اس کے دل میں ریاہ پیدا ہوئی تو اس نے خیال کیا کہ یہ میرے وعظ سے متاثر ہوا ہے۔ اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو انسانوں کے قلوب بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو گھٹنوں سے میرا وعظ سن رہے ہیں لیکن مطلق اثر نہیں ہوا مگر یہ ایک اللہ کا بندہ ہے کہ اس پر فوراً اثر ہو گیا ہے اور یہ رو پڑا ہے۔ پھر اس نے لوگوں کو بتانے کے لئے اس سے پوچھا میاں کس بات نے تم پر اثر کیا کہ تم رو پڑے اس نے کہا کل اسی طرح میری بھینس کا بچہ اڑا اڑا کر مر گیا تھا جب میں نے آپ کی آواز سنی تو وہ یاد آ گیا اور میں رو پڑا یہ سن کر خطیب بہت شرمندہ ہوا۔

## عمل کے وقت نیت رضاء الہی ہو

بے شک حج ایک بڑی نیکی ہے لیکن اگر کوئی شخص محض اس لئے حج پر جاتا ہے کہ اس کا لوگوں میں اعزاز بڑھ جائے یا رسم و رواج کے ماتحت جاتا ہے یا اس لئے جاتا ہے کہ لوگ اسے حاجی کہیں تو وہ اپنا پہلا ایمان بھی مٹا کر آئے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سُنا یا کرتے تھے کہ ایک دفعہ سردی کا موسم تھا کسی ریل کے اسٹیشن پر کوئی اندھی بڑھیا گاڑی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اس کے پاس کوئی کپڑا بھی نہ تھا سوائے ایک چادر کے جو اس نے پاس رکھی ہوئی تھی۔ تاکہ جب گاڑی میں بیٹھنے کے بعد تیز ہوا کی وجہ سے سردی محسوس ہو تو اوڑھ لے۔ اُس نے وہ چادر پاس رکھی ہوئی تھی اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ اسے ٹٹول لیتی تھی۔ ایک شخص اس کے پاس سے گذرا اور اس نے سوچا کہ یہ تو اندھی ہے اور پھر اندھیرا بھی ہو چکا ہے اس لئے اگر میں یہ چادر اٹھا لوں تو نہ اس کو پتہ لگے گا اور نہ پاس کے لوگوں کو پتہ لگے گا۔ اس پر اُس نے چپکے سے وہ چادر کھسکالی۔ بڑھیا چونکہ بار بار اُسے ٹٹولتی تھی اُسے پتہ لگ گیا کہ کسی نے چادر اٹھالی ہے۔ اُس نے جھٹ آوازیں دینی شروع کر دیں کہ اے بھائی حاجی! میری چادر دے دو۔ میں اندھی غریب ہوں اور میرے پاس اور کوئی کپڑا نہیں۔ وہ شخص فوراً واپس مڑا اور اس نے چادر تو آہستہ سے اس کے ہاتھ میں پکڑادی مگر کہنے لگا مائی! یہ تو بتاؤ تمہیں کس طرح پتہ لگا کہ میں حاجی ہوں۔ وہ بڑھیا کہنے لگی؟ بیٹا! ایسے کام سوائے حاجیوں کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ میں اندھی کمزور اور غریب ہوں۔ سردی کا موسم ہے اور میں بالکل اکیلی ہوں۔ ایسی حالت میں میرا ایک ہی کپڑا چرانے کی کوئی عادی چور بھی جرات نہیں کر سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 35)

## ماں باپ سے حسن سلوک کرنا چاہئے

مومن کو جب اس کے ماں باپ سے اچھا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ مومن خدا تعالیٰ سے جو ماں باپ سے بھی زیادہ محسن ہے اچھا معاملہ نہ کرے اور جب ماں باپ خدا تعالیٰ کے خلاف کوئی بات کہیں تو اُن کی بات کو رد نہ کرے۔ بہر حال اس استثناء کے سوا ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے نوجوان ایسے



دکھائی دیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کا مناسب احترام نہیں کرتے اور نہ ان کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں بلکہ اولاد میں سے کسی کو اگر کوئی اچھا عہدہ مل جائے تو وہ اپنے غریب والدین سے ملنے میں بھی شرم محسوس کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ کسی ہندو نے بڑی تکلیف برداشت کر کے اپنے لڑکے کو بی اے یا ایم اے کرایا اور اس ڈگری کو حاصل کرنے کے بعد وہ ڈپٹی ہو گیا۔ آج کل ڈپٹی ہونا کوئی بڑا اعزاز نہیں سمجھا جاتا لیکن پہلے وقتوں میں ڈپٹی ہونا بھی بڑی بات تھی۔ اس کے باپ کو خیال آیا کہ میرا لڑکا ڈپٹی ہو گیا ہے میں بھی اس سے مل آؤں۔ چنانچہ جس وقت وہ ہندو اپنے بیٹے کو ملنے کے لئے مجلس میں پہنچا تو اس وقت اس کے پاس وکیل اور بیرسٹر وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے یہ بھی اپنی غلیظ دھوتی کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گیا۔ باتیں ہوتی رہیں کسی شخص کو اس غلیظ آدمی کا بیٹھنا برا محسوس ہو اور اس نے پوچھا کہ ہماری مجلس میں یہ کون آ بیٹھا ہے۔ ڈپٹی صاحب اس کی بات سن کر کچھ جھینپ سے گئے اور شرمندگی سے بچنے کے لئے کہنے لگے یہ ہمارے ٹہلیا ہیں۔ باپ اپنے بیٹے کی یہ بات سن کر غصے کے ساتھ جل گیا اور اپنی چادر سنبھالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ جناب میں ان کا ٹہلیا نہیں ان کی ماں کا ٹہلیا ہوں۔ ساتھ والوں کو جب معلوم ہوا کہ یہ ڈپٹی صاحب کے والد ہیں تو انہوں نے اس کو بہت لعن طعن کی اور کہا کہ اگر آپ ہمیں بتاتے تو ہم ان کی مناسب تعظیم و تکریم کرتے اور ادب کے ساتھ ان کو بٹھاتے۔ بہر حال اس قسم کے نظارے روزانہ دیکھنے میں آتے ہیں کہ لوگ رشتہ داروں کے ساتھ ملنے سے جی چراتے ہیں تاکہ ان کی اعلیٰ پوزیشن میں کوئی کمی واقع نہ ہو جائے۔ گویا ماں باپ کا نام روشن کرنا تو الگ رہا ان کے نام کو بٹھانے والے بن جاتے ہیں اور سوائے ان لوگوں کے جو اس نقطہ نگاہ کے والدین کی عزت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ والدین کی عزت کرو۔ دنیا داروں میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو والدین کی پورے طور پر عزت کرتے ہیں اور زمینداروں اور تعلیم یافتہ طبقہ دونوں میں یہی حالات نظر آتے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 593)

## مالن کی مثال

جماعت کا امام ہونا بھی انسان کے لئے جہاں بہت سی برکتوں کا موجب ہوتا ہے وہاں اس کو بعض دفعہ لائیکل عقبدوں میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قادیان کے دو آدمیوں کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ دوستوں نے انہیں سمجھانا چاہا

بہت نصیحتیں کیں مگر انہوں نے خیال کیا ہمارا فیصلہ سوائے انگریز عدالت کے نہیں ہو سکتا ہر ایک کو دوسرے پر بدظنی تھی اور خیال کرتا تھا کہ میں نے اگر بات مان لی تو دوسرے کو فائدہ ہو جائے گا اس لئے انہوں نے ایک دوسرے پر سرکاری عدالت میں نالش کر دی پھر جس دن ان کے مقدمہ کی پیشی ہو وہ خود یا ان کے قائم مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہیں کہ آپ دعا کریں خدا کامیابی دے اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت ہنسا کرتے اور فرماتے دونوں میرے مرید ہیں اور دونوں سے مجھے تعلق ہے میں کس کے لئے دعا کروں کہ وہ ہارے اور کس کے لئے دعا کروں کہ وہ جیتے ہم تو یہی دعا کرتے ہیں دونوں میں سے جو سچا ہے وہ جیت جائے اور اسے اپنا حق مل جائے پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مالن کی مثال بیان فرمایا کرتے۔ فرماتے اس کی دولڑکیاں تھیں ایک گھماروں کے گھر بیابھی ہوئی تھی۔ دوسری مالیوں کے ہاں جب کبھی بادل آتا۔ تو وہ عورت دیوانہ وار گھبرائی ہوئی پھرتی۔ لوگ کہتے اسے کیا ہوا ہے۔ وہ کہتی ایک بیٹی ہے نہیں۔ اگر بارش ہوگی تو جو گھماروں کے ہاں ہے وہ نہیں اور اگر نہ ہوگی تو جو مالیوں کے گھر ہے وہ نہیں کیونکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے ترکاریاں نہ ہوں گی اور اگر ہوگی تو گھمارن کے برتن خراب ہو جائیں گے۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 211-210)

### خواہشات بلند رکھنی چاہئیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک چوہڑا تھا جو اصطلب وغیرہ میں اور ہمارے گھر میں کام کرتا تھا۔ فرماتے تھے ایک دفعہ بچپن میں ہم نے کھیلتے ہوئے ہجو لیوں سے دریافت کرنا شروع کیا کہ تمہاری کیا خواہش ہے پھر اس بچپن کی عمر کے لحاظ سے اس سے بھی دریافت کیا کہ تمہاری کیا خواہش ہے اور کس چیز کو سب سے زیادہ تمہارا دل چاہتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ میرا دل اس بات کو چاہتا ہے کہ تھوڑا تھوڑا بخار چڑھا ہوا ہو، ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہو، سردی کا موسم ہو، میں لحاف اوڑھے چارپائی پر لیٹا ہوا ہوں اور دو تین سیر بھنے ہوئے چنے میرے سامنے رکھے ہوں اور میں انہیں ٹھونکتا جاؤں یعنی ایک ایک کر کے کھاتا جاؤں۔ یہ تھی اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش کسی سننے والے نے کہا۔ تم نے اس میں بخار کی شرط کیوں لگائی ہے تو اس نے کہا اس لئے کہ پھر مجھے کوئی کام کے لئے نہیں بلائے گا۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 47-46)

## طب کے تمام اصول قرآن مجید میں بیان ہیں

مجھے قرآن مجید سے باہر کسی چیز کی ضرورت نہیں سوائے ان تفاسیر کے جو آنحضرت ﷺ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیں اور وہ بھی قرآن کا ایک حصہ ہی ہیں اس سے باہر نہیں۔ اگرچہ پھر بھی کئی باتیں ایسی ہیں جو ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئیں جن کا مجھ سے زیادہ عرفان تھا انہیں ان کا علم تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ طب کے تمام اصول قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں اور دنیا کی تمام امراض کا علاج قرآن مجید میں موجود ہے۔ ہو سکتا ہے مجھے اس طرح قرآن مجید پر غور کرنے کا موقع ہی نہ ملا ہو اور ممکن ہے میرا عرفان ابھی تک اس حد تک نہ پہنچا ہو مگر بہر حال اپنا عرفان اور اپنے بڑوں کا تجربہ ملا کر میں کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید سے باہر ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 503)

## قرآن کریم کسی فلسفہ کی کتاب نہیں

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی پرانے بزرگ کا ذکر سنایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس بزرگ سے کسی نے درخواست کی کہ قرآن کریم کی تفسیر سنائیے۔ تو وہ کہنے لگے یہ قرآن تو سارا ابو جہل کے لئے نازل ہوا ہے۔ ابو بکرؓ کے لئے نازل ہوتا تو اس کی ”ب“ ہی کافی تھی کیونکہ ب کے معنی ساتھ کے ہیں اور ابو بکرؓ کے لئے یہ کافی تھا کہ انہیں کہہ دیا جاتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھی بن جائیں۔ باقی ابو جہل نہیں مانتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سارا قرآن اس کے لئے نازل کیا ہے ورنہ ابو بکرؓ کے لئے اتنے بڑے قرآن کی ضرورت نہیں تھی۔ تو حقیقت یہی ہے کہ قرآن کریم کے معارف اور حقائق سکھانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے اندر ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ آپ نے بتایا کہ قرآن کریم میں کوئی آیت منسوخ نہیں اور تم قرآن کے جتنے حصے پر عمل کرو گے اتنے ہی تم خدا تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ گے اور عملی طور پر دیکھا جائے تو قرآن کریم کسی فلسفہ کی کتاب نہیں بلکہ یہ ایک آسمانی کتاب ہے۔ اس کی ایک ایک آیت پر عمل کرو گے تو تم ولی اللہ بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کی برکتیں تم پر نازل ہوں گی اور جب خدا تعالیٰ کی برکتیں تم پر نازل ہوں گی تو تمام آفات اور

مصائب تمہیں اپنی نظروں میں ہیچ نظر آنے لگ جائیں گے۔  
گزشتہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں جس نے بھی قرآن کریم پر سچے دل سے عمل کیا ہے  
اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ اس کے شامل حال رہی ہے اور مصائب اور مشکلات کے جھوم میں وہ اس  
کی تائیدات کا مشاہدہ کرتا رہا ہے۔

(مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے دوسرے سالانہ اجتماع میں خطابات، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 499)

### جزاء سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کیمیا گر جب ناکام رہتا ہے تو کہتا ہے  
کہ ایک آنچ کی کسر رہ گئی ہے۔ گویا وہ کیمیا گر بننے سے نا اُمید نہیں ہوتا بلکہ اپنی کوشش کا نقص  
قرار دیتا ہے حالانکہ کیمیا گری میں اُمید کی گنجائش ہی نہیں اور خدا کے ساتھ تعلق بڑھنے اور اس  
کے قریب ہونے کی تو پوری اُمید ہے۔ مگر کیمیا گر جس کی ساری عمر ہی ایک آنچ کی کسر میں گذر  
جاتی ہے وہ تو باوجود ہر دفعہ کی ناکامی کے نا اُمید نہیں ہوتا لیکن وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے قریب ہونا  
چاہے کامیاب نہیں ہوتا تو اپنے طریق عمل کا نقص قرار نہیں دیتا بلکہ خدا تعالیٰ سے نا اُمید ہو کر فوراً  
نا اُمید ہو جاتا ہے اور اپنی تمام کوششیں چھوڑ بیٹھتا ہے۔ پس کیمیا گر تو غلطی کو اپنی طرف منسوب  
کرتا ہے اور سونا بننے کے خیال کو یقینی سمجھتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کو پانے کی کوشش کرنے والا اپنی  
غلطی کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے۔ ایسے لوگ عبادتیں ہی غلط طریق  
سے کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ خدا نہیں ملتا۔ اگر وہ غلطی اپنی طرف منسوب کرتے اس کی  
اصلاح کی کوشش کرتے تو ضرور کامیاب ہو جاتے لیکن وہ ایسا کرتے ہی نہیں۔

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 60)

### علم کے ساتھ تجربہ بھی ضروری ہے

علم کے ساتھ تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص محض کتاب پڑھ کر طبیب بنا  
چاہے تو محال ہے ضرورت ہے کہ طب کی کتب پڑھنے کے ساتھ لائق طبیب کے سامنے مریضوں  
کی تشخیص اور علاج کیا ہو تب کامل ہوگا ورنہ علم بغیر عمل کے ناقص رہے گا اور عمل بغیر علم کے مفید  
نہیں ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی علم اور عمل کے متعلق سناتے تھے کہ ایک طبیب تھا جو

بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے طب کا علم خوب پڑھا تھا اس نے رنجیت سنگھ کا شہرہ سنا تو دلی سے اس کے دربار میں پہنچا کہ شاید ترقی حاصل ہو۔ رنجیت سنگھ کا وزیر ایک مسلمان تھا اس نے اس سے ملاقات کی اور اس سے مہاراجہ سے ملنے کے لئے سفارش چاہی۔ وزیر کو اندیشہ ہوا کہ اگر اس کا رسوخ ہو گیا تو میں نہ کہیں گر جاؤں اور طبیب کی سفارش نہ کرنا بھی اس نے مروت کے خلاف سمجھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے اس نے سفارش کی اور کہا کہ حضور یہ بہت بڑے عالم ہیں انہوں نے فلاں کتاب پڑھی ہے فلاں کتاب اور اس کے علم کی بہت تعریف کی مہاراجہ نے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ انہوں نے علاج میں کیا کیا تجربے حاصل کئے ہیں؟ وزیر نے کہا کہ تجربہ بھی حضور کے طفیل ہو جائے گا۔ رنجیت سنگھ دانا آدمی تھا سمجھ گیا کہ علم بغیر عمل کے کچھ نہیں اور کہا کہ تجربہ کے لئے کیا غریب رنجیت سنگھ ہی رہ گیا ہے بہتر ہے کہ حکیم صاحب کو انعام دے کر رخصت کر دیا جائے۔ تو ایک لوگ عملی تجربہ کار ہوتے ہیں جن کو مختلف شعبوں میں کام کی عملی واقفیت ہو اور عالم ہوتے ہیں کہ جہاں غلطی ہو ان سے مشورہ لیا جائے غلطیاں ہوں گی مگر اس سے بھی قابلیت پیدا ہوگی۔

(خطبات جمعہ جلد 7 صفحہ 18-19)

## جیکب آباد میں گرمی

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی میں اخبارات پڑھا کرتا تھا۔ تو ایک دفعہ اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی کہ جیکب آباد میں درجہ حرارت 111 تک جا پہنچا ہے اور اس پر شور مچ گیا تھا۔ کہ دوزخ کا منہ کھل گیا ہے۔ ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوزخ سال میں دو دفعہ سانس لیتا ہے۔ ایک سانس تو وہ گرمی میں لیتا ہے اور ایک سانس سردی میں لیتا ہے۔ اس دفعہ بھی گرمی اتنی شدید ہے کہ کمزور آدمی اس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتا۔ نوجوان آدمی تو اس کی پروا نہیں کرتا۔ آخر اس گرمی میں دوست روزے بھی رکھتے رہے ہیں۔ (الفضل 20 مئی 1958ء جلد 47/12 نمبر 117 صفحہ 1)

## دُنیا میں کوئی چیز اپنی ذات میں نقصان دہ نہیں

اگر اندازہ لگایا جائے تو سال میں ہزار دو ہزار آدمی سنکھیا کھانے سے مرتے ہیں لیکن جو لوگ اس سے شفا پاتے ہیں ان کی تعداد لاکھوں تک ہے پرانے ملیریا کے مریض پر جب کوئی

دوا اثر نہیں کرتی تو وہ سنکھیاں کی قلیل مقدار سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی قسم کے امراض کے لئے ہے اسی طرح کچلہ ہے۔ یہ بھی زہر ہے اس کے کھانے سے کئی لوگ مرجاتے ہیں لیکن لاکھوں لاکھ انسان اس سے بچتے بھی ہیں۔ اسی طرح بہت بڑی تباہی والی چیز ایون ہے لیکن اس کی تباہی کے مقابلہ میں اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اطباء کا قول ہے کہ طب کی آدھی دوائیں ایسی ہیں جن میں ایون استعمال ہوتی ہے اور اس کا اتنا فائدہ ہے کہ اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جب انسان کو بے چینی اور بیکلگی ہوتی ہے، جب انسان کی نیند اڑ جاتی ہے، جب انسان درد سے ٹڈھال ہو کر خودکشی کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اُس کو مارفیا کا ٹیکالگاتے ہیں جس سے اُسے فوراً آرام ہو جاتا ہے پس دنیا میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اپنی ذات میں نقصان دینے والی ہو۔ نقصان دینے والی چیز صرف غلط استعمال ہے جو انسان کی اپنی کوتاہیوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرض کو اپنی طرف اور شفاء کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے مگر ہمارے ملک میں ایک مسلمان خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے جب کسی کام میں ناکام ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے میں نے تو پورا زور لگا دیا تھا لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے ناکام کر دیا۔ گویا وہ خوبی کو اپنی طرف اور برائی کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی بڑی بھاری ہتک ہے جو ہمارے ملک میں کی جاتی ہے حالانکہ سچے مومن کا یہ طریق ہوتا ہے کہ جب اس کے کام کا اچھا نتیجہ نکل آتا ہے تو کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ خدا تعالیٰ نے مجھے کامیاب کر دیا اور اگر خراب نتیجہ نکلتا ہے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھتا ہے اور کہتا ہے میں اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ناکام رہا ہوں۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 169 تا 170)

## اخبارات کی اہمیت

جماعتی معاملات میں افراد کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے بلکہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتے جب تک اُن کا جڑ سے تعلق نہ ہو اور اس زمانہ میں یہ تعلق پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ اخبارات ہیں انسان کسی جگہ بھی بیٹھا ہوا ہو اگر اسے سلسلہ کے اخبارات پہنچتے رہیں تو وہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے پاس بیٹھا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے میں اب بول رہا ہوں گو عورتوں کا جلسہ بہت دُور ہے مگر لاؤ ڈیسکیئر کی وجہ سے وہ بھی میری تقریر سن رہی ہیں۔ اگر لاؤ ڈیسکیئر نہ ہوتا تو انہیں کچھ علم نہ

ہوتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ پس لاؤ ڈسپیکر نے عورتوں کو میری تقریر کے قریب کر دیا اسی طرح اخبارات دُور رہنے والوں کو قوم سے وابستہ رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ الحکم اور بدر ہمارے دو بازو ہیں گو بعض دفعہ یہ اخبارات ایسی خبریں بھی شائع کر دیتے تھے جو ضرر رساں ہوتی تھیں مگر چونکہ ان کے فوائد ان کے ضرر سے زیادہ تھے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہم ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے یہ دو اخبارات ہمارے دو بازو ہیں۔ دو بازو ہونے کے یہی معنی ہیں کہ ان کے ذریعہ ہمارا جو بازو ہے یعنی جماعت وہ ہم سے ملا ہوا ہے پھر اُس زمانہ میں ہمارے اخبارات کی طرف احباب کو بہت توجہ ہوا کرتی تھی حالانکہ جماعت اُس وقت آج سے دسواں یا بیسواں حصہ تھی۔ چنانچہ بدر کی خریداری ایک زمانہ میں چودہ پندرہ سو روپے چکی ہے، اسی طرح الحکم کے خریداروں کی تعداد ایک ہزار تک تھی بلکہ الحکم نے تو ایک دفعہ روزانہ ہونے کی صورت بھی اختیار کر لی تھی تو جماعت کے دوست اس زمانہ میں کثرت سے اخبارات خریدتے تھے بلکہ جو پڑھے لکھے نہیں تھے بعض دفعہ وہ بھی خریدتے اور دوسروں کو پڑھنے کے لئے دے دیتے اور سمجھتے کہ یہ بھی تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے۔ مجھے یاد ہے۔ میاں شیر محمد صاحب جو بنگلہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے بہت سے احمدی کئے ایک دفعہ جب میں ان کے علاقہ میں گیا تو دوسروں تو مجھے بتایا کہ ان کے ذریعہ کئی آدمی احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔

(مصری صاحب کے خلافت سے انحراف کے متعلق تقریر، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 544)

### شفاء کا معجزہ

صحت اور حفاظت کے سارے سامانوں کے ہوتے ہوئے بھی انسان ہلاک ہو سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انسان کے کاموں میں دخل دیتا ہے لیکن اس نے اسے آزاد بھی چھوڑا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے دو تین سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شدید کھانسی ہوئی میری عمر اس وقت 17 سال کے قریب تھی اور میرے سپرد آپ کی دوائی وغیرہ پلانے کی خدمت تھی اور قدرتی طور پر جس کے سپرد کوئی کام کیا جائے وہ اس میں دخل دینا بھی اپنا حق سمجھنے لگتا ہے میں بھی اپنی کمپونڈری کا یہ حق سمجھتا تھا کہ کچھ نہ کچھ دخل آپ کے کھانے پینے میں دوں چنانچہ مشورہ کے طور پر عرض کر بھی دیا کرتا تھا کہ یہ نہ کھائیں وہ نہ کھائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے نسخے بھی تیار ہو کر استعمال ہوتے تھے اور انگریزی دوائیاں بھی مگر کھانسی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ یہ 1907ء کا واقعہ ہے اور عبدالکیم مرتد نے آپ کی کھانسی کی تکلیف پڑھ کر لکھا تھا کہ مرزا صاحب سہل کی بیماری میں مبتلاء ہو کر فوت ہوں گے اس لئے ہمیں کچھ یہ بھی خیال تھا کہ غلط طور پر بھی اسے خوشی کا کوئی بہانہ نہ مل سکے۔ مگر آپ کو کھانسی کی تکلیف بہت زیادہ تھی اور بعض اوقات ایسا لمبا اوجھو آتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ سانس رک جائے گا ایسی حالت میں باہر سے کوئی دوست آئے اور تحفہ کے طور پر پھل لائے میں نے وہ حضور کے سامنے پیش کر دیئے آپ نے انہیں دیکھا اور فرمایا کہہ دو جَزَاکَ اللہ اور پھر ان میں سے کوئی چیز جو غالباً کیلا تھا اٹھایا اور میں چونکہ دوائی وغیرہ پلایا کرتا تھا اس لئے شاید مجھے سبق دینے کے لئے فرمایا کہ یہ کھانسی میں کیسا ہوتا ہے میں نے کہا اچھا تو نہیں ہوتا مگر آپ مسکرا پڑے اور چھیل کر کھانے لگے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ کھانسی بہت سخت ہے اور یہ چیز کھانسی میں اچھی نہیں آپ پھر مسکرائے اور کھاتے رہے میں نے اپنی نادانی سے پھر اصرار کیا کہ نہیں کھانا چاہئے اس پر آپ پھر مسکرائے اور فرمایا مجھے ابھی الہام ہوا ہے کہ کھانسی دور ہوگی۔ چنانچہ کھانسی اسی وقت جاتی رہی حالانکہ اس وقت نہ کوئی دوا استعمال کی اور نہ پرہیز کیا بلکہ بد پرہیزی کی اور کھانسی بھی دور ہوگی اگرچہ اس سے پہلے ایک مہینہ علاج ہوتا رہا تھا اور کھانسی دور نہ ہوئی تھی تو یہ الہی تصرف ہے۔ یوں تو بد پرہیزی سے بیماریاں بھی ہوتی ہیں اور علاج سے صحت میں ہوتی ہے مگر جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے دخل بھی دے دیتا ہے اور دعا کا ہتھیار اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو سکھایا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور جا کر کہے کہ میں آزادی نہیں چاہتا۔ میں اپنے حالات سے تنگ آ گیا ہوں آپ مہربانی کر کے میرے معاملات میں دخل دیں اور اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا ہے کہ بندہ متوکل ہو گیا ہے اور چاہتا ہے کہ میں اس کے معاملات میں دخل دوں تو وہ دیتا ہے۔ پس گو اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزادی دی ہے مگر وہ دخل بھی دیتا ہے۔

(الفضل مورخہ 17 جولائی 1942ء جلد 36 نمبر 164 صفحہ 3)

## بچوں کی صحت کی طرف توجہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ بعض بچوں کی صحت عموماً ماؤں کے وہم کی وجہ سے ٹھیک رہتی ہے۔ اسے ذرا بھی کوئی تکلیف ہو تو ماں اسے انتہائی سمجھ لیتی ہے۔



اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کا توجہ سے علاج کرواتی ہے اور بچہ بیماری کے مزمّن ہو جانے سے بچ جاتا ہے۔ لیکن بعض مائیں ایسی ہوتی ہیں۔ جنہیں بچے کی بیماری کا اس وقت علم ہوتا ہے۔ جب وہ مزمّن شکل اختیار کر لیتی ہے اور علاج مشکل ہو جاتا ہے غرض ماں کا وہم بھی بچے کی صحت کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنی ذات میں اس قسم کا وہم کہ شاید یہ کوئی بیماری نہ ہو بہت مفید ہے۔ اس طرح انسان خطرے کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو اُس کے حملہ سے محفوظ کر لیتا ہے۔

(الفضل 7 اگست 1949ء جلد 3 نمبر 180 صفحہ 4)

### اللہ تعالیٰ مداری نہیں وہ کوئی تماشا نہیں دکھاتا

میں نے تحریک جدید کے متعلق اس قدر باتیں کہہ دی ہیں کہ میں سمجھتا ہوں مجھے اس بارہ میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں مگر انسانی فطرت جدت پسند بھی ہے اور وہ سب کچھ سننے کے بعد پھر بھی خواہش کرتی ہے کہ کچھ اور سنایا جائے اور وہ اس سوال پر بھی برا مناتی ہے کہ تم جو اور سننے کے خواہش مند ہو۔ پچھلے سننے پر تم نے کیا عمل کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ایک دفعہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں معجزہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے فلاں معجزہ دکھا دیا جائے تو میں آپ پر ایمان لانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ مداری نہیں وہ کوئی تماشا نہیں دکھاتا بلکہ اس کا ہر کام حکمت سے پُر ہوتا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ جو پہلے معجزے دکھائے گئے ہیں ان سے آپ نے کیا فائدہ اٹھایا ہے کہ آپ کیلئے اب کوئی نیا معجزہ دکھایا جائے۔ مگر انسانی فطرت کی کمزوری اس کو بھی ناپسند کرتی بلکہ شاید اسے بدتہذیبی قرار دیتی ہے، وہ جائز سمجھتی ہے کہ سُستی اور غفلت میں مبتلا چلی جائے بلکہ سُستی اور غفلت میں ہمیشہ پڑی رہے اور کوئی اس سے اتنا بھی سوال نہ کرے کہ اس نے اپنی ذمہ داری کو کس حد تک ادا کیا ہے۔ ہاں جب بھی وہ کوئی تماشا دیکھنا چاہے اُس وقت اسے وہ تماشا ضرور دکھا دیا جائے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل دے کر بھیجا ہے وہ کوئی پاگل وجود نہیں۔ جمادات کی طرح اور حیوانات کی طرح وہ محدود عقل کا یا بالکل بے عقل وجود نہیں مگر وہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت سے جو اُسے دی گئی ہے کیا فائدہ اٹھاتا ہے کتنے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل کو استعمال کرتے

ہیں، کتنے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سمجھ کو استعمال کرتے ہیں، کتنے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے فہم کو استعمال کرتے ہیں، دنیا میں بڑی چیزوں پر ہمیشہ چھوٹی چیزوں کو قربان کیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کمزور انسانیت پر اپنے پیدا کئے ہوئے قیمتی سے قیمتی جو ہروں کو قربان کیا۔ آدم اپنے زمانہ کا سب سے قیمتی جو ہر تھا مگر خدا تعالیٰ نے ان کمزور لوگوں کے لئے جنہوں نے شیطان کو جنت میں دخل دیا۔ آدم کی سی قیمتی جان کو قربان کرادیا۔

(تخریک جدید ایک قطرہ ہے، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 227-228)

## تخریک جدید دراصل تخریک قدیم ہے

انسان کی اوسط عمر چالیس پچاس سال ہوتی ہے۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں ہی اس کے کئی بھائی بند، رشتہ دار اور دوست اس کے سامنے فوت ہو جاتے ہیں مگر کتنے ہیں جو اپنی موت یاد رکھتے ہیں اور پھر کتنے ہیں جو موت کے آنے سے پہلے اس کیلئے تیاری کرتے ہیں۔ درحقیقت میری تخریک کوئی جدید تخریک نہیں بلکہ یہ قدیم ترین تخریک ہے۔ اور اس جدید کے لفظ سے صرف اُن ماؤف اور اُن بیمار دماغوں سے تعلق کیا گیا ہے جو بغیر جدید کے کسی بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ جس طرح ڈاکٹر جب ایک مریض کا لمبے عرصہ تک علاج کرتا رہتا ہے تو بیمار بعض دفعہ کہتا ہے مجھے ان دواؤں سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ تب وہ کہتا ہے اچھا میں آج تمہیں نئی دوا دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ پہلی دوا میں ہی ٹیکچر کارڈم ملا کر اور خوشبودار بنا کر اُسے دے دیتا ہے۔ مریض سمجھتا ہے کہ مجھے نئی دوا دی گئی ہے اور ڈاکٹر بھی اسے نئی دوا کہنے میں حق بجانب ہوتا ہے کیونکہ وہ اس میں ایک نئی دوا ملا دیتا ہے۔ مگر وہ اس لئے اسے جدید بناتا ہے تا مریض دوائی پیتا رہے اور اس کی امید نہ ٹوٹے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ ایک بڑھیا آئی۔ اسے ملیں یا بخار تھا جو لمبا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے فرمایا تم کو نین کھایا کرو۔ وہ کہنے لگی کو نین؟ میں تو اگر کسی کو نین کی گولی کا چوتھا حصہ بھی کھالوں تو ہفتہ ہفتہ بخار کی تیزی سے پھلکتی رہتی ہوں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ کو نین کھانے کیلئے تیار نہیں۔ تو چونکہ عام طور پر ہمارے ملک میں کو نین کو گونین کہتے ہیں جس کے معنی دو جہانوں کے ہوتے ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے کھانے کو تو کو نین ہی کی گولیاں دیں مگر فرمایا۔ یہ دَآرین کی گولیاں ہیں، انہیں استعمال کرو۔ دو تین گولیاں ہی اس نے

کھائی ہوں گی کہ آ کر کہنے لگی مجھے تو اس دوا سے ٹھنڈک پڑ گئی ہے، کچھ اور گولیاں دیں۔ میں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح پرانی تحریک کا نام جدید رکھ دیا اور تم نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ جدید تحریک ہے۔ وہ لوگ جن کے اندر اخلاص تھا اور وہ چاہتے تھے کہ روحانیت میں ترقی کریں انہوں نے جب ایک تحریک کا نیا نام سنا تو انہوں نے کہا یہ نئی چیز ہے آؤ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں اور وہ لوگ جن کے اندر نفاق تھا انہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ نئی چیز ہے، کہنا شروع کر دیا کہ اب یہ نئی نئی باتیں نکال رہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق سے انحراف کر رہے ہیں۔ نہ اس نے بات سمجھنے کی کوشش کی اور نہ اُس نے فائدہ اٹھایا۔ (تحریک جدید ایک قطرہ ہے، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 230 تا 231)

### دعا، توکل اور تبلیغ اکٹھے چلتی ہیں

لکھا ہے کہ سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ بعض اوقات کئی کئی ہزار روپیہ کا کپڑا پہنتے تھے۔ جب ان پر اسراف کا اعتراض ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تو ننگا رہنے کو بھی تیار ہوں اور میں تو نہیں کھاتا جب تک خدا مجھے نہیں کہتا کہ اے عبدالقادر! تجھے میری ذات ہی کی قسم ہے کہ یہ کھا۔ اور میں نہیں پہنتا جب تک خدا مجھے نہیں کہتا کہ اے عبدالقادر! تجھے میری ذات ہی کی قسم ہے کہ یہ پہن۔ ورنہ میں تو بھوکا اور ننگا رہنے کو بھی تیار ہوں۔ غرض جب تک انسان ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے اُس وقت تک دعا، توکل اور تبلیغ تینوں چیزیں اکٹھی چلتی ہیں۔ قرآن کریم میں دعا کا بھی حکم ہے۔ کہ اَدْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن: 61) اور تبلیغ کا بھی حکم ہے۔ کہ بَلِّغْ مَا اُنزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (المائدہ: 68) اور پھر فرمایا کہ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَا هَمَّهُ (التوبہ: 6) مخالفین اسلام کو بلاؤ اپنے پاس رکھو، ان کو خوب تبلیغ کرو اور پھر ان کو اگر وہ نہ مانیں تو بحفاظت ان کے مقام پر پہنچا دو۔ (ایک رئیس سے مکالمہ، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 302-303)

### ایک جو شیلے عرب کا ایمان لے آنا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک جو شیلے عرب قادیان میں آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور باقی احباب نے اسے خوب سمجھایا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ یہ شخص تبلیغ سے نہیں بلکہ دعا سے سمجھے گا اور اس پر دعا کا حربہ اثر کرے گا۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا فرمائی تو دوسرے دن ہی وہ خود

مسجد میں آ کر لوگوں سے کہنے لگا کہ میں نے غور کیا ہے وفاتِ مسیح کا یہ ثبوت ہے اور صداقتِ مسیح موعود کا یہ ثبوت ہے اور خود ہی دلائل دینے لگ گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے خود ہی اُسے دلائل سکھادیئے اور اس نے بیعت کر لی۔ پھر وہ شخص اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ جب میں حج کو گیا تو مجھے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہاں لوگ کہتے ہیں کہ یہاں ایک شخص یوسف نامی تھا۔ وہ ایک قافلہ کے ساتھ مل کر ایک ہندوستانی کو مسیح و مہدی کہتا تھا اور لوگوں کو باتیں سناتا جاتا تھا اور قافلے کے ساتھ ساتھ چلتا جاتا تھا۔ لوگ اس کو مارتے اور وہ بیہوش ہو جاتا مگر جب اسے ہوش آتا تو وہ بھاگ کر پھر قافلے سے آملتا اور تبلیغ کرنے لگ جاتا۔ پھر معلوم نہیں اُس کو مار دیا گیا یا وہ فوت ہو گیا۔ عرب میں اس کا کوئی پتہ نہیں لگ سکا۔ غرض جب اللہ تعالیٰ نے اُس کو سمجھایا تو اُس نے اس قدر جوش سے تبلیغ کی کہ جس کی نظیر مشکل سے ملتی ہے۔ پس کہیں کہیں ایسے واقعات بھی رونما ہو جاتے ہیں۔ (ایک رئیس سے مکالمہ، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 303)

### نائی کے پاس مرحم کا نسخہ

سید احمد نور صاحب کا بی کے ناک پر زخم تھا۔ انہوں نے کئی علاج کرائے لاہور کے میوہ ہسپتال میں گئے ایک سرے کرا کر علاج کرایا۔ مگر زخم اور بھی خراب ہوتا گیا۔ آخر وہ پشاور گئے اور وہاں ایک نائی سے علاج کرایا۔ اس نے صرف تین روز دوائی استعمال کرائی اور زخم اچھا ہو گیا۔ تو اب بھی ایسے ماہرین فن موجود ہیں۔ جن کو ایسے ایسے پیشے آتے ہیں کہ اگر انہیں زندہ رکھا جائے۔ تو ان سے آگے کئی نئے پیشے جاری ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کے جاننے والے چونکہ انہیں زندہ رکھنے کی کوشش نہیں کرتے اس لئے وہ ترقی نہیں کر رہے۔ اگر ان کی طرف لوگوں کو توجہ ہو تو ان سے آگے کئی فنون نکل سکتے ہیں۔ مثلاً یہی ہڈیوں کا ٹھیک کرنا ہے۔ پہلوان اور نائی اسے جانتے ہیں اور اس سے پرانی دردوں اور ٹیڑھی ہڈیوں کو درست کیا جاسکتا ہے۔ اسے سیکھ کر پھیلانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پرانے زمانہ میں لوگ ان پیشوں کے اظہار میں بہت بخل سے کام لیتے تھے اور کوئی کسی کو بتاتا نہ تھا اس لئے وہ مٹ گئے یورپ والے ایسا نہیں کرتے بلکہ اپنے فن کو عام کر دیتے ہیں۔ اس سے وہ روپیہ بھی زیادہ کما سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ ایک نائی تھا جسے ایسی مرہم کا علم تھا۔ جس سے بڑے بڑے خراب زخم اچھے ہو جاتے تھے۔ لوگ دور دور سے اس کے پاس علاج کرانے کے لئے آتے تھے۔ اس کا بیٹا اس کا نسخہ پوچھتا تو وہ جواب

دیتا کہ اس کے جاننے والے دنیا میں دو نہیں ہونے چاہئیں۔ آخر وہ بوڑھا ہو گیا اور سخت بیمار ہوا۔ تو اس کے بیٹے نے کہا کہ اب تو بتا دیں وہ کہنے لگا کہ اچھا اگر تم سمجھتے ہو میں مرنے لگا ہوں تو بتا دیتا ہوں۔ مگر پھر کہنے لگا کہ کیا پتہ میں اچھا ہی ہو جاؤں اور اس لئے پھر بتانے سے رک گیا۔ چند گھنٹوں بعد اس کی جان نکل گئی اور اس کا بیٹا اس فن سے محروم رہ گیا وہ آرام سے بیٹھا تھا اور مطمئن تھا کہ گھر میں فن موجود ہے۔ لیکن وہ اس کے کسی کام نہ آسکا۔ تو بخل ترقی کا نہیں بلکہ ذلت اور رسوائی کا موجب ہوتا ہے بلکہ بعض دفعہ خاندانوں کی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے۔ تو ان پیشوں اور فنون کا سکھانا مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔ اس سے علم ترقی کرتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ فنون خصوصاً مردہ فنون کو ترقی دی جائے۔

(الفضل 29 / اپریل 1939ء جلد 27 نمبر 98 صفحہ 4)

## فنون بالکل مٹ گئے ہیں

مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دہلی تشریف لے گئے بعد میں آپ نے نانا جان میر ناصر نواب صاحب کو بھی وہاں بلا لیا۔ وہاں نانا جان کے پیٹ میں شدید درد ہوئی ڈاکٹروں کو دکھایا گیا تو انہوں نے بتایا یہ اپنڈے سائٹس (APPENDICITIS) ہے اور اُس کا آپریشن کرانا پڑے گا۔ اور آپریشن بھی تین چار گھنٹے کے اندر اندر کرانا پڑے گا ورنہ مریض کی جان خطرے میں ہے۔ آپ مریض کو فوری طور پر ہسپتال بھیج دیں۔ میر صاحب کا دل کمزور تھا۔ وہ آپریشن سے گھبراتے تھے۔ انہوں نے کہا آپریشن سے بھی مرنا ہے اور یوں بھی مرنا ہے۔ آپ میرا کوئی اور علاج کریں آپریشن نہ کرائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا آپریشن میں زبردستی تو نہیں کی جاسکتی۔ مریض کی مرضی سے ہی آپریشن کروایا جاسکتا ہے۔ اگر میر صاحب آپریشن کروانا پسند نہیں کرتے تو کسی طبیب سے علاج کرایا جائے۔ چنانچہ ایک پرانا طبیب بلایا گیا۔ اُس نے آپ کو دیکھا اور کہا کہ میں ابھی دوا بھجواتا ہوں۔ وہ دوا مریض کو کھلا دی جائے اور ایک دوا پیٹ پر لگا دی جائے درد ہٹ جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے دوا بھجوائی اور وہ میر صاحب کو کھلائی گئی اور دوسری دوا پیٹ پر لگائی گئی۔ بیس پچیس منٹ کے بعد آپ سو گئے اور چار پانچ گھنٹے کے بعد آپ بالکل تندرست ہو گئے اور چلنے پھرنے لگ گئے۔ اب دیکھو ایک طرف ڈاکٹر کہتا تھا یہ اپنڈے سائٹس (APPENDICITIS) ہے

اس کا فوری طور پر آپریشن کروانا پڑے گا ورنہ مریض کی جان خطرہ میں ہے۔ اور دوسری طرف ایک طبیب یہ کہتا ہے کہ یہ معمولی تکلیف ہے دوا سے ٹھیک ہو جائے گی۔ غرض کئی فنون تھے جو ہمارے ملک میں موجود تھے لیکن بد قسمتی سے جس طرح ہم نے دین کو ضائع کر دیا ہے۔ اسی طرح فنون کو بھی ضائع کر دیا ہے۔ اب یا تو وہ فنون بالکل مٹ گئے ہیں اور اگر باقی رہ گئے ہیں تو اُن کے عملی حصے باقی رہ گئے ہیں اور بوجہ اس کے کہ اُن کی بیک گراؤنڈ (BACKGROUND) یا علمی بنیاد اچھی نہیں ان کی قدر گر گئی ہے۔ اب جو باتیں ایک انجینئر کہتا ہے وہی باتیں ایک معمار کہتا ہے۔ لیکن جب فن کے متعلق کوئی بات ہوتی ہے تو انجینئر آگے آجاتے ہیں اور معمار پیچھے بیٹھے رہتے ہیں اس لیے ان لوگوں کا اعتبار مٹ گیا ہے۔

جس وقت وہ جراح میرے پاس آئے تو لازماً میرے دل میں بھی شبہ پیدا ہوا۔ لیکن چونکہ لاہور جانے میں مشکلات تھیں۔ اس لیے میں نے خیال کیا چلو ان سے علاج کرا لو۔ چنانچہ انہوں نے مجھے بعض تدابیر بتائیں۔ سو وہ تدابیر میں نے کر لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ اس کا علاج کر سکیں گے۔ میں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لاہور نہ جانے کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر میں یہیں علاج کرا لوں تو میری گھبراہٹ دُور ہو جائے گی۔ چنانچہ میں نے کل اُس جراح کو بلایا۔ میں نے ہدایت دی کہ ڈاکٹر منور احمد کو بھی بلا لیا جائے۔ چنانچہ انہیں بھی بلا لیا گیا۔ میں نے کہا ناخن کاٹنے سے شدید درد ہوگی۔ کیا اُسے روکنے کی بھی کوئی تجویز کر لی ہے؟ جراح نے کہا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ میں آرام سے ناخن کاٹ دوں گا، کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ میں نے کہا آپ نے پانی کی پٹی کیوں کروائی ہے؟ انہوں نے کہا پانی کی پٹی سے گوشت الگ ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر منور احمد نے کہا جہاں تک ناخن ہے بس اُس قدر کاٹا جائے۔ جراح نے کہا اُس قدر ناخن کاٹنے سے فائدہ نہیں ہوگا۔ لیکن ڈاکٹر منور احمد نے کہا اس سے زیادہ نہ کاٹیں۔ چنانچہ اُس نے آدھا ناخن کاٹا اور وہ ناخن اس طرح کٹ گیا جیسے روئی کاٹی جاتی ہے۔ اور میری طبیعت پر یہ اثر پڑا کہ جراح کو یہ فین آتا ہے۔ ناخن کے کٹ جانے سے زخم ننگا ہو گیا اور معلوم ہوا کہ زخم ابھی آگے جاتا ہے۔ چنانچہ جراح نے اُدھر ناخن کاٹنا چاہا۔ لیکن میاں منور احمد نے مزید ناخن کاٹنے کی اجازت نہ دی اور کہا مزید ناخن کاٹنے سے تکلیف ہوگی۔ جراح نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ مجھے تو اب تسلی ہو چکی تھی اس لیے میں نے ناخن کے اگلے حصے

کو کاٹنے کی بھی اجازت دے دی۔ چنانچہ اُس نے بقیہ حصہ بھی اس طرح کاٹا کہ مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ بعد میں ضرورت تکلیف ہوئی۔ کیونکہ ناخن کا ایک حصہ زخم میں گھسا ہوا تھا۔ پہلے تو یہ خیال کیا کہ یہ اگر رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن بعد میں خیال کیا گیا کہ اگر یہ حصہ رہ گیا تو تکلیف ہوگی اس لیے جراح نے اُسے اوزار ڈال کر کھینچا جس سے کافی تکلیف ہوئی۔ بہر حال ناخن کاٹنے کے بعد پٹی کر دی گئی۔ اور آج زخم کی بظاہر کیفیت ایسی تھی جیسے آنکھ میں پھولا نکلا ہوا ہوتا ہے۔ اور زخم ناخن سے اونچا ہو گیا تھا۔ تاہم حالت درمیانی دور میں ہے۔ زیادہ خراب نہیں۔ میں نے یہ تمام قصہ جمعہ میں بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ دوست ملنے آتے ہیں یا خطوط لکھتے ہیں تو بات کو گریڈتے رہتے ہیں۔ روزانہ پیغام آتے رہتے ہیں اب کیا حال ہے کیا علاج کیا؟ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ آئندہ کیا علاج کرانے کا ارادہ ہے؟ اس سے طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ تو ملاقات میں یہ سلسلہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ٹرشی سے بات ختم کرنا پڑتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ فرمایا کرتے تھے۔ بندر کا زخم جلد اچھا نہیں ہوتا۔ جب کسی بندر کو کوئی زخم ہو جاتا ہے تو دوسرے بندر آ کر زخم میں انگلی ڈال ڈال کر دیکھتے ہیں۔ جس سے زخم بڑھ جاتا ہے اور زخمی بندر چڑ جاتا ہے اور پھر بھاگ کر جنگل کے کسی کونے میں چلا جاتا ہے۔ بہر حال بار بار ایک ہی قسم کے سوال سے طبیعت چڑ جاتی ہے۔ میری طبیعت تو بچپن سے کمزور ہے۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات سے دس پندرہ دن پہلے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بلایا اور فرمایا ذرا محمود کو دیکھئے۔ مجھے تو اپنی صحت سے زیادہ اس کی صحت کا خیال ہے۔ میری اُس وقت ایسی حالت تھی کہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ میری عمر تیس پینتیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں اب اس سے قریباً گئی عمر کو پہنچ چکا ہوں۔ طبیعت اگرچہ کمزور ہی رہتی ہے۔ کبھی کوئی تکلیف ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی تکلیف۔ لیکن پھر بھی اتنی عمر تک پہنچ چکا ہوں۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔

ہمارے ایک غیر احمدی دوست تھے بعد میں وہ احمدی ہو گئے۔ وہ احمدی ہونے سے چار پانچ سال پہلے قادیان آیا کرتے تھے۔ وہ جب بھی قادیان آتے مجھے ملنے کے لیے ضرور آتے اور جب بھی آتے مجھے کھانسی یا کوئی اور تکلیف ہوتی۔ ایک دن کہنے لگے آپ کو اتنی کھانسی ہے آپ جلسہ پر تقریر کیسے کریں گے؟ لیکن جب تقریر کی تو وہ چھ گھنٹے کی لمبی تقریر ہو گئی۔ دو تین

سال بعد وہ دہلی کی جماعت کے ساتھ مجھے ملنے آئے تو کہنے لگے میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا بڑے شوق سے پوچھیں۔ کہنے لگے کہ آپ سچ مچ بیمار رہتے ہیں یا بہانے بنایا کرتے ہیں؟ میں ان کے اس سوال پر حیران ہوا۔ وہ کہنے لگے ہم جب آپ کی مجلس میں آتے ہیں تو آپ کھانس رہے ہوتے ہیں اور اس قدر کھانسی ہوتی ہے کہ ہم سمجھتے ہیں آپ چھوٹی سی تقریر بھی نہیں کر سکیں گے۔ لیکن جب تقریر کرتے ہیں تو وہ چھ چھ گھنٹے تک کی لمبی ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ بیمار بھی ہوتا ہوں تو وہ مجھ سے کام لے لیتا ہے۔ پس میں نے یہ سارا واقعہ اس لیے بیان کر دیا ہے کہ لوگ محبت کی وجہ سے زخم کے متعلق پوچھتے رہتے ہیں۔ سوکل ناخن کاٹا گیا ہے۔ اب دباؤ پڑے تو تکلیف ہوتی ہے ورنہ درمیانی کیفیت ہے۔ گوشت کا ٹکڑا لمبا ہو گیا ہے اور پھولا سا معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے مجھے اس سے خیال آیا کہ ہمارے پاس جو علوم تھے اور جن کی وجہ سے ہم دنیا میں سر بلند ہو سکتے تھے افسوس کہ ہم نے ان سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس بیماری کے سلسلہ میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب لاہور گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک احمدی ڈاکٹر سے اس بات کا ذکر کر دیا کہ میں ایک جراح سے علاج کروانا چاہتا ہوں تو وہ ڈاکٹر صاحب چونکہ دیسی طب کے سخت خلاف ہیں اس لیے کہنے لگے آپ حضور سے میری طرف سے عرض کر دیں کہ ایسا ہرگز نہ کرائیں۔ اور اگر ایسا کرانا ہی ہے تو پھر ہمیں بھی داتا گنج بخش صاحب کے دربار میں جانے کی اجازت دے دیں۔ یعنی جس طرح وہاں جانا بیوقوفی کی بات ہے اسی طرح کسی دیسی جراح سے علاج کروانا بھی بیوقوفی کی بات ہے۔

(خطبات محمود جلد 34 صفحہ 295 تا 298)

## زلزلہ کی وجہ سے باغ میں قیام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ ایسی ہی دو مختلف طبعیتیں رکھنے والوں کا اجتماع ہو گیا۔ 14 اپریل 1905ء کو جو خطرناک زلزلہ آیا۔ اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زلازل کے متعلق کثرت سے الہامات ہوئے۔ آپ خدا تعالیٰ کے کلام کا ادب اور احترام کرتے ہوئے باغ میں تشریف لے گئے۔ کئی بیوقوف کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام طاعون سے ڈر کر باغ میں چلے گئے اور تعجب ہے کہ میں نے



بعض احمدیوں کے منہ سے بھی یہ بات سنی ہے حالانکہ طاعون کے ڈر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اپنا گھر نہیں چھوڑا۔ اس وقت چونکہ زلازل کے متعلق آپ کو کثرت سے الہامات ہو رہے تھے، اس لئے آپ نے یہی مناسب خیال فرمایا کہ کچھ عرصہ باغ میں رہیں۔ باقی دوستوں کو بھی آپ نے وہیں رہنے کی تحریک کی اور چونکہ جلدی تھی اس لئے کچھ تو خیموں کا انتظام کیا گیا اور کچھ لوگوں نے اینٹیں اور چٹائیاں وغیرہ ڈال کر رہنے کے لئے جھونپڑیاں بنالیں۔

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 114-113)

### ہر قسم کا علاج کروانا چاہئے

ہندوستانی ڈاکٹروں میں سے ننانوے فیصدی ایسے ہیں جو دوسرے سے مشورہ کو اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب تجربہ میں جتنے سب اسٹنٹ سرجن میں نے دیکھے ہیں، ان سے اچھے ہیں۔ مگر باوجود اس کے یہ معنی نہیں کہ انہیں مشورہ کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قاعدہ تھا اور خود میں بھی جب 1918ء میں بیمار ہوا تو میں نے بھی ایسا ہی کیا کہ طبیب اور ڈاکٹر سب جمع کر لئے ڈاکٹروں کی دوائی بھی کھاتا تھا اور طبیبوں کی بھی۔ کیا معلوم اللہ تعالیٰ کس سے فائدہ دے دے۔ اگر کوئی ڈاکٹر اپنے آپ کو خدا سمجھتا ہے تو سمجھے، ہم تو اسے بندہ ہی سمجھتے ہیں۔ یورپ کے ڈاکٹروں میں یہ مرض نہیں وہاں کے ڈاکٹر جب دیکھیں کہ حالت خطرناک ہے یا ان کا جو اندازہ ہے کہ اتنے دنوں میں آرام ہوگا وہ پورا نہ ہو تو خود کہہ دیتے کہ دوسرا ڈاکٹر بلاؤ اور پھر اس سے خود تبادلہ خیالات کر کے مناسب علاج تجویز کریں گے۔

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 129)

### مسجد مبارک کی برکت سے شفاء

ایک دفعہ حضرت ام المؤمنینؓ بیمار ہوئیں اور قریباً چالیس روز تک بیمار رہیں۔ ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا۔ اس مسجد (مبارک) کے متعلق الہام ہے۔ مُبَارِكٌ وَ مُبَارِكٌ وَ كُلُّ أَمْرِ مُبَارَكٍ يَجْعَلُ فِيهِ (تذکرہ صفحہ 83) اس میں چل کر دوادیں۔ آپ نے یہاں آ کر دوپلائی دو گھنٹے کے اندر ام المؤمنینؓ اچھی ہو گئیں۔

(الفضل 14 فروری 1921ء جلد 8 نمبر 61 صفحہ 6)

## بیماروں کو تبلیغ کیونکہ ان کا دل نرم ہوتا ہے

قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے کہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ فرداً فرداً غور کرنے سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ ایسے لوگوں کو جب اشتہارات پہنچائے جاتے ہیں اور وہ ان پر غور کرتے ہیں تو متاثر ہو جاتے ہیں اور دشمن کے ان تک پہنچنے سے پہلے پہلے ان کے دل میں نیکی قائم ہو جاتی ہے پھر مخالف خواہ انہیں دھوکا دینے کے لئے کچھ کہیں اس کا ان پر اثر نہیں ہوتا پھر بیمار اور بوڑھے جو جلسہ میں نہیں آسکتے اشتہارات کے ذریعہ ان تک بھی بات پہنچ جاتی ہے اور بیماروں پر حق و صداقت کا اثر بہت جلدی ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک طبیب نے پوچھا میں کیا خدمت دین کروں؟ تو آپ نے فرمایا آپ بیماروں کو تبلیغ کیا کریں یہ بہت اچھا موقع ہوتا ہے کیونکہ بیمار کا دل نرم ہوتا ہے۔

(اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 338)

## حضرت مسیح موعودؑ کا تفقہ فی الدین

اسلامی مسائل کی بنیاد تفقہ پر ہے۔ ان کے اندر باریک حکمتیں ہوتی ہیں اور جب تک ان کو نہ سمجھا جاوے انسان دھوکہ کھا کر بعض دفعہ گمراہی کی طرف نکل جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ کسی مجلس میں بیان فرمایا کہ انسان اگر تقویٰ سے کام لے تو چاہے سوشادیاں کر لے۔ یہ بات سلسلہ کے اخباروں میں سے ایک میں شائع ہوئی جس پر یہ چرچا شروع ہو گیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذہب یہی ہے کہ چار کی حد نہیں۔ شادیاں کوئی جتنی چاہے کر لے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے اس بحث اور جھگڑے کو جو باہر ہوتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچایا اور پوچھا کہ اس سے آپ کا کیا مطلب تھا؟ آپ نے فرمایا۔ میرا یہ مطلب تھا کہ اگر ایک بیوی مر جائے یا کسی وجہ سے طلاق دی جائے تو انسان اس کی بجائے اور شادی کر سکتا ہے اسی طرح خواہ سوشادیاں کر لے۔ اس سے آپ نے اس خیال کی تردید فرمائی جو بعض مذاہب نے پیش کیا ہے کہ عمر بھر دوسری شادی نہ کرنی چاہئے۔ اب اگر حضرت مسیح موعودؑ مجھے یاد آیا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کا اعتقاد ایک عرصہ تک یہی تھا کہ چار سے زیادہ شادیاں جائز ہیں۔ ان دنوں چونکہ چھوٹی

جماعت تھی اور دوست اکثر باہم ملتے تھے ایسے مسائل پر بڑی لمبی بحثیں ہوتی رہتی تھیں انہیں دنوں ایک زمانہ میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ حضرت خلیفہ المسیح الاولؑ نے فرمایا چار بیویوں کی حد بندی شریعت سے ثابت نہیں اور ابو داؤد کی ایک روایت بھی پیش کی جس میں لکھا تھا کہ حضرت امام حسنؑ کے اٹھارہ یا انیس نکاح ہوئے۔ اسی مجلس میں کسی نے یہ بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عقیدہ نہیں۔ اس پر حضرت خلیفہ المسیح الاولؑ نے یہ خیال کیا ممکن ہے آپ کے پاس یہ معاملہ پوری طرح پیش نہ کیا گیا ہو اس لئے کسی سے کہا کہ یہ کتاب لے جاؤ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ حوالہ دکھا آؤ۔ کتاب لانے والا راستہ میں مجھے بھی ملا۔ وہ بغل میں کتاب دبائے نہایت شوق سے جارہا تھا۔ میں نے دریافت کیا کیا بات ہے؟ اس نے بتایا۔ حضرت مولوی صاحب نے یہ حوالہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھانے کے لئے بھیجا ہے۔ میں بھی جواب کے شوق میں واپسی کا منتظر رہا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا۔ میں نے دیکھا جاتے وقت تو بہت خوش خوش گیا تھا مگر واپس آتے وقت سر جھکائے آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو اس نے بتایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مولوی صاحب سے جا کر پوچھو کہ کہاں لکھا ہے کہ یہ ساری بیویاں ایک ہی وقت میں تھیں۔ اور بات بھی یہی ہے ایک تاریخ نویس جب لکھے گا تو یہی لکھے گا کہ فلاں شخص نے اتنے نکاح کئے آگے سوچنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ سب ایک ہی وقت میں کیے یا بعض ان میں پہلی بیویوں کی وفات پر کئے۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 35-36)

## امام کا آواز دینا

اللہ تعالیٰ کا نبی کسی شخص کو آواز دے اور وہ جسے بلایا گیا ہو اُس وقت نماز بھی پڑھ رہا ہو تو اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اُسی وقت نماز توڑ دے اور خدا تعالیٰ کے نبی کی خدمت میں حاضر ہو جائے کیونکہ وہ صفات الہیہ کا کامل مظہر ہوتا ہے اور اس کی آواز گویا خدا کی آواز ہوتی ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شخص کو آواز دی۔ وہ اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ اُس نے نماز توڑ دی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور خدا کا نبی اُسے بلائے تو

وہ نماز بھی توڑ سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ ایسی حالت میں آواز دی جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے بھی نماز توڑ دی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے کیا تھا کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ** (الانفال آیت 25)

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 279-278)

### امام کے سامنے اپنی آواز نیچی رکھو

دوسری بات یہ فرمائی۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ** (الحجرات: 3) اگر رسول بیٹھا ہے۔ اور کوئی بات بیان کرے تو اس کے سامنے ادب سے بات کی جائے اور اونچی آواز میں بات نہ کی جائے۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص بات کرے اور اس پر اعتراض ہو کہ اپنی بات کو واضح کیجئے تو جواب میں وہ شخص اپنی بات کو واضح کرنے اور کلام پر زور دینے کے لئے زور سے بولتا ہے۔ اور یہ صورت ایک مباحثہ کی ہو جاتی ہے۔ اس کے متعلق سکھلایا کہ اگر رسول تمہاری بات واضح کرنے کے لئے سوال کرے تو بلند آواز سے نہ بولو۔ آپ کی آواز سے تمہاری آواز نیچی رہے۔ زور اس لئے دیا جاتا ہے کہ بات مانی جائے۔ یہ طریق درست نہیں رسول اور اس کا نائب مشورہ کو مانتے بھی ہیں۔ مجھے تو اس سات سال کے عرصہ میں یاد نہیں کہ احباب نے مشورہ دیا ہو اور میں نے اس مشورہ کو رد کر دیا ہو گو ہمیں حق ہے کہ ہم رد کر دیں۔ تم اپنی تحکم کی صورت اختیار نہ کرو جس سے ظاہر ہو کہ تم حاکم اور وہ محکوم ہیں۔ بلکہ اپنی آواز ان کی آواز سے تو بہر حال اونچی نہیں ہونی چاہئے۔ اگر رسول یا اس کا نائب بات کرنے میں بلند آواز استعمال کریں تب بھی تمہیں آواز نیچی ہی رکھنی چاہئے۔ حضرت صاحب کو دیکھا ہے کہ بعض اوقات بات کرتے ہوئے اس قدر بلند آواز سے بولتے تھے کہ مدرسہ (احمدیہ) کے صحن میں آپ کی آواز سنائی دیا کرتی تھی پس اس حالت میں بھی تمہاری آواز نیچی ہی رہے۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو اَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم

کو پتہ بھی نہ لگے کتنی چھوٹی بات ہے مگر نتیجہ کتنا خطرناک ہے۔ بات یہ ہے کہ جب انسان کسی کے مقابلہ میں بلند آواز سے بولتا ہے تو اس کا ادب دل سے نکل جاتا ہے اور جب ادب نہ ہو تو محبت بھی کم ہو جاتی ہے اور محبت کے کم ہونے کے ساتھ ایمان بھی کم ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان نہ تھے۔ مگر ایمان کو آپ سے وابستہ کر دیا گیا تھا۔

(خطبات محمود جلد 7 صفحہ 324)

## مومن کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے

مؤمن درحقیقت زیادہ ترغیب کا منتظر نہیں ہوتا بلکہ اس کیلئے صرف اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اور اس اشارہ کو سمجھ کر وہ ایسے جوش سے کام کرتا ہے کہ بعض لوگوں کو دیوانگی کا شہ ہونے لگتا ہے۔ اسی لئے جتنے کامل مؤمن دنیا میں ہوئے انہیں لوگوں نے پاگل کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے میرے اُستاد ہوا کرتے تھے مولوی یار محمد صاحب ان کا نام تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے ان کے دماغ میں کچھ نقص ہو گیا تھا مگر یہ نقص اُن کا اس رنگ کا تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا محبوب اور اپنے آپ کو عاشق سمجھتے تھے اسی عشق کی وجہ سے وہ خیال کرنے لگے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پسر موعود اور مصلح موعود بنا دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ بات کرتے کرتے بعض دفعہ جوش میں اپنی رانوں کی طرف یوں ہاتھ کو لاتے جس طرح کسی کو بلایا جاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی رنگ میں جوش سے کچھ کلمات فرما رہے تھے کہ مولوی یار محمد صاحب کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جا بیٹھے بعد میں کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ تو وہ کہنے لگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں اشارہ کیا تھا اور یہ اشارہ میری طرف تھا کہ تم آگے آ جاؤ چنانچہ میں گود کر آگے آ گیا۔

یہ دیوانگی تھی مگر بعض رنگ کی دیوانگی بھی اچھی ہوتی ہے آخر ان کی یہ دیوانگی بغض کی طرف نہیں گئی بلکہ محبت کی طرف گئی پس محبت کا دیوانہ غیر اشارہ کو بھی اپنے لئے اشارہ سمجھ لیتا ہے پھر جو قوم خدا تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرنے والی ہو وہ صحیح اشارہ کو کیوں نہیں سمجھ سکتی۔ کیا ہماری جماعت کے دیوانوں کی وہ محبت جو وہ سلسلہ سے رکھتے ہیں مولوی یار محمد صاحب جتنی بھی نہیں

کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رانوں پر آہستگی سے ہاتھ مارا اور انہوں نے سمجھا کہ مجھے بلارہے ہیں۔  
(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 733، 734)

## اصل چیز محبت الہی ہے

ظاہری چیزیں کچھ نہیں ہوتیں جب تک باطن میں تبدیلی نہ پیدا کی جائے۔ مومن کے لئے کوئی چیز بھی چھوٹی نہیں ہونی چاہئے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں کسی نے عرض کیا کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگ داڑھیاں منڈواتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اصل چیز تو محبت الہی ہے جب ان لوگوں کے دلوں میں محبت الہی پیدا ہو جائے گی تب خود بخود یہ لوگ ہماری نقل کرنے لگ جائیں گے۔

(ہمارے ذمہ تمام دنیا کو فتح کرنے کا کام ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 465)

## راج اور جن

ہم نے بھی یہ قیاس کر لیا تھا کہ عارضی مکانات تھوڑے بنیں گے اور مستقل عمارت دیر سے بنیں گی لیکن ہمارا یہ اندازہ غلط نکلا۔ پھر منظوریاں دیتے وقت ہم نے یہ نہیں سمجھا کہ یہ منظوریاں ہمیں کہاں پہنچا دیں گی۔ ”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ جن اور راج دونوں ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ جس طرح بقول جہاں جن گھر سے نہیں نکلتا۔ اسی طرح راج بھی گھر سے نہیں نکلتا۔ پھر یہاں تو ہم نے صرف ایک گھر نہیں بنانا ایک شہر آباد کرنا ہے۔ یہاں تو راج جنوں کا بھی بادشاہ بن جائے گا۔

(الفضل 27 اکتوبر 1949ء جلد 3 نمبر 246 صفحہ 3)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیدار کا شوق

باہر سے آنے والے دوست جن کو یہاں آنے کا بار بار موقع نہیں ملتا یا جمعہ کے موقع پر جب کہ مقامی لوگوں میں سے ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں ہفتہ بھر ملنے کا اور کوئی موقع نہیں ملا ہوتا، مجھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کے لئے مصافحہ کی معقولیت میری سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ مصافحہ قلوب میں وابستگی اور بیوستگی پیدا کرتا ہے اور یہ معمولی چیز نہیں بلکہ احادیث سے

ثابت ہے کہ عیدین وغیرہ مواقع پر صحابہؓ خصوصیت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا کرتے مگر مجھے شبہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر نماز کے وقت مصافحہ کرنا دینی ضرورتوں میں سے کوئی ضرورت ہے۔ بعض لوگ محبت میں گداز ہوتے ہیں۔ میں ان کو الگ کرتا ہوں کیونکہ ان پر کوئی قانون جاری نہیں ہو سکتا۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں سارا سارا دن اس کھڑکی کے سامنے بیٹھے رہتے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر آیا کرتے تھے اور جب باہر آتے تو وہ آپ سے مصافحہ کرتے یا آپ کے کپڑوں کو ہی چھو لیتے۔ ایسے لوگ محبت کی وجہ سے مجبور ہوتے ہیں۔ مگر مجھے شبہ ہے کہ بعض لوگ دوسروں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہر وقت مصافحہ کرنا ضروری ہے۔

مصافحہ کا اصل وقت تو وہ ہوتا ہے جب کوئی شخص باہر جا رہا ہو یا باہر سے آیا ہو۔ یا ساتویں آٹھویں دن اس لئے مصافحہ کرے کہ تا دعاؤں میں اسے یاد رکھا جائے اور اس کا تعارف قائم رہے یا کسی بیمار نے بیماری سے شفا پائی ہو تو وہ یہ بتانے کے لئے مصافحہ کرے کہ اب وہ اچھا ہو گیا ہے یہ اور چیز ہے۔ مگر بالالتزام بغیر اس کے کہ نفس اس مقام پر پہنچا ہو، ابو کہ انسان مصافحہ کرنے پر مجبور ہو جائے دوسروں کو دیکھ کر یہ کام کرنا کوئی پسندیدہ امر نہیں۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قاضی سید امیر حسین صاحب مرحوم جو کہ میرے استاد بھی تھے بوجہ اس کے کہ وہ اہلحدیث میں سے آئے تھے بعض مسائل میں اختلاف تھا۔ ایک دفعہ یہ سوال زیر بحث تھا کہ مجلس میں کسی بڑے آدمی کے آنے پر کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ قاضی سید امیر حسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ شرک ہے اور رسول کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آخر یہ جھگڑا اتنا طول پکڑ گیا کہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت یہ سوال ایک رقعہ پر لکھا گیا اور میں رقعہ لے کر اندر گیا۔ اس وقت اگرچہ میں طالب علم تھا مگر چونکہ مذہبی باتوں سے مجھے بچپن سے ہی دلچسپی رہی ہے اس لئے میں ہی وہ رقعہ اندر لے گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب میں زبانی کہا یا تحریر کیا مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ خیال یہی آتا ہے کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ دیکھو وفات کے موقع پر کوئی ایسی حرکت کرنا جیسے دو ہتھ مارنا شریعت نے سخت ناجائز قرار دیا ہے، لیکن جہاں تک مجھے خیال ہے روایت تو صحیح یاد نہیں، آپ نے غالباً حضرت عائشہؓ کا ذکر کیا کہ

رسول کریم ﷺ کی وفات کے موقع پر انہوں نے بے اختیار اپنے سینہ پر ہاتھ مارا۔ یہ روایت لکھ کر آپؐ نے تحریر فرمایا کہ ایک چیز ہوتی ہے تکلف اور بناوٹ اور ایک چیز ہوتی ہے جذبہ بے اختیاری۔ جو امر جذبہ بے اختیاری کے ماتحت ہو اور ایسا نہ ہو کہ جو نص صریح سے ممنوع ہو بعض حالتوں میں وہ جائز ہوتا ہے اور وہاں یہ دیکھا جائے گا کہ یہ فعل کرنے والے نے کس رنگ میں کیا۔ سجدہ تو بہر حال منع ہے خواہ کسی جذبہ کے ماتحت ہو مگر بعض افعال ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بعض صورتوں میں تکلف اور بعض صورتوں میں جذبہ بے اختیاری کے ماتحت صادر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد تحریر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس لئے کھڑا ہوتا ہے کہ ایک بڑے آدمی کے آنے پر چونکہ باقی لوگ کھڑے ہیں اس لئے میں بھی کھڑا ہو جاؤں تو وہ گنہگار ہوگا۔ مگر وہ جو بے قرار ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے جیسے معشوق جب عاشق کے سامنے آئے تو وہ اس کے لئے کھڑا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، اس پر گرفت نہیں۔ قاضی سید امیر حسین صاحب مرحوم نہایت ہی مخلص احمدی تھے۔ میں نے ان سے بہت عرصہ پڑھا ہے وہ احمدیت کے متعلق اپنے اندر عشق کا جذبہ رکھتے تھے۔ مجھے یاد ہے میری خلافت کے ایام میں ایک دفعہ جب میں مسجد میں آیا تو قاضی صاحبؒ بھی بیٹھے ہوئے تھے مجھے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے میں نے کہا قاضی صاحبؒ! آپ تو کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا شرک قرار دیا کرتے تھے کہنے لگے۔ ”کی کر اں میں سمجھتا تھا کہ یہی ہاں پر دیکھو اے امی کچھ ہو جاندا ہے رہیا جاندا ای نہیں“۔ یعنی کیا کروں میں سمجھتا تو یہی ہوں لیکن آپ کو دیکھ کر ایسا جذبہ طاری ہوتا ہے کہ میں بیٹھا نہیں رہ سکتا۔ تو حالات کے مختلف ہونے اور جذبات کی بے اختیاری کی وجہ سے حکم بدلتے رہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں مصافحہ بھی اسی رنگ کی چیز ہے جب مصافحہ رسم و رواج کے ماتحت ہو یا دکھاوے کے طور پر یا اس لئے ہو کہ شاید یہ شرعی احکام میں سے ہے یا اخلاص کے اظہار کا یہ بھی کوئی ذریعہ ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن جب کوئی دیر سے ملتا ہے اور چاہتا ہے کہ بتلائے کہ میں آ گیا ہوں یا بیمار چاہتا ہے کہ میں بتاؤں مجھے صحت ہو گئی ہے۔ یا کوئی اس لئے مصافحہ کرتا ہے کہ تادعاؤں میں وہ یاد رہ سکے تو ایسے موقعوں پر مصافحہ ایک نہایت ہی مفید مقصد کو پورا کر رہا ہوتا ہے۔ مگر دوسرے اوقات میں وہ بعض دفعہ وقت کو ضائع کرنے والا بھی ہو جاتا ہے۔



## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر

اگر معمولی خوش الحانی سے یہ ریکارڈ بھرے گئے ہیں تو اجازت ہے کہ جماعت کے وہ لوگ جنہیں وسعت ہو بے شک خریدیں لیکن اگر راگ یا ڈھولک وغیرہ اور مزامیر ہیں تو پھر صدر انجن احمدیہ کو بھی چاہئے کہ پروٹیسٹ کرے اور اس کمپنی کے پاس بھی پروٹیسٹ کرے نہ صرف یہ کہ ان ریکارڈوں کو احمدی خریدیں نہیں بلکہ اس کے خلاف سخت پروٹیسٹ کریں کیونکہ ایسے رستے کھلنے سے بات کہیں سے کہیں پہنچ جائے گی..... میں امور عامہ کو ہدایت کرتا ہوں کہ اس معاملہ کی تحقیق کرے اور اگر ثابت ہو کہ یہ ریکارڈ ڈھولک اور مزامیر کے ساتھ بھرا گیا ہے تو ایسے ذرائع اختیار کرے کہ اس کا انسداد ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنی تصویر کھینچوائی لیکن ایک کارڈ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا جس پر آپ کی تصویر تھی تو آپ نے فرمایا کہ اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور جماعت کو ہدایت فرمائی کہ کوئی شخص ایسے کارڈ نہ خریدے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آئندہ کسی نے ایسا کرنے کی جرأت نہ کی۔ حالانکہ کارڈ پر تصویر چھاپنا ایسی بے حرمتی نہیں جیسی کہ ڈھولک سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظمیں گانا۔ پس امور عامہ کو چاہئے کہ تحقیقات کرے اور جماعت کے متعلق نگرانی کی جائے اگر کوئی ایسا ریکارڈ رکھے تو مجھ سے پوچھے بغیر اس کا فوراً بائیکاٹ کر دیا جائے اور مجھے صرف اطلاع دی جائے اور امور عامہ کو چاہئے کہ باہر کی جماعتوں کو بھی لکھے کہ اس کے خلاف پروٹیسٹ کریں کیونکہ یہ ایسی بے حرمتی ہے جس کی قطعاً اجازت نہیں دیں گے۔ (خطبات محمود جلد 14 صفحہ 215-214)

## آواز آرہی ہے یہ فونو گراف سے

یہ کہنا کہ سینما یا بائیسکوپ یا فونو گراف اپنی ذات میں بُرا ہے صحیح نہیں۔ فونو گراف خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سنا ہے بلکہ اس کیلئے آپ نے خود ایک نظم لکھی اور پڑھوائی اور پھر یہاں کے ہندوؤں کو بلوا کر سنائی۔ یہ وہ نظم ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔

آواز آرہی ہے یہ فونو گراف سے

ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گراف سے

پس سینما اپنی ذات میں برا نہیں بلکہ اس زمانہ میں اس کی جو صورتیں ہیں وہ

مخرب الاخلاق ہیں۔ اگر کوئی فلم کلی طور پر تبلیغی یا تعلیمی ہو اور اس میں کوئی حصہ تماشہ وغیرہ کا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ میری یہی رائے ہے کہ تماشہ تبلیغی بھی ناجائز ہے۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1939ء صفحہ 86)

### قادیان میں عید کی نماز کیلئے انتظار

رسول کریم ﷺ کی سنت تھی اور آپؐ کا یہ طریق تھا کہ اس عید کے موقع پر آپؐ نماز جلدی پڑھایا کرتے تھے اور خطبہ بھی مختصر فرماتے تھے تاکہ جن لوگوں نے قربانی کرنی ہو وہ عید نماز سے فارغ ہو کر یا اگر خطبہ سننا چاہیں تو خطبہ سن کر قربانی کر سکیں۔ ہمارے ملک میں چونکہ اسلامی عادات اور طریق کی بہت کمی ہے اس لئے عام طور پر اس عید اور اس سے پہلی عید کی نمازوں کے وقت میں زیادہ فرق نہیں کیا جاتا۔ میرا منشاء ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سنت کو جاری کیا جائے۔ لیکن اگر یکدم تغیر کیا جائے تو خطرہ ہے کہ بہت سے لوگ نماز سے محروم رہ جائیں اس لئے آہستہ آہستہ اس سنت کو جاری کیا جائے اور لوگوں کو عادت ڈالی جائے کہ اس عید کی تیاری صبح ہی سے شروع کر دیا کریں اور وقت پر نماز کے لئے پہنچ جایا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اس لئے عید کی نمازوں کے متعلق انتظار کیا جاتا تھا کہ یہاں جماعت کم تھی اور باہر سے بہت سے دوست آیا کرتے تھے۔ ان کے آنے پر عید کی نماز ہوتی تھی۔ لیکن اب حالات بدل رہے ہیں باہر سے آنے والے دوستوں کی تعداد نسبتاً کم ہوتی جا رہی ہے اور مقامی دوستوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اردگرد کے گاؤں کے لوگوں کو شامل کر کے جو عید کی نماز کے لئے قادیان میں آتے ہیں میرے نزدیک یہاں کی تعداد ڈیڑھ دو ہزار کے قریب ہو جاتی ہے۔ اور باہر سے آنے والے دوست 10-20 سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اس طرح یہاں کے اور باہر سے آنے والے دوستوں میں اس قدر فرق ہو گیا ہے کہ باہر سے آنے والوں کی خاطر ہم اس حکم سے ہمیشہ کے لئے دستبردار نہیں ہو سکتے جس کے لئے رسول کریم ﷺ کا ارشاد موجود ہے۔ باہر کے جو دوست نماز میں شامل ہو سکیں اور خدا تعالیٰ نے اس مقام کو برکت دی ہے اس لئے جس قدر بھی آسکیں آئیں۔ ان کو آئندہ یا تو شام کو ہی یا زیادہ سے زیادہ صبح سویرے یہاں پہنچ جانا چاہئے۔ بہر حال اس عید کی نماز کو سنت کے مطابق ادا کرنے کی ہمیں آہستہ آہستہ کوشش کرنی چاہئے۔

(خطبات محمود جلد 2 صفحہ 119)

## خطبہ الہامیہ

خواب کے ذریعہ نئے نئے علوم سکھائے جاتے ہیں شیطان میں نئے علوم سکھانے کی طاقت نہیں اور نہ ہی نفس کو یہ طاقت ہے کہ جو باتیں اسے معلوم ہی نہیں وہ بتادے تو جس خواب کے ذریعہ سے نئے علوم معلوم ہوں سمجھ لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نئے علوم کی تازہ مثال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آپ عربی میں عید کا خطبہ پڑھیں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم دیا جائے گا۔ آپ نے اس سے پہلے کبھی عربی میں تقریر نہ کی تھی لیکن جب تقریر کرنے کے لئے آئے اور تقریر شروع کی تو مجھے خوب یاد ہے گو میں چھوٹی عمر میں ہونے کی وجہ سے عربی نہ سمجھ سکتا تھا مگر آپؑ کی ایسی خوبصورت اور نورانی حالت بنی ہوئی تھی کہ میں اول سے آخر تک برابر تقریر سنتا رہا حالانکہ ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکتا تھا۔ تو ایسی خواب جس میں زاد علم دیا جائے وہ ضرور رحمانی ہوتی ہے۔

(حقیقۃ الرؤیا۔ انوار العلوم جلد 4 صفحہ 126 تا 127)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کو عید الاضحیٰ سے مشابہت

عربی میں اس کو عید الضحیٰ کہتے ہیں۔ عوام میں عید الاضحیٰ یعنی دوپہر کی عید مشہور ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَجَلِ الْأَضْحَىٰ وَ آخِرِ الْفِطْرِ یعنی عید الاضحیٰ کو جلدی پڑھو اور عید الفطر کو دیر سے پڑھو۔

یہ عید ہمارے سلسلہ میں خاص تعلق اور مناسبت رکھتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس عید کو ہمارے سلسلہ میں ایک خاص خصوصیت دی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کسی جمعہ یا عید کا خطبہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ مگر ایک مرتبہ اسی عید کے موقع پر الہام کے ذریعہ آپ کو حکم ہوا کہ خطبہ پڑھیں۔ چنانچہ آپ نے پڑھا اور اب وہ خطبہ الہامیہ کے نام سے چھپ کر موجود ہے۔ تو یہ عید ہمارے سلسلہ سے ایک خاص مناسبت اور تعلق رکھتی ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی مناسبت بیان فرمائی ہے جو اس طرح ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کو عید الاضحیٰ سے مشابہت بتائی ہے اور وہ مشابہت اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر میں بیان کی ہے جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔ فرماتا ہے:-

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۖ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۗ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

(خطبات محمود جلد دوم صفحہ 25)

## خطبہ الہامیہ آسانی سے یاد ہو جاتا ہے

اگر قرآن کریم کے بعد آسانی اور سہولت سے کوئی عبارت حفظ ہو سکتی ہے تو یہی تقریر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی۔ یہ حفظ کرنے کیلئے اس قدر اقرب ہے کہ وہ دن جس میں کی گئی تھی ابھی ڈوبا نہیں تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے اس کے فقرے گلیوں میں دوہراتے پھرتے تھے۔ وجہ یہ کہ ایسی مقفح اور مسجع ہے کہ بہت آسانی سے یاد ہو سکتی ہے۔

اس وقت میری عمر بارہ برس کے قریب تھی اور کئی بچے مجھ سے بھی چھوٹی عمر کے تھے مجھے یاد ہے ہمیں اس تقریر کے کئی فقرے یاد ہو گئے تھے اور تقریر کرنے کے وقت کے نقشہ کا ایسا اثر تھا کہ بغیر اس بات کے علم کے کہ سواری کا پڑھنے کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے ہم دیواروں کو گھوڑا بنا لیتے اور فقرات کو پڑھتے اور ہم سمجھتے کہ سواری سے ان فقرات کو کوئی خاص مناسبت ہے۔ تو بلحاظ اس کے کہ اس عید کو ہماری جماعت کے ساتھ یہ خاص خصوصیت ہے کہ اس پر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ایک بہت بڑا معجزہ دکھایا۔ ہمارے لئے یہ بڑی عید ہے پھر اس لحاظ سے بھی بڑی ہے۔ کہ اس کے ذریعہ قربانیوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور تمام بڑائیوں کے حاصل کرنے کے لئے نفس کی قربانی ضروری ہوتی ہے۔ اس عید پر نفس کی قربانی کی طرف اشارہ ہے اور مال کی قربانی کرائی جاتی ہے۔

(الفضل 20 ستمبر 1919ء جلد 7 نمبر 33 صفحہ 4)

## قادیان میں دو جمعے

اگر تم نے جمعہ کی مشق ہی کرنی ہے تو ہفتہ یا اتوار کے کسی دن اکٹھے ہو کر جمعہ کی مشق کر لیا کرو دین کو تمسخر بنانا جائز نہیں ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قادیان میں تو دو جمعے ہوتے رہے ہیں۔ پھر ہمیں روکا کیوں جاتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی ایک وجہ تھی اور وہ یہ کہ ان دنوں ملک میں شدید طاعون پھیلا ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق مسجد مبارک اور اس کے

اردگرد کا حلقہ زیادہ تر طاعون سے محفوظ رہا لیکن مسجد اقصیٰ کے اردگرد چونکہ کثرت سے ہندو رہتے تھے ان میں طاعون پھوٹی اور ان میں سے اکثر ہلاک ہو گئے اور چونکہ مسئلہ یہ ہے کہ جہاں طاعون پھیلی ہوئی ہو وہاں کے لوگ دوسرے علاقوں میں نہ جائیں اور دوسرے علاقوں کے لوگ طاعون زدہ علاقہ میں نہ آئیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مسجد مبارک میں الگ جمعہ ہوتا رہا اور مسجد اقصیٰ میں الگ۔ مسجد اقصیٰ میں وہ لوگ جو اس مسجد کے اردگرد رہتے تھے اور وہ لوگ جن کے علاقہ میں طاعون پھیلی ہوئی تھی اکٹھے ہو جاتے تھے اور مسجد مبارک میں وہ لوگ جمع ہو جاتے جو طاعون سے محفوظ تھے۔ پس یہ شریعت کا حکم تھا جس کے ماتحت دو جمعے ہوتے تھے کسی بندے نے یہ حکم نہیں بنایا تھا لیکن رتن باغ میں جمعہ کی نماز الگ پڑھنا بندوں کی خالص اپنی ایجاد ہے۔ (خطبات محمود جلد دوم صفحہ 327-328)

### فقہی مسائل کا حل

بے شک ایک دوسرے سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اختلاف رائے کے معنی غلطی نہیں ہوتے میں سمجھتا ہوں اور تو اور اگر رسول کریم ﷺ کا زمانہ ہوتا اور کسی بات میں مشورہ طلب کیا جاتا تو بیسیوں دفعہ اختلاف ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہم نے دیکھا ہے آپ کوئی مشورہ دیتے تو بعض اوقات اس سے بعض کو اختلاف ہوتا مگر اس کے یہ معنی نہیں تھے کہ آپ غلطی کرتے تھے مگر بسا اوقات ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی رائے چھوڑ دیتے اور دوسروں کی قبول کر لیتے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مسئلہ کے متعلق آپ نے فرمایا مجھے قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے اس پر مولوی محمد احسن صاحب نے تو کہا ہاں حضور یہی درست ہے اور یہی قرآن سے ثابت ہے لیکن حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے فقہاء نے ایسا نہیں لکھا اس پر آپ نے فرمایا اچھا میں لوگوں کو ابتلاء میں نہیں ڈالنا چاہتا جس طرح پہلے فقہاء نے لکھا ہے اسی طرح سمجھا جائے۔ گواہ بھی مجھے خیال آتا ہے کہ اگر تحقیقات کریں تو ممکن ہے اس مسئلہ میں بھی پہلے فقہاء میں اختلاف نکل آئے۔ تو اختلاف رائے کے یہ معنی نہیں کہ دوسرے کی بات کو غلط قرار دیا جائے۔ اختلاف رائے طبعی بات ہے اور اسے نقص قرار دینا اور غلطی سمجھنا بہت بڑا نقص ہے۔

## آمین بالجہر و رفع یدین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ان جھگڑوں کو ایسا مٹایا ہے کہ اب کسی احمدی کے دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ آمین بالجہر کہنی چاہئے یا آمین بالسِّر، ہاتھ اوپر باندھنے چاہئیں یا نیچے، رفع یدین کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے۔ آپ نے ایک اصول لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ بھی ٹھیک ہے اور وہ بھی ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دفعہ کسی نے ان مسائل کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے انبیاء حکمت سے کلام کیا کرتے ہیں۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی طبائع میں جوش ہوتا ہے۔ ان کا جوش جب تک نکلتا نہ رہے ان میں استقلال پیدا نہیں ہو سکتا اور کئی لوگ خاموش طبیعت ہوتے ہیں وہ اگر اظہار جذبات کرنے لگ جائیں تو ان کا جوش مدہم پڑ جاتا ہے۔ اس لئے دونوں قسم کی طبائع کو مد نظر رکھ کر رسول کریم ﷺ نے دو مختلف احکام دے دیئے۔ وہ لوگ جو اپنی طبیعت میں جوش رکھتے ہیں وہ آمین بالجہر کہہ لیا کریں اور جو خاموش طبیعت ہیں ان کے لئے شریعت نے دل میں ہی آمین کہہ لینے کا دروازہ کھول دیا۔ اسی طرح بعض لوگ حرکات سے اظہار عقیدت میں زیادہ لذت محسوس کرتے ہیں ان کے لئے شریعت نے دفع یدین کا حکم رکھ دیا مگر بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جنہیں حرکات کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ سکون کی ضرورت ہوتی ہے ان کے لئے شریعت نے دفع یدین کی صورت کو اڑا دیا۔ اسی طرح ہاتھ باندھنا ہے کوئی شخص سپاہیانہ طبیعت رکھنے والا ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ہاتھ اونچے باندھے۔ اس کے لئے شریعت نے نماز میں ہاتھ اونچے باندھنے کا مسئلہ رکھ دیا اور کوئی ایسا ہوتا ہے جو بڑھا اور بیمار ہوتا ہے اس کے ہاتھ اوپر اٹھتے ہی نہیں اور خود بخود نیچے ڈھلک جاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے شریعت نے یہ آسانی رکھ دی کہ وہ نیچے ہاتھ باندھ لیا کریں۔ غرض رسول کریم ﷺ نے دونوں طبائع کا خیال رکھ لیا اور ہر ایک کے حسب حال حکم دے دیا۔ مجھے ایک دفعہ ان معنوں کا بڑا لطف آیا۔ میں بیمار تھا اور نماز پڑھ رہا تھا کہ یکدم مجھے محسوس ہوا کہ ضعف کی وجہ سے میں نے ہاتھ نیچے باندھے ہوئے ہیں۔ اُس وقت مجھے خیال آیا کہ شریعت کی یہ اجازت دراصل اسی لئے ہے کہ ہر طبیعت کا آدمی فائدہ اٹھا سکے۔ ایک بیمار آدمی جو ہاتھ اوپر باندھ ہی نہیں سکتا اس سے شریعت یہ کس طرح مطالبہ کر سکتی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ ضرور اوپر باندھے۔ پس بیمار اور کمزور یا سکون رکھنے والی طبیعت کے انسان

کے لئے ہاتھ نیچے باندھنے کی رسول کریم ﷺ نے اجازت دے دی مگر جو ہمت والا اور قوی اور تندرست ہے اور سپاہیانہ روح اپنے اندر رکھتا ہے اس کے لئے ہاتھ اوپر باندھنے کا حکم دے دیا۔ اس طرح ایک ہی کلمہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام جھگڑے طے کر دیئے اور ان نادانوں کو جو رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث کو ضعیف اور دوسری کو قوی قرار دیتے تھے بتا دیا کہ دونوں حدیثیں ہی قوی ہیں البتہ تم ان کا مفہوم سمجھنے میں ضعیف ہو۔ غرض رسول کریم ﷺ کے کلام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے فائدے کے لیے ہیں، ہر زمانہ کے لئے ہیں اور ہر حالت کے لیے ہیں اور ان میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔ ان حکمتوں کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی لوگ ان بحثوں میں پڑ جاتے ہیں کہ فلاں حدیث ضعیف ہے اور فلاں قوی۔ حدیثوں میں سے بعض ضعیف بھی ہوتی ہیں مگر وہی حدیثیں ضعیف ہوتی ہیں جو اصول دین یا اصول اخلاق کے خلاف ہوں۔

(خطبات محمود جلد 22 صفحہ 122 تا 124)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعویذ دینا

ایک سوال پیش کیا گیا کہ جماعت میں ایسے لوگ ہیں جو تعویذ اور ٹونے کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے میرے نزدیک یہ نہایت ہی کمزوری ایمان کی علامت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ایک تعویذ دیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ دیا تھا مگر وہ واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ نور الدین صاحبؒ جموں والے کے ہاں کوئی لڑکا نہ تھا انہوں نے مجھے کہا کہ میں حضرت صاحب سے ان کو تعویذ لے دوں۔ میری اس وقت بہت چھوٹی عمر تھی میں حضرت صاحب کے پیچھے پڑ گیا آپ نے دعا لکھ کر دی جو میں نے خلیفہ صاحب کو دے دی وہ دعا قبول ہو گئی اور خلیفہ صاحب کو خدا تعالیٰ نے زینہ اولاد دی دراصل وہ دعا جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھی اسی وقت قبول ہو چکی تھی۔ آگے اس تعویذ کو باندھنا خلیفہ صاحب کا کام تھا اس کا دعا کی قبولیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پس لوگوں کا یہ خیال کرنا کہ اگر دعا کو لکھ لیا جائے اور لڑکا دیا جائے تب وہ قبول ہوتی ہے بیہودہ وہم پیدا کرتا اور ذکر الہی کرنے کی جڑ کاٹتا ہے۔

(بعض اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 606)

## لوگوں کو خوش کرنے کے لئے کام نہیں کرنا چاہئے

مولوی غلام علی صاحب ایک کٹر وہابی ہوا کرتے تھے۔ وہابیوں کا یہ فتویٰ تھا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے۔ لیکن حنفیوں کے نزدیک ہندوستان میں جمعہ کی نماز جائز نہیں تھی کیونکہ وہ کہتے تھے کہ جمعہ پڑھنا تب جائز ہو سکتا ہے جب مسلمان سلطان ہو۔ جمعہ پڑھانے والا مسلمان قاضی ہو اور جہاں جمعہ پڑھا جائے وہ شہر ہو، ہندوستان میں انگریزی حکومت کی وجہ سے چونکہ وہ نہ مسلمان سلطان رہا تھا۔ نہ قاضی اس لئے وہ جمعہ کی نماز پڑھنا جائزہ نہیں سمجھتے تھے ادھر چونکہ قرآن کریم میں وہ یہ لکھا ہوا پاتے تھے کہ جب تمہیں جمعہ کے لئے بلایا جائے تو فوراً تمام کام چھوڑتے ہوئے جمعہ کی نماز کے لئے چل پڑو۔ اس لئے ان کے دلوں کو اطمینان نہ تھا۔ ایک طرف ان کا جی چاہتا تھا کہ وہ جمعہ پڑھیں اور دوسری طرف وہ ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی حنفی مولوی ہمارے خلاف فتویٰ نہ دے دیں۔ اس مشکل کی وجہ سے ان کا یہ دستور تھا کہ جمعہ کے روز گاؤں میں پہلے جمعہ پڑھتے اور پھر ظہر کی نماز ادا کر لیتے اور وہ خیال کرتے کہ اگر جمعہ والا مسئلہ درست ہے تب بھی ہم بچ گئے اگر ظہر پڑھنے والا مسئلہ صحیح ہے تب بھی ہم بچ گئے۔ اسی لئے وہ ظہر کا نام ظہر کی بجائے ”احتیاطی“ رکھا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ خدا نے اگر ہمارے جمعہ کی نماز کو الگ پھینک دیا تو ہم ظہر کو اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیں گے اور اگر اس نے ظہر کو رد کر دیا تو ہم جمعہ اس کے سامنے پیش کر دیں گے اور اگر کوئی ”احتیاطی“ نہ پڑھتا تو سمجھا جاتا کہ وہ وہابی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہم مولوی غلام علی صاحب کے ساتھ گورداسپور گئے۔ راستہ میں جمعہ کا وقت آ گیا۔ ہم نماز پڑھنے کے لئے ایک مسجد میں چلے گئے آپ کا عام طریق وہابیوں سے ملتا جلتا تھا کیونکہ وہابی حدیثوں کے مطابق عمل کرنا اپنے لئے ضروری جانتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا ہی انسان کی نجات کے لئے ضروری ہے۔ غرض آپ بھی مولوی غلام علی صاحب کے ساتھ گئے اور جمعہ کی نماز پڑھی۔ جب مولوی غلام علی صاحب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے چار رکعت ظہر کی نماز پڑھ لی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب یہ جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعتیں کیسی ہیں۔ وہ کہنے لگے۔ یہ ”احتیاطی“ ہے۔ میں نے کہا۔ مولوی صاحب! آپ تو وہابی ہیں اور عقیدۂ اس کے مخالف ہیں۔ پھر ”احتیاطی“ کے کیا معنی ہوئے؟ وہ کہنے لگے یہ احتیاطی ان معنوں میں نہیں کہ خدا کے سامنے ہمارا جمعہ قبول



ہوتا ہے یا ظہر۔ بلکہ یہ ان معنوں میں ہے کہ لوگ مخالفت نہ کریں۔ تو کئی لوگ اس طرح بھی کام کر لیتے ہیں جیسے مولوی غلام علی صاحب نے کیا کہ اپنے دل میں تو وہ اس بات پر خوش رہے کہ انہوں نے جمعہ پڑھا ہے اور ادھر لوگوں کو خوش کرنے کے لئے چار رکعت ظہر کی نماز بھی پڑھ لی۔  
(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 382-383)

### پردہ کا مسئلہ

إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (النور: 32) کے یہ معنی ہیں کہ وہ حصہ جو آپ ہی آپ ظاہر ہو اور جسے کسی مجبوری کی وجہ سے چھپایا نہ جاسکے۔ خواہ وہ مجبوری بناوٹ کے لحاظ سے ہو۔ جیسے قد کہ یہ بھی ایک زینت ہے مگر اس کو چھپانا ناممکن ہے اس لئے اس کو ظاہر کرنے سے شریعت نہیں روکتی۔ یا بیماری کے لحاظ سے ہو کہ کوئی حصہ جسم علاج کے لئے ڈاکٹر کو دکھانا پڑے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ ہو سکتا ہے ڈاکٹر کسی عورت کے متعلق تجویز کرے کہ وہ منہ نہ ڈھانپے اگر ڈھانپنے کی تو اس کی صحت خراب ہو جائے گی اور ادھر ادھر چلنے پھرنے کے لئے کہے۔ تو ایسی صورت میں اگر وہ عورت منہ ننگا کر کے چلتی ہے تو بھی جائز ہے بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر کوئی عورت حاملہ ہو اور کوئی اچھی دایہ میسر نہ ہو اور ڈاکٹر یہ کہے کہ اگر یہ کسی قابل ڈاکٹر سے اپنا بچہ نہیں جنوائے گی تو اس کی جان خطرہ میں ہے تو ایسی صورت میں اگر وہ کسی مرد سے بچہ جنوائے تو یہ بھی جائز ہوگا۔ بلکہ اگر کوئی عورت مرد ڈاکٹر سے بچہ نہ جنوائے اور مر جائے تو خدا تعالیٰ کے حضور وہ ایسی ہی گنہگار سمجھی جائے گی جیسے اس نے خودکشی کی ہے۔ پھر یہ مجبوری کام کے لحاظ سے بھی ہو سکتی ہے جیسے زمیندار گھرانوں کی عورتوں کی میں نے مثال دی ہے کہ ان کے گزارے ہی نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ کاروبار میں اپنے مردوں کی امداد نہ کریں۔ یہ تمام چیزیں إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں ہی شامل ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 299)

### بعض الہامات حدیث النفس ہوتے ہیں

بعض دفعہ اس قسم کے الہامات حدیث النفس بھی ہوتے ہیں اور شیطانی بھی ہوتے ہیں چنانچہ ایک ایسا ہی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت یہاں آیا اور کہنے لگا مجھے خدا کہتا ہے کہ تو محمدؐ ہے تو ابراہیمؑ ہے تو موسیٰؑ ہے تو عیسیٰؑ ہے اور مجھے خدا عرش پر اپنی جگہ پر بٹھاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہا کیا جب تمہیں محمدؐ کہا جاتا ہے تو آنحضرت ﷺ کے اعلام اور صفات بھی تم میں آجاتے ہیں اور پھر جب تمہیں عرش پر بٹھایا جاتا ہے تو علم غیب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ کہنے لگا ہوتا تو کچھ بھی نہیں یونہی آواز آتی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا تو یہ شیطان ہے جو تم سے ہنسی اور ٹھٹھا کر رہا ہے ورنہ اگر خدا کی طرف سے واقعہ میں تمہیں مخاطب کیا جائے تو پھر یہ باتیں کیوں حاصل نہ ہوں۔ (حقیقۃ الرؤیا، انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 180)

### حضرت خلیفہ رشید الدین صاحبؒ کی مالی قربانیاں

اس دفعہ ہمارے سلسلہ میں سے چند دوست ہم سے جدا ہو گئے جن کے ساتھ بعض خصوصیات وابستہ تھیں۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے زمانہ میں قبول کیا جبکہ چاروں طرف مخالفت زوروں پر تھی اور پھر طالب علمی کے زمانہ میں قبول کیا اور مولویوں کے گھر انہ میں قبول کیا۔ آپؒ کا ایسے خاندان کے ساتھ تعلق تھا کہ جس کا یہ فرض سمجھا جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ سے دُنیا کو روکیں۔ اور اُس وقت ساری دُنیا آپؒ کی مخالفت پر نئی ہوئی تھی۔ پس ان کا ایسے حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنا اُن کی بہت بڑی سعادت پر دلالت کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب پر مخالفت کا زمانہ ہی نہیں آیا۔ جب انہوں نے ایک دوست سے حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ سنا تو آپؒ نے سنتے ہی فرمایا کہ اتنے بڑے دعویٰ کا شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا اور آپؒ نے بہت جلد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی۔ حضرت صاحبؒ نے اُن کا نام اپنے بارہ حواریوں میں لکھا ہے اور ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحب نے ان کو تحریری سند دی کہ آپؒ نے سلسلہ کے لئے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپؒ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپؒ پر مقدمہ گورڈ اسپور میں ہو رہا تھا اور اس میں روپیہ کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں میں تحریک بھیجی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ لنگر خانہ دو جگہ پر ہو گیا ہے ایک قادیان میں اور ایک یہاں گورڈ اسپور میں۔ اس کے علاوہ اور مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے لہذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔ جب حضرت صاحبؒ کی تحریک ڈاکٹر صاحبؒ تک پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ قریباً 450 روپے ملی تھی وہ ساری کی ساری تنخواہ اُسی وقت حضرت صاحب کی

خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ گھر کی ضرورت کے لیے رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیح لکھتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر اور کس کے لئے رکھ سکتا ہوں۔ غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لیے قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہیں کہنا پڑا کہ اب آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔

ایک دفعہ میری صحت کمزور ہو گئی تو میں گورداسپور چلا گیا۔ حضرت صاحب کو خیال آیا شاید بیوی کے آنے پر میری صحت ٹھیک ہو جائے تو آپ نے ڈاکٹر صاحب کو لاہور لکھ بھیجا کہ محمود احمد کی صحت اچھی نہیں اس لئے آپ اپنی لڑکی یہاں بھیج دیں۔ ڈاکٹر صاحب میڈیکل کالج لاہور میں پروفیسر تھے اور پرنسپل آپ سے کچھ شاکی رہتا تھا۔ ان کو خیال تھا کہ پرنسپل چھٹی تو دے گا نہیں اس لئے میں استعفیٰ دے دوں گا۔ اس خیال سے آپ استعفیٰ دینا چاہتے تھے کہ آپ کو دوست نے اس سے روکا اور کہا کہ چھٹی کیوں نہیں لیتے۔ انہوں نے کہا حضرت صاحب نے مجھے یہ لکھا ہے اب میں کسی طرح رُک نہیں سکتا اور میں جلدی قادیان پہنچنا چاہتا ہوں۔ اگر پرنسپل نے چھٹی دے دی تو خیر ورنہ اُسی وقت استعفیٰ دے دوں گا تا میرے جانے میں دیر نہ لگے۔

پھر قادیان کی رہائش باوجود مشکلات کے اختیار کی۔ میں نے اس خیال سے قادیان کی رہائش سے ان کو روکا تھا کہ وہ یہاں گزارہ نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے تکلیف سے ہی گزارہ کیا۔ (تقاریر جلسہ سالانہ 1926، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 402 تا 403)

### حلال اور طیب کے باوجود بعض جانور نہ کھانے چاہئیں

بہترین غذا طیب سے اتر کر حلال ہے۔ اس کے بعد اور اشیاء ہیں وہ ممنوع ہیں۔ ان کا کھانا درست نہیں۔ مثلاً ڈاکٹر ہیضہ کے دنوں میں کھیرے کا کھانا منع کر دے تو گو کھیرا عام دنوں میں حلال اور طیب ہے مگر ان دنوں میں حلال تو رہے گا طیب نہ رہے گا۔ جو چیزیں حرام کے بعد ہیں یعنی ممنوع ہیں ان کے متعلق بھی ہم کہیں گے کہ ان کا کھانا درست نہیں۔ یعنی ان کے کھانے سے انسان نقصان اٹھائے گا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف جانور مختلف کاموں کے لئے پیدا کئے ہیں کوئی خوبصورتی کے لئے کہ دیکھنے میں خوبصورت معلوم ہوتا ہے، کوئی آواز کے لئے کہ اس کی آواز بہت عمدہ ہے، کوئی کھانے کے لئے کہ اس کا گوشت اچھا ہے، کوئی دوائی کے

لئے کہ اس کے گوشت میں کسی مرض سے صحت دینے کی طاقت ہے، صرف جانور اور حلال دیکھ کر اسے نہیں کھانا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک جانور کا گوشت صحت کے لئے مضر نہ ہو مگر وہ مثلاً بعض فصلوں یا انسانوں میں بیماری پیدا کرنے والے کیڑوں کو کھاتا ہو تو گوشت کے لحاظ سے اس کا گوشت حلال بھی ہوگا اور طیب بھی مگر پھر بھی بنی نوع انسان کا عام فائدہ دیکھتے ہوئے اس کا گوشت طیب نہ رہے گا کیونکہ اس کے کھانے کی وجہ سے انسان بعض اور فوائد سے محروم رہ جائیں گے۔

مجھے بچپن ہی میں یہ سبق سکھایا گیا تھا۔ میں بچپن میں ایک دفعہ ایک طوطا شکار کر کے لایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھ کر کہا محمود! اس کا گوشت حرام تو نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کھانے کے لئے ہی پیدا نہیں کیا بعض خوبصورت جانور دیکھنے کے لیے ہیں کہ انہیں دیکھ کر آنکھیں راحت پائیں۔ بعض جانوروں کو عمدہ آواز دی ہے کہ ان کی آواز سن کر کان لذت حاصل کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہر حس کے لئے نعمتیں پیدا کی ہیں وہ سب کی سب چھین کر زبان ہی کو نہ دے دینی چاہئیں۔ دیکھو یہ طوطا کیسا خوبصورت جانور ہے۔ درخت پر بیٹھا ہو ادیکھنے والوں کو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہوگا۔ غرض طیب کے لئے جہاں صحت کے لحاظ سے اچھا ہونا شرط ہے وہاں اس کے کھانے میں یہ بھی شرط ہے کہ اس چیز کے کھانے سے انسان کے دوسرے حواس یا دوسرے بنی نوع انسان یا دوسری مخلوق کا حق نہ مارا جائے۔ بلکہ دوسروں کے جذبات کو مد نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ (تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 263)

### مہمان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بادشاہ کی جوہلی پر چراغاں کیا۔ مگر بادشاہ کی جوہلی پر تو میں بھی کرنے کو تیار ہوں۔ سوال تو یہ ہے کہ کیا خلافت جوہلی پر بھی ایسا کرنا جائز ہے؟ ہمیں کئی ہندو ملتے ہیں اور ہاتھ سے سلام کرتے ہیں اور جواب میں ہم بھی اس طرح کر دیتے ہیں مگر مسلمان کو تو اس طرح نہیں کرتے بلکہ اسے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتے ہیں تو جن چیزوں کی حرمت ذاتی نہیں بلکہ نسبتی ہے بلکہ حرمت ہے ہی نہیں صرف کراہت ہے اسے ہم اپنے لئے تو اختیار نہیں کر سکتے ہاں دوسرے کے لیے کرنے کو تیار ہیں۔ جب ترکی سفیر حسین کامی یہاں آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خاص آدمی بھیج کر لاہور سے اس کے

لئے سگریٹ اور سگار منگوائے کیونکہ قرآن کریم میں تمباکو کا ذکر نہیں آتا صرف قیاس سے اس کی کراہت ثابت کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اس سے کراہت کرتے تھے مگر مہمان کے لئے لاہور سے منگوائے۔

(الفضل مورخہ 14 دسمبر 1939ء جلد 27 نمبر 286 صفحہ 4)

### مومنوں کے لئے حلال و طیب کھانا

بانی سلسلہ احمدیہؑ بھی چونکہ نبوت کے مدعی تھے اس لئے آپؑ پر بھی کھانوں کے متعلق اعتراض کیا گیا۔ آپؑ بعض امراض کی وجہ سے مشک اور عنبر اور بادام روغن وغیرہ کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ بات اُن لوگوں کو عجیب معلوم ہوتی تھی جو ان چیزوں کا استعمال روحانیت کے منافی سمجھا کرتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ایک دفعہ درس دے کر مسجد اقصیٰ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں ایک ہندو جو ریٹائرڈ ڈپٹی تھا اور جس کا مکان بعد میں صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کے لئے خرید لیا گیا تھا۔ بڑے ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ مولوی صاحب میں نے ایک بات پوچھنی ہے آپؑ خفا تو نہیں ہوں گے۔ آپؑ نے فرمایا۔ مجھے خفا ہونے کی کیا ضرورت ہے آپ شوق سے دریافت فرمائیں۔ وہ کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ مرزا صاحب مشک اور عنبر اور بادام روغن اور پلاؤ وغیرہ بھی کھا لیتے ہیں۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ آپؑ نے فرمایا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ وہ یہ غیر متوقع جواب سن کر سخت حیران ہوا اور کہنے لگا۔ کیا فقیروں کے لئے بھی یہ چیزیں جائز ہیں؟ آپؑ نے فرمایا۔ ہاں ہمارے مذہب میں فقراء کے لئے بھی پاک چیزیں کھانے کا حکم ہے۔ اس جواب سے وہ سخت حیران ہوا اور اچھا کہہ کر چلا گیا۔ یہ تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جو تہذیب اور شرافت سے بات کرنے کے عادی تھے۔ ہمارے ایک دوست جو تیز زبان تھے اور امرتسر کے رہنے والے تھے اُن کو کوئی ہندو مجسٹریٹ مل گیا اور کہنے لگا۔ کیا ہے تمہارا مرزا! تم کہتے ہو وہ خدا کا ما مور ہے اور یہ ہے اور وہ ہے ہم نے تو سنا ہے کہ وہ بادام اور پستہ اور مرغ سب چیزیں کھا لیتا ہے۔ وہ کہنے لگے۔ آپ مرزا صاحب کو چڑانے کے لئے پاخانہ کھایا کریں مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 450)

## حق مہر ادا کرنا چاہئے

حکیم فضل دین صاحبؒ جو ہمارے سلسلہ میں سابقون الاولون میں سے ہوئے ہیں۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مہر شرعی حکم ہے اور ضرور عورتوں کو دینا چاہئے۔ اس پر حکیم صاحب نے کہا میری بیویوں نے مجھے معاف کر دیا ہوا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ کیا آپؒ نے ان کے ہاتھ میں رکھ کر معاف کرایا تھا۔ کہنے لگے نہیں حضور پوئٹی کہا تھا اور انہوں نے معاف کر دیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا پہلے آپؒ ان کی جھولی میں ڈالیں پھر اس سے معاف کرائیں (یہ بھی ادنیٰ درجہ ہے اصل بات یہی ہے کہ مال عورت کے پاس کم از کم ایک سال رہنا چاہیئے اور پھر اس عرصہ کے بعد اگر وہ معاف کرے تو درست ہے) ان کی بیویوں کا مہر پانچ پانچ سو روپیہ تھا حکیم صاحبؒ نے کہیں سے قرض لے کر پانچ پانچ سو روپیہ ان کو دے دیا اور کہنے لگے تمہیں یاد ہے تم نے اپنا مہر مجھے معاف کیا ہوا ہے۔ سواب مجھے یہ واپس دیدو۔ اس پر انہوں نے کہا اس وقت ہمیں کیا معلوم تھا کہ آپؒ نے دے دینا ہے اس وجہ سے کہہ دیا تھا کہ معاف کیا اب ہم نہیں دیں گی۔ حکیم صاحبؒ نے آ کر یہ واقعہ حضرت صاحب کو سنایا کہ میں نے اس خیال سے کہ روپیہ مجھے واپس مل جائے گا ایک ہزار روپیہ قرض لے کر مہر دیا تھا مگر روپیہ لے کر انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت صاحبؒ یہ سن کر بہت ہنسے اور فرمانے لگے درست بات یہی ہے کہ پہلے عورت کو مہر ادا کیا جائے اور کچھ عرصہ کے بعد اگر وہ معاف کرنا چاہے تو کر دے ورنہ دیئے بغیر معاف کرانے کی صورت میں تو ”مفت کرم داشتن“ والی بات ہوتی ہے۔ عورت سمجھتی ہے نہ انہوں نے مہر دیا اور نہ دیں گے چلو یہ کہتے جو ہیں معاف ہی کر دو۔ مفت کا احسان ہی ہے نا۔ تو جب عورت کو مہر مل جائے پھر اگر وہ خوشی سے دے تو درست ہے ورنہ دس لاکھ روپیہ بھی اگر اس کا مہر ہو۔ مگر اس کو ملا نہیں تو وہ دے دے گی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ میں نے جیب سے نکال کے تو کچھ دینا نہیں صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ پس عورتوں سے معاف کرانے سے پہلے ان کو مہر دیا جانا ضروری ہے اور اگر یہ مہر ایسے وقت میں دیا جاتا ہے۔ جب ان کو اپنی ضروریات کی خبر نہیں یا جب کہ والدین ان سے لینا چاہتے ہیں۔ تو یہ ناجائز ہے اور بردہ فروشی ہے جو کسی طرح درست نہیں ہو سکتی۔ اگر بردہ فروشی کی صورت نہ بھی ہو تو بھی ناجائز ہے کہ ایسا فعل کیا جائے جس سے عورت کو نقصان پہنچے ایسا سودا دھوکہ ہے ناجائز ہے۔ (خطبات محمود جلد 9 صفحہ 217)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کی بہت دلجوئی کرتے تھے

رسول کریم ﷺ اپنی بیویوں کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اور اتنی توجہ سے ادا کرتے تھے کہ ہر بیوی سمجھتی تھی کہ سب سے زیادہ میں ہی آپ کی توجہ کے نیچے ہوں۔ پھر بیوی بھی ایک نہیں آپ کی نو بیویاں تھیں اور نو بیویوں کے ہوتے ہوئے ایک بیوی بھی یہ خیال نہیں کرتی تھی کہ میری طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ چنانچہ عصر کی نماز کے بعد رسول کریم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ساری بیویوں کے گھروں میں ایک چکر لگاتے اور ان سے ان کی ضرورتیں دریافت فرماتے۔ پھر بعض دفعہ خانگی کاموں میں آپ ان کی مدد بھی فرمادیتے اس کام کے علاوہ جو میں نے بیان کیے ہیں اور بھی بیسیوں کام ہیں جو رسول کریم ﷺ سرانجام دیتے تھے۔ پس آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو فارغ ہو مگر آپ بھی اسی ملیر یا والے ملک کے رہنے والے تھے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہم دیکھتے ہیں جو آپ کے ظن تھے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کام کی یہ حالت ہوتی کہ ہم جب سوتے تو آپ کو کام کرتے دیکھتے اور جب آنکھ کھلتی تب بھی آپ کو کام کرتے دیکھتے اور باوجود اتنی محنت اور مشقت برداشت کرنے کے جو دوست آپ کی کتابوں کے پروف پڑھنے میں شامل ہوتے آپ ان کے کام کی اس قدر، قدر فرماتے کہ اگر عشاء کے وقت بھی کوئی آواز دیتا کہ حضور میں پروف لے آیا ہوں تو آپ چارپائی سے اٹھ کر دروازہ تک جاتے ہوئے راستہ میں کئی دفعہ فرماتے جَزَاكَ اللهُ۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ حالانکہ وہ کام اس کام کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوتا تھا جو آپ خود کرتے تھے۔ غرض اس قدر کام کرنے کی عادت ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں دیکھی ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیں حیرت آتی۔ بیماری کی وجہ سے بعض دفعہ آپ کو ٹھلنا پڑتا مگر اس حالت میں بھی آپ کام کرتے جاتے۔ سیر کیلئے تشریف لے جاتے تو راستہ میں بھی مسائل کا ذکر کرتے اور سوالات کے جوابات دیتے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس ملیر یا زدہ علاقہ کے تھے بلکہ حق یہ ہے کہ دنیا میں جتنے عظیم الشان کام کرنے والے انسان ہوئے ہیں وہ سب اسی ملیر یا والے ملک میں ہوئے ہیں کیونکہ اکثر معروف انبیاء ایشیاء میں ہوئے ہیں۔

## روزہ کب فرض ہوتا ہے

یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے لیکن بلوغت کے قریب انہیں کچھ روزے رکھنے کی مشق ضرور کرانی چاہئے۔ مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں دی تھی لیکن بعض بے وقوف چھ سات سال کے بچوں سے روزے رکھواتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس کا ثواب ہوگا۔ یہ ثواب کا کام نہیں بلکہ ظلم ہے کیونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے۔ ہاں ایک عمر وہ ہوتی ہے کہ بلوغت کے دن قریب ہوتے ہیں اور روزہ فرض ہونے والا ہی ہوتا ہے اُس وقت اُن کو روزہ کی ضرور مشق کرانی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت اور سنت کو اگر دیکھا جائے تو بارہ تیرہ سال کے قریب کچھ کچھ مشق کرانی چاہئے اور ہر سال چند روزے رکھوانے چاہئیں یہاں تک کہ اٹھارہ سال کی عمر ہو جائے جو میرے نزدیک روزہ کی بلوغت کی عمر ہے۔ مجھے پہلے سال صرف ایک روزہ رکھنے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت دی تھی۔ اس عمر میں تو صرف شوق ہوتا ہے۔ اس شوق کی وجہ سے بچے زیادہ روزے رکھنا چاہتے ہیں مگر یہ ماں باپ کا کام ہے کہ انہیں روکیں۔ پھر ایک عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں چاہئے کہ بچوں کو جرأت دلائیں کہ وہ کچھ روزے ضرور رکھیں اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھتے رہیں کہ وہ زیادہ نہ رکھیں اور دیکھنے والوں کو بھی اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے کہ یہ سارے روزے کیوں نہیں رکھتا کیونکہ اگر بچہ اس عمر میں سارے روزے رکھے گا تو آئندہ نہیں رکھ سکے گا۔ اسی طرح بعض بچے خلقی لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ اپنے بچوں کو میرے پاس ملاقات کے لئے لاتے ہیں تو بتاتے ہیں کہ اس کی عمر پندرہ (15) سال ہے حالانکہ وہ دیکھنے میں سات آٹھ سال کے معلوم ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ایسے بچے روزہ کے لئے شاید اکیس سال کی عمر میں بالغ ہوں۔ اس کے مقابلہ میں ایک مضبوط بچہ غالباً پندرہ سال کی عمر میں ہی اٹھارہ سال کے برابر ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ میرے ان الفاظ ہی کو پکڑ کر بیٹھ جائے کہ روزہ کی بلوغت کی عمر اٹھارہ سال ہے تو نہ وہ مجھ پر ظلم کرے گا اور نہ خدا تعالیٰ پر بلکہ اپنی جان پر آپ ظلم کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹی عمر کا بچہ پورے روزے نہ رکھے اور لوگ اس پر طعن کریں تو وہ اپنی جان پر ظلم کریں گے۔ بہر حال ان باتوں میں بہت احتیاط کی



ضرورت ہوتی ہے جہاں شریعت روکتی ہے وہاں رک جانا چاہیے اور جہاں حکم دیتی ہے وہاں عمل کرنا چاہیے۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 385)

### مصائب کا زمانہ روحانی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے

مصائب کا زمانہ روحانی ترقی کے لیے ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ اگر کسی وقت باہر سے مصائب نہ آئیں تو مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے اندرونی طور پر مصائب تلاش کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان ضرور لیتا ہے مگر جب بندہ خود اپنے آپ کو امتحانات میں ڈالے رکھے تو اللہ تعالیٰ کسی اور امتحان میں اسے نہیں ڈالتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا یا گرمیوں میں روزے رکھنا یہ بھی ایک ابتلا ہے اور انسان ان کاموں میں حصہ لینے سے تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن جب کوئی انسان خوشی سے اپنے اوپر مختلف ابتلاء وارد کر لے، گرمیوں میں روزے رکھنے پڑیں تو وہ روزے رکھنے کے لیے تیار ہو جائے، سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا پڑے تو وضو کرنے کے لیے تیار ہو جائے، حج کرنے کا موقع نکل آئے تو گھر بار اور وطن چھوڑ کر حج کے لیے چلا جائے، زکوٰۃ دینے کا وقت آئے تو اپنے مال کا مقررہ حصہ فوراً غرباء کے لیے نکال دے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے اس کا امتحان تو لینا تھا مگر اب میں امتحان لے کر کیا کروں یہ تو اپنے آپ کو خود ہی امتحان میں ڈالے ہوئے ہے۔ لیکن جب وہ ان باتوں میں سُستی کرتا ہے اور اپنے آپ کو ابتلاؤں میں ڈالنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے مختلف امتحانات میں ڈالا جاتا ہے۔ اس وقت اگر تو اُس کے اندر صرف عملی سُستی پائی جاتی ہو تو خدائی امتحان کے بعد اُس میں بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس کا ابتلاؤں سے بچنا اندرونی بگاڑ کی وجہ سے ہو اور ایمان کی خرابی اس کا باعث ہو تو ابتلاء آنے پر وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ غرض قوموں کے لیے خصوصاً انبیاء کی جماعتوں کے لیے ابتلاؤں کا آنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 30 صفحہ 180 تا 181)

### روزہ اور نماز قصر کرنے کے احکام میں فرق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت یہی ہے مگر روزہ اور نماز قصر کرنے کے

احکام میں فرق ہے۔ نماز کے متعلق تو یہ حکم ہے کہ اگر کسی نے چودہ دن تک رہنا ہو تو نماز پوری پڑھے ورنہ قصر کرے لیکن روزہ کے متعلق یہ پابندی نہیں۔ چنانچہ آپؐ نے قادیان میں آنے والوں کو اجازت دی کہ یہاں روزہ رکھ لیں بشرطیکہ وہ دن سفر میں نہ ہو اس کی اور بھی کئی حکمتیں ہیں جو میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں مثلاً یہ کہ قادیان کو آپؐ نے ایک روحانی گھر قرار دے کر اس میں روزہ کی اجازت دے دی۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روزہ و نماز کے سفر میں فرق کیا ہے۔ بعض ان لوگوں کے روزے جو باہر سے عصر کے بعد یہاں پہنچے آپؐ نے تڑوا دیئے اور فرمایا کہ سفر کا روزہ قبول نہیں ہوتا۔ یہ تو محض بھوکا پیاسا رہنے والی بات ہے لیکن یہاں پہنچ کر دوسرے دن رکھنے کی آپؐ نے اجازت دی ہے اور اس طرح دونوں سفر میں امتیاز ہے گو ایک رنگ میں مشابہت بھی ہے اور وہ اس طرح کہ نماز کی جماعت سفر میں بھی ضروری ہے اور اس لئے سفر کی رعایت کو استعمال کرنے کا انسان کو بہت کم موقع ملتا ہے مثلاً جو لوگ قادیان آتے ہیں ان میں کوئی معذور یا بد بخت ہی ہو سکتا ہے جو مسجد میں نہ آئے اور مہمان خانہ میں علیحدہ نماز پڑھے۔ جو شخص یہاں آئے گا وہ اگر معذور نہ ہوگا تو مسجد میں ہی آئے گا اور اس طرح اسے قصر کا بہت ہی شاذ موقع مل سکے گا یا اگر باہر کسی جگہ جائے گا تو وہاں بھی عام طور پر جماعتیں ہیں اس لیے وہاں بھی مسجد میں نماز کے لیے جائے گا اور وہ اگر مومنانہ طریق اختیار کرے تو باجماعت نماز پڑھنے کی کوشش کرے گا اور چونکہ مقامی امام ہی نماز کرائے گا اس لیے قصر سے فائدہ اٹھانے کا بہت ہی کم موقع ملے گا۔

لیکن روزہ انفرادی فعل ہے۔ اگر اس میں بھی وہی شرط رکھی جاتی تو بہت سے لوگ روزوں سے محروم ہو جاتے (چنانچہ اس بناء پر میرا مدّت سے یہ خیال ہے کہ روزہ کا سفر جبکہ ایک جگہ انسان کا قیام ہو، تین دن کا ہے۔ برخلاف نماز کے جس کے لئے سفر کی مدّت چودہ دن مقرر ہے۔)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قیام کے دن قادیان میں روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص یہاں ایک دو دن ٹھہرے ضرور روزہ رکھے بلکہ آپؐ نے صرف روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

غرض روزہ کے بارہ میں شریعت نے نہایت تاکید کی ہے اور جہاں اس کے متعلق حد سے زیادہ تشدد ناجائز ہے، حد سے زیادہ نرمی بھی ناجائز ہے۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ نہ تو اتنی

سختی کریں کہ جان چلی جائے اور نہ اتنی نرمی اختیار کریں کہ شریعت کے احکام کی ہتک ہو اور ذمہ داری کو بہانوں سے ٹال لیا جائے۔ کئی لوگ کمزوری کے بہانہ کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے۔ بعض کہہ دیتے ہیں کہ اگر روزہ رکھا جائے تو پچیش ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں ضَعْف ہو جاتا ہے حالانکہ روزہ چھوڑنے کے لئے یہ کوئی کافی وجہ نہیں کہ پچیش ہو جایا کرتی ہے۔ جب تک پچیش نہ ہو روزہ رکھنا ضروری ہے۔ جب پچیش ہو جائے پھر بے شک چھوڑ دے۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں ہمیں روزہ رکھنے سے ضَعْف ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کوئی دلیل نہیں روزہ چھوڑنے کی۔ صرف اُس ضَعْف کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز ہے جس میں ڈاکٹر روزہ رکھنے سے منع کرے ورنہ یوں تو بعض لوگ ہمیشہ ہی کمزور رہتے ہیں تو کیا وہ کبھی بھی روزہ نہ رکھیں؟

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 452 تا 454)

### سفر اور بیماری میں روزہ

مجھے خوب یاد ہے غالباً مرزا یعقوب بیگ صاحب جو آجکل غیر مباح ہیں اور ان کے لیڈروں میں سے ہیں ایک دفعہ باہر سے آئے عصر کا وقت تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زور دیا کہ روزہ کھول دیں اور فرمایا سفر میں روزہ جائز نہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ بیمار یوں کا ذکر ہوا تو فرمایا۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ رخصتوں سے فائدہ اٹھانا چاہئے، دین سختی نہیں بلکہ آسانی سکھاتا ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ بیمار اور مسافر اگر روزہ رکھ سکے تو رکھ لے ہم اسے درست نہیں سمجھتے۔ اس سلسلہ میں خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے محی الدین ابن عربیؒ کا قول بیان کیا کہ سفر اور بیماری میں روزہ رکھنا آپ جائز نہیں سمجھتے تھے اور ان کے نزدیک ایسی حالت میں رکھا ہوا روزہ دوبارہ رکھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سن کر فرمایا۔ ہاں ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 37)

### سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں

زمانہ خلافت کے پہلے ایام میں سفر میں روزہ رکھنے سے میں منع کیا کرتا تھا کیونکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا کہ آپ مسافر کو روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ مرزا ایوب بیگ صاحب رمضان میں آئے اور انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا لیکن عصر کے وقت جب کہ وہ آئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے یہ کہہ کر روزہ کھلوادیا کہ سفر میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ اس پر اتنی لمبی بحث اور گفتگو ہوئی کہ حضرت خلیفہ اولؓ نے سمجھا کہ شاید کسی کو ٹھوکر لگ جائے اس لئے آپؓ ابن عربی کا ایک حوالہ دوسرے دن تلاش کر کے لائے کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔

اس واقعہ کا مجھ پر یہ اثر تھا کہ میں سفر میں روزہ رکھنے سے روکتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک رمضان میں مولوی عبداللہ سنوری صاحب یہاں رمضان گزارنے کے لئے آئے تو انہوں نے کہا میں نے سنا ہے آپؓ باہر سے یہاں آنے والوں کو روزہ رکھنے سے منع کرتے ہیں۔ مگر میری روایت ہے کہ یہاں ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ مجھے یہاں ٹھہرنا ہے اس دوران میں میں روزے رکھوں یا نہ رکھوں؟ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہاں آپ روزے رکھ سکتے ہیں کیونکہ قادیان احمدیوں کے لئے وطن ثانی ہے۔ گو مولوی عبداللہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے مقرب تھے مگر میں نے صرف ان کی روایت کو قبول نہ کیا اور لوگوں کی اس بارے میں شہادت لی تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان کی رہائش کے ایام میں روزہ رکھنے کی اجازت دیتے تھے البتہ آنے اور جانے کے دن روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اس وجہ سے مجھے پہلا خیال بدلنا پڑا۔ پھر جب اس دفعہ رمضان میں سالانہ جلسہ آنے والا تھا اور سوال اٹھا کہ آنے والوں کو روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں تو ایک صاحب نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب جلسہ رمضان میں آیا تو ہم نے خود مہمانوں کو سحری کھلائی تھی ان حالات میں جب میں نے یہاں جلسہ پر آنے والوں کو روزہ رکھنے کی اجازت دی تو یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی فتویٰ ہے۔ پہلے علماء تو سفر میں روزہ رکھنا بھی جائز قرار دیتے رہے ہیں اور آج کل کے سفر کو تو غیر احمدی مولوی سفر ہی نہیں قرار دیتے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ پھر آپؓ نے ہی یہ بھی فرمایا کہ یہاں قادیان میں آ کر روزہ رکھنا جائز ہے۔ اب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم آپؓ کا ایک فتویٰ تولے لیں اور دوسرا چھوڑ دیں۔.....

خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔ تو انہیں میں کیا کہوں جب کہ خدا تعالیٰ نے عید کرنا ان کی مرضی پر چھوڑا۔ فقہاء نے یہی بحث کی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیے اور چاند دیکھ کر عید کرنی چاہیے کیونکہ وہ ظاہری طور پر ہی مسئلہ بیان کر سکتے تھے۔ مگر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام کے ذریعہ بتایا گیا کہ عید تو ہے اور ظاہری شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے کہہ دیا چاہے کرو یا نہ کرو یعنی جو یہ سمجھتا ہے کہ شریعت کے ظاہری پہلو کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس کے لئے اجازت ہے کہ مسئلہ کی ظاہری صورت پر عمل کرے اور عید نہ کرے۔ لیکن جو یہ سمجھتا ہے کہ الہام کے ذریعہ جو خبر دی گئی ہے، اس کا لحاظ رکھنا چاہیے وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔ یہی بات یہاں روزہ رکھنے کے متعلق ہے۔ جس کے دل میں اس بات کا غلبہ ہے کہ یہ سفر ہے، وہ روزہ نہ رکھے ورنہ اس پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا اور جس کے دل میں اس بات کا غلبہ ہے کہ یہ مبارک دن ہیں اور یہ مبارک مقام ہے، یہاں کیوں نہ رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھاؤں جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اجازت دی ہے تو وہ روزہ رکھے۔ ورنہ خطرہ ہے کہ دل کو زنگ نہ لگ جائے۔ پس جو دوست یہاں ٹھہرنے کے ایام میں روزے رکھیں گے، ان کے روزے ادا ہو جائیں گے۔ یہ نہیں کہ یہاں جو روزے رکھیں گے وہ نفل ہی روزے ہوں گے، یہ روزے فرضی ہوں گے اور ان دنوں کے روزے بعد میں دوبارہ نہیں رکھنے پڑیں گے۔ (اہم اور ضروری امور، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 322 تا 324)

### رمضان کو موٹے ہونے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے

جب تک خدا کے لئے تکالیف اور مصائب برداشت نہ کرو تم سہولت نہیں اٹھا سکتے۔ اس سے ان لوگوں کے خیال کا بھی ابطال ہو جاتا ہے جو بقول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان کو موٹے ہونے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگوں کے لئے تو رمضان ایسا ہی ہوتا ہے جیسے گھوڑے کے لئے خوید وہ ان دنوں میں خوب گھی، مٹھائیاں اور مرغن اغذیہ کھاتے ہیں اور اسی طرح موٹے ہو کر نکلتے ہیں جس طرح خوید کے بعد گھوڑا۔ یہ چیز بھی رمضان کی برکت کو کم کرنے والی ہے۔ ہماری جماعت کے دوستوں نے عام اقرار کیا ہے کہ غذا کو سادہ کر دیں گے اور صرف ایک سالن پر گزارہ کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ اس پر عمل میں نے ہر ایک کی مرضی پر چھوڑا ہے اور یہ تحریک اختیاری ہے۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 514-513)

### سفر میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں جبکہ آپ سفر کی

حالت میں تھے امرتسر میں تقریر فرما رہے تھے کہ آپ کے گلے میں خشکی محسوس ہوئی۔ ایک دوست نے یہ دیکھ کر آپ کے آگے چائے کی پیالی پیش کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیالی ہٹادی لیکن تھوڑی دیر کے بعد اُس نے حلق کی تکلیف کے خیال سے پھر پیالی پیش کر دی آپ نے پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ رہنے دو لیکن تیسری دفعہ اس نے پھر پیالی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آگے کر دی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غالباً یہ سمجھ کر کہ اگر میں نے چائے کی پیالی نہ لی تو یہ ریاء ہو جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ میں نے لوگوں کو دکھانے کی خاطر اس حکم پر عمل نہیں کیا جو سفر کے وقت روزہ نہ رکھنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جب تیسری بار اُس دوست نے پیالی پیش کی تو آپ نے لے لی اور اس میں سے تھوڑا سا گھونٹ بھر لیا۔ یہ دیکھتے ہی لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر رمضان میں روزے نہیں رکھتے۔ وہ لوگ جو اُس وقت شور مچا رہے تھے ان میں سے یقیناً نوے فیصدی نماز باجماعت کیا نماز کے ہی تارک تھے اور یقیناً ان میں سے ننانوے فیصدی جھوٹ بولنے، دھوکا فریب کرنے اور لوگوں کے مال لوٹ لینے والے تھے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان میں سے ننانوے فیصدی روزہ دار تھے کیونکہ ہندوستان میں روزہ کو سب سے بڑی نیکی سمجھا جاتا ہے مگر روزہ وہ اس طرح نہیں رکھتے جس طرح رسول کریم ﷺ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولتا، غیبت کرتا یا گالی دیتا ہے خدا تعالیٰ کے حضور اس کا کوئی روزہ نہیں وہ صرف بھوکا اور پیاسا رہتا ہے۔ اس حدیث کے مطابق گوننانوے فیصدی مسلمان بظاہر روزہ رکھ کر بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں مگر وہ اس بھوکے پیاسے رہنے کو سب سے بڑی نیکی سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک جو شخص روزے رکھ لے اور چند اور نیکیوں پر عمل کر لے اُس کا بیڑا پار ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں پاکیزگی کے قائم کرنے میں کبھی ممد نہیں ہو سکتے اور نہ وہ صحیح معیارِ گناہ قائم کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ذہن میں یہ نقشہ جمالیا ہوتا ہے کہ کچھ چھوٹی نیکیاں ہوتی ہیں اور کچھ بڑی نیکیاں ہوتی ہیں اور کچھ چھوٹی بدیاں ہوتی ہیں اور کچھ بڑی بدیاں ہوتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جس نیکی کو بڑا سمجھے ہوئے ہوتے ہیں اسے تو وہ اختیار کر لیتے ہیں مگر جن بدیوں کو چھوٹا سمجھ رہے ہوتے ہیں اُن کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ حالانکہ اسلام نے اسی نیکی کو بڑا قرار دیا ہے جس پر عمل کرنا اس کے لئے دو بھر ہو اور اسی بدی کو بڑا قرار دیا ہے جس سے بچنا انسان کے لئے دو بھر ہو۔

## سٹر انکس میں شامل نہیں ہونا چاہیے

اسلامی عمارت جو تمدن کے متعلق ہے اس کی بنیاد انصاف اور محبت پر ہے اس لئے اپنے حقوق کے حصول کیلئے بھی وہی طریق اختیار کرنا چاہئے جو انصاف اور محبت پر مبنی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب کہیں سٹرانک ہوتی اور کوئی احمدی اس میں شریک ہوتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے سخت سزا دیتے اور اُس پر اظہارِ ناراضگی فرماتے اور یہی وجہ ہے کہ سٹرانک یا سٹرانک کے مشابہ بھی جب بعض احمدیوں نے کوئی حرکت کی ہم نے اسے سخت ناپسند کیا۔ (خطبات محمود جلد 17 صفحہ 134-133)

## شریعت کی پیروی لازمی ہے

ہمیں تو خدا تعالیٰ نے دنیا میں عقلیں قائم کرنے اور نفلوں کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا ہے نہ کہ دنیا داروں کی نقلیں کرنے کے لئے۔ پس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے تمام کاموں میں شریعت کی پیروی کیا کریں، محمد ﷺ کی پیروی کیا کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کیا کریں۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے مجھے ایک کاغذ دکھایا گیا میں نے تو اتنا ہی دیکھا کہ اس کاغذ پر اس قسم کا نقشہ تھا جیسے فارموں وغیرہ پر ہوتا ہے مگر بتانے والے نے بتایا کہ یہ ایک آنہ پر بکتا ہے اور معلوم ہوا کہ ہماری لوکل انجمن نے اس کو ایجاد کیا ہے۔ انہوں نے سرکاری اسٹامپ دیکھے تو خیال آیا کہ ہم بھی ایک کاغذ بنا کر اس کی کچھ قیمت مقرر کر دیں۔ کہتے ہیں کو آہنس کی چال چلا اور وہ اپنی چال بھی بھول گیا۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا مگر یہ ضرور کہوں گا کہ ہنس کوئے کی چال چلا اور اپنی چال بھی بھول گیا۔ ہمیں دُنیوی گورنمنٹوں سے بھلا واسطہ ہی کیا ہے کہ ہم ان کی نقل کریں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قسم کی فارمیں کبھی نہیں بنائیں پھر دشمن کو اعتراض کا خواہ مخواہ موقع دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ اسی قسم کی باتوں کے نتیجے میں دشمن کو حرف گیری کا موقع ملتا ہے اور وہ کہتا ہے خبر نہیں یہ کیا چیز بنا رہے ہیں، کرنے والا کوئی ہوتا ہے اور بدنام سلسلہ ہوتا ہے۔ لوکل کمیٹی والوں کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے گورداسپور میں ایک بڈھا شخص رہا کرتا تھا لمبا سا قد اور بڑی سی داڑھی تھی، عرائض نویس یا نقل نویس تھے، ان کا طریق تھا جب کسی دوست کو دور سے

دیکھتے تو بجائے السَّلَامُ عَلَیْكُمْ کے اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا شروع کر دیتے اور جب پاس پہنچتے تو اس کے انگوٹھے پکڑ کر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنے لگ جاتے اور ساتھ ساتھ اُچھلتے بھی جاتے تھے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اکثر ملنے کے لئے آ جاتے تھے۔ انہیں بھی ہمارے لوکل کمیٹی کے پریزیڈنٹ کی طرح نقل کا شوق تھا۔ وہ غریب چونکہ روز مسلوں کا کام سنا کرتے اس لئے ان کا بھی دل چاہتا کہ میں مجسٹریٹ بنوں اور مسلمین لانے کا آرڈر دیا کروں مگر چونکہ یہ ہوس پوری نہ ہو سکتی تھی اس لئے انہوں نے گھر میں نمک کی مسل، گھی کی مسل، مرچوں کی مسل اور ایندھن کی مسل بنا رکھی تھی۔ جب وہ دفتر سے فارغ ہو کر گھر آتے تو ایک گھڑا اُلٹا کر اُس پر بیٹھ جاتے۔ بیوی کہتی نمک چاہئے وہ بیوی کو مخاطب کر کے کہتے۔ ریڈر! فلاں مسل لاؤ۔ بیوی مسل لے آتی اور وہ اسے پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر غور کرتے پھر کہتے اچھا اس میں درج کیا جائے کہ ہمارے حکم سے اتنا نمک دیا جاتا ہے۔ ایک دن اس بیچارے کی بد قسمتی سے کچھری میں سے کچھ مسلمین چرائی گئیں تحقیق شروع ہوئی تو اس کا ایک ہمسایہ کہنے لگا سرکار مجھے انعام دے تو میں مسلوں کا پتہ بتا سکتا ہوں۔ اسے کہا گیا اچھا بتاؤ۔ اسے چونکہ روز ہمسایہ کے گھر سے مسلوں کا ذکر سنائی دیتا تھا اس نے جھٹ اس بوڑھے کا نام لے دیا۔ اب پولیس اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ اس کے گھر کے گرد جمع ہو گئی اور تلاشی شروع ہوئی مگر جب مسلوں کی برآمد ہوئی تو کوئی نمک کی مسل نکلی، کوئی گھی کی مسل، اور کوئی مرچوں کی۔ یہی نظارہ میں آج کل یہاں دیکھتا ہوں ہمارے کچھ دوست یہ سمجھ کر کہ مغربی چیزیں بڑی اچھی ہیں، ان کی نقل کرنی شروع کر دیتے ہیں مثلاً کاغذ پر بلاوے کی بجائے سمن لکھ دیتے ہیں اس پر جھٹ گورنمنٹ کو فکر پڑ جاتی ہے کہ یہ Parallel گورنمنٹ قائم ہو رہی ہے اور وہ جاسوس چھوڑ دیتی ہے۔ مگر ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ ایک رقعہ کو جو غلطی سے سمن کہہ دیا گیا تھا یا ایک اور ناواقف نے اسٹامپ کی نقل کرتے ہوئے کاغذ کی قیمت ایک آنہ رکھ لی۔ نقلیں کرنے والا تو اپنے عمل سے انگریزوں کی تعریف کرتا ہے مگر وہ اُلٹا اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں صاف پتہ لگتا ہے کہ اپنی نقل کرنے کی اجازت دینا بھی بڑے حوصلہ والوں کا کام ہوتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 229، 230)

## زکوٰۃ دینی واجب ہے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے



لوگوں کے لئے نمونہ کے طور پر پیدا کیا ہوتا ہے۔ میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ کسی نے ایک بزرگ سے سوال کیا کہ کتنے روپوں پر زکوٰۃ فرض ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے لئے مسئلہ ہے کہ تم چالیس روپے میں سے ایک روپیہ زکوٰۃ دو۔ اُس نے کہا۔ ”تمہارے لیے“ کا کیا مطلب ہے۔ کیا زکوٰۃ کا مسئلہ بدلتا رہتا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ تمہارے پاس چالیس روپے ہوں تو اُن میں سے ایک روپیہ زکوٰۃ دینا تمہارے لئے ضروری ہے۔ لیکن اگر میرے پاس چالیس روپے ہوں تو مجھ پر اکتالیس روپے دینے لازمی ہیں کیونکہ تمہارا مقام ایسا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم کماؤ اور کھاؤ۔ لیکن مجھے وہ مقام دیا ہے کہ میرے اخراجات کا وہ آپ کفیل ہے اگر بیوقوفی سے میں چالیس روپے جمع کر لوں تو میں وہ چالیس روپے بھی دوں گا اور ایک روپیہ جرمانہ بھی دوں گا۔ غرض بعض لوگوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ صرف دین کی طرف اپنی توجہ رکھیں لیکن باقی دنیا کا صرف یہی مقام ہے کہ وہ دنیا کمائیں اور اپنے مال اور وقت کا کچھ حصہ مناسب نسبت کے ساتھ عبادت اور دین کے کاموں میں بھی لگائیں وہ ذکر الہی کریں۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 546)

### الگ جماعت بنانے کی وجہ

فساد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے سے پہلے ہی تھے۔ مسیح موعود علیہ السلام نے تو آ کر اصلاح کی چوٹ لگانے والا فساد ہی ہوتا ہے یا ڈاکٹر جو نشتر لے کر علاج پر آمادہ ہوتا ہے؟ ایک شخص کا بخار سے منہ کڑوا ہوا ڈاکٹر کو نین دے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ظالم نے منہ کڑوا کر دیا۔ اگر ڈاکٹر بلغم کو نہ نکالتا تو جسم کی خرابی بڑھ جاتی بلغم نکال دینے پر اعتراض کیسا؟ ہڈی ٹوٹی رہتی اگر زخم کو نشتر سے صاف نہ کیا جاتا اس پر جلن آ میز دوائی نہ چھڑکی جاتی تو مریض کی حالت کس طرح بہتر ہو سکتی۔ اس کی توجان خطرہ میں پڑ جاتی اس صورت میں کس طرح کوئی ڈاکٹر کو ملزم بنا سکتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور اسی تفرقے کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا بتاؤ۔ اپنا اچھا دودھ سنبھالنے کے لئے دہی کے ساتھ ملا کر رکھتے ہیں یا علیحدہ؟ ظاہر ہے کہ دہی کے ساتھ اچھا دودھ ایک منٹ بھی اچھا نہیں رہ سکتا۔ پس فرستادہ جماعت کا در ماندہ جماعت سے علیحدہ کیا جانا ضروری تھا۔ جس طرح بیمار سے پرہیز نہ ہو تو تندرست بھی ساتھ گرفتار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ روحانی بیماروں سے فرستادہ

جماعت کو علیحدہ رکھے اسی لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جنازہ، شادی، نماز وغیرہ علیحدہ ہو کیونکہ اکثر عورتیں ہی اس میں اختلاف کرتی ہیں اس لئے میں عورتوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جس طرح مریض کے ساتھ تندرست کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے یاد رکھو یہی حالت تمہاری غیر احمدیوں سے تعلق رکھنے میں ہوگی۔ (مستورات سے خطاب، انوار العلوم جلد 11 صفحہ 518-519)

### حضرت مرزا شریف احمدؒ کی روایا

میں نے روایا میں دیکھا تھا کہ مولوی محمد احسن صاحب کی نسبت خط آیا ہے کہ مرگئے ہیں اور مرنے کی ایک تعبیر مرتد ہونا بھی ہے میں نے یہ روایا لوگوں کو سنادی تھی اور اس بات کے کئی ایک گواہ اس وقت بھی موجود ہوں گے پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی میرے چھوٹے بھائی میاں شریف احمدؒ نے ایک روایا دیکھی تھی جو حضرت صاحبؑ کو سنائی گئی تھی کہ ایک شخص ہے جس کا نام محمد احسن ہے اس کی قبر بازار میں بنی ہوئی ہے۔ حضرت صاحبؑ کو جب یہ خواب سنائی گئی تو آپؑ نے فرمایا کہ اس نام کا کوئی شخص مرتد ہو جائے گا۔ گلی میں قبر کے ہونے کی تعبیر مرتد یا منافق ہے۔

(متفرق امور، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 414)

### ہم نے دشمنان اسلام سے روحانی جنگ لڑنی ہے

مجھے یاد ہے ایک دفعہ بعض غیر احمدیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ شادی بیاہ اور دوسرے معاملات میں آپؑ اپنی جماعت کے لوگوں کو کیوں اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہمارے ساتھ تعلقات قائم کریں۔ آپؑ نے فرمایا۔ اگر ایک مٹکا دودھ کا بھرا ہوا ہو اور اس میں کھٹی لسی کے تین چار قطرے بھی ڈال دیئے جائیں تو سارا دودھ خراب ہو جاتا ہے مگر لوگ اس حکمت کو نہیں سمجھتے کہ قوم کی قوت عملیہ کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اسے دوسروں سے الگ رکھا جائے اور ان کے بد اثرات سے اسے بچایا جائے۔ آخر ہم نے دشمنان اسلام سے روحانی جنگ لڑنی ہے اگر ان سے مغلوب اور ان کی نقل کرنے والے لوگوں سے ہم مل جل کر رہیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم بھی یورپ کے نقال ہو جائیں گے اور ہم بھی جہاد قرآنی سے غافل ہو جائیں گے۔ پس خود اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے لئے ہمیں دوسری

جماعتوں سے نہیں ملنا چاہئے۔ تاکہ ہم غافل ہو کر اپنا فرض جو تبلیغ اسلام کا ہے بھول نہ جائیں جس طرح دوسرے مسلمان بھول گئے ہیں اسلام میں پہلے ہی سپاہیوں کی کمی ہے۔ اگر تھوڑے بہت سپاہی جو اسے میسر ہیں وہ بھی سست ہو جائیں تو انہوں نے اسلام کی طرف سے دشمنوں کا کیا مقابلہ کرنا ہے.....

قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ ذوالقرنین سے بعض قوموں نے درخواست کی کہ یا جوج ماجوج نے ہمارے علاقوں میں بڑا فساد برپا کر رکھا ہے آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک روک بنا دیں تاکہ وہ ہم میں داخل ہو کر کوئی خرابی پیدا نہ کر سکیں۔ چونکہ اس زمانہ کے ذوالقرنین بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس لئے بالکل ممکن ہے کہ ذوالقرنین کے دیوار حائل کرنے سے مراد اس زمانہ میں مغربیت اور اسلام میں ہی دیوار حائل کرنا ہو اور دو قوموں سے مراد دو قسم کے جذبات اور قومی خیالات افکار ہوں۔ بہر حال ہمارا فرض ہے کہ ہم مغربیت اور اسلام کے درمیان ایک ایسی دیوار حائل کر دیں جس کے بعد مغربیت کے لئے ہمارے اندر داخل ہونے کا راستہ کھلا نہ رہے اور اسلامی فوج ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہو جائے جس پر شیطان کا کوئی حملہ کارگر نہ ہو سکے۔ (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 522 تا 524)

### رشتہ ناطہ کے لئے رجسٹر کی تجویز

اہم مسئلہ جس پر میں آج کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں وہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں نکاح کا سوال ہے اور اسی کے ضمن میں کفو کا سوال بھی پیدا ہو جاتا ہے ہماری جماعت کے لوگوں کو شادیوں کے متعلق جو مشکلات پیش آتی ہیں۔ مجھے پہلے بھی ان کا علم تھا لیکن اس 9 ماہ کے عرصہ میں تو بہت ہی مشکلات اور رکاوٹیں معلوم ہوئی ہیں اور لوگوں کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں ہماری جماعت کو سخت تکلیف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے متعلق تجویز کی تھی کہ احمدی لڑکیوں اور لڑکوں کے نام ایک رجسٹر میں لکھے جائیں اور آپ نے یہ رجسٹر کسی شخص کی تحریک پر کھلوایا تھا۔ اس نے عرض کیا تھا کہ حضور شادیوں میں سخت دقت ہوتی ہے آپ کہتے ہیں کہ غیروں سے تعلق پیدا نہ کرو، اپنی جماعت متفرق ہے اب کریں تو کیا کریں؟ ایک ایسا رجسٹر ہو جس میں سب ناکتھرا لڑکوں اور لڑکیوں کے نام ہوں تا رشتہوں میں آسانی ہو۔ حضور سے جب کوئی درخواست کرے تو اس رجسٹر سے معلوم کر کے اس کا رشتہ کروادیا

کریں کیونکہ کوئی ایسا احمدی نہیں ہے جو آپؐ کی بات نہ ماننا ہو۔ بعض لوگ اپنی کوئی غرض درمیان میں رکھ کر کوئی بات پیش کیا کرتے ہیں اور ایسے لوگ آخر میں ضرور ابتلاء میں پڑتے ہیں۔ اس شخص کی بھی نیت معلوم ہوتا ہے درست نہ تھی۔ انہیں دنوں میں ایک دوست کو جو نہایت مخلص اور نیک تھے شادی کی ضرورت ہوئی۔ اسی شخص کی جس نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ رجسٹر بنایا جائے ایک لڑکی تھی حضرت مسیح موعودؑ نے اس دوست کو اس شخص کا نام بتایا کہ اس کے ہاں تحریک کرو لیکن اس نے نہایت غیر معقول عذر کر کے رشتہ سے انکار کر دیا اور لڑکی کہیں غیر احمدیوں میں بیاہ دی۔ جب حضرت صاحبؑ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؑ نے فرمایا کہ آج سے میں شادیوں کے معاملہ میں دخل نہیں دوں گا۔ اس طرح یہ تجویز رہ گئی لیکن اگر اس وقت یہ بات چل جاتی تو آج احمدیوں کو وہ تکلیف نہ ہوتی جو اب ہو رہی ہے۔

(برکات خلافت۔ انوار العلوم جلد نمبر 2 صفحہ 209)

## قرآن اور حدیث کے خلاف کوئی خواب سچی نہیں ہو سکتی

حقیقت یہی ہے کہ بعد میں آنے والے علماء چاہے کتنے بڑے ہوں سب محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع ہیں۔ آج ایک عورت ہمارے ہاں آئی وہ قادیان کی پرانی عورت ہے۔ اس کے دماغ میں کچھ نقص ہے کہنے لگی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں اور آپؑ نے فرمایا ہے کہ اگر تم چھ ماہ تک متواتر روزے رکھو تو خلیفۃ المسیح کو صحت ہو جائے گی۔ مگر میں نے جن علماء سے پوچھا انہوں نے یہی کہا ہے کہ چھ ماہ کے متواتر روزے رکھنا ناجائز ہے۔ اس نے کہا میاں بشیر احمد صاحبؑ نے کہا ہے کہ تو جمعرات اور پیر کے روزے رکھ لیا کر۔ لیکن اس کے بعد میں نے پھر خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے ہیں اور انہوں نے مجھ سے کہا میں نے تو کہا تھا کہ تو چھ ماہ کے متواتر روزے رکھ تو متواتر روزے کیوں نہیں رکھتی۔ میں نے کہا تیری خواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے الہاموں کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ اگر میرا کوئی الہام قرآن اور سنت کے خلاف ہو تو میں اسے بلغم کی طرح پھینک دوں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی وحی کو قرآن کریم اور سنت کے اتنا مطابق کرتے ہیں۔ تو ہمیں بھی اپنی خواب آپؑ کے احکام کے مطابق رکھنی پڑے گی۔ جب رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے

متواتر اور لمبے عرصہ کے روزوں سے منع کیا ہے۔ تو اگر تمہیں کوئی خواب اس حکم کے خلاف آئی ہے۔ تو وہ شیطانی سمجھی جائے گی۔ خدائی نہیں سمجھی جائے گی۔ اگر خدائی خواب ہوتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرتی۔ آپ کی تردید کبھی نہیں کرتی۔ پس جو خواب ایسی ہو جو قرآن کریم یا رسول کریم ﷺ کے فتویٰ اور سنت کے خلاف ہو۔ وہ بہر حال رد کرنے کے قابل سمجھی جائے گی۔ کیونکہ نہ تو قرآن کریم کے خلاف کوئی خواب سچی ہو سکتی ہے اور نہ سنت کے خلاف کوئی خواب سچی ہو سکتی ہے اور نہ صحیح حدیث کے خلاف کوئی خواب سچی ہو سکتی ہے۔ حدیث کے متعلق زیادہ سے زیادہ کوئی کہہ دے گا کہ مشتبہ ہے۔ لیکن قرآن اور سنت کو کیا کہے گا اور پھر عقل کو کہاں لے جاوے گا اکثر عقل بھی رسول کریم ﷺ کی حدیث کے ساتھ مل جاتی ہے تو پھر حدیث کو دو طاقتیں مل جاتی ہیں ایک تو احتمال ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہو اور دوسرے عقل سلیم نے کہہ دیا کہ وہ قول صحیح ہے ایسی صورت میں بہر حال وہ حدیث قابل عمل ہوگی۔

(الفضل 25 نومبر 1958ء جلد 47/12 نمبر 272 صفحہ 3)

### جماعت احمدیہ لاہور کی تاریخی حیثیت

انسان سمجھتا ہے اب اگر میں نے انکار کیا تو اس کی دل شکنی ہوگی۔ غرض لاہور کی جماعت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ میں آپ پر ایمان لے آئے اور اگر وہ نہیں تو ان کے رشتے دار ایسے موجود ہیں۔ جو صحابی ہیں۔ خواہ وہ ایسے مقام پر نہیں کہ دعویٰ سے پہلے انہوں نے آپ کی مدد کی ہو۔ مگر وہ ایسے مقام پر ضرور ہیں کہ وہ اس وقت ہوش والے تھے اور عقل والے تھے جب انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کیا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے خاندانوں میں اب وہ جوش نہیں رہا جو پہلے ہوا کرتا تھا کہ احمدیت کی خدمت میں انسان خدائی برکات سے حصہ لیتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ یہ احساس ساری جماعت میں پیدا ہو جائے گا۔ جلسہ مذاہب عالم کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو آخری پیغام ”پیغام صلح“ کے نام سے دیا اور جو اپنے اندر وصیت کا ایک رنگ رکھتا ہے۔ وہ بھی لاہور میں ہی پڑھا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایام زندگی بھی اسی جگہ گزارے اور پھر یہیں آپ دنیا سے جدا ہو گئے۔ اس کے بعد یہ خلافت کا جھگڑا پیدا ہوا۔ تو مخالفت کا مرکز بھی یہیں لاہور بنا اور موافقت کا مرکز بھی یہیں لاہور بنا۔ اس وقت

جماعت کی تعداد موجودہ تعداد سے بہت کم تھی۔ باہر سے بھی اگر لوگ آجاتے تو ان کو شامل کر کے یہاں کی جماعت اتنی نہ ہوتی تھی۔ جتنی اس وقت خطبہ میں بیٹھی ہے۔ مگر اس وقت اخلاص اور محبت کی یہ کیفیت تھی کہ جب میں لاہور میں آتا تو سینکڑوں لوگ اردگرد کی جماعتوں میں سے لاہور میں آجاتے۔ اور یہاں کا ہر احمدی دوسرے احمدی کو اپنا بھائی سمجھتا تھا۔ (تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 18-19)

### حضرت قاضی محبوب عالم صاحب آف لاہور:-

نماز کے بعد میں ایک جنازہ پڑھاؤں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابی قاضی محبوب عالم صاحب لاہور کا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ان کی یہ عادت تھی۔ کہ وہ آپ کو ہر روز دعا کے لئے خط لکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک جگہ پر شادی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن فریق ثانی رضا مند نہیں تھا اس لئے وہ روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خط لکھتے کہ حضور دعا فرمائیں کہ یا تو لڑکی مجھے مل جائے یا اللہ تعالیٰ میرا دل اس سے پھیر دے۔ اب مجھے یاد نہیں رہا کہ آیا ان کا دل پھر گیا تھا۔ یا ان کی اس لڑکی سے شادی ہو گئی۔ بہر حال دونوں میں سے ایک بات ضرور ہوئی تھی۔

پھر نہ صرف وہ خود اس نشان کے حامل تھے۔ بلکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور شخص کو بھی اپنے نشان کا حامل بنایا۔ ہمارے ایک دوست ماسٹر عبدالعزیز صاحب تھے، جنہوں نے قادیان میں طلیہ عجائب گھر کھولا ہوا تھا۔ اس وقت ان کا لڑکا مبارک احمد دو خانہ چلا رہا ہے اور ان کی دوایاں بہت مقبول ہیں۔ انہوں نے قاضی محبوب عالم کے متعلق سنا ہے کہ وہ ہر روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قسم کے خط لکھا کرتے تھے۔ تو انہوں نے بھی روزانہ خط لکھنا شروع کر دیا۔ انہیں بھی ایک ذیلدار کی لڑکی سے جوان کے ماموں یا پھوپھا تھے محبت تھی۔ وہ روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھتے اور کہتے حضور دعا فرمائیں کہ قاضی محبوب عالم صاحب کی طرح یا تو میرا دل اس لڑکی سے پھر جائے اور یا پھر میری شادی اس لڑکی سے ہو جائے۔ چنانچہ ان کی وہاں شادی ہو گئی اور مبارک احمد اسی بیوی سے ہے۔ گویا قاضی صاحب نہ صرف خود ایک نشان کے حامل تھے۔ بلکہ ایک دوسرے نشان کے محرک بھی تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں ان کا جنازہ پڑھاؤں۔

(الفضل 27 جولائی 1956ء جلد 45/10 نمبر 173 صفحہ 5)

## جماعت احمدیہ کے قیام میں ایک بہت بڑی حکمت

ایک دفعہ بعض غیر احمدیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ شادی بیاہ اور دوسرے معاملات میں آپ اپنی جماعت کے لوگوں کو کیوں اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہمارے ساتھ تعلقات قائم کریں؟ آپ نے فرمایا اگر ایک مٹکا دودھ کا بھرا ہوا ہو اور اُس میں کھٹی لسی کے تین چار قطرے بھی ڈال دیئے جائیں تو سارا دودھ خراب ہو جاتا ہے تو لوگ اس حکمت کو نہیں سمجھتے کہ قوم کی قوت عملیہ کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اسے دوسروں سے الگ رکھا جائے اور اُن کے بد اثرات سے اُسے بچایا جائے۔ آخر ہم نے دشمنانِ اسلام سے روحانی جنگ لڑنی ہے۔ اگر اُن سے مغلوب اور ان کی نقل کرنے والے غیر احمدیوں سے ہم مل جمل گئے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم بھی یورپ کے نقال ہو جائیں گے اور ہم بھی جہادِ قرآنی سے غافل ہو جائیں گے۔ پس خود اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے لئے حکومتی اور سیاسی اور معاشرتی اتحاد کے آگے ہم کو دوسری جماعتوں سے نہیں ملنا چاہئے تاکہ ہم غافل ہو کر اپنا فرض جو تبلیغِ اسلام کا ہے بھول نہ جائیں جس طرح دوسرے مسلمان بھول گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کو بھی ہدایت دے اور انہیں بھی یہ فرض ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ اسلام میں پہلے ہی سپاہیوں کی کمی ہے اگر تھوڑے بہت سپاہی جو اُسے میسر آئیں وہ بھی سُست ہو جائیں تو انہوں نے اسلام کی طرف سے مقابلہ کیا کرنا ہے۔ پس حق یہی ہے کہ یہ میٹھا پانی کڑوے پانی سے الگ رہے گا اور ایک برزخِ ان دونوں کو جُدا جُدا رکھے گا، کاش! دوسرے مسلمانوں میں بھی یہ حس پیدا ہو۔

(سیرِ روحانی (3)، انوارِ العلوم جلد 16 صفحہ 390، 391)

## دین کے لئے غیرت اور جوش دکھانا چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے میں نے بار بار سنا ہے اور سینکڑوں صحابہؓ ابھی ہم میں ایسے زندہ ہیں جنہوں نے سنا ہوگا کہ آپ فرمایا کرتے تھے بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ وہ اپنی طبیعت کی اُفتاد کی وجہ سے کوئی صحیح طریق اختیار نہیں کر سکتیں۔ باوجود اپنی نیک نیتی اور نیک ارادوں کے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص تھا اُس نے کسی دوست سے کہا کہ میری لڑکی کے لئے کوئی رشتہ تلاش کرو۔ کچھ روز کے بعد اُس کا دوست آیا اور کہا میں نے موزوں رشتہ تلاش کر لیا ہے۔ اُس نے پوچھا لڑکے کی کیا تعریف ہے؟ وہ کہنے لگا

لڑکا بڑا ہی شریف اور بھلا مانس ہے۔ اس نے کہا کوئی اور حالات اس کے بیان کرو۔ اس نے جواب دیا بس جی اور حالات کیا ہیں، بے انتہا بھلا مانس ہے۔ پھر اس نے کہا کہ کوئی اور بات اس کی بتاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ اور کیا بتاؤں بس کہہ جو دیا کہ وہ انتہا درجہ کا بھلا مانس ہے۔ اس پر لڑکی والے نے کہا میں اس سے رشتہ نہیں کر سکتا جس کی تعریف سوائے بھلا مانس ہونے کے اور ہے ہی نہیں۔ کل کو اگر کوئی میری لڑکی کو ہی لے جائے تو وہ اپنی بھلا مانسی میں ہی چُپکا بیٹھا رہے گا۔ تو بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں صرف بھلے مانسی ہی ہوتی ہے، غیرت اور دین کا جوش نہیں پایا جاتا۔ وہ بوجہ نیک نیت ہونے کے مومن تو ضرور کہلاتے ہیں مگر ان کی بھلے مانسی خود ان کے لئے اور جماعت کیلئے بھی مُضِرّ پڑا کرتی ہے۔ (خطبات محمود جلد 18 صفحہ 206)

### ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح جائز نہیں

ہمارے ہاں معزز وہ ہے جو شریعت پر عمل کرتا ہے اور اسی شریعت اسلامی کو دنیا میں صحیح طور پر قائم کرنا احمدیت کی غرض ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے اور واقعہ میں آپ اُسی کی طرف سے ہیں تو ہماری شریعت یہی کہتی ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر سوائے ان مستثنیات کے جن کا استثناء خود شریعت نے رکھا ہے، کوئی نکاح جائز نہیں اور اگر ہوگا تو ناجائز نکاح ہوگا اور ادھالہ ہوگا اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو سمجھائیں اور اگر نہ سمجھیں تو ان سے قطع تعلق کر لیں۔

اس قسم کے واقعات بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک لڑکی نے جو، جو ان تھی ایک شخص سے شادی کی خواہش کی مگر اس کے باپ نے نہ مانا۔ وہ دونوں منگل چلے گئے اور جا کر کسی مٹا نے سے نکاح پڑھوا لیا اور کہنا شروع کر دیا کہ ان کی شادی ہو گئی ہے۔ پھر وہ قادیان آ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے ان دونوں کو قادیان سے نکال دیا اور فرمایا یہ شریعت کے خلاف فعل ہے کہ محض لڑکی کی رضا مندی دیکھ کر ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا جائے۔ وہاں بھی لڑکی راضی تھی اور کہتی تھی کہ میں اس مرد سے شادی کروں گی لیکن چونکہ ولی کی اجازت کے بغیر انہوں نے نکاح پڑھوایا اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں قادیان سے نکال دیا۔ اسی طرح یہ جو نکاح ہوا یہ بھی ناجائز ہے اور یہی وہ بات ہے جو میں نے اس مائی سے کہی۔ میں نے



اسے کہا دیکھو اس وقت تمہارے بیٹے کو رشتہ مل رہا ہے اس لئے تم کہتی ہو جب لڑکی راضی ہے تو کسی ولی کی رضامندی کی کیا ضرورت ہے لیکن تمہاری بھی لڑکیاں ہیں اور اگر وہ بیاہی جا چکی ہیں تو ان کی بھی لڑکیاں ہوں گی کیا تم پسند کرتی ہو کہ ان میں سے کوئی لڑکی اسی طرح نکل کر کسی غیر مرد کے ساتھ چلی جائے۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 175، 176)

### حلوہ پر جادو

قرآن کریم سے زیادہ دلچسپ کتاب اور کوئی نہیں ہو سکتی مگر اس میں کھیل تماشہ کی کوئی بات نہیں۔ پھر بھی کافر یہ کہتے تھے کہ کانوں میں انگلیاں ڈال لو۔ خوب شور مچاؤ تا یہ کلام کانوں میں نہ پڑے۔ وہ آنحضرت ﷺ کو ساحر اور قرآن کریم کو سحر کہتے تھے۔ یہ دلچسپی کی ہی بات ہے اور اس کا مطلب یہی ہے کہ جو سنے اس پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے دل میں خدا کا خوف ہو۔ ہاں جس کا دل ہی بیمار ہو اس پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا جس طرح کوئی کھانا خواہ کس قدر لذیذ اور عمدہ کیوں نہ ہو۔ بیمار آدمی کو اس کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ پس جن کے دل بیمار نہ ہوں۔ ان پر خدا تعالیٰ کے کلام کا اثر ضرور ہوتا ہے اور جن کے دل بیمار نہیں اور جو دل سے مذہب کو سچا سمجھتے ہیں ان کے لئے قرآن کریم سحر کا کام دیتا ہے اور ایسا اثر کرتا ہے کہ گویا جادو ہے جو اپنی طرف کھینچنے لئے جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے مکہ کے لوگ رسول کریم ﷺ کو ساحر اور قرآن کریم کو سحر کہتے تھے اور اسی وجہ سے سب انبیاء کو ساحر کہا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ساحر کہتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک دوست نے سنایا کہ فیروز پور کے علاقہ میں ایک مولوی تقریر کر رہا تھا کہ احمدیوں کی کتابیں بالکل نہ پڑھنی چاہئیں اور قادیان میں ہرگز نہ جانا چاہئے اور اس کذاب نے لوگوں کو اپنا ایک من گھڑت واقعہ بھی اپنی بات کی تائید میں سنایا۔ اس نے کہا میں ایک دفعہ قادیان گیا۔ میرے ساتھ ایک رئیس بھی تھا۔ ہم مہمان خانہ میں جا کر ٹھہرے اور کہا کہ مرزا صاحب سے ملنا ہے۔ تھوڑی دیر میں مولوی نور الدین صاحب آگئے اور بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگے۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد ہمارے لئے ایک شخص حلوہ لایا اور مولوی نور الدین صاحب نے کہا کہ یہ آپ کے لئے تیار کروایا گیا ہے۔ میں تو جانتا تھا اس لئے سمجھ گیا کہ اس حلوے پر جادو کیا گیا ہے۔ اس لئے اسے ہاتھ تک نہ لگایا۔ مگر میرے ساتھی کو

پتہ نہ تھا اس لئے اس نے کھالیا۔ میں کوئی بہانہ بنا کر وہاں سے کھسک گیا۔ مولوی نور الدین صاحبؒ کو یہ پتہ نہ لگ سکا کہ میں نے حلوہ نہیں کھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرا وہ ساتھی کہنے لگا کہ میرے دل کو تو ایسی کشش ہو رہی ہے کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ گویا اس پر حلوے کا اثر ہو گیا مگر میں نے تو کھایا ہی نہ تھا۔ اس لئے مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا اور تھوڑی دیر ہوئی تو مرزا صاحب نے اپنی فنن تیار کروائی اس میں وہ خود بھی بیٹھے اور مولوی نور الدین صاحبؒ کو بھی بٹھایا۔ مجھے بھی ساتھ بٹھالیا اور لگے مجھ سے باتیں کرنے، میں بھی تجربہ کرنے کے لئے سر ہلاتا گیا۔ انہوں نے سمجھا یہ مان لے گا۔ اس نے حلوہ کھالیا ہوا ہے۔ پہلے تو کہا کہ میں نبی ہوں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بھی بڑھ کر ہوں اور پھر کہا کہ میں خدا ہوں۔ یہ باتیں سن کر میں نے کہا استغفر اللہ یہ سب جھوٹ ہے۔ اس پر مرزا صاحبؒ نے مولوی نور الدین صاحبؒ سے حیرت سے پوچھا کہ کیا اسے حلوہ نہیں کھلایا تھا۔ انہوں نے کہا کھلایا تو تھا۔ اس مجلس میں ایک غیر احمدی وکیل بھی تھے۔ جو کسی زمانہ میں یہاں حضرت خلیفہ اولؑ کے پاس علاج کے لئے آئے تھے۔ یہ بات سن کر وہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں تو مولویوں سے پہلے ہی بدن تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ لوگ بہت جھوٹے ہوتے ہیں۔ مگر آج میں نے سمجھا کہ ان سے زیادہ جھوٹا اور کوئی ہوتا ہی نہیں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا آپ لوگ جانتے ہیں میں احمدی نہیں ہوں۔ مگر میں علاج کے لئے خود وہاں ہو کر آیا ہوں اور وہاں رہا ہوں۔ مولوی صاحب نے جتنی باتیں کیں سب غلط ہیں۔ فنن تو کجا وہاں تو کوئی ٹانگہ بھی نہیں (اس زمانہ میں) یہاں یکے ہی ہوتے تھے اور خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ فنن آج تک یہاں نہیں ہے۔ تو اب بھی ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ یہاں جادو ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اس جماعت میں داخل ہوتے ہیں ان کو ماریں پڑتی ہیں۔ گالیاں دی جاتی ہیں۔ بے عزت کیا جاتا ہے۔ ان کو مالی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ پھر بھی یہ فدائی رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں ان کو مار پیٹ گالی گلوچ اور نقصانات کی وجہ سے ڈر جانا چاہیئے۔ مگر ان پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ عقل بھی رکھتے ہیں بے وقوف بھی نہیں ہیں اور عقل رکھنے کے باوجود ان کا اس طرح وابستہ رہنا جادو کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے حالانکہ یہ جادو سچائی کا جادو ہوتا ہے۔

## گورداسپور سفر میں قصر نماز

خطبہ ثانیہ میں فرمایا:۔ میں نماز قصر کر کے پڑھاؤں گا اور گو مجھے یہاں آئے چودہ دن ہو گئے ہیں مگر چونکہ علم نہیں کہ کب واپس جانا ہوگا اس لئے میں نماز قصر کر کے ہی پڑھاؤں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ گورداسپور میں دو ماہ سے زیادہ عرصہ تک قصر نماز پڑھتے رہے کیونکہ آپ کو پتہ نہیں تھا کہ کب واپس جانا ہوگا۔

(الفضل 25 مئی 1944ء جلد 32 نمبر 121 صفحہ 4)

## داڑھی رکھنا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جماعت کے بعض دوست داڑھی منڈواتے تھے۔ کسی نے حضور علیہ السلام سے شکایت کی کہ فلاں شخص داڑھی منڈواتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تو ان میں اخلاص نہیں تو ہماری نصیحت کا ان پر کیا اثر ہو سکتا ہے اور اگر اخلاص ہے تو ہماری داڑھی کو دیکھ کر خود ہی رکھ لیں گے۔ تو اصل بات یہی ہے کہ جس سے محبت ہو اس کا نمونہ ہی کافی ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کوئی احمدی آیا۔ کسی نے آپ کو بتایا کہ یہ بغیر ٹکٹ کے آگئے ہیں۔ یہ ہمارے ملک میں ایک عام رواج ہے۔ بغیر ٹکٹ کے سفر کرنا ایک کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ جیسے چھتے کا شکار کر لیا۔ اسی طرح بغیر ٹکٹ کے سفر کر لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ بات سنی۔ تو جیب سے ایک روپیہ نکال کر اسے دیا اور فرمایا کہ کسی کا مال استعمال کرنا گناہ ہے۔ آپ اب واپس جائیں تو اس روپیہ سے ٹکٹ خرید لیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریق ہے۔ جس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

(خطبات محمود جلد 22 صفحہ 388)

## روحانی ترقی کے لئے تقویٰ و طہارت کی ضرورت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے خود سنا ہے۔ بعض دفعہ جب آپ سے کوئی فقہی مسئلہ پوچھا جاتا۔ تو چونکہ یہ مسائل زیادہ تر انہی لوگوں کو یاد ہوتے ہیں۔ جو ہر وقت اسی کام میں لگے رہتے ہیں۔ بسا اوقات آپ فرمادیا کرتے کہ جاؤ مولوی نور الدینؒ سے پوچھ لو۔ یا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کا نام لیتے کہ ان سے پوچھ لو مولوی سید محمد احسن صاحب کا نام

لے کر فرماتے کہ ان سے پوچھ لو یا کسی اور مولوی کا نام لے لیتے اور بعض دفعہ جب آپ دیکھتے کہ اس مسئلہ کا کسی ایسے امر سے تعلق ہے۔ جہاں بحیثیت مامور آپ کے لئے دنیا کی راہنمائی کرنا ضروری ہے۔ تو آپ خود وہ مسئلہ بتا دیتے۔ مگر جب کسی مسئلہ کا جدید اصلاح سے تعلق نہ ہوتا۔ تو آپ فرما دیتے کہ فلاں مولوی صاحب سے پوچھ لیں۔ اور اگر وہ مولوی صاحب مجلس میں ہی بیٹھے ہوئے ہوتے۔ تو ان سے فرماتے کہ مولوی صاحب یہ مسئلہ کس طرح ہے۔ مگر بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ جب آپ کہتے کہ فلاں مولوی صاحب سے یہ مسئلہ دریافت کر لو تو ساتھ ہی آپ یہ بھی فرماتے کہ ہماری فطرت یہ کہتی ہے کہ یہ مسئلہ یوں ہونا چاہیے اور پھر فرماتے ہم نے تجربہ کیا ہے کہ باوجود اس کے کہ کوئی مسئلہ ہمیں معلوم نہ ہو تو اس کے متعلق جو آواز ہماری فطرت سے اٹھے۔ بعد میں وہ مسئلہ اسی رنگ میں حدیث اور سنت سے ثابت ہوتا ہے یہ چیز ہے جو تنویر کہلاتی ہے۔ تو تنویر اس بات کو کہتے ہیں کہ انسانی دماغ میں جو خیالات بھی پیدا ہوں وہ بھی درست ہوں جس طرح ایک تندرستی تو یہ ہوتی ہے کہ انسان کہے میں اس وقت تندرست ہوں اور ایک تندرستی یہ ہوتی ہے کہ انسان آگے بھی تندرست رہے تو تنویر وہ فکر کی درستی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں آئندہ جو خیالات بھی پیدا ہوں درست ہوں۔ تو روحانی ترقی کے لئے تنویر فکر ضروری ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی ترقی کے لئے تقویٰ و طہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔

(الفضل 9 مارچ 1938ء جلد 26 نمبر 55 صفحہ 2)

## ہنسی مذاق کرنا جائز ہے

میں یہ نہیں کہتا کہ تمسخر اور مذاق کرنا جائز نہیں۔ اپنے موقع پر تمسخر اور مذاق کرنا جائز ہے، ہم بھی تمسخر اور مذاق کرتے ہیں لیکن اپنے بچوں سے کرتے ہیں، بیویوں سے کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے نہیں کرتے۔ تم بھی تمسخر کرو، مذاق کرو لیکن خدا تعالیٰ سے تمسخر اور مذاق نہ کرو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تم ہمیشہ روتے رہو۔ تم ہنسو بھی کھیلو بھی، لیکن وقار کو ہمیشہ سامنے رکھو۔ پیشگوئی میں جس قسم کے الفاظ ہیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر اسی دن ہاکی کھیلی جائے، فٹ بال کے میچ کھیلا جائیں تو جائز ہوں گے۔ لیکن خوشی منانے اور ہتک کرنے میں بھاری فرق ہے۔ ہندوؤں میں دیوالی میں رنگ پھینکنا خوشی کی بات ہے چاہے وہ حماقت ہو۔ باپ بیٹے پر رنگ پھینکتا ہے اور بیٹا باپ پر رنگ پھینکتا ہے لیکن اسے کوئی برا نہیں مناتا۔ اگر اُس روز کوئی کسی پر

رنگ پھینکے تو سارے لوگ یہی کہیں گے فلاں نے خوشی منائی ہے۔ لیکن اگر کوئی دوسرے پر پیشاب پھینک دے تو چونکہ اس کا ہندوؤں میں رواج نہیں اور نہ اُن کے مذہب میں یہ بات داخل ہے اس لئے وہ اسے بُرا منائیں گے اور اسے خوشی نہیں کہیں گے۔ اسلام اس بات کا قائل نہیں کہ مومن ہمیشہ روتا رہے۔ ہنسی اور مذاق کرنا جائز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مذاق کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مذاق کر لیتے تھے۔ ہم بھی مذاق کر لیتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم مذاق نہیں کرتے۔ ہم سو دفعہ مذاق کرتے ہیں۔ لیکن اپنے بچوں سے کرتے ہیں اپنی بیویوں سے کرتے ہیں لیکن اس طرح نہیں کہ اس میں کسی کی تحقیر کا رنگ ہو۔ اگر منہ سے ایسا کلمہ نکل جائے جس میں تحقیر کا رنگ پایا جاتا ہو تو ہم استغفار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی۔ پس پرسوں جو کچھ ہوا میں اسے اس لحاظ سے برا نہیں مناتا کہ ہنسنا کھیلنا جائز نہیں۔ تم بے شک ہنسنا اور کھیلنا لیکن بازی بازی بارش بابا ہم بازی۔ کھیل کھیل ہے تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر باپ کی داڑھی سے بھی کھیلا جائے تو یہ جائز نہیں۔ خدا تعالیٰ کا مقام خدا تعالیٰ کو دو۔ فٹ بال کا مقام فٹ بال کو دو۔ مشاعرے کا مقام مشاعرے کو دو اور پیشگوئیوں کا مقام پیشگوئیوں کو دو اگر تمہیں کھیل اور تمسخر کا شوق ہو تو لاہور جاؤ اور مشاعروں میں جا کر شامل ہو جاؤ۔ اگر تم لاہور جا کر ایسا کرو گے تو لوگ کہیں گے لاہور والوں نے ایسا کیا۔ یہ نہیں کہیں گے احمدیوں نے ایسا کیا لیکن یہاں اس کا دسواں حصہ بھی کرو گے۔ تو لوگ کہیں گے۔ احمدیوں نے ایسا کیا۔ پس میں تمہیں ہنسی سے نہیں روکتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہنسی میں اس حد تک نہ بڑھو۔ جس میں جماعت کی بدنامی ہو۔

(الفضل 12/ مارچ 1952ء جلد 6/40 نمبر 62 صفحہ 4)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مشاعرہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کچھ نوجوانوں نے جن میں میں بھی شامل تھا۔ ایک مشاعرہ کیا اس میں جتنی نظمیں پڑھی گئیں وہ سب سلسلہ کے متعلق ہی تھیں اور اسلام کی ہی تائید میں سارے شعر کہے گئے تھے۔ مگر پھر بھی اس وقت کی صدر انجمن احمدیہ نے یا اس کے بعض کارکنوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے خلاف رپورٹ کی اور آپ نے آئندہ کے لئے مشاعرہ بند کر دیا۔ میری عمر اس وقت چھوٹی تھی اور اپنی عمر اور بچپن کے جوشوں کے لحاظ سے یہ فعل ان ممبران کا مجھے بھی برا لگا اور دوسرے لوگوں کو بھی جو اس کام میں شامل تھے برا لگا۔ لیکن باوجود ہماری کوشش کے وہ قید اٹھائی نہ گئی اور قادیان میں اس کے بعد کوئی

مشاعرہ نہیں ہوا۔ پھر نامعلوم کس بنا پر نظارت امور عامہ نے اس سال یہاں مشاعرہ کی اجازت دے دی اور واقعات نے بتایا کہ جس قسم کی ذہنیت کسی گروہ میں ہوتی ہے۔ اس کے نقال میں بھی ویسی ہی ذہنیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک اچھا بھلا، ہنستا کھیلتا، اور خوش بخوش انسان جب مصنوعی طور پر رونے لگتا ہے۔ تو وہ ویسی ہی حرکتیں کرتا ہے جو ایک رونے والا کرتا ہے۔ ایک سمجھدار انسان جب بچہ کی نقل اتارتا ہے تو وہ ویسی ہی حرکتیں کرتا ہے جیسے کہ ایک بچہ کرتا ہے۔ اسی طرح ان مشاعروں کے ساتھ بعض باتیں ایسی لگی ہوئی ہیں کہ جب کوئی شخص ان میں حصہ لیتا ہے تو وہ اسی قسم کی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ اس کا طریق کیا ہے یا یوں کہو کہ وہ خود اپنے آپ کو بھلانا چاہتا ہے اور اپنے آپ کو یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ احمدی نہیں یا وہ مسلمان نہیں تا کہ مذہب اسے اس قسم کی حرکات کرنے سے روکے نہیں۔ چنانچہ پرسوں ثقہ اور مومنوں کی مجلس میں گرا ہوا مذاق اور بھانڈا پن کیا گیا اور وہ ساری باتیں جو بھانڈا اور میراثی کرتے ہیں۔ پیٹ بھر کے کی گئیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسا کرنے والے تو چند ہی ہوں گے۔ ساری مجلس کے متعلق تو یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ سب کی سب بھانڈا بن گئی ہو۔ لیکن دوسرے لوگوں کی ذہنیت اتنی ضرور بدل گئی ہوئی تھی کہ انہوں نے ایسی باتیں کرنے دیں۔

خدا تعالیٰ نے صاف نسخہ بیان کیا ہوا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب کوئی مجلس وقار انسانیت اور شرافت کے خلاف ہو تو اس میں بیٹھنا نہ جائے اور یہ ایسا نسخہ ہے کہ جس میں پارٹی لیڈر یا جتھے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسی مجلس میں بیٹھا ہے جو شرافت وقار اور اخلاق کے خلاف ہو۔ تو وہ وہاں سے چل دے۔ یہی خیال پھر دوسرے کے دل میں آئے گا۔ تو وہ بھی وہاں سے چل دے گا۔ یہی خیال تیسرے کے دل میں آئے گا تو وہ بھی وہاں سے چل دے گا۔ یہی خیال چوتھے کے دل میں آئے گا تو وہ بھی وہاں سے چل دے گا اور اگر اس مجلس میں کثرت شریفوں کی ہوگی۔ تو شرارت کرنے والے ان سے معافی مانگ لیں گے اور ایسی حرکات سے پرہیز کریں گے۔ پس پرسوں پہلی غلطی امور عامہ نے کی کہ جس چیز کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منع فرمایا تھا۔ نظارت ہڈانے اس کی اجازت دے دی، دوسری غلطی خدام الاحمدیہ نے کی کہ باوجود اس حکم کے ایسے مواقع پر وہ آپ ہی آپ انتظام ہاتھ میں لے لیں۔ انہوں نے انتظام ہاتھ میں نہ لیا۔ تیسری غلطی سننے والوں نے کی۔ اگر مشاعرہ میں بعض لوگوں نے

بہبودہ حرکات کی تھیں تو وہاں سے اٹھ کر کیوں نہ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آریوں نے ایک جلسہ کیا۔ اس میں انہوں نے شرارتاً ایسی طرز اختیار کی۔ جس سے معلوم ہو کہ ان کی نیت نیک ہے اور وہ انصاف اور امن کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ظاہر یہ کیا کہ وہ امن صلح اور آشتی کے ساتھ جلسہ کریں گے۔ تمام مذاہب اپنی اپنی خوبیاں بیان کریں گے اور کسی دوسرے پر حملہ نہیں کریں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بعض احمدیوں کی معرفت اس جلسہ میں تقریر کرنے کی دعوت دی گئی۔ درحقیقت یہ دعوت لاہور کے بعض احمدیوں کو تھی اور انہوں نے آگے اس دعوت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچا دیا اور آپ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ یہ نہایت عمدہ موقعہ ہے۔ اگر اس جلسہ میں آپ کی تقریر ہو جائے۔ تو جس طرح جلسہ مذاہب میں بھاری کامیابی ہوئی تھی۔ اسی طرح اس جلسہ میں بھی بھاری کامیابی ہوگی اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے تو انکار کیا اور فرمایا کہ ہم ان لوگوں کی فطرت سے واقف ہیں۔ ہمارا پرانا تجربہ ہے کہ وہ ضرور شرارت کریں گے۔ لیکن انہوں نے کہا نہیں یہ لوگ بہت پچھتا رہے ہیں اور آپ کا طریق انہوں نے پسند کیا ہے کہ صرف اپنی اپنی خوبیاں بیان کی جائیں اور کسی دوسرے مذہب پر حملہ نہ کیا جائے۔ آخر آپ نے تقریر تیار کی۔ پھر سوال پیدا ہوا کہ یہ تقریر کون پڑھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہو چکے تھے۔ ان کے پڑھنے کی نرالی شان تھی۔ آپ نے دوستوں کو بلا کر مشورہ کیا کہ جلسہ میں تقریر کون پڑھے۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے کہا کہ میں پڑھوں گا آپ نے کہا اچھا تقریر پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے شروع کے ہی چند فقرے اتنے زور سے کہے کہ ان کا گلہ بیٹھ گیا۔ اور پھٹی ہوئی لے کی طرح آواز نکلنے لگی آپ نے فرمایا آپ تقریر نہیں پڑھ سکتے۔ اسی طرح ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے پڑھا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اول نے پڑھا (پڑھنے کی ترتیب مجھے یاد نہیں) اگرچہ میں مجلس میں موجود تھا لیکن مجھے یاد نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دونوں میں سے کس کو مقرر کیا تھا۔ غالباً حضرت خلیفۃ المسیح اول کو تقریر پڑھنے کا حکم ملا اور اگر وہ نباہ نہ سکیں تو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو ان کی جگہ پڑھنے کا حکم ملا یا اس کے الٹ تھا یہ مجھے یاد نہیں احمدی لوگ بڑے شوق سے اس جلسہ میں شامل ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے بڑے اصرار کے ساتھ اس جلسہ میں جانے کی اجازت لی اور چونکہ یہ اعلان کیا گیا تھا کہ جلسہ شرافت

انسانیت اور صلح پسندی سے ہوگا۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک جانتا تھا کہ فتح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہی ہوگی اور آپ کی تقریر ہی جیتے گی۔ کیونکہ جہاں شرافت ہو اور انسانیت اور صلح پسندی سے کام لیا جائے۔ وہاں فتح ہماری ہی ہوتی ہے۔

(الفضل 12 مارچ 1952ء جلد 40/6 نمبر 62 صفحہ 2)

## ملکہ وکٹوریہ کی جوہلی پر چراغاں

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے چراغاں ثابت ہے آپ نے دوبار ملکہ وکٹوریہ اور غالباً شاہ ایڈورڈ کی جوہلیوں پر چراغاں کرایا یا شاید دونوں جوہلیاں ملکہ وکٹوریہ ہی کی تھیں اور مجھے خوب یاد ہے کہ دونوں مواقع پر چراغاں کیا گیا چونکہ بچپن میں ایسی باتیں اچھی لگتی ہیں اس لئے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مسجد مبارک کے کناروں پر چراغ جلائے گئے اور بنولے ختم ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آدمی بھیجا کہ جا کر اور لائے۔ ہمارے مکان پر بھی، مسجد میں بھی اور مدرسہ پر بھی چراغ جلائے گئے تھے اور میر محمد اسحاق صاحب نے بھی اس کی شہادت دی ہے اس لئے خالی چراغاں کی مخالفت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میرا عقیدہ ہے کہ حکم و عدل ہونے کی حیثیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآنِ نص کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے تھے اور چراغاں آپ سے ثابت ہے اس کے متعلق گواہیاں بھی موجود ہیں اور الحکم میں بھی یہ درج ہے اس لئے خاص چراغاں کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رنگ میں جو خوشی کا اظہار کیا وہ اپنے اندر ایک حکمت رکھتا ہے جیسا کہ مؤمن کی ہر بات اپنے اندر حکمت رکھتی ہے۔..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو چراغاں کرایا وہ ایک سیاسی مصلحت پر مبنی تھا۔ اور اسی طرح بعض اوقات آپ ہمیں آتش بازی بھی لے دیا کرتے تھے تاکہ بچوں کا دل خوش ہو اور فرمایا کرتے تھے کہ گندھک کے جلنے سے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے کئی دفعہ ہمیں انار اور پھلچھڑیاں وغیرہ منگوا کر دیں۔ گو یہ ایک قسم کا ضیاع ہے مگر اس میں وقتی فائدہ بھی ہے گویا نمایاں نہیں مگر اس سے بچوں کا دل خوش ہو جاتا تھا اور بچوں کے جذبات کو دبانے سے جو نقصان پہنچ سکتا ہے اس سے بچاؤ ہو جاتا تھا مگر آپ نے ساری جماعت کو آتش بازی چلانے کا حکم نہیں دیا۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1939ء صفحہ 74-75)



## مدرسہ کے لئے غیر از جماعت سے چندہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مدرسہ کیلئے دوسروں سے بھی چندہ لے لیتے اور فرماتے اس میں دوسروں کے بھی بچے پڑھتے ہیں اس لئے کوئی ہرج نہیں۔ اسی طرح ہسپتال بنایا گیا تو اس کے لیئے چوہڑوں تک سے چندہ لیا گیا۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 1928ء صفحہ 335)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں مخالفت

مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے میں چھوٹا بچہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ ملتان تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ میری عمر اس وقت سات آٹھ سال کی تھی اس سفر کے صرف دو واقعات مجھے یاد ہیں یوں تو بعض واقعات مجھے اس وقت کے بھی یاد ہیں جبکہ میری عمر صرف دو سال کی تھی بلکہ ابھی چند دن ہوئے ایک دوست نے ایک واقعہ بتایا جو مجھے بھی یاد آ گیا اور اس کی جو تاریخ انہوں نے بتائی۔ اس کے لحاظ سے میری عمر اس وقت ایک سال کی بنتی ہے۔ پس مجھے اتنی چھوٹی عمر کے بھی بعض واقعات یاد ہیں لیکن اس سفر کی صرف دو باتیں میرے ذہن میں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ واپسی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں ٹھہرے۔ وہاں ان دنوں مومی تصویریں دکھائی جا رہی تھیں۔ جن سے مختلف بادشاہوں اور ان کے درباروں کے حالات بتائے جاتے تھے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش و سیر ہاؤس جو ان دنوں بمبئی ہاؤس کہلاتا تھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ یہ ایک علمی چیز ہے۔ آپ اسے دیکھنے کے لئے تشریف لے چلیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ پر زور دینا شروع کر دیا کہ میں چل کر وہ مومی مجسمے دیکھوں۔ میں چونکہ بچہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پڑ گیا کہ مجھے یہ مجسمے دکھائے جائیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے اصرار پر مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ مختلف بادشاہوں کے حالات تصویروں کے ذریعہ دکھائے گئے تھے۔ جن میں بعض کی موتوں اور بعض کی بیماریوں وغیرہ کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ پس ایک تو یہ واقعہ مجھے یاد ہے۔ دوسرا واقعہ جو مجھے یاد ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاہور کے اندر کسی نے دعوت کی اور آپ اس میں شامل ہونے کے لئے تشریف لے گئے۔ کچھ اثر میرے دل پر یہ بھی ہے کہ دعوت نہیں تھی بلکہ مفتی محمد صادق صاحب یا ان کا کوئی بچہ بیمار تھا اور آپ انہیں دیکھنے کے

لئے تشریف لے گئے تھے۔ بہر حال شہر کے اندر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس آرہے تھے کہ سنہری مسجد کی سیڑھیوں کے پاس میں نے ایک بہت بڑا ہجوم دیکھا جو گالیاں دے رہا تھا اور ایک شخص ان کے درمیان کھڑا تھا۔ ممکن ہے وہ کوئی مولوی ہو اور جیسے مولویوں کی عادت ہوتی ہے۔ وہ شاید اپنی طرف سے بے موقعہ چیلنج دے رہا ہو۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گاڑی پاس سے گزری۔ تو ہجوم کو دیکھ کر میں نے سمجھا کہ یہ بھی کوئی میلہ ہے۔ چنانچہ میں نے نظارہ دیکھنے کے لئے گاڑی سے اپنا سر باہر نکالا۔ اس وقت کا یہ واقعہ مجھے آج تک نہیں بھولا جو میں نے دیکھا۔ کہ ایک شخص جس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور جس پر ہلدی کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ وہ بڑے جوش سے اپنے ٹنڈے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار مار کر کہتا جا رہا تھا۔ ”مرزا دوڑ گیا۔ مرزا دوڑ گیا۔“

اب دیکھو۔ ایک شخص زخمی ہے۔ اس کے ہاتھ پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ مگر وہ بھی مخالفت کے جوش میں یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے ٹنڈے ہاتھ سے ہی نعوذ باللہ احمدیت کو دفن کر آؤں گا۔ یہ کیسی خطرناک دشمنی ہے۔ جو لوگوں کے قلوب میں پائی جاتی ہے اور کس کس طرح انہوں نے زور لگایا کہ لوگ قادیان میں نہ آئیں اور احمدیت کو قبول نہ کریں۔ ایسے کئی لوگ احمدیوں میں موجود ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قادیان آنے کے ارادہ سے بٹالہ تک آئے مگر پھر ان کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے واپس کر دیا۔ چنانچہ میں نے سنا ہے کہ مولوی عبدالماجد صاحب بھاگلپوریؒ بھی اسی لئے شروع میں احمدیت قبول کرنے سے محروم رہے کہ جب وہ بٹالہ آئے۔ تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے ان کو ورغلا کر واپس کر دیا اور یہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا روزانہ مشغلہ رہتا تھا۔ وہ ہر روز ریل پر جا پہنچتے اور جب بعض لوگ قادیان جانے کے ارادہ سے اترتے۔ تو وہ انہیں کہتے کہ وہاں جا کر کیا لوگے۔ وہاں گئے تو ایمان خراب ہو جائے گا اور کئی لوگ انہیں عالم سمجھ کر واپس چلے جاتے اور خیال کرتے کہ مولوی محمد حسین صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ یہ سچ ہی ہوگا۔

(الفضل 24 جنوری 1943ء جلد 31 نمبر 21 صفحہ 3)

احمدی کو سچا اور اپنے کام سے مخلص ہونا چاہئے

ہمارے سلسلہ کا ایک شدید مخالف دشمن اور احرار کا لیڈر ہے مگر وہ اپنے خانگی معاملات

کے لیے ایک احمدی پر اعتماد کرتا ہے وہ پبلک میں آکر تو یہ کہتا ہے کہ کسی احمدی کا منہ تک نہ دیکھو مگر خود ایک احمدی کے سوا کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔ پس جہاں بھی احمدیوں نے اپنے معیار کو قائم رکھا ہے دشمنوں نے بھی ان کی دیانت اور قابلیت کو تسلیم کیا ہے۔ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے مجھے ایک رپورٹ پہنچی کہ ایک احمدی افسر کے متعلق بعض لوگوں نے بہت شور مچایا مگر جب بالا افسروں نے تحقیقات کی تو مخالفوں کے ایک حصہ نے ہی گواہیاں دیں کہ گذشتہ سالہا سال سے ایسا دیانتدار کوئی افسر ہمارے علاقہ میں آیا ہی نہیں۔ پہلے جو بھی آتا تھا رشوت لیتا تھا صرف یہی ایک ہے جو انصاف سے کام لیتا ہے اور افسران بالا کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ وہ بہت دیانتدار آدمی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دوست فوج میں ملازم تھے بعض فوجی کبھی جوش میں آکر لوٹ مار بھی کر لیتے ہیں اور بعض افسر فوج کی نیک نامی کے قیام کے لیے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ جس کمپنی میں تھے اُس کا بھی اُس وقت یہی حال تھا لیکن وہ احمدی سچا اور مخلص احمدی تھا وہ ہمیشہ سچی بات کہہ دیتا اور اس وجہ سے ہندوستانی افسر ہمیشہ اس سے ناراض رہتے وہ اکثر کوارٹر گارڈ میں ہی رہتا۔ ایک دفعہ ان کی فوج کو بیٹے کی طرف گئی اور وہاں بعض فوجیوں کا ایک چھابڑی والے سے جھگڑا ہو گیا اور انہوں نے غصہ میں آکر اس کی چیزیں چھین لیں اور اُسے مارا بھی۔ پولیس نے اس معاملہ کی تحقیقات شروع کی تو چند ہندوستانی افسر اس میں رکاوٹیں ڈالنے لگے۔ عدالت میں مقدمہ پیش ہوا جسٹریٹ کوئی دیانتدار انگریز تھا جو چاہتا تھا کہ صداقت کھلے۔ دُکانداروں نے اسے بتایا کہ فوجیوں کے ساتھ ایک شخص ایسا بھی تھا کہ جو ان کو اس کام سے منع کرتا تھا۔ جسٹریٹ نے فوجی افسروں کو لکھا کہ وہ شخص کہاں ہے اُسے پیش کیا جائے۔ جواب میں لکھا گیا کہ وہ سزایاب ہے اور کوارٹر گارڈ میں ہے۔ جسٹریٹ نے لکھا کہ اسے گواہی کے لیے بھیج دو۔ چنانچہ وہ پیش کیا گیا تو جسٹریٹ نے اس سے پوچھا کہ تم سزایاب کیوں تھے؟ اُس نے صاف کہہ دیا کہ اسی لئے کہ گواہی نہ دے سکوں اور پھر صاف بات بتادی۔ جسٹریٹ نے اس کے افسروں کو لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی آپ کے ہاں کھپت نہیں اسے ڈسچارج کر دیا جائے تو میں اسے پولیس افسر بنانا چاہتا ہوں اور اسے ڈسچارج دلا کر پولیس میں ایک اچھے عہدے پر مقرر کر دیا اور اس طرح راستی کی بدولت وہ مالی لحاظ سے بھی

فائدہ میں رہا پس صداقت ایک ایسی چیز ہے جو دلوں کو فتح کرتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 121-120)

## سفر میں جمعہ کی نماز

مجھ سے ایک سوال کیا گیا ہے۔ ابھی جمعہ کی نماز کے وقت بعض دوستوں میں یہ اختلاف ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فتویٰ ہے کہ اگر نمازیں جمع کی جائیں تو پہلی پچھلی اور درمیان کی سنتیں معاف ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جب نماز ظہر و عصر جمع ہوں تو پہلی اور درمیانی سنتیں معاف ہوتی ہیں یا اگر نماز مغرب اور عشاء جمع ہوں تو درمیانی اور آخری سنتیں معاف ہو جائیں گی لیکن اختلاف یہ کیا گیا ہے کہ ایک دوست نے بیان کیا کہ وہ ایک سفر میں میرے ساتھ تھے۔ میں نے جمعہ اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں اور جمعہ کی پہلی سنتیں پڑھیں یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ نمازوں کے جمع ہونے کی صورت میں سنتیں معاف ہو جاتی ہیں۔ یہ بات بھی صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز سے قبل جو سنتیں پڑھا کرتے تھے۔ میں نے وہ سفر میں پڑھیں اور پڑھتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے جو نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ وہ نماز ظہر کی پہلی سنتوں سے مختلف ہیں۔ ان کو دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے اعزاز میں قائم فرمایا ہے۔ سفر میں جمعہ کی نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور چھوڑنا بھی جائز ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سفر میں پڑھتے بھی دیکھا ہے اور چھوڑتے بھی دیکھا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقدمہ کے موقع پر گورداسپور تشریف لے گئے ہوئے تھے اور آپ نے فرمایا کہ آج جمعہ نہیں ہوگا کیونکہ ہم سفر پر ہیں۔ ایک صاحب جن کی طبیعت میں بے تکلفی ہے وہ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ سنا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ آج جمعہ نہیں ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ یوں تو ان دنوں گورداسپور میں ہی تھے۔ مگر اس روز کسی کام کے لئے قادیان آئے تھے۔ ان صاحب نے خیال کیا کہ شاید جمعہ نہ پڑھے جانے کا ارشاد آپ نے اس لئے فرمایا ہے کہ مولوی صاحب یہاں نہیں ہیں۔ اس لئے کہا کہ حضور مجھے بھی جمعہ پڑھانا آتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں آتا ہوگا۔ مگر ہم تو سفر پر ہیں۔ ان صاحب نے کہا کہ حضور مجھے اچھی طرح جمعہ پڑھانا آتا ہے اور

میں نے بہت دفعہ پڑھایا بھی ہے۔ آپ نے جب دیکھا کہ ان صاحب کو جمعہ پڑھانے کی بہت خواہش ہے تو فرمایا کہ اچھا آج جمعہ ہو جائے۔

تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سفر کے موقع پر جمعہ پڑھتے بھی دیکھا ہے اور چھوڑتے بھی اور جب سفر میں جمعہ پڑھا جائے۔ تو میں پہلی سنیں پڑھا کرتا ہوں اور میری رائے یہی ہے کہ وہ پڑھنی چاہئیں کیونکہ وہ عام سنتن سے مختلف ہیں اور وہ جمعہ کے احترام کے طور پر ہیں۔ (الفضل 24/ جنوری 1942ء جلد 30 نمبر 21 صفحہ 1)

### جدھر قرآن ادھر ہی ہم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص تھے وہ تھے تو ان پڑھ مگر انہوں نے دس بارہ حج کیئے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں حج کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ بعض علاقوں میں ریل گاڑی نہیں تھی اور کئی جگہ پیدل جانا پڑتا تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوست تھے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعویٰ کیا کہ حضرت مسیح ناصر صوفی فوت ہو چکے ہیں اور اپنی مسیحیت کا بھی اعلان کیا تو تمام ہندوستان میں ایک شور مچ گیا۔ ان دنوں لاہور میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ جموں سے رخصت لے کر آئے ہوئے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی وہاں جا پہنچے اور انہوں نے آپ کو مباحثہ کا چیلنج دے دیا اور کہا کہ صرف حدیثوں سے وفات مسیح کے مسئلہ پر بحث ہونی چاہیے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے کہ حدیث حاکم نہیں بلکہ قرآن حاکم ہے۔ پس ہمیں اس معاملہ میں قرآن کریم کی آیات سے فیصلہ کرنا چاہیے۔ اس پر کئی دن بحث ہوتی رہی اور ایک دوسرے کی طرف سے اشتہارات بھی نکلتے رہے۔ وہ چونکہ دونوں کے دوست تھے۔ اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس جھگڑے کو نبٹانا چاہئے۔ انہوں نے اپنے دل میں یہ سمجھا کہ مرزا صاحب نیک آدمی ہیں۔ انہوں نے کوئی ایسی بات کہی ہوگی جسے مولوی محمد حسین بٹالوی سمجھے نہیں اور چونکہ ان کی طبیعت میں غصہ زیادہ ہے۔ اس لئے وہ جوش میں آکر مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہوں گے۔ ورنہ یہ نہیں ہو سکتا کہ مرزا صاحب قرآن کریم کے خلاف کوئی بات کہیں اور ان پر کفر کے فتوے لگانے کی ضرورت پیش آجائے۔ یہ مخالفت ضرور کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور میرا فرض ہے کہ میں اس کو دور کروں چنانچہ وہ بڑے جوش سے قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ میں نے سنا ہے آپؐ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ وہ کہنے لگے میں تو سمجھتا تھا آپؐ نے قرآن کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہوگی اور مولوی محمد حسین بٹالوی یونہی کسی غلط فہمی کے ماتحت آپؐ کے دشمن ہو گئے ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ آپؐ نے واقعہ میں قرآن کے خلاف عقیدہ اختیار کر لیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا یہ قرآن کے خلاف عقیدہ نہیں بلکہ اس کے عین مطابق ہے۔ وہ کہنے لگے اگر قرآن سے یہی ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو کیا آپؐ اپنا یہ عقیدہ ترک کر دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں اگر قرآن سے یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو میں انہیں زندہ ماننے لگ جاؤں گا۔ انہوں نے کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ مرزا صاحبؒ بڑے نیک آدمی ہیں۔ وہ قرآن کے خلاف عمداً کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔ انہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ اچھا آپؐ بتائیں۔ اگر میں قرآن کریم سے سو ایسی آیتیں نکال کر لے آؤں۔ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہوتی ہو تو کیا آپؐ مان لیں گے۔ وہ چونکہ مولویوں سے یہ سنا کرتے تھے کہ سارا قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔ اس لئے انہوں نے سمجھا کہ سو آیتیں تو ایسی ضرور ہوں گی جن سے ان کی زندگی ثابت ہوتی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمانے لگے۔ سو چھوڑ آپؐ ایک آیت ہی ایسی لے آئیں۔ تو میرے لئے وہی کافی ہے اور میں حضرت مسیحؑ کی وفات کا عقیدہ ترک کر دوں گا۔ وہ کہنے لگے اچھا سو نہ سہی پچاس تو میں ضرور لے آؤں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں تو کہہ چکا ہوں کہ ایک آیت بھی کافی ہے۔ سو پچاس کی شرط کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ کہنے لگے۔ اچھا تو دس آیتیں تو میں ضرور ہی لے آؤں گا۔ میں پہلے ہی کہتا تھا کہ مرزا صاحبؒ قرآن کے عاشق ہیں۔ وہ قرآن کے خلاف کوئی بات مان ہی نہیں سکتے۔ ضرور انہیں کوئی غلطی لگی ہے۔ اب یہاں آ کر میرے اس خیال کی تصدیق ہو گئی ہے۔ اچھا اب میں جاتا ہوں اور دس آیتیں ایسی لکھوا کر آپؐ کے پاس لاتا ہوں۔ جن سے حضرت مسیح ناصرؑ کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لاہور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ملنے گئے۔ مولوی صاحب اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے بڑے زور شور سے لافیں مار رہے تھے کہ میں نے نور الدینؒ کو ایسی پٹھنیاں دیں۔ وہ حدیث کی طرف آتا ہی نہیں تھا۔ مگر میں نے اسے اس قدر پٹھنیاں دیں کہ آخر وہ حدیث کی طرف آنے پر مجبور ہو گیا۔ دراصل بات یہ ہوئی

کہ لمبی بحث سے تنگ آ کر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ اچھا قرآن کے علاوہ بخاری سے بھی تائیدی رنگ میں حدیثیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ بس اس پر وہ بے حد خوش تھے اور بار بار کہتے تھے کہ میں نے نور الدینؒ کو خوب پکڑا۔ اتفاقاً یہ ہوا کہ ادھر وہ یہ باتیں کر رہے تھے اور ادھر یہ حاجی صاحب جانکلے اور کہنے لگے۔ بس اب اس بحث مباحثہ کو ایک طرف رکھیں اور میری بات سنیں میں قادیان گیا تھا اور میں حضرت مرزا صاحب کو منوا آیا ہوں کہ اگر قرآن میں سے دس ایسی آیتیں نکال کر لے آؤں۔ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ثابت ہوتی ہو تو وہ اپنے پہلے عقیدہ کو ترک کر دیں گے بلکہ میں ان سے یہ بھی منوا آیا ہوں کہ وہ لاہور کی شاہی مسجد میں آ کر سب کے سامنے توبہ کریں گے اور واقعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا بھی اقرار کر لیا تھا۔ ان کا منشا یہ تھا کہ توبہ ایسی جگہ ہو کہ سب کو معلوم ہو جائے اور یہ فتنہ جو اٹھا ہوا ہے دب جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ جہاں آپ کہیں گے۔ وہیں میں توبہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ پہلے دس آیتیں تولے آئیں غرض انہوں نے جاتے ہی کہا کہ میں مرزا صاحب سے سب کچھ منوا کر آیا ہوں۔ آپ اس جھگڑے کو چھوڑیئے اور مجھے فوراً دس آیتیں لکھ دیجئے تاکہ میں مرزا صاحب کو توبہ کرانے کے لئے یہاں لاسکوں۔ اس وقت چونکہ مولوی صاحب سخت جوش کی حالت اور بڑے فخر سے کہہ رہے تھے کہ میں نے نور الدینؒ کو یوں پٹھنیاں دیں۔ میں نے اسے گردن سے اس طرح پکڑا۔ انہوں نے جب یہ بات سنی تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور غصہ سے کہنے لگے تجھ جاہل کو کس نے کہا تھا کہ تم مرزا صاحب کے پاس جاتے۔ میں دو مہینے سے جھگڑ کر نور الدینؒ کو حدیث کی طرف لایا تھا تو پھر بحث کو قرآن کی طرف لے گیا۔ وہ آدمی تھے نیک انہیں یہ فقرہ کھا ہی گیا۔ وہ سادگی سے یہ سمجھتے تھے کہ قرآن سے حیات مسیح ثابت ہے اور وہ اسی امید میں خیالی پلاؤ پکار رہے تھے اور خیال کرتے تھے کہ جہاں سارے ہندوستان کے مولوی ناکام رہے ہیں۔ وہاں میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اور مرزا صاحب سے توبہ کراؤں گا۔ پس انہوں نے جونہی یہ فقرہ سنا کہ میں دو مہینے بحث کر کر کے نور الدینؒ کو حدیث کی طرف لایا تھا۔ تو پھر بحث کو قرآن کی طرف لے گیا تو تھوڑی دیر تو حیرت اور استعجاب سے خاموش بیٹھے رہے۔ پھر اٹھے اور مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ اچھا مولوی صاحب جہر قرآن ادھر ہی ہم اور یہ کہہ کر مجلس سے چلے گئے۔

اب انہوں نے نہ کوئی دلیل سنی نہ کوئی نشان دیکھا نہ کوئی مباحثہ سنا صرف انہوں نے یہ فقرہ سنا اور سمجھ گئے کہ قرآن مرزا صاحب کی تائید میں ہے اور انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ جدھر قرآن ہے ادھر ہی مجھے ہونا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے قادیان آ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی۔ تو حق یہ ہے کہ جو شخص اس مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے کہ بجائے اس کے کہ اپنے جذبات یا غیرت کا پاس کرے۔ وہ یہ فیصلہ کر لے کہ جدھر میرا خدا ہے ادھر ہی میں ہوں گا وہ کبھی ناکام نہیں ہو سکتا وہ کبھی نامراد نہیں ہو سکتا وہ کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔ یہی وہ مقام ہے جس کے بعد کوئی گمراہی نہیں اور یہی وہ مقام ہے۔ جس کے بعد ساری دنیا کے شیطان مل کر بھی اگر انسان کو گمراہ کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے کیونکہ اس نے ایک ایسے عروۃ ثقلیٰ کو پکڑ لیا ہے۔ جس کے لئے ٹوٹنا مقدر نہیں۔ وہ کچھ ہوا اپنے خدا کی طرف چلا جائے گا۔ پس جس شخص کے دل میں یہ ایمان ہو کہ جدھر میرا خدا ہے ادھر میں ہوں۔ اسے شیطان نہ دوستوں کی محبت سے ورغلا سکتا ہے نہ رشتہ داروں کی محبت سے ورغلا سکتا ہے نہ حلم سے ورغلا سکتا ہے اور نہ کسی اور طریق سے ورغلا سکتا ہے کیونکہ شیطان اسے یہ تو کہہ سکتا ہے کہ یہ دوستوں کی محبت کا تقاضا ہے۔ یہ رشتہ داروں کی محبت کا تقاضا ہے یہ قومی غیرت کا تقاضا ہے یہ اسلامی محبت کا تقاضا ہے مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ قرآن کا تقاضا ہے۔ وہ انسانی طبیعت کو سو طرح ابھار سکتا ہے وہ لالچ دے سکتا ہے وہ ڈراوے دے سکتا ہے وہ جذبات برا بیچتہ کر سکتا ہے مگر وہ قرآن کی آیت اپنے پاس سے نہیں بنا سکتا کیونکہ قرآن خدا کی کتاب ہے اور وہی اس کا حافظ و ناصر ہے۔ پس جب کوئی شیطان قرآن کی آیت اپنے پاس سے نہیں بنا سکتا تو وہ شخص جو یہ فیصلہ کر لے کہ میں ادھر ہی ہوں گا۔ جدھر قرآن ہے وہ گمراہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

غرض جو شخص اس مقام پر کھڑا ہو جائے کہ جدھر خدا ہے ادھر میں ہوں جس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جدھر قرآن ہے ادھر میں ہوں وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ کیونکہ انسانوں کے لئے خدا تعالیٰ کا کوئی حکم نہیں جو قرآن سے باہر ہو اور قرآن کا کوئی لفظ نہیں جو خدا تعالیٰ سے باہر ہو پس جدھر خدا ہے ادھر قرآن ہے اور جدھر قرآن ہے ادھر خدا ہے اور وہ جس نے کہا کہ جدھر خدا ہے ادھر میں ہوں اس نے یہی کہا کہ جدھر قرآن ہے ادھر میں ہوں اور جس نے کہا کہ جدھر قرآن ہے ادھر میں ہوں اس نے یہی کہا کہ جدھر خدا ہے ادھر میں ہوں اور ایسے شخص پر



شیطان کا کوئی حملہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ وہ انسانی علم کی کمی کی وجہ سے عارضی طور پر دھوکا کھا سکتا ہے وہ عارضی طور پر کسی بات کو صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر رہ سکتا ہے مگر وہ فنا نہیں ہو سکتا۔ وہ گمراہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے خدا کو پکڑا ہوا ہے اور جس نے خدا کو پکڑا ہوا ہو۔ وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔

(الفضل 14 ستمبر 1939ء جلد 27 نمبر 11 صفحہ 8، 7)

## حضرت مسیح علیہ السلام کی بن باپ ولادت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم نے بیسیوں دفعہ سنا ہے کہ مسیح کی بن باپ ولادت نبوت کا کاٹھا پھیرنے اور یہود کو یہ بتانے کے لئے تھی کہ بنی اسرائیل سے خدا تعالیٰ نے اب اپنا منہ موڑ لیا ہے اور وہ ان کی بد اعمالیوں کی سزا میں اب نبوت کا سلسلہ ایک دوسری قوم میں منتقل کرنے والا ہے۔ چونکہ سلسلہ نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے مسیح کو بن باپ پیدا کیا۔ یہ بتانے کے لئے کہ اب یہود میں کوئی مرد ایسا نہیں رہا جس کی اولاد میں سے کسی کو نبی بنایا جاسکے۔ چنانچہ اب ہم جس کو نبی بنا رہے ہیں بغیر باپ کے بنا رہے ہیں صرف اس کی ماں اسرائیلی ہے مگر آنے والے نبی میں اتنا حصہ بھی نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسرائیل سے اپنے تعلقات کلی طور پر منقطع کر لے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتابوں میں بھی اس مسئلہ کا بار بار ذکر فرمایا ہے چنانچہ مواہب الرحمن وغیرہ میں یہ مضمون پایا جاتا ہے اور درجنوں دفعہ ہم نے آپ کی زبان سے بھی یہ بات سنی ہے کہ حضرت مریم بھی ایک علامت تھیں اس خدائی انتباہ کی کہ نبوت اب بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں منتقل ہونے والی ہے اور موسیٰؑ کی اس پیشگوئی کا ظہور بالکل قریب ہے جس میں اس نے بتایا تھا کہ

”خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں (یعنی بنی

اسماعیل) میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔“ (استثناء باب 18 آیت 15)

پس چونکہ مریم بھی ایک خدائی نشان تھیں اس لئے ہمیں پوری طرح تحقیق کرنی چاہیے کہ بائبل اور قرآن نے ان کے وجود کو کس شکل میں پیش کیا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 153 تا 154)

## مدرسہ احمدیہ کی بنیاد

خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کا منشاء کبھی اس سے بڑے معجزے بھی دکھا سکتا ہے۔ تو

ہمارا سر خدا تعالیٰ کے سامنے اور زیادہ شکر گزاری کے ساتھ جھک جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یہی سکول جو اب تعلیم الاسلام ہائی سکول کہلاتا ہے قائم ہوا۔ یہ سکول اس وقت قائم ہوا تھا۔ جب میں ابھی نو دس سال کا تھا ہمارے بعض لڑکے آریہ سکول میں پڑھا کرتے تھے۔ جو اس وقت قائم ہو چکا تھا اور ابھی ڈل تک تھا اور بعض لڑکے گورنمنٹ پرائمری سکول میں پڑھتے تھے۔ جس کا ہیڈ ماسٹر اتناقی طور پر آریہ تھا اور وہ ہر وقت بچوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے طلباء اپنے اپنے گھر جا کر اسی قسم کی باتیں کرتے تھے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اب ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ایک سکول کھولا جائے۔ چنانچہ ایک پرائمری سکول قائم کیا گیا۔ جو اسی سال ڈل تک ہو گیا اور پھر کچھ عرصہ بعد ہائی سکول بن گیا۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی یہ سکول قائم ہو گیا تھا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ مخالفین نے جماعت پر شدت سے حملے کرنے شروع کر دیئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ اب ہمیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے نئی جدوجہد کرنی چاہئے اور آپ نے ایک مجلس شوریٰ بلائی تا جماعت مشورہ دے کہ اس فتنہ کے مقابلہ میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اس وقت مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسی تحریک کر دی جائے جو ہماری کسی سکیم کے خلاف ہو۔ مناسب یہی ہے کہ وہ خود ہی یہ تحریک کر دیں کہ ہائی سکول کو توڑ دیا جائے اور اس کی بجائے علماء کی ایک جماعت تیار کی جائے۔ ہائی سکول اور بھی بہت ہیں اور ہمارے بچے ان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ اس وقت علماء کی ضرورت ہے اور ان کے تیار کرنے کے لئے ایک دینیات کے سکول کی ضرورت ہے۔ ہائی سکول کی ضرورت نہیں۔ تعجب یہ ہے کہ وہی لوگ جو انگریزی زبان کے حامی تھے وہی اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ ہائی سکول توڑ دیا جائے۔ صرف حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ ایک ایسے شخص تھے۔ جن کا خیال تھا کہ ہائی سکول کو توڑنا نہیں چاہئے۔ ہائی سکول بھی قائم رہے اور دینیات کی تعلیم بھی دی جائے اور میرا خیال بھی یہی تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کی عادت تھی کہ آپ اپنی بات کا زیادہ پروپیگنڈا نہیں کرتے تھے۔ ہاں ملنے جلنے والوں سے باتیں کر لیتے تھے لیکن یہ نہیں ہوتا تھا کہ عام لوگوں میں جا کر کوئی لیکچر دیں۔ آپ نے ایک مضمون لکھا تا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچ جائے اور آپ کے خیالات کا حضورؐ کو علم ہو جائے۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا۔ میاں سنا ہے کیا باتیں

ہو رہی ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا میں تو اس کا قائل نہیں آپؓ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ ہم ایک سے دو ہو گئے۔ میں ساری رات سویا نہیں۔ میرے دل پر ایک بوجھ سا تھا کہ کوئی میرا ہم خیال نہیں۔ اب تمہاری بات سے یہ خیال معلوم ہوا تو میں نے کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں ایک نہیں رہا۔ بلکہ دو شخص ایسے موجود ہیں جو ہم خیال ہیں۔ میں نے ایک مضمون لکھا ہے۔ یہ چیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے جاؤ۔ میں وہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے گیا۔ چنانچہ ایک جلسہ ہوا اور عام طور پر لوگوں نے یہی کہا کہ ہائی سکول کو جاری رکھنا فضول ہے۔ آخر دنیا میں اور ہائی سکول بھی موجود ہیں۔ ہمارے بچے وہاں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ بعض افراد ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے یہاں تک کہا کہ ہمیں دینیات کی بھی کیا ضرورت ہے چنانچہ کوئٹہ کے تحصیلدار نذیر احمد صاحب نے یہی بات کہی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی تائید کی کہ ہائی سکول بھی قائم رکھا جائے۔ آپؓ نے فرمایا میرا یہ منشا ہرگز نہیں تھا کہ ہائی سکول کو توڑ دیا جائے اور دینیات کلاس کھولی جائے۔ پھر مدرسہ احمدیہ قائم ہوا 1906ء یا 1907ء کی بات ہے گویا۔

مدرسہ احمدیہ کی بنیاد بھی نہایت چھوٹے پیمانہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود رکھی۔ اس کے سال دو سال بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے آپؓ کے فوت ہو جانے کے بعد وہی لوگ جنہوں نے یہ تجویز کی تھی کہ ہائی سکول توڑ کر دینی کلاس کھولی جائے۔ انہوں نے یہ تجویز کیا کہ مدرسہ احمدیہ توڑ دیا جائے اور ہائی سکول کو قائم رکھا جائے اور لڑکوں کو وظیفے دے کر کالج کی تعلیم حاصل کرائی جائے۔

(الفضل 11 اپریل 1961ء جلد 15/50 نمبر 82 صفحہ 3-4)

## ایک گنجے اور اندھے کی کہانی

ایک گنجا اور ایک اندھا تھا۔ خدا کا فرشتہ متشکل ہو کر گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تو کیا چاہتا ہے تو گنجے نے کہا میرے سر کے بال ہو جاویں اور مال دولت ہو جاوے چنانچہ فرشتے نے گنجے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو خدا کی قدرت سے اس کے سر پر بال بھی نکل آئے اور مال دولت نوکر چاکر بھی مل گئے۔ پھر اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تو کیا چاہتا ہے؟ اندھے نے کہا کہ میری آنکھیں روشن ہو جاویں تو میں ٹکریں کھاتا نہ پھروں اور روپیہ پیسہ مل جاوے تو

کسی کا محتاج نہ رہوں۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ روشن ہو گئیں اور مال دولت بھی مل گیا۔

پھر وہی فرشتہ خدا تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور گنجه کی آزمائش کو ایک فقیر کے بھیس میں آیا اور گنجه کے پاس جا کر سوال کیا۔ گنجه نے ترش روئی سے جواب دیا اور جھڑک دیا اور کہا کہ چل تیرے جیسے بہت فقیر پھرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیا اور پھر وہ گنجه کا گنجا ہی ہو گیا اور سب مال و دولت جاتا رہا اور پھر ویسا ہی تنگ حال ہو گیا پھر وہی فرشتہ فقیر کی شکل میں اندھے کے پاس آیا جواب بڑا دوتمند اور بیٹا ہو گیا تھا اور سوال کیا اس نے کہا سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی نے دیا ہے اور اس کا مال ہے تم لے لو۔ اس پر پھر اللہ تعالیٰ نے اندھے کو اور بھی مال دولت دیا۔

نتیجہ:۔ پس اے عزیز بچو! تم بھی یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کرو اور اس کی قدر کرو اور سوالی کو جھڑکی نہ دو۔ خیرات کرنا اچھی بات ہے اور سوالی کو دینا چاہیے۔ اس سے خدا خوش ہوتا ہے اور نعمت زیادہ کرتا ہے۔

(الحکم 13 ستمبر 1898ء جلد 2 نمبر 27-26 صفحہ 11)

### حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر لینا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔ میں چھ سات سال کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ سیر کے لئے نکلے۔ آپ مسجد مبارک کے سامنے جو چوک ہے۔ اس میں پہنچے تو حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دوست حضورؑ کی تصویر لینے کی خاطر یہاں آئے ہیں یہ 1894ء یا 1895ء کی بات ہے۔ اس زمانہ میں ابھی کیمرہ کا زیادہ رواج نہیں تھا۔ اس شخص نے ایک سٹینڈ کھڑا کیا اور اس کے اوپر گتے کی ایک چیز رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فوٹو لی۔ جب آپ سیر کے لئے آگے تشریف لے گئے تو اس شخص کے متعلق بات شروع ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا گیا کہ وہ شخص ڈل تک تعلیم رکھتا ہے اور اس نے بڑی محنت کے ساتھ کیمرہ کی ایجاد کی ہے اور یہ کیمرہ جس سے آپ کی فوٹو لی گئی ہے اس کا اپنا ایجاد کردہ ہے۔ اس شخص نے ایجادات کے شوق میں روس تک کا سفر بھی کیا ہے اور متعدد ایجادیں کی

ہیں۔ وہ دوست جلد ہی فوت ہو گئے۔ کیونکہ اس کے بعد وہ دکھائی نہیں دیئے۔ پس محنت اور کوشش کے ساتھ ہی انسان انسان بنتا ہے۔“

(الفضل 14 دسمبر 1952ء جلد 40/6 نمبر 290 صفحہ 4)

## اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دل بدل دیتا ہے

اللہ تعالیٰ بچانے پر آئے تو بڑے بڑے دشمنوں کو بھی ناکام کر دیتا ہے۔ یہ انسان کی غلطی ہوتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے۔ میری تدبیروں سے ہوگا حالانکہ انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کسی کا دل بدل سکے ہاں اللہ تعالیٰ دوسروں کے دل بدل سکتا ہے دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کیسے کیسے دشمن تھے مگر بعد میں وہ آپ کے بڑے جاں نثار ثابت ہوئے مجھے یاد ہے کہ لکھنؤ میں ایک عرب آیا لوگ اس کی بڑی خاطر تواضع کرتے تھے کہ یہ بغداد شریف سے آیا ہے۔ میاں چٹواہل قرآن کے لیڈر ہوتے تھے وہ اسے قادیان لے آئے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن شریف میں یوں لکھا ہے اور آپ نے ”ق“ کو پنجابی لہجہ میں ادا کیا اس پر عرب کہنے لگا آپ کو کس نے مسیح بنایا ہے۔ آپ تو ”ق“ بھی نہیں بول سکتے۔

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید اس وقت مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فوراً ان کا ہاتھ پکڑ لیا پاس ہی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ ان کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیں اور جب تک مجلس برخاست نہ ہو جائے ان کا ہاتھ نہ چھوڑیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ رکھا۔ بعد میں اس نے میاں چٹو کے ساتھ دھوکہ بازی کی اور انہوں نے اسے گھر سے نکال دیا۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی جو ہماری جماعت کے ایک بڑے مخلص دوست تھے۔ میاں چٹو مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے معتقد تھے۔ مگر بعد میں انہیں پتہ لگا کہ اس میں کوئی اخلاقی نقص ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ جس شخص کے اخلاق خراب ہیں۔ اسے یہ حق کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرے۔ چنانچہ وہ ان سے الگ ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیرتا رہتا ہے اور کچھ کا کچھ بنا دیتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہنا چاہئے اور اسی پر ساری امیدیں رکھنی چاہئیں کیونکہ اس سے زیادہ

مہربان اور طاقتور اور کوئی نہیں۔ (الفضل 3/ اپریل 1959ء جلد 48/13 نمبر 78 صفحہ 8)

## سزا اصلاح کی غرض سے ہونی چاہئے

حقیقت یہ ہے کہ نظام کی درستی کے لئے اتحاد خیالات کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک اختلاف بڑا نظر آئے لیکن اگر وہ کسی فتنے کا موجب نہ ہو تو اس اختلاف رکھنے والے کو جماعت میں شامل ہونے کی اجازت دے دی جائے لیکن ایک دوسرا شخص خواہ اس سے کم اختلاف رکھتا ہو لیکن اس کا اختلاف کسی فتنے کا موجب ہو تو اسے جماعت سے نکال دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دفعہ ایک دوست نے پوچھا کہ میں ابھی شیعیت سے نکل کر آیا ہوں اور حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل سمجھتا ہوں پس کیا اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے میں آپؑ کی بیعت کر سکتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں لکھا کہ آپ بیعت کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ چند آدمیوں کو قادیان سے باہر چلے جانے کا حکم دے دیا اور ان کے بارہ میں اشتہار بھی شائع کیا مگر وجہ صرف یہ تھی کہ وہ بیوقوفانہ نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور بعض ایسے تھے کہ ان کی مجلسوں میں حقہ نوشی اور فضول گوئی کا شغل رہتا تھا۔ اب بتاؤ حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ سے افضل سمجھنے اور حقہ پینے میں سے کون سی بات بڑی ہے۔ لازماً ہر شخص یہی کہے گا کہ حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ سے افضل سمجھنا بڑی بات ہے اور حقہ پینا چھوٹی بات ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بڑا اختلاف رکھنے کے باوجود ایک شخص کو اپنی بیعت کی اجازت دے دی اور حقہ پینے اور ہنسی ٹھٹھا میں مشغول رہنے پر دوسروں کو مرکز سے چلے جانے کی ہدایت فرمائی۔ حالانکہ ایک دعوت کے موقع پر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا انتظام کیا تھا۔ چنانچہ ترکوں کا سفیر حسین کامی جب قادیان میں آیا اور اس کے لئے دعوت کا انتظام کیا گیا تو جماعت کے خرچ پر اس کے لئے سگارا اور سگریٹ منگوائے گئے۔ میں اس وقت چھوٹا تھا۔ مگر مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مجلس میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے ذکر کیا کہ یہ لوگ سگریٹ کے عادی ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے کوئی انتظام نہ کیا تو اسے تکلیف ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ہرج نہیں۔ اس کے لئے سگریٹ منگوالیئے جائیں کیونکہ یہ ایسی حرام چیزوں میں سے نہیں۔ جیسے شراب وغیرہ ہوتی ہے۔ پس آپؑ نے وہ چیز جو اس قسم کی حرمت نہیں رکھتی۔ جیسے

شراب اپنے اندر حرمت رکھتی ہے استعمال کرنے پر تو ایک شخص کو جماعت سے خارج کر دیا اور وہ جس نے یہ کہا تھا کہ میں کہ میں حضرت ابو بکرؓ سے حضرت علیؓ کو افضل سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ اسے بیعت کرنے کی اجازت دے دی۔

درحقیقت بعض باتیں وقتی فتنہ کے لحاظ سے بڑی ہوتی ہیں۔ حالانکہ وہ اصل میں چھوٹی ہوتی ہیں اور بعض باتیں وقتی فتنہ کے لحاظ سے چھوٹی ہوتی ہیں۔ حالانکہ اصل میں بڑی ہوتی ہیں۔ پس وقتی فتنہ کے لحاظ سے کبھی بڑی بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور چھوٹی بات پر ایکشن لے لیا جاتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے کبھی عقل سے کام نہیں لیا۔ ان کا مقصد صرف اعتراض کرنا ہوتا ہے۔“ (الفضل 13 ستمبر 1961ء جلد 50/15 نمبر 211 صفحہ 4)

### تجدید عہد بیعت

تجدید عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صوفیاء سے ثابت ہے جسے بیعت ارشاد کہا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کئی دفعہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ دوبارہ بیعت کر لو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ستر ستر اور سو سو مرتبہ بیعت کی یعنی جب بھی موقع ملتا وہ شامل ہو جاتے۔ تو تجدید عہد خوبی کی بات ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ دوست اس ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں جماعت کے اندر نئی بیداری اور نئی روح پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ عہدیداران کے بھی امتحان کا وقت ہے اور مجلس خدام الاحمدیہ کے ممبروں کا بھی اور باقی جماعت کا بھی۔ آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے کہ میں سچائیوں کو کھول کھول کر بیان کر سکوں اور جماعت کو بھی توفیق دے کہ ان کو قبول کر سکے اور ان پر عمل کر سکے۔ آمین۔ (خطبات محمود جلد 19 صفحہ نمبر 344)

### اس زمانہ اور پرانے زمانہ میں فرق

مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ نواب محمد علی خاں صاحب مرحوم بھی ساتھ تھے۔ آپ نے بڑے تعجب سے فرمایا۔ نواب صاحبؓ یہ کتنا اندھیر ہے کہ پہلے جو چوڑھا ہمارے ہاں کام کرتا تھا۔ اسے ہم چار آنہ ماہوار دیا کرتے تھے

اور وہ خود اور اس کا سارا ٹیم ہماری خدمت کیا کرتا تھا لیکن اب اس کی بیوی کو ہم دو روپے ماہوار دیتے ہیں اور وہ پھر بھی کام سے جی چراتی ہے۔ اس پر نواب صاحب کہنے لگے۔ حضور آپ تو دو روپیہ دیتے ہیں۔ ہم چودہ روپے ماہوار دیتے ہیں اور پھر بھی چوڑھا راضی نہیں۔ غرض اس زمانہ میں اور پرانے زمانہ میں بڑا بھاری فرق ہے۔ اب بیرونی ممالک میں جانے پر اتنا خرچ ہوتا ہے کہ اسے کوئی فرد آسانی سے برداشت نہیں کر سکتا۔ ہاں ایک قوم مل کر کسی کو باہر بھیج سکتی ہے۔ فرد چاہے چار سو یا پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ پانے والا ہو۔ تب بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

(الفضل 6 نومبر 1956ء جلد 10/45 نمبر 260 صفحہ 3)

### اشتہارات تبلیغ کا بہترین ذریعہ

تبلیغ اور منظم تبلیغ میں فرق ہے۔ ہمیں اپنے ملک کا پوری طرح جائزہ لینا چاہیے کہ ملک میں کس حد تک تقریروں کے ذریعہ تبلیغ کی ضرورت ہے، کس حد تک لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ کی ضرورت ہے۔ کون سے گروہ ایسے ہیں جن میں پمفلٹ زیادہ مقبول ہو سکتے ہیں، کون سے گروہ ایسے ہیں جن میں اشتہارات زیادہ مقبول ہو سکتے ہیں اور کون سے گروہ ایسے ہیں جن میں کتابیں زیادہ مقبول ہو سکتی ہیں۔ اس وقت نظارت دعوت و تبلیغ پمفلٹ کے ذریعہ تبلیغ کرتی ہے لیکن پمفلٹ ایسی چیز ہے۔ جس کا بوجھ زیادہ دیر تک نہیں اٹھایا جاسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تبلیغ اشتہارات کے ذریعہ ہوتی تھی۔ وہ اشتہارات دو چار صفحات پر مشتمل ہوتے تھے اور ان سے ملک میں تہلکہ مچا دیا جاتا تھا۔ ان کی کثرت سے اشاعت کی جاتی تھی۔ اس زمانہ کے لحاظ سے کثرت کے معنی ایک دو ہزار کی تعداد کے ہوتے تھے۔ بعض اوقات دس دس ہزار کی تعداد میں بھی اشتہارات شائع کئے جاتے تھے۔ لیکن اب ہماری جماعت بیسیوں گنے زیادہ ہے۔ اب اشتہاری پراپیگنڈا یہ ہوگا کہ اشتہارات پچاس پچاس ہزار بلکہ لاکھ لاکھ کی تعداد میں شائع ہوں۔ پھر دیکھو کہ یہ اشتہارات کس طرح لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اگر اشتہارات پہلے سال میں بارہ دفعہ شائع ہوتے تھے۔ تو اب خواہ انہیں سال میں تین دفعہ کر دیا جائے اور صفحات دو چار پر لے آئیں۔ لیکن وہ لاکھ لاکھ دو دو لاکھ کی تعداد میں شائع ہوں تو پتہ لگ جائے گا کہ انہوں نے کس طرح حرکت پیدا کی ہے۔

(الفضل 11 جنوری 1952ء جلد 6/40 نمبر 10 صفحہ 4)



حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کاریلوے اسٹیشن پر حضرت ام المؤمنینؑ کے ساتھ ٹھلنا

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ام المؤمنینؑ کو ساتھ لے کر اسٹیشن پر پھر رہے تھے۔ ان دنوں پردہ کا مفہوم بہت سخت لیا جاتا تھا۔ اسٹیشن تک ڈولیوں میں عورتیں آتی تھیں اور پھر ڈبہ تک پردہ کا انتظام کیا جاتا تھا اور جب ڈبے میں بیٹھ جاتی تھیں تو پھر کھڑکیاں بند کر دی جاتی تھیں۔ یہ پردہ تکلیف دینے والا تھا اور اسلام کی تعلیم کے خلاف تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے تھے۔ حضرت ام المؤمنینؑ برقعہ پہن لیتی تھیں اور سیر کے لئے باہر چلی جاتی تھیں۔ اس دن بھی حضرت ام المؤمنینؑ نے برقعہ پہنا ہوا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپؑ کو ساتھ لئے پلیٹ فارم پر ٹھل رہے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؒ کی طبیعت تیز تھی۔ آپؑ نے جب دیکھا تو کہا بڑا غضب ہو گیا ہے۔ کل کو اشتہارات اور ٹریکٹ نکل آئیں گے کہ مرزا صاحب پلیٹ فارم پر اپنی بیوی کو ساتھ لئے پھر رہے تھے۔ ان میں خود تو اتنی جرات نہیں تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طرف توجہ دلاتے۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے پاس گئے اور کہا مولوی صاحب غضب ہو گیا۔ کل اخباروں میں شور پڑ جائے گا۔ اشتہارات اور ٹریکٹ نکل آئیں گے کہ مرزا صاحب پلیٹ فارم پر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر پھر رہے تھے اور اگر ایسا ہوا تو بہت خرابی ہوگی۔ آپ خدا کے واسطے حضرت صاحب کو سمجھائیں۔ حضرت خلیفہ اولؑ نے فرمایا کہ آخر اس میں کون سی بُرائی ہے؟ گاڑی میں طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ اگر حضرت صاحب اپنی بیوی کو ساتھ لے کر باہر ٹھل رہے ہیں تو اس میں کون سا حرج ہے؟ میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی آپ کو اگر یہ بات بُری لگتی ہے تو خود جائیے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بات کہہ دیجئے۔ میں تو نہیں جاؤں گا۔ مولوی عبدالکریم صاحبؒ نے فرمایا۔ بہت اچھا میں خود جاتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹھلتے ٹھلتے بہت دور جا چکے تھے۔ مولوی صاحب وہاں گئے۔ جب واپس آئے تو گردن جھکائی ہوئی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ فرماتے ہیں کہ مجھے شوق پیدا ہوا کہ پوچھوں کیا جواب ملا ہے۔ چنانچہ میں نے دریافت کیا مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا فرمایا ہے مولوی صاحب نے کہا میں نے جب کہا کہ حضور آپ کیا کر رہے ہیں۔ کل اخبارات

شور مچادیں گے کہ مرزا صاحب اپنی بیوی کے ساتھ اسٹیشن پر پھر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آخر وہ کیا کہیں گے یہی کہیں گے نا کہ مرزا صاحب اپنی بیوی کو ساتھ لئے ہوئے پھر رہے تھے۔ مولوی صاحب شرمندہ ہو کر واپس آگئے۔ واقعی بات یہی تھی حضرت ام المؤمنینؓ نے پردہ کیا ہوا تھا اور پھر میاں بیوی کا اکٹھے پھرنا قابل اعتراض بھی تو نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بیویوں کے ساتھ پھرتے تھے۔ ایک دفعہ لشکر کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ دوڑے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہار گئے اور حضرت عائشہؓ جیت گئیں۔ دوسری دفعہ پھر دوڑے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیت گئے اور حضرت عائشہؓ ہار گئیں کیونکہ حضرت عائشہؓ کا جسم کچھ موٹا ہو گیا تھا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **يَا عَائِشَةُ تِلْكَ بَيْتُكَ** عائشہؓ اس ہار کے بدلہ میں یہ ہار ہوگئی۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ساتھ پھرنا معیوب خیال نہیں فرماتے تھے اور جس بات کی اجازت اسلام نے دی ہے۔ اس کو عیب نہیں کہا جاسکتا۔ پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے پر اعتراض کرتا ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے نزدیک یہ شخص اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا لیکن شکایت کرنے والے نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ فلاں چھوٹے درجہ کا ہے۔ فلاں کمینہ ہے۔

(الفضل مورخہ 8 اکتوبر 1952ء جلد 6/40 نمبر 235 صفحہ 3)

## اپنے اوپر خدا تعالیٰ کی حکومت قائم کرو

شریعت کے قواعد سے نہ تو میں آزاد ہوں نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آزاد ہیں اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آزاد ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود شریعت کے قواعد پر چلنے کے لئے مجبور تھے۔ پس اس شخص نے بعض ایسے اعتراضات کئے ہیں جن پر شریعت حد لگاتی ہے اور شریعت نے ان کے لئے گواہی کا جو طریق مقرر کیا ہے اُس طریق پر چلنا ضروری ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ فلاں نے قرآن کریم کا فلاں حکم توڑا ہے اسے سزا دو لیکن مجھے کچھ نہ کہو۔ مجھے بچپن کا ایک لطیفہ یاد ہے۔ اس وقت میں نے اس سے بہت مزہ اُٹھایا تھا اور اب بھی وہ مجھے یاد آتا ہے تو ہنسی آجاتی ہے۔ پانچویں یا چھٹی جماعت میں میں پڑھتا تھا ہمارے استاد نے یہ طریق مقرر کیا ہوا تھا کہ ان کے سوال کا جواب جو طالب علم وقت مقررہ میں دے دے۔

وہ اوپر کے نمبر پر آجائے گا۔ ہم کھڑے تھے استاد نے سوال کیا ایک لڑکے نے اس کا جواب دیا۔ دوسرے نے ہاتھ بڑھا کر کہا ماسٹر جی یہ جواب غلط ہے۔ ماسٹر صاحب نے پہلے لڑکے سے کہا تم نیچے آ جاؤ اور دوسرے کو کہا تم اوپر چلے جاؤ نیچے آتے ہی اس لڑکے نے جو پہلے اوپر کے نمبر پر تھا کہا کہ مولوی صاحب اس نے میری غلطی نکالتے ہوئے غلط لفظ کو غلط کہا ہے۔ جو غلط ہے۔ اس استاد نے پھر اسے سابق جگہ پر کھڑا کر دیا۔ اور دوسرے لڑکے کو پھر نیچے گرا دیا۔ یہی حالت بعض معترضوں کی ہوتی ہے۔ وہ دوسرے پر غلط یا صحیح اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن اعتراض کا طریقہ مجرمانہ اختیار کرتے ہیں اور اس طرح اس کو سزا دلاتے دلاتے خود سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں اور پھر شور مچاتے ہیں کہ مجرم کو کوئی نہیں پکڑتا جو توجہ دلاتا ہے اسے سزا دیتے ہیں۔ حالانکہ سزا دینے والے کو کیا کریں۔ وہ بھی تو شریعت کے غلام ہیں۔ اگر تم قرآن کریم کی حکومت کو قائم کرنا چاہتے ہو۔ تو اپنے پر بھی خدا تعالیٰ کی حکومت کو قائم کرو۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ دوسروں پر تو خدا تعالیٰ کی حکومت قائم ہو اور تم پر خدا تعالیٰ کی حکومت قائم نہ ہو تو یہ درست بات نہیں میں شکایت کرنے والے سے کہتا ہوں۔ ایاز قدرے خود شناس۔

(خطبات محمود جلد 33 صفحہ 271-270)

### سیر حضرت اماں جان کے ساتھ

اس وقت پردہ میں اتنی شدت تھی کہ اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے کر پھرنا لوگوں کی نگاہ میں معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپؑ آخری دنوں میں جب لاہور میں مقیم تھے۔ تو باقاعدہ حضرت ام المومنینؑ کو ساتھ لے کر سیر پر جایا کرتے تھے۔ آپؑ چونکہ خود بھی بیمار تھے اور اعصاب کی بھی تکلیف تھی اور حضرت ام المومنینؑ بھی بیمار رہتی تھیں۔ اس لئے جب تک آپؑ لاہور میں رہے روزانہ فٹن میں بیٹھ کر آپؑ سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضرت ام المومنینؑ بھی آپؑ کے ساتھ ہوتیں اور قادیان میں بھی یہی کیفیت تھی۔ حضرت ام المومنینؑ ہمیشہ سیر کے لئے جاتی تھیں اور ان کے ساتھ ان کی سہیلیاں وغیرہ بھی ہوا کرتی تھیں۔ پس پردہ کے یہ معنی نہیں کہ عورتوں کو گھروں میں بند کر کے بٹھا دو۔ وہ سیر وغیرہ کے لئے جاسکتی ہیں ہاں گھروں کے تہقہ سننے منع ہیں۔

لیکن اگر دوسروں سے وہ کوئی ضروری بات کریں تو یہ جائز ہے۔ مثلاً اگر وہ ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیں۔ تو بے شک کریں یا فرض کرو کوئی مقدمہ ہو گیا ہے اور عورت کسی وکیل سے بات کرنا چاہتی ہے۔ تو بے شک کرے۔ اسی طرح اگر کسی جلسہ میں کوئی ایسی تقریر کرنی پڑے جو مرد نہیں کر سکتا۔ تو عورت تقریر بھی کر سکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ کے متعلق تو یہاں تک ثابت ہے کہ آپؓ مردوں کو رسول کریم ﷺ کی حدیثیں سنایا کرتی تھیں بلکہ خود لڑائی کی بھی ایک دفعہ آپؓ نے کمان کی۔ جنگ جمل میں آپؓ نے اونٹ پر بیٹھ کر سارے لشکر کی کمان کی تھی۔ پس یہ تمام چیزیں جائز ہیں جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ عورت کھلے منہ پھرے اور مردوں سے اختلاط کرے۔ ہاں اگر وہ گھونگھٹ نکال لے اور آنکھ سے رستہ وغیرہ دیکھے تو یہ جائز ہے۔ لیکن منہ سے کپڑا اٹھا دینا یا مکسڈ پارٹیوں میں جانا۔ جبکہ ادھر بھی مرد بیٹھے ہوں اور ادھر بھی مرد بیٹھے ہوں یہ ناجائز ہے اسی طرح عورت کا مردوں کو شعر گا کر سنانا بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ ایک لغو فعل ہے۔ غرض عورتوں کا مکسڈ مجالس میں جانا مردوں کے سامنے اپنا منہ ننگا کر دینا اور ان سے ہنس ہنس کر باتیں کرنا۔ یہ سب ناجائز امور ہیں لیکن ضرورت کے موقع پر شریعت نے بعض امور میں انہیں آزادی بھی دی ہے۔ بلکہ قرآن کریم نے اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے الفاظ استعمال فرما کر بتا دیا ہے کہ جو حصہ مجبوراً ظاہر کرنا پڑے اس میں عورت کے لئے کوئی گناہ نہیں۔ اس اجازت میں وہ تمام مزدور عورتیں بھی شامل ہیں جنہیں کھیتوں اور میدانوں میں کام کرنا پڑتا ہے اور چونکہ ان کے کام کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ ان کے لئے آنکھوں اور اس کے ارد گرد کا حصہ کھلا رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ ان کے کام میں دقت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے ماتحت ان کے لئے آنکھوں سے لے کر ناک تک کا حصہ کھلا رکھنا جائز ہوگا۔

(الفضل 27 جون 1958ء جلد 12/47 نمبر 149 صفحہ 5)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مشکلات

ہماری جماعت میں معمولی کام کو بڑا کام اور معمولی تکلیف کو بڑی تکلیف سمجھنے لگ پڑتے ہیں۔ ایک دفعہ قادیان میں کچھ فساد ہوا اور میں نے تحقیق کے لئے ایک دوست کو جو کمہار ہیں ایک بات دریافت کرنے کے لئے بلایا۔ انہوں نے سمجھا کہ میں گھبرا گیا ہوں اور مجھے تسلی دینے

کے لئے کہا کہ یہ واقعہ کیا چیز ہے اس سے بہت بڑھ کر مصیبتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہم پر آئی ہیں۔ ایک دفعہ تالاب سے مٹی اٹھا رہے تھے کہ مرزا نظام الدین صاحب آئے اور کہا کہ کون ہماری اجازت کے بغیر مٹی اٹھا رہا ہے۔ ان کو دیکھ کر سب لوگ بھاگ گئے اور صرف میں ہی اکیلا وہاں رہ گیا۔ میں نے دعا کی یا اللہ یہ ایسا ہی وقت ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غار ثور میں آیا تھا۔ اس طرح وہ مجھے تسلی دے رہے تھے حالانکہ یہ ان کی نفس کی بزدلی تھی میں حیران تھا کہ اس شخص نے کتنے معمولی سے واقعہ کو غار ثور جیسے عظیم الشان واقعہ سے تشبیہ دی ہے۔ غرض یہ حالت ہے اس زمانہ کے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی ذمہ داری کے کاموں سے گھبرا جاتے ہیں۔ ریلوں وغیرہ سے آرام کے ساتھ بجائے شکر یہ میں بڑھنے کے غفلت میں ترقی ہو رہی ہے اور کام میں بڑھنے کی بجائے اس کی مقدار اور اس کا معیار کم ہو رہا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں میں زیادتی کے ساتھ سے غفلت میں بھی زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے اور انسان کو فاقہ رہنے کی مشق کم ہو رہی ہے۔ ان کی زندگی وحوش کی سی ہے بلکہ وحوش کی زندگی ان سے اچھی ہے۔ (الفضل 8 اگست 1939ء جلد 27 نمبر 179 صفحہ 4)

### خدا کے نشانوں سے آنکھ بند نہ کرو

جب خدا کا رسول غلطی کر سکتا ہے اور ہزار فیصلوں میں سے ایک فیصلہ اس کا نادرست ہو سکتا ہے تو میرے لئے ہزار میں سو کا غلط ہونا ممکن ہے لیکن باوجود اس کے اگر کوئی یہ کہتا پھرے کہ اس نے فلاں فیصلہ غلط کیا ہے۔ فلاں غلطی کی۔ چاہے وہ غلطی ہو پھر بھی اسے خدا تعالیٰ پکڑے گا کیونکہ ایسا آدمی نظام کو توڑتا ہے پس میں کہتا ہوں۔ خدا کے نشانوں سے آنکھیں بند نہ کرو اگر جان بوجھ کر بند کرو گے تو خدا تعالیٰ فی الواقع دل کا نایب بنا دے گا۔ کئی لوگ حضرت صاحبؑ کے پاس آ کر کہتے کوئی نشان دکھاؤ تو آپؑ فرماتے کیا پہلے نشانات سے تم نے کوئی فائدہ اٹھایا کہ اور چاہتے ہو۔ جب پہلے ہزاروں نشانات سے تم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو کسی اور سے کس طرح اٹھاؤ گے۔ ایسے لوگ ہمیشہ محروم ہی رہے۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 225)

### نشانوں کی قدر کرو

کئی لوگ بیعت کرتے رہتے ہیں جنہیں روایا اور کشف ہوئے مگر یہ تمام نشان ایک

ایسے انسان کے لیے ہیں جس کی ضد اور عداوت سے عقل نہ ماری گئی ہو۔ وہ دیکھ سکتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہوں۔ اب جو میرا مقابلہ کرے گا۔ وہ خدا کا مقابلہ کرے گا۔ افسوس ان لوگوں پر جو ان نشانات سے فائدہ نہ اٹھائیں ورنہ میرے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ایسے ایسے نشان دکھائے ہیں جو عقل کے دروازے کھولنے کے لیے کافی ہیں لیکن جو انسان آنکھیں بند کر لے وہ کچھ نہیں دیکھ سکتا نبی نشان پر نشان دکھاتا ہے مگر منکر یہی کہتے رہتے ہیں کہ کچھ نہیں دکھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نشان پر نشان دکھائے بعض لوگ آئے جنہوں نے آکر کہا ان کی تو پگڑی ٹیڑھی ہے یہ مسیح موعود علیہ السلام کس طرح ہو سکتے ہیں۔ آپ نے معجزہ پر معجزہ دکھایا مگر بعض ایسے لوگ آئے جنہوں نے کہا یہ تو قاف صحیح طور پر نہیں بول سکتے یہ کہاں مسیح موعود علیہ السلام ہو سکتے ہیں۔ آپ نے آیت پر آیت دکھائی مگر ایسے لوگ آئے جنہوں نے کہا انہوں نے بیوی کے لیے زیور بنوائے ہیں، یہ بادام روغن استعمال کرتے ہیں انہیں ہم کس طرح مان سکتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 224)

## دعا۔ جو منگے سومر رہے

دُعا مانگنے کا بھی ایک طریق ہوتا ہے۔ ہمارے مُلک میں ایک طریق ہے کہ بغیر عقل کے نقل کرتے ہیں جسے میں تو چھچھورا پن سمجھتا ہوں مثلاً میں نے جو یہ بات بیان کی ہے اب تو خیر میں نے روک دیا ہے لیکن اگر نہ روکتا تو کل ہی مجھے کئی رقعے آنے شروع ہو جاتے کہ دُعا کریں ہماری ہر دُعا قبول ہو جایا کرے۔ حالانکہ صرف منہ سے کوئی بات کہہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دُعا قلب کے تغیر کا نام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ دعا کی مثال وہی ہے جو کہتے ہیں جو منگے سومر رہے مرے سومنگن جائے۔ یعنی کوئی سوال ایسا ہوتا ہے کہ اس سے موت بہتر ہوتی ہے۔ مگر بعض سوال جیسے مثلاً خدا تعالیٰ سے مانگنا جائز تو ہے۔ مگر اس کے پورا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنے اوپر ایک موت وارد کرے۔ صرف یہ نہیں کہ منہ سے الفاظ دہراتا جائے۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ لوگ کوئی بات سنتے ہیں تو یوں نہیں منہ سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ دعا کریں یوں ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مجلس میں فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے بعد الموت ان ان انعاموں کے وعدے کئے ہیں۔ ایک صحابیؓ جھٹ بول اٹھے یا رسول اللہ دعا کریں میں بھی جنت میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ نے فرمایا

وہاں تم ساتھ ہی ہو گے۔ جیسے ہم میں بہت سے نقال ہیں اور ان میں بھی بعض تھے۔ چنانچہ یہ بات سنتے ہی ایک دوسرا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور بولا یا رسول اللہ میرے لئے بھی یہی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا یہ نقل ہے۔ پہلے نے جو لینا تھا لے لیا۔ تو نقل سے کام نہیں چلتا۔ کسی سے بات سُنی اور منہ سے کہہ دیا یا رقعہ لکھ دیا۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

(الفضل 8 نومبر 1939ء جلد 27 نمبر 258 صفحہ 3)

### دہلی میں اولیاء اللہ کے مزاروں پر دعائیں

اصل بات یہ ہے کہ وہ انسان جو خدا پر بھروسہ رکھتا ہے وہ کبھی الہی کاموں کی نسبت یہ خیال نہیں کر سکتا کہ ان کا نتیجہ نہیں نکلے گا۔ میں اُس وقت چھوٹا تھا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی تشریف لائے تھے آپ یہاں کے اولیاء اللہ کے مزاروں پر گئے اور بہت دیر تک لمبی دعائیں کیں اور فرمایا۔ میں اس لئے دعا کرتا ہوں کہ ان بزرگوں کی روحیں جوش میں آئیں تا ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں کی نسلیں اس نور کی شناخت سے محروم رہ جائیں جو اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے اور فرمایا کہ یقیناً ایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں کو کھول دے گا اور وہ حق کو قبول کریں گے میں گو اس وقت چھوٹا تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس قول کا اثر اب تک میرے دل پر باقی ہے۔ پس یہاں کی جماعت اپنی کوششوں کا اگر کوئی نیک نتیجہ دیکھنا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ خدا پر بھروسہ رکھے یقیناً ایک دن ایسا آئے گا کہ جس چیز کو خدا قائم کرنا چاہتا ہے وہ ہو کر رہے گی۔

(جماعت احمدیہ دہلی کے ایڈریس کا جواب، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 84، 83)

### سچا مذہب تازہ نشانات رکھتا ہے

سلسلہ احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح پہلے بولتا تھا اب بھی بولتا ہے اور جس طرح پہلے نشان دکھاتا تھا اب بھی دکھاتا ہے اور جس طرح پہلے اس کے فرشتے اس کے بندوں پر نازل ہوتے تھے اب بھی اترتے ہیں اور یہ کہ وہ مذہب جس کی بنیاد قصوں پر ہو مذہب نہیں ایک کہانی ہے اور وہ عقیدے جن کی بنیاد صرف روایت پر ہو عقیدے نہیں بلکہ توہمات ہیں۔ پس سچا مذہب وہی ہے جو اپنے ساتھ تازہ نشانات رکھتا ہو اور میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر

گواہی دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر ہم نے اس قدر نشانات دیکھے ہیں کہ جو شمار میں نہیں آسکتے اور آپ کے طفیل اور آپسے تعلق رکھ کر ہم میں سے ہزاروں نے کلام الہی سے بقدر اپنے ظرف کے حصہ پایا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے ایک میں بھی ہوں میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے رؤیا اور الہامات سے حصہ پایا ہے اور سینکڑوں امور قبل از وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے بتائے ہیں جو اپنے وقت پر جا کر پورے ہوئے حالانکہ اس سے پہلے سامان ان امور کے وجود میں آنے کے بالکل مخالف تھے۔ (تحفہ لارڈارون۔ انوار العلوم جلد 12 صفحہ 48-49)

### آنے والا مسیح موعود نبی ہی ہوگا

اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کلام بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ آپ نبی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ابتدائی زمانہ کا ایک الہام بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا سے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس الہام کی دو قراءتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا میں ایک نذیر آیا اور دوسری یہ کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔ گویا اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کلام ابتداء ہی میں اس طرح شروع کرتا ہے۔ کہ دنیا میں ایک نذیر اور نبی آیا۔ نذیر کا لفظ بھی قرآن کریم میں جہاں استعمال ہوا ہے نبی کے معنوں میں ہی ہوا ہے۔ اس لیے نذیر کے لفظ سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا پھر تذکرہ نکال کر دیکھو کہ کتنی جگہ آپ کے الہامات میں آپ کے لیے مجدّ یا محدّث کا لفظ ہے؟ اور کتنی جگہ نبی اور رسول کا؟ یہ صحیح ہے کہ ہر نبی محدّث بھی ہوتا ہے۔ جیسے ایم۔ اے، بی۔ اے بھی ہوتا ہے۔ ہم ایم۔ اے کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ جب اس نے بی۔ اے پاس کیا تھا۔ بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب وہ مدرسہ میں داخل ہوا تھا۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ ایم۔ اے نہیں۔ اسی طرح نبی مومن بھی ہوتا ہے۔ صالح اور شہید بھی اور صدیق بھی۔ یہ سب لفظ اس کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ نبی نہیں۔ عجیب بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نعوذ باللہ غلطی کی کہ آنے والے کا صحیح روحانی مرتبہ ایک بار بھی بیان نہ فرمایا۔ ایک ہی دفعہ اس کے مرتبہ کا ذکر فرمایا۔ مگر وہاں بھی نبی اللہ کے نام سے اسے یاد کیا۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس غلطی کا ازالہ فرمادیتا اور کہہ دیتا کہ اس حدیث سے غلطی نہیں کھانی



چاہئے آپ کا اصل مقام محدث ہے آپ نبی نہیں۔ مگر ابتدائی باتیں جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیں۔ ان میں ہی یہ فرمایا کہ دنیا میں ایک نبی آیا پھر آپ کے الہامات کا مجموعہ جو شائع شدہ ہے اس میں کئی سو جگہ آپ کے لیے نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ وضاحت کے ساتھ یا تشبیہ کے ساتھ۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا قول ہے اور اگر یہ بھی صحیح نہیں تو کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی نعوذ باللہ پھر لوگوں کو اسی گمراہی میں ڈال دیا۔ عجیب بات ہے کہ اصل مرتبہ کا ذکر یہاں بھی نہیں نبی اللہ نبی اللہ ہی بار بار فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں رات کو سونے کے لیے لیٹتا ہوں تو تکیہ پر سر رکھتے ہی یہ الہام ہونا شروع ہوتا ہے کہ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری تائید پر ہوں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ تکیہ پر سر رکھنے سے لے کر سر اٹھانے تک برابر یہ الہام ہوتا رہتا ہے۔ (الفضل 18 جون 1941ء جلد 29 نمبر 135 صفحہ 4)

### ہمیشہ خدا پر بھروسہ رکھنا چاہئے

یقیناً ایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں کو کھول دے گا اور وہ حق کو قبول کریں گے۔ میں گو اس وقت چھوٹا تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کا اثر اب تک میرے دل پر باقی ہے۔ پس یہاں کی جماعت اپنی کوششوں کا اگر کوئی نیک نتیجہ دیکھنا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ خدا پر بھروسہ رکھے۔ یقیناً ایک دن ایسا آئے گا کہ جس چیز کو خدا قائم کرنا چاہتا ہے وہ ہو کر رہے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کشف میں دیکھا کہ ایک نالی بہت لمبی کھدی ہوئی ہے اور اس کے اوپر بھٹریں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک بھٹری کے سر پر ایک قصاب ہاتھ میں چھری لئے ہوئے تیار ہے اور آسمان کی طرف ان کی نظر ہے جیسے حکم کا انتظار ہے میں اس وقت اس مقام پر ٹہل رہا ہوں۔ ان کے نزدیک جا کر میں نے کہا قُلْ مَا یَعْبُوْا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ انہوں نے اسی وقت چھریاں پھیر دیں۔ جب وہ بھٹریں تڑپیں تو انہوں نے کہا تم چیز کیا ہو۔ گوں کھانے والی بھٹریں ہی ہو۔ ان ایام میں ستر ہزار آدمی ہیضہ سے مرا تھا۔ پس اگر کوئی توجہ نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پرواہ ہے۔ اس کے کام رک نہیں سکتے وہ ہو کر رہیں گے۔

(جماعت احمدیہ دہلی کے ایڈریس کا جواب، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 84)

## غلبہ احمدیت کے ذرائع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے متواتر بتایا کہ جماعت احمدیہ کو بھی ویسی ہی قربانیاں کرنی پڑیں گی جیسی پہلے انبیاء کی جماعتوں کو کرنی پڑیں۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے روایا میں دیکھا کہ میں نظام الدین کے گھر میں داخل ہوا ہوں۔ نظام الدین کے معنی ہیں ”دین کا نظام“ اور اس روایا کا مطلب یہ ہے کہ آخر احمدیہ جماعت ایک دن نظام دین بن جائے گی اور دنیا کے اور تمام نظاموں پر غالب آ جائے گی مگر یہ غلبہ کس طرح ہوگا۔ اس کے متعلق روایا میں آپ فرماتے ہیں۔ ہم اس گھر میں کچھ حسنی طریق پر ہوں گے اور کچھ حسینی طریق پر داخل ہوں گے۔ (تذکرہ ایڈیشن دوم صفحہ 789-788) یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ حضرت حسنؓ نے جو کامیابی حاصل کی وہ صلح سے کی اور حضرت حسینؓ نے جو کامیابی حاصل کی وہ شہادت سے حاصل کی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا گیا کہ نظام الدین کے مقام پر جماعت پہنچے گی تو سہی مگر کچھ صلح محبت اور پیار سے اور کچھ شہادتوں اور قربانیوں کے ذریعہ۔ اگر ہم میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ بغیر صلح اور محبت اور پیار کے یہ سلسلہ ترقی کرے گا تو وہ بھی غلطی کرتا ہے اور اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ بغیر قربانیوں اور شہادتوں کے یہ سلسلہ ترقی کرے گا تو وہ بھی غلطی کرتا ہے۔ ہمیں کبھی صلح اور آشتی کی طرف جانا پڑے گا اور کبھی حسینی طریق اختیار کرنا پڑے گا جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے دشمن کے سامنے مرجانا ہے مگر اس کی بات نہیں مانتی۔ یہ دونوں طریق ہمارے لئے مقدر ہیں۔ نہ خالی مسیحیت والا سلوک ہمارے لئے مقدر ہے نہ خالی مہدویت والا سلوک ہمارے لئے مقدر ہے۔ ایک درمیانی راستہ ہے جس پر ہمیں چلنا پڑے گا۔ ایک غلبہ ہوگا صلح اور محبت اور پیار کے ساتھ اور ایک غلبہ ہوگا قربانیوں کے ساتھ۔ اس کے بعد جماعت نظام الدین کے گھر میں داخل ہوگی اور اسے کامیابی حاصل ہوگی۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 583)

## انگریزی گورنمنٹ کے لئے دعا

میں نے حضرت مسیح موعودؓ سے زبانی سنا تھا شاید آپ نے کہیں لکھا بھی ہو کہ ایک خطرناک جنگ ہوگی۔ معلوم نہیں اس وقت ہم ہوں گے یا نہیں ہوں گے مگر گورنمنٹ کے لئے اسی وقت دعا کر دیتے ہیں کہ خدا سے کامیاب کرے۔ انبیاء کے بھی کیسے پاک دل ہوتے ہیں

اور کیسا احسان کا بدلہ احسان کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ایک ایسا وقت ہندوستان میں آنے والا ہے کہ جب سب فرقے گورنمنٹ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اس وقت صرف میری جماعت ہوگی جو فرمانبردار رہے گی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے اپنی جماعت پر اس بات کا اعتبار کیا ہے کہ وہ ہمیشہ گورنمنٹ کی اطاعت شعار رہے گی۔

(اطاعت اور احسان شناسی، انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 15)

### شرکاء کی مخالفت سب سے زیادہ ہوتی ہے

دنیا میں سب سے خطرناک مخالفت شرکاء کی ہوتی ہے۔ پنجابی میں تو مشہور ہے۔ ”شراکت دا دانہ سر د کھدے وی کھانا۔“ سب سے بڑی مخالفت اعزاء اور اقرباء کی ہوتی ہے کیونکہ برداشت نہیں کر سکتے کہ انہی میں سے کھڑا ایک شخص دنیا میں بڑائی اور عزت حاصل کرے وہ جو اس کے مقابلہ میں چپہ چپہ زمین کے لئے لڑتے مرتے ہیں۔ وہ کب گوارا کر سکتے ہیں کہ ساری دنیا اس کے پاس آ جائے اس لئے وہ پورا زور لگاتے ہیں کہ اسے دبائیں حتیٰ کہ جو بے بس ہو جاتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ بھی کبھی کسی نہ کسی طرح دل کا بخار نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شاہ پور کے رئیسوں میں سے کسی کو جب خان بہادر کا خطاب ملا تو اسی خاندان میں سے ایک عورت نے جو بہت غریب تھی اپنے لڑکے کا نام خان بہادر رکھ دیا۔ اس سے پوچھا گیا۔ یہ تو نے کیا کیا تو کہنے لگی کہ معلوم نہیں میرا بچہ بڑا ہو کر کیا بنے گا لیکن لوگ جب نام لیں گے، تو جس طرح اس کے شریک کو خان بہادر کہیں گے اسی طرح اس کو بھی کہیں گے تو جو کچھ اور نہیں کر سکتے وہ نام ہی رکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعویٰ کیا تو آپ کے رشتہ داروں میں سے بھی ایک شخص نے امام ہونے کا دعویٰ کیا مگر کہتے ہیں فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ دعویٰ کیا کہ میں ساری دنیا کے لئے حکم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور چھوٹے درجہ کے لوگوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے بادشاہوں پر بھی فرض ہے کہ میری اتباع کریں لیکن اس کی نام ہی رکھنے والی بات تھی اس نے دعویٰ تو کیا مگر چوہڑوں کا امام ہونے کا ادھر حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کیا تو یہاں تک لکھ دیا کہ بادشاہ انگلستان پر بھی فرض ہے کہ مجھے مانے چنانچہ خود لکھ کر

ملکہ کو جو اس وقت بادشاہ تھی بھیج دیا اس کے مقابلہ میں چوہڑوں کا امام ہونے کا دعویٰ کرنے والے کی دلیری اور اس کی جماعت کا یہ حال تھا کہ یہاں آ کر جب تھانیدار نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے کوئی دعویٰ کیا ہے تو اس نے کہا کہ میں نے تو کوئی دعویٰ نہیں کیا کسی نے یونہی جھوٹی رپورٹ کر دی ہوگی۔ تو شراکت والوں کی سب سے بڑی مخالفت ہوتی ہے اور جس طرح حضرت رسول کریم ﷺ کی بڑی مخالفت وہی ہے جو آپ کے قریبی رشتہ داروں نے کی اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی مخالفت بھی آپ کے قریبی رشتہ داروں نے ہی کی۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 38-39)

### احمدیت کی وجہ سے قطع تعلق

ہم میں سے کتنے ہیں جنہیں احمدیت کی وجہ سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو نہیں چھوڑنا پڑا۔ بہت قلیل تعداد ان لوگوں کی ہے جن کو یہ قربانیاں نہیں کرنی پڑیں۔ حتیٰ کہ ہمارا خاندان جس کے مقامی حالات کی وجہ سے بظاہر ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ ہمیں بھی اس مشکل سے دوچار ہونا پڑا ہوگا ہمارے بھی بہت سے رشتہ داروں کے ہم سے تعلقات احمدیت کی وجہ سے منقطع ہو گئے میری بیوی کے چچا انسپکٹر آف سکولز تھے۔ غیر متعصب بھی تھے۔ قادیان میں انسپکشن کے لئے آئے۔ تو انہوں نے پوری کوشش کی کہ مجھ سے نہ ملیں۔ ایک دفعہ لاہور میں ایک شادی کے موقع پر مجھ سے انہی کے خاندان کے ایک شخص نے کہا کہ آپ کیوں ان سے نہیں ملتے۔ میں نے کہا وہ ملنا نہیں چاہتے میری تو خواہش ہے کہ ان سے ملوں ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں وہ آ گئے۔ ان صاحب نے ان میری ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا ابھی آتا ہوں اور پھر جب تک ہم وہاں رہے۔ وہ تقریب میں شامل نہ ہوئے۔

میں سمجھتا ہوں ہمارے درجنوں ایسے رشتہ دار ہیں جو احمدیت کی وجہ سے منقطع ہو گئے۔ اس واسطے نہیں کہ ہم ان سے ملنا نہیں چاہتے بلکہ اس واسطے کہ وہ نہیں ملنا چاہتے۔ ہمیں اپنے خاندان کے لوگوں سے گالیاں ملتی تھیں۔ ہماری تائی صاحبہ جو بعد میں احمدی ہو گئیں وہ ہم کو برا بھلا کہتی تھیں۔ مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ جبکہ میری عمر 6-7 سال کی ہوگی۔ میں سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا تو انہوں نے میری طرف دیکھ کر بار بار یہ کہنا شروع کیا۔ ”جیہو جیہا کاں اوہو جیہی کوکو“ اس فقرہ کو انہوں نے اتنی دفعہ دہرایا کہ مجھے یاد ہو گیا۔ میں نے گھر میں جا کر یہ بات بتلائی اور

پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے بتایا۔ جیسا باپ بُرا ہے ویسا ہی بیٹا بھی بُرا ہے۔ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بائیکاٹ کیا گیا۔ لوگوں کو آپ کے گھر کا کام کرنے سے روکا جاتا کمہاروں کو روکا گیا، چوہڑوں کو صفائی سے روکا گیا۔ ہمارے عزیز ترین بھائی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھانج اور دیگر عزیز رشتہ دار تھے کہ آپ کے ماموں زاد بھائی علی شیر یہ سب طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گجرات کے علاقہ کے کچھ دوست جو سات بھائی تھے۔ قادیان میں آئے اور باغ کی طرف اس واسطے گئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ راستہ میں ہمارے ایک رشتہ دار باغیچے لگوا رہے تھے۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا۔ کہا سے آئے ہو؟ اور کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا۔ گجرات سے آئے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا دیکھو میں ان کے ماموں کا لڑکا ہوں (اس کا نام مرزا شیر علی بیگ تھا جو حضور علیہ السلام کا سالہ بھی تھا اور سمہی بھی یعنی مرزا فضل احمد صاحب کا خسر بھی تھا۔ از مرتب) میں خوب جانتا ہوں۔ یہ ایسے ہیں ویسے ہیں۔ ان میں سے ایک نے جو دوسروں سے آگے تھا۔ بڑھ کر ان کو پکڑ لیا اور اپنے بھائیوں کو آواز دی کہ جلد آؤ۔ اس پر وہ شخص گھبرایا تو اس احمدی نے کہا۔ میں تمہیں مارتا نہیں کیونکہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ دار ہو۔ میں اپنے بھائیوں کو تمہاری شکل دکھانا چاہتا ہوں کیونکہ ہم سنا کرتے تھے کہ شیطان نظر نہیں آتا مگر آج ہم نے دیکھ لیا ہے کہ وہ ایسا ہوتا ہے۔ پس ہم میں سے کوئی نہیں جس نے اپنے رشتہ داروں، قریبوں اور اپنے احساسات کی قربانی نہیں کی اور آج کل جو کچھ دنیا میں ہمیں کہا جاتا ہے۔ کون اسے آسانی سے سن سکتا ہے۔ مخالف یہ سب کچھ اس لئے کر رہے ہیں کہ ہم نے خدا کے فرستادہ کو قبول کیا ہے۔ جب ہم نے احمدیت کے لئے دنیا کو قربان کر دیا ہے۔ دنیا کی سب چیزوں کو کھو کر دیانت اور امانت کو حاصل کیا ہے تو نو جوانو! دیانت اور امانت کا ایسا ثبوت دو کہ کوئی تم پر حرف نہ لاسکے۔

(الفضل مورخہ 4 دسمبر 1935ء جلد 23 نمبر 132 صفحہ 4-3)

## حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف شرکاء کی حالت

بظاہر ابو جہل کی اولاد ہوئی اور رسول کریم ﷺ کی نہیں ہوئی مگر خدا تعالیٰ آپ کو فرماتا

ہے کہ تیرے دشمن ابتر ہوں گے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ اب وہی اولاد قائم رہے گی جو رسول کریم ﷺ کی اولاد بن کر رہے گی۔ چنانچہ دیکھ لو عکرمہ جو ابو جہل کا بیٹا ہے اولاد ہوئی مگر کون ہے جو یہ کہے کہ میں ابو جہل کی اولاد ہوں وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم ﷺ کی اولاد ہیں اور اس سے زیادہ کسی کی نسل کیا منقطع نہیں ہو سکتی ہے کہ نسل موجود ہوتے ہوئے بھی اپنے ابا کی نسل ہونے سے انکار کر دے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا گیا کہ تیرے سوا اس خاندان کی نسلیں منقطع ہو جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اب اس خاندان میں سے وہی لوگ باقی ہیں جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اور باقی سب کی نسلیں منقطع ہو گئی ہیں جس وقت حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کیا اس وقت اس خاندان میں ستر کے قریب مرد تھے لیکن اب سوائے ان کے جو حضرت مسیح موعود کی جسمانی یا روحانی اولاد ہیں۔ ان ستر میں سے ایک بھی اولاد نہیں ہے حالانکہ انہوں نے حضرت صاحب کا نام مٹانے میں جس قدر ان سے ہوسکا کوششیں کیں اور اپنی طرف سے پورا زور لگایا مگر نتیجہ کیا ہوا! یہی کہ وہ خود مٹ گئے اور ان کے نسلیں منقطع ہو گئیں۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ (خطبات محمود جلد سوم صفحہ 39)

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بائیکاٹ

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت بہت زیادہ تھی رشتہ داروں نے آپ سے ملنا ترک کر دیا تھا اور آپ بھی ان سے نہیں ملتے تھے بلکہ خاندان والوں کی مخالفت کا یہ عالم تھا کہ والدہ صاحبہ سناتی ہیں کہ حضرت صاحب کے ننھیال میں ایک بڑی عمر کی عورت تھیں وہ بین ڈالا کرتی تھیں کہ چراغ بی بی کے لڑکے کو کوئی دیکھنے بھی نہیں دیتا۔ حضرت مسیح موعود کو چوراہور ڈاکوؤں کی طرح علیحدہ رکھا جاتا تھا کیونکہ ان کو خاندانی عزت کو بٹ لگانے والا سمجھا جاتا تھا۔

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 252)

### تائی صاحبہ کی بیعت

ان حالات میں یہ قیاس کرنا کہ تائی احمدی ہو جائے گی۔ بظاہر ایک غیر معمولی بات تھی انسان کا دل بدل سکتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ حالات کیا کہتے ہیں؟ ایسے وقت میں آپ کو الہام ہوا

ہے ”تائی آئی“ تائی صاحبہ حضرت صاحب کی بھانج تھیں اس لئے ان الفاظ سے یہ مراد تھی کہ آپ اس وقت بیعت کریں گے جس وقت بیعت لینے والے سے ان کا تعلق تائی کا ہوگا۔ اگر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنی ہوتی الہام کے یہ الفاظ ہوتے بھانج آئی اور اگر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیعت کرنی ہوتی تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ مسیح موعود کے خاندان کی ایک عورت آئی مگر تائی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لڑکا جب آپ کا خلیفہ ہوگا تو اس کے ہاتھ پر بیعت کریں کیونکہ اگر آپ کی اولاد سے کسی نے خلیفہ نہیں ہونا تھا تو تائی کا لفظ فضول تھا۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 252-253)

### تین پیش گوئیاں

اس الہام میں دراصل تین پیشگوئیاں ہیں اول یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے خلیفہ ہوگا۔ دوم یہ کہ اس وقت تائی صاحبہ جماعت میں شامل ہوں گی تیسرے تائی صاحبہ کی عمر کے متعلق پیشگوئی تھی اور وہ اس طرح کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی اپنی عمر اس وقت 70 سال کے قریب تھی ایک ایسی عورت کے متعلق پیشگوئی کرتے ہیں جو اس وقت بھی عمر میں ان سے بڑی تھی کہ وہ زندہ رہے گی اور آپ کی اولاد سے ایک خلیفہ ہوگا جس کی بیعت میں شامل ہوگی اتنی لمبی عمر کا ملنا بہت بڑی بات ہے انسانی دماغ کسی جوان کے متعلق بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ فلاں وقت تک زندہ رہے گا چہ جائیکہ بوڑھے کے متعلق کہا جائے پس یہ ایک بہت بڑا نشان ہے گویا ان کا بیعت کرنا اور میرے زمانہ میں کرنا پھر حضرت مسیح موعود کے بیٹوں میں کرنا پھر حضرت مسیح موعود کے بیٹوں میں سے خلیفہ ہونا کئی ایک پیشگوئیاں ہیں جو دو لفظوں میں بیان ہوئی ہیں۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 253)

### تائی صاحبہ کی وصیت

میں سمجھتا ہوں کہ جس قسم کی روایات اور احساسات پرانے خاندانوں میں پائے جاتے ہیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ عظیم الشان تغیر ہے کہ تائی صاحبہ نے بیعت میں شامل ہونے کے بعد وصیت بھی کر دی تھی پہلے تو وہ اس کی بھی مخالف تھیں کہ حضرت مسیح موعود کو آبائی قبرستان کی بجائے دوسری جگہ دفن کیا جائے۔ چنانچہ مجھے انہوں نے اس وقت کہلا بھی بھیجا کہ آپ کو جدی قبرستان کی بجائے دوسری جگہ دفن نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ ایک ہتک ہے اور بعد میں بھی کئی سال

تک اس پر معترض رہیں مگر پھر ان کی یہ حالت ہوگئی کہ خود وصیت کی اور مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئیں۔ ایک سمجھ دار انسان کے لیے یہ بہت بڑا نشان ہے ظاہر میں تو یہ معمولی بات ہے۔ جو ایک شخص کے متعلق ہے مگر اس میں صداقت کے ثبوت کے کئی ایک پہلو ہیں اور جیسا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ”کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے“ اکثر لوگ نشانات سے آنکھیں بند کر کے گزر جاتے ہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کی ہدایت کا وقت آ جائے غرض کہ سوچنے والے کے لیے اس میں بہت بڑا ثبوت ہے۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 253)

### مبلغین کی بیرون پاکستان روانگی

میں تاریخ کا بڑا مطالعہ کرنے والا ہوں میں نے مثال کہیں بھی نہیں دیکھی کہ ایک نوجوان نے اپنی نوجوانی میں ایک جتھہ قائم رکھا ہو اور پھر اسے بڑھاپے میں بھی اسے قائم رکھنے کی توفیق ملی ہو۔ تم دیکھو گے کہ ایک شخص جو نوجوانی میں ایک چیز بناتا ہے اور پھر وہ بنتی چلی جاتی ہے۔ ایک شخص بڑھاپے میں ایک چیز بناتا ہے اور پھر وہ بنتی چلی جاتی ہے مگر ایک شخص نے اپنی جوانی میں بھی ایک ایسے حملہ کا مقابلہ کیا جس نے جماعت کو تہ و بالا کر لینے کا تہیا کر لیا تھا ابھی تو میں نے خلافت کا جھگڑا نظر انداز کر دیا ہے جب میں صرف 25 سال کی عمر کا تھا اور دشمن نے ہمارا جتھہ اجاڑنے کی کوشش کی۔ غرض ایک شخص سے جو نوجوانی میں بھی یہ کام لیا گیا ہو اور بڑھاپے میں اس سے بھی زیادہ خطرناک حالت میں اس سے وہی کام لیا گیا ہو اور اس نے جماعت کو پھر اکٹھا کر دیا ہو اس کی مثال دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بڑھیا بڑی مختی تھی اس نے سوت کات کات کر اس کی مزدوری سے سونے کے کڑے بنائے لیکن ایک چور آیا اور ایک رات زبردستی وہ کڑے چھین کر لے گیا۔ اُس بڑھیا نے چور کی شکل پہچان لی۔ سال دو سال کے بعد اُس بڑھیا نے پھر کڑے بنا لئے۔ ایک دن وہ گلی میں بیٹھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ چرخہ کات رہی تھی کہ وہ چور لنگوٹی پہنے پاس سے گزرا۔ اس عورت نے اس کی شکل پہچان لی اور آواز دے کر کہا بھائی ذرا بات سن جانا وہ چور تھا اور اسے معلوم تھا کہ میں نے اس گھر میں چوری کی ہے اسے کھٹکا پیدا ہوا کہ کہیں مجھے پکڑوانہ دیا جائے۔ وہ بھاگا اس عورت نے کہا میں تجھے پکڑواتی نہیں ہوں صرف ایک بات کرنی ہے اس عورت نے کچھ اس انداز سے بات کہی کہ اس چور کا خوف دور ہو گیا اور وہ ٹھہر گیا اس عورت نے کہا میں نے تمہیں



اتنا ہی بتانا تھا کہ حلال حرام میں کتنا فرق ہے۔ میں نے محنت مزدوری کر کے سونے کے کڑے بنائے تھے اور وہ تو لے گیا لیکن تمہاری اب بھی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے اور میرے پاس اب بھی کڑے موجود ہیں۔

ہمیں غیر مبائع کہا کرتے تھے کہ قادیان میں ہونے کی وجہ سے ان کو یہ قبولیت حاصل ہے اور لوگ ان کی طرف اس لیے آتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ مرکز ہے صرف اسی لیے ان کے گرد جماعت اکٹھی ہو رہی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں وہاں سے نکال دیا اور مخالف کو یہ دیکھنے کا موقع ملا کہ قادیان سے نکلنے کے بعد بھی مخالف ہماری طاقت کو نقصان نہیں پہنچا سکا۔ ہم اس عورت کی طرح انہیں کہتے ہیں کہ تمہاری وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے اور ہمارے پاس کڑے اب بھی موجود ہیں۔ ہم قادیان سے نکل کر بھی کمزور نہیں ہوئے بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہوئے ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلے ہم ایک ایک دو دو مبلغوں کی دعوتیں کرتے تھے اور اب ہم درجنوں کی دعوتیں کرتے ہیں کیونکہ اب مبلغوں کے رسالے باہر جانے شروع ہو گئے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب ایک ہی دفعہ مبلغوں کی بٹالین باہر جائیں گی۔ وہ دن دور نہیں جب مبلغوں کے بریگیڈ باہر جائیں گے وہ دن دور نہیں جب مبلغوں کے ڈویژن تبلیغ اسلام کے لئے باہر جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(الفضل 11 اپریل 1961ء جلد 50/15 نمبر 82 صفحہ 5)

## آئندہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں

حضرت صاحب نے آئندہ کے لئے پیشگوئی فرمائی ہے کہ آئندہ آپ ہی کا سلسلہ رہ جائے گا اور باقی فرقے بالکل کم تعداد اور کم حیثیت رہ جائیں گے اور ہم اس کے آثار دیکھ رہے ہیں اور اس کا کچھ اور حصہ ہم اپنی زندگی میں دیکھیں گے۔ ان کو اپنی کثرت پر گھمنڈ ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ ان کی کثرت کو قلت سے بدل دیا جائے گا اور ان کی کثرت چھین کر خدا کے پیارے کو دی جائے گی اور وہ قلت جو آج ہمارے لئے قابل ذلت خیال کی جاتی ہے کل ان کو ذلیل کرے گی۔ ہم تھوڑے ہیں لیکن وہ یاد رکھیں زمانہ ختم نہیں ہوگا اور قیامت نہیں آئے گی جب تک حضرت مرزا صاحب کے ماننے والے ساری دنیا پر نہ پھیل جائیں۔ یورپ میں احمدیت ہی احمدیت ہوگی۔ امریکہ میں احمدیت ہوگی، چین و جاپان، عرب و ایران و شام غرض ساری دنیا

میں احمدیت ہی احمدیت ہوگی۔ ان سب ممالک کو خدا کا کلام سنایا جائے گا اور ایک دن وہ ہوگا کہ خدا کا سورج احمدیوں ہی احمدیوں پر چڑھے گا۔ حضرت مرزا صاحبؒ کی پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہوگی۔ یہ تو عام پیشگوئی ہے لیکن ایک ملک کے متعلق ایک خاص پیشگوئی بھی ہے جو میں سناتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ

”زاروس کا عصا مجھے دیا گیا اور امیر بخارا کی کمان آپ کو ملی۔“

(مفہوماً تذکرہ صفحہ 458 ایڈیشن چہارم)

پس ہم امید کرتے ہیں کہ روس کی حکومت عنقریب احمدی ہوگی۔ زار کی سلطنت مٹ چکی ہے عصا زاروس سے چھینا جا چکا ہے اور آدھا حصہ پیشگوئی کا پورا ہو چکا ہے مگر اب دوسرا حصہ بھی انشاء اللہ پورا ہوگا اور دنیا اپنی آنکھوں سے خدا کے مقدس کی صداقت کو دیکھ لے گی۔

(معیار صداقت۔ انوار العلوم جلد 6 صفحہ 64)

## وفات سے قبل میری صحت کے بارے میں فکر علاج کی طرف توجہ

یہ ایک سچی بات ہے۔ کوئی انسان اس دنیا میں ہمیشہ تک زندہ رہا ہی نہیں آخر ہر شخص نے کسی نہ کسی وقت اس دنیا سے جانا ہے۔ اپنی مثال کو میں دیکھتا ہوں تو وہ ایک معجزانہ نظر آتی ہے کیونکہ مجھے بچپن میں ہی کئی قسم کی بیماریاں لگی ہوئی تھیں میں چھوٹا ہی تھا جب کہ مجھے خسرہ نکلا۔ پھر اس کے بعد کالی کھانسی ہو گئی اور یہ بیماری اتنی شدید ہوئی کہ اس سے خنازیر پیدا ہو گئیں۔ وہ خود اپنی ذات میں ایک مہلک مرض ہے اس کے بعد جب قریب بلوغت پہنچا۔ تو چھ مہینے سال تک متواتر بخار رہا اور اس کے ایک دو حملے ہوئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہا محبت تھی اس لئے وہ اس بات کو اور نگاہ سے دیکھتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے اپنا بیٹا سمجھتے ہوئے اور نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک ہی واقعہ کو دونوں نے مختلف شکلوں سے دیکھا مجھے تو یاد نہیں کہ ان دنوں میں میں خاص طور پر بیمار تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے دس پندرہ دن پہلے بغیر میرے کہنے کے یا بغیر میرے کسی قسم کی بیماری کی شکایت کرنے کے لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بلایا اور کہا محمود کی صحت بہت خراب رہتی ہے۔ مجھے اس کی بڑی فکر ہے۔ آپ اس کو اچھی طرح دیکھیں اور اس کے لئے کوئی علاج تجویز کریں۔ یہ بھی کہا کہ میری بھی صحت اچھی نہیں پر اس کی زیادہ خراب ہے اور اس

کی مجھے بہت فکر ہے۔ مجھے نہیں یاد کہ ان دنوں میں مجھے خاص طور پر کوئی بیماری تھی صرف چھ مہینے پہلے بخار رہا تھا۔ لیکن اس حالت کو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اور طرح بیان فرمایا میں ایک دفعہ ان کے پاس گیا تو کہنے لگے میاں تم بیمار ہو۔ تمہاری صحت بڑی خراب ہے پر مجھے مرزا صاحب کی فکر ہے ان کی صحت تم سے بھی زیادہ خراب ہے۔ تو انہوں نے اپنی محبت میں بیماریوں کا توازن یہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیماری کو بڑھایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی محبت پدری کی وجہ سے میری بیماری کو بڑھایا بہر حال وہ حالت اس قسم کی تھی کہ میں بھی اور جو واقف لوگ تھے وہ بھی سمجھتے تھے کہ میں کسی لمبی عمر کو نہیں پہنچ سکتا اور کوئی لمبا اور بوجھ اٹھانے والا کام نہیں کر سکتا۔

مجھے یاد ہے کہ شروع ایام خلافت میں جب مجھ پر جماعت نے اتفاق کیا تو میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ میں یہ بوجھ کہاں اٹھا سکتا ہوں اور بعض دفعہ اس سے بڑی گھبراہٹ ہوتی تھی۔

مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت میں اپنے دل کو اس رنگ میں تسلی دیا کرتا تھا کہ میری صحت تو ایسی ہے ہی نہیں کہ میں زیادہ دیر تک زندہ رہوں اس لئے یہ بوجھ تھوڑے دنوں کا ہی ہے کوئی زیادہ فکر کی بات نہیں لیکن ان حالات کے ہوتے ہوئے باوجود بیماریوں کے اور باوجود اس حملہ کے جو پچھلے سال مجھ پر ہوا اب میں اس عمر کو پہنچ گیا ہوں کہ اس سال کے ختم ہونے پر جنوری میں میں چھیا سٹھ سال کا ہو جاؤں گا۔ گویا گورنمنٹ جس عمر میں جا کے پینشن دیتی ہے اس سے گیارہ سال بڑی عمر ہو جائے گی۔

(سال 1954ء کے اہم واقعات، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 508 تا 510)

### پیشگوئی مصلح الموعود کا حقیقی مصداق

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کے رحم سے وہ پیشگوئی جس کے پورا ہونے کا ایک لمبے عرصہ سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے متعلق اپنے الہام اور اعلام کے ذریعہ مجھے بتا دیا ہے کہ وہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہو چکی ہے اور اب دشمنانِ اسلام پر خدا تعالیٰ نے کامل حجت کر دی ہے اور اُن پر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب، محمد رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں۔ جھوٹے

ہیں وہ لوگ جو اسلام کو جھوٹا کہتے ہیں۔ کاذب ہیں وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب کہتے ہیں۔ خدا نے اس عظیم الشان پیشگوئی کے ذریعہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

بھلا کس شخص کی طاقت تھی کہ وہ 1886ء میں آج سے پورے اٹھاون سال قبل اپنی طرف سے یہ خبر دے سکتا کہ اُس کے ہاں 9 سال کے عرصہ میں ایک لڑکا پیدا ہوگا، وہ جلد جلد بڑھے گا، وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا، وہ اسلام اور رسول کریم ﷺ کا نام دنیا میں پھیلائے گا، وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا، وہ جلالِ الہی کے ظہور کا موجب ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور اُس کی قربت اور اُس کی رحمت کا وہ ایک زندہ نشان ہوگا۔ یہ خبر دنیا کا کوئی انسان اپنے پاس سے نہیں دے سکتا تھا۔ خدا نے یہ خبر دی اور پھر اُسی خدا نے اس خبر کو پورا کیا۔ اُس انسان کے ذریعہ جس کے متعلق ڈاکٹر یہ اُمید نہیں رکھتے تھے کہ وہ زندہ رہے گا یا لمبی عمر پائے گا۔

میری صحت بچپن میں ایسی خراب تھی کہ ایک موقع پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیا کہ اسے سل ہوگئی ہے کسی پہاڑی مقام پر اسے بھجوا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے شملہ بھجوا دیا مگر وہاں جا کر میں اُداس ہو گیا اور اس وجہ سے جلدی ہی واپس آ گیا۔ غرض ایسا انسان جس کی صحت کبھی ایک دن بھی اچھی نہیں ہوئی؟ اُس انسان کو خدا نے زندہ رکھا اور اس لئے زندہ رکھا کہ اُس کے ذریعہ اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرے اور اسلام اور احمدیت کی صداقت کا ثبوت لوگوں کے سامنے مہیا کرے۔ پھر میں وہ شخص تھا جسے علوم ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں تھا؟ مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لئے بھجوا یا اور مجھے قرآن کے اُن مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا وہ چشمہ روحانی جو میرے سینہ میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اُس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے اور اس زمانہ

میں اُس نے قرآن سکھانے کے لئے مجھے دنیا کا اُستاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل اَدیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگا لے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور اُن کی حکومتیں بھی مِل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقت ور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے اُن کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم ﷺ کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اُس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ ﷺ کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 646، 647)

### تین سو سال کے اندر اندر غلبہ اسلام کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مجھے خدا نے بتایا ہے کہ تین سو سال کے عرصہ میں ہماری جماعت ترقی کرتے کرتے ایک ایسے مقام پر پہنچ جائے گی کہ دنیا کے تمام مذاہب پر غالب آجائے گی اور وہ اقوام جو احمدیت میں شامل نہیں ہوں گی وہ ایسی ہی بے حیثیت رہ جائیں گی جیسے اچھوت اقوام اس وقت بے دست و پا اور حقیر ہیں۔ اگر ایٹم بم اور اسی قسم کی ایجادوں نے دنیا کو پندرہ بیس سال میں تباہ کر دینا ہے تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہو سکتی اور اگر اس پیشگوئی نے پورا ہونا ہے تو سائنسدانوں کے تمام خیالات غلط ثابت ہوں گے اور خدا کوئی نہ کوئی ایسی صورت پیدا کر دے گا جس کے نتیجہ میں جس طرح ان کی امیدیں غلط ہوتی ہیں اسی طرح ان کے خطرے بھی غلط ثابت ہوں گے۔ دنیا نے ابھی قائم رہنا ہے اور دنیا میں پھر اسلام نے سر اٹھانا ہے۔ عیسائیت نے سر اٹھایا اور ایک لمبے عرصہ تک اس نے حکومت کی مگر اب عیسائیت کی حکومت اور اس کے غلبہ کا خاتمہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ عیسائیت کے خاتمہ کے ساتھ

ہی دنیا کا خاتمہ ہو جائے تا وہ کہہ سکیں کہ دنیا پر جو آخری جھنڈا لہرایا وہ عیسائیت کا تھا مگر ہمارا خدا اس امر کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ہمارا خدا یہ پسند نہیں کرتا کہ دنیا پر آخری جھنڈا عیسائیت کا لہرایا جائے دنیا میں آخری جھنڈا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گاڑا جائے گا اور یقیناً یہ دنیا تباہ نہیں ہوگی جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ساری دنیا پر اپنی پوری شان کے ساتھ نہیں لہرائے گا۔ انہوں نے اپنی کوششوں اور تدبیروں کے ساتھ موت کے ذریعہ کو معلوم کر لیا ہے مگر اسلام کو قائم کرنے والا وہ خدا ہے جس کے ہاتھ میں موت بھی ہے اور حیات بھی ہے۔ یہ موت کے ذریعہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا پر حاکم ہو گئے ہیں حالانکہ اصل حاکم وہ ہے جس کے قبضہ میں موت اور حیات دونوں ہیں۔ اگر یہ ساری دنیا کو مار بھی دیں گے تب بھی وہ خدا جس کے قبضہ میں حیات ہے اسی طرح اپنی مخلوق کو دوبارہ زندہ کر دے گا جس طرح آدمؑ کے ذریعہ اُس نے نسل انسانی کو قائم کیا۔

بہر حال دنیا پر قیامت کا دن نہیں آ سکتا جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ساری دنیا پر نہیں لہرایا جاتا۔ مگر یہ تو خدا کی باتیں ہیں اور خدا اپنی باتوں کا آپ ذمہ دار ہے ہم پر جو فرض عائد ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ ہم اپنی زندگیوں اور اپنی جانوں کو خدا کے لیے قربان کر دیں اور اپنے نفوس کو ہمیشہ اس کی اطاعت کے لئے تیار رکھیں تاکہ اس کا فضل اور اس کی رحمت اور اس کی برکت ہم پر نازل ہو اور ہم اس کے حقیر ہتھیار بن کر دنیا میں عظیم الشان نتیجہ پیدا کرنے کا موجب بن جائیں۔ پس ہمارا ذہن اور ہماری ذمہ داری ہمیں اس طرف بلاتی ہے کہ باوجود اس کے وعدوں کے ہم اپنی کمزوریوں اور اپنی بے بسیوں کو دیکھتے ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے حضور جھک جائیں اور اُسی سے التجا کریں کہ اے ہمارے رب! اے ہمارے رب! تو نے ہمیں ایک کام کے لئے کھڑا کیا ہے جس کے کرنے کی کروڑوں اور اربوں حصہ بھی ہم میں طاقت نہیں، اے ہمارے رب! تو نے اپنے رسول کے ذریعہ ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اگر تم اپنے غلام سے کوئی ایسا کام لو جو اُس کی طاقت سے باہر ہو تو تم خود اس کے ساتھ مل کر کام کرو ورنہ اُس سے ایسا کام نہ لو جو اس کی طاقت سے باہر ہو، اے ہمارے رب! تو نے جب اپنے بندوں کو جن کی طاقتیں محدود ہیں یہ حکم دیا ہے کہ کسی کے سپرد کوئی ایسا کام نہ کرو جو اُس کی طاقت سے بالا ہو تو اے ہمارے رب! تیری شان اور تیرے فضل اور تیری رحمت سے ہم کب یہ امید کر سکتے ہیں کہ

تو ایک ایسا کام ہمارے سپرد کر دے گا جو ہماری طاقت سے بالا ہوگا لیکن خود ہماری مدد کے لئے آسمان سے نہیں اترے گا یقیناً اترے گا اور ہماری مدد کرے گا اور ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ تو ہماری کمزور حالت کو دیکھتے ہوئے اپنے فضلوں کو بڑھاتا جا، اپنی رحمتوں کو بڑھاتا جا، اپنی برکتوں کو بڑھاتا جا یہاں تک کہ ہماری ساری کمزوریوں کو تیرے فضل ڈھانپ لیں اور ہمارے سارے کام تیرے فضل سے اپنی تکمیل کو پہنچ جائیں تاکہ تیرے احسانوں میں سے ایک یہ بھی احسان ہو کہ جو کام تو نے ہمارے سپرد کیا تھا اسے تو نے خود ہی سرانجام دے دیا۔ کام تیرا ہو اور نام ہمارا ہو۔ آمین یہ تیری شان سے بعید نہیں۔

(اسلام دنیا پر غالب آ کر رہے گا، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 518 تا 520)

### جنگ مقدس میں عیسائیوں کی سازش اور اس کا جواب

آٹھم کا جن دنوں مباحثہ تھا عیسائی ایک دن شرارت کر کے مسلمانوں اور عیسائیوں کو جوش دلانے اور ہنسی مذاق کی ایک صورت پیدا کرنے کے لئے کچھ اندھے، لولے اور لنگڑے جمع کر کے لے آئے اور انہیں ایک گوشہ میں چھپا کر بٹھا دیا اور تجویز یہ کی کہ ہم مرزا صاحب سے کہیں گے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ مسیح موعود ہیں اور حضرت مسیحؑ اندھوں کو بینا کیا کرتے تھے لنگڑوں اور لولوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے۔ اب ہم نے آپ کو تکلیف سے بچا لیا ہے اور یہ کچھ لولے، لنگڑے اور اندھے جمع کر کے لے آئے ہیں آپ بھی ان پر ہاتھ پھیریں اور انہیں اچھا کر کے دکھائیں، اگر آپ کے معجزہ سے یہ اچھے ہو جائیں گے تو ہم آپ کو اپنے دعویٰ میں سچا مان لیں گے۔ میں تو اس وقت بچہ تھا۔ شاید پانچ یا چھ سال میری عمر ہوگی مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے اور بعض دوسروں سے بھی جو اس واقعہ کے عینی شاہد تھے میں نے تمام باتیں سنی ہیں۔ آپ فرماتے جب ہم نے یہ بات سنی تو ہم سخت گھبرائے اور ہم نے کہا۔ بس اب بڑی ہنسی ہوگی۔ جواب تو خیر دیا ہی جائے گا۔ مگر عوام الناس میں اس کی وجہ سے بڑا جوش پیدا ہو جائے گا لیکن جس وقت انہوں نے اس امر کو پیش کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا جواب لکھوانا شروع کیا۔ تو دیکھنے والے جو اس وقت موجود تھے۔ سناتے ہیں کہ عیسائیوں کے لئے سخت مشکل پیش آگئی اور انہوں نے چوری چھپے ان اندھے لوگوں اور لنگڑوں کو ایک ایک کر کے غائب کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک بھی ان میں سے باقی نہ رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جواب میں لکھوایا کہ یہ دعویٰ کہ حضرت مسیحؑ اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے۔ لولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے۔ ان معنوں میں کہ وہ ظاہری لوگوں اندھوں کو بینا کیا کرتے تھے یا ظاہری لولوں اور لنگڑوں کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ عیسائی دنیا کا ہے اور حضرت مسیحؑ انجیل میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا تو وہ تمام معجزے دکھا سکے گا۔ جو میں دکھاتا ہوں۔ پس آپ نے فرمایا، تم لوگ جو اس وقت مسیحؑ کی طرف سے نمائندہ بن کر آئے ہو۔ تم میں کم از کم ایک رائی کے دانہ کے برابر تو ضرور ایمان ہونا چاہئے ورنہ تم نمائندے کیسے ہو سکتے ہو بلکہ حق یہ ہے کہ تم میں ایک رائی کے دانہ سے بہت زیادہ ایمان ہوگا کیونکہ تم معمولی عیسائی نہیں بلکہ عیسائیوں کے پادری ہو اور اگر تم میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں تو تم مسیحؑ کے نمائندے نہیں ہو سکتے۔ اس صورت میں تو تم میں کم از کم ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان موجود ہے تو ہم آپ کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ آپ لوگوں نے ہمیں اس تکلیف سے بچالیا کہ ہم خود ان اندھوں، لولوں اور لنگڑوں کو اکٹھا کر کے لاتے اور آپ سے کہتے کہ انہیں اچھا کر دکھائیں۔ اب یہ آپ کی کوشش سے خود ہی حاضر ہیں۔ آپ ان پر ہاتھ پھیریں یا پھونک ماریں اور انہیں اچھا کر کے دکھادیں۔ دنیا کو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ واقعہ میں آپ مسیحؑ کے سچے پیرو ہیں اور انجیل میں ایمان اور صداقت کا جو معیار بتایا گیا تھا۔ اس پر آپ پورے اترتے ہیں۔

کہتے ہیں جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جواب لکھوانا شروع کیا تو عیسائیوں نے ان اندھوں، لولوں اور لنگڑوں کو کھسکانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس پرچہ کے سناتے وقت وہ سب اندھے لو لے اور لنگڑے غائب ہو گئے۔ حالانکہ یہ صاف بات ہے اور انجیل میں بھی موجود ہے کہ حضرت مسیحؑ سے یہود ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ۔

اگر واقع میں وہ اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے۔ لولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے۔ تو دشمنوں کے یہ کہنے کا کیا مطلب تھا کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ مطالبہ حضرت مسیحؑ سے انہوں نے آخری زمانہ میں کیا ہے۔ اگر واقعہ میں وہ ایسے ہی معجزے دکھایا کرتے تھے۔ تو وہ کہہ سکتے تھے کہ تم مجھ سے معجزات کا بار بار کیوں مطالبہ کرتے ہو۔ میں نے اتنے اندھوں کو آنکھیں دیں۔ اتنے لنگڑوں کو تندرست کیا۔ اتنے لوگوں کو اچھا کیا۔ اس سے بڑھ کر تمہیں اور کیا معجزہ چاہئے مگر وہ یہ جواب نہیں دیتے۔ بلکہ



جواب یہ دیتے ہیں کہ اس زمانہ کے بُرے اور حرام کار لوگ مجھ سے نشان طلب کرتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ انہیں یونسؑ نبی کے نشان کے سوا اور کوئی نشان نہیں دیا جائے گا۔ یعنی اب تمہارے لئے یہی معجزہ ہوگا کہ تم میرے قتل کی تدبیریں کرو گے۔ مجھے صلیب پر لٹکا کر مجھے ملعون ثابت کرنا چاہو گے۔ مگر میرا خدا مجھے صلیب سے بچالے گا اور جس طرح یونسؑ چھلی کے پیٹ میں سے زندہ نکلا اسی طرح میں بھی صلیب پر سے زندہ اتروں گا اور یہی تمہارے لئے معجزہ ہوگا اس کے سوا اور کوئی نشان تمہیں نہیں دکھایا جائے گا۔ اگر واقع میں وہ اندھوں کو ظاہری آنکھیں دے دیا کرتے تھے۔ کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے، لولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے تو وہ ہزاروں آدمیوں کو اپنے معجزات کے ثبوت میں پیش کر سکتے تھے اور کہہ سکتے تھے کہ اتنے ہزار اندھوں کو میں نے بینا بنایا۔ اتنے ہزار لولوں کو میں نے تندرست کیا۔ اتنے ہزار لنگڑوں کو میں نے اچھا کر کے کام کے قابل بنایا۔

(الفضل 31 اگست 1938ء جلد 26 نمبر 200)

## منارۃ المسیح کی عظمت

اسی طرح اس مینارہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس پر جو روپیہ خرچ ہو اس کا مقصد ایک عظیم الشان پیشگوئی کو پورا کرنا تھا۔ مجھے افسوس آتا ہے کہ اسے ہم اور زیادہ بلند نہ کر سکے اسے تو اتنا بلند ہونا چاہئے تھے کہ دنیا میں اس کی نظیر نہ ہوتی۔ یہ سو فٹ ہے فرانس میں ایک مینارہ سات سو فٹ کا ہے اور خواہش تھی کہ یہ ہزار فٹ کا ہوتا اور کیا تعجب ہے کہ آئندہ نسلیں اس کی بنیاد کو قائم رکھتے ہوئے اسے ایک ہزار فٹ ہی بلند کر دیں۔ تو یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑے مزے لے لے کر کہا کرتے تھے کہ کیا ہی لطف آئے گا جب اسٹیشن سے ہی روشنی دیکھ کر ہر کوئی کہے گا کہ وہ مینارہ ہے۔ تو اس روپیہ کی ہستی کیا ہے ہمارے تو اگر اختیار میں ہوتا تو ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے اسے اتنا بلند کرتے کہ جالندھر اور لاہور سے دکھائی دیتا تو پیشگوئی کو پورا کرنا بہت بڑی بات ہے اور یہ اٹھارہ ہزار روپیہ صرف پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ہی صرف کیا گیا ہے اور مسیح موعود علیہ السلام نے اسے اتنی اہمیت دی ہے کہ اس میں صرف وہی لوگ حصہ لیں جو سو روپیہ چندہ دے سکیں اور اس پر ان کے نام لکھے جائیں تا ہمیشہ ان کی

یادگار رہے اور اب انجمن نے فیصلہ کر دیا ہے اور ایسے لوگوں کے نام لکھے جائیں گے اگر کوئی اسے اسراف سمجھتا ہے تو اسے سوچنا چاہئے کہ کیا اسراف کرنے والوں کے نام اس طرح ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اسراف کرنے والا تو چھپاتا ہے مگر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اتنا قیمتی قرار دیا کہ فرمایا ان کے نام لکھے جائیں تا وہ ہمیشہ زندہ رہیں تو پیشگوئی کو پورا کرنا بہت بڑا کام ہے۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 507)

### ایک عجیب نظارہ

ایک خاص بات میرے دل میں آئی اور معاً ایک نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ خدا کے فضل سے مجھے اس قسم کی طبیعت ملی ہے کہ میں اپنے جذبات کو روک سکتا ہوں مگر اس بات کو دیکھ کر میں بے بس ہو گیا۔ اسی خوشی کے موقع پر مجھے حضرت عائشہؓ کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ میدے کی روٹی حضرت عائشہؓ کے سامنے آئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جو کی روٹی کھاتے تھے اور چکیاں اور چھلنیاں اس وقت نہ تھیں۔ جو کی روٹی بے چھنے آٹے کی ہم پکا کر آپ کے سامنے رکھ دیتے اور آپ کھا لیتے۔ اب اس میدہ کی روٹی کو دیکھ کر اور اس حالت کو یاد کر کے یہ میرے گلے میں پھنستی ہے۔ مجھے بھی یہ نظارہ دیکھ کر ایک بڑا نظارہ یاد آ گیا۔ وہ وقت جب مینارہ کے بنانے کا سوال درپیش تھا اس پر میری نظر آج سے بیس سال پیچھے جا پڑی۔ چھوٹی مسجد جس میں اس وقت چند آدمی بیٹھ سکتے تھے وہاں حضرت صاحب بیٹھے تھے مینارہ کے بنانے کی تجویز درپیش تھی اور دس ہزار کا حضرت صاحب نے تخمینہ لگایا تھا تا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی کی تھی وہ اپنے ظاہری لفظوں کے لحاظ سے بھی پوری کر دی جائے۔ اب سوال یہ تھا کہ دس ہزار روپیہ کہاں سے آئے کیونکہ اس وقت جماعت کی حالت زیادہ کمزور تھی۔ اس کے لئے دس ہزار کو سو روپیہ کے حصوں پر تقسیم کیا گیا اور اس فہرست کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے لوگوں پر بھی سو روپیہ لگایا گیا جن کی حیثیت سو روپیہ ادا کرنے کی نہ تھی اور اس وقت گویا دس ہزار روپیہ کا جمع کرنا ایک امر محال تھا۔ اس وقت بعض لوگوں نے اپنی حالت اور حیثیت سے بڑھ کر چندہ دیا۔ چنانچہ منشی شادی خان صاحب پر بھی سو روپیہ غالباً لگا تھا۔ انہوں نے اپنا تمام

گھر کا سامان بیچ کر تین سو روپیہ پیش کر دیا اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ شادی خان صاحبؒ سیالکوٹی نے بھی وہی نمونہ دکھایا ہے جو حضرت ابو بکرؓ نے دکھایا تھا کہ سوائے خدا کے اپنے گھر میں کچھ نہیں چھوڑا۔ جب میاں شادی خانؒ نے یہ سنا تو گھر میں جو چار پائیاں موجود تھیں ان کو بھی فروخت کر ڈالا اور ان کی رقم بھی حضرت صاحبؒ کے حضور پیش کر دی۔ مگر باوجود اتنی کوششوں کے یہ روپیہ پورا نہ ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ اس کام کے لئے سیالکوٹ سے حضرت صاحب نے میر حسام الدین صاحبؒ کو جو میر حامد شاہ صاحبؒ کے والد تھے بلایا کیونکہ ان کو عمارت کا مذاق تھا۔ جو بھٹے تیار کیا گیا، اس پر اتنا خرچ آ گیا کہ خیال تھا کہ جمع شدہ روپیہ سے صرف بنیادوں سے اوپر تک شاید عمارت بلند ہو سکے۔ اب خیال ہوا کہ کیا کیا جائے۔ حضرت صاحب فرماتے تھے اسی روپیہ میں کام کرو۔ میر صاحبؒ بلند آواز کے آدمی تھے اور حضرت صاحب کے بچپن کے دوست تھے بعض اوقات حضرت صاحب سے لڑ بھی پڑتے تھے انہوں نے کہا حضرت! آپ مجھ سے وہ کام کرانا چاہتے ہیں جو ممکن نہیں، اس روپیہ میں کچھ نہیں ہو سکتا حضرت صاحبؒ نے فرمایا اچھا میر صاحب آپ بتلائیں کہ آپ کے اندازہ میں کتنا روپیہ درکار ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ پچیس ہزار۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا میر صاحب آپ کے اتنے بڑے اندازہ کے تو یہ معنی ہوئے کہ کام کو روک دیا جائے۔ اس وقت بہت سے لوگ ہوں گے جو خیال کرتے ہوں گے کہ اگر ہم ہوتے تو پچیس ہزار کیا بات تھی، فوراً مہیا کر دیا جاتا۔ مگر جب تو یہ حالت تھی کہ پچیس ہزار کا نام سن کر کہہ دیا جاتا تھا کہ کام کو روک دینا چاہئے۔ یا اب تیس ہزار کہا جاتا ہے اور ایک مہینہ کے اندر جمع کرانے کا خیال ہے اور جس طرح قادیان میں چندہ ہوا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینہ کے اندر اندر یہ روپیہ جمع ہو جائے گا اور امید ہے کہ اس رقم کو گورداسپور، امرتسر، لاہور کے تینوں اضلاع ہی پورا کر دیں گے اور باقی اضلاع کے لوگ یہی کہیں گے کہ ایک تحریک ہوئی تھی جو لاہور میں پہنچ کر ختم ہو گئی۔

(قیام توحید کے لئے غیرت، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 22-23)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا آخری سال

ایک بھوکے شخص کی تکلیف دور کرنے کے دو ہی علاج ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اُس کی بھوک اڑادی جائے اور دوسرے یہ کہ اسے کھانا دے دیا جائے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی زندگی کا آخری سال تھا یا آپ کے بعد خلافت اولیٰ کا کوئی رمضان تھا۔ بہر حال موسم کی گرمی کے سبب یا اس لئے کہ میں سحری کے وقت پانی نہ پی سکا تھا۔ مجھے ایک روزہ میں شدید پیاس محسوس ہوئی تھی کہ مجھے خوف ہوا کہ میں بے ہوش ہو جاؤں گا اور دن غروب ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ میں نڈھال ہو کر ایک چارپائی پر گر پڑا اور میں نے کشف میں دیکھا کہ کسی نے میرے منہ میں پان ڈالا ہے میں نے اسے چوسا تو سب پیاس جاتی رہی۔ چنانچہ جب وہ حالت جاتی رہی تو میں نے دیکھا کہ پیاس کا نام و نشان بھی نہ باقی رہا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس طریق سے میری پیاس بجھا دی اور جب پیاس بجھ جائے تو پانی پینے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ غرض تو یہ ہوتی ہے کہ ضرورت پوری کر دی جائے خواہ مناسب سامان مہیا کر کے ہو۔ خواہ اس سے استغناء کی حالت پیدا کر کے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک شخص نے لکھا کہ دعا کریں فلاں عورت کے ساتھ میرا نکاح ہو جائے آپ نے فرمایا کہ ہم دعا کریں گے مگر نکاح کی کوئی شرط نہیں۔ خواہ نکاح ہو جائے خواہ اس سے نفرت پیدا ہو جائے۔ آپ نے دعا کی اور چند روز بعد اس نے لکھا کہ میرے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ اسی طرح مجھے بھی ایک شخص نے ایسا لکھا تھا اور میں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت میں اسے یہی جواب دیا اور اس نے مجھے بعد میں اطلاع دی کہ اس کے دل سے اس کا خیال جاتا رہا۔ پس اللہ تعالیٰ دونوں صورتوں میں مدد کر دیتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 191 تا 192)

## عظیم الشان ترقی کا نشان

دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات میں کتنا عظیم الشان نشان دکھایا ہے گو تم نے اس زمانہ کو نہیں پایا مگر ہم نے اسے پایا اور دیکھا ہے پس اس قدر قریب زمانہ کے نشانات کو اپنے خیال کی آنکھوں سے دیکھنا تمہارے لئے کوئی زیادہ مشکل نہیں اور نشانات جانے دو۔ مسجد مبارک کو ہی دیکھو مسجد مبارک میں ایک ستون مغرب سے مشرق کی طرف کھڑا ہے اس کے شمال میں جو حصہ مسجد کا ہے یہ اس زمانہ کی مسجد تھی اور اس میں نماز کے وقت کبھی ایک اور کبھی دوسطریں ہوتی تھیں اس ٹکڑا میں تین دیواریں ہوتی تھیں ایک تو دو کھڑکیوں والی جگہ میں

جہاں آج کل پہریدار کھڑا ہوتا ہے۔ اس حصہ میں امام کھڑا ہوا کرتا تھا پھر جہاں اب ستون ہے وہاں ایک اور دیوار تھی اور ایک دروازہ تھا اس حصہ میں صرف دو قطاریں نمازیوں کی کھڑی ہو سکتی تھیں اور فی قطار غالباً پانچ سات آدمی کھڑے ہو سکتے تھے اس حصہ میں اس وقت کبھی ایک قطار نمازیوں کی ہوتی اور کبھی دو ہوتی تھیں۔ مجھے یاد ہے جب اس حصہ مسجد سے نمازی بڑھے اور آخری یعنی تیسرے حصہ میں نمازی کھڑے ہوئے تو ہماری حیرت کی کوئی حد نہ رہی تھی۔ گویا جب پندرہواں یا سولہواں نمازی آیا تو ہم حیران ہو کر کہنے لگے کہ اب تو بہت لوگ نماز میں آتے ہیں۔ تم نے غالباً غور کر کے وہ جگہ نہیں دیکھی ہوگی مگر وہ ابھی تک موجود ہے جاؤ اور دیکھو صحابہ کا طریق تھا کہ وہ پرانی باتوں کو کبھی کبھی عملی رنگ میں قائم کر کے بھی دیکھا کرتے تھے اس لئے تم بھی جا کر دیکھو اس حصہ کو الگ کر دو۔ جہاں امام کھڑا ہوتا تھا اور پھر وہاں فرضی دیواریں قائم کرو اور پھر جو باقی جگہ بچے اس میں جو سطریں ہوں گی ان کا تصور کرو اور اس میں تیسری سطر قائم ہونے پر ہمیں جو حیرت ہوئی کہ کتنی بڑی کامیابی ہے اس کا قیاس کرو اور پھر سوچو کہ خدا تعالیٰ کے فضل جب نازل ہوں تو کیا سے کیا کر دیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے ہمارا ایک کچا کوٹھا ہوتا تھا اور بچپن میں کبھی کھیلنے کے لئے ہم اس پر چڑھ جایا کرتے تھے۔ اس پر چڑھنے کے لئے جن سیڑھیوں پر ہمیں چڑھنا پڑتا تھا وہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے مکان کے پاس سے چڑھتی تھیں اس وقت ہماری تائی صاحبہ جو بعد میں آ کر احمدی بھی ہو گئیں مجھے دیکھ کر کہا کرتی تھیں کہ ”جیہو جیا کاں او ہو جی کوکو“ میں بوجہ اس کے کہ میری والدہ ہندوستانی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ بچپن میں زیادہ علم نہیں ہوتا اس پنجابی فقرہ کے معنی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے اپنی والدہ صاحبہ سے اس کے متعلق پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جیسا کوٹھا ہوتا ہے ویسے ہی اس کے بچے ہوتے ہیں۔ کوے سے مراد (نعوذ باللہ) تمہارے ابا ہیں اور کوکو سے مراد تم ہو مگر پھر میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ وہی تائی صاحبہ اگر میں کبھی ان کے ہاں جاتا تو بہت عزت سے پیش آتیں میرے لئے گدا بچھاتیں اور احترام سے بٹھاتیں اور ادب سے متوجہ ہوتیں۔ اور اگر میں کہتا کہ آپ کمزور ہیں ضعیف ہیں ہلپیں نہیں یا کوئی تکلف نہ کریں تو وہ کہتیں کہ آپ تو میرے پیر ہیں گویا وہ زمانہ بھی دیکھا جب میں ”کوکو“ تھا اور وہ بھی جب میں پیر بنا۔ اور ان ساری چیزوں کو دیکھ کر تم

سمجھ سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ جب دنیا کو بدلنا چاہتا ہے تو کس طرح دل بدل دیتا ہے۔ پس ان نشانوں کو دیکھو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کرو کہ جو تمہیں خدا تعالیٰ کا محبوب بنا دے اور تم حزب اللہ میں داخل ہو جاؤ۔

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 232-233)

### جماعت کے اموال کو ذاتی مصرف میں نہیں لانا چاہئے

میں کہتا ہوں ایک منٹ کے لئے اگر اس بات کو فرض بھی کر لیا جائے کہ اس وجہ سے سلسلہ کا ایک مال اپنے قبضہ میں کر لینا ان کے لئے جائز تھا تو سوال یہ ہے کہ یہ مال تو سلسلہ کا تھا مولوی محمد علی صاحب کو اس بات کی کس نے اجازت دی کہ وہ اس مال کو اپنی ذاتی جائیداد قرار دے لیں۔ مان لیا کہ وہ ترجمہ قرآن اور کتب وغیرہ اس چندہ کے بدلہ میں لے گئے جو شیخ رحمت اللہ صاحب دیا کرتے تھے، مان لیا کہ وہ ترجمہ قرآن اور کتب وغیرہ اس چندہ کے بدلہ میں لے گئے جو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب دیا کرتے تھے مان لیا کہ وہ ترجمہ قرآن اور کتب وغیرہ اس چندہ کے بدلہ میں لے گئے جو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب دیا کرتے تھے۔ ہم نے ان تمام باتوں کو تسلیم کر لیا مگر سوال یہ ہے کہ دنیا کا وہ کون سا قانون ہے جس کے مطابق قوم کے چندہ اور قوم کے روپیہ سے تیار ہونے والی چیز مولوی محمد علی صاحب کی ذاتی ملکیت بن جائے۔

یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص باغ سے انگور کا ٹوکرا اٹھا کر گھر کو لے جانے لگا کہ باغ کے مالک کی اس پر نظر پڑ گئی اور اس نے پوچھا کہ تم میرے باغ سے انگور توڑ کر اور ٹوکرے میں بھر کر کس کی اجازت سے اپنے گھر لے جا رہے ہو؟ وہ کہنے لگا پہلے میری بات سن لیجئے اور اگر کوئی الزام مجھ پر عائد ہو سکتا ہو تو بے شک مجھ پر عائد کیجئے۔ مالک آدمی تھا شریف اس نے کہا بہت اچھا پہلے اپنی بات سناؤ؟ وہ کہنے لگا بات یہ ہے کہ میں راستہ پر چلا جا رہا تھا کہ ایک بگولا آیا اور اس نے اڑا کر مجھے آپ کے باغ میں لا ڈالا۔ اب بتائیے اس میں میرا کوئی قصور ہے؟ مالک بہت رحم دل تھا اس نے کہا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں بلکہ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ وہ کہنے لگا آگے سینئے اتفاق ایسا ہوا کہ جہاں میں گرا وہاں جا بجا انگوروں کی بیلیں لگی ہوئی تھیں۔ ایسے وقت میں آپ جانتے ہیں کہ

انسان اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارا کرتا ہے میں نے بھی ہاتھ پاؤں مارے اور انگوروں نے گرنا شروع کر دیا۔ بتائیے اس میں میرا کوئی قصور ہے؟ وہ کہنے لگا قصور کیسا اگر تمہاری جان بچانے کے لئے میرا سا رباغ بھی اجڑ جاتا تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہ ہوتی۔ پھر وہ کہنے لگا کہ جب انگور گرنے لگے تو نیچے ایک ٹوکرا پڑا تھا انگور ایک ایک کر کے اس ٹوکرا میں اکٹھے ہو گئے۔ فرمائیے اس میں میرا کیا قصور ہے؟ مالک نے کہا یہ تم عجیب بات کہتے ہو میں نے مانا کہ بگولا تمہیں اڑا کر میرے باغ میں لے گیا، میں نے مانا کہ تم ایسی جگہ گرے جہاں انگور کی بلیں تھیں، میں نے مانا کہ تم نے اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے تو انگور گرنے لگے، میں نے مانا کہ اس وقت وہاں کوئی ٹوکرا پڑا تھا جس میں انگور اکٹھے ہوتے چلے گئے مگر تمہیں یہ کس نے کہا تھا کہ ٹوکرا سر پر اٹھا کر اپنے گھر کی طرف لے جاؤ۔ وہ کہنے لگا بس یہی بات میں بھی سوچتا آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔

(خطبات محمود جلد 21 صفحہ 113-112)

### اسلام کی تبلیغ کے لئے جوش

خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ وہ سمجھ کر اس کام کو سرانجام دے اور جو صداقت ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ملی ہے اور وہ اسلام جو ہم کو پاک صاف ہو کر اب ملا ہے ہم اسے دنیا کے سامنے پیش کریں اور ہمیں اُس وقت تک صبر نہ آئے جب تک تمام دنیا میں اس کو پھیلا نہ لیں۔ میں تو حیران ہوتا ہوں کہ اگر ایک چیز کی قدر معلوم ہو تو پھر اس کو دنیا میں نہ پھیلا یا جائے۔ حضرت صاحب کورات کے وقت کئی لوگ بہت معمولی معمولی شعر سناتے اور آپ سنتے رہتے۔ ایک دن کسی نے عرض کیا کہ حضور ایسے شعروں کو آپ کیوں سنتے ہیں جن کا کچھ مطلب نہیں ہوتا۔

جب میں رات کو لیٹتا ہوں تو اس کثرت سے اسلام کی تبلیغ کے خیالات میرے دماغ میں آتے ہیں کہ میرا دماغ چھٹنے لگتا ہے اور مجھے خیال ہوتا ہے کہ کہیں ان خیالات سے دماغ پھٹ نہ جائے۔ جب لوگ شعر سناتے ہیں تو کچھ خیال ہٹ جاتا ہے اور ان خیالات سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ واقعہ میں اسلام ایسی ہی نعمت ہے اور پھر تازہ بتازہ انعام اور وہ زندہ مذہب جو لَنَا لَهُ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارَسَ۔ کالایا ہوا ہے اس کو تو وہی چھپا سکتا ہے جس کو اس کی قدر معلوم

نہ ہو اور جو قدر جانتا ہو اس کو تو بغیر ظاہر کئے صبر نہیں آسکتا۔ بعض لوگ ایسے لوگوں کو وسیع الحوصلہ کہا کرتے ہیں جو اپنے مذہب کی صداقت کو پیش ہی نہیں کرتے لیکن یہ وسعتِ حوصلہ نہیں۔ کیا کبھی بخیل بھی وسیع حوصلہ رکھتا ہے؟ ہمیشہ سخی ہی وسیع الحوصلہ ہوا کرتا ہے۔ پس خدا کی ایک نعمت کا دنیا تک پہنچانا ہی وسعتِ حوصلہ ہے نہ کہ اسے اپنے پاس چھپائے رکھنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم تبلیغِ اسلام کے فرض کو سمجھیں۔ مجھے تو بار بار خیال آتا ہے کہ اگر خدا نخواستہ ترقی کا یہی حال رہا تو پھر ہماری تونسلوں کی نسلیں بھی اُن وعدوں کو پورا ہوتا نہیں دیکھیں گی جو حضرت مسیح موعودؑ سے خدا تعالیٰ نے کئے ہیں۔ (خطبات محمود جلد 5 صفحہ 331)

### مکہ میں بڑے بڑے مالدار لوگ بھی تھے

رسول کریم ﷺ خود بے شک کسی بڑی جائیداد کے مالک نہ تھے لیکن حضرت خدیجہؓ ایک مالدار عورت تھیں۔ انہوں نے نکاح کے بعد تمام مال رسول کریم ﷺ کی نذر کر دیا تھا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مکہ کے بڑے بڑے امراء بھی ایسے ہی ہوں گے جیسے گاؤں کے امراء ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کا یہ خیال غلط ہے۔ مکہ میں بڑے بڑے مالدار لوگ بھی تھے۔ ان کے مالدار ہونے کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جنگِ حنین کے لئے رسول کریم ﷺ نے مکہ کے ایک کافر رئیس سے تیس ہزار درہم قرض لئے اور کئی ہزار نیزہ قرض لیا اور اسی شخص سے کئی سو زرہیں قرض لیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی لکھ پتی آدمی تھا اور ہمارے اس زمانہ کے لحاظ سے کروڑ پتی تھا کیونکہ اس زمانہ میں روپے پیسے کی بہت قدر تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ مجھے ایک بڑھ سکھ نے سنایا کہ اس نے آٹھ آنے میں گائے خریدی تھی۔ اور مجھے بھی اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے بچپن کے زمانہ میں مہینہ بھر کی صفائی کی اجرت خاکروب کو چار یا آٹھ آنہ دی جاتی تھی اور اب ایک بوری ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھوائی جائے تو مزدور اس کی مزدوری آٹھ آنے مانگتے ہیں۔ لیکن اُس وقت خاکروب آٹھ آنے خوشی سے لے لیتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ غلہ اور دوسری کھانے پینے کی چیزیں بہت سستی تھیں۔ ایک روپے کا دس پندرہ من غلہ اور چار پانچ سیر گھی آ جاتا تھا۔ ایک روپیہ کا ڈیڑھ سیر تو میری ہوش میں بھی تھا۔ جب چار پانچ سیر روپے کا گھی سیر ڈیڑھ سیر ہو گیا۔ تو



لوگوں میں شور مچ گیا کہ گھی کا قطف پڑ گیا ہے۔ لیکن اب پانچ روپے سیریک رہا ہے۔ پس آجکل روپے کی قیمت اس وقت کے ایک آنے سے بھی کم ہے۔ اس لحاظ سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جس کے پاس اس وقت ایک لاکھ روپیہ تھا آج کے لحاظ سے اس کے پاس بیس پچیس لاکھ روپیہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ بھی ان لوگوں میں سے تھیں جو کہ مکہ میں مالدار سمجھے جاتے تھے۔ آپؓ نے اپنی تمام جائیداد اور روپیہ رسول کریم ﷺ کو دے دیا تھا۔ اس کے علاوہ رسول کریم ﷺ کو کچھ مکان وغیرہ ورثہ میں بھی ملے تھے۔ لیکن ہجرت کرنے کی وجہ سے وہ سب آپؓ کو چھوڑنے پڑے۔ جب مکہ فتح ہوا تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؓ کس مکان میں ٹھہریں گے؟ آپؓ نے جو جواب دیا وہ ایسا دردناک تھا کہ اس کو پڑھ کر انسان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ اور آپؓ کے ساتھیوں کو کس قدر مالی قربانیاں کرنی پڑیں۔ آپؓ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی جگہ مکہ میں چھوڑی ہے کہ ہم اس میں ٹھہریں؟ ہمارے خیمے وہاں لگاؤ جہاں کفار مکہ نے قسمیں کھائی تھیں کہ ہم محمد (رسول اللہ ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو تباہ کر دیں گے۔ کتنی بڑی قربانی ہے جو رسول کریم ﷺ نے کی۔ ہمارے چندے ان قربانیوں کے مقابل پر کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

پھر انصار کی قربانیوں کا تصور تو کرو کہ وہ کس قدر شاندار تھیں۔ جب صحابہؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے مہاجرین و انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا یعنی ایک ایک انصاری کو ایک ایک مہاجر کا بھائی بنا دیا۔ جب رسول کریم ﷺ نے مہاجرین و انصار کو بھائی بھائی بنا دیا تو انصار نے اس بات پر اصرار کیا کہ یا رسول اللہ! جب مہاجرین ہمارے بھائی بن گئے ہیں اور ان کے پاس گزارے کی کوئی صورت نہیں تو آپؓ ہماری جائیدادیں برابر برابر ہم میں بانٹ دیں۔ آخر ایک بھائی کو دوسرے بھائی کی جائیداد سے حصہ ملنا چاہئے۔ آپؓ کیوں ہماری جائیدادیں ہمارے درمیان تقسیم نہیں کر دیتے۔ کتنا محبت کا جذبہ ہے جو انصار نے مہاجرین کے لئے ظاہر کیا۔

(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 447-448)

### جماعت کے ابتدائی حالات

کسی چیز کو بڑھانا یا گھٹانا اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہے اور اس کا قانون یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کو ترقی دینا چاہتا ہے تو اس کے بیج کو بڑھا دیتا ہے۔ جب وہ ایک بیج ہوتا

ہے تو لوگ کہتے ہیں اس سے سینکڑوں کیسے بنیں گے اور جب سینکڑوں ہو جائیں تو کہتے ہیں اس سے ہزاروں کیونکر ہوں گے۔ پھر ہزاروں سے لاکھوں، لاکھوں سے کروڑوں اور کروڑوں سے اربوں تک بڑھنے میں شک کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اسی طرح بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعویٰ کیا تو دنیا حیران تھی اور کہتی تھی کہ ایک سے دو کس طرح ہوں گے۔ کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں ہوگا جو ان عقائد کو مان جائے۔ لیکن جب چند لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے تو دنیا نے کہا کہ چالیس پچاس پاگل تو دنیا میں ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ آخری حد ہے۔ اس سے زیادہ نہیں بڑھ سکتے اور جب یہ تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی۔ تو کہا جانے لگا کہ دنیا میں پاگلوں کے علاوہ بعض احمق بھی ہوتے ہیں جو شریک ہو گئے ہیں۔ مگر ساری دنیا تو عقل مند کی کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اب ان کی تعداد نہیں بڑھ سکتی اور جب جماعت ہزاروں تک پہنچ گئی تو کہا گیا کہ بعض اچھے بھلے سمجھدار لوگ بھی دھوکا کھا سکتے ہیں۔ مگر اب یہ لوگ لاکھوں تک نہیں پہنچ سکتے اور اب حیران ہیں کہ یہ کروڑوں کس طرح ہوں گے اور یہ نہیں سوچتے کہ جس طرح ایک سے دسیوں، دسیوں سے سینکڑوں، سینکڑوں سے ہزاروں، اور ہزاروں سے لاکھوں ہوئے۔ اسی طرح اب لاکھوں سے کروڑوں اور کروڑوں سے اربوں ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہو کر ان کو اسی طرح بڑھاتا جائے گا اور کون ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل کو روک سکے۔ (خطبات محمود جلد 20 صفحہ 535)

### جماعت احمدیہ کا مستقبل

ذرا غور کرو تم پر اللہ تعالیٰ نے کتنا فضل کیا کہ اپنا مسیح تمہیں دکھایا پھر دنیا پر تمہیں کیا اتنا بھی رحم نہیں آتا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ ہی اسے دکھا دو۔ پچاس ساٹھ سال بعد یہ صحابہؓ ہم میں نہ ہوں گے غور کرو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ہم دنیا کو جا کر جب آپ کا پیغام سنائیں اور لوگ پوچھیں کہ وہ کہاں ہیں تو ہم کہہ دیں وہ فوت ہو گئے اور جب وہ پوچھیں کہ کون لوگ ہیں جو آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے تو کہہ دیں کہ وہ بھی فوت ہو گئے مجھے یہ واقعہ کبھی نہیں بھولتا میں جب انگلستان میں گیا تو وہاں ایک بوڑھا انگریز نو مسلم تھا اسے علم تھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا اور خلیفہ ہوں مگر پھر بھی وہ نہایت محبت و اخلاص سے کہنے لگا کہ میں ایک بات پوچھتا ہوں آپ ٹھیک جواب دیں گے؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگا کیا حضرت مسیح موعود

نبی تھے میں نے کہا ہاں تو اس نے کہا اچھا مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ پھر کہنے لگا آپ قسم کھا کر بتائیں کہ آپ نے انہیں دیکھا؟ میں نے کہا ہاں میں ان کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا نہیں میرے سوال کا جواب دیں کہ ان کو دیکھا؟ میں نے کہا ہاں دیکھا۔ تو وہ کہنے لگا کہ اچھا میرے ساتھ مصافحہ کریں اور مصافحہ کرنے کے بعد کہا مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی کہ میں نے اس ہاتھ کو چھوا جس نے مسیح موعود کے ہاتھوں کو چھوا تھا اب تک وہ نظارہ میرے دل پر نقش ہے وہ شخص گزشتہ سال ہی فوت ہوا ہے اُسے روایا اور کشف بھی ہوتے تھے اور وہ اس پر فخر کرتا تھا کہ اسلام لانے کے بعد اسے یہ انعام ملا ہے۔ تو مجھے اس کی یہ بات کبھی نہیں بھولتی کہ کیا آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو دیکھا ہے اور جب میں نے کہا ہاں تو کہا کہ مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی ہے میں نے آپ کو دیکھا ہے۔

مجھے اس خیال سے بھی گھبراہٹ ہوتی ہے کہ وہ لاکھوں انسان جو چین، جاپان، روس، امریکہ، افریقہ اور دنیا کے تمام گوشوں میں آباد ہیں اور جن کے اندر نیکی اور تقویٰ ہے ان کے دلوں میں خدا کی محبت ہے مگر ان کو ابھی وہ نور نہیں ملا کہ ہم ان تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچائیں اور وہ خوشی سے اُچھلیں اور کہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود دکھلاؤ اور جب ہم کہیں کہ وہ فوت ہو گئے تو وہ پوچھیں کہ اچھا ان کے شاگرد کہاں ہیں؟ تو ہم انہیں کہیں کہ وہ بھی فوت ہو گئے احمدیوں کا یہ جواب سن کر وہ لوگ کیا کہیں گے۔ اگر ایسا ہو تو وہ ہمارے مبلغوں کو کس حقارت سے دیکھیں گے کہ ان نالائقوں نے ہم تک پیغام پہنچانے میں کس قدر دیر کی ہے تو ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کی موجودگی میں ہم ساری دنیا میں احمدیت کا پیغام پہنچا دیں تاہر ایک کہہ سکے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ سے مصافحہ کیا ہے اور دنیا کے ہر ملک بلکہ ہر صوبہ میں بسنے والے لوگ اور ہر زبان بولنے والے اور ہر مذہب کے پیرو یہ کہہ سکیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے۔ یہ اتنی بڑی خوشی ہے کہ اس سے ہمیں دنیا کو محروم نہیں رکھنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کپڑوں میں برکت زیادہ ہوتی ہے بلکہ اس میں بتایا ہے کہ جب انسان نہ ملیں گے تو لوگ کپڑوں سے ہی برکت ڈھونڈیں گے ورنہ انسان کے مقابلہ میں

کپڑے کی کیا حیثیت ہوتی ہے وہ کپڑا جو جسم کو لگا اُس ہاتھ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھ سکتا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں گیا اور وہیں پیوست ہو گیا آپ سے نور اور برکت لی اور آپ کے نور میں اتنا ڈوبا کہ خود نور بن گیا۔ کبھی ممکن نہیں کہ ایسے ہاتھ کو چھونے سے تو برکت نہ ملے اور کپڑوں کو چھونے سے ملے۔ کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے سے مراد تو حالتِ تزلزل ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب لوگ آپ سے ملنے والوں کو ڈھونڈیں گے اور جب کوئی نہ ملے گا تو کہیں گے اچھا کپڑے ہی سہی اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے ایک وقت آئے گا کہ بادشاہ بھی آپ کے کپڑوں کے لئے ترسیں گے۔ پس براہِ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھونے والے انسان ہمیشہ نہیں رہ سکتے اور ہم سے یہ اتنی بڑی غفلت ہو رہی تھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں جگا دیا۔ (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 259-258)

### خلفاء کے چار کام

پس یہ خلفاء کے چار کام ہیں اور انہی پر یہ روپیہ خرچ کیا جائے گا پہلے اسے کسی نفع مند کام میں لگا کر ہم اس سے آمد کی صورت پیدا کریں گے اور پھر اس آمد سے یہ کام شروع کریں گے۔ ایک تو ایسا اصولی لٹریچر شائع کریں گے کہ جس سے ہندو، سکھ، اسلامی اصول سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ اب تک ہم نے ان کی طرف پوری طرح توجہ نہیں کی حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات سے پتہ لگتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے بھی ہدایت مقدر ہے۔ مثلاً آپ کا ایک الہام ہے کہ ”آریوں کا بادشاہ“ ایک ہے ”جے سنگھ بہادر“۔ ”ہے کرشن روڈر گوپال تیری مہا گیتا میں لکھی گئی ہے“، مگر ہم نے ابھی تک ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ پس اب ان کے لئے لٹریچر شائع کرنا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ اتنا مختصر ہو کہ اسے لاکھوں کی تعداد میں شائع کر سکیں۔ پھر ایک حصہ مسلمانوں میں تبلیغ پر خرچ کیا جائے۔ ایک آرٹ، سائنس، انڈسٹری اور زراعت وغیرہ کی تعلیم پر اور ایک حصہ نظام سلسلہ پر دشمنوں کے حملہ کے مقابلہ کے لئے۔ آہستہ آہستہ کوشش کی جائے کہ اس کی آمد میں اضافہ ہوتا رہے اور پھر اس آمد سے یہ کام چلائے جائیں۔ اس روپیہ کو خرچ کرنے کے لئے یہ تجویزیں ہیں۔ اس کے بعد میں جھنڈے کے نصب کرنے کا اعلان کرتا ہوں منتظمین اس کے لئے سامان لے آئیں۔

جھنڈا نصب کرنے کے متعلق بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کانگریس کی رسم ہے

لیکن اس طرح تو بہت سی رسمیں کانگریس کی نقل قرار دینی پڑیں گی۔ کانگریس جلسے بھی کرتے ہیں اس لئے یہ جلسہ بھی کانگریس کی نقل ہوگی۔ گاندھی جی دودھ پیتے ہیں دودھ پینا بھی ان کی نقل ہوگی اور اس اصل کو پھیلاتے پھیلاتے یہاں تک پھیلا نا پڑے گا کہ مسلمان بہت سی اچھی باتوں سے محروم رہ جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کانگریس کی نقل نہیں۔ رسول کریم ﷺ نے خود جھنڈا باندھا اور فرمایا کہ یہ میں اُسے دوں گا جو اس کا حق ادا کرے گا۔ پس یہ کہنا کہ یہ بدعت ہے تاریخ اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ جھنڈا لہرانا ناجائز نہیں ہاں البتہ اس ساری تقریب میں میں ایک بات کو برداشت نہیں کر سکا اور وہ ایڈریسوں کا چاندی کے خولوں وغیرہ میں پیش کرنا ہے اور چاہے آپ لوگوں کو تکلیف ہو میں حکم دیتا ہوں کہ ان سب کو بیچ کر قیمت جو بلی فنڈ میں دے دی جائے۔ پس جھنڈا رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے اور لڑائی وغیرہ کے مواقع پر اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے تو جہاد سے ہی منع کر دیا ہے پھر جھنڈے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر میں کہوں گا کہ اگر لوہے کی تلوار کے ساتھ جہاد کرنے والوں کے لئے جھنڈا ضروری ہے تو قرآن کی تلوار سے لڑنے والوں کے لئے کیوں نہیں۔ اگر اب ہم لوگ کوئی جھنڈا معین نہ کریں گے تو بعد میں آنے والے ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ ہی جھنڈا بنا جاتے تو کیا اچھا ہوتا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے ایک مجلس میں یہ سنا ہے کہ ہمارا ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔ جھنڈا لوگوں کے جمع ہونے کی ظاہری علامت ہے اور اس سے نوجوانوں کے دلوں میں ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ”لو اے ما پنے ہر سعید خواہد بود۔“ یعنی میرے جھنڈے کی پناہ ہر سعید کو حاصل ہوگی اور اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ ہم اپنا جھنڈا نصب کریں تا سعید روہیں اس کے نیچے آ کر پناہ لیں۔ یہ ظاہری نشان بھی بہت اہم چیزیں ہوتی ہیں۔ جنگِ جمل میں حضرت عائشہؓ ایک اونٹ پر سوار تھیں دشمن نے فیصلہ کیا کہ اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں تو آپؓ نیچے گر جائیں اور آپؓ کے ساتھی لڑائی بند کر دیں لیکن جب آپؓ کے ساتھ والے صحابہ نے دیکھا کہ اس طرح آپؓ گر جائیں گی تو گو آپؓ دین کا ستون نہ تھیں مگر بہر حال رسول کریم ﷺ کی محبت کی مظہر تھیں اس لئے صحابہ نے اپنی جانوں سے ان کے اونٹ کی حفاظت کی اور تین گھنٹے کے اندر اندر ستر جلیل القدر صحابی کٹ کر گر گئے۔ قربانی کی ایسی مثالیں دلوں میں جوش پیدا کرتی ہیں۔ پس جھنڈا نہایت ضروری ہے اور بجائے

اس کے کہ بعد میں آ کر کوئی بادشاہ اسے بنائے یہ زیادہ مناسب ہے کہ یہ صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں اور موعودہ خلافت کے زمانہ میں بن جائے۔ اگر اب کوئی جھنڈا بنے تو بعد میں کوئی جھنڈا کسی کیلئے سند نہیں ہو سکتا۔ چینی کہیں گے ہم اپنا جھنڈا بناتے ہیں اور جاپانی کہیں گے اپنا اور اس طرح ہر قوم اپنا اپنا جھنڈا ہی آگے کرے گی۔ آج یہاں عرب، سماٹری، انگریز سب قوموں کے نمائندے موجود ہیں ایک انگریز نو مسلمہ آئی ہوئی ہیں اور انہوں نے ایڈریس بھی پیش کیا ہے۔ جاوا، سماٹرا کے نمائندے بھی ہیں، افریقہ کے بھی ہیں انگریز گویا یورپ اور ایشیا کے نمائندے ہیں۔ افریقہ کا نمائندہ بھی ہے امریکہ والوں کی طرف سے بھی تار آ گیا ہے اور اس لئے جو جھنڈا آج نصب ہوگا اس میں سب قومیں شامل سمجھی جائیں گی اور وہ جماعت کی شوکت کا نشان ہوگا اور یہی مناسب تھا کہ جھنڈا بھی بن جاتا تا بعد میں اس کے متعلق کوئی اختلافات پیدا نہ ہوں۔ پھر یہ رسول کریم ﷺ کی سنت بھی ہے۔ حضرت مسیح موعودؓ کے ایک شعر کو بھی پورا کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح دمشق کے منارہ شرقی پر اترے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے وہ منارہ بنوایا تا رسول کریم ﷺ کی بات ظاہری رنگ میں بھی پوری ہو اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں یہ جھنڈا بنانے کی توفیق دی کہ جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر ظاہری رنگ میں بھی پورا ہوتا ہے اور اس وجہ سے کہ ہم لوگوں کو باطن کا بھی خیال رہے اور یہ محض ظاہری رسم ہی نہ رہے میں نے ایک اقرار نامہ تجویز کیا ہے پہلے میں اسے پڑھ کر سنا دیتا ہوں اس کے بعد میں کہتا جاؤں گا اور دوست اسے دہراتے جائیں۔ اقرار نامہ یہ ہے:-

”میں اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اسلام اور احمدیت کے قیام، اس کی مضبوطی اور اس کی اشاعت کیلئے آخر دم تک کوشش کرتا رہوں گا اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس امر کے لئے ہر ممکن قربانی پیش کروں گا کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام دوسرے سب دینوں اور سلسلوں پر غالب رہے اور اس کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہ ہو بلکہ دوسرے سب جھنڈوں سے اونچا اُرتا رہے۔ اَللّٰهُمَّ اٰمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اٰمِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ اٰمِيْنَ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ.“

(تقریر بجواب ایڈریس ہائے جماعتہائے احمدیہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 438 تا 440)